اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

يَعْتَذِرُونَ إِلَيْكُمْ إِذَا رَجَعْتُمْ إِلَيْهِمْ ۚ قُل لَّا تَعْتَذِرُوا لَن نُّؤْمِنَ لَكُمْ

یہ لوگ تمہارے سامنے عذر پیش کریں گے جب تم ان کے پاس واپس جاؤ گے آپ کہہ دیجئے کہ یہ عذر پیش مت کرو ہم کبھی تم کو سچا نہ سمجھیں گے

قَدْ نَبَّأَنَا اللَّهُ مِنْ أَخْبَارِكُمْ ۚ وَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ ثُمَّ تُرَدُّونَ

اللہ تعالیٰ ہم کو تمہاری خبر دے چکے ہیں اور آئندہ بھی اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول تمہاری کارگزاری دیکھ لیں گے پھر ایسے کے پاس لوٹائے جاؤ گے

إِلَىٰ عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٩٤﴾ سَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ

جو پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا ہے پھر وہ تم کو بتادے گا جو جو کچھ تم کرتے تھے۔ہاں وہ اب تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھاویں گے

لَكُمْ إِذَا انقَلَبْتُمْ إِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوا عَنْهُمْ ۖ فَأَعْرِضُوا عَنْهُمْ ۖ إِنَّهُمْ رِجْسٌ ۖ

جب تم ان کے پاس واپس جاؤ گے تاکہ تم اُن کو ان کی حالت پر چھوڑ دو سو تم ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دو وہ لوگ بالکل گندے ہیں

وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿٩٥﴾ يَحْلِفُونَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۖ

اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے ان کاموں کے بدلے میں جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔یہ اس لئے قسمیں کھاویں گے کہ تم ان سے راضی ہو جاؤ

فَإِن تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَرْضَىٰ عَنِ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ ﴿٩٦﴾

سو اگر تم ان سے راضی بھی ہوجاؤ تو اللہ تعالیٰ تو ایسے شریر لوگوں سے راضی نہیں ہوتا۔

يَعْتَذِرُونَ عذر لائیں گے	إِلَيْكُمْ تمہارے پاس	إِذَا جب	رَجَعْتُمْ تم لوٹ کر جاؤ گے	إِلَيْهِمْ ان کی طرف	قُلْ آپ کہدیں		
لَا تَعْتَذِرُوا عذر نہ کرو	لَن نُّؤْمِنَ ہرگز ہم یقین نہ کریں گے	لَكُمْ تمہارا	قَدْ نَبَّأَنَا ہمیں بتا چکا ہے	اللَّهُ اللہ	مِنْ أَخْبَارِكُمْ تمہاری سب خبریں	وَ اور	
سَيَرَى ابھی دیکھے گا	اللَّهُ اللہ	عَمَلَكُمْ تمہارے عمل	وَرَسُولُهُ اور اس کا رسول	ثُمَّ پھر	تُرَدُّونَ تم لوٹائے جاؤ گے	إِلَىٰ طرف	عَالِمِ جاننے والا
الْغَيْبِ پوشیدہ	وَالشَّهَادَةِ اور ظاہر	فَيُنَبِّئُكُم پھر وہ تمہیں بتادے گا	بِمَا وہ جو	كُنتُمْ تَعْمَلُونَ تم کرتے تھے	سَيَحْلِفُونَ اب قسمیں کھائیں گے		
بِاللَّهِ اللہ کی	لَكُمْ تمہارے آگے	إِذَا جب	انقَلَبْتُمْ واپس جاؤ گے تم	إِلَيْهِمْ ان کی طرف	لِتُعْرِضُوا تاکہ تم درگزر کرو	عَنْهُمْ ان سے	
فَأَعْرِضُوا سو تم منہ موڑ لو	عَنْهُمْ ان سے	إِنَّهُمْ بیشک وہ	رِجْسٌ پلید	وَمَأْوَاهُمْ اور ان کا ٹھکانہ	جَهَنَّمُ جہنم	جَزَاءً بدلہ	بِمَا اس کا جو
كَانُوا يَكْسِبُونَ وہ کماتے ہیں	يَحْلِفُونَ وہ قسمیں کھاتے ہیں	لَكُمْ تمہارے آگے	لِتَرْضَوْا تم راضی ہوجاؤ	عَنْهُمْ ان سے	فَإِن تو بیشک		
تَرْضَوْا تاکہ تم راضی ہوجاؤ	عَنْهُمْ ان سے	فَإِنَّ سو اگر	اللَّهَ اللہ	لَا يَرْضَىٰ راضی نہیں ہوتا	عَنِ سے	الْقَوْمِ لوگ	الْفَاسِقِينَ نافرمان

غزوۂ تبوک سے واپسی پر منافقین کی حیلہ بازیاں

یہاں سے گیارہویں پارہ کی ابتداء ہورہی ہے۔ گذشتہ آیات تک تو ان منافقین کا ذکر تھا جنہوں نے غزوۂ تبوک کے روانگی کے وقت بہانے تراشے تھے۔ اب ان آیات میں واپسی کے وقت بہانہ بازیاں کرنے والوں کا بیان ہے۔ گویا یہ آیات تبوک سے مدینہ کو واپس پہنچنے سے پہلے نازل ہوگئی تھیں جن میں منافقین کی بہانہ بازیوں کی پیشین گوئی کردی گئی اور بتلایا گیا کہ جیسے تبوک کی طرف روانہ ہونے کے وقت منافقین نے طرح طرح کے حیلے بہانے بنائے تھے۔ اسی طرح جب اہل ایمان مدینہ واپس پہنچیں گے اس وقت بھی یہ لوگ جھوٹے عذر پیش کر کے مسلمانوں کو مطمئن بنانا چاہیں گے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوکر پھر قسمیں کھائیں گے کہ حضرت ہمارا پکا ارادہ تھا کہ آپ کے ساتھ چلیں مگر فلاں فلاں موانع پیش آ جانے کی وجہ سے مجبور رہے۔ حق تعالیٰ کی طرف سے جواب تلقین فرمایا جاتا ہے کہ آپ ایسے لوگوں سے کہہ دیجئے کہ جھوٹی باتیں بنانے سے کچھ فائدہ نہیں۔ تمہارے سب عذر فضول اور بیکار ہیں ہم کو حق تعالیٰ تمہارے جھوٹ اور منافقت پر مطلع کر چکا۔ پھر کس طرح ہم تمہاری لغویات پر یقین کر سکتے ہیں۔ اب پچھلے قصہ کو چھوڑو آئندہ تمہارا طرز عمل دیکھا جائے گا کہ اپنے دعوے کو کہاں تک پورا کرتے ہو۔ سب جھوٹ سچ ظاہر ہوکر رہے گا اور بہرحال اس عالم الغیب والشھادۃ سے تو کوئی راز اور عمل یا نیت پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ اسی کے یہاں سب کو جانا ہے۔ وہ جزا دینے کے وقت تمہارا ہر چھوٹا بڑا ظاہری اور باطنی عمل کھول کر رکھ دے گا اور اسی کے موافق بدلہ دیا جائے گا۔

منافقوں کی عذر خواہیوں کا مقصد

آگے بتلایا جاتا ہے کہ تبوک سے واپسی کے بعد منافقین جھوٹی قسمیں کھا کر جو عذر پیش کریں گے اس سے ان کی غرض یہ ہوگی کہ پیغمبر علیہ السلام اور مسلمانوں کو اپنی قسموں اور ملمع سازیوں سے راضی اور مطمئن کرلیں تاکہ بارگاہ رسالت سے ان پر کوئی عتاب وملامت اور دارو گیر نہ ہو اور مسلمان ان سے کچھ تعرض نہ کریں۔ حق تعالیٰ نے ہدایت فرمادی کہ بہتر ہے تم ان سے تعرض مت کرو لیکن یہ تعرض نہ کرنا راضی اور مطمئن ہونے کی بناء پر نہیں بلکہ ان کے نہایت پلید اور شریر ہونے کی وجہ سے ہے۔ یہ لوگ اس قدر گندے واقع ہوئے ہیں کہ ان کے پاک وصاف ہونے کی کوئی توقع نہیں رہی۔ لہٰذا اس غلاظت کی پوٹ کو دور پھینک دینا اور اس سے علیحدہ رہنا ہی بہتر ہے خدا خود ان کو ٹھکانے لگا دے گا۔

اللہ تعالیٰ کو دھوکہ نہیں دیا جاسکتا

آگے بتلایا جاتا ہے کہ بڑی کوشش ان منافقین کی یہ ہے کہ مکرو فریب سے مسلمانوں کو خوش کرلیں۔ فرض کرو اگر چکنی چپڑی باتوں سے مخلوق راضی ہو بھی جائے تو کیا نفع پہنچ سکتا ہے جبکہ خدا ان سے راضی نہ ہو۔ خدا کے آگے تو کوئی چالاکی اور دغابازی نہیں چل سکتی گویا متنبہ فرمادیا کہ جس سے خدا راضی نہ ہو کوئی مومن کیسے راضی ہوسکتا ہے لہٰذا جھوٹی باتوں سے پیغمبر علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو خوش کرلینے کا خبط ان منافقین کو دماغ سے نکال دینا چاہئے۔

خلاصہ آیات

آیات کا خلاصہ یہ کہ آئندہ واقعات کے متعلق یہاں ایک پیشین گوئی فرمائی جارہی ہے جو تبوک سے واپس ہونے کے بعد حرف بحرف پوری ہوئی اور مسلمانوں کو ہدایت دی جارہی ہے کہ منافقوں سے علیحدہ رہیں۔ نیز معلوم ہوا کہ منافقین کی خاص شناخت یہ ہے کہ یہ اللہ کی بجائے اس کے بندوں کی رضا جوئی اور چاپلوسی میں لگے رہتے ہیں۔ نیز قرآن مجید نے یہاں صراحت سے واضح فرمادیا کہ بندوں کی رضامندی اللہ کی رضامندی کو لازم نہیں۔ اور اللہ کی رضامندی کے بغیر بندوں کی رضامندی محض بیکار ہے۔ اس لئے فکر اللہ کی رضا کی ہونا چاہئے۔ بندے راضی ہوں یا نہ ہوں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا میں اگر سارا جہان بھی ناراض ہو تو بھی پرواہ نہ کرنی چاہئے۔ حضرت مجذوبؒ نے اسی کو ایک شعر میں اس طرح کہا ہے۔

تیری رضا میں ہے سارا جہاں خفا ہم سے
اگر یہی ہے زیاں تو کچھ زیادہ نہ ہوا

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنی رضا کی فکر نصیب فرمائیں۔

دعا کیجئے: یا اللہ ہمیں دشمنان دین سے بے تعلق رکھیں اور دین کے معاملہ میں بہانہ بازی اور حیلہ سازی سے ہم کو محفوظ فرمادیں اور اس وقت اہل اسلام جہاں جہاں کفار ومشرکین سے جہاد میں مشغول ہیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا وَّاَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى

دیہاتی لوگ کفر اور نفاق میں بہت ہی سخت ہیں اور ان کو ایسا ہونا ہی چاہیے کہ ان کو ان احکام کا علم نہ ہو جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر نازل فرمائے ہیں

رَسُوْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۹۷﴾ وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يَّتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا

اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے بڑی حکمت والے ہیں۔ اور ان دیہاتیوں میں سے بعض ایسا ہے کہ جو کچھ خرچ کرتا ہے اُس کو جرمانہ سمجھتا ہے

وَّيَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَآئِرَ ؕ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۹۸﴾ وَمِنَ

اور تم مسلمانوں کے واسطے گردشوں کا منتظر رہتا ہے بُرا وقت اُن ہی پر پڑنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ سنتے ہیں جانتے ہیں اور

الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ

اہل دیہات میں ایسے بھی ہیں جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں اس کو عند اللہ قرب حاصل ہونے کا ذریعہ

وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ ؕ اَلَآ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ؕ سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

اور رسول کی دعا کا ذریعہ بناتے ہیں یاد رکھو ان کا یہ خرچ کرنا بیشک ان کیلئے موجب قربت ہے ضرور ان کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں داخل کرلیں گے

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۹﴾

اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے بڑی رحمت والے ہیں۔

اَلْاَعْرَابُ دیہاتی	اَشَدُّ بہت سخت	كُفْرًا کفر میں	وَّنِفَاقًا اور نفاق میں	وَّاَجْدَرُ اور زیادہ لائق	اَلَّا يَعْلَمُوْا کہ وہ نہ جانیں	حُدُوْدَ احکام		
مَآ جو	اَنْزَلَ نازل کئے	اللّٰهُ اللہ	عَلٰى پر	رَسُوْلِهٖ اپنا رسول	وَاللّٰهُ اور اللہ	عَلِيْمٌ جاننے والا	حَكِيْمٌ حکمت والا	وَمِنَ اور سے
الْاَعْرَابِ دیہاتی	مَنْ جو	يَّتَّخِذُ لیتے ہیں	مَا يُنْفِقُ جو وہ خرچ کرتے ہیں	مَغْرَمًا تاوان	وَّيَتَرَبَّصُ اور انتظار کرتے ہیں	بِكُمُ تمہارے لئے		
الدَّوَآئِرَ گردشیں	عَلَيْهِمْ ان پر	دَآئِرَةُ گردش	السَّوْءِ بُری	وَاللّٰهُ اور اللہ	سَمِيْعٌ سُننے والا	عَلِيْمٌ جاننے والا	وَمِنَ اور سے	
الْاَعْرَابِ دیہاتی	مَنْ جو	يُّؤْمِنُ ایمان رکھتے ہیں	بِاللّٰهِ اللہ پر	وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اور آخرت کا دن	وَيَتَّخِذُ اور سمجھتے ہیں	مَا يُنْفِقُ جو وہ خرچ کریں		
قُرُبٰتٍ نزدیکیاں	عِنْدَ اللّٰهِ اللہ سے	وَ اور	صَلَوٰتِ دُعائیں	الرَّسُوْلِ رسول	اَلَآ ہاں ہاں	اِنَّهَا یقیناً وہ	قُرْبَةٌ نزدیکی	لَّهُمْ ان کیلئے
سَيُدْخِلُهُمُ جلد داخل کریگا انہیں	اللّٰهُ اللہ	فِيْ میں	رَحْمَتِهٖ اپنی رحمت	اِنَّ بیشک	اللّٰهَ اللہ	غَفُوْرٌ بخشنے والا	رَّحِيْمٌ نہایت مہربان	

دیہاتیوں کی جہالت و تندمزاجی

ان آیات میں خصوصیت کے ساتھ دیہاتیوں کا ذکر فرمایا جاتا ہے۔ عام قاعدہ ہے کہ آدمی جس قدر جاہل اور بے علم ہوگا اور جس قدر علما اور فضلا کی صحبت سے دور رہے گا۔ اتنا ہی گنوار تندخو اور سخت مزاج ہوگا۔ اس کی عقل پر جہالت کے پردہ اور نادانی کا زنگ چڑھا ہوگا۔ دیہاتی عموماً دانشمندوں اور عقلمندوں سے میل جول کم رکھتے ہیں۔ دانا اور بینا لوگوں کی صحبت انہیں میسر نہیں ہوتی۔ مجالس علم و حکمت میں بیٹھنے کے مواقع نہیں

ملتے اس لئے تہذیب اور شائستگی کا اثر اور علم و عرفان کی روشنی کم قبول کرتے ہیں۔ ہاں بعض دیہاتی سمجھدار بھی ہوتے ہیں۔ اہل علم کی صحبت سے مستفیض دانشمندوں سے تعلق رکھتے ہیں ایسے لوگ اگرچہ جاہل طبقہ کے ساتھ رہتے ہوں مگر ان میں دانش اور سمجھ بوجھ کا مادہ تیار رہتا ہے۔ کسی صاحب نظر کی ادنیٰ التفات سے اکسیر بن جاتے ہیں۔

یہاں ان آیات میں پہلے دیہاتی منافقین کا حال بتلایا جاتا ہے کہ قوانین الٰہی اور سنت رسول اللہ سے بے بہرہ رہنے اور کفر و نفاق میں شدید ہونے کے لائق یہ دیہاتی عموماً ہوتے ہیں۔ ان دیہاتیوں میں سے بعض افراد سخت منافق ہیں جو اگرچہ بظاہر مسلمانوں سے ملے ہوئے ہیں۔ احکام اسلامی کی ظاہری تعمیل بھی کرتے ہیں۔ زکوٰۃ بھی دیتے ہیں مگر یہ سب ظاہری ہوتا ہے۔ صداقت اسلام ان کے دلوں میں نہیں اتری۔ جو کچھ راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں تاوان سمجھ کر خرچ کرتے ہیں اور ہر وقت منتظر رہتے ہیں کہ مسلمان کسی گردش میں پھنس جائیں مگر ان کی یہ امید پوری نہ ہوگی بلکہ بربادی اور برائی کے چکر میں یہ خود ہی پھنسیں گے۔

بعض دیہاتی خلوص و وفا کے پیکر ہوتے ہیں

ہاں کچھ دیہاتی پکے خالص مومن بھی ہیں جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ کار خیر میں صرف کرتے ہیں اس کو قرب الٰہی اور دعائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حصول کا ذریعہ قرار دیتے ہیں یعنی محض اس لئے دیتے ہیں کہ قرب الٰہی حاصل ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں ان کو نصیب ہوں تو واقعی ان کے یہ صدقات قرب الٰہی کا ذریعہ بنیں گے ان کو اللہ اپنی رحمت میں داخل فرمائے گا اور ان کی غلطیاں معاف کردے گا گویا قرآن کریم کی معجزانہ تاثیر اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کا حیرت انگیز کرشمہ دکھلایا ہے کہ ان ہی سخت مزاج اور تندخو دیہاتیوں میں ایسے عارف اور مخلص افراد پیدا کردیئے۔

خلاصۂ آیات

ان آیات میں جہالت سے گریز کرنے کی طرف اور اہل علم و ارباب ہدایت کے ساتھ رہنے کی طرف اشارہ ہے اور مسلمانوں کی بدخواہی سے ممانعت ہے اور اس پر ضمنی تنبیہ کہ مسلمانوں کی بدخواہی کرنا منافقت ہے اور یہ سب منافقوں کا کام ہے۔ نیز کار خیر میں بخلوص خاطر خرچ کرنے کی مدح اور تاوان کے طور پر خرچ کرنے کی مذمت ظاہر فرمائی اور اس امر کی طرف بھی اشارہ فرمایا کہ مومن کی کوشش یہ ہونی چاہئے کہ قرب الٰہی حاصل ہو اور قرب الٰہی کے حصول کے لئے بڑی سے بڑی قربانی کرنی لازم ہے نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء مومن کے لئے باعث نجات و صلاح و فلاح دارین ہے۔

ان آیات کے ماتحت عارفین نے کہا ہے کہ صحبت صالحین سے دور ہونے سے طریق خیر کے ساتھ مناسبت میں کمی ہوجاتی ہے اور اسی لئے اہل طریق صحبت کا بڑا اہتمام رکھتے ہیں۔

ان آیات سے یہ پہلو بھی نکلتا ہے کہ حاسد و بدبین خود ہی گرفتار بلا ہوتے ہیں۔

دعا کیجئے

یا اللہ امور خیر میں دل کھول کر مال خرچ کرنے کی ہم کو توفیق نصیب فرما اور کار خیر میں خرچ کرنے سے دل میں تنگی ہونے کی منافقانہ عادت سے ہمارے قلوب کو پاک صاف فرما۔ بخل و حسد جیسی منافقانہ عادتوں سے یا اللہ ہمارے نفوس کو محفوظ فرما۔

یا اللہ جو حاسد اور بدبین مسلمانوں کے درمیان گھسے ہوئے ہیں ان کی منافقانہ حرکتوں سے ہماری حفاظت فرما اور جو اہل ایمان کے ساتھ چالبازیاں سازشیں اور منصوبے باندھ رہے ہیں یا اللہ ان کو ناکام اور ذلیل فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ

اور جو مہاجرین اور انصار سابق اور مقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے

رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ

اور اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں ہمیشہ رہیں گے

خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۰۰﴾ وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ

یہ بڑی کامیابی ہے۔ اور جو کچھ تمہارے گردو پیش والوں میں اور کچھ مدینے والوں ایسے منافق ہیں کہ

مُنٰفِقُوْنَ ۛ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ڀ مَرَدُوْا عَلَي النِّفَاقِ ۣ لَا تَعْلَمُهُمْ ۭ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ

نفاق کی حد کمال پر پہنچے ہوئے ہیں آپ اُن کو نہیں جانتے اُن کو ہم جانتے ہیں

سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾ۚ

ہم ان کو دوہری سزا دیں گے پھر وہ بڑے بھاری عذاب کی طرف بھیجے جاویں گے۔

وَالسّٰبِقُوْنَ اور سبقت کرنے والے	الْاَوَّلُوْنَ سب سے پہلے	مِنَ سے	الْمُهٰجِرِيْنَ مہاجرین	وَالْاَنْصَارِ اور انصار	وَالَّذِيْنَ اور جن لوگوں		
اتَّبَعُوْهُمْ ان کی پیروی کی	بِاِحْسَانٍ نیکی کے ساتھ	رَضِيَ اللّٰهُ راضی ہوا اللہ	عَنْهُمْ اُن سے	وَ اور	رَضُوْا وہ راضی ہوئے	عَنْهُ اس سے	
وَاَعَدَّ اور تیار کیا اس نے	لَهُمْ ان کیلئے	جَنّٰتٍ باغات	تَجْرِيْ بہتی ہیں	تَحْتَهَا انکے نیچے	الْاَنْهٰرُ نہریں	خٰلِدِيْنَ ہمیشہ رہیں گے	
فِيْهَا ان میں	اَبَدًا ہمیشہ	ذٰلِكَ یہ	الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ کامیابی بڑی	وَ اور	مِمَّنْ ان میں جو	حَوْلَكُمْ تمہارے اردگرد	مِنَ سے۔ بعض
الْاَعْرَابِ دیہاتی	مُنٰفِقُوْنَ منافق	وَ اور	مِنْ سے	اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مدینہ والے	مَرَدُوْا اڑے ہوئے ہیں	عَلَى پر	النِّفَاقِ نفاق
لَا تَعْلَمُهُمْ تم نہیں جانتے ان کو	نَحْنُ ہم	نَعْلَمُهُمْ جانتے ہیں انہیں	سَنُعَذِّبُهُمْ جلد ہم انہیں عذاب دینگے	مَرَّتَيْنِ دوبار	ثُمَّ پھر		
يُرَدُّوْنَ وہ لوٹائے جائیں گے	اِلٰى طرف	عَذَابٍ عذاب	عَظِيْمٍ عظیم				

سابقین اولین: یہاں آیت میں السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ جو فرمایا یعنی جو مہاجرین وانصار میں سے سابق اور مقدم ہیں ان کے تعین میں مفسرین کے اقوال مختلف ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ وہ مہاجرین وانصار مراد ہیں جو ہجرت سے پہلے مشرف باسلام ہوئے۔ بعض کے نزدیک وہ مراد ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں یعنی خانہ کعبہ اور بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی۔ بعض کہتے ہیں کہ جنگ بدر تک کے مسلمان سابقین اولین ہیں۔ بعض صلح حدیبیہ تک اسلام لانے والوں کو اس کا مصداق قرار دیتے ہیں اور بعض مفسرین کی رائے ہے کہ تمام مہاجرین اور انصار۔ اطراف کے مسلمانوں اور پیچھے آنے والی نسلوں کے اعتبار سے سابقین اولین ہیں۔ بہر حال اللہ تعالیٰ خبر دے رہے ہیں کہ جو مہاجرین اور انصار سابق اور مقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس سے راضی ہوئے اور اللہ کی خوشنودی اس طرح ثابت ہے کہ اللہ نے ان کے لئے نعمتوں والی جنتیں تیار کر رکھی ہیں۔

مقتدایان امت

محققین اہل سنت نے اسی آیت سے یہ اخذ کیا ہے کہ اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مقتدایان امت ہیں اور تمام صالحین ان کے تابع ہیں اور سابقین اولین کا اتباع لازم ہے چنانچہ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں جس کے پیچھے جاؤ گے راہ ہدایت مل جائے گی اور ایک حدیث میں وارد ہے کہ یہ آیت میری تمام امت کے واسطے ہے اور رضامندی کے بعد پھر ناراضی نہیں۔

اہم تنبیہ

اس آیت کے تحت حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے ایک اہم تنبیہ اپنی تفسیر میں یہ لکھی ہے کہ جو لوگ صحابہ کرام کے باہمی مشاجرات اور اُن میں پیش آنے والے واقعات کی بنا پر بعض صحابہ کرام کے متعلق ایسی تنقیدات کرتے ہیں جن کو پڑھنے والوں کے قلوب اُن کی طرف سے بدگمانی میں مبتلا ہو سکیں وہ اپنے آپ کو ایک خطرناک راستہ پر ڈال رہے ہیں۔ نعوذ باللہ منہ۔ (معارف القرآن)

صحابی کا درجہ

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ "بالاجماع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے والا مؤمن جس کو صحابی کہا جاتا ہے۔ غوث اور قطب اور بڑے بڑے ولی اللہ سے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھا ہو افضل ہے"۔ گویا اس کو یوں سمجھئے جیسا کہ اکثر بزرگان دین سے منقول ہے کہ بڑے سے بڑے غیر صحابی ولی اللہ کا درجہ جہاں ختم ہوتا ہے وہاں سے ادنیٰ صحابی کے درجہ کی ابتدا ہوتی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس مبارک جماعت کے درجات کو اور بلند فرمائیں۔ آمین۔

رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ

پھر یہاں رضی اللہ عنہم کے ساتھ ورضوا عنہ جو فرمایا یعنی اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے۔ تو مفسرین نے لکھا ہے کہ بندوں کی طرف سے رضا یہ ہے کہ انہوں نے دل سے اللہ تعالیٰ کی طاعت واطاعت اختیار کی۔ عارفین اور مشائخ طریقت نے بندہ کی رضامندی کے تین طبقہ قرار دیئے ہیں:۔

(۱) دل مانے یا نہ مانے مگر اتباع احکام لازم ومقدم جانے۔ یہ مبتدی صاحب تقویٰ کا مقام ہے۔

(۲) تقدیر الٰہی اور احکام حق تعالیٰ ایسے بامزہ اور محبوب ہو جائیں کہ نفسانی خواہشوں کی طرف التفات ہی نہ ہو یہ متوسطین کا طبقہ ہے جن کا مقام لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ہوتا ہے۔

(۳) کمال توحید وعرفان الٰہی میں ایسا مستغرق ہو کہ یہ تمام کائنات ذاتی وصفاتی عین فعل وامر حق ہی دکھائی دے۔ اسباب کا حجاب اور وسائل کا دخل ہی نہ رہ جائے یہ مقام کاملین کا ہوتا ہے۔ امام غزالی کا قول ہے کہ مقام رضا سے فائق وافضل کوئی مقام نہیں۔

مخفی منافق

صحابہ کرام کی فضیلت کے اظہار کے بعد پھر خاص مدینہ اور اس کے آس پاس رہنے والے ان منافقین کا بیان ہے جن کے متعلق بتلایا گیا کہ ان کا نفاق اس حد کمال کو پہنچا ہوا ہے اور اس قدر عمیق اور خفی ہے کہ ان کے قرب مکانی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال فراست وذہانت کے باوجود آپ بھی قطعی طور پر معین طور پر محض علامات اور قرائن سے ان کے نفاق پر مطلع نہ ہو سکے۔ ان کا ٹھیک ٹھیک تعین صرف خدا کے علم میں ہے جس طرح عام منافقین کا پتہ رنگ ڈھنگ، لب ولہجہ اور بات چیت سے لگ جاتا تھا ان کا نفاق اتنا گہرا ہے کہ اس قسم کی ظاہری علامات ان کا پردہ فاش نہیں کرتیں۔ پھر ایسے منافقین کی سزا بیان فرمائی گئی کہ ان کو دوہری سزا قبل آخرت ہو گی ایک سزا نفاق کی دوسری سزا کمال نفاق کی اور پھر آخرت میں تو سب سے بڑا عذاب ہو گا ہی۔

دعا کیجئے: یا اللہ اس وقت ملک اور قوم میں ایک فتنہ یہ بھی پھیلا ہوا ہے اور ایسی کتابیں لکھی گئی ہیں کہ جن میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پر نکتہ چینی کی گئی ہے انکی عیب جوئی کی گئی ہے۔ یا اللہ اس فتنہ عظیم سے ہماری حفاظت فرمایئے اور جو اس فتنہ میں مبتلا ہیں انکو ہدایت نصیب فرمایئے آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ؕ عَسَى اللّٰهُ

اور کچھ اور لوگ ہیں جو اپنی خطا کے مقر ہو گئے جنہوں نے ملے جلے عمل کئے تھے کچھ بھلے اور کچھ بُرے اللہ سے امید ہے کہ

اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۰۲﴾ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ

ان پر توجہ فرماویں بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے بڑی رحمت والے ہیں۔آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ لے لیجئے جسکے ذریعہ سے آپ انکو

وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۳﴾

پاک صاف کردیں گے اور ان کیلئے دعا کیجئے بلاشبہ آپ کی دعا ان کیلئے موجب اطمینان ہے اور اللہ تعالیٰ خوب سنتے ہیں خوب جانتے ہیں

اَلَمْ يَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ وَاَنَّ اللّٰهَ

کیا ان کو یہ خبر نہیں کہ اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور وہی صدقات کو قبول فرماتا ہے اور یہ کہ اللہ ہی

هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۰۴﴾

توبہ قبول کرنے میں اور رحمت کرنے میں کامل ہے۔

وَاٰخَرُوْنَ اور کچھ اور	اعْتَرَفُوْا انہوں نے اعتراف کیا	بِذُنُوْبِهِمْ اپنے گناہوں کا	خَلَطُوْا انہوں نے ملایا	عَمَلًا صَالِحًا ایک عمل اچھا
وَاٰخَرَ اور دوسرا	سَيِّئًا برا	عَسَى قریب ہے	اللّٰهُ اللہ	اَنْ کہ
يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ معاف کردے انہیں	اِنَّ بیشک	اللّٰهَ اللہ	غَفُوْرٌ بخشنے والا	رَّحِيْمٌ نہایت مہربان
خُذْ لے لیں آپ	مِنْ سے	اَمْوَالِهِمْ ان کے مال	صَدَقَةً زکوۃ	تُطَهِّرُ تم پاک کردو
هُمْ انہیں	وَتُزَكِّيْهِمْ اور صاف کردو	بِهَا اس سے	وَصَلِّ اور دعا کرو	عَلَيْهِمْ ان پر
اِنَّ بیشک	صَلٰوتَكَ آپ کی دعا	سَكَنٌ سکون	لَّهُمْ ان کیلئے	وَاللّٰهُ اور اللہ
سَمِيْعٌ سننے والا	عَلِيْمٌ جاننے والا	اَلَمْ يَعْلَمُوْا کیا انہیں علم نہیں	اَنَّ کہ	اللّٰهَ اللہ
هُوَ وہ	يَقْبَلُ قبول کرتا ہے	التَّوْبَةَ توبہ	عَنْ سے	عِبَادِهٖ اپنے بندے
وَيَاْخُذُ اور قبول کرتا ہے	الصَّدَقٰتِ صدقات	وَاَنَّ اور یہ کہ	اللّٰهَ اللہ	هُوَ وہ
التَّوَّابُ توبہ قبول کرنے والا	الرَّحِيْمُ نہایت مہربان			

تفسیر وتشریح: جب ان منافقین کا حال بیان ہو چکا جو مسلمانوں کے ساتھ جہاد میں شریک ہونے سے رک گئے تھے تو اب بعض مومنین جو غزوۂ تبوک میں محض سُستی کی بنا پر پیچھے رہ گئے تھے اب یہاں سے بیان ان کا شروع ہو رہا ہے۔

شان نزول: مفسرین نے ان آیات کے شان نزول میں بیان کیا ہے کہ یہ آیات حضرت ابی لبابہ اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی تھیں حضرت ابی لبابہ ان لوگوں میں سے تھے جو بیعت عقبہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مدینہ سے پہلے اسلام لائے تھے۔ پھر جنگ بدر، جنگ احد اور دوسرے معرکوں میں برابر شریک رہے مگر غزوۂ تبوک کے موقع پر کچھ سستی نے غلبہ کیا اور جہاد میں شریک نہ ہو سکے ایسے ہی مخلص ان کے بعض دوسرے ساتھی بھی تھے اور ان سے بھی یہ کمزوری سرزد ہو گئی اور باوجود مومن ہونے کے سستی سے شریک جہاد نہ ہوئے تھے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک سے واپس تشریف لائے اور ان پیچھے رہ جانے والے حضرات کو جن کی تعداد

حضرت ابی لبابہ کو ملا کر سات بتائی جاتی ہے جہاد سے پیچھے رہ جانے والوں کے متعلق وعیدوں کا نازل ہونا معلوم ہوا تو انہیں سخت ندامت ہوئی۔ قبل اس کے کہ کوئی باز پرس ہوتی انہوں نے خود ہی اپنے آپ کو مسجد نبوی کے ستونوں سے باندھ لیا اور عہد کر لیا کہ جب تک ہم معاف نہ کر دیئے جائیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں نہ کھولیں ہم یوں ہی بندھے بندھے ختم ہو جائیں گے چنانچہ کئی روز وہ اسی طرح بغیر کھائے پیے بندھے رہے۔ حتیٰ کہ بعض بیہوش ہو کر گر بڑے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کو بندھا ہوا دیکھا اور معلوم ہوا کہ انہوں نے عہد یہ کیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ میں بھی اس وقت تک نہ کھولوں گا جب تک اللہ تعالیٰ مجھے ان کے کھولنے کا حکم نہ دے گا۔ اس پر ان حضرات کے توبہ کی قبولیت میں پہلے صرف آیت اول زیر تفسیر نازل ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کھولنے کا حکم دیدیا اور وہ کھول دیئے گئے لیکن جب حضرت ابی لبابہ کو کھولنے کا ارادہ کیا گیا تو انہوں نے انکار کیا اور کہا کہ جب تک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہو کر مجھے اپنے دست مبارک سے نہ کھولیں گے میں بندھا رہوں گا چنانچہ فجر کی نماز میں جب آپ تشریف لائے تو اپنے دست مبارک سے ان کو کھولا۔

آج بھی قدیم حصہ مسجد نبوی کے اندر ریاض الجنہ میں سات ستون انہی سے ایک ستون سے حضرت ابی لبابہ نے اپنے آپ کو باندھ لیا تھا اور ان آیات معافی کے نازل ہونے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے انہیں کھولا تھا۔ اب بھی زائرین مسجد نبوی میں اس جگہ دو رکعت نماز نفل پڑھ کر اپنے گناہوں کی معافی و مغفرت اللہ تعالیٰ سے طلب کرتے ہیں تو ان حضرات نے بندش سے رہائی پانے کے بعد فرط اخلاص سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ جس مال اور گھر کی آسائش نے ہمیں فرض سے غافل کیا ہم چاہتے ہیں کہ اپنا تمام مال خدا کی راہ میں صدقہ کر دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول کرنے سے انکار فرمایا کہ مجھے مال لینے کا حکم نہیں ہے۔ اس پر زیر تفسیر دوسری آیت خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ نازل ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سارا مال دینے کی ضرورت نہیں۔ ایک تہائی کافی ہے چنانچہ وہ انہوں نے اسی وقت فی سبیل اللہ وقف کر دیا جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرما کر فقرا اور ضرورت مندوں میں تقسیم فرما دیا۔

امید گاہ

مفسرین نے لکھا ہے کہ ان آیات کا نزول اگرچہ خاص اشخاص کے متعلق ہے مگر حکم عام ہے۔ حضرت ابو عثمانؓ کہتے ہیں کہ میرے نزدیک قرآن میں یہ آیات مومنوں کے لئے امید گاہ ہیں جن میں بتلایا جاتا ہے کہ منافقین کے سوا اور دوسرے لوگ جو جہاد سے رک گئے اور انہوں نے اپنے قصور کا اعتراف اور اقرار کر لیا اور ساتھ ہی یہ لوگ ایسے ہیں کہ ان کے عمل ملے جلے ہیں یعنی بھلائی اور برائی مخلوط ہے۔ برائی تو مثلاً یہی کہ نفیر عام کے باوجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر غزوۂ تبوک میں حاضر نہ ہوئے بعدہ اس غیر حاضری پر دل سے پشیمان ہونا اور ظاہری باطنی توبہ کرنا اور دوسرے اعمال صالحہ نماز، روزہ حج، زکوٰۃ، یا دوسرے غزوات میں شرکت بجالانا یہ سب ان کی بھلائیوں کی فہرست میں داخل ہیں۔ ایسے حضرات کی تقصیر کو اللہ پاک نے معاف فرما دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہے یعنی درگزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرما کر تلقین فرمائی گئی کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کے اموال میں سے صدقہ لے کر انہیں پاک صاف کر دیں اور ان کے حق میں دعائے رحمت بھی کر دیں کیونکہ آپ کی دعا ان کے لئے وجہ تسکین ہوگی۔ پھر آگے بتلایا گیا کہ توبہ اور صدقات کا قبول کرنا صرف خدا کے اختیار میں ہے کیونکہ وہی جانتا ہے کہ کس نے اخلاص قلب اور شرائط قبول کی رعایت کے ساتھ توبہ کی یا صدقہ دیا چنانچہ پہلے منافقین پر عتاب ہو چکا کہ ہمیشہ کے لئے ان کی زکوٰۃ کو لینا موقوف ہوا اور ان کے صدقات کو مردود ٹھہرایا گیا اور ان کے حق میں دعا اور استغفار کو بھی بے سود بتلایا بلکہ جنازہ پڑھنے کی بھی ممانعت فرما دی۔ جن کا ذکر ان آیات میں ہے۔ ان کی توبہ قبول ہوئی

اوران کے صدقات قبول کرنے کا حکم دیا گیا اوران کے حق میں دعاء کرنے کی ہدایت فرمائی گئی اور یہ سب اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ تواب الرحیم ہیں۔خلوص کی توبہ کو قبول فرما لیتے ہیں۔اوراگر کبھی بلاتوبہ معاف کرنے میں حکمت ہوتو ایسا بھی کر دیتے ہیں۔

خلاصۂ آیات

۱-گنہگار مومن کے لئے توبہ سے ناامیدی جائز ہی نہیں۔امید قبول عفو کی برابراس وقت تک قائم ہے جب تک بندہ گناہ کے ساتھ کچھ نیکی بھی کئے جاتا ہے۔

۲-مومن گنہگاروں کو یہاں توبہ کرنے کی ترغیب بھی دی گئی ہے۔

۳-توبہ سے اگرچہ گناہ معاف ہو جاتا ہے لیکن گاہے اس کی کدورت اور ظلمت کا اثر باقی رہ جاتا ہے اور گواس پر مواخذہ نہیں لیکن اس سے آئندہ گناہوں کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔پس صدقہ سے خصوصاً و دیگر اعمال صالحہ سے یہ ظلمت و کدورت عموماً دور ہو جاتی ہے اس لئے گناہوں سے توبہ کے ساتھ کچھ مال بھی بطور کفارہ صدقہ کرنا چاہئے تاکہ دل گناہ کی کدورت سے بالکل پاک صاف ہو جائے۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہم بھی آپ کے کرم ورحم کے امیدوار ہیں اور آپ کی بارگاہ میں نبی الرحمۃ رحمت للعالمین کا صدقہ اور طفیل پیش کر کے اپنی خطاؤں اور گناہوں سے معافی کے خواستگار ہیں۔

یا اللہ آپ اپنے کرم ورحم سے ہماری مغفرت فرمادیں اور ہمارے حال پر توجہ فرمائیں۔

یا اللہ ان حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اخلاص کے طفیل سے جن کی شان میں یہ آیات نازل ہوئی تھیں ہماری توبہ کو بھی اپنی رحمت سے قبول فرمالیجئے اور ہمیں بھی ہر چھوٹے بڑے گناہ سے پاک کردیجئے۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۭ وَسَتُرَدُّوْنَ اِلٰى

اور آپ کہہ دیجئے کہ عمل کئے جاؤ سو ابھی دیکھے لیتا ہے تمہارے عمل کو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اور اہل ایمان اور ضرور تم کو ایسے کے پاس جانا ہے

عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ

جو تمام چھپی اور کھلی چیزوں کا جاننے والا ہے سو وہ تم کو تمہارا سب کیا ہوا بتلا دے گا۔ اور کچھ اور لوگ ہیں جن کا معاملہ خدا کے حکم آنے تک ملتوی ہے

اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۰۶﴾

کہ ان کو سزا دے گا یا ان کی توبہ قبول کرے گا اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے بڑا حکمت والا ہے۔

وَقُلِ اور کہدیں آپ	اعْمَلُوْا تم کیے جاؤ عمل	فَسَيَرَى پس اب دیکھے گا	اللّٰهُ اللہ	عَمَلَكُمْ تمہارے عمل	وَرَسُوْلُهٗ اور اس کا رسول
وَالْمُؤْمِنُوْنَ اور مومن	وَسَتُرَدُّوْنَ اور جلد لوٹائے جاؤ گے	اِلٰى طرف	عٰلِمِ الْغَيْبِ جاننے والا پوشیدہ	وَالشَّهَادَةِ اور ظاہر	فَيُنَبِّئُكُمْ سو وہ تمہیں جتادے گا
بِمَا وہ جو	كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ تم کرتے تھے	وَاٰخَرُوْنَ اور کچھ اور	مُرْجَوْنَ وہ موقوف رکھے گئے	لِاَمْرِ اللّٰهِ اللہ کے حکم پر	اِمَّا خواہ
يُعَذِّبُهُمْ وہ انہیں عذاب دے	وَاِمَّا اور خواہ	يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ توبہ قبول کرلے ان کی	وَاللّٰهُ اور اللہ	عَلِيْمٌ جاننے والا	حَكِيْمٌ حکمت والا

سابقہ لغزشوں پر توبہ کر کے آئندہ محتاط رہو

گذشتہ آیات میں حضرت ابی لبابہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کا ذکر تھا کہ جو غزوۂ تبوک میں محض سستی کی بناء پر شریک نہ ہوئے تھے۔ ان حضرات کی قبول توبہ میں گذشتہ آیات نازل ہوئیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود دست مبارک سے ان کو کھولا۔

اب ان عذر کرنے والوں اور توبہ کرنے والوں اور دیگر بندگان خدا کے لئے ترغیب وترہیب میں ایسی بات کہی جاتی ہے کہ اگر کوئی اس کا لحاظ رکھے تو معاصی سے بچنے اور اطاعت الٰہی کے اختیار کرنے میں ہمیشہ سرگرم رہے اور اس کو آخرت اور جزائے اعمال کا استحضار رہے اور قرآن مجید ہر ایسے موقع پر اسی علاج اور ترغیب وترہیب سے کام لیتا ہے چنانچہ یہاں پہلی آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے تلقین فرمائی جاتی ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان تائبین سے کہہ دیجئے کہ توبہ وغیرہ سے گذشتہ تقصیرات معاف ہوگئیں لیکن آگے دیکھا جائے گا کہ تم کہاں تک صدق اور استقامت کا عملی ثبوت پیش کرتے ہو۔ اس جہاد میں قصور ہوا تو خیر آئندہ اور جہاد ہوں گے۔ پیغمبر علیہ السلام یا آپ کے خلفاء کے روبرو ان میں امتحان ہوگا کہ کیسا عمل کرتے ہو؟ پھر خدا کے یہاں جا کر ہر عمل کا پورا پورا بدلہ مل جائے گا کیونکہ وہی تمام کھلی چھپی چیزوں اور ظاہری عمل اور باطنی نیتوں پر مطلع ہے۔ ہر ایک کے ساتھ اس کی واقعی حالت کے موافق معاملہ کرے گا۔

غزوۂ تبوک سے رہ جانے والے تین اور صحابہ کرام

آگے دوسری آیت میں مومنین کے ایک دوسرے طبقہ کا ذکر فرمایا گیا ہے یہ تین حضرات تھے یعنی حضرت کعب بن مالکؓ مرارہ بن ربیعؓ اور ہلال بن امیہؓ۔ یہ تینوں انصاری بزرگ تھے جو اس غزوۂ تبوک سے پہلے بیعت عقبہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوسرے غزوات میں شریک رہ چکے تھے۔ مگر اس غزوۂ تبوک کے موقعہ پر اتفاقی طور پر غزوۂ میں عدم شرکت کی لغزش میں مبتلا ہوگئے۔ منافقین جو اس جہاد میں اپنے نفاق کی وجہ سے شریک نہ ہوئے تھے انہوں نے بھی ان کو ایسے ہی مشورہ دیئے جس سے ان کی ہمت ٹوٹ گئی۔

رہ جانے کے اسباب

خود ایک حدیث میں حضرت کعب بن مالک نے اپنا حال یوں بیان کیا ہے کہ میں غزوۂ تبوک کے موقع پر ہر روز صبح کو ارادہ کرتا کہ جہاد کی تیاری کروں مگر بغیر کسی تیاری کے واپس آجاتا۔ یونہی آج کل میں میرا ارادہ ٹلتا رہا۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلامی لشکر جہاد کے لئے روانہ ہوگیا۔ پھر بھی میرے دل میں یہ آتا رہا کہ میں بھی روانہ ہو جاؤں اور کہیں راستہ میں مل جاؤں اور کاش میں ایسا کر لیتا مگر یہ کام افسوس ہے کہ نہ ہو سکا۔

حضرت مرارہ جو غزوۂ بدر کے مجاہدین میں سے تھے ان کے پیچھے رہ جانے کا سبب یہ ہوا تھا کہ ان کا ایک باغ تھا جس کا پھل اس وقت پک رہا تھا تو انہوں نے اپنے دل میں کہا کہ تم نے اس سے پہلے بہت سے غزوات میں حصہ لیا ہے اگر اس سال جہاد میں نہ جاؤ تو کیا حرج ہے۔ اور تیسرے بزرگ حضرت ہلال بن امیہ یہ بھی غزوۂ بدر کے مجاہدین میں سے تھے ان کا یہ واقعہ ہوا کہ ان کے اہل وعیال عرصہ سے متفرق تھے۔ اس غزوۂ تبوک کے موقعہ پر سب جمع ہو گئے تھے تو انہوں نے یہ خیال کیا کہ اس سال میں جہاد میں نہ جاؤں اپنے اہل وعیال میں بسر کروں۔ الغرض یہ تینوں انصاری حضرات شریک جہاد نہ ہو سکے اور غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی پر نہ تو منافقین کی طرح کچھ عذر تراشے نہ تائبین صادقین حضرت ابی لبابہؓ اور ان کے ساتھیوں کی طرح یہ بھی نہ کیا کہ اپنے کو ستونوں سے باندھ دیتے یا خود کوئی اور سزا اپنے کو دینے لگتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری اور فیصلہ کا انتظار

انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضری دیکر محض سیدھی اور سچی بات عرض کر دی جو واقعہ تھا اور جو قصور ہوا تھا صاف صاف بغیر کمی بیشی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عرض کر دیا۔ انہیں بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے جواب ملا کہ وحی الٰہی کا انتظار کرو جیسا بھی حکم تمہارے بارہ میں نازل ہو۔ چنانچہ ان تینوں حضرات کے بارہ میں پہلے یہی دوسری آیت زیر تفسیر وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ۚ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ نازل ہوئی یعنی ان کا معاملہ ابھی التواء میں ہے چند روز خدا کے حکم کا انتظار کرو پھر وہ خواہ ان کو سزا دے یا معاف کرے جو اس کے علم وحکمت کا اقتضا ہوگا کیا جائے گا۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تا نزول حکم ثانی صحابہ کرام کو حکم دیا کہ مسلمانوں ان کا بائیکاٹ کریں۔ ان سے سلام کلام بند کر دیں۔ پچاس دن تک ان کے ساتھ یہی معاملہ رہا پھر ان تینوں حضرات کے لئے بھی معافی کی آیت نازل ہوئی اور ان کے قصور معاف فرما دیئے گئے۔ ان حضرات کے واقعات کی تفصیل اگلے رکوع کے خاتمہ پر ان شاء اللہ بیان ہوگی جہاں ان کے متعلق معافی کی آیت کا بیان ہے۔ یہاں فی الحال ان حضرات کے معاملہ کو التواء میں رکھنے کا حکم باری تعالیٰ کا ہوا۔

دعا کیجئے

یا اللہ گذشتہ زمانہ میں ہم سے جو تقصیرات سرزد ہو چکی ہیں ان پر توبہ کی توفیق ہم کو عطا فرما اور اپنی رحمت سے ہماری توبہ کو قبول فرما کر ہماری مغفرت فرما۔

یا اللہ ہم ضعیف الایمان ہیں ہم کسی کو استقامت نصیب فرما۔ اور ہر معاملہ میں آخرت اور اپنی خوشنودی کو پیش نظر رکھنے کی توفیق مرحمت فرما۔

یا اللہ کفار سے جہاد کی ہم کو ہمت وجرات عطا فرما اور استقامت اور استقلال نصیب فرما آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا

اور بعض ایسے ہیں جنہوں نے ان اغراض کیلئے مسجد بنائی ہے کہ ضرر پہنچاویں اور کفر کی باتیں کریں اور ایمانداروں میں تفریق ڈالیں اور اس شخص کے

لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ

قیام کا سامان کریں جو اسکے قبل سے خدا اور رسول کا مخالف ہے اور قسمیں کھا جاویں گے بجز بھلائی کے اور ہماری کچھ نیت نہیں اور اللہ گواہ ہے کہ وہ

اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿١٠٧﴾ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ؕ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ

بالکل جھوٹے ہیں۔ آپ اس میں کبھی کھڑے نہ ہوں البتہ جس مسجد کی بنیاد اول دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے وہ اس لائق ہے کہ

اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ﴿١٠٨﴾

آپ اس میں کھڑے ہوں اس میں ایسے آدمی ہیں کہ وہ خوب پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ خوب پاک ہونے والوں کو پسند کرتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ جو	اتَّخَذُوْا انہوں نے بنائی	مَسْجِدًا مسجد	ضِرَارًا نقصان پہنچانے کو	وَّكُفْرًا اور کفر کیلئے	وَّتَفْرِيْقًا اور پھوٹ ڈالنے کو	بَيْنَ درمیان		
الْمُؤْمِنِيْنَ مومن	وَاِرْصَادًا اور گھات کی جگہ بنانے کیلئے	لِّمَنْ اس کے واسطے جو	حَارَبَ اس نے جنگ کی	اللّٰهَ اللہ	وَرَسُوْلَهٗ اور اس کا رسول	مِنْ سے		
قَبْلُ پہلے	وَلَيَحْلِفُنَّ اور وہ البتہ قسمیں کھائیں گے	اِنْ نہیں	اَرَدْنَآ ہم نے چاہا	اِلَّا مگر	الْحُسْنٰى بھلائی	وَاللّٰهُ اور اللہ	يَشْهَدُ گواہی دیتا ہے	
اِنَّهُمْ وہ یقیناً	لَكٰذِبُوْنَ جھوٹے ہیں	لَا تَقُمْ آپ نہ کھڑے ہونا	فِيْهِ اس میں	اَبَدًا کبھی	لَمَسْجِدٌ بیشک وہ مسجد	اُسِّسَ بنیاد رکھی گئی	عَلٰى پر	
التَّقْوٰى تقویٰ	مِنْ سے	اَوَّلِ پہلے	يَوْمٍ دن	اَحَقُّ زیادہ لائق	اَنْ کہ	تَقُوْمَ آپ کھڑے ہوں	فِيْهِ اس میں	فِيْهِ اس میں
رِجَالٌ ایسے لوگ	يُّحِبُّوْنَ وہ چاہتے ہیں	اَنْ کہ	يَّتَطَهَّرُوْا وہ پاک رہیں	وَاللّٰهُ اور اللہ	يُحِبُّ محبوب رکھتا ہے	الْمُطَّهِّرِيْنَ پاک رہنے والے		

شان نزول - مسجد ضرار - ابو عامر راہب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ تشریف لانے سے پہلے قبیلہ خزرج میں ایک شخص ابو عامر راہب کے نام سے مشہور تھا اور یہ زمانہ جاہلیت میں نصرانی ہو گیا تھا اور راہبانہ زندگی اختیار کر لی تھی۔ مدینہ کے اور آس پاس کے لوگ اس کے زہد اور درویشی کے بڑے معتقد ہو گئے تھے اور اس کی بڑی تعظیم و تکریم کرتے تھے اور اس کو اپنا رئیس اور سردار کہنے لگے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو ابو عامر راہب حاضر خدمت ہوا اور اسلام پر اعتراضات کئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جوابات دیئے مگر اس بدنصیب کا اطمینان نہ ہوا۔ اور اس نے اخیر میں یہ کہا کہ ہم دونوں میں جو جھوٹا ہو وہ مردود اور احباب و اقارب سے دور ہو کر سفر میں مرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "آمین"۔ یعنی خدا ایسا ہی کرے۔

مسلمانوں کے خلاف ابو عامر کے حملے

اب چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے سامنے اس کی ریاست کا چراغ مردہ اور بالکل گل ہو گیا تو اس کو اپنی ریاست کے زائل ہونے کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص عداوت اور حسد پیدا ہو گیا اور آپ کی مخالفت پر کمربستہ ہو گیا۔ بہت ہاتھ پیر مارے مگر کچھ نہ چل سکی۔ جنگ بدر میں جب اسلام کو غلبہ نصیب ہوا تو اس حاسد ابو عامر کو تاب نہ رہی اور بھاگ کر مکہ پہنچا تاکہ کفار مکہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں چڑھا کر لائے۔ چنانچہ معرکہ احد میں قریش کے ساتھ خود آیا۔ اور احد کے میدان جنگ میں اسی نے وہ گڑھے کھدوائے تھے جن میں سے ایک میں گر کر نبی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہوئے۔ پھر جنگ احزاب میں جو لشکر مدینہ میں چڑھ کر آیا تھا اس کو چڑھالانے میں اس کا نمایاں حصہ تھا۔ اس کے بعد جنگ حنین تک ہر معرکہ میں کفار کے ساتھ ہو کر مسلمانوں سے لڑتا رہا کیونکہ اس نے عہد کیا تھا کہ جو قوم بھی مسلمانوں کے ساتھ لڑے گی میں اس کے ساتھ ہو کر مسلمانوں سے لڑوں گا۔

شام کی طرف جلاوطنی اور ذلت کی موت

بالآخر جنگ حنین میں جب کفار کو شکست ہوئی تو اس بدبخت ابو عامر نے محسوس کرلیا کہ اب عرب کی کوئی طاقت اسلام کو کچلنے میں کامیاب نہیں ہوسکتی تو یہ عرب سے بھاگ کر ملک شام پہنچا جو اس وقت نصرانیوں کا مرکز تھا۔ وہیں ملک شام میں اپنے احباب واقارب سے دور ہو کر تنہا غربت و بے کسی کی موت مرا اور جو دعا اس نے مدینہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مباحثہ میں کی تھی کہ ہم دونوں میں جو جھوٹا ہو خدا اس کو وطن سے دور تنہا غربت اور بے کسی کی موت مارے وہ اس کے سامنے آ گئی اور خود اپنی ہی دعاء سے ذلیل وخوار ہو کر مرا۔

قدرت خداوندی کا کرشمہ

مگر اس خداوند قدوس کی قدرت دیکھئے کہ اسی حاسد اور مفسد کے لڑکے حضرت حنظلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے سچے اور پکے صحابی تھے کہ جو جنگ احد میں کفار سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے تھے اور تاریخ اسلام میں جو غسیل ملائکہ کے نام سے مشہور ہوئے جن کی لاش کو فرشتوں نے غسل دیا تھا۔

مدینہ کے منافقوں کو مرکز بنانے کی ہدایت

مگر باپ اپنی گمراہی پر قائم رہا اور جب تک زندہ رہا اسلام اور مسلمانوں کے خلاف برابر سازشوں میں لگا رہا چنانچہ شام پہنچ کر اس نے شاہ روم کو اس پر آمادہ کرنے کی کوشش کی کہ وہ اپنے لشکر سے مدینہ پر چڑھائی کردے اور مسلمانوں کو وہاں سے نکال دے اور اس نے منافقین مدینہ کو جن کے ساتھ اس کا ساز باز تھا خط لکھا کہ میں قیصر روم سے مل کر ایک لشکر جرار محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مقابلہ میں لانے والا ہوں جو چشم زدن میں ان کے سارے منصوبے خاک میں ملادے گا اور مسلمانوں کو بالکل پامال کر کے چھوڑے گا (العیاذ باللہ) مگر تم لوگوں کی کوئی اجتماعی طاقت ہونی چاہئے جو اس وقت قیصر کی مدد کرے۔ تم فی الحال ایک مکان مسجد کے نام سے مدینہ میں بناؤ اور یہ ظاہر کرو کہ ہم مسجد بنا رہے ہیں تاکہ مسلمانوں کو شبہ نہ ہو جہاں نماز کے بہانے سے جمع ہو کر اسلام کے خلاف ہر قسم کے سازشی مشورے ہوسکیں اور میرا قاصد تم کو میرے خطوط وغیرہ وہیں پہنچادیا کرے اور میں بذات خود مدینہ آؤں تو وہی میرے ٹھہرنے اور ملنے کی جگہ ہو۔

منافقوں کے مرکز کی تعمیر

یہ تھی وہ ناپاک سازش جس کے تحت بارہ منافقین مدینہ نے مدینہ منورہ کے محلہ قبا میں جہاں اول ہجرت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا تھا اور ایک مسجد بنائی تھی جو آج تک مسجد قبا کے نام سے موجود ہے۔ اسی محلہ قبا میں ان منافقین نے ایک دوسری مسجد کی بنیاد رکھی جس کا ان آیات میں ذکر کیا گیا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوکہ دینے کی کوشش

تو یہ منافقین کے خبیث مقاصد تھے جن کے لئے مسجد تعمیر ہوئی جس کا نام تاریخ اسلام میں مسجد ضرار ہوا اور مسلمانوں کو فریب دینے اور دھوکہ میں رکھنے کے لئے یہ ارادہ کیا کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس جگہ ایک نماز پڑھوادیں تاکہ سب مسلمان مطمئن ہوجائیں کہ یہ بھی ایک مسجد ہے جیسے اس سے پہلے ایک مسجد اسی محلہ قبا میں بن چکی ہے۔ چنانچہ ایک وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ قبا کی موجودہ مسجد بہت سے لوگوں سے دور ہے ضعیف اور بیمار آدمیوں کو وہاں تک پہنچنا مشکل ہے اور بارش اور سردی میں بالخصوص کمزوروں کو مسجد قبا تک جانا دشوار ہوتا ہے اس لئے ہم نے ایک دوسری مسجد بنائی ہے تاکہ نمازیوں کو سہولت ہو اور خصوصاً ضعیف مسلمانوں کو فائدہ پہنچے اور مسجد قبا میں تنگی مکان کی شکایت نہ رہے۔ حضور ایک مرتبہ وہاں چل کر نماز پڑھ لیں تو ہمارے لئے موجب برکت وسعادت ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت غزوۂ تبوک کی تیاری میں مصروف تھے آپ نے فرمایا کہ اس وقت تو ہمیں سفر درپیش ہے۔ اللہ نے چاہا تو واپسی پر ایسا ہوسکے گا۔

آیات کا نزول اور منافقت کا افشاء

لیکن غزوۂ تبوک سے واپسی کے وقت جب آپ مدینہ طیبہ کے قریب ایک مقام پر ٹھہرے تو جبرئیل امین یہ اگلی آیات لے کر حاضر ہوئے جن میں منافقین کی سازش کھول دی گئی اور ان کی ناپاک

اغراض سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع کر دیا گیا۔

مسجد ضرار کو آگ لگانے کا حکم

ان آیات کے نازل ہونے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند صحابہ کرام کو حکم دیا کہ ابھی جا کر اس مکان کو جس کا نام ازراہ مکروفریب مسجد رکھا تھا گرا کر پیوند زمین بنا دو اور اس میں آگ لگا دو۔ یہ سب اصحاب اسی وقت گئے اور فوراً حکم کی تعمیل کی اور اس عمارت کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا اور ڈھا کر زمین برابر کر دی۔ اس طرح منافقین اور ابو عامر فاسق کے سب ارمان دل کے دل میں رہ گئے اور بجائے اسلام اور مسلمانوں کو مٹانے کے خود ملیامیٹ ہو گئے۔

منافقت کی نحوست کا زمین پر اثر

پھر تفسیر مظہری میں یہ بھی لکھا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ پہنچ گئے تو مسجد ضرار کی جگہ خالی پڑی تھی۔ آپ نے ایک صحابی عاصم بن عدی کو اجازت دی کہ وہ اس جگہ اپنا مکان بنالیں انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس جگہ کے متعلق قرآن کریم کی یہ آیات نازل ہو چکی ہوں تو میں اس منحوس زمین پر اپنا گھر بنانا پسند نہیں کرتا البتہ ثابت ضرور تمند ہیں۔ ان کے پاس کوئی گھر نہیں۔ ان کو اجازت دے دیجئے کہ یہاں وہ اپنا گھر بنالیں۔ چنانچہ آپ نے یہ جگہ حضرت ثابت کو دے دی۔ مگر ہوا یہ کہ جب سے حضرت ثابت اس مکان میں مقیم ہوئے ان کے کوئی اولاد نہ ہوئی یا زندہ نہ رہا۔ اہل تاریخ نے لکھا ہے کہ انسان تو کیا اس جگہ میں کوئی مرغی بھی انڈے دینے کے لائق نہ رہی اور کوئی کبوتر اور جانور بھی اس جگہ میں پھلا پھولا نہیں۔ چنانچہ اس کے بعد سے یہ جگہ آج تک قبا میں ویران پڑی ہے اور اس منہدم کی ہوئی مسجد کا لقب مسجد ضرار مشہور ہوا کہ جو مسلمانوں کے ضرر پہنچانے کیلئے بنائی گئی تھی۔

مسجد ضرار کی تعمیر کے مقاصد

یہاں ان آیات میں اسی مسجد ضرار کا ذکر فرمایا گیا اور بتایا گیا کہ منافقین نے مسجد کا نام رکھ کر ایک ایسی عمارت بنائی جس کا مقصد مسلمانوں کو نقصان پہنچانا تھا اور اس مسجد مذکورہ کے بنانے کی تین اغراض فاسدہ بتلائی گئیں:۔

(۱) اول غرض مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لئے جس کے لئے لفظ ضراراً استعمال ہوا۔

(۲) دوسری غرض اس مسجد کی تَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فرمائی گئی یعنی منافقین کا مطلب اس مسجد بنانے سے یہ بھی تھا کہ مسلمانوں کی جماعت میں تفریق پڑ جائے یعنی مسلمانوں کی جماعت کے دو ٹکڑے ہو جاویں۔ ایک ٹکڑا قدیم مسجد قبا سے کٹ کر اس جدید مسجد میں نماز پڑھنے والوں کا ہو جائے اور قدیم مسجد قبا کے نمازی گھٹ جائیں۔

(۳) تیسری غرض فاسد اِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ بتلائی گئی جس کا مقصد یہ تھا کہ اس مسجد سے یہ کام بھی لیا جائے کہ یہاں اللہ اور رسول کے دشمنوں کو پناہ ملے اور وہ یہاں مسلمانوں کے خلاف سازش کیا کریں۔

پس ایسی مسجد جس کی بنیاد محض ضد، کفر و نفاق عداوت اسلام اور مخالفت خدا اور رسول پر رکھی گئی ہو اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت فرمائی گئی کہ آپ کبھی اس مسجد میں نماز کیلئے کھڑے نہ ہوں۔

مسجد قباء

ہاں آپ کی نماز کے لائق وہ مسجد ہے جس کی بنیاد اول دن ہی سے تقویٰ اور پرہیزگاری پر قائم ہوئی (مراد اس سے مسجد قبا ہے) اور جس کے نمازی گناہوں اور شرارتوں اور ہر قسم کی نجاستوں سے اپنا ظاہر و باطن خوب پاک صاف رکھتے ہیں اور اسی لئے اللہ تعالیٰ ان کو محبوب رکھتا ہے۔ حدیث میں روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اہل قبا کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ تمہاری مسجد کے واقعہ میں اللہ تعالیٰ نے تمہاری پاکی اور طہارت کی تعریف فرمائی ہے اور تمہارے حق میں بطور مدح کے فرمایا فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ (یعنی اس مسجد قبا کے نمازی ایسے آدمی ہیں کہ وہ خوب پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ خوب پاک ہونے والوں کو پسند کرتا ہے) تو تم طہارت اور پاکیزگی کا کیا خاص اہتمام رکھتے ہو جو حق تعالیٰ نے تمہاری طہارت کی مدح فرمائی۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم مٹی کے ڈھیلوں کو استعمال کرنے کے بعد پانی سے استنجا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ بس یہی بات ہے لہذا آئندہ بھی تم اس پر کاربند رہو۔

دعا کیجئے: یا اللہ جس طرح اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت آپ نے ابتدا میں اعدائے دین سے فرمائی۔ یا اللہ جس طرح منافقین کی چالیں ابتدا میں ملیامیٹ فرمائیں اسی طرح یا اللہ موجودہ منافقین کی چالوں اور منصوبوں کو ملیامیٹ فرما۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ

پھر آیا ایسا شخص بہتر ہے جس نے اپنی عمارت کی بنیاد خدا سے ڈرنے پر اور خدا کی خوشنودی پر رکھی ہو یا وہ شخص جس نے اپنی عمارت کی بنیاد

بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِىْ نَارِ جَهَنَّمَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى

کسی گھاٹی کے کنارہ پر جو کہ گرنے ہی کو ہو رکھی ہو پھر وہ اس کو لے کر آتش دوزخ میں گر پڑے اور اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کو سمجھ ہی نہیں دیتا۔

الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾ لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِىْ بَنَوْا رِيْبَةً فِىْ قُلُوْبِهِمْ اِلَّاۤ اَنْ

انکی یہ عمارت جو انہوں نے بنائی ہے ہمیشہ ان کے دلوں میں کھٹکتی رہے گی ہاں مگر ان کے دل ہی اگر فنا ہو جاویں

تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۱۰﴾

تو خیر اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے بڑی حکمت والے ہیں۔

اَفَمَنْ سو کیا وہ جو	اَسَّسَ بنیاد رکھی اس نے	بُنْيَانَهٗ اپنی عمارت	عَلٰى پر	تَقْوٰى خوف	مِنَ اللّٰهِ اللہ سے	وَرِضْوَانٍ اور خوشنودی	خَيْرٌ بہتر		
اَمْ یا	مَنْ جو۔جس	اَسَّسَ بنیاد رکھی	بُنْيَانَهٗ اپنی عمارت	عَلٰى پر	شَفَا کنارہ	جُرُفٍ کھائی	هَارٍ گرنے والا	فَانْهَارَ سو گر پڑی	
بِهٖ اسکو لے کر	فِىْ میں	نَارِ جَهَنَّمَ دوزخ کی آگ	وَاللّٰهُ اور اللہ	لَا يَهْدِى ہدایت نہیں دیتا	الْقَوْمَ لوگ	الظّٰلِمِيْنَ ظالم			
لَا يَزَالُ ہمیشہ رہے گی	بُنْيَانُهُمُ ان کی عمارت	الَّذِىْ جو کہ	بَنَوْا بنیاد رکھی	رِيْبَةً شک	فِىْ میں	قُلُوْبِهِمْ ان کے دل	اِلَّا مگر		
اَنْ تَقَطَّعَ یہ کہ ٹکڑے ہو جائیں	قُلُوْبُهُمْ ان کے دل	وَاللّٰهُ اور اللہ	عَلِيْمٌ جاننے والا	حَكِيْمٌ حکمت والا					

مخلص مومنین اور منافقین کی حالت کا فرق

گذشتہ آیات میں منافقین کی مسجد ضرار اور اس کے مقابلہ میں مومنین مخلص کی مسجد قبا کا حال بیان ہوا تھا۔

ان آیات میں مخلص اہل ایمان اور دوغلے منافقین کی حالت کا فرق اور ہر گروہ کا انجام کار یعنی اخلاص اور نفاق کا فرق ایک مثال دے کر سمجھایا جاتا ہے اور وہ مثال یہ دی گئی کہ دو قسم کے آدمی ہیں اور ہر ایک نے اپنی عمارت علیحدہ بنائی ہے۔ ایک کے پیش نظر تو خوف خدا اور اللہ کی خوشنودی حاصل کرنا ہے اس نے عمارت اس لئے بنائی کہ تقویٰ یقین و اخلاص اور خدا کی رضا جوئی حاصل ہو۔ دوسرے کی عمارت کی بنیاد فساد نیت پر قائم ہے اس نے کسی گہرے غار کے بالکل کمزور کنارہ پر اپنی عمارت کی بنیاد رکھی یعنی اس کی نیت میں نفاق و معصیت ہے تو ظاہر ہے کہ اول شخص کی عمارت قوی، اچھی اور افضل ہو گی اور دوسرے کی عمارت کمزور اور گر جانے والی ہو گی۔ یہی حال مومن اور منافق کے اعمال کا ہے۔ مومن کی بنائی ہوئی مسجد چونکہ خلوص نیت پر مبنی ہے اس لئے افضل اور مقبول ہے اور منافقوں کی بنائی ہوئی مسجد نفاق پر مبنی ہے تو گویا وہ دوزخ کے گڑھے کے کنارہ بنائی گئی ہے جو بہت جلد گر جائے گی خود بھی جہنم رسید ہو گی اور اپنے بنانے والوں کو بھی اپنے ساتھ دوزخ میں لے جائے گی۔ الغرض منافقوں کی اور ان کی مسجد کی معنوی تمثیل تو خدا تعالیٰ نے آیت میں دی ہی تھی اور مرنے کے بعد ان کا نتیجہ عمل ظاہر فرمایا ہی تھا مگر دنیا میں بھی اس مسجد ضرار کی تباہی اور آتش زدہ ہونا دکھا دیا۔ جب مسجد ضرار بنانے والے منافقین کی مراد پوری نہ ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے ان کا پردہ

فاش کردیا اوران کا گرو ابو عامر خوار و ذلیل ہو کر مر گیا تو اب ان کو اپنی حالت کی بنا پر سخت اندیشہ ہوا کہ خدا جانے مسلمان ان کے ساتھ کیا سلوک کریں گے لیکن اس اندیشہ اور خوف کے باوجود صداقت سے پھر بھی دور ہی رہے اور مرتے وقت تک دلوں سے نفاق نہ نکلا۔

مومن ومنافق کے عمل میں فرق کی اعلیٰ تمثیل

امام رازیؒ فرماتے ہیں میں تمام عالم میں اس سے بڑھ کر کوئی مثال منافقوں کے حال کے مطابق نہیں پاتا۔ بعض مفسرین نے اس مثال کو جو یہاں آیت میں دی گئی ہے اور وسعت دی ہے اور اسے پوری تعمیر حیات پر چسپاں کیا ہے۔ اور اس کا مفہوم یہ لیا ہے کہ جو لوگ اپنے عمل کی بنیاد خدا سے بے خوفی اور اس کی رضا سے بے نیازی پر رکھتے ہیں اور ان کے مقاصد ناپاک اور ان کی نیت میں معصیت ونفاق ہوتا ہے ان کی تعمیر حیات اس عمارت کی مثل ہے جو ایک کھوکھلے اور بے ثبات کنارہ دریا پر اٹھائی گئی ہو کہ پانی زمین کے حصہ کو اندر سے کھا لیتا ہے اور اوپر زمین کی سطح ہموار نظر آتی ہے۔ تو جو عمارت ایسی زمین پر ہو وہ اپنے نیچے ٹھوس زمین نہ رکھنے کی وجہ سے کوئی پائیداری نہیں رکھتی اور کسی وقت بھی گر کر تباہ و برباد ہو سکتی ہے۔ اس دنیوی زندگی میں مومن ہو یا منافق' کافر ہو یا مسلم' فاجر ہو یا فاسق' تمام ہی انسان عمل کرتے ہیں اور اپنے کارنامہ زندگی کی عمارت اٹھاتے ہیں جس کی مضبوطی اور پائیداری کا انحصار اس پر ہے کہ اس کے نیچے خدا کے خوف اور اس کے حضور جواب دہی کے احساس اور اس کی مرضی کے اتباع کی ٹھوس بنیاد موجود ہو۔ ورنہ جو نادان محض حیات دنیا کے ظاہری پہلو پر اعتماد کر لیتا ہے اور دنیا میں خدا سے بے خوف اور اس کی رضا اور احکام سے بے پرواہ ہو کر کام کرتا ہے وہ دراصل اپنی تعمیر زندگی کے نیچے سے اس کی بنیادوں کو کھوکھلا کر دیتا ہے اور اس کا آخری انجام اس کے سوا کچھ نہیں کہ یہ بے بنیاد تعمیر جس پر اس نے اپنی تمام عمر عزیز کا سرمایہ خرچ کیا ایک دن یکا یک گر جائے اور اس کی ساری عمر عزیز کا سرمایہ ضائع اور برباد ہو جائے۔

دعا کیجئے

یا اللہ! منافقین اور اعدائے دین کو ابتدا میں جیسا ذلیل فرما کر ختم کیا اسی طرح موجودہ دشمنان اسلام کو ذلیل وخوار فرما کر ختم فرما۔ ان کے عزائم کو ملیا میٹ فرما۔ اسلام اور مسلمانوں کو غلبہ اور شوکت نصیب فرما۔ یا اللہ تقویٰ کی دولت ہم کو عطا فرما اور ہم کو اپنے اعمال صدق و دیانت اور امانت کی بنا پر اٹھانے کی توفیق نصیب فرما۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مومنین سے ان کی جانوں کو اور ان کے مالوں کو اس بات کی عوض میں خرید لیا ہے کہ ان کو جنت ملے گی

يُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِی التَّوْرٰىةِ

وہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں جس میں قتل کرتے ہیں اور قتل کئے جاتے ہیں اس پر سچا وعدہ کیا گیا ہے توریت میں

وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ؕ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِیْ

اور انجیل میں اور قرآن میں اور اللہ سے زیادہ اپنے عہد کو کون پورا کرنے والا ہے تو تم لوگ اپنی اس بیع پر جس کا تم نے معاملہ ٹھیرایا ہے

بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۱۱﴾ اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ

خوشی مناؤ اور یہ بڑی کامیابی ہے۔ وہ مجاہدین ایسے ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں عبادت کرنے والے حمد کرنے والے روزہ رکھنے والے

السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

رکوع اور سجدہ کرنے والے نیک باتوں کی تعلیم کرنے والے اور بری باتوں سے باز رکھنے والے

وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾

اور اللہ کی حدوں کا خیال رکھنے والے اور ایسے مؤمنین کو آپ خوشخبری سنا دیجئے۔

إِنَّ بیشک	اللّٰهَ اللہ	اشْتَرٰی خرید لئے	مِنَ سے	الْمُؤْمِنِيْنَ مومن	اَنْفُسَهُمْ انکی جانیں	وَاَمْوَالَهُمْ اور ان کے مال	بِاَنَّ اس کے بدلے
لَهُمُ ان کیلئے	الْجَنَّةَ جنت	يُقَاتِلُوْنَ وہ لڑتے ہیں	فِیْ میں	سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کی راہ	فَيَقْتُلُوْنَ سو وہ مارتے ہیں	وَيُقْتَلُوْنَ اور مارے جاتے ہیں	
وَعْدًا وعدہ	عَلَيْهِ اس پر	حَقًّا سچا	فِی التَّوْرٰىةِ تورات میں	وَالْاِنْجِيْلِ اور انجیل	وَالْقُرْاٰنِ اور قرآن	وَمَنْ اور کون	اَوْفٰى زیادہ پورا کرنیوالا
بِعَهْدِهٖ اپنا وعدہ	مِنَ اللّٰهِ اللہ سے	فَاسْتَبْشِرُوْا پس تم خوشیاں مناؤ	بِبَيْعِكُمُ اپنے سودے پر	الَّذِیْ جو کہ	بَايَعْتُمْ تم نے سودا کیا	بِهٖ اس سے	
وَذٰلِكَ اور یہ	هُوَ وہ	الْفَوْزُ کامیابی	الْعَظِيْمُ عظیم	اَلتَّآئِبُوْنَ توبہ کرنیوالے	الْعٰبِدُوْنَ عبادت کرنیوالے	الْحٰمِدُوْنَ حمد وثنا کرنیوالے	
السَّآئِحُوْنَ روزہ رکھنے والے	الرّٰكِعُوْنَ رکوع کرنیوالے	السّٰجِدُوْنَ سجدہ کرنیوالے	الْاٰمِرُوْنَ حکم دینے والے	بِالْمَعْرُوْفِ نیکی کا	وَالنَّاهُوْنَ اور روکنے والے		
عَنِ سے	الْمُنْكَرِ برائی	وَالْحٰفِظُوْنَ اور حفاظت کرنے والے	لِحُدُوْدِ اللّٰهِ اللہ کی حدود کی	وَبَشِّرِ اور خوشخبری دو	الْمُؤْمِنِيْنَ مومن		

مجاہدین کی فضیلت: گذشتہ آیات میں جہاد سے جان چرانے والے منافقین کا بیان ہوا تھا اب ان کے مقابلہ میں مجاہدین کی فضیلت اور خالص پختہ مومنوں کے اوصاف اور ان کا نتیجہ خیر بیان فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے ایک سودا کیا یعنی جس طرح خرید وفروخت میں اشیاء کا تبادلہ ہوتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے عقد معاوضہ کیا۔ اہل ایمان اپنے جان و مال اللہ تعالیٰ

کے ہاتھ فروخت کریں۔ اللہ تعالیٰ اس کے عوض ان کو جنت عطا فرمائے گا۔ یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ اصل حقیقت کے لحاظ سے تو انسان کی جان و مال کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے کیونکہ وہی اس کا خالق اور ان سب چیزوں کا خالق ہے جو اس کے پاس ہیں اور اسی نے وہ سب کچھ انسان کو بخشا ہے جس پر وہ اپنا تصرف کر رہا ہے۔

تو یہ لطف و عنایت اور کرم و نوازش کی حد ہے کہ اس ذرا سی چیز کے معاوضہ میں حالانکہ وہ بھی فی الحقیقت انہی کی ہے معاوضہ میں جنت جیسی لازوال اور قیمتی چیز کو ہمارے لئے مخصوص کر دیا پھر یہ نہیں کہ ہمارے جان و مال خرید لئے گئے تو فوراً ہمارے قبضہ سے نکال لئے جائیں صرف اس قدر مطلوب ہے کہ جب موقع پیش آئے جان و مال خدا کے راستہ میں پیش کرنے کیلئے تیار رہیں۔ دینے سے بخل نہ کریں پھر وہ خواہ لیں یا نہ لیں۔ اسی کے پاس چھوڑے رکھیں۔ اسی لئے یہاں فرمایا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ یعنی مقصود خدا کی راہ میں جان و مال حاضر کر دینا ہے۔ بعدہٗ ماریں یا مارے جائیں وہ انعام بے بدل یعنی جنت مقتول ہونے یا شہادت پانے ہی پر منحصر نہیں۔ محض اپنی طرف سے جان پیش کر دینے پر ہے دنیا میں انجام اس کا خواہ کچھ بھی ہو دوسروں کو قتل کریں یا خود قتل ہو جائیں دونوں صورتوں میں عقد بیع پورا ہو گیا اور یقینی طور پر قیمت کے مستحق ٹھہر گئے۔

سب سے سچا و پکا وعدہ

اب ممکن ہے کہ کسی کو وسوسہ گزرتا کہ معاملہ تو بیشک سودمند اور فائدہ بخش ہے لیکن قیمت نقد نہیں ملتی اس کا جواب دیا گیا وَعْدًا عَلَیْہِ حَقًّا فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ وَالْقُرْاٰنِ یعنی اس پر ہماری طرف سے سچا وعدہ ہے اور پھر مزید تاکید کے لئے فرمایا کہ یہ مضمون سب ہی کتب آسمانی میں درج ہو چکا ہے یعنی تورات انجیل اور قرآن میں پختہ دستاویز لکھ دی ہے جس کا خلاف ناممکن ہے۔ کیا خداوند قدوس سے بڑھ کر صادق القول راستباز اور وعدہ کا پکا کوئی دوسرا ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ لہذا اس کا ادھار بھی دوسروں کے نقد سے ہزاروں درجہ پختہ اور بہتر ہو گا۔ پھر مومنین کے لئے خوش ہونے اور اپنی قسمت پر نازاں ہونے کے لئے اس سے بہتر کون سا موقع ہو گا کہ خود رب العزت ان کا خریدار بنے اور اس شان سے بنے۔

مجاہدین کی نو صفات

آگے ان مجاہدین کی جو جان و مال سے خدا کے ہاتھ پر بک چکے ہیں مزید نو صفات بیان کی جاتی ہیں۔

(۱) وہ مجاہدین توبہ کرتے رہنے والے ہیں۔ (۲) اللہ کی عبادت کرتے رہنے والے ہیں۔ (۳) اللہ کی حمد کرنیوالے ہیں۔ (۴) روزہ رکھنے والے ہیں۔ (۵) رکوع کرنیوالے ہیں۔ (۶) سجدہ کرنیوالے ہیں۔ (۷) نیک باتوں کی تعلیم کرنیوالے ہیں۔ (۸) بری باتوں سے باز رکھنے والے ہیں۔ (۹) اللہ کی حدوں کا یعنی احکام کا خیال رکھنے والے ہیں۔

اخیر میں ارشاد ہوا کہ ایسے مومنین کو آپ خوشخبری سنا دیجئے کہ ان سے جنت کا وعدہ مذکور ہے۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ ان صفات کی قید لگانے کا یہ مطلب نہیں کہ بغیر ان صفات کے جہاد کا ثواب نہیں ملتا کیونکہ نصوص کثیرہ میں صرف جہاد پر بشارات وارد ہیں۔ البتہ ایمان شرط ضروری ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان سب کے اجتماع پر ثواب اور فضیلت میں اور کثرت اور قوت ہو جاتی ہے۔ تاکہ نرے جہاد پر نہ بیٹھ جاویں بلکہ ان عبادات مذکورہ کو بھی ہمیشہ بجالاویں۔

جہاد کا حکم پچھلی امتوں میں

یہاں جو آیت میں فرمایا گیا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَیْہِ حَقًّا فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ وَالْقُرْاٰنِ جو لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں پھر مارتے ہیں اور مرتے ہیں یعنی کبھی قتل کرتے ہیں اور کبھی قتل کئے جاتے ہیں۔ اس قتل پر ان سے جنت کا سچا وعدہ کیا گیا ہے۔ توریت میں بھی۔ انجیل میں بھی اور قرآن میں بھی تو اس سے معلوم ہوا کہ جہاد و قتال کا حکم تمام پچھلی امتوں کے لئے بھی سب کتابوں میں نازل کیا گیا اور یہ جو مشہور ہے کہ انجیل میں جہاد کا حکم نہیں تو ممکن ہے کہ بعد کے لوگوں نے جو تحریفات اس میں کی ہیں اس میں احکام جہاد کو خارج کر دیا ہو۔ واللہ اعلم۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ

پیغمبر کو اور دوسرے مسلمانوں کو جائز نہیں کہ مشرکین کیلئے مغفرت کی دعا مانگیں اگرچہ وہ رشتہ دار ہی ہوں

مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ﴿١١٣﴾ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ

اس امر کے ظاہر ہوجانے کے بعد کہ یہ لوگ دوزخی ہیں۔اور ابراہیمؑ کا اپنے باپ کیلئے مغفرت مانگنا وہ

إِلَّا عَنْ مَوْعِدَةٍ وَعَدَهَا إِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِلَّهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ إِنَّ

صرف وعدہ کے سبب سے تھا جو انہوں نے اس سے وعدہ کرلیا تھا پھر جب ان پر یہ بات ظاہر ہوگئی کہ وہ خدا کا دشمن ہے تو وہ اس سے محض بے تعلق ہوگئے

إِبْرَاهِيمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيمٌ ﴿١١٤﴾

واقعی ابراہیم بڑے رحیم المزاج حلیم الطبع تھے۔

مَا كَانَ نہیں ہے	لِلنَّبِيِّ نبی کیلئے	وَ اور	الَّذِينَ آمَنُوا جو لوگ ایمان لائے	أَنْ کہ	يَسْتَغْفِرُوا وہ بخشش چاہیں	لِلْمُشْرِكِينَ مشرکوں کیلئے
وَلَوْ خواہ	كَانُوا وہ ہوں	أُولِي قُرْبَىٰ قرابت دار	مِنْ بَعْدِ اس کے بعد	مَا تَبَيَّنَ جب ظاہر ہوگیا	لَهُمْ ان پر	أَنَّهُمْ کہ وہ
أَصْحَابُ الْجَحِيمِ دوزخ والے	وَمَا كَانَ اور نہ تھا	اسْتِغْفَارُ بخشش چاہنا	إِبْرَاهِيمَ ابراہیم	لِأَبِيهِ اپنے باپ کیلئے	إِلَّا مگر	
عَنْ مَوْعِدَةٍ ایک وعدہ کے سبب	وَعَدَهَا جو اس نے وعدہ کیا	إِيَّاهُ اس سے	فَلَمَّا پھر جب	تَبَيَّنَ ظاہر ہوگیا	لَهُ اس پر	أَنَّهُ کہ وہ
عَدُوٌّ لِلَّهِ اللہ کا دشمن	تَبَرَّأَ وہ بیزار ہوگیا	مِنْهُ اس سے	إِنَّ بیشک	إِبْرَاهِيمَ ابراہیم	لَأَوَّاهٌ نرم دل	حَلِيمٌ بردبار

مشرکین سے برأت و بیزاری کے حکم کی تاکید

گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ کا مومنین کی جان و مال کا جنت کے عوض خریدنے کا بیان ہوا تھا۔اب بتلایا جاتا ہے کہ مومنین جب جان و مال سے خدا کے ہاتھ فروخت ہوچکے تو ضروری ہے کہ تنہا اسی کے ہو کر رہیں۔اعداء اللہ سے جن کا دشمن خدا اور جہنمی ہونا معلوم ہوچکا ہے محبت اور مہربانی کا واسطہ نہ رکھیں۔خواہ یہ دشمنان خدا ان کے ماں باپ چچا نانا اور خاص بھائی بند ہی کیوں نہ ہوں۔جو خدا کا باغی اور دشمن ہے وہ ان کا دوست کیسے ہوسکتا ہے۔پس جس کی بابت پتہ چل جائے کہ بالیقین دوزخی ہے خواہ وحی الٰہی کے ذریعہ سے یا اس طرح کے علانیہ کفر و شرک پر اس کو موت آچکی ہو اس کے حق میں مسلمانوں کا استغفار کرنا اور بخشش مانگنا ممنوع ہوا۔یا یوں سمجھئے کہ اس سورہ توبہ کے شروع میں کفار و مشرکین سے برأت اور بیزاری کا ذکر تھا پھر اس کے بعد منافقین کی قباحتوں کا ذکر ہوا تو اب اسی بیزاری کی تاکید کے لئے یہ حکم دیا جاتا ہے۔کہ جس طرح زندگی میں کفار اور مشرکین سے برأت و بیزاری ایمان کے لوازم میں سے ہے اسی طرح ان کے مرنے کے بعد بھی ان سے بیزاری ایمان کے لوازم میں سے ہے کہ مرنے کے بعد نہ کافر کا جنازہ پڑھنا جائز ہے اور نہ اس کی قبر پر کھڑا ہونا جائز ہے اور نہ اس کے لئے دعاء مغفرت جائز ہے اگرچہ وہ مسلمانوں کے رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔گویا گذشتہ آیات میں زندہ کافروں سے برأت و بیزاری کا حکم تھا اب ان آیات میں مردہ کافروں سے برأت و بیزاری کا حکم ہے اور اہل ایمان کے لئے ممنوع ہوا کہ مشرکوں اور کافروں کے لئے ان کے مرنے کے بعد دعاء مغفرت کی جائے اگرچہ وہ ان کے قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔

جناب ابوطالب کا قصہ

شان نزول: بعض احادیث میں مذکور ہے اور مشہور قول یہی ہے کہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب کے حق میں یہ آیات اتریں۔ جن کا واقعہ بخاری ومسلم کی روایات کے مطابق اس طرح بیان کیا گیا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب اگرچہ مسلمان نہ ہوئے تھے مگر عمر بھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت وحفاظت کرتے رہے اور اس معاملہ میں برادری کے کسی فرد کا کہنا نہیں مانا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس کا بڑا اہتمام تھا کہ کسی طرح یہ کلمۂ اسلام پڑھ لیں اور ایمان لے آئیں تو شفاعت کا موقع مل جائے گا۔ اور یہ جہنم کے عذاب سے بچ جائیں گے مرض وفات میں جب ان کا آخری وقت ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑی فکر تھی کہ اس وقت بھی کلمہ شریف پڑھ لیں تو کام بن جائے چنانچہ اس حالت میں آپ ان کے پاس پہنچے مگر ابو جہل، عبد اللہ بن امیہ پہلے سے وہاں موجود تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے چچا کلمہ لآ الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ لیں تو میں آپ کی بخشش کے لئے کوشش کروں گا مگر ابو جہل بول اٹھا کہ کیا تم عبد المطلب کے دین کو چھوڑ دو گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کئی مرتبہ پھر اپنا کلام دہرایا مگر ہر مرتبہ ابو جہل یہی بات کہہ دیتا یہاں تک کہ آخری کلام میں ابو طالب نے یہی کہا کہ میں عبد المطلب کے دین پر ہوں۔ اسی حالت میں وفات ہو گئی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھائی کہ میں آپ کے لئے برابر استغفار کرتا رہوں گا جب تک مجھے اس سے منع نہ کر دیا جائے۔ اس پر یہ آیت ممانعت کی نازل ہوئی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سب مسلمانوں کو کفار ومشرکین کے لئے دعاء مغفرت کرنے سے منع فرما دیا اگرچہ وہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔

(معارف القرآن حضرت مفتی صاحبؒ جلد چہارم)

اور بعض نے نقل کیا ہے کہ مسلمانوں نے چاہا کہ اپنے آباء مشرکین کیلئے جو مر چکے تھے استغفار کریں اس آیت میں انکو منع کیا گیا کہ کفار مشرکین کے حق میں جن کا خاتمہ کفر وشرک پر معلوم ہو جائے استغفار جائز نہیں۔

بہر حال شان نزول کچھ بھی ہو اور ہو سکتا ہے۔ کہ چند اسباب کے موجود ہونے کے بعد آیت کا نزول یک بارگی سب کے متعلق ہوا ہو۔

جو کفر پر مر چکے ان کے لئے استغفار کی ممانعت

یہاں یہ حکم دیا گیا کہ جب مشرکوں کا جہنمی ہونا آیات قرآن معلوم ہو گیا تو اگر کوئی شخص بحالت کفر مر جائے اور کفر پر مرنا محقق ہو تو ایسی صورت میں کسی اہل ایمان کیلئے جائز نہیں کہ اس کیلئے دعا مغفرت کرے اگرچہ وہ کتنا ہی قریبی رشتہ دار ہو۔ اور عام اہل ایمان تو در کنار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے بھی جائز نہ رکھا گیا کہ کسی مردہ کافر کیلئے استغفار فرمائیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے والدین کیلئے استغفار

اب اگر کسی کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ سے شبہ ہو کہ انہوں نے اپنے مشرک باپ کے لئے دعائے مغفرت کی تھی تو اس شبہ کا جواب بھی دے دیا گیا۔ سورۂ مریم میں ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ نے قبول حق سے اعراض کیا اور ضد وعناد سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قتل کی دھمکیاں دینے لگا تو آپ نے والدین کا ادب ملحوظ رکھتے ہوئے فرمایا سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّیْ یعنی میں خدا سے تیرے لئے استغفار کروں گا۔ اس وعدہ کے موافق آپ برابر استغفار کرتے رہے۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے استغفار کو قرآن میں پڑھ کر بعض صحابہ کے دلوں میں خیال آیا کہ ہم بھی اپنے مشرک والدین کے حق میں استغفار کریں۔ اس کا جواب حق تعالیٰ نے دیا کہ ابراہیم علیہ السلام نے وعدہ کی بنا پر صرف اس وقت تک اپنے باپ کے لئے استغفار کیا جب تک یقینی طور سے یہ واضح نہیں ہوا تھا کہ اسے کفر وشرک اور خدا کی دشمنی پر مرنا ہے کیونکہ مرنے سے پہلے احتمال تھا کہ توبہ کر کے مسلمان ہو جائے اور بخشا جائے۔ پھر جب کفر وشرک پر خاتمہ ہونے سے صاف کھل گیا کہ وہ حق کی دشمنی سے باز آنے والا نہ تھا تو ابراہیم علیہ السلام اس سے بالکلیہ بیزار ہو گئے اور دعاء استغفار ترک کر دیا۔ پہلے نرم دلی اور شفقت سے دعا کرتے تھے جب توبہ اور رجوع کے احتمالات منقطع ہو گئے تو آپ نے باپ کی خیر خواہی سے ہاتھ اٹھا لیا اور اس حادثہ کو پیغمبرانہ صبر وتحمل سے برداشت کیا۔

یہاں آیت میں صراحت فرما دی گئی کہ کافر خواہ کتنا ہی قریبی رشتہ دار ہو اگر کفر پر مر جائے تو اس کے لئے استغفار کرنا جائز نہیں اور یہ حکم تا قیامت تمام اہل اسلام کے لئے واجب ہے اس میں در پردہ اس امر کی بھی تلقین ہے کہ کافر کی مسلمان سے کوئی یگانگت نہیں رہتی۔ ہر اللہ کا دشمن مسلمان کا دشمن ہے کوئی دینی مذہبی تعلق اس کا مسلمان سے باقی نہیں رہتا گویا قرآن پاک نے قومیت اور قرابت کی بنا محض مذہب اور دین پر قائم کی ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًۢا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

اور اللہ ایسا نہیں کرتا کہ کسی قوم کو ہدایت کئے پیچھے گمراہ کردے جب تک کہ ان چیزوں کو صاف صاف نہ بتلا دے جن سے وہ بچتے رہیں بیشک

بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۭ وَمَا لَكُمْ

اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں۔ بلاشبہ اللہ ہی کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین میں وہی جلاتا اور مارتا ہے

مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۱۱۶﴾

اور تمہارا اللہ کے سوا نہ کوئی یار ہے نہ مددگار ہے۔

وَمَا كَانَ اور نہیں ہے	اللّٰهُ اللہ	لِيُضِلَّ کہ وہ گمراہ کرے	قَوْمًا کوئی قوم	بَعْدَ بعد	اِذْ هَدٰىهُمْ جب انہیں ہدایت دیدی	حَتّٰى جب تک
يُبَيِّنَ واضح کردے	لَهُمْ ان پر	مَا جس	يَتَّقُوْنَ وہ پرہیز کریں	اِنَّ بیشک	اللّٰهَ اللہ	بِكُلِّ شَيْءٍ ہر شے کا
عَلِيْمٌ جاننے والا	اِنَّ بیشک	اللّٰهَ اللہ	لَهٗ اس کیلئے	مُلْكُ بادشاہت	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضِ اور زمین
يُحْيٖ وہ زندگی دیتا ہے	وَيُمِيْتُ اور وہ مارتا ہے	وَمَا لَكُمْ اور تمہارے لئے نہیں	مِنْ کوئی	دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا	مِنْ سے	وَلِيٍّ کوئی حمایتی
وَلَا نَصِيْرٍ اور نہ مددگار						

جو مومن مشرک کیلئے استغفار کی ممانعت سے پہلے استغفار کرتے تھے اور اب فوت ہو چکے ہیں انکا حکم

گذشتہ آیات میں مشرکوں کے لئے استغفار کرنے کی ممانعت تھی۔ لیکن ممانعت سے پہلے بعض مسلمان اپنے اقارب مشرکین کے لئے جو مر گئے تھے استغفار کیا کرتے تھے اور بعض مسلمان جو استغفار کرتے تھے اس ممانعت سے پہلے انتقال کر چکے تھے اور جو زندہ تھے ان کو اپنے فعل پر سخت ندامت اور خوف تھا کہ جنہوں نے مشرکوں کے لئے مغفرت کی دعاء کی کیا ان کی پکڑ ہوگی؟ اس کے جواب میں تسلی کے لئے ان آیات کا نزول ہوا اور بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کو ہدایت کر دیتا ہے تو پھر اس کو گمراہ قرار نہیں دیتا۔ تاوقتیکہ ان کے سامنے تمام ممنوعات بیان نہ کردے۔ جب ممنوعات کی تفصیل اور ان سے بچنے کی ہدایت کر دیتا ہے اور پھر وہ ان کا ارتکاب کرتے ہیں تو اس وقت اللہ تعالیٰ مواخذہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام کو ایمان دیا اور ہدایت دی اور ابھی تک یہ حکم نہیں دیا تھا کہ مشرکوں کے لئے استغفار نہ کرو تو اللہ تعالیٰ ان کو اس فعل پر کیسے گمراہ قرار دے سکتے ہیں جو تم ممانعت سے پہلے جو کر چکے ہو وہ معاف ہے البتہ ممانعت کے بعد اگر حکم کی خلاف ورزی کی تو کوئی بچانے والا نہیں۔ غرض یہ کہ ممانعت سے پہلے جنہوں نے مشرکوں کے لئے استغفار کی تو اس سے مسلمان نہ گمراہ ہوئے اور نہ گنہگار۔

مومن کو اللہ تعالیٰ کی مدد کافی ہے

اس کے بعد بعض اہل اسلام کے دل میں یہ کھٹکا تھا کہ اللہ نے کفار عزیز و اقارب بلکہ جمیع کفار کی دوستی سے منع کر دیا اور سب سے لڑنے کا حکم دیا اور ہماری قدرت و طاقت معلوم ہے پھر ان کی معاونت بغیر کیا ہوگا۔ اس خیال کے دور کرنے کو بتلایا جاتا ہے کہ اللہ کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے وہی زندہ کرتا ہے وہی مارتا ہے وہ قادر مطلق تم کو اعانت و نصرت کے لئے کافی ہے۔ اس کے سوا تمہارا کوئی حمایتی مددگار نہیں۔ تمہارا مددگار اللہ کافی ہے۔ یعنی مومنین کو اللہ کی مدد پر بھروسہ رکھنا چاہئے اور خدا کے دشمنوں سے ڈرنا نہیں چاہئے۔ اور اگر خدا تعالیٰ سے تعلق رکھنا چاہتے ہو تو اس کے دشمنوں سے تعلق نہ رکھو۔

دعا کیجئے: یا اللہ اپنے ہر چھوٹے بڑے حکم کی اطاعت و فرمانبرداری ہم کو نصیب فرما اور جو احکام یا اللہ آپ کے ہم کو پہنچ چکے ہیں ان کی نافرمانی اور خلاف ورزی سے ہم کو کامل طور پر بچنا نصیب فرما۔ یا اللہ آپ ہمارے حامی اور مددگار ہو جایئے اور غیروں کی مدد و حمایت کا ہم کو حاجتمند نہ رکھئے۔ یا اللہ موت و حیات آپ ہی کے قبضہ میں ہے یا اللہ ہم کو اسلام کی زندگی اور ایمان کی موت نصیب فرمایئے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ

اللہ تعالیٰ نے پیغمبر کے حال پر توجہ فرمائی اور مہاجرین اور انصار کے حال پر بھی جنہوں نے ایسی تنگی کے وقت میں پیغمبر کا ساتھ دیا

سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ط

بعد اس کے کہ ان میں سے ایک گروہ کے دلوں میں کچھ تزلزل ہوچلا تھا پھر اللہ نے اُن کے حال پر توجہ فرمائی

اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۷﴾

بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان سب پر بہت ہی شفیق مہربان ہے۔

لَقَدْ تَّابَ البتہ توجہ فرمائی	اللّٰهُ اللہ	عَلَى پر	النَّبِيِّ نبی	وَالْمُهٰجِرِيْنَ اور مہاجرین	وَالْاَنْصَارِ اور انصار	الَّذِيْنَ وہ جنہوں نے		
اتَّبَعُوْهُ اسکی پیروی کی	فِيْ میں	سَاعَةِ گھڑی	الْعُسْرَةِ تنگی	مِنْۢ بَعْدِ اس کے بعد	مَا كَادَ جب قریب تھا	يَزِيْغُ پھر جائیں	قُلُوْبُ دل	
فَرِيْقٍ ایک فریق	مِّنْهُمْ ان سے	ثُمَّ پھر	تَابَ وہ متوجہ ہوا	عَلَيْهِمْ ان پر	اِنَّهٗ بیشک وہ	بِهِمْ اُن پر	رَءُوْفٌ انتہائی شفیق	رَّحِيْمٌ نہایت مہربان

غزوۂ تبوک کی مشکلات

یہ آیت بھی غزوۂ تبوک ہی سے متعلق ہے۔جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک کے لئے شام کی طرف چلنے کے لئے عام حکم دیا تو وہ وقت بہت سخت تھا۔قحط سالی کا سال تھا۔کھیتیاں اجاڑ تھیں کھجوریں پکنے کا زمانہ تھا اور یہی اس وقت بڑی سرمایہ تھیں۔ اور سال بھر کے گزران کا سہارا اس پر تھا۔پھر سفر بڑی دور دراز کا تھا۔ موسم شدید گرمی کا تھا۔سواری کی اتنی کمی کہ ایک ایک اونٹ دس دس مجاہدین کے حصہ میں آیا۔سامان رسد کی کمی جس کی وجہ سے نوبت یہاں تک پہنچی کہ ایک ایک کھجور دو دو شخصوں میں تقسیم ہوئی۔اور آخر میں اتنا بھی نہ رہ گیا۔پھر مقابلہ کسی متفرق ومنتشر قبائل سے نہیں بلکہ اعلیٰ درجہ کی تربیت یافتہ اور قواعدداں رومی شہنشاہی فوج سے تھا جو ہر طرح کے سامان جنگ سے آراستہ تھی۔حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اثناء راہ میں اہل اسلام کو سخت تکالیف ومصائب کا سامنا ہوا۔لو کی سخت لپٹ' پیاس کی تکلیف' بھوک کی شدت' اس قدر سخت حالی کہ دو دو لشکری ایک ایک چھوارا پھاڑ کر بانٹ لیتے اور ایک چھوارہ کو چند آدمی باری باری سے چوس لیتے اور اس پر پانی پی لیتے۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم سفر تبوک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب ایک پڑاؤ پر اترے اور اتنی پیاس لگی کہ دم سوکھ گیا۔بعض آدمیوں نے اونٹ ذبح کر کے اس کے اندر سے پانی کی تھیلی نکال کر کچھ پانی پیا اور کچھ جگر پر ملا۔ان حالات میں ثابت قدم رہنا ہر ایک کے بس کا نہیں۔

بشری کمزوریاں

ان شدائد ومصائب سے تنگ آ کر بعض کمزور مسلمانوں کے دل میں وسوسہ پیدا ہوا اور ایک کمزور خیال اس بات کا ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمرکابی چھوڑ دیں اور جہاد میں مزید سفر سے ہمت ہارنے کو تھے کیونکہ ادھر تو بھوک پیاس کی تکلیف گرمی اور لو کی شدت ادھر لشکر میں بعض منافقین کی ریشہ دوانیاں۔بعض کمزور مسلمان اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سے نہ مڑے مگر وسوسہ دل میں ضرور رہا۔

رحمت الٰہی کی بارش

ان شدائد کو دیکھ کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ یارسول اللہ حضور کی دعا

میں اللہ نے اثر عطا فرمایا ہے۔ آپ ہمارے لئے دعا فرما دیجئے۔ ارشاد فرمایا ابو بکر کیا تم کو یہ بات پسند ہے؟ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا جی ہاں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاء باران رحمت کے لئے دست مبارک اٹھائے اور ابھی ہاتھ نیچے نہ کئے تھے کہ بارش برسنے لگی لوگوں نے تمام برتن بھر لئے۔ لشکر خوب سیراب ہو گیا۔ لوگوں نے ادھر ادھر جا کر دیکھا تو لشکر سے باہر پانی کا نام ونشان بھی نہ تھا۔ توان آیات میں یہی بتلایا گیا ہے کہ اللہ کی مہربانیاں پیغمبر علیہ السلام پر بے شمار ہیں اور آپ کی برکت سے مہاجرین وانصار پر بھی حق تعالیٰ کی مخصوص توجہ اور مہربانی رہی ہے کہ ان کو ایمان وعرفان سے مشرف فرمایا۔ اتباع نبوی، جہاد فی سبیل اللہ اور عزائم امور کو سرانجام دینے کی ہمت وتوفیق بخشی۔ پھر ایسے مشکل وقت میں جبکہ بعض مومنین کے قلوب بھی مشکلات اور صعوبتوں کا ہجوم دیکھ کر ڈگمگانے لگے تھے اور رفاقت نبوی سے پیچھے ہٹنے کے وسوسہ آنے لگے تھے مگر حق تعالیٰ نے پھر دستگیری اور مہربانی فرمائی کہ ان کو اس قسم کے خطرات ووساوس پر عمل کرنے سے محفوظ رکھا اور مومنوں کی ہمت کو مضبوط اور ارادوں کو بلند کیا۔

عظمت صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

یہاں اس آیت میں پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر توجہ ومہربانی فرمانے کا ذکر کیا گیا اور پھر مہاجرین وانصار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر عنایات وتوجہ کا ذکر فرمایا گیا۔ اس موقع پر حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اس مقام پر اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کی ضرورت نہ تھی کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی محبوبیت تو اظہر من الشمس ہے مگر اول تو تبرکا اور پھر حضرات صحابہ کرام کا دل خوش کرنے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ کیا گیا۔ تو اس آیت سے بھی مدح صحابہ اور ان کی خصوصی فضیلت ثابت ہوتی ہے کہ کیسے کیسے شدائد اور سختیوں میں اللہ تعالیٰ نے ان کو ثابت قدم رکھا اور ان کے حال پر توجہ اور مہربانی فرمائی۔ ایسے مشکل وقت میں جہاں ہر طرف سے مشقتوں کا ہجوم ہو ضعف بشری کی بنا پر دل میں وساوس کا آ جانا اگرچہ گناہ نہیں مگر محبین صادقین کے شایان شان نہیں۔ قانون محبت کے لحاظ سے اس پر گرفت ہو سکتی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے اس محبوب جماعت کے خیالات اور خطرات سے درگزر فرمایا بلکہ اس تنگدستی اور سختی کے وقت میں ساتھ دینے کی وجہ سے ان کی تمام لغزشوں اور خطاؤں کو معاف کر دیا جیسا کہ اہل بدر کے بارہ میں فرمایا تھا۔ اعملوا ماشئتم فقد غفرت لکم بدر پہلا غزوہ تھا اور تبوک آخری غزوہ تھا جو عسرت اور شدت میں غزوہ بدر سے کہیں زیادہ تھا۔ اس لئے اس آخری غزوہ میں شریک ہونے والے حق تعالیٰ کی خاص الخاص عنایات اور توجہات کے مورد بنے۔

دعا کیجئے

یا اللہ جیسی آپ نے حضرات مہاجرین وانصار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر توجہ وعنایت فرمائی ان حضرات کے نام لیوا ہم بھی ہیں۔ ان کی مقبولیت ومحبوبیت کے طفیل میں ہم پر بھی مہربانی وعنایت فرمایئے۔ یا اللہ جیسا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو غزوۂ تبوک میں عزم وہمت عطا فرمایا تھا ان کے عزم وہمت اور اخلاص کے طفیل میں ہم کو بھی دشمنان دین اسلام سے جہاد فی سبیل اللہ کی ہمت عطا فرمایئے۔ یا اللہ صحابہ کرام کے طفیل میں جن کے ہاتھوں سے کفر وشرک اور باطل مٹایا گیا آپ ہم کو بھی قوت وہمت عطا فرمائیں کہ ہم دشمنان دین کو سرنگوں کر سکیں اور حق کو سربلند کر سکیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ۭ حَتّٰٓي اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ

اوران تین شخصوں کے حال پر بھی توجہ فرمائی جن کا معاملہ ملتوی چھوڑ دیا گیا تھا یہاں تک کہ جب زمین باوجود اپنی فراخی کے ان پر تنگی کرنے لگی

وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ۭ ثُمَّ تَابَ

اور وہ خود اپنی جان سے تنگ آگئے اور انہوں نے سمجھ لیا کہ خدا سے کہیں پناہ نہیں مل سکتی بجز اس کے کہ اسی کی طرف رجوع کیا جاوے

عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۱۸﴾ ع

پھر ان کے حال پر توجہ فرمائی تا کہ وہ آئندہ بھی رجوع رہا کریں بیشک اللہ تعالیٰ بہت توجہ فرمانے والے بڑے رحم کرنے والے ہیں۔

وَ اور	عَلَی پر	الثَّلٰثَۃِ وہ تین	الَّذِیْنَ وہ جو	خُلِّفُوْا پیچھے رکھا گیا	حَتّٰی یہاں تک	اِذَا جب	ضَاقَتْ تنگ ہوگئی	عَلَیْھِمُ ان پر
الْاَرْضُ زمین	بِمَا رَحُبَتْ باوجود کشادگی	وَضَاقَتْ اور وہ تنگ ہوگئی	عَلَیْھِمْ ان پر	اَنْفُسُھُمْ ان کی جانیں	وَظَنُّوْٓا اور انہوں نے جان لیا			
اَنْ کہ	لَا مَلْجَاَ نہیں پناہ	مِنَ سے	اللّٰہِ اللہ	اِلَّا مگر	اِلَیْہِ اسکی طرف	ثُمَّ پھر	تَابَ عَلَیْھِمْ وہ متوجہ ہوا ان پر	لِیَتُوْبُوْا تا کہ وہ توبہ کریں
	اِنَّ اللّٰہَ بیشک اللہ	ھُوَ وہ	التَّوَّابُ توبہ قبول کرنیوالا	الرَّحِیْمُ نہایت مہربان				

غزوۂ تبوک سے رہ جانیوالے

تین حضرات کا واقعہ واقعہ کا اجمالی تعارف

یہ تین اصحاب جن کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی اور جس میں قبول توبہ کی بشارت دی گئی حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ اور حضرت مرارہ بن ربیع رضی اللہ عنہ تھے۔ یہ تینوں انصاری صحابہ تھے جو اس غزوۂ تبوک سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوسرے غزوات میں شریک رہ چکے تھے مگر غزوۂ تبوک کے موقع پر اتفاقی طور پر سے اس لغزش میں مبتلا ہو گئے کہ غزوۂ تبوک کے جہاد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمراہی میں سفر نہ کر سکے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس جہاد سے واپس مدینہ منورہ تشریف لائے تو منافقین نے تو حاضر ہو کر جھوٹے عذر پیش کر کے اور جھوٹی قسمیں کھا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کرنا چاہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی باطنی حالت کو اللہ کے سپرد کیا اور ظاہری قسموں کو قبول کر لیا اور یہ لوگ آرام سے پھر رہنے لگے۔ کچھ لوگوں نے ان تینوں انصاری صحابہ کو بھی یہی مشورہ دیا کہ تم بھی کوئی عذر کر کے اپنی صفائی دربار رسالت میں پیش کر دو مگر ان حضرات کے دلوں نے ملامت کی کہ ایک غلطی تو جہاد سے پیچھے رہ جانے کی ہم سے سرزد ہوئی اب دوسرا گناہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جھوٹ عذر پیش کرنے کا کریں۔ اس لئے ان حضرات نے صاف صاف اپنے قصور کا اعتراف کر لیا تھا۔ جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو سلام و کلام کے ختم کرنے کا حکم دیا تھا۔ بالآخر پچاس دن تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعراض اور صحابہ کرام کے مقاطعۂ سلام و کلام کی انتہائی سخت مصیبت جھیلنے کے بعد ان حضرات کی قبولیت توبہ میں یہ آیت نازل ہوئی اور یہ حضرات پھر بڑی سرخروئی اور مبارکبادیوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سب مسلمانوں میں مقبول ہوئے۔ انہی تینوں انصاری حضرات کے قصہ کی طرف اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے جو بخاری و مسلم و دیگر کتب حدیث میں تفصیل سے منقول ہے۔

واقعہ کی تفصیلات حضرت کعب کی زبانی

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ہر جہاد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا ہوں صرف غزوۂ بدر

اور غزوۂ تبوک میں شریک نہ ہوسکا۔ غزوۂ بدر کا واقعہ چونکہ اچانک پیش آیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو اس میں شریک ہونے کا حکم بھی نہیں دیا تھا اور شریک نہ ہونے والوں پر کوئی عتاب بھی نہیں فرمایا تھا اس میں بھی شریک نہ ہوسکا۔ اور میں لیلۃ العقبہ کی بیعت میں بھی حاضر تھا جس میں ہم نے اسلام کی حمایت وحفاظت کا معاہدہ کیا تھا اور مجھے یہ بیعت عقبہ کی حاضری غزوۂ بدر کی حاضری سے بھی زیادہ محبوب ہے۔ اگرچہ غزوۂ بدر لوگوں میں زیادہ مشہور ہے۔

غزوۂ تبوک میں شریک نہ ہوسکنے کے اسباب

اور میرا واقعہ غزوۂ تبوک میں غیر حاضری کا یہ ہے کہ میں کسی وقت بھی اس وقت سے زیادہ خوشحال اور مالدار نہ تھا۔ بخدا میرے پاس کبھی اس سے پہلے دو سواریاں جمع نہ ہوئی تھیں جو اس وقت موجود تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ غزوات کے معاملہ میں یہ تھی کہ مدینہ سے نکلنے کے وقت اپنے ارادہ کے اخفا کے لئے ایسا کرتے کہ جس سمت میں جاکر جہاد کرنا منظور ہوتا مدینہ سے اس کے خلاف سمت سے نکلتے تھے تاکہ منافقین مخبری کر کے فریق مقابل کو آگاہ نہ کردیں اور فرمایا کرتے تھے کہ جنگ میں اس طرح کا خداع (دھوکہ) جائز ہے۔ یہاں تک کہ یہ غزوۂ تبوک کا واقعہ پیش آیا۔ اور صرف غزوۂ تبوک ایسا غزوہ ہے کہ آپ نے پہلے ہی اظہار فرما دیا تھا کہ فلاں جگہ چلنا ہے کیونکہ اس وقت شدید گرمی پڑ رہی تھی اور سفر کافی طویل دور دراز کا تھا۔ اور مقابلہ بھی ایک زبردست دشمن سے ہونا تھا اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جہاد کا کھل کر اعلان فرما دیا تاکہ مسلمان اس جہاد کے لئے پوری تیاری مناسب حال کرسکیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جانے والوں کی تعداد بہت تھی (ایک روایت میں دس ہزار سے زائد ہے اور ایک روایت میں تیس ہزار سے زائد ہے) اس جہاد میں نکلنے والوں کی کوئی فہرست نہیں لکھی گئی تھی۔ اس لئے جو لوگ جہاد میں جانا نہیں چاہتے تھے ان کو یہ موقع مل گیا کہ ہم نہ گئے تو کسی کو خبر بھی نہ ہوگی۔

جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس جہاد کے لئے نکلے تو یہ وہ وقت تھا کہ کھجوریں پک رہی تھیں باغات والے ان میں مشغول تھے۔ اسی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عام مسلمانوں نے سفر کی تیاری شروع کردی۔ میں بھی نکل کر آتا کہ صحابہ کے ساتھ تیاری کروں اور جاؤں مگر کوئی فیصلہ نہ کر پاتا اور واپس آجاتا۔ دل میں کہتا تجھے تیاری ہی کیا کرنی ہے۔ مگر معاملہ یونہی آج کل پر ٹلتا رہا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عام مسلمان جہاد کے لئے روانہ ہوگئے۔ پھر بھی میرے دل میں یہ آتا رہا کہ میں بھی روانہ ہوجاؤں اور کہیں راستہ میں مل جاؤں اور کاش کہ میں ایسا کرلیتا مگر میں سوچتا ہی رہ گیا کہ کل چلوں گا اور پرسوں چل دوں گا اور جاملوں گا مگر کچھ طے نہ کرسکا اور بات ٹلتی رہی اور مجاہدین دور نکل گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد جب میں مدینہ میں باہر نکلتا تو یہ بات مجھے غمگین کرتی تھی کہ اس وقت پورے مدینہ میں یا تو وہ لوگ نظر پڑتے تھے جو نفاق میں ڈوبے ہوئے تھے یا پھر ایسے بیمار معذور جو قطعاً سفر کے قابل نہ تھے۔ دوسری طرف پورے راستہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا خیال کہیں نہیں آیا۔ تبوک پہنچ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مجلس میں ذکر کیا کہ کعب بن مالک کو کیا ہوا؟ بنو سلمہ کے لوگوں میں سے ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ تو اپنے عمدہ لباس اور پھلوں کے دیکھنے میں رہ گئے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فوراً کہا کہ تم نے بری بات کہی۔ یا رسول اللہ جہاں تک ہمیں معلوم ہے کعب بہت اچھے آدمی ہیں۔ ان میں خیر کے سوا ہم نے کچھ نہیں پایا یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہوگئے۔

غزوہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی کی خبر

شدہ شدہ ایک دن یہ خبر بھی آگئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لا رہے ہیں۔ اب مجھے فکر سوار ہوئی اور قریب تھا کہ میں اپنی غیر حاضری کا کوئی عذر گھبرا کر تیار کرلیتا اور ایسی باتیں پیش کردیتا کہ جس کے ذریعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضی سے نکل جاتا۔ میرے دل میں یہ خیالات گھومتے رہے یہاں تک کہ جب یہ خبر ملی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے ہیں تو خیالات فاسدہ میرے دل سے مٹ گئے اور میں نے طے کرلیا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حیلہ سازی کر کے بری نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا میں نے بالکل سچ بات عرض کر دینے کا عزم کرلیا اور سمجھ لیا کہ مجھے صرف سچ ہی نجات دلا سکتا ہے۔

واپسی اور لوگوں کی عذر خواہی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ سفر سے واپسی پر پہلے مسجد نبوی میں تشریف لاتے دو رکعت نماز پڑھتے اس کے بعد حضرت

فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاتے اور پھر ازواج مطہراتؓ سے ملتے۔ اسی عادت کے موافق حسب معمول آپ اول مسجد نبوی میں تشریف لے گئے۔ دو رکعت نماز ادا کی پھر مسجد میں بیٹھ گئے۔ جو لوگ غزوۂ تبوک میں شریک نہ ہوئے تھے جن کی تعداد اسی سے کچھ اوپر تھی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر جھوٹے عذر پیش کر کے اس پر جھوٹی قسمیں کھانے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ظاہری قول وقسموں کو قبول کرلیا اور ان کے باطنی حالات کو اللہ کے سپرد کیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں میری حاضری

اسی حال میں میں بھی حاضر خدمت ہوا اور سامنے جا کر بیٹھ گیا۔ جب میں نے سلام کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا تبسم فرمایا جیسے ناراضگی میں کبھی کوئی کیا کرتا ہے اور بعض روایات میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا رخ پھیر لیا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ مجھ سے چہرہ مبارک کیوں پھیرتے ہیں۔ خدا کی قسم میں نے منافقت نہیں کی۔ نہ دین کے معاملہ میں کسی شک وشبہ میں مبتلا ہوا۔ نہ اس میں کوئی تبدیلی کی۔ آپ نے فرمایا کہ پھر جہاد میں کیوں نہیں گئے؟ کیا تم نے سواری نہیں خرید لی تھی؟ میں نے عرض کیا کہ حضور بالکل صحیح ہے۔ اگر میں آپ کے سوا دنیا کے کسی دوسرے آدمی کے سامنے ہوتا تو یقیناً کسی عذر یا حیلہ سازی یا بحث وتمحیص کے ذریعہ بری ہو جاتا لیکن خدائے قدوس کی قسم میں خوب جانتا ہوں کہ اگر آج میں بہانہ سازی کر کے آپ کو خوش کرلوں تو کچھ دور نہیں کہ حقیقت حال اللہ تعالیٰ آپ پر کھول کر مجھ سے ناراض کر دیں گے اور اگر سچی بات عرض کر دی تو فی الحال آپ مجھ پر بیشک ناراض ہو جائیں گے مگر اس صورت میں اللہ سے معافی کی قوی امید رکھتا ہوں۔ صحیح بات یہ ہے کہ جہاد سے غائب رہنے میں میرا کوئی عذر نہیں تھا بلکہ اس وقت تو میں زندگی کے بہت خوشحال دور میں تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کعب نے سچ کہا۔ اچھا جاؤ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہارے متعلق کوئی فیصلہ فرمادیں۔ میں اٹھ کر چلا آیا۔ تو بنی سلمہ کے کچھ لوگ میرے پیچھے آئے اور کہنے لگے کہ اس سے پہلے تو ہمارے علم میں تم نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ جس طرح دوسرے شرکت نہ کرنے والوں نے عذر کئے تم بھی کوئی عذر بیان کر دیتے۔ تمہارے لئے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استغفار فرما دیتے۔ بس کافی ہو جاتا۔ بخدا یہ لوگ مجھے بار بار ملامت کرتے رہے یہاں تک کہ میرے دل میں خیال آیا کہ میں لوٹ جاؤں اور جا کر کچھ عذر بیان کر ہی دوں۔

دوسرے دو ساتھی

لیکن پہلے میں نے تحقیق کی کہ میرا جیسا معاملہ کسی اور کے ساتھ بھی ہوا ہے یا نہیں۔ معلوم ہوا دو آدمی اور ہیں ایک مرارہ بن ربیع دوسرے ہلال بن امیہ۔ ان دونوں نے بھی میری طرح سیدھی سچی بات کہی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بھی یہی فرمایا ہے جو مجھ سے کہا۔ یعنی اللہ کے فیصلہ کا انتظار کرو۔ یہ دونوں بزرگ بہت نیک طینت اور مجاہدین بدر میں سے تھے تو میں نے کہا کہ بس میرے لئے انہی دونوں بزرگوں کا عمل قابل تقلید ہے۔ یہ کہہ کر میں اپنے گھر چلا گیا۔

لوگوں کو ہم سے سلام کلام کی ممانعت اور غم واندوہ کے چالیس دن

ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو ہم تینوں کے ساتھ سلام و کلام کرنے سے منع فرما دیا۔ اس وقت ہم تو سب مسلمانوں سے بدستور محبت کرتے تھے مگر ان سب کا رخ ہم سے پھر گیا تھا۔ اب ہمارا یہ حال ہوگیا کہ ہم لوگوں کے پاس جاتے تو کوئی ہم سے کلام نہ کرتا۔ نہ سلام کرتا نہ سلام کا جواب دیتا۔ اس وقت ہماری دنیا بالکل بدل گئی۔ وطن کی زمین آسمان در و دیوار سب اجنبی نظر آنے لگے۔ مجھے سب سے بڑی فکر یہ تھی کہ اگر میں اسی حال میں مر گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے جنازہ کی نماز نہ پڑھیں گے یا خدانخواستہ اگر اس عرصہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی تو میں عمر بھر اسی طرح سب لوگوں میں ذلیل وخوار پھرتا رہوں گا۔ اسی حال میں ہم نے پورے چالیس دن گزارے۔ اس زمانہ میں میرے دونوں ساتھی مرارہ اور ہلال تو شکستہ دل ہو کر گھر میں بیٹھ رہے اور رات دن روتے رہتے تھے لیکن میں جوان آدمی تھا باہر نکلتا اور چلتا پھرتا تھا اور نماز میں سب مسلمانوں کے ساتھ شریک ہوتا تھا بازاروں میں بھی پھرتا تھا مگر کوئی مسلمان نہ مجھ سے کلام کرتا نہ میرے سلام کا

جواب دیتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں نماز کے بعد حاضر ہوتا اور سلام کرتا تو یہ دیکھا کرتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لب مبارک کو جواب سلام کے لئے حرکت ہوئی یا نہیں۔ پھر میں آپ کے قریب ہی نماز پڑھتا تو نظر چرا کر آپ کی طرف دیکھتا تو معلوم ہوتا کہ جب میں نماز میں مشغول ہو جاتا ہوں تو آپ میری طرف دیکھتے ہیں اور جب میں آپ کی طرف دیکھتا ہوں تو آپ رخ پھیر لیتے ہیں۔ اس تنہا اور بے بس زندگی سے میں تنگ آ گیا تھا۔

میری آنکھوں سے آنسو بہنے لگے

ایک روز میں اپنے چچازاد بھائی قتادہ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا جو میرے سب سے زیادہ دوست تھے۔ میں ان کے باغ میں گیا اور ان کو سلام کیا۔ خدا کی قسم انہوں نے بھی میرے سلام کا جواب نہ دیا۔ میں نے کہا کہ اے قتادہ کیا تم نہیں جانتے کہ میں اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہوں۔ اس پر بھی انہوں نے سکوت کیا کوئی جواب نہ دیا۔ جب میں نے بار بار یہ سوال دہرایا تو انہوں نے صرف اتنا کہا ''اللہ جانتا ہے اور اس کا رسول'' مجھ سے ضبط نہ ہو سکا اور بے اختیار میری آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور واپس چلا آیا۔

ایک اور آزمائش۔ غسانی بادشاہ کا خط

اسی زمانہ میں میں ایک روز مدینہ کے بازار میں چل رہا تھا کہ ایک شامی شخص جو غلہ فروخت کرنے شام سے مدینہ آیا تھا اس کو دیکھا کہ لوگوں سے پوچھ رہا ہے کہ کیا کوئی مجھے کعب بن مالک کا پتہ بتا سکتا ہے؟ لوگوں نے مجھے دیکھ کر میری طرف اشارہ کیا۔ وہ آدمی میرے پاس آیا اور غسان کے بادشاہ کا ایک خط دیا جو ایک ریشمی رومال پر لکھا ہوا تھا اور جس کا مضمون یہ تھا۔

''اما بعد مجھے یہ خبر ملی ہے کہ آپ کے نبی نے آپ سے بے وفائی کی اور آپ کو دور کر رکھا ہے حالانکہ نہ تم ذلیل کئے جا سکتے ہو نہ تم جیسے کو یوں ضائع کیا جا سکتا ہے۔ فوراً ہمارے پاس چلے آؤ۔ ہم ہمدردی اور چارہ جوئی کریں گے۔''

میں نے جب یہ خط پڑھا تو کہا کہ یہ ایک اور امتحان اور آزمائش آئی کہ اہل کفر کو مجھ سے اس کی توقع اور طمع ہو گئی کہ میں ان کے ساتھ مل جاؤں۔ میں یہ خط لے کر آگے بڑھا۔ ایک دکان پر تنور لگا ہوا تھا میں نے خط کو تنور میں جھونک دیا۔

بیویوں سے علیحدگی کا حکم

اسی بے بسی میں چالیس دن گزر چکے تھے کہ ایک دن اچانک دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک قاصد خزیمہ بن ثابت میرے پاس آ رہے ہیں آ کر یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا ہے کہ تم اپنی بیوی سے بھی علیحدگی اختیار کر لو۔ میں نے پوچھا کہ کیا طلاق دے دوں؟ انہوں نے بتلایا کہ نہیں۔ بس عملاً اس سے الگ رہو قریب نہ جاؤ۔ اسی طرح کا حکم میرے دونوں ساتھیوں کے پاس بھی پہنچا۔ میں نے بیوی سے کہدیا کہ تم اپنے میکہ میں چلی جاؤ اور وہیں رہو جب تک اللہ تعالیٰ کوئی فیصلہ فرمائیں۔

حضرت ہلال کی اہلیہ کی درخواست

ہلال بن امیہ کی اہلیہ یہ حکم سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ ہلال بن امیہ ایک ضعیف بوڑھے آدمی ہیں اور کوئی ان کا خادم نہیں کیا آپ یہ پسند نہیں فرمائیں گے کہ میں ان کی خدمت کرتی رہوں۔ فرمایا کہ خدمت کرنے کی ممانعت نہیں البتہ وہ تمہارے پاس نہ جائیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ انہیں تو کسی چیز کی بھی خواہش نہیں ہوتی جس روز سے یہ قصہ ہوا ہے ان پر تو مسلسل گریہ طاری ہے۔ رات دن روتے رہتے ہیں۔

اس پر میرے بھی گھرانے سے کسی نے کہا کہ تم بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے لو کہ تمہاری بیوی بھی تمہاری خدمت کر دیا کریں۔ میں نے کہا کہ میں ایسا نہیں کروں گا۔ خدا جانے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیا جواب دیں۔ دوسرے ہلال تو بوڑھے ہیں میں تو جوان آدمی ہوں چنانچہ اسی حال میں میں نے دس راتیں اور گزاریں۔ یہاں تک کہ پچاس راتیں مکمل ہو گئیں۔

پچاس دنوں کے بعد معافی کی بشارت

پچاسویں رات پوری کر کے صبح کو میں نماز پڑھ کر آیا اور اپنے گھر کی چھت

پر بیٹھا تھا اور حالت وہ تھی جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کیا ہے کہ مجھ پر میری جان اور زمین باوجود وسعت کے تنگ ہو چکی تھی کہ اچانک میں نے سلع پہاڑ کے اوپر سے کسی چلانے والے کی آواز سنی جو بلند آواز سے کہہ رہا تھا کہ اے کعب بن مالک بشارت ہو خوش ہو جاؤ۔ پکار سنتے ہی میں سجدہ میں گر گیا۔ سمجھ گیا کہ رہائی کا وقت آ گیا ہے اور انتہائی فرحت سے رونے لگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھ کر اعلان فرما دیا تھا کہ اللہ جل شانہٗ نے ہم کو معاف کر دیا ہے۔ اب سب طرف سے لوگ ہم تینوں کو مبارکباد دینے کے لئے دوڑ پڑے۔ بعض لوگ گھوڑے پر سوار ہو کر میرے پاس پہنچے مگر پہاڑ پر سے آواز دینے والے کی آواز سب سے پہلے پہنچ گئی۔

مبارکبادیاں

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کے لئے نکلا تو لوگ جوق در جوق مجھے مبارکباد دینے کے لئے آ رہے تھے۔ ہر طرف سے یہی آواز آ رہی تھی کعب مبارک ہو خدا نے تم پر رحم فرمایا۔ میں مسجد نبوی میں داخل ہوا تو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں آپ کے گرد صحابہ کرام کا مجمع ہے مجھے دیکھ کر سب سے پہلے طلحہ بن عبید اللہ کھڑے ہو کر میری طرف لپکے اور مجھ سے مصافحہ کر کے قبول توبہ پر مبارکباد دی۔ طلحہ کا یہ احسان میں کبھی نہیں بھولتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارکباد

جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا تو آپ کا چہرہ مبارک خوشی کی وجہ سے چمک رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے کعب بشارت ہو آج جیسا بہترین دن تم پر تمہاری پیدائش سے آج تک نہ آیا ہوگا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ حکم آپ کی طرف سے ہے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔

سچ کی برکت

آپ نے فرمایا کہ یہ حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ تم نے سچ بولا تھا اللہ تعالیٰ نے تمہاری سچائی کو ظاہر فرما دیا جب میں آپ کے سامنے بیٹھا تو عرض کیا یا رسول اللہ میری توبہ یہ ہے کہ میں اپنے سب مال و متاع سے نکل جاؤں کہ سب کو اللہ کی راہ میں صدقہ کر دوں۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ کچھ مال اپنی ضرورت کے لئے رہنے دو۔ یہ بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اچھا آدھا مال صدقہ کر دوں۔ آپ نے اس سے بھی انکار فرمایا میں نے پھر ایک تہائی مال کی اجازت مانگی تو آپ نے اس کو قبول فرما لیا۔

سچ پر قائم رہنے کا معاہدہ

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے اللہ تعالیٰ نے سچ بولنے کی وجہ سے نجات دی ہے۔ اس لئے میں عہد کرتا ہوں کہ جب تک میں زندہ ہوں کبھی سچ کے سوا کوئی کلمہ نہیں بولوں گا۔ پھر حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سچ بولنے کا عہد کیا تھا الحمد للہ کہ آج تک کوئی کلمہ جھوٹ کا میری زبان پر نہیں آیا اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ باقی زندگی میں بھی مجھے اس سے محفوظ رکھیں گے۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم اسلام کے بعد اس سے بڑی نعمت مجھے نہیں ملی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سچ بولا۔ جھوٹ سے پرہیز کیا کیونکہ اگر میں جھوٹ بولتا تو اسی طرح ہلاکت میں پڑ جاتا جس طرح دوسرے جھوٹی قسمیں کھانے والے ہلاک ہوئے۔

بعض حضرات نے فرمایا کہ ان تینوں حضرات سے بائیکاٹ کے ۵۰ دن تک جاری رہنا شاید اس حکمت پر مبنی تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوۂ تبوک میں ۵۰ دن ہی صرف ہوئے تھے۔

اللہ تعالیٰ کی مہربانی

یہ واقعہ ہے جس کی طرف اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے۔ گویا ان تینوں حضرات پر پہلی مہربانی تو اللہ تعالیٰ کی یہی تھی کہ ایمان و اخلاص بخشا۔ نفاق سے بچایا پھر دوسری مہربانی یہ ہوئی کہ توبۂ نصوح کی توفیق دے کر پھر اپنی طرف کھینچ لیا اور کوتاہیوں کو معاف فرما دیا۔

دعا کیجئے: یا اللہ ہر حال میں ہم کو اپنی طرف رجوع ہونے اور آپ ہی کو اپنا ملجا و ماویٰ سمجھنے کی توفیق عطا فرما اور اپنی شان تواب الرحیمی سے ہماری توبہ کو قبول فرما اور ہر حال میں اپنا کرم و توجہ ہم پر مبذول فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ ﴿١١٩﴾

اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو

یَا أَیُّھَا اے	الَّذِینَ آمَنُوا جولوگ ایمان لائے	اتَّقُوا اللہَ ڈرو اللہ سے	وَكُونُوا اور ہو جاؤ	مَعَ ساتھ	الصَّادِقِینَ سچے لوگ

سابقہ واقعہ سے ملنے والا سبق

گذشتہ آیت میں غزوۂ تبوک سے غیر حاضری کے سلسلہ میں تین حضرات صحابہ کرام یعنی کعب بن مالک حضرت ہلال بن امیہ حضرت مرارہ بن ربیع کے واقعہ کی طرف اشارہ تھا اور ان حضرات کی قبولیت توبہ کا بیان ہوا تھا۔ ان حضرات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں سچ بولنے اور کوئی حیلہ وعذر پیش نہ کرنے کے سبب ۵۰ دن کی سختی تو ضرور برداشت کرنی پڑی مگر توبہ مقبول ہوئی۔ ان حضرات کے واقعہ سے جو نصیحت و سبق تمام مسلمانوں کو دینا منظور ہے وہ اس مختصری آیت میں بیان فرمایا گیا ہے۔ جس میں تمام ایمان والوں کو خطاب کر کے بتلایا جاتا ہے کہ اے ایمان والو تم کو چاہئے کہ اللہ کے غضب اور عقاب سے ڈرو اور ہمیشہ ان لوگوں کی جماعت میں شامل رہو جنہوں نے خلوص اور سچائی کو اختیار کیا اور اپنے طرز عمل سے ان سے جدا نہ ہونا جیسا کہ تم میں سے اس جہاد میں بعض لوگوں نے غلطی سے ایسا کیا۔ گویا تقویٰ، صدق و اخلاص اختیار کرنے اور صادقین کی معیت کا حکم علی العموم المسلمین کو دیا جا رہا ہے کہ سچ بولنا سچوں کے ساتھ شامل ہونا اور ہر وقت اور ہر حال میں صداقت کا اظہار کرنا قول وعمل نشست و برخاست خواب و بیداری حرکت و سکوں ہر چیز میں ہر حال میں صداقت کو ترک نہ کرنا۔

صحبت ومجلس کا اثر

یہاں آیت میں دو چیزوں کا حکم دیا گیا ہے ایک تو اختیار تقویٰ دوسرے صادقین کی معیت و رفاقت۔ انسان کا خاصہ ہے کہ اچھے سے اچھے نظریات اس پر کم اثر انداز ہوتے ہیں لیکن معمولی سے معمولی صحبت اس کو اپنا لیا کرتی ہے قرآن حکیم نے اسی فطری اصول سے انسانی کردار کی رہنمائی فرمائی اور تلقین فرمائی کہ اگر تم تقویٰ اور پرہیزگاری کی دولت کے خواہشمند ہو تو پرہیزگار اور متقی لوگوں کی صحبت اور ان کی رفاقت اختیار کرلو تم بھی سچے اور متقی بن جاؤ گے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جھوٹ نہ سنجیدگی کے طور پر بول سکتے ہو نہ دل لگی کے طور پر۔ سند چاہتے ہو تو یہ آیت پڑھو۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ پھر فرمایا کیا تم سمجھ سکتے ہو کہ کوئی بھی اس حکم سے مستثنیٰ ہو سکتا ہے۔

اس جگہ قرآن حکیم نے متقی علماء وصلحا کے بجائے صادقین کا لفظ اختیار فرما کر متقی عالم وصالح کی پہچان بھی بتلا دی کہ متقی وصالح صرف وہی شخص ہو سکتا ہے جس کا ظاہر و باطن یکساں ہو۔ نیت اور ارادے کا بھی سچا ہو قول وفعل کا بھی سچا ہو۔ نیز اس آیت سے معلوم ہوا کہ ایمان کے بعد تقویٰ ضروری ہے اور پھر صادقین کی معیت یعنی صحبت بھی ضروری ہے کیونکہ کوئی کمال بغیر اس کمال کے کامل کی صحبت کے حاصل نہیں ہوتا۔ مثلاً کمال علم کے لئے محض مطالعہ کتب کافی نہیں بلکہ کسی عالم کی صحبت میں اور خدمت میں رہ کر علم حاصل کرنا ضروری ہے۔ یہی حال ہر علم وفن کا ہے۔ صحبت و مرافقت کا اثر تمام عقلا کے نزدیک مسلم ہے۔ انسانی طبیعت کا خاصہ ہے کہ اس میں چوری کا مادہ ہوتا ہے ایک ساتھی کی طبیعت دوسرے ساتھی کے اخلاق وعادات کو چراتی ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے جہاں اس آیت میں صادقین کی معیت و رفاقت کا حکم دیا وہیں ساتویں پارہ سورۂ انعام میں ظالموں اور فاسقوں سے دوستی اور ان کے پاس بیٹھنے سے منع فرمایا۔ ارشاد ہے۔ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ تاکہ ظلم اور فسق کے جراثیم اس تک متعدی نہ ہوں!

دعا کیجئے: یا اللہ ہم کو اپنے صادق بندوں کی معیت نصیب فرما اور ظالمین وفاسقین کی معیت و رفاقت وصحبت سے ہم کو بچا۔ اے اللہ ہم کو اپنے ہر قول و فعل میں صدق وخلوص نصیب فرما اور جھوٹ سے ہم کو کامل طور پر بچنے کی ہمت وتوفیق عطا فرما۔ آمین۔ وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ وَمَنْ حَوْلَهُم مِّنَ الْأَعْرَابِ أَن يَتَخَلَّفُوا عَن رَّسُولِ

مدینہ کے رہنے والوں کو اور جو دیہاتی ان کے گردو پیش میں ہیں ان کو یہ زیبا نہ تھا کہ رسول اللہ کا ساتھ نہ دیں

اللَّهِ وَلَا يَرْغَبُوا بِأَنفُسِهِمْ عَن نَّفْسِهِ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ لَا يُصِيبُهُمْ ظَمَأٌ وَلَا

اور نہ یہ کہ اپنی جان کو آپ کی جان سے عزیز سمجھیں یہ اس سبب سے ہے کہ ان کو اللہ کی راہ میں جو پیاس لگی اور جو

نَصَبٌ وَلَا مَخْمَصَةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَطَئُونَ مَوْطِئًا يَغِيظُ الْكُفَّارَ وَلَا

ماندگی پہنچی اور جو بھوک لگی اور جو چلنا چلے جو کفار کے لئے موجب غیظ ہوا ہو اور

يَنَالُونَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا إِلَّا كُتِبَ لَهُم بِهِ عَمَلٌ صَالِحٌ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ

دشمنوں کی جو کچھ خبر لی ان سب پر ان کے نام ایک ایک نیک کام لکھا گیا یقیناً اللہ تعالیٰ مخلصین کا اجر

الْمُحْسِنِينَ ﴿١٢٠﴾ وَلَا يُنفِقُونَ نَفَقَةً صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً وَلَا يَقْطَعُونَ

ضائع نہیں کرتے۔ اور جو کچھ چھوٹا بڑا انہوں نے خرچ کیا اور جتنے میدان ان کو طے کرنے پڑے

وَادِيًا إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللَّهُ أَحْسَنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٢١﴾

یہ سب بھی ان کے نام لکھا گیا تا کہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے کاموں کا اچھے سے اچھا بدلہ دے۔

مَا كَانَ نہ تھا	لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ مدینہ والوں کو	وَ اور	مَنْ جو	حَوْلَهُمْ اُن کے اِرد گرد	مِنَ الْأَعْرَابِ دیہاتیوں میں سے		
أَن يَتَخَلَّفُوا کہ وہ پیچھے رہ جاتے	عَن سے	رَسُولِ رسول	اللَّهِ اللہ	وَلَا يَرْغَبُوا اور یہ کہ زیادہ چاہیں وہ	بِأَنفُسِهِمْ اپنی جانوں کو	عَن سے	
نَفْسِهِ ان کی جان	ذَٰلِكَ یہ	بِأَنَّهُمْ اس لئے کہ وہ	لَا يُصِيبُهُمْ نہیں پہنچی ان کو	ظَمَأٌ کوئی پیاس	وَلَا نَصَبٌ اور نہ کوئی مشقت	وَلَا اور نہ	
مَخْمَصَةٌ کوئی بھوک	فِي سَبِيلِ اللَّهِ اللہ کی راہ میں	وَلَا يَطَئُونَ اور نہ وہ قدم رکھتے ہیں	مَوْطِئًا ایسا قدم	يَغِيظُ غصے ہوں	الْكُفَّارَ کافر		
وَلَا يَنَالُونَ اور نہ وہ چھینتے ہیں	مِنْ سے	عَدُوٍّ دشمن	نَّيْلًا کوئی چیز	إِلَّا مگر	كُتِبَ لَهُمْ لکھا جاتا ہے ان کیلئے	بِهِ اس سے	عَمَلٌ صَالِحٌ عمل نیک
إِنَّ اللَّهَ بیشک اللہ	لَا يُضِيعُ ضائع نہیں کرتا	أَجْرَ اجر	الْمُحْسِنِينَ نیکوکار جمع	وَ اور	لَا نہ	يُنفِقُونَ وہ خرچ کرتے ہیں	نَفَقَةً خرچ
صَغِيرَةً چھوٹا	وَلَا كَبِيرَةً اور نہ بڑا	وَلَا يَقْطَعُونَ اور نہ طے کرتے تھے	وَادِيًا کوئی وادی	إِلَّا مگر	كُتِبَ لَهُمْ لکھا جاتا ہے ان کیلئے		
لِيَجْزِيَهُمُ تا کہ جزا دے انہیں	اللَّهُ اللہ	أَحْسَنَ بہترین	مَا جو	كَانُوا يَعْمَلُونَ وہ کرتے تھے (ان کے اعمال)			

اطراف مدینہ کے مسلمانوں کو تنبیہ

چونکہ غزوۂ تبوک میں ساکنان مدینہ اور اردگرد کے مسلمانوں کو جہاد پر چلنے کی عام دعوت دی گئی تھی اور دور کے رہنے والے مسلمانوں کو عمومی دعوت نامہ نہیں بھیجے گئے تھے اس لئے خصوصیت کے ساتھ مدینہ اور اطراف مدینہ والوں کے متعلق ان آیات میں ارشاد ہوتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ تمہیں اللہ کے راستہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محنت ومشقت میں مستعدی اور خلوص کے ساتھ شریک ہونا چاہئے تھا۔ یہ کسی طرح مناسب اور زیبا نہیں کہ اللہ کے رسول تو آرام چھوڑ کر بنفس نفیس جہاد پر تشریف لے جائیں اور اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے سختیاں اٹھائیں اور تم آرام سے گھروں کے اندر آرام طلبی' تن آسانی کے لئے بیٹھ کر کھانے پینے اور راحت وآرام میں مشغول رہو۔

حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ

حدیث میں ہے کہ ایک صحابی ابوخیثمہ رضی اللہ عنہ بھی غزوۂ تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی کے بعد اپنے باغ میں گئے۔ وہاں خوشگوار سایہ تھا حسین وجمیل بیوی سامنے تھیں۔ انہوں نے پانی چھڑک کر زمین کو خوب ٹھنڈا کیا۔ چٹائی کا فرش کیا۔ تازہ کھجور کے خوشے سامنے رکھے اور سرد وشیریں پانی حاضر کیا۔ یہ سامان عیش اور راحت وآرام کے دیکھ کر حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ عنہ کے دل میں دفعۃً ایک بجلی سی دوڑ گئی۔ بولے تف ہے اس زندگی پر میں تو خوشگوار سائے' ٹھنڈے پانی اور باغ وبہار کے مزے لوٹ رہا ہوں اور خدا کا محبوب پیغمبر ایسی سخت گرمی لو اور تشنگی کے عالم میں کوہ وبیابان طے کر رہا ہے یہ خیال آتے ہی سواری منگائی۔ تلوار حمائل کی۔ نیزہ سنبھالا اور حضور کے نقش قدم پر چل نکلے۔ اونٹنی تیز ہوا کی طرح چل رہی تھی آخر لشکر کو جا پکڑا حضورؐ نے دور سے دیکھا کہ کوئی اونٹنی سوار ریت کے ٹیلے قطع کرتا چلا آرہا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا ابوخیثمہ رضی اللہ عنہ ہو۔ تھوڑی دیر میں سب نے دیکھ لیا کہ حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ عنہ ہی تھے۔

مجاہدین کے لئے عظیم اجر وثواب

آگے بتلایا جاتا ہے کہ راہ خدا میں سفر کرنے والوں کو دوران سفر میں جس قسم کی بھی تکلیف اٹھانی پڑے بھوک ہو' پیاس ہو' تکان ہو' ان کا چلنا ہو' دشمنوں سے مقابلہ ہو یا ان کو نقصان پہنچانا ہو۔ بہرحال کچھ بھی ہو ہر حرکت کے عوض مجاہد کے لئے نیکی لکھی جاتی ہے باوجودیکہ ان میں بعض افعال غیر اختیاری ہیں لیکن جہاد فی سبیل اللہ اس درجہ عظیم ہے کہ اس کے ضمن میں افعال اختیاریہ غیر اختیاریہ سب ہی پر اجر وثواب لکھا جاتا ہے حتیٰ کہ جہاد کے گھوڑے کے کودنے اور پھاندنے اور لید کرنے پر بھی مجاہد کو اجر ملتا ہے اور نیکی کا اجر رائیگاں نہیں جا سکتا۔ اس لئے کہ بالتحقیق اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کے اجر وثواب کو ضائع نہیں کرتا۔ اس کے علاوہ مسلمان جو بھی خرچ کریں تھوڑا ہو یا بہت اور جو چیز بھی اللہ کے واسطے دیں چھوٹی ہو یا بڑی اور جو راستہ وہ محض اللہ کے واسطے اور اسلام کی مدد کرنے کے لئے طے کریں یہ سب کچھ ان کے نامہ اعمال میں نیک عمل شمار کر کے درج کر لیا جائے گا اور اس کے بدلے ان کی ایسی اجرت ملے گی جو ان کے کام سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہو گی۔ پس ایسی حالت میں جہاد سے جان چرانا اور اللہ کے رسول کا ساتھ نہ دینا کسی طرح مناسب وزیبا نہ تھا۔

خلاصہ یہ کہ یہاں مسلمانوں کی ساری جانی بدنی' مالی قربانیوں کی بابت بتایا گیا ہے کہ یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ یہ قربانیاں رائیگاں جائیں گی۔ بلکہ ہر ایک چھوٹی یا بڑی قربانی کا اللہ کے ہاں بہت بڑا بدلہ ملے گا۔

دین کی نصرت

ان آیات کے ماتحت فقہائے مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں جس معیت رسول کا ذکر ہوا ہے یہ معیت ونصرت صرف عرب تک محدود یا شان رسالت کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ نصرت دین مقصود ہے اس لئے ہر مسلم پر ہر زمانہ میں واجب ہے کہ امام وقت کی طاعت میں حفاظت دین کے لئے مستعد رہے۔

دعا کیجئے: یا اللہ دین کے لئے ہم نے محنت کرنا اور سختیاں اٹھانا چھوڑ دیا اور آرام طلبی اور تن آسانی میں پڑ گئے اور دنیا کے عیش وراحت کو مقدم کر لیا۔ اسی وجہ سے ہم میں جہاد فی سبیل اللہ کا جذبہ صادقہ جاتا رہا۔ یا اللہ صحابہ کرامؓ کے طفیل سے جنہوں نے دین کی نصرت وحمایت میں ہر طرح کی جانی ومالی قربانیاں پیش کیں ہم کو بھی دین کے دشمنوں سے مقابلہ ومقاتلہ کی سعادت عطا فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً ۚ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ

اور مسلمانوں کو یہ نہ چاہئے کہ سب کے سب نکل کھڑے ہوں سو ایسا کیوں نہ کیا جاوے کہ ان کی ہر ہر بڑی جماعت میں سے ایک چھوٹی جماعت جایا کرے

لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ (۱۲۲)

تا کہ باقی ماندہ لوگ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرتے رہیں اور تا کہ یہ لوگ اپنی قوم کو جب کہ وہ ان کے پاس آویں ڈرادیں تا کہ وہ احتیاط رکھیں

وَمَا كَانَ اور نہیں ہے	الْمُؤْمِنُونَ مومن	لِيَنْفِرُوا کہ وہ کوچ کریں	كَافَّةً سب کے سب	فَلَوْلَا بس کیوں	نَفَرَ نہ کوچ کرے
مِنْ سے	كُلِّ فِرْقَةٍ ہر گروہ	مِّنْهُمْ ان سے۔ انکی	طَائِفَةٌ ایک جماعت	لِّيَتَفَقَّهُوا تا کہ وہ سمجھ حاصل کریں	فِي الدِّينِ دین میں
وَلِيُنْذِرُوا اور تا کہ وہ ڈرسنائیں	قَوْمَهُمْ اپنی قوم	إِذَا جب	رَجَعُوا وہ لوٹیں	إِلَيْهِمْ انکی طرف	لَعَلَّهُمْ تا کہ وہ عجب نہیں	يَحْذَرُونَ بچتے رہیں

جہاد اور تعلیم و تبلیغ سب پہلوؤں کا لحاظ رکھو

اس سورۂ توبہ میں غزوۂ تبوک کا ذکر بڑی اہمیت سے مسلسل ہوتا چلا آیا ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اعلان عام اور حکم عام فرمایا گیا تھا کہ سب مسلمان اس غزوہ میں شریک ہوں۔ اس لئے اس حکم کی خلاف ورزی بلا کسی صحیح عذر کے کسی مسلمان کے لئے جائز نہ تھی۔ اور جو خلاف ورزی میں مبتلا ہوئے جن میں زیادہ تر منافقین تھے ان کو جہاد سے پیچھے رہ جانے پر ملامت کی گئی اور وعیدیں سنائی گئیں۔ تو ان تمام واقعات سے یہ سمجھا جاسکتا تھا کہ اب ہر جہاد اور غزوۂ میں سبھی مسلمانوں کا نکلنا فرض ہے۔ اس لئے غزوۂ تبوک کے بعد جب کسی موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کے لئے کوئی فوجی دستہ بھیجنا چاہا تو سارے کے سارے مسلمان جہاد کے لئے نکل کھڑے ہوئے اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور آئندہ کے لئے مستقل ہدایت ہوگئی کہ سب کے سب مسلمان شہر خالی کر کے یکبارگی نہ نکل کھڑے ہوں۔ بجز اس حال کے کہ امام ہی نفیر عام کا حکم دے دے اور جہاد ہر فرد پر فرض عین ہو جائے جیسا کہ غزوۂ تبوک میں صورت ہوئی تھی۔ چنانچہ اس آیت میں حکم دیا گیا کہ آئندہ کے لئے نہ ہمیشہ یہ ضروری ہے نہ مصلحت ہے کہ سب مسلمان یکدم جہاد کے لئے نکل کھڑے ہوں یعنی ہر جہاد میں جانا فرض عین نہیں بلکہ فرض علی الکفایہ ہے۔ اس لئے مناسب یہ ہے کہ ہر قبیلہ اور قوم میں سے ایک جماعت جہاد کے لئے نکلے اور باقی لوگ دوسری ضروریات دین میں مشغول ہوں۔ جب کوئی لشکر جہاد کے لئے روانہ ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شہر میں مقیم ہوں تو ایک جماعت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں رہ کر تفقہ فی الدین یعنی دین کا علم اور دین کی سمجھ حاصل کرنا چاہئے۔ اور مجاہدین کی غیر موجودگی میں جو وحی اور معرفت کی باتیں سنیں ان سے واپسی کے بعد مجاہدین کو خبردار کریں۔ اور اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس جہاد کے لئے تشریف لے جارہے ہوں تو ہر قوم اور قبیلہ سے جو جماعت آپ کے ہمراہ نکلے گی وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہ کر دین اور احکام دینیہ کی سمجھ حاصل کرے گی اور واپس آ کر باقی ماندہ قوم کو مزید تعلیم و تجربہ کی بنا پر اچھے برے سے آگاہ کرے گی۔

حاصل اس آیت کا یہ ہے کہ جہاد فی نفسہ تو فرض کفایہ ہے جس کا تقاضہ یہ ہے کہ کچھ لوگ اس فریضہ کو انجام دیں اور کچھ لوگ دین کے دوسرے کاموں مثلاً احکام کی تعلیم و تعلم میں لگیں۔ ایک دم سب لوگ جہاد میں لگ جائیں گے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کون رہے گا اور آپ پر جو وحی کا نزول ہوگا اس سے استفادہ کی کیا صورت ہوگی کچھ لوگ اس کام کے لئے بھی وقف رہنے چاہئیں یہ پہلو تو دینی مصلحت کا

ہوا۔لیکن دنیاوی مصلحت تقاضا بھی یہی ہے کہ سب کے سب جہاد میں نہ چلے جائیں ورنہ دارالاسلام اور دارالخلافہ خالی رہ جائے گا جس سے دشمن کے حملہ آور ہونے کا خطرہ ہو سکتا ہے۔غرضیکہ ان دونوں مصلحتوں کی رعایت اور دونوں نقصان سے حفاظت ضروری ہے۔ہاں اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس خود بھی تشریف لے جائیں اور مسلمانوں کو حکم عام بھی جہاد کی شرکت کے لئے فرماویں تو پھر جہاد ہر مسلمان پر فرض عین ہو جائے گا ورنہ آبادی کا ایک حصہ جہاد کے لئے باہر جائے گا دوسرا حصہ شہر اور ملک ہی میں رہے اور احکام کی تعلیم اور دین کی سمجھ حاصل کرے۔

فقہاء نے لکھا ہے کہ اس آیت سے تحصیل علم دین کا وجوب نکلا اور اس کا فرض کفایہ ہونا ثابت ہوا۔پس ہر شہر اور ہر گروہ میں سے ایک تعداد کا علم دین کی طلب میں لگے رہنا واجب ہے ورنہ سب گنہگار ہوں گے۔

والدین کی اجازت کے بغیر جہاد میں جانا کیسا ہے

جب تک جہاد فرض عین نہ ہو جائے فرض کفایہ کے درجے میں رہے اس وقت تک اولاد کے لئے بغیر ماں باپ کی اجازت کے جہاد میں شریک ہونا جائز نہیں۔صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شریک جہاد ہونے کی اجازت لینے کے لئے حاضر ہوئے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت کیا کہ "کیا تمہارے والدین زندہ ہیں انہوں نے عرض کیا کہ ہاں زندہ ہیں آپ نے فرمایا **ففیھما فجاھد** یعنی بس تو اب تم ماں باپ کی خدمت میں رہ کر جہاد کرو۔مطلب یہ ہے کہ ان کی خدمت ہی میں تمہیں جہاد کا ثواب مل جائے گا۔دوسری روایت میں اس کے ساتھ یہ بھی مذکور ہے کہ اس شخص نے بیان کیا کہ میں اپنے ماں باپ کو روتا ہوا چھوڑ کر آیا ہوں۔آپ نے فرمایا کہ جاؤ ان کو ہنساؤ جیسا کہ ان کو رلایا ہے۔یعنی ان سے جا کر کہہ دو کہ میں آپ کی مرضی کے خلاف جہاد میں نہیں جاؤں گا۔(قرطبی)

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں میں بھی کفار سے جہاد کا سچا عزم نصیب فرمائیں اور ساتھ ہی دین کا علم حاصل کرنے کی توفیق مرحمت فرمائیں اور یا اللہ جو کچھ ہم کو دین کا علم حاصل ہو اس سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمایئے۔یا اللہ جملہ فرائض و واجبات میں ہم کو شرعی آداب ملحوظ رکھنے کی توفیق عطا فرمایئے اور ہم میں سے ہر ایک کو دین کی خدمت کا کوئی نہ کوئی حصہ نصیب فرمایئے۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً ۭ

اے ایمان والو ان کفار سے لڑو جو تمہارے آس پاس ہیں اور ان کو تمہارے اندر سختی پانا چاہیے

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۲۳﴾

اور یہ یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ متقی لوگوں کے ساتھ ہے

يٰٓاَيُّهَا اے	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وہ جو ایمان لائے	قَاتِلُوا لڑو	الَّذِيْنَ وہ جو	يَلُوْنَكُمْ نزدیک تمہارے	مِّنَ الْكُفَّارِ کفار سے
وَلْيَجِدُوْا اور چاہیے کہ وہ پائیں	فِيْكُمْ تمہارے اندر	غِلْظَةً سختی	وَاعْلَمُوْٓا اور جان لو	اَنَّ کہ	اللّٰهَ اللہ	مَعَ الْمُتَّقِيْنَ پرہیز گاروں کیساتھ

گذشتہ آیت میں بتایا گیا تھا کہ جہاد فی نفسہ فرض کفایہ ہے جس کا تقاضایہ ہے کہ کچھ لوگ اس فریضہ کو انجام دیں اور کچھ لوگ اجتماعی تقسیم کار کے اصول پر دین کے دوسرے کاموں مثلاً دینی احکام کی تعلیم و تعلم وغیرہ میں لگیں۔ اب اس آیت میں جہاد کی ترتیب کا ذکر ہے کہ اول جہاد ان کفار سے ہونا چاہئے جو مسلمانوں سے قریب تر ہوں بعدہٗ ان کے قریب رہنے والوں سے اسی طرح درجہ بدرجہ حلقہ جہاد کو وسیع کرنا چاہئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے جہاد اسی ترتیب سے ہوئے۔ ''دفاعی جہاد'' میں بھی فقہا نے یہی ترتیب رکھی ہے کہ جس اسلامی ملک پر کفار حملہ آور ہوں وہاں کے مسلمانوں پر دفاع واجب ہے اگر وہ کافی نہ ہوں یا سستی کریں تو ان کے متصل رہنے والے مسلمانوں پر، وہ کافی نہ ہوں تو پھر جو مسلمان ان سے متصل ہیں۔ اسی طرح اگر ضرورت پڑے تو درجہ بدرجہ مشرق سے مغرب تک جہاد فرض ہوتا چلا جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مدینہ کے اندر و باہر کچھ لوگ مسلمانوں کو ضرر پہنچانے کی انتہائی کوشش کرتے تھے۔ مدینہ کے یہودی اور دوسرے کفار ہر وقت مسلمانوں کی بیخ کنی کی تدبیروں میں سرگرم رہتے تھے۔ اس آیت میں مسلمانوں کو حکم ہوا کہ اسلام کے خلاف سازشوں کی بیخ کنی کرو اور کافروں سے قتال کرو اور جہاد میں ابتدا ان لوگوں سے ہونی چاہئے جو قریب ترین رہنے والے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی آیت کے موافق کفار سے جہاد کئے۔ چنانچہ اول مشرکین عرب سے قتال کیا اور پھر بنی قریظہ اور بنی نضیر اور خیبر کے یہود سے قتال کیا جو مدینہ کے ارد گرد رہتے تھے۔ پھر جب ان سے فارغ ہوئے تو شام کا قصد کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین نے بھی اسی پر عمل کیا۔ عرب سے فارغ ہو کر ملک شام، روم، عراق، فارس، مصر وغیرہ ممالک کو فتح کیا اور کفر کی بستیوں میں اسلام کا جھنڈا بلند فرمایا۔

پھر آیت میں مومن مجاہدین کی شان بتلائی کہ دشمنان دین و خدا کے معاملہ میں سخت و شدید ہونا چاہیے تاکہ نرمی اور ڈھیلا پن دیکھ کر دشمن جری نہ ہو جائے گویا موجودہ جنگی اصطلاح میں ملت کو ایک مستقل لام بندی کی حالت میں رہنا چاہئے یعنی اہل ایمان ہمیشہ اپنی جگہ پر مضبوط آمادۂ جہاد مستعد اور کیل کانٹے سے لیس رہیں تاکہ دشمن کی ہمت ہی نظر بد ڈالنے کی نہ پڑے۔

آیت کے اخیر میں وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ یعنی جان لو کہ اللہ تعالیٰ متقی لوگوں کے ساتھ ہے فرما کر متنبہ فرمادیا کہ جہاد و قتال کی بنیاد تقویٰ ہی پر ہونا چاہئے اس طرح اہل ایمان کو جہاد و قتال میں ایک طرف اخلاص کامل کی تعلیم دے دی اور طمع مال اور حصول شہرت وغیرہ کے راستے بند کر دیئے تو دوسری طرف ان کا علاقہ اللہ تعالیٰ سے جوڑ کر یہ بتلا دیا کہ تمہیں اب دشمنوں سے خوف و ہراس کی کیا بات ہے؟ کفار کی کثرت ان کے اسلحہ جنگ کی بہتات اور قوت و شوکت کی فراوانی سے اندیشہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ تمہاری نصرت کے لئے ہر قوی سے قوی تر ناصر و حافظ موجود ہے۔

مفسر ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ جن مسلمان سلاطین نے یہ تقویٰ کی شرط پوری کی اور احکام شریعت پر عمل جاری رکھا ان کے زمانہ میں فتوحات بھی برابر ہوتی رہیں اور جوں جوں وہ شرائط تقویٰ سے ہٹتے گئے فتح مندی بھی ان سے کنارہ کرتی گئی۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَإِذَا مَآ أُنزِلَتْ سُورَةٌ فَمِنْهُم مَّن يَقُولُ أَيُّكُمْ زَادَتْهُ هَٰذِهِۦٓ إِيمَٰنًا ۚ فَأَمَّا ٱلَّذِينَ

اور جب کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو بعض منافقین کہتے ہیں کہ اس سورۃ نے تم میں سے کس کے ایمان میں ترقی دی سو جو لوگ ایماندار ہیں

ءَامَنُوا۟ فَزَادَتْهُمْ إِيمَٰنًا وَهُمْ يَسْتَبْشِرُونَ ﴿۱۲۴﴾ وَأَمَّا ٱلَّذِينَ فِى قُلُوبِهِم

اس سورۃ نے ان کے ایمان میں ترقی دی ہے اور وہ خوش ہو رہے ہیں اور جن کے دلوں میں

مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا إِلَىٰ رِجْسِهِمْ وَمَاتُوا۟ وَهُمْ كَٰفِرُونَ ﴿۱۲۵﴾ أَوَلَا يَرَوْنَ

آزار ہے اس سورۃ نے ان میں ان کی گندگی کے ساتھ اور گندگی بڑھادی اور وہ حالت کفر ہی میں مر گئے۔ اور کیا ان کو نہیں دکھلائی دیتا

أَنَّهُمْ يُفْتَنُونَ فِى كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوبُونَ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُونَ ﴿۱۲۶﴾

کہ یہ لوگ ہر سال میں ایک بار دوبار کسی نہ کسی آفت میں پھنستے رہتے ہیں پھر بھی باز نہیں آتے اور نہ وہ کچھ سمجھتے ہیں۔

وَإِذَا مَآ أُنزِلَتْ سُورَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ هَلْ يَرَىٰكُم مِّنْ أَحَدٍ ثُمَّ

اور جب کوئی سورۃ نازل کی جاتی ہے تو ایک دوسرے کو دیکھنے لگتے ہیں کہ تم کو کوئی دیکھتا تو نہیں پھر

ٱنصَرَفُوا۟ ۚ صَرَفَ ٱللَّهُ قُلُوبَهُم بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُونَ ﴿۱۲۷﴾

چل دیتے ہیں خدا تعالیٰ نے ان کا دل پھیر دیا ہے اس وجہ سے کہ وہ محض بے سمجھ لوگ ہیں

وَإِذَا مَآ اور جب	أُنزِلَتْ نازل کی جاتی ہے	سُورَةٌ کوئی سورۃ	فَمِنْهُم تو ان میں سے	مَّن بعض	يَقُولُ کہتے ہیں	أَيُّكُمْ تم میں سے کسی	
زَادَتْهُ زیادہ کردیا اس کا	هَٰذِهِۦٓ اس نے	إِيمَٰنًا ایمان	فَأَمَّا سو جو	ٱلَّذِينَ وہ لوگ جو	ءَامَنُوا۟ وہ ایمان لائے		
فَزَادَتْهُمْ اس نے زیادہ کردیا ان کا	إِيمَٰنًا ایمان	وَهُمْ اور وہ	يَسْتَبْشِرُونَ خوشیاں مناتے ہیں	وَأَمَّا اور جو	ٱلَّذِينَ وہ لوگ جو		
فِى میں	قُلُوبِهِم ان کے دل	مَّرَضٌ بیماری	فَزَادَتْهُمْ اس نے زیادہ کردی اُنکی	رِجْسًا گندگی	إِلَىٰ طرف	رِجْسِهِمْ انکی گندگی	
وَمَاتُوا۟ اور وہ مرے	وَهُمْ اور وہ	كَٰفِرُونَ کافر	أَوَ کیا	لَا يَرَوْنَ وہ نہیں دیکھتے	أَنَّهُمْ کہ وہ	يُفْتَنُونَ آزمائے جاتے ہیں	
فِى كُلِّ عَامٍ ہر سال میں	مَّرَّةً ایک بار	أَوْ یا	مَرَّتَيْنِ دوبار	ثُمَّ پھر	لَا يَتُوبُونَ نہ وہ توبہ کرتے ہیں	وَلَا اور نہ	هُمْ وہ
يَذَّكَّرُونَ نصیحت پکڑتے ہیں	وَإِذَا مَآ اور جب	أُنزِلَتْ اتاری جاتی ہے	سُورَةٌ کوئی سورۃ	نَّظَرَ دیکھتا ہے	بَعْضُهُمْ ان میں سے		
إِلَىٰ کو	بَعْضٍ بعض	هَلْ کیا	يَرَىٰكُم دیکھتا ہے تمہیں	مِّنْ أَحَدٍ کوئی	ثُمَّ پھر	ٱنصَرَفُوا۟ وہ پھر جاتے ہیں	صَرَفَ پھیر دیئے
ٱللَّهُ اللہ	قُلُوبَهُم ان کے دل	بِأَنَّهُمْ کیونکہ وہ	قَوْمٌ لوگ	لَا يَفْقَهُونَ سمجھ نہیں رکھتے			

گذشتہ آیت میں کفار سے جہاد وقتال کا حکم دیا گیا تھا جہاد دو طرح کا ہوتا ہے ایک تو تلوار کے ذریعہ سے دوسرا برہان و حجت سے۔ منافقین چونکہ بظاہر اسلام کے مدعی تھے اس لئے ان کے مقابلہ میں تلوار سے جہاد کا حکم نہ تھا۔ لیکن برہانی جہاد ضروری تھا۔ منافقین اپنی باطنی خباثت سے اہل ایمان کو راہ حق سے روکتے تھے اور طرح طرح کے شکوک مسلمانوں کے دلوں میں ڈالنے کی کوشش کرتے تھے تو ان کے مقابلہ کے لئے جب تک ان کی فریب کاریاں ظاہر نہ کر دی جائیں اور مسلمانوں کو ان کی فتنہ پردازیوں کی اطلاع نہ دے دی جائے اس وقت تک فساد کی جڑ نہیں کٹ سکتی تھی کافر جو کھلم کھلا اسلام کے خلاف ریشہ دوانیاں کرتے تھے ان کی بندش کے لئے قتال کا حکم گذشتہ آیت میں دیا گیا۔ منافقین جو اندرونی طور پر شجرۂ اسلام کی جڑ کاٹنے کی کوشش کرتے تھے ان کے پول کھولنے کے لئے یہ آیات نازل ہوئیں۔

منافقین کی فریب کاریاں

عام قاعدہ یہ تھا کہ جب کوئی سورۃ نازل ہوتی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے اجتماع کا اعلان کراتے اور پھر مجمع عام میں اس سورۃ کو خطبہ کے طور پر تلاوت فرماتے۔ اس مجلس میں اہل ایمان کا حال تو یہ ہوتا کہ ہمہ تن متوجہ ہو کر سنتے اور کسی کو ایک دوسرے کی طرف توجہ کرنے کا خیال بھی نہ آتا۔ لیکن منافقین کا رنگ ڈھنگ کچھ اور ہوتا۔ وہ مجلس میں آتو اس لئے جاتے تھے کہ حاضری کا حکم تھا اور اجتماع میں شریک نہ ہونے کے معنیٰ اپنی منافقت کا راز خود فاش کر دینے کے تھے۔ مگر اس مجلس سے ان کو کوئی دلچسپی نہیں ہوتی تھی۔ نہایت بددلی کے ساتھ اکتائے ہوئے بیٹھے رہا کرتے اور اپنے آپ کو حاضرین میں شمار کرا لینے کے بعد انہیں بس یہ فکر لگی رہتی تھی کہ کسی طرح جلدی سے جلدی یہاں سے بھاگ نکلیں۔ ان کی اسی حالت کا بیان ان آیات میں فرمایا گیا ہے۔

منافقین کے دل بیمار ہیں

بتلایا جاتا ہے کہ جب قرآن پاک کا کوئی جدید حصہ نازل ہوتا تو منافقین بطور استہزا و از راہ تمسخر بھولے بھولے سادہ دل غرباء مسلمانوں سے کہتے کہ کیوں صاحب تم میں سے کس کس کا ایمان اس سورۃ نے بڑھایا۔ مطلب یہ تھا کہ معاذ اللہ اس سورۃ میں رکھا ہی کیا ہے کون سے حقائق و معارف ہیں جو ایمان و یقین کی ترقی کا موجب ہوں۔ حق تعالیٰ نے اس کا جواب دیا کہ بیشک کلام الٰہی سن کر مومنین کے ایمان میں تازگی اور ترقی ہوتی ہے اور ان کے دلوں میں فرحت اور روحوں میں سرور پیدا ہوتا ہے۔ ہاں جن کے دلوں میں کفر و نفاق کی بیماری اور گندگی ہے ان کی بیماری اور گندگی میں اضافہ ہو جاتا ہے حتیٰ کہ یہ بیماری ان کی جان ہی لے کر چھوڑتی ہے۔ تو یہ اپنے اپنے ظرف قابلیت کا اختلاف ہے اور صحت و مرض کا اختلاف ہے جن کی روحیں سعید ہیں ان کو قرآنی آیات سے مزید قوت ایمانی حاصل ہوتی ہے لیکن جن کے دل بیمار ہیں۔ اور روحیں نجس ہیں ان کو اس قرآنی پاکیزہ مفرح و مقوی غذا سے بجائے فائدہ کے نقصان ہوتا ہے۔ ان کی روحانی مرض اور کفر کی خباثت میں اور زیادتی ہو جاتی ہے۔

منافقین کی بے حسی

آگے منافقین کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ ہر سال کم از کم ایک دو مرتبہ ان منافقین کو فتنہ اور آزمائش میں ڈالا جاتا ہے۔ مثلاً قحط' بیماری وغیرہ کسی آفت ارضی و سماوی میں مبتلا ہوتے ہیں یا پیغمبر علیہ السلام کی زبانی ان کا نفاق اعلانیہ ظاہر کر کے رسوا کیا جاتا ہے یا جنگ و جہاد کے وقت ان کی بزدلی بے نقاب کر دی جاتی ہے مگر وہ ایسے بے حیا اور بدباطن واقع ہوئے ہیں کہ تازیانے کھا کر بھی ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ نہ پچھلی خطاؤں سے توبہ کرتے ہیں نہ آئندہ کو نصیحت پکڑتے ہیں۔

منافقین پر مجلس نبوی میں بیٹھنا گراں ہے

آگے مزید ان کی حالت بیان کی جاتی ہے کہ جب وحی نازل ہوتی ہے اور منافق مجلس میں موجود ہوتے ہیں تو کلام الٰہی کا سننا ان پر بہت شاق گزرتا ہے خصوصاً وہ آیات جن میں ان کے عیوب کھولے جاتے اور مجلس میں بیٹھنا گوارا نہ ہوتا مگر چونکہ کھلم کھلا اٹھ کر چلے جانے سے نفاق کے اظہار کا اندیشہ ہوتا اور یہ خیال ہوتا کہ کہیں مسلمان ہم کو منافق نہ سمجھنے لگیں اس لئے آپس میں ایک دوسرے کی طرف نظروں سے اشارے کرتے اور ادھر ادھر دیکھتے کہ مجلس میں کسی مسلمان نے ہم کو پرکھا نہ ہو۔ پھر نظر بچا کر

مجلس سے کھسک جاتے۔ ان کی اس حالت پر حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ مجلس نبوی سے کیا پھرے ان کا دل ہی اللہ نے ایمان سے بلکہ ہر خیر و طاعت سے پھیر دیا کہ وہ اپنے جہل وحماقت سے ایمان وعرفان کی باتوں کو سمجھنا اور قبول کرنا نہیں چاہتے اور یہ بے وقوف خود اپنے مفاد کو نہیں سمجھتے اور ان کو احساس نہیں کہ کتنی بڑی نعمت ہے جو اس قرآن اور ان پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے ان کو دی جا رہی ہے۔ اس نادانی اور حماقت کا نتیجہ یہ ہے کہ اللہ نے انہیں استفادہ کی توفیق سے محروم کر دیا۔

ایمان میں ترقی

یہاں جو آیت میں ایمانداروں کے متعلق فرمایا فَزَادَتْهُمْ إِيمَانًا یعنی ایمان دار جب کسی نئی نازل شدہ سورۃ کو سنتے ہیں تو ان کے ایمان میں زیادتی ہو جاتی ہے اور یہ قرآن کا سننا ان کے ایمان کو ترقی دیتا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ آیات قرآنیہ کی تلاوت وسماعت' ان میں غور وفکر اور ان کے مقتضیٰ پر عمل کرنے سے ایمان میں ترقی اور زیادتی ہوتی ہے یہ زیادتی نور ایمان اور حلاوت ایمان کی ہوتی ہے جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ انسان کو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت آسان نظر آنے لگتی ہے عبادت میں لذت محسوس کرنے لگتا ہے۔ گناہوں سے طبعی نفرت پیدا ہو جاتی ہے اور ان سے کلفت محسوس ہونے لگتی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ایمان جب قلب میں آتا ہے تو ایک سفید نورانی نقطہ جیسا ہوتا ہے۔ پھر جوں جوں ایمان میں ترقی ہوتی ہے تو یہ سفیدی بڑھتی جاتی ہے یہاں تک کہ سارا قلب نورانی ہو جاتا ہے اسی طرح کفر ونفاق شروع میں ایک سیاہ داغ کی طرح قلب پر لگتا ہے پھر جوں جوں معاصی کا ارتکاب اور کفر کی شدت بڑھتی جاتی ہے یہ نقطہ پھیلتا رہتا ہے یہاں تک کہ پورا قلب سیاہ ہو جاتا ہے اسی لئے صحابہ کرامؓ ایک دوسرے کہ کہا کرتے تھے کہ کچھ دیر مل کر بیٹھو۔ دین وآخرت کی باتوں کا مذاکرہ کرو تا کہ ہمارا ایمان بڑھے۔ (معارف القرآن)

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہماری اس تلاوت وسماعت قرآن کو ہمارے ایمان میں زیادتی کا سبب بنائیں۔ اور قرآنی انوار سے ہمارے قلوب کو منور فرمائیں۔ یا اللہ ہمارے قلوب کو ایمانی صفات سے مزین فرما اور منافقانہ خصلتوں سے بالکلیہ پاک فرما۔ یا اللہ ہم کو تلاوت وسماعت قرآن کا ذوق شوق عطا فرما اور ہم کو جو کچھ آپ کے احکام کا علم ہو اس پر دل وجان سے عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ

تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف لائے ہیں جو تمہاری جنس سے ہیں جن کو تمہاری مضرت کی بات نہایت گراں گزرتی ہے جو تمہاری منفعت کے بڑے خواہشمند

بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ۖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ

رہتے ہیں۔ ایمانداروں کے ساتھ بڑے ہی شفیق و مہربان ہیں۔ پھر اگر روگردانی کریں تو آپ کہہ دیجئے کہ میرے لئے اللہ تعالیٰ کافی ہے اس کے سوا کوئی

عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۲۹﴾

معبود ہونے کے کہ لائق نہیں میں نے اسی پر بھروسہ کر لیا اور وہ بڑے بھاری عرش کا مالک ہے

لَقَدْ جَآءَكُمْ البتہ تمہارے پاس آیا	رَسُوْلٌ ایک رسول	مِّنْ سے	اَنْفُسِكُمْ تمہاری جانیں	عَزِيْزٌ گراں	عَلَيْهِ اس پر	
مَا عَنِتُّمْ جو تمہیں تکلیف پہنچے	حَرِيْصٌ بہت خواہشمند	عَلَيْكُمْ تم پر	بِالْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں پر	رَءُوْفٌ انتہائی شفیق	رَّحِيْمٌ نہایت مہربان	
فَاِنْ تَوَلَّوْا پھر اگر وہ منہ موڑیں	فَقُلْ تو کہدیں	حَسْبِيَ مجھے کافی ہے	اللّٰهُ اللہ	لَآ نہیں	اِلٰهَ کوئی معبود	اِلَّا هُوَ اس کے سوا	عَلَيْهِ اس پر
تَوَكَّلْتُ میں نے بھروسہ کیا	وَهُوَ اور وہ	رَبُّ مالک	الْعَرْشِ عرش	الْعَظِيْمِ عظیم		

اخلاق نبوی کی ایک جھلک

گذشتہ آیات میں منافقین کی یہ حالت زار بیان کی گئی تھی کہ جب قرآنی سورۃ نازل ہوتی ہے اور ان کے سامنے برسرِ عام پڑھی جاتی ہے تو ان کو اس کے سننے سے ایسی وحشت و نفرت ہوتی ہے کہ وہاں بیٹھنا بھی گوارا نہیں ہوتا۔ کیونکہ ان کے دل حق کو سننے اور سمجھنے سے پھرے رہتے ہیں اس لئے خاتمہ سورۃ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف جمیلہ اور شفقت و رافت کو بیان کیا گیا ہے تاکہ خاتمہ کلام اس پر دلالت کرے کہ ایسے شفیق اور مہربان رسول کی دعوت و تبلیغ کے بعد حجت پوری ہو چکی ہے اس کے بعد بھی اگر یہ کفار و منافقین اپنی ضد و عناد پر قائم رہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمائی جاتی ہے کہ آپ اللہ پر توکل کیجئے اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت و نصرت کے لئے کافی ہے اور مخالفین کے شر سے محافظ و نگہبان ہے آپ ان معاندین کی ذرہ برابر پرواہ نہ کیجئے۔

پہلی بات فرمائی لَقَدْ جَآءَكُمْ یعنی یہودی اور عیسائی اور دیگر مذاہب و ملل والے جس نبی کے منتظر تھے بلاشبہ یقیناً وہ رسول آ گئے اور یہ تم پر خدا کا بڑا احسان ہے۔ ایسی صورت میں اللہ کے احسان کی قدر یہی ہے کہ اس کے رسول کا اتباع کیا جائے۔

دوسری صفت رَسُوْلٌ فرمائی یعنی جو رسول تمہارے پاس پہنچے ہیں وہ بڑے عظیم الشان اور عالی مرتبہ رسول ہیں یہ اللہ کا دوسرا بڑا احسان ہے کہ اس نے سب سے زیادہ عظمت والا رسول تمہاری ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا۔

تیسری بات مِّنْ اَنْفُسِكُمْ فرمائی یعنی اللہ کا تم پر یہ تیسرا احسان ہے کہ اس نے تمہاری قوم اور ملک میں سے اپنا رسول مبعوث فرمایا۔ ہو سکتا تھا کہ یہ شرف عرب کے علاوہ اور کسی قوم کو حاصل ہو جاتا مگر اللہ نے اپنی رحمت سے یہ شرف تم کو عطا فرمایا تم میں سے مبعوث ہونے کا ایک خاص فائدہ یہ ہے کہ تم آپ کے کل حالات سے واقف ہو اب بھی اگر تم کو آپ کی نبوت میں شک باقی رہے تو یہ اللہ کی احسان فراموشی اور اس کے انعام کی ناقدری ہے۔

چوتھی بات عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ فرمائی یعنی یہ اللہ کا چوتھا احسان ہے کہ اس نے ایسا رسول مبعوث فرمایا جو تمہارے دلی دردمند اور

خیر خواہ ہیں وہ چیز جو تم کو تکلیف دہ اور ضرر رساں ہے ان پر شاق وگراں ہے۔ کافروں کا کفر کرنا، مشرکوں کا شرک کرنا، منافقوں کا نفاق کرنا، گنہگاروں کا گناہ کرنا سب ان رسول پر سخت گراں ہے۔ ہر وہ چیز جو دنیا ودین میں تمہاری ہلاکت وبربادی کا باعث ہو ان پر شاق ہے۔

پانچویں صفت حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ فرمائی یعنی یہ اللہ کا پانچواں احسان ہے کہ وہ رسول تمہارے رفیق وشفیق ہیں۔ ان کی شفقت کی یہ حالت ہے کہ گویا وہ تمہاری بہبودی بھلائی اور ہدایت کے غایت درجہ حریص ہیں۔

چھٹی بات بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ فرمائی یعنی اللہ کا یہ چھٹا احسان ہے کہ وہ رسول اگرچہ تمام کائنات انسانی کے خیر خواہ ہیں مگر خصوصیت کے ساتھ وہ اہل ایمان پر مہربان اور رحیم وکریم ہیں۔ مومنوں کے خاص طور پر ہمدرد وغمگسار مونس وغمخوار اور حد درجہ مہربان ہیں۔

مقصود ان صفات اور احسانات سے بتلانا یہ ہے کہ انسانوں کو چاہیے کہ ایسے رسول کی قدر ومنزلت سمجھیں اور آپ کے حکم پر خوشی کے ساتھ چلیں۔ ایسے شفیق اور مہربان رسول کے اتباع سے انحراف تو کمال درجہ کی بیوقوفی اور انتہائی حماقت ہے۔

دعوت وتبلیغ کی اہمیت

مفسرین نے لکھا ہے کہ سورۃ کے آخر میں یہ مضمون اس لئے لانا مناسب ہوا کہ اس پوری سورۃ میں کفار سے برات قطع تعلق قتال وجہاد کا ذکر تھا جو دعوت الی اللہ کی آخری صورت ہے جبکہ زبانی دعوت وتبلیغ سے اصلاح کی توقع نہ رہے لیکن اصل کام انبیاء علیہم السلام کا یہی ہے کہ شفقت ورحمت اور ہمدردی وخیر خواہی کے جذبے سے خلق خدا کو خدا کی طرف آنے کی دعوت دیں اور ان کی طرف سے اعراض اور کوئی تکلیف پیش آئے تو اس کو اللہ کے سپرد کر دیں۔ اس پر توکل کریں کیونکہ وہ رب العرش العظیم ہے یعنی وہ کل کائنات عالم پر محیط ہے۔

عرش الٰہی

یہاں خاص طور پر عرش کا ذکر اس لئے کیا کہ وہ ساری مخلوق میں سب سے بڑھ کر ہے۔ اور عرش کی عظمت اور بڑائی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اس ساری دنیا میں آفتاب کئی گنا بڑا ہے۔ لیکن آفتاب کی حیثیت آسمان دنیا کے سامنے جو ہے وہ آنکھوں کے سامنے ہے اور آسمان دنیا یعنی آسمان اول دوسرے آسمان کے سامنے ہیچ ہے۔ اور اسی طرح دوسرا آسمان تیسرے آسمان کے سامنے ہیچ ہے اور اسی طرح تیسرا آسمان چوتھے آسمان کے آگے ہیچ ہے اور چوتھا پانچویں کے آگے اور پانچواں چھٹے کے آگے اور چھٹا آسمان ساتویں آسمان کے آگے ہیچ ہے۔ اور سارے آسمانوں کا مجموعہ کرسی کے سامنے ایسا ہے جیسے ایک بڑی ڈھال میں سات درہم ڈال دیئے اور پھر کرسی عرش الٰہی کے سامنے ایسی ہے جیسے کسی جنگل بیابان میں کوئی انگوٹھی پڑی ہو۔ پس کیا ٹھکانہ ہے عرش عظیم کی عظمت اور بڑائی کا۔

آیات مذکورہ کے خواص وفضائل

ابوداؤد میں حضرت ابودرداءؓ سے روایت ہے کہ جو صبح وشام ۷، ۷ مرتبہ
حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ
پڑھ لیا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام غم وفکر کو کافی ہو جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ اس کے تمام کام آسان فرما دیتے ہیں۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق یہ سورۂ توبہ کی آخری دو آیات جن کا یہاں بیان ہوا قرآن کریم کی آخری آیتیں ہیں ان کے بعد کوئی آیت نازل نہیں ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی۔ یہی قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ہے۔

دعا کیجئے: اللہ تبارک وتعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ ہم کو اسلام جیسا دین اور قرآن جیسی کتاب اور سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے نبی عطا فرمائے۔ یا اللہ ہم کو ان نعمتوں کی قدر شناسی اور شکر گزاری کی صحیح توفیق عطا فرما اور ہم کو اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا پکا اور سچا وفادار امتی بن کر زندہ رہنا اور اسی پر مرنا نصیب فرما۔ یا اللہ اس سورۃ میں ہم نے جو کچھ پڑھا اور سنا ہے اس پر ہم کو عمل پیرا ہونے کی توفیق کاملہ عطا فرما۔ اور جذبۂ جہاد سے ہمارے دلوں کو معمور فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ يُوْنُسَ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّ تِسْعُ اٰيَاتٍ وَّ اَحَدَ عَشَرَ رُكُوْعًا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں میں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں۔

الٓرٰ قف تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ﴿۱﴾ اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى

الٓرٰ۔ یہ پُرحکمت کتاب (یعنی قرآن) کی آیتیں ہیں۔ کیا اُن (مکہ کے) لوگوں کو اس بات سے تعجب ہوا کہ ہم نے اُن میں سے

رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَ بَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ

ایک شخص کے پاس وحی بھیج دی کہ سب آدمیوں کو (احکام خداوندی کے خلاف کرنے پر) ڈرایئے اور جو ایمان لے آئے اُنکو یہ خوشخبری

عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۲﴾

سنائے کہ اُن کے رب کے پاس (پہنچ کر) اُن کو پورا مرتبہ ملے گا۔ کافر کہنے لگے کہ نعوذ باللہ یہ شخص تو بلاشبہ صریح جادوگر ہے۔

الٓرٰ الرٰ	تِلْكَ یہ	اٰيٰتُ آیتیں	الْكِتٰبِ کتاب	الْحَكِيْمِ حکمت والی	اَكَانَ کیا ہوا	لِلنَّاسِ لوگوں کو	عَجَبًا تعجب
اَنْ کہ	اَوْحَيْنَآ ہم نے وحی بھیجی	اِلٰى طرف	رَجُلٍ ایک آدمی	مِّنْهُمْ ان سے	اَنْ کہ	اَنْذِرِ وہ ڈراتے	النَّاسَ لوگ
وَبَشِّرِ اور خوشخبری دے	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا جو لوگ ایمان لائے	اَنَّ کہ	لَهُمْ ان کیلئے	قَدَمَ پایہ	صِدْقٍ سچا	عِنْدَ پاس	
رَبِّهِمْ ان کا رب	قَالَ بولے	الْكٰفِرُوْنَ کافر	اِنَّ هٰذَا بیشک یہ	لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ کھلا جادوگر			

وجہ تسمیہ

اس سورۃ کے دسویں رکوع میں قوم حضرت یونس علیہ السلام کا ذکر آیا ہے جس سے اہل مکہ کو نصیحت کرنا مقصود ہے کہ یونس علیہ السلام کی قوم بروقت ایمان لے آئی تو اس ایمان نے ان کو نفع دیا اور عذاب خداوندی سے بچ گئے۔ اسی طرح اگر اہل مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئیں گے تو نفع حاصل کرنے والے ہو جائیں گے۔ اسی ذکر کی وجہ سے اس سورۃ کا نام سورۃ یونس ہو گیا۔

تمام صحابہ کرامؓ اس کو اسی نام سے موسوم کرتے تھے۔ یہ سورۃ مکی ہے مکہ میں ہجرت سے پہلے نازل ہوئی ہے۔

اب تک جن سورتوں کا بیان ہوا وہ زیادہ تر مدنی تھیں، جن میں صلوٰۃ۔ زکوٰۃ۔ صوم۔ حج۔ جہاد۔ میراث۔ نکاح۔ طلاق۔ قصاص۔ سیاست و معاملات وغیرہ کے احکام فقہی و تفصیلات شریعت زیادہ تھیں۔ اس سورۃ میں عام مکی سورتوں کی طرح عقائد اور اصول دین مثل توحید۔ رسالت، قیامت، آخرت، جزا و سزا وغیرہ کا بیان ہے۔

حروف مقطعہ

اس سورۃ کی ابتداء حروف مقطعۃ الٓرٰ سے فرمائی گئی ہے۔ اس قسم کے الفاظ کو جو بعض سورتوں کی ابتداء میں آئے ہیں حروف مقطعۃ کہتے ہیں۔ جن کے متعلق جمہور علمائے امت کا مسلک یہی ہے کہ اس قسم کے حروف کتاب خداوندی کے رموز ہیں جن کی مراد اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔ یا اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہو گا۔ اس لئے ان کی کوئی تفسیر نہیں کی جاتی۔ ان کے متعلق کلام خداوندی ہونے کا عقیدہ رکھے اور ان کے معنی اور تاویل کی فکر و تحقیق میں نہ پڑے بلکہ ان کی مراد کو اللہ کے علم کے سپرد کرے۔

پر حکمت کتاب

تلک ایٰت الکتٰب الحکیم. یہ پر حکمت کتاب یعنی قرآن مجید کی آیات ہیں جو آگے آتی ہیں۔ یعنی یہ آیتیں ایسی مضبوط اور محکم کتاب کی ہیں جن کی ہر بات پکی ہے۔ الفاظ اس لئے کہ ہمیشہ تبدیل وتحریف سے محفوظ رہیں گے۔ علوم اس لئے کہ تمام تر عقل وحکمت کے موافق ہیں۔ احکام اس وجہ سے کہ آئندہ کوئی دوسری ناسخ کتاب آنے والی نہیں۔ اخبار وقصص اس طرح کہ ٹھیک ٹھیک واقعہ کے مطابق ہیں۔ یہ آیات ہر قسم کے عیب وخلل سے پاک ہیں جس میں غلطی اور خطا کا امکان نہیں اور ایسا کیوں نہ ہو جبکہ خدائے علیم وحکیم نے اس کو اپنے علم کامل کے زور سے اتارا ہے اور جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اس قرآن کا نزول شروع ہوا اس وقت قریب قریب تمام عالم جہالت اور گمراہی کے سمندر میں غرق تھا۔ باطل عقائد اور بدکاریوں کی کالی گھٹائیں ہر طرف چھائی ہوئی تھیں۔

چونکہ کفار کے عقائد اور خیالات باطلہ کی تردید کے لئے سب سے پہلے یہ ضروری تھا کہ قرآن کا کتاب اللہ ہونا ثابت کیا جائے اس لئے سب سے اول ابتدائی آیت میں یہ بتایا گیا کہ قرآن کی یہ آیات جو نازل ہو چکیں۔ یا ہو رہی ہیں یا آئندہ ہوں گی یہ کتاب حکیم کے احکام ہیں جس کے اندر دین دنیا کی اصلاح کے قوانین ہیں۔ عقائد' عبادات' معاملات' سیاسیات' حقوق وغیرہ کے مکمل ضوابط موجود ہیں اور کوئی وجہ نہیں کہ اس کے الہامی اور منزل من اللہ ہونے کا انکار کیا جاسکے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر کفار کی غلط فہمیاں

اس کے بعد مسئلہ نبوت ورسالت کو بیان فرمایا جاتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت وسچائی کو ظاہر کیا جاتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر کفار مکہ کو تصدیق سے مانع تین امور تھے۔

ایک تو ان کو اس بات پر تعجب تھا کہ بھلا انسان کیونکر رسول ہو سکتا ہے۔ کسی آدمی کو اللہ سے اتنا قرب ہو جائے کہ اس کو رسول بنا دیا جائے یہ کس طرح ممکن ہے اگر دنیا میں رسول کا ہونا ہی ضروری تھا تو کوئی غیر انسان یعنی فرشتہ یا جن رسول بنا کر بھیجا جاتا۔ دوسرا شبہ کفار کو یہ تھا کہ اگر انسان ہی کو رسول بنایا جاتا تو کسی غیر معمولی فوق البشریت انسان کو بنایا جاتا۔ ہم میں سے ہی ایک معمولی انسان کے پاس کس طرح اللہ کا پیام آسکتا ہے۔ جو بالکل ہماری طرح پیدا ہوا ہو۔ جس کا کھانا پینا' چلنا پھرنا' سونا جاگنا' ہماری مثل ہے۔ تیسرا شبہ یہ تھا کہ اگر ہمارے ہی میں سے کسی آدمی کا نبی ہونا ضروری تھا تو یہ جزا وسزا کے احکام' ثواب وعذاب کا جھگڑا' بعد الموت کا قصہ' قیامت وحشر ونشر کا واقعہ جن کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تعلیم فرماتے تھے تو ان کی کیا ضرورت ہے۔

غرض انہی اسباب کے ماتحت کفار نے تعجب انگیز پیرایہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کیا۔

کفار کو تفہیم کہ تمہارا طرز فکر غلط ہے

اللہ تعالیٰ نے یہاں کافروں کے وجوہ تعجب کو انکاری طرز میں بیان فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اس میں تعجب کی کیا بات ہے کہ انسانوں کی صلاح وہدایت کے لئے حق تعالیٰ ایک انسان ہی کو مامور فرما دے اور اس کی طرف وہ پیغام بھیج دے۔ جس کی دوسروں کو بلاواسطہ خبر نہ ہو۔ وہ تمام لوگوں کو خدا کی نافرمانی کے مہلک نتائج سے آگاہ کرے اور خدا کی بات ماننے والوں کو بشارت سنائے کہ رب العزت کے ہاں اعمال صالحہ کی بدولت ان کا کتنا اونچا مرتبہ اور کیسا بلند پایہ ہے اور کیسی سعادت وفلاح ان کے لئے لکھی جا چکی ہے۔

بہرحال کفار ایک طرف تو وحی ورسالت کا انکار کرتے لیکن دوسری طرف وہ یہ بھی دیکھتے کہ ایسے معجزات آپ سے صادر ہوتے جو عام لوگوں سے نہیں ہو سکتے تھے تو کہتے کہ ان میں کوئی نہ کوئی بات ضرور ہے پھر جب اس کی کوئی توجیہ نہ بن پڑتی تو کہنے لگتے ہو نہ ہو یہ جادوگر ہیں اور قرآن جادوگری ہے۔ نعوذ باللہ۔

کفار کی خودفریبی

کفار کا یہ کہنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور قرآن کی حیرت انگیز تاثیر کی سب سے بڑی شہادت ہے۔ گویا آپ کی رسالت اور قرآن کا اثر اس درجہ نمایاں اور قطعی تھا کہ انکار اور عناد کے باوجود کفار بھی اس سے انکار نہیں کر سکتے تھے۔ ہاں اپنے ضمیر کو

جھٹلانے کے لئے جادوگری سے تعبیر کرنے پر مجبور ہو جاتے تھے اور اللہ کے رسول کے معجزات کو دیکھ کر آپ کو جادوگر بتلاتے تھے اور یہ نہیں سمجھتے تھے کہ دراصل ان کا متکبر اور مغرور نفس جو صفات فرعونیہ کا حامل تھا اصل جادوگر وہ ہے جس نے ان کی عقلوں کو مسحور کر دیا تھا کہ خدا کے برگزیدہ رسول کے سامنے تواضع اور انکسار کو اپنے لئے عار سمجھتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کو دیکھ کر کفار مکہ کا یہ کہنا کہ یہ تو صریح جادوگر ہیں ایسا ہی تھا جیسا کہ انبیائے سابقین کے معجزات کو دیکھ کر ان کی امت کے معاندین اور کفار نے ان کو جادوگر بتلایا تھا جیسا کہ قرآن شاہد ہے۔ الغرض کفار مکہ کا یہ قول بالکل غلط اور صریح کذب و بہتان تھا اس لئے کہ جو مکارم اخلاق اور محاسن اعمال اور حکمت نظریہ اور حکمت عملیہ کے حقائق و معارف بیان کرتا ہو اور حلال و حرام کی تفصیل کرتا ہو وہ کہاں سے جادوگر ہو سکتا ہے۔ اور کتاب حکیم جو اس پر نازل ہو رہی ہے وہ کہاں سے جادو ہو سکتی ہے اس لئے کہ سحر تو ایک ملمع کاری ہوتی ہے اس کو صدق و حقیقت سے کیا واسطہ۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہم کو اور تمام امت مسلمہ کو اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا وفادار پکا و سچا امتی بن کر زندہ رہنا نصیب فرما۔

یا اللہ! ہم آپ کی وحدانیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور قرآن کریم کی صداقت پر صدق دل سے ایمان لے آئے ہیں۔ یا اللہ ہم کو اس پر استقامت نصیب فرما اور جو بشارت اور خوشخبری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان والوں کے لئے سنائی ہیں یا اللہ وہ سب ہم کو دنیا اور آخرت میں نصیب فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی

بلاشبہ تمہارا رب (حقیقی) اللہ ہی ہے، جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ روز (کی مقدار) میں پیدا کر دیا پھر عرش (یعنی تخت شاہی)

عَلَی الْعَرْشِ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مَا مِنْ شَفِیْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ

پر قائم ہوا، وہ ہر کام کی (مناسب) تدبیر کرتا ہے۔ (اُس کے سامنے) کوئی سفارش کرنیوالا (سفارش) نہیں کر سکتا بغیر اسکی اجازت کے۔

رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۳﴾

ایسا اللہ تمہارا رب (حقیقی) ہے سو تم اسکی عبادت کرو۔ کیا تم پھر بھی نہیں سمجھتے۔

اِنَّ بیشک	رَبَّكُمُ تمہارا رب	اللّٰهُ اللہ	الَّذِیْ وہ جس نے	خَلَقَ پیدا کیا	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضَ اور زمین	فِیْ میں
سِتَّةِ چھ	اَیَّامٍ دن	ثُمَّ پھر	اسْتَوٰی قائم ہوا	عَلَی الْعَرْشِ عرش پر	یُدَبِّرُ تدبیر کرتا ہے	الْاَمْرَ کام	مَا نہیں
مِنْ کوئی	شَفِیْعٍ سفارشی	اِلَّا مگر	مِنْۢ بَعْدِ بعد	اِذْنِهٖ اس کی اجازت	ذٰلِكُمُ وہ ہے	اللّٰهُ اللہ	رَبُّكُمْ تمہارا رب
فَاعْبُدُوْهُ پس اس کی بندگی کرو	اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ سو کیا تم دھیان نہیں کرتے						

عقائد باطلہ کی تردید

اس آیت میں توحید الوہیت کی تلقین ہے اور اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ جب خلق اور امر دونوں اللہ ہی کی ذات کے ساتھ خاص ہیں یعنی وہی کائنات کی ہستی کا پیدا کرنے والا ہے اور اسی کے حکم و قدرت سے اس کا انتظام ہو رہا ہے تو عبادت میں کسی دوسرے کو اس کے ساتھ شریک کرنا کیسے ممکن ہے۔ تو اس آیت میں مشرکین عرب کے عقائد باطلہ کا رد ہو گیا جو اللہ کے وجود کے تو قائل تھے مگر شرک فی الصفات کرتے اور صفات الوہیت مخلوق میں مانتے تھے۔ اپنے دیوتاؤں اور جھوٹے معبودوں کو متصرف اور فاعل مختار جانتے اور ان کی پرستش اس لئے کرتے کہ وہ اللہ کے قرب کے حاصل ہونے کا ذریعہ ہیں اور بارگاہ الٰہی میں سفارش کریں گے اور ہمارے کام بنائیں گے۔ یہاں آیت میں بتلایا گیا کہ تمہارا پروردگار اور تمہارا معبود اور تمہارا مربی اور مدبر امور وہ اللہ ہے جس نے محض اپنی قدرت سے آسمانوں اور زمین کو چھ دن کی مقدار میں پیدا کیا اور عرش سے لے کر فرش تک تمام کائنات کو عدم سے وجود میں لایا اور یہ تمام کارخانہ اسی کی تدبیر اور حکمت سے چل رہا ہے۔ اس میں کوئی اس کا شریک اور حصہ دار نہیں۔ پھر وہ خلاق عالم۔ رب العلمین۔ احکم الحاکمین جب زمین آسمان اور تمام کائنات کو پیدا فرما چکا تو خلق عالم کے بعد اپنی شان کے موافق عرش پر جو تخت سلطنت کے مشابہ ہے جلوہ فرما ہوا جو تمام مخلوقات میں سب سے بڑا ہے اور اتنا بڑا ہے کہ ساتوں آسمان اور زمین بھی اس کے سامنے ہیچ ہیں اور اللہ تعالیٰ کا عرش پر قائم ہونا اس بنا پر نہیں کہ وہ کسی عرش یا فرش کا محتاج ہے اس لئے کہ وہ کون و مکان اور زمین و زمان کے پیدا کرنے سے پہلے موجود تھا اور اسی طرح وہ مکان و زمان کے پیدا کرنے کے بعد بھی اسی شان سے موجود ہے۔ معاذ اللہ عرش اللہ تعالیٰ کا مکان نہیں اور اس کی نشست گاہ نہیں کیونکہ جس چیز کے لئے مکان و جہت ہو وہ متناہی اور محدود ہوتی ہے اور جو محدود ہے وہ مخلوق ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ خالق ہے مخلوق نہیں۔ تو عرش عظیم معاذ اللہ اس کا مکان نہیں بلکہ اس کی شان احکم الحاکمینی کی جلوہ گاہ ہے۔ جہاں سے احکام خداوندی کا صدور ہوتا ہے اور کائنات کے ہر امر کی بلا شرکت غیرے وہ تدبیر و انتظام فرماتا

ہے۔اس میں کوئی اس کا شریک اور ساتھی نہیں۔اور کسی دوسرے کا دخیل ہونا تو در کنار۔کوئی اتنا بھی اختیار نہیں رکھتا کہ سفارش کے لئے بھی بدوں اس کی اجازت کے لب ہلا سکے اور کوئی حرف زبان سے نکال سکے۔

جب رب اللہ ہے تو معبود بھی وہی ہے

آگے نتیجہ کے طور پر بتلایا گیا ہے کہ جب فی الواقع اللہ ہی تمہارا رب ہے اور وہی تمام کاموں کی تدبیر وانتظام کرتا ہے تو اس کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ تم صرف ایک اللہ کی عبادت کرو۔اس کی عبادت میں کسی دوسرے کو شریک نہ کرو۔اخیر میں اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ (کیا تم پھر بھی نہیں سمجھتے) فرما کر یہ جتلا دیا کہ ایسے رب کے سوا جس کی صفات وقدرت اور حکمت وعظمت اوپر بیان ہوئیں دوسرا کون ہے جس کی پرستش یا بندگی یا عبادت کی جائے۔

آسمان وزمین کی تخلیق کا دورانیہ

اب یہاں آیت میں جو یہ فرمایا گیا خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ یعنی یہ سب آسمان اور زمین اتنے وقت میں پیدا کئے گئے جو چھ دن کے برابر تھا۔بعض مفسرین کا قول یہ ہے کہ یہاں دنیا کے چھ دن سے مراد چھ ہزار سال کی مقدار کا زمانہ ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ بہر حال مقصود ارشاد یہ ہے کہ زمین وآسمان دفعۃً بنا کر نہیں کھڑا کر دیئے گئے بلکہ بتدریج موجودہ شکل میں بمعہ تمام متعلقات کے مرتب ہوئے ہیں۔یوں تو اللہ تعالیٰ قادر تھے کہ ایک لحہ میں سب کچھ پیدا فرما دیتے۔مگر جس طرح اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ انسان کو ایک لحہ میں پیدا فرما دے مگر اس نے انسان کی پیدائش کے لئے مدت مقرر کر دی ہے جس میں اس کی بے انتہا حکمتیں ہیں جن کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے اسی طرح آسمان وزمین کو چھ دن کی مقدار میں پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ کی حکمتیں ہیں۔

استواء علی العرش

دوسری بات آیت میں ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ فرمائی گئی۔ یعنی پھر وہ عرش پر قائم ہوا۔ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ جسم اور جسمانیت سے بالکل پاک اور منزہ ہیں۔نہ اس کا وجود کسی خاص سمت وجہت سے تعلق رکھتا ہے نہ اس کا قیام کسی مکان میں اس طرح کا ہے جس طرح دنیا کی چیزوں کا قیام اپنی اپنی جگہ پر ہوا کرتا ہے۔پھر حق تعالیٰ کا عرش پر قائم ہونا کس طرح اور کس کیفیت کے ساتھ ہے۔یہ متشابہات میں سے ہے جس کو انسانی عقل وفہم نہیں پا سکتی۔اسی لئے قرآن کریم میں متشابہات کے بارہ میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔ وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ ۘ وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ (پارہ ۳ سورۃ آل عمران آیت ۷) یعنی ان کی صحیح مراد کیفیت اور حال سوائے خدا تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔اور مضبوط اور صحیح علم والے اس پر ایمان لانے کا اقرار کرتے ہیں۔اور اس کی حقیقت جاننے کے فکر میں نہیں پڑتے۔ اسی طرح قرآن وحدیث میں جہاں حق تعالیٰ کے لئے اعضائے مثل یدٌ وجہٌ ساق وغیرہ کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں ان کے متعلق جمہور علمائے امت کا عقیدہ یہی ہے کہ اس بات پر ایمان لایا جائے کہ یہ کلمات اپنی جگہ پر حق ہیں اور ان سے جو مراد حق تعالیٰ کی ہے وہ صحیح ہے باقی اس کی کیفیت اور حقیقت چونکہ انسانی عقل سے بالاتر ہے اس کو علم الٰہی پر چھوڑ دے۔صحابہؓ تابعینؒ اور سلف صالحین کا مسلک یہی ہے۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہم آپ کی ربوبیت والوہیت کا اقرار کرتے ہیں آپ ہی ہمارے اور کل کائنات کے پیدا کرنے والے پالنے والے اور ہر کام کی تدبیر فرمانے والے ہیں۔یا اللہ آپ واحد ہیں۔احد ہیں صمد ہیں۔وحدہٗ لاشریک ہیں۔اسی ایمان ویقین پر آپ ہم کو زندہ رکھیئے اور اسی پر موت نصیب فرمایئے۔یا اللہ آپ اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ پر ہم کو یقین کامل نصیب فرمایئے اور اسی اعتقاد توحید پر ہم کو تا زندگی قائم رکھیئے۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ اِنَّهٗ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ لِيَجْزِيَ

تم سب کو اللہ ہی کے پاس جانا ہے۔ اللہ نے (اس کا) سچا وعدہ کر رکھا ہے۔ بیشک وہ پہلی بار بھی پیدا کرتا ہے پھر وہی دوبارہ بھی (قیامت کو)

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ

پیدا کرے گا' تاکہ ایسے لوگوں کو جو کہ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے انصاف کے ساتھ (پوری پوری) جزا دے اور جن لوگوں نے

حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ۝۴

کفر کیا اُنکے واسطے (آخرت میں) کھولتا ہوا پانی پینے کو ملے گا اور دردناک عذاب ہوگا' اُنکے کفر کی وجہ سے۔

اِلَيْهِ اسی کی طرف	مَرْجِعُكُمْ تمہارا لوٹ کر جانا	جَمِيْعًا سب	وَعْدَ وعدہ	اللّٰهِ اللہ	حَقًّا سچا	اِنَّهٗ بیشک وہی	يَبْدَؤُا الْخَلْقَ پہلی بار پیدا کرتا ہے
ثُمَّ پھر	يُعِيْدُهٗ دوبارہ پیدا کریگا	لِيَجْزِيَ تاکہ جزا دے	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	اٰمَنُوْا ایمان لائے	وَعَمِلُوْا اور انہوں نے عمل کئے		
الصّٰلِحٰتِ نیک	بِالْقِسْطِ انصاف کے ساتھ	وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ جو	كَفَرُوْا کفر کیا	لَهُمْ اُن کیلئے	شَرَابٌ پینا ہے	مِّنْ سے	
حَمِيْمٍ کھولتا ہوا	وَعَذَابٌ اور عذاب	اَلِيْمٌ دردناک	بِمَا کیونکہ	كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ وہ کفر کرتے تھے			

آخرت کی زندگی یقینی اور ضروری ہے

آخرت کی زندگی کا مشرکین عرب کو انکار تھا۔ لہذا آخرت پر استدلال کے لئے اس آیت میں دو باتوں کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے ایک تو یہ کہ پہلی مرتبہ انسان کو اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے لہذا دوبارہ بھی انسان کو اللہ تعالیٰ پیدا کرے گا۔ پس اگر پہلی پیدائش پر یقین کرتے ہو تو دوسری پیدائش پر تمہیں تعجب اور انکار کیوں ہے؟ جو شخص یہ تسلیم کرتا ہو کہ خدا نے خلق کی ابتدا کی ہے وہ اس بات کو ناممکن یا بعید از فہم قرار نہیں دے سکتا کہ وہی خدا اس خلق کا پھر اعادہ کرے گا اور دوسری بات آخرت کے استدلال پر یہ فرمائی کہ جزائے عمل کا قانون چاہتا ہے کہ جس طرح ایک زندگی عمل کی آزمائش کے لئے ہے اسی طرح ایک زندگی جزائے عمل کے لئے بھی ہونی چاہئے۔

کیونکہ یہ دنیا لوگوں کے امتحان اور آزمائش کے لئے پیدا کی گئی ہے اور دنیا کے خالق نے لوگوں کو آزاد اور مطلق العنان نہیں چھوڑا ہے بلکہ اس دنیا کو ان کے لئے دار العمل بنایا ہے۔ پس ضروری ہے کہ خالق کی جانب سے امر بھی ہو اور نہی بھی ہو اور پھر اس دار العمل کے گزر جانے کے بعد ایک دار الجزاء بھی ہو جس میں نیکوکاروں کو جزاء و ثواب اور بدکاروں کو سزا و عذاب ملے تاکہ اچھے اور برے میں امتیاز ہو جائے۔ اور نیک اور بد میں فرق اور امتیاز عقلاً ضروری ہے تو گویا انسان کو دوبارہ پیدا کرنا عقل و انصاف کی رو سے ضروری ہے تاکہ جو لوگ خدا کو اپنا رب واحد مان کر صحیح بندگی کا رویہ اختیار کریں وہ اس کے مستحق ہیں کہ انہیں اپنے اس صحیح اور بجا طرز عمل کی پوری پوری جزا ملے اور جو لوگ حقیقت سے انکار کر کے اس کے خلاف زندگی بسر کریں وہ بھی اس کے مستحق ہیں کہ وہ اپنے اس بے جا طرز عمل کا برا نتیجہ دیکھیں۔ جب یہ جزا اور سزا موجودہ دنیوی زندگی میں جو امتحان اور مہلت کا وقت ہے پوری نہیں ہو رہی ہے تو اسے پورا کرنے کے لئے یقیناً آخرت کی دوبارہ زندگی ناگزیر ہے۔

مقصود تنبیہ سے یہ نکلا کہ تم ایمان لا کر مستحق جزا بنو اور کفر کر کے مستحق سزا نہ بنو۔

بعث بعد الموت

مرنے کے بعد زندہ ہونا یہ ایسا مسئلہ ہے کہ جو صرف مذہب اسلام کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ تمام کتب سماویہ بعث بعد الموت اور جزاء اعمال پر متفق ہیں۔ البتہ اس کے وقوع کی کیفیت میں اختلاف ہے۔ ہر مذہب میں حشر و نشر کی علیحدہ علیحدہ صورت بیان کی گئی ہے۔ مذہب اسلام یہ کہتا ہے کہ انسان مرنے کے بعد ایک بار دوبارہ جسمانی طور پر زندہ ہو کر خاک سے اٹھے گا اور اپنے اعمال دنیا کے مطابق جزا و سزا پائے گا۔ قرآن کریم نے بعث بعد الموت یعنی مر کر دوبارہ زندہ ہونے کو جس کو مشرکین عرب محال جانتے تھے اس کثرت اور صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ جس میں نہ انکار کی گنجائش ہے نہ تاویل کی۔ حق جل شانہٗ نے قرآن کریم میں بعث بعد الموت کو یعنی مر کر دوبارہ زندہ ہونے کو مختلف مثالوں اور دلیلوں کے ذریعہ واضح فرمایا ہے۔ مثلاً۔

جس طرح مردہ زمین بارش سے زندہ ہو جاتی ہے اسی طرح مردہ انسان بھی دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔

یا جس طرح ایک قطرہ ناچیز سے ایک سمیع بصیر انسان کا پیدا ہونا ممکن ہے اسی طرح انسان کے متفرق اور منتشر ذرات کو جمع کر کے دوبارہ اس کو پہلی ہیئت پر پیدا کرنا بھی ممکن ہے۔

یا جو خدا انسان کو پہلی مرتبہ پیدا کرنے پر قادر ہے وہ دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہے۔

یا جو خدا آسمان و زمین جیسی عظیم مخلوق کے پیدا کرنے پر قادر ہے وہ دوبارہ سات بالشت کے انسان کو پیدا کرنے پر کیوں قادر نہیں۔

یا نیند موت کی بہن ہے۔ پس جو خدا سلانے کے بعد دوبارہ زندہ کر کے اٹھا سکتا ہے وہ موت کے بعد بھی دوبارہ زندگی عطا کر سکتا ہے۔

الغرض خلاصہ یہ کہ انسانوں کو یہاں بتلایا جا رہا ہے کہ تم اپنے آپ کو ایک ذمہ دار مخلوق سمجھو اور یقین کر لو کہ ایک دن اللہ کے سامنے حاضر ہو کر جواب دہی کرنی ہوگی۔ جب کہ اطاعت گزار بندوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا اور اسی طرح نافرمانوں کو رنج و الم و عذاب دیا جائے گا۔

دعا کیجئے

یا اللہ آج اس دنیا میں اور اس زندگی میں ہمیں ان اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرما دیجئے کہ جو کل قیامت میں آپ کی رضا اور خوشنودی کا باعث ہوں اور ان اعمال و افعال سے بچا لیجئے جو آپ کی ناراضگی کا باعث ہوں۔

یا اللہ! ہمیں بعث بعد الموت پر ایسا یقین کامل عطا فرما کہ جو ہم ہر چھوٹے بڑے ظاہری و باطنی گناہ سے بچ جائیں اور ہمہ وقت آپ کی رضا کے فکر میں لگے رہیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

هُوَ الَّذِىْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ

وہ اللہ ایسا ہے جس نے آفتاب کو چمکتا ہوا بنایا اور چاند کو (بھی) نورانی بنایا اور اُس (کی چال) کیلئے منزلیں مقرر کیں تا کہ تم برسوں کی گنتی

السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ؕ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ

اور حساب معلوم کرلیا کرو اللہ تعالیٰ نے یہ چیزیں بے فائدہ نہیں پیدا کیں۔ وہ یہ دلائل اُن لوگوں کو صاف صاف بتلا رہا ہے جو دانش رکھتے ہیں۔

يَّعْلَمُوْنَ ۝۵ اِنَّ فِى اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِى السَّمٰوٰتِ

بلاشبہ رات اور دن کے یکے بعد دیگرے آنے میں اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ آسمانوں

وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَّقُوْنَ ۝۶

اور زمین میں پیدا کیا ہے اُن سب میں ان لوگوں کے واسطے (توحید کے) دلائل ہیں جو ڈر مانتے ہیں۔

هُوَ وہ | الَّذِىْ جس نے | جَعَلَ بنایا | الشَّمْسَ سورج | ضِيَآءً جگمگاتا | وَالْقَمَرَ اور چاند | نُوْرًا نور چمکتا | وَقَدَّرَهٗ اور مقرر کردیں اسکی

مَنَازِلَ منزلیں | لِتَعْلَمُوْا تا کہ تم جان لو | عَدَدَ گنتی | السِّنِيْنَ برس | وَالْحِسَابَ اور حساب | مَا خَلَقَ نہیں پیدا کیا | اللّٰهُ اللہ | ذٰلِكَ یہ

اِلَّا مگر | بِالْحَقِّ حق سے | يُفَصِّلُ وہ کھول کر بیان کرتا ہے | الْاٰيٰتِ نشانیاں | لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ علم والوں کیلئے | اِنَّ بیشک

فِىْ میں | اخْتِلَافِ بدلنا | الَّيْلِ رات | وَالنَّهَارِ اور دن | وَمَا اور جو | خَلَقَ اللّٰهُ اللہ نے پیدا کیا | فِى السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں

وَالْاَرْضِ اور زمین | لَاٰيٰتٍ نشانیاں ہیں | لِقَوْمٍ يَّتَّقُوْنَ پرہیزگاروں کیلئے

مظاہر کائنات سے قدرت الٰہی پر استدلال

جو شخص بھی ان عجائبات قدرت میں ذرا غور و فکر کرے گا تو سمجھ جائے گا کہ اس کارخانہ عالم کا خالق و صانع کوئی قادر اور حکیم ضرور ہے۔ کائنات عالم میں سے مثال کے طور پر یہاں سورج اور چاند اور رات دن کا ادل بدل اور یکے بعد دیگرے آنے جانے میں خدا کی قدرت اور اس کی وحدانیت کے دلائل اور نشانیاں موجود ہونا بتلایا گیا ہے۔ پھر یہ امور علاوہ دلائل قدرت کے اس کی بے مثال نعمتیں بھی ہیں جن سے خدائے واحد کی معرفت بھی حاصل ہوتی ہے اور اس کی عظمت و جلال سے دل پر ہو جاتا ہے۔

الغرض یہاں قدرت الٰہی کے اثبات میں سورج و چاند کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ اللہ ہی نے سورج و چاند میں روشنی پیدا کی یعنی مادہ کا فطری خاصہ کثافت و تاریکی ہے لیکن آفتاب و مہتاب کے مادہ کو اللہ نے ایسا روشن بنایا کہ جس سے تمام عالم روشن ہو جاتا ہے۔ پھر آفتاب و ماہتاب میں سے ہر ایک کے منازل اور مقامات رفتار کے ایسے پیمانے مقرر فرمائے جن سے سال مہینے اور تاریخ اور اوقات کے ایک ایک منٹ کا حساب معلوم کیا جا سکتا ہے۔ نہ کبھی ان کی رفتار میں فرق آتا ہے نہ کبھی اپنے راستہ سے آگے پیچھے ادھر ادھر ہوتے ہیں۔ نہ کبھی یہ گھستے اور ٹوٹتے پھٹتے ہیں۔ نہ کبھی ان میں ٹوٹ پھوٹ کی مرمت ہوتی ہے۔ جس شان سے قدرت خداوندی نے انہیں ازل سے چلا دیا تھا اسی شان سے برابر چل رہے ہیں اور جب تک حکم خداوندی ہے چلتے رہیں گے اور جب اسی قادر مطلق کا حکم ہوگا تو ٹوٹ پھوٹ کر ختم ہو جائیں گے۔

وقت کی پیمائش و تعیین کا نظام

اللہ تعالیٰ کی ان عظیم الشان نشانیوں شمس و قمر میں انسانوں کا علاوہ روشنی کے یہ فائدہ بھی بتلایا گیا کہ ان کے ذریعہ وہ سال اور مہینہ اور اس کی تاریخوں کا حساب معلوم کر سکتے ہیں اور یہ حساب بھی اگرچہ شمس و قمر دونوں ہی سے معلوم ہو سکتا ہے اور دنیا میں دونوں طرح کے سال اور مہینے شمسی اور قمری قدیم زمانہ سے رائج بھی ہیں لیکن چاند کے ذریعہ مہینہ اور تاریخ کا حساب مشاہدہ اور تجربہ سے ظاہر ہوتا ہے بخلاف سورج کے کہ اس کے حسابات سوائے سائنس دانوں اور ریاضی والوں کے دوسروں کو سمجھنا مشکل ہے۔ اس لئے احکام اسلام میں ہر جگہ ہر موقع پر قمری حساب کی رعایت رکھی گئی ہے کہ ان کی ادائیگی ہر شخص کے لئے آسان ہو خواہ وہ کوئی لکھا پڑھا آدمی ہو یا ان پڑھ ہو۔ شہری ہو یا دیہاتی ہو۔

اکثر اسلامی فرائض و احکام میں جیسے حج زکوٰۃ' روزہ' عدت وغیرہ قمری حساب سے رکھا گیا ہے مگر اس کے یہ معنی بھی نہیں کہ شمسی حساب لکھنا یا استعمال کرنا ناجائز ہے۔ بلکہ اس کا اختیار ہے کہ کوئی شخص روزہ' حج' زکوٰۃ' عدت وغیرہ کے معاملہ میں تو قمری حساب شریعت کے مطابق استعمال کرے اور اپنے کاروبار' تجارت' ملازمت وغیرہ میں شمسی حساب استعمال کرے مگر شرط یہ ہے کہ مجموعی طور پر مسلمانوں میں قمری حساب جاری رہے تاکہ رمضان اور حج وغیرہ کے اوقات معلوم ہوتے رہیں۔ اسی لئے فقہا نے قمری حساب باقی رکھنے کو مسلمانوں کے ذمہ فرض کفایہ قرار دیا ہے۔ مگر اس میں شک نہیں کہ سنت انبیاء اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سنت خلفائے راشدین قمری حساب ہی کے استعمال میں ہے اور اس کا اتباع موجب برکت و ثواب ہے۔

درس بصیرت

اہل بصیرت اور عقل و دانش رکھنے والا طبقہ جانتا ہے کہ یہ شمس و قمر اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہیں اللہ نے ان کو بے کار اور عبث نہیں پیدا کیا ہے۔ شمس و قمر یہ سب حکمت الٰہی کے مسخر اور قدرت خداوندی کے تابع ہیں۔ یہ خود نہیں پیدا ہو گئے۔ نہ ان میں خود کوئی تاثیر اور قدرت ہے۔ پھر یہ شب و روز کا اختلاف اور دن رات کا آنا جانا اور تمام کائنات ارضی و سماوی اپنے اندر خاص درس بصیرت رکھتی ہے مگر صرف انہی لوگوں کے لئے جو خالق کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ مصنوع سے صانع پر استدلال کرتے ہیں۔ شرک سے بچتے اور غیر اللہ سے منہ موڑ کر اللہ ہی سے رشتہ جوڑتے ہیں۔ بس ایسے ہی لوگوں کو ہر چیز میں اللہ کی قدرت اور اس کی ہستی کا وجود نظر آتا ہے۔ اور ایسے ہی سمجھ دار لوگ مصنوعات کے اس نظام کو دیکھ کر خداوند قادر و حکیم کی ہستی کا سراغ پاتے ہیں۔ بلاشبہ دنیا کی ہر چھوٹی بڑی چیز میں خدا کی ہستی اور وحدانیت کے دلائل موجود ہیں۔

چاند اور سورج کی تخصیص کی وجہ

مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں آیت میں شمس و قمر یعنی سورج چاند کا ذکر خاص طور پر اس لئے فرمایا کہ شمس پرستی اور قمر پرستی دنیا میں بہت عام رہی ہے اور اب تک ان کے پرستار موجود ہیں تو یہاں یہ حقیقت ظاہر کر دی کہ اللہ نے ان کو خود انسان کی خدمت و راحت اور نفع رسانی کے لئے پیدا کیا ہے تو انسان کی یہ کیسی شدید حماقت ہے کہ وہ الٹی انہیں کی پوجا پاٹ شروع کر دے۔

دعا کیجئے

یا اللہ بے شک یہ کائنات اور اس کی ہر چیز آپ نے اپنی قدرت سے حکمت و مصلحت کے ساتھ پیدا کی ہے اور ہر چیز آپ کے وجود کی شہادت دے رہی ہے اور ہر شے میں آپ کی وحدانیت کے دلائل موجود ہیں۔

یا اللہ آپ کی یہ قدرت کی نشانیاں دیکھ کر ہمیں اپنی توحید کو کامل بنانے اور ہر طرح کے شرک سے بچنے کی توفیق نصیب ہو۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَرَضُوْا بِالْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا وَالَّذِیْنَ

جن لوگوں کو ہمارے پاس آنے کا کھٹکا نہیں ہے اور وہ دنیوی زندگی پر راضی ہوگئے ہیں اور اس میں جی لگا بیٹھے ہیں (آئندہ کی کچھ خبر نہیں)

هُمْ عَنْ اٰیٰتِنَا غٰفِلُوْنَ ۝۷ اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ۝۸ اِنَّ الَّذِیْنَ

اور جو لوگ ہماری آیتوں سے بالکل غافل ہیں۔ایسے لوگوں کا ٹھکانا اُن کے اعمال کی وجہ سے دوزخ ہے۔اور یقیناً جو لوگ

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ یَهْدِیْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِیْمَانِهِمْ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ

ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے اُن کا رب اُن کو بوجہ اُنکے مومن ہونے کے اُنکے مقصد (یعنی جنت) تک پہنچادے گا۔اُن کے (مسکن کے)

الْاَنْهٰرُ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ۝۹ دَعْوٰىهُمْ فِیْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِیَّتُهُمْ فِیْهَا

نیچے نہریں جاری ہوں گی چین کے باغوں میں۔اُن کے منہ سے یہ بات نکلے گی کہ سُبحان اللہ! اور ان کا باہمی سلام یہ ہوگا

سَلٰمٌ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝۱۰

السلام علیکم! اور اُن کی (اُس وقت کی اُن باتوں میں) اخیر بات یہ ہوگی الحمد للہ رب العالمین۔

اِنَّ بیشک	الَّذِیْنَ وہ لوگ جو	لَا یَرْجُوْنَ امید نہیں رکھتے	لِقَآءَنَا ہمارا ملنا	وَ اور	رَضُوْا وہ راضی ہوگئے	بِالْحَیٰوةِ زندگی پر	الدُّنْیَا دنیا
وَاطْمَاَنُّوْا اور وہ مطمئن ہوگئے	بِهَا اس پر	وَالَّذِیْنَ اور جو لوگ	هُمْ وہ	عَنْ سے	اٰیٰتِنَا ہماری آیات	غٰفِلُوْنَ غافل	اُولٰٓئِكَ یہی لوگ
مَاْوٰىهُمْ ان کا ٹھکانہ	النَّارُ جہنم	بِمَا اس کا بدلہ	كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ وہ کماتے تھے	اِنَّ بیشک	الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا جو لوگ ایمان لائے		
وَعَمِلُوْا اور انہوں نے عمل کئے	الصّٰلِحٰتِ نیک	یَهْدِیْهِمْ انہیں راہ دکھائے گا	رَبُّهُمْ ان کا رب	بِاِیْمَانِهِمْ ان کے ایمان کی بدولت			
تَجْرِیْ بہتی ہوں گی	مِنْ سے	تَحْتِهِمُ انکے نیچے	الْاَنْهٰرُ نہریں	فِیْ میں	جَنّٰتِ باغات	النَّعِیْمِ نعمت	دَعْوٰىهُمْ انکی دعا
فِیْهَا اس میں	سُبْحٰنَكَ پاک ہے تو	اللّٰهُمَّ اے اللہ	وَتَحِیَّتُهُمْ اور ملاقات کے وقت کی دعا	فِیْهَا اس میں	سَلٰمٌ سلام	وَاٰخِرُ اور خاتمہ	
دَعْوٰىهُمْ ان کی دعا	اَنِ کہ	الْحَمْدُ تمام تعریفیں	لِلّٰهِ اللہ کیلئے	رَبِّ رب	الْعٰلَمِیْنَ سارے جہان		

دنیا پرست انسانی گروہ

یہاں ان آیات میں کائنات انسانی کے دو گروہوں کا ذکر ہے اور دونوں کا انجام بیان فرمایا گیا ہے۔ایک گروہ تو وہ ہے جس نے دنیا میں ایسا دل لگایا کہ آخرت کی اور خدا کے پاس جانے کی کوئی خبر ہی نہ رہی۔بس اسی چند روزہ حیات کو مقصود بنالیا۔نہ خدا کی طرف لوٹ کر جانے کا عقیدہ نہ حشر ونشر عذاب ثواب کا خیال۔بس جو کچھ ہے دنیوی زندگی ہے اور اس کا عیش وآرام مقصود ہے۔قدرت کی جو نشانیاں گذشتہ آیات میں بیان ہوئیں۔ان میں کبھی غور وفکر نہ کیا کہ ایسا مضبوط اور حکیمانہ نظام یونہی بیکار نہیں بنایا گیا۔ضرور اس سارے کارخانہ کا کوئی خاص مقصد ہوگا۔

دنیا پرستوں کا انجام

جب قدرت نے ساری مخلوقات کو انسان کا خادم بنادیا ہے تو انسان کے ذمہ بھی کوئی کام لگایا ہوگا۔ اور پھر اس کا اسے حساب بھی دینا ہوگا۔ جس کے لئے ضروری ہے کہ کوئی روز جزا اور روز حساب مقرر ہو۔ اسی کا دوسرا نام آخرت ہے۔

جو لوگ آیات قدرت سے غافل ہیں اور اس دنیا میں ایسے مطمئن ہو کر بیٹھے ہیں کہ گویا یہاں سے کہیں جانا ہی نہیں ہمیشہ یہیں رہنا ہے ان کو کبھی یہ دھیان نہیں آتا کہ اس دنیا سے ہر انسان کو رخصت ہونا ایسا یقینی اور ظاہر ہے کہ جس میں کبھی کسی کو شبہ ہی نہیں ہو سکتا۔ اور جب یہاں سے جانا یقینی ہے تو جہاں جانا ہے وہاں کی تیاری کچھ نہ کرنا اور وہاں سے احمقانہ غفلت میں پڑے رہنا یہ شقی اور بدنصیب گروہ کفار اور منکرین کا ہے اور انہوں نے اپنے دل و دماغ سے' زبان سے' ہاتھ پاؤں سے جو کچھ انہوں نے کمائی کی اس کا بدلہ آخرت میں دوزخ کی آگ ہے اور یہ سزا خود ان کے اپنے عمل کا نتیجہ ہے۔

اہل ایمان و یقین کا خوش بخت گروہ

الغرض اوپر تو حال کفار و منکرین قیامت کے گروہ کا بیان فرمایا گیا ان کے مقابل دوسرا گروہ وہ خوش نصیب بتلایا گیا جو اللہ کی توحید۔ الوہیت' ربوبیت' تصرف کل' قدرت کاملہ کا یقین رکھتا ہے۔ احکام الٰہی رسالت' قیامت' عذاب ثواب' حشر نشر جنت' جہنم پر ایمان رکھتا ہے اور ایمان کے مطابق نیک عمل بھی کرتا ہے۔

اہل ایمان و یقین کا انعام

اس گروہ کو ایمان کی بدولت اور اس کی روشنی میں حق تعالیٰ ان کو مقصد اصلی یعنی آخرت میں جنت تک پہنچائے گا اور جب یہ جنتی جنت کی نعمتوں اور خدا کے فضل و احسان کو دیکھیں گے تو سبحان اللہ پکاریں گے اور بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگنے کی خواہش ہوگی مثلاً کوئی پرندہ یا پھل یا اور کوئی رغبت کی چیز دیکھی تو سُبۡحٰنَكَ اللّٰهُمَّ کہیں گے۔ اے اللہ تو پاک ہے۔ اتنا سنتے ہی فرشتے وہ چیز فوراً حاضر کریں گے گویا یہی ایک لفظ تمام دعاؤں کے قائم مقام ہوگا۔ اور یہ جنتی ملاقات کے وقت ایک دوسرے کو سلام کریں گے جیسے دنیا میں مسلمانوں کا دستور ہے۔ نیز فرشتوں کا جنتیوں کو سلام کرنا بلکہ خود خداوند رب العزت کی طرف سے تحفۂ سلام کا آنا قرآن میں منصوص ہے۔ سورۂ یٰسٓ میں ہے۔ سَلٰمٌ قَوۡلًا مِّنۡ رَّبٍّ رَّحِیۡمٍ جنتیوں کی مزید حالت بیان کی گئی کہ جنت میں پہنچ کر جب دنیوی تفکرات اور کدورات کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اور محض سُبۡحٰنَكَ اللّٰهُمَّ کہنے پر ہر چیز حسب خواہش ملتی رہے گی تو جنتیوں کی ہر دعا کا خاتمہ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ پر ہوگا۔ یعنی اخیر میں اللہ کی حمد اور شکر کریں گے کہ اس نے اپنے فضل و کرم سے یہ نعمتیں عطا کیں۔

دنیا اور انسان کا تعلق

ان آیات پر غور کرنے سے اس دنیا سے انسان کا تعلق واضح طور پر سمجھ میں آتا ہے کہ انسان ایک مخلوق ہے جس کا اصل تعلق عالم آخرت سے ہے۔ جو لوگ انسان کو ایک ذمہ دار ہستی نہیں جانتے اور اللہ کے روبرو اپنے اعمال کا حساب دینے کے قائل نہیں ان کی نظر میں دنیا ہی سب کچھ ہے اور ظاہر بات ہے کہ ایسے لوگ قانون الٰہی کے سمجھنے اور اس کے پابند ہونے کی کوشش کیوں کرنے لگے جس کا نتیجہ یہ ہوگا ان کے اعمال انہیں لے جا کر جہنم میں جھونک دیں گے۔ برخلاف ان کے جو لوگ اللہ کو پہچان کر آخرت اور قیامت کے عقیدہ کے مقر ہوں گے اور اللہ کے سامنے حاضر ہونے اور سوال و جواب کی فکر رکھنے والے ہوں گے اور اس آخرت کی فکر کی بناء پر اللہ کی مقرر کردہ احکام و شریعت کے اس دنیوی زندگی میں پابند ہوں گے تو اس کو اس دنیا سے گزرنے کے بعد آخرت کے عالم میں ہر طرح کی سلامتی' راحت اور امن چین اور عیش و آرام کی زندگی ہمیشہ کے لئے میسر ہوگی جس پر وہ اللہ کا شکر ادا کریں گے اور مزے سے دائمی طور پر خوش و خرم رہیں گے۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو آخرت کا فکر اس دنیا میں عطا فرماویں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعۡوٰنَآ اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ

وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ إِلَيْهِمْ أَجَلُهُمْ فَنَذَرُ

اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں پر (اُن کے جلدی مچانے کے موافق) جلدی سے نقصان واقع کر دیا کرتا جس طرح وہ فائدہ کیلئے جلدی مچاتے ہیں تو اُن کا وعدہ (عذاب) کبھی کا پورا ہو چکا ہوتا۔

الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَاءَنَا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ الضُّرُّ

سو (اس لئے) ہم اُن لوگوں کو جن کو ہمارے پاس آنے کا کھٹکا نہیں ہے اُن کے حال پر (بلا عذاب چندروز) چھوڑے رکھتے ہیں کہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے

دَعَانَا لِجَنْبِهٖ أَوْ قَاعِدًا أَوْ قَائِمًا ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَأَنْ لَّمْ يَدْعُنَا

تو ہم کو پکارنے لگتا ہے لیٹے بھی، بیٹھے بھی، کھڑے بھی۔ پھر جب ہم اس کی وہ تکلیف اس سے ہٹا دیتے ہیں تو پھر اپنی پہلی حالت پر آ جاتا ہے کہ

إِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ ۚ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲﴾

گویا جو تکلیف اسکو پہنچی تھی اس کے ہٹانے کیلئے کبھی ہم کو پکارا ہی نہ تھا۔ ان حد سے نکلنے والوں کے اعمال (بد) اُن کو اسی طرح مستحسن معلوم ہوتے ہیں۔

وَلَوْ اور اگر	يُعَجِّلُ جلد بھیج دیتا	اللّٰهُ اللہ	لِلنَّاسِ لوگوں کو	الشَّرَّ برائی	اسْتِعْجَالَهُمْ جلد چاہتے ہیں	بِالْخَيْرِ بھلائی	لَقُضِيَ تو پھر ہو چکی ہوتی
إِلَيْهِمْ ان کی طرف	أَجَلُهُمْ انکی عمر کی میعاد	فَنَذَرُ پس ہم چھوڑ دیتے ہیں	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	لَا يَرْجُوْنَ وہ امید نہیں رکھتے			
لِقَاءَنَا ہماری ملاقات	فِيْ میں	طُغْيَانِهِمْ ان کی سرکشی	يَعْمَهُوْنَ وہ بھکتے ہیں	وَإِذَا اور جب	مَسَّ پہنچتی ہے	الْإِنْسَانَ انسان	
الضُّرُّ کوئی تکلیف	دَعَانَا وہ ہمیں پکارتا ہے	لِجَنْبِهٖ اپنے پہلو پر	أَوْ یا	قَاعِدًا بیٹھا ہوا	أَوْ اور	قَائِمًا کھڑا ہوا	فَلَمَّا پھر جب
كَشَفْنَا ہم دور کر دیں	عَنْهُ اس سے	ضُرَّهٗ اس کی تکلیف	مَرَّ چل پڑا	كَأَنْ گویا کہ	لَّمْ يَدْعُنَا ہمیں پکارا نہ تھا	إِلٰى کسی	ضُرٍّ تکلیف
مَّسَّهٗ اسے پہنچی	كَذٰلِكَ اسی طرح	زُيِّنَ بھلا کر دکھایا	لِلْمُسْرِفِيْنَ حد سے بڑھنے والوں کو	مَا جو	كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ وہ کرتے تھے		

اللہ تعالیٰ کا قانون مہلت اور مشرکین کی بے وقوفی

گذشتہ آیات میں منکرین آخرت کو عذاب نار کی وعید سنائی گئی تھی اور بتلایا گیا تھا کہ ایسے لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ کفار اس پر تکذیب کی غرض سے کہا کرتے تھے کہ ہم تو عذاب کی دھمکی کو جب حق سمجھیں کہ ہم پر یہاں دنیا ہی میں عذاب نازل ہو جائے۔ منکرین آخرت جو دنیا کی نعمتوں اور راحتوں میں مسرور تھے یہ شبہ کیا کرتے تھے کہ اب کیوں خدا ہم کو ہمارے برے کاموں کی سزا نہیں دیتا۔ آخرت پر عذاب کو کیوں موقوف کر رکھا ہے۔ کفار مکہ اکثر یہ بھی کہا کرتے تھے کہ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خدا کے سچے نبی ہیں تو ان کی مخالفت کرنے پر عذاب کیوں نہیں آتا اور ہم پر آسمان سے پتھر کیوں نہیں برستے اور ہم ہلاک کیوں نہیں کر دیئے جاتے۔ منکرین کے انہیں شبہات کا جواب یہاں دیا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ خدا ایسے مجرموں کو دنیا میں فوراً نہیں پکڑتا بلکہ مہلت اور ڈھیل دیتا ہے حالانکہ لوگوں کا حال یہ ہے کہ کبھی بے باک اور بے حیا بن کر خود اپنے اوپر جلد عذاب آنے کا مطالبہ کرتے ہیں یا کبھی دنیا میں حوادث سے تنگ آ کر اپنے یا اپنی اولاد وغیرہ کے حق میں بددعائیں کرنے لگتے ہیں۔ اب اگر خدائے تعالیٰ ان کی درخواست اور دعا کے موافق فوراً ہاتھوں ہاتھ کوئی عذاب یا برائی اسی قدر جلد ان کو پہنچا دے جتنی جلد وہ بھلائی کے پہنچنے کی خواہش رکھتے ہیں تو بدی کے وبال سے ایک منٹ

بھی فرصت نہ پائیں اور کب کی ان کو موت آ چکی ہوتی اور ان کا نام نشان بھی نہ رہتا مگر اللہ تعالیٰ کے یہاں نیکی اور بدی دونوں میں حسب حکمت و مصلحت تاخیر و تحمل ہوتا ہے۔ تاکہ نیک لوگ تربیت پائیں اور بدکار اپنی غفلت اور سرکشی میں پڑ کر پیمانۂ شرارت لبریز کریں۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کی حجت ان پر پوری ہو جائے اور یا عجب نہیں کہ کوئی اللہ کے اس حلم اور بردباری اور رحمت کو دیکھ کر شرمائے اور سنبھل جائے اور حق کو قبول کرلے۔ اس لئے منکرین اور مخالفین پر فوراً عذاب نازل نہیں کرتا۔ ویسے اللہ تعالیٰ کو ان کے پکڑنے پر ہر وقت قدرت ہے مگر وہ حلیم بھی ہے اور حکیم بھی ہے۔ اپنے لطف و کرم سے ان نادانوں کی پکڑ میں جلدی نہیں کرتا۔ یہ تو منکرین کو ان کے شبہات کا جواب دیا گیا کہ جس بنا پر فوری عذاب نہیں کرتا۔

انسان کی احسان فراموشی

آگے انسانوں کی ناشکری، ناسپاسی اور احسان فراموشی کا حال بیان کیا جاتا ہے کہ یہ انسان اول تو بے باکی سے خود عذاب طلب کرتا اور برائی اپنی زبان سے مانگتا ہے مگر کمزور اور بودا اتنا ہے کہ جہاں تکلیف پہنچی اور مصیبت اور سختی آئی تو غرور کا سارا نشہ کافور ہوا اور جب تک مصیبت رہی کھڑے لیٹے بیٹھے ہر حالت میں خدا کو پکارتا رہا پھر جہاں تکلیف ہٹائی گئی سب کہا سنا بھول گیا۔ گویا خدا سے کبھی کوئی واسطہ نہ تھا۔ وہی غرور، غفلت کا نشہ، وہی اکڑفوں رہ گئی جس میں پہلے مبتلا تھا۔

حق تعالیٰ نے کفار مکہ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی وجہ سے کبھی کچھ تکلیفیں نازل کیں تاکہ متنبہ ہو جائیں اور سنبھل جائیں مگر ان کا حال یہ رہا کہ جب مصیبت نے آ پکڑا اور نہایت درماندہ اور عاجز ہوئے تو اس وقت اپنے بتوں کو بھول بیٹھے اور اس وقت خدا یاد آنے لگا۔ گویا مصیبت کے ایک تازیانے نے سمجھا دیا کہ شرک سراسر باطل ہے۔ پھر جب خدا تعالیٰ نے ان کی تکلیف اور سختی دور کر دی تو پھر خدا کو بھول بیٹھے اور بدستور اپنے پہلے طریق کفر و غفلت پر چلنے لگے اور ایسا خدا سے غافل ہوئے گویا کبھی خدا کو پکارا ہی نہ تھا۔

مقصود یہاں یہ بتلانا ہے کہ کافر انسان نزول بلا کے وقت بے صبر اور حصول نعمت کے وقت ناشکرا ہے۔ تکلیف کے وقت اسے خدا یاد آتا ہے اور راحت کے وقت خدا کو بھول جاتا ہے اور یہ اس کی بے ایمانی کی دلیل ہے اور مومن کامل وہ ہے جو کسی وقت اپنے خدا کو نہ بھولے۔ بلا اور مصیبت میں صابر رہے اور راحت و نعمت میں شاکر رہے۔ یہاں ان آیات میں اس حقیقت کی طرف بھی اشارہ کیا جارہا ہے کہ توحید ایک فطری بات ہے۔ رنج و مصیبت کی حالت میں انسان کے اندر وجدانی طور پر یہ ولولہ اٹھتا ہے کہ ایک بالاتر ذات موجود ہے جو میرا دکھ درد دور کر سکتی ہے۔ گو جب پھر مصیبت دور ہو جاتی ہے تو پھر عیش و راحت کی غفلتوں میں پڑ کر اسے بھول جاتا ہے۔

دعا کیجئے

یا اللہ کفار و منکرین کی جس حالت کی شکایت آپ نے ان آیات میں فرمائی ہے تمام اہل اسلام کو اس حالت سے بچائیے اور رنج و غم اور مصیبت و تکلیف کے وقت تو آپ کو یاد کرنا اور پھر آپ کو بھول جانا اس سے ہم کو بچائیے۔

یا اللہ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم نے غفلت و جہل سے آخرت کی طرف سے غفلت برتی۔ یا اللہ اب ہماری آنکھیں کھول دے اور ہم کو ہر حال میں اور ہر آن میں اپنے سے صحیح و قوی تعلق نصیب فرمائیے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ

(جس طرح ہم نے ابھی بیان کیا ہے) اور ہم نے تم سے پہلے بہت سے گروہوں کو (انواع عذاب سے) ہلاک کر دیا ہے جبکہ انہوں نے ظلم کیا (یعنی کفر و شرک) حالانکہ اُنکے پاس اُنکے پیغمبر بھی

وَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۳﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ

دلائل لے کر آئے اور وہ (بوجہ غایت عناد کے) ایسے کب تھے کہ ایمان لے آتے ہم مجرم لوگوں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں (جیسا ہم نے ابھی بیان کیا ہے)

فِي الْاَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾

پھر اُن کے بعد ہم نے دنیا میں بجائے اُن کے تم کو آباد کیا تا کہ (ظاہری طور پر) ہم دیکھ لیں کہ تم کس طرح کام کرتے ہو۔

وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا اور ہم نے ہلاک کر دیں	الْقُرُوْنَ امتیں	مِنْ سے	قَبْلِكُمْ تم سے پہلے	لَمَّا جب	ظَلَمُوْا انہوں نے ظلم کیا
وَجَآءَتْهُمْ اور ان کے پاس آئے	رُسُلُهُمْ ان کے رسول	بِالْبَيِّنٰتِ کھلی نشانیوں کے ساتھ	وَمَا اور نہ	كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا ایمان لاتے تھے	
كَذٰلِكَ اسی طرح	نَجْزِي ہم بدلہ دیتے ہیں	الْقَوْمَ قوم	الْمُجْرِمِيْنَ مجرموں کی	ثُمَّ پھر	جَعَلْنٰكُمْ ہم نے بنایا تمہیں
خَلٰٓئِفَ جانشین	فِي الْاَرْضِ زمین میں	مِنْ بَعْدِهِمْ ان کے بعد	لِنَنْظُرَ تاکہ ہم دیکھیں	كَيْفَ کیسے	تَعْمَلُوْنَ تم کام کرتے ہو

گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ کفار اور منکرین حشر تکذیب کی غرض سے مطالبہ کیا کرتے تھے کہ عذاب واقعی کوئی چیز ہے تو ہم پر دنیا میں کیوں نہیں نازل ہوتا۔

اب یہ بتلایا جاتا ہے کہ اگر ان منکرین کی درخواست کے موافق جلدی اور فوری عذاب نہ آئے یا تکلیف و مصیبت آ کر ٹل جائے تو بے فکر نہیں ہونا چاہئے۔ ظلم و شرارت اور بے ایمانی کی سزا جلد یا بدیر مل کر رہے گی۔ سنت اللہ قدیم سے یہی ہے کہ جب لوگ انبیاء و مرسلین کے کھلے نشانات دیکھنے کے بعد بھی ظلم و تکذیب پر کمربستہ رہے اور کسی طرح ایمان و تسلیم کی طرف نہ جھکے تو بالآخر آسمانی عذاب نے ان کو ہلاک کر ڈالا۔ ہمیشہ مجرموں کو کسی نہ کسی رنگ میں سزا ملتی رہی ہے اور ہلاکت سے ہمکنار ہونا پڑا ہے۔ ہلاکت کی دو صورتیں ہیں۔ باطنی و ظاہری۔ باطنی ہلاکت تو یہ ہے کہ بظاہر اگرچہ آدمی صحیح و سالم تنومند اور فارغ البال ہو مگر اس کا دل مردہ ہو۔ باطن اس کا مسخ ہو چکا ہو۔ نور ایمان کی ایک جھلک بھی کسی وقت اس کے دل پر نہ پڑتی ہو۔ اس کو جو بات اور تدبیر سوجھتی ہو وہ روحانی تباہی کا باعث ہو۔ ظاہری ہلاکت کے یہ معنی ہیں کہ تمام اسباب عیش اور سامان راحت فنا ہو جائے۔ اہل و عیال اور مال و منال برباد ہو جائے۔ نسل منقطع ہو جائے۔ زندگی تباہ ہو جائے۔ اور بالآخر ذلت کی موت آ جائے۔ یہاں آیت میں دونوں طرح کی ہلاکت مراد ہے۔

جملہ اہل مکہ بلکہ اہل عرب کو خطاب ہے اور سنانا مقصود روئے زمین کے کل انسانوں کو ہے اور ان سے کہا جا رہا ہے کہ دیکھو تم سے پہلے بھی بہت سی قومیں اس دنیا میں گزری ہیں جنہوں نے حق عبودیت کو نہ پہچانا۔ پیغمبر اور انبیاء انکے سمجھانے کیلئے بھیجے گئے۔ واضح آیات اور کھلے کھلے نشانات دکھا کر راہ راست پر آنے کی دعوت دی گئی۔ لیکن انہوں نے ایک نہ سنی بالآخر جب انہوں نے حق کو نہ پہچانا اور صداقت کی تکذیب و انکار پر اصرار ہی کرتے رہے تو پھر خدا کی طرف سے انکو سزا دی گئی انکا نام و نشان صفحۂ ہستی سے مٹا دیا گیا۔ انکے اونچے اونچے محل، سرسبز باغات اور تمام سامان عیش خاک میں مل گیا اور ابدی بربادی نصیب ہوئی۔ تو اگر تم یہ نہیں چاہتے کہ جو انجام نافرمان قوموں کا ہوا ہے وہی تمہارا ہو تو پچھلی قوموں کی تاریخ سے سبق لو اور ان غلطیوں کا اعادہ نہ کرو جو ان کی تباہی کا موجب ہوئیں۔ اب پہلوں کی بجائے تم کو زمین پر بسایا تا کہ دیکھا جائے کہ تم کہاں تک خالق و مخلوق کے حقوق پہچانتے ہو اور خدا کے پیغمبر کیساتھ کیا معاملہ کرتے ہو۔ نیک و بد جیسے عمل کرو گے اسی کے مناسب تم سے برتاؤ کیا جائے گا۔ عقل کا تقاضا یہی ہے کہ انسان پچھلوں سے عبرت پکڑے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ

اور جب اُن کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں جو بالکل صاف صاف ہیں' تو یہ لوگ جن کو ہمارے پاس آنے کا کھٹکا نہیں ہے' (آپ سے) یوں کہتے ہیں کہ

غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ ۭ قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَاۗئِ نَفْسِيْ ۚ اِنْ

اسکے سوا کوئی (پورا) دوسرا قرآن (ہی) لائیے یا (کم سے کم) اس میں کچھ ترمیم کر دیجئے۔ آپ یوں کہہ دیجئے کہ مجھ سے یہ نہیں ہوسکتا کہ میں اپنی طرف سے اس میں ترمیم کروں۔ بس

اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۚ اِنِّىْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۵﴾

میں تو اسی کا اتباع کروں گا جو میرے پاس وحی کے ذریعہ سے پہنچا ہے اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو میں ایک بڑے بھاری دن کے عذاب کا اندیشہ رکھتا ہوں۔

قُلْ لَّوْ شَاۗءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ ڮ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا

آپ یوں کہہ دیجئے کہ اگر خدا تعالیٰ کو منظور ہوتا تو نہ میں تم کو یہ (کلام) پڑھ کر سناتا اور نہ اللہ تعالیٰ تم کو اس کی اطلاع دیتا۔ کیونکہ اس سے پہلے بھی تو میں ایک بڑے

مِّنْ قَبْلِهٖ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۶﴾ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَي اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ

حصہ عمر تک تم میں رہ چکا ہوں۔ پھر کیا تم اتنی عقل نہیں رکھتے۔ سو اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا' جو اللہ پر جھوٹ باندھے' یا اُس کی آیتوں

كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۱۷﴾

جھوٹا بتلادے۔ یقیناً ایسے مجرموں کو اصلا فلاح نہ ہوگی (بلکہ معذب ابدی ہوں گے)

وَاِذَا اور جب	تُتْلٰى پڑھی جاتی ہیں	عَلَيْهِمْ ان پر	اٰيٰتُنَا ہماری آیات	بَيِّنٰتٍ واضح	قَالَ کہتے ہیں	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	
لَا يَرْجُوْنَ امید نہیں رکھتے	لِقَآءَنَا ہم سے ملنے کی	ائْتِ تم لے آؤ	بِقُرْاٰنٍ کوئی قرآن	غَيْرِ هٰذَآ اس کے علاوہ	اَوْ یا		
بَدِّلْهُ بدل دو اسے	قُلْ آپ کہہ دیں	مَا يَكُوْنُ نہیں ہے	لِيْٓ میرے لئے	اَنْ کہ	اُبَدِّلَهٗ اُسے بدلوں	مِنْ سے	تِلْقَاۗئِ جانب
نَفْسِيْ اپنی	اِنْ اَتَّبِعُ میں نہیں پیروی کرتا	اِلَّا مَا مگر جو	يُوْحٰٓى وحی کی جاتی ہے	اِلَيَّ میری طرف	اِنِّىْٓ بیشک میں	اَخَافُ ڈرتا ہوں	
اِنْ اگر	عَصَيْتُ میں نے نافرمانی کی	رَبِّيْ اپنا رب	عَذَابَ عذاب	يَوْمٍ دن	عَظِيْمٍ بڑا	قُلْ آپ کہہ دیں	
لَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ اگر چاہتا اللہ	مَا تَلَوْتُهٗ نہ پڑھتا میں اسے	عَلَيْكُمْ تم پر	وَلَآ اَدْرٰىكُمْ اور نہ خبر دیتا تمہیں	بِهٖ اس کی			
فَقَدْ لَبِثْتُ تحقیق میں رہ چکا ہوں	فِيْكُمْ تم میں	عُمُرًا ایک عمر	مِّنْ قَبْلِهٖ اس سے پہلے	اَفَلَا سو کیا نہ	تَعْقِلُوْنَ عقل سے کام لیتے تم		
فَمَنْ سو کون	اَظْلَمُ بڑا ظالم	مِمَّنِ اس سے جو	افْتَرٰى باندھے	عَلَي اللّٰهِ اللہ پر	كَذِبًا جھوٹ	اَوْ كَذَّبَ یا جھٹلائے	
بِاٰيٰتِهٖ اس کی آیتوں کو	اِنَّهٗ بیشک وہ	لَا يُفْلِحُ فلاح نہیں پاتے	الْمُجْرِمُوْنَ مجرم				

قرآن کریم کے ساتھ مشرکین کے رویہ کا جواب

آگے اس معاملہ کا ذکر ہے جو قرآن کریم یا پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام یا خداوند قدوس عزوجل کے ساتھ انہوں نے کیا۔ مشرکین عرب اور منکرین حشر پیغمبر اسلام کی صداقت وفضیلت سے تو انکار نہیں کر سکتے تھے لیکن بت پرستی یا ان کے مخصوص عقائد ورسوم کا رد ہوتا تو وحشت کھاتے اور ناک بھوں چڑھا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے کہ اپنے خدا سے کہہ کر یا تو دوسرا قرآن لے آیئے جس میں یہ مضامین نہ ہوں اور اگر یہی قرآن رہے تو اتنے حصہ میں ترمیم کر دیجئے جو بت پرستی وغیرہ کی مذمت وغیرہ سے متعلق ہے۔ جن لوگوں نے پتھر کی مورتیوں پر خدائی اختیارات تقسیم کر رکھے تھے ان کی ذہنیت سے کچھ بعید نہیں کہ ایک پیغمبر کو اس طرح کے تصرفات و اختیارات کا مالک فرض کر لیں یا ان کا یہ کہنا بھی محض الزام اور استہزاء کے طور پر ہوگا۔ بہر حال اس کا تحقیقی جواب دیا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ کسی فرشتہ یا پیغمبر کا یہ کام نہیں کہ اپنی طرف سے کلام الٰہی میں ترمیم کر کے ایک شوشہ بھی تبدیل کر سکے۔ پیغمبر کا فرض یہ ہے کہ جو وحی خدا کی طرف سے آئے بلا کم و کاست اس کے حکم کے موافق چلتا رہے۔ وہ خدا کی وحی کا تابع ہوتا ہے۔ خدا اس کا تابع نہیں ہوتا کہ جیسا کلام تم چاہو خدا کے یہاں سے لا کر پیش کر دے۔ وحی الٰہی میں ادنیٰ سے ادنیٰ تصرف اور قطع برید کرنا بڑی بھاری معصیت اور جرم ہے۔ پھر جو معصوم بندے خدا کا سب سے زیادہ ڈر رکھتے ہیں یعنی انبیاء علیہم السلام وہ ایسی بات کے قریب کہاں جا سکتے ہیں۔ آگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے بتلایا گیا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان منکرین کو جواباً آپ کہہ دیجئے کہ جو خدا کو منظور ہوتا ہے اور اللہ چاہتا ہے میں وہی تمہارے سامنے پڑھتا ہوں اور جتنا وہ چاہتا ہے میرے ذریعہ سے تم کو خبردار کرتا ہے اور اگر وہ اس کے خلاف چاہتا تو میری کیا طاقت تھی کہ خود اپنی طرف سے ایک کلام بنا کر اس کی طرف منسوب کر دیتا۔

آخر میرے عمر کے چالیس سال تمہاری آنکھوں کے سامنے گزرے۔ اس قدر طویل مدت میں تم کو میرے حالات کے متعلق ہر قسم کا تجربہ ہو چکا۔ میری امانت ودیانت تم میں ضرب المثل رہی۔ میرا امی ہونا اور کسی ظاہری معلم سے لکھنا پڑھنا نہ سیکھنا ایک معروف و مسلم واقعہ ہے۔ پھر چالیس برس تک جس نے نہ کتاب کھولی ہو نہ قلم ہاتھ میں لیا ہو۔ نہ کسی درسگاہ میں بیٹھا ہو نہ کوئی قصیدہ لکھا ہو نہ کوئی شعر کہا ہو۔ دفعۃً ایسا کلام بنا لائے جو اپنی فصاحت و بلاغت' شوکت' سلاست وروانی سے جن وانس کو عاجز کر دے۔ اس کے علوم وحقائق کے سامنے تمام دنیا کے معارف ماند پڑ جائیں۔ ایسا مکمل اور عالمگیر قانون ہدایت نوع انسانی کے ہاتھوں میں پہنچائے کہ جو ابدی حیات اور نئی زندگی بخشنے والا ہو تو یہ بات کس کی سمجھ میں آ سکتی ہے۔ تم کو سوچنا چاہئے کہ جس انسان نے چالیس برس تک کسی انسان پر جھوٹ نہ لگایا ہو کیا وہ ایک دم ایسی جسارت کر سکتا ہے کہ معاذ اللہ خداوند قدوس پر جھوٹ باندھے اور افترا کرنے لگے۔ لامحالہ ماننا پڑے گا کہ جو کلام الٰہی تم کو سناتا ہوں اس کے بنانے یا پہنچانے میں مجھے کوئی اختیار نہیں۔ خدا جو کچھ چاہتا ہے میری زبان سے تم کو سنواتا ہے۔ ایک نقطہ یا زیر وزبر تبدیل کرنے کا کسی مخلوق کو حق حاصل نہیں۔ یہ جواب دیا گیا کفار مشرکین کے اس مطالبہ کا کہ یا تو دوسرا قرآن لے آیئے یا اس میں ترمیم کر دیجئے جو ہمارے عقائد کے خلاف نہ ہو جس میں بت پرستی اور ہمارے بتوں کی مذمت نہ ہو۔

تم ہی بتاؤ کہ حق پر کون ہے اور باطن پر کون؟

آگے فرمایا جاتا ہے کہ تم ان دو باتوں کا انکار نہیں کر سکتے ایک تو جو شخص اللہ پر افترا کرے اس سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں اور دوسرے جو کسی سچے کو جھٹلائے وہ بھی سب سے بڑھ کر شریر انسان ہے اب تم خود فیصلہ کر لو کہ ظالم اور مجرم کون ہے؟ اوپر جو دلیل بیان کی گئی اس سے میرا سچا ہونا ثابت ہے پس تم جو جہل وعناد سے خدا کے کلام کو جھٹلا رہے ہو تو اب روئے زمین پر تم سے بڑھ کر ظالم اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اور اللہ کا یہ قانون کہ مجرموں کو فلاح نہیں دیا کرتا چنانچہ اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ صادر ہو گیا کہ جو جھٹلا رہے تھے ان کا نام ونشان بھی نہیں رہا۔

حامل شریعت (صلی اللہ علیہ وسلم)

ان آیات میں اس حقیقت کو صاف تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم صرف حامل شریعت ہیں۔ بانی شریعت نہیں۔ احکام الٰہی کا اتباع آپ پر بھی اسی درجہ میں ضروری تھا جتنا کسی اور فرد بشر پر۔ فقہا نے یہیں سے یہ مسئلہ بھی نکالا ہے کہ بدعت نہایت سخت جرم ہے۔ دین میں نئی بات پیدا کرنے کا حق جب معصوم پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام تک کو حاصل نہ تھا تو کسی غیر معصوم کو کب اس کا حوصلہ ہوسکتا ہے۔ پھر قرآن کریم کے منجانب اللہ اور کلام الٰہی ہونے کی جو دلیل یہاں دی گئی ہے یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ اے اہل مکہ میں نے تمہارے سامنے نزول قرآن سے پہلے چالیس سال کی طویل مدت گزاری ہے اور اس زمانہ میں تم میرے چال چلن اور صدق و دیانت وامانت کا تجربہ کر چکے ہو کہ میں نے تمام عمر کبھی کسی دنیوی معاملہ میں جھوٹ نہیں بولا تو چالیس برس کے بعد یک لخت بیٹھے بٹھائے خدا پر کیسے بہتان باندھ سکتا ہوں اور کوئی جھوٹ بات کیسے کہہ سکتا ہوں۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جو ہم کو دین حق دین اسلام نصیب ہوا۔ یا اللہ ہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کا ظاہر میں اور باطن میں کامل اتباع نصیب فرما اور قرآن کے احکام کی فرمانبرداری نصیب فرما کہ ہم کو دین و دنیا دونوں جہاں میں صلاح وفلاح نصیب ہو۔

یا اللہ جیسے پہلے کفار ومشرکین آپ کے پیغمبروں کو جھٹلانے والے تباہ و برباد ہوئے۔ ایسے ہی اب بھی دشمنان دین اسلام کو جو امت مسلمہ کو مٹانے اور ظلم وستم کرنے پر کمربستہ ہیں۔ ہلاکت ظاہری و باطنی نصیب فرما۔ یا اللہ گذشتہ قوموں کے حالات سے ہم کو عبرت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا

اور یہ لوگ اللہ (کی توحید) کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ انکو ضرر پہنچا سکیں اور نہ اُن کو نفع پہنچا سکیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں'

عِنْدَ اللّٰهِ ۚ قُلْ اَتُنَبِّئُوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ۚ سُبْحٰنَهٗ

آپ کہہ دیجئے کہ کیا تم خدا تعالیٰ کو ایسی چیز کی خبر دیتے ہو جو خدا تعالیٰ کو معلوم نہیں نہ آسمان میں اور نہ زمین میں۔ وہ پاک

وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّآ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا ۚ وَلَوْلَا

اور برتر ہے ان لوگوں کے شرک سے۔ اور تمام آدمی ایک ہی طریقے کے تھے پھر (اپنی کجروائی سے) انہوں نے اختلاف پیدا کر لیا'

كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيْمَا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۹﴾

اور اگر ایک بات نہ ہوتی جو آپ کے رب کی طرف سے پہلے ٹھہر چکی ہے تو جس چیز میں یہ اختلاف کر رہے ہیں ان کا قطعی فیصلہ (دنیا ہی میں) ہو چکا ہوتا۔

وَيَعْبُدُوْنَ اور وہ پوجتے ہیں	مِنْ سے	دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا	مَا جو	لَا يَضُرُّهُمْ نہ ضرر پہنچا سکے انہیں	وَ اور	لَا يَنْفَعُهُمْ نہ نفع دے سکے انہیں	
وَ اور	يَقُوْلُوْنَ وہ کہتے ہیں	هٰٓؤُلَآءِ یہ سب	شُفَعَآؤُنَا ہمارے سفارشی	عِنْدَ اللّٰهِ اللہ کے پاس	قُلْ آپ کہہ دیں	اَتُنَبِّئُوْنَ کیا تم خبر دیتے ہیں	
اللّٰهَ اللہ	بِمَا اس کی جو	لَا يَعْلَمُ وہ نہیں جانتا	فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	وَ اور	لَا نہ	فِي الْاَرْضِ زمین مین	سُبْحٰنَهٗ وہ پاک ہے
وَتَعٰلٰى اور بالاتر	عَمَّا اس سے جو	يُشْرِكُوْنَ وہ شرک کرتے ہیں	وَمَا كَانَ اور نہ تھے	النَّاسُ لوگ	اِلَّا مگر	اُمَّةً وَّاحِدَةً امت واحدہ	
فَاخْتَلَفُوْا پھر انہوں نے اختلاف کیا	وَلَوْ اور اگر	لَا نہ	كَلِمَةٌ بات	سَبَقَتْ پہلے ہو چکی	مِنْ سے	رَّبِّكَ تیرا رب	لَقُضِيَ تو فیصلہ ہو جاتا
بَيْنَهُمْ ان کے درمیان	فِيْمَا اس میں جو	فِيْهِ اس میں	يَخْتَلِفُوْنَ وہ اختلاف کرتے ہیں				

مشرکین کے توہمات وخوش فہمیوں کی تردید

کفار مکہ اور مشرکین عرب کا عقیدہ تھا کہ دنیا کی ہر مصیبت کو ہمارے معبود سفارش کر کے دور کرا دیتے ہیں۔ ہر کام کے دیوتا مختار ہیں۔ اگر بالفرض عذاب وثواب کا جھگڑا ہوا بھی تو ہمارے یہ معبود سفارش اور شفاعت کر کے ہم کو رہا کرا لیں گے۔ اس کے رد میں اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں بتلایا کہ اللہ کو چھوڑ کر کفار ایسے باطل اور بے حقیقت معبودوں کی پرستش کرتے ہیں جو ان کو نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ نفع۔ اگر ان کی پرستش کی جائے تو فائدہ نہیں پہنچا سکتے اور پرستش نہ کی جائے تو ضرر نہیں دے سکتے۔ پھر ان کی عبادت کس خوف و رجاء کی وجہ سے ہے؟ جب مشرکوں سے یہ پوچھا جاتا تو کہتے کہ بیشک بڑا خدا تو ایک ہے جس نے آسمان زمین پیدا کئے مگر ان بتوں کو خوش رکھنا اس لئے ضروری ہے کہ یہ سفارش کر کے بڑے خدا سے دنیا میں ہمارے اہم کام درست کرا دیں گے اور اگر موت کے بعد دوسری زندگی کا سلسلہ ہوا تو وہاں بھی ہماری سفارش کر کے ہم کو چھڑا لیں گے۔ باقی چھوٹے موٹے کام جو خود ان کے حدود اختیار میں ہیں ان کا تعلق تو صرف ان ہی سے ہے اس بناء پر ہم کو ان کی عبادت کرنا چاہئے۔ عرب کے مشرکوں کا تو یہی عقیدہ تھا۔ عیسائی بھی اسی کے قائل ہیں کہ مسیح سولی پر چڑھ کر ہمارے گناہوں کا کفارہ ہو گئے۔ وہ باپ سے سفارش کر کے ہم کو عذاب سے بچا لیں گے۔ لیکن یہ ان کی خام خیالی ہے۔ بتوں کا

سفارشی ہونا اور سفارشی کا مستحق عبادت ہونا دونوں دعوے غلط اور بے اصل ہیں۔ حق تعالیٰ نے اس کے رد میں بتلایا کہ اللہ کے علم میں تمہارے سفارشیوں کا وجود ہی نہیں اور اللہ کے علم سے کوئی چیز خارج نہیں۔ پھر جب ایسے سفارشیوں کی ہستی کا علم آسمانوں وزمین میں کہیں خدا کو نہیں تو تم کہاں سے ایسے سفارشی لا سکتے ہو۔ یہ ایک نہایت لطیف انداز بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ تو جانتا نہیں کہ زمین یا آسمان میں کوئی اس کے حضور تمہاری سفارش کرنے والا ہے پھر یہ تم کن سفارشیوں کی اس کو خبر دے رہے ہو؟ یہ تمہارے خیالات فاسدہ ہیں۔ اللہ کے کارخانۂ قدرت میں ایسے سفارشی شریک نہیں ہو سکتے۔ وہ شریکوں سے پاک اور بری ہے۔ اس کی مرضی ومشیت میں کسی کو دخل نہیں۔

اللہ کا دین ایک ہی رہا ہے

مشرکین عرب لاجواب ہو کر کہہ دیا کرتے تھے کہ ہم اگر دیوتاؤں کی پرستش کرتے ہیں اور بتوں کو پوجتے ہیں تو یہ کوئی نئی بات نہیں۔ ہمیشہ سے یوں ہی ہوتا چلا آیا ہے۔ قدیم سے یہی دستور تھا۔ خدا نے ان کی پرستش کو تمہارے دین میں منع کیا ہوگا ہمارے دین میں منع نہیں کیا۔ اس کی تردید کرتے ہوئے جواب دیا جاتا ہے کہ تمہارا یہ کہنا غلط ہے۔ اللہ کا دین ہمیشہ سے ایک ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے لے کر مدت دراز تک سب لوگ فطرت کے موافق ایک ہی ملت اور ایک ہی گروہ یعنی موحد اور مومن تھے۔ کچھ مدت کے بعد فطرت الٰہیہ کے خلاف کجرووں اور گمراہوں نے اہل توحید سے اختلاف کر کے بت پرستی اور گمراہی اختیار کر لی۔ جب لوگ بہک کر جدا جدا ہو گئے خدا نے ان کو سمجھانے اور دین حق پر لانے کو انبیاء بھیجے۔ کسی زمانہ اور کسی ملت میں خدا نے شرک کو جائز نہیں رکھا۔ تو بت پرستی قدیم نہیں ہے بلکہ توحید قدیم ہے بت پرستی تو بعد کی انسانی دماغ کی ایجاد ہے۔

بت پرستی کی ابتداء کب اور کیسے ہوئی؟

روایات حدیث اور سیر سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے تک ایک ہی امت ایک ہی قوم موحدین کی تھی۔ شرک وکفر و بت پرستی کا نام نہ تھا۔ نوح علیہ السلام کے زمانہ میں شرک وکفر ظاہر ہوا۔ اور حضرت نوح علیہ السلام کو کفر وشرک کا مقابلہ کرنا پڑا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے نوح علیہ السلام تک ایک کافی طویل زمانہ ہے۔ توراۃ کے بیان کے مطابق حضرت نوح علیہ السلام حضرت آدم علیہ السلام کی دسویں پشت میں ہیں۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ قوم نوح میں بتوں کی پوجا بزرگوں کی پرستش سے شروع ہوئی۔ حضرت ابن عباسؓ کے بیان کے مطابق بت پرستی کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ بعض صالحین کا انتقال ہو گیا جن کے نام ودّ، سواع، یغوث اور یعوق نسرہ تھے۔ لوگوں نے ان کی تصاویر بنالیں تا کہ ان کے احوال اور عبادت وغیرہ کی یاد تازہ رہے۔ کچھ مدت کے بعد ان صورتوں کے مجسمے تیار کر لئے حتیٰ کہ کچھ دنوں بعد ان کی پرستش ہونے لگی اور یہ بت ان ہی بزرگوں کے نام سے موسوم کئے گئے۔ چنانچہ انبیائے اولوالعزم کا سلسلہ حضرت نوح علیہ السلام سے شروع ہوا اور وحی الٰہی سے سرتابی کرنے والوں پر اول عذاب حضرت نوح علیہ السلام کے وقت سے شروع ہوا۔ الغرض آدم علیہ السلام دنیا میں عقیدۂ توحید لے کر آئے اور ان کی اولاد اور نسل بھی ایک زمانہ تک انہی کے عقیدہ اور طریقہ توحید پر رہی۔ پھر بعد میں بعض نے اپنی کجروی سے اختلاف پیدا کیا اور توحید سے پھر کر شرک اختیار کیا۔ اس طرح شرک و بت پرستی قدیم نہیں، بلکہ توحید قدیم ہے اور بت پرستی صدیوں بعد کی چیز ہے جو شیطانی اغوا سے رائج ہوئی۔

ایک سوال کا جواب

اب یہاں ایک شبہ اور سوال یہ ہو سکتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس اختلاف کو شروع ہی سے کیوں نہ مٹا دیا؟ تو اس کا جواب دیا جاتا ہے کہ لوگوں کے باہمی اختلافات کو زبردستی اس لئے نہیں مٹایا گیا کہ پہلے سے خدا کے علم میں یہ بات طے شدہ تھی کہ یہ دنیا دارالعمل ہے۔ آزمائش اور امتحان کی جگہ ہے۔ قطعی اور آخری فیصلہ کی جگہ نہیں۔ یہاں انسانوں کو کسب واختیار دے کر قدرے آزاد چھوڑا گیا ہے کہ وہ جو راہ عمل چاہیں اختیار کریں اگر یہ بات پیشتر طے نہ ہو چکی ہوتی تو سارے اختلافات کا قطعی فیصلہ ایک دم کر دیا جاتا یعنی دنیا ہی میں

مشرکین اور مکذبین کو ہلاک کر دیا جاتا اور اہل حق کو بچالیا جاتا اور عذاب کے ذریعہ حق و باطل میں امتیاز ہو جاتا مگر اس نے اپنی حکمت سے آخری اور قطعی فیصلہ کیلئے قیامت کا دن مقرر کیا ہے۔ اس لئے کافروں پر دنیا میں فیصلہ کن عذاب نازل نہیں ہوتا جس کو وہ اپنی نادانی سے یہ سمجھتے ہیں کہ خدا ہم سے اور ہمارے دین سے راضی اور خوش ہے۔ جب تو ہمیں دنیا میں یہ برتری وبالائی اور ترقی وخوشحالی نصیب ہے۔ اس باطل نظریہ کی قرآن کریم نے کئی جگہ صاف صاف تردید فرمائی ہے۔ گذشتہ سورۂ توبہ ہی میں یہ آیت گزر چکی ہے۔ فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ یعنی جب یہ کفار ومنافقین ایسے مردود ہیں تو ان کے اموال اور اولاد آپ کو اس تعجب میں نہ ڈالیں کہ ایسے غیر مقبول مردود لوگوں کو اتنے انعامات کس طرح عطا ہوئے کیونکہ واقع میں ان کے لئے نعمت نہیں ایک قسم کا عذاب ہی ہے۔ کیونکہ اللہ کو صرف یہ منظور ہے کہ ان چیزوں کی وجہ سے دنیوی زندگی میں بھی ان کو گرفتار عذاب رکھے اور ان کی جان کفر ہی کی حالت میں نکل جاوے۔ جس سے آخرت میں بھی گرفتار عذاب ہوں تو جس مال واولاد کا یہ انجام ہو اس کو انعام سمجھنا ہی غلطی ہے۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہر طرح کے نفع ونقصان کے حقیقی مالک آپ ہی ہیں۔ اور بغیر آپ کے حکم کے نہ کوئی کسی کو کوئی نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان۔

یا اللہ ہمیں اس عقیدہ پر یقین کامل نصیب فرمایئے۔

یا اللہ ہر طرح کے شرک سے ہمارے قلوب کو پاک رکھئے اور مرتے دم تک ہماری حفاظت فرمایئے اور توحید کامل کے ساتھ اس جہان سے کوچ کر کے آخرت کی طرف جانا نصیب فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَيَقُولُونَ لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۚ فَقُلْ اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ فَانْتَظِرُوْا اِنِّيْ

اور یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ ان پر ان کے رب کی طرف سے کوئی معجزہ کیوں نہیں نازل ہوا۔ سو آپ فرما دیجئے کہ غیب کی خبر صرف خدا کو ہے (مجھ کو نہیں) سو تم بھی منتظر رہو

مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ۝ وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُمْ اِذَا

میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں اور جب ہم لوگوں کو بعد اس کے کہ ان پر کوئی مصیبت پڑ چکی ہو کسی نعمت کا مزہ چکھا دیتے ہیں تو فوراً ہی ہماری آیتوں کے بارے

لَهُمْ مَّكْرٌ فِيْٓ اٰيَاتِنَا ۭ قُلِ اللّٰهُ اَسْرَعُ مَكْرًا ۭ اِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُوْنَ مَا تَمْكُرُوْنَ ۝

میں شرارت کرنے لگتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ اس شرارت کی سزا بہت جلد دے گا۔ بالیقین ہمارے فرشتے تمہاری سب شرارتوں کو لکھ رہے ہیں۔

وَ اور	يَقُوْلُوْنَ وہ کہتے ہیں	لَوْلَآ اُنْزِلَ اگر نہ اتری	عَلَيْهِ اس پر	اٰيَةٌ کوئی نشانی	مِّنْ رَّبِّهٖ اس کے رب سے	فَقُلْ تو کہہ دیں	
اِنَّمَا اسکے سوا نہیں	الْغَيْبُ غیب	لِلّٰهِ اللہ کیلئے	فَانْتَظِرُوْا سو تم انتظار کرو	اِنِّيْ میں	مَعَكُمْ تمہارے ساتھ	مِّنَ سے	
الْمُنْتَظِرِيْنَ انتظار کرنے والے	وَاِذَآ اور جب	اَذَقْنَا ہم چکھائیں	النَّاسَ لوگ	رَحْمَةً رحمت	مِّنْۢ بَعْدِ بعد	ضَرَّآءَ تکلیف	
مَسَّتْهُمْ انہیں پہنچی	اِذَا اس وقت	لَهُمْ ان کیلئے	مَّكْرٌ حیلہ	فِيْٓ میں	اٰيَاتِنَا ہماری آیات	قُلِ آپ کہہ دیں	اللّٰهُ اللہ
اَسْرَعُ سب سے جلد	مَكْرًا خفیہ تدبیر	اِنَّ بیشک	رُسُلَنَا ہمارے فرشتے	يَكْتُبُوْنَ وہ لکھتے ہیں	مَا تَمْكُرُوْنَ جو تم حیلہ سازی کرتے ہو		

مشرکین کی فرمائشیں اور ان کا جواب

مشرکین عرب کی ایک عادت یہ بھی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی اپنی خواہش اور منشا کے موافق معجزات طلب کیا کرتے تھے۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات تمام انبیاء سے زائد تھے۔ ظاہری بھی اور معنوی بھی۔ حق تعالیٰ نے آپ کو جمیع اقسام عالم میں معجزات عنایت فرمائے۔ درحقیقت آپ کی تو ساری زندگی سرتا پا معجزہ ہی تھی لیکن یہ سب جویائے حق اور اہل بصیرت کے لئے تھی۔ باقی جو ازلی کافر اور معاند و متعصب تھے وہ از راہ عناد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مغلوب کرنے کی نیت سے بیہودہ طور پر فرمائشی معجزات طلب کرتے تھے۔ کبھی کہتے کہ یہ پہاڑ سونے کا ہو جائے۔ کبھی کہتے کہ فرشتے اتر کر ہم سے آپ کی رسالت وصداقت کا اظہار کریں۔ کبھی کہتے کہ فلاں فلاں کھانوں کا خوان آسمان سے نازل ہو جائے وغیرہ وغیرہ۔ غرض اسی قسم کی بے سروپا باتیں کرتے۔ ایک تو اس قسم کی فرمائشوں کی تکمیل ضابطۂ قدرت اور قانون نبوت کے خلاف تھی دوسرے یہ کہ یہ طلب معجزات معاندانہ تھی نہ کہ تحقیق حق کی راہ سے۔ چونکہ کسی معجزہ یا نشانی سے انہیں تسکین مقصود ہی نہیں ہوتی تھی۔ اس لئے کوئی اعجازی واقعہ یا حال دیکھتے تو اس کی کوئی مادی تاویل اور توجیہ پیدا کر لیتے اور اس پر اعتراض کر کے جھٹ دوسرے معجزہ کی فرمائش شروع کر دیتے۔ یہاں ان آیات میں اسی کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ کفار یہ کہتے ہیں کہ جن نشانیوں یا معجزات کی وہ فرمائش کرتے تھے ان میں سے کوئی نشانی کیوں نہ اتری؟ اس کا جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمایا گیا جس کا حاصل یہ ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کفار سے کہہ دیجئے کہ صداقت کے نشان پہلے بہت دیکھ چکے ہو۔ فرمائشی نشان دکھلانا ضروری نہیں۔ نہ چنداں مفید ہے۔ آئندہ جو خدا کی مصلحت ہوگی وہ نشان دکھلائے گا۔ اس کا علم خدا ہی کو ہے کہ مستقبل میں کس شان اور نوعیت کے نشان ظاہر کرے گا سو تم جیسے معاندین کا جواب اتنا ہی ہے کہ تم نتیجہ کے منتظر رہو

ہم بھی انتظار کرتے ہیں کہ تمہاری اس تکذیب کا نتیجہ کیا ظاہر ہوتا ہے۔ یعنی عنقریب دیکھ لوگے کہ خدا تعالیٰ میرے اور تمہارے درمیان کیا فیصلہ کرتا ہے۔ مطلب یہ کہ وہ حق کو باطل پر غلبہ دے گا۔

مشرکوں کی حیلہ سازیاں

آگے کفار کی ایک دوسری حالت کا بیان ہے کہ جن پر حق تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرنے کے باعث سات سال کا قحط مسلط کیا اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ بھوک کی وجہ سے مردار کی کھال اور درختوں کے پتے اور چھال تک کھا گئے۔ جب ہلاکت کے قریب پہنچ گئے تو گھبرا کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کی اور وعدہ کیا کہ یہ عذاب اٹھ جائے تو ہم ایمان لے آئیں گے۔ آپ نے دفع قحط کی دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے وہ بلا دفع کی۔ خوب بارش ہوئی اور فراخی حاصل ہوئی۔ اس وقت لازم تھا کہ کفر کو چھوڑ کر ایمان کی طرف رخ کرتے مگر انہوں نے ایسا نہ کیا۔ جونہی قحط دفع ہوا اور فراخی حاصل ہوئی پھر وہی شرارتیں کرنے لگے۔ بجائے اس کے کہ آپ کی دعا سے سات سالہ قحط شدید کے دور ہونے کو خدا کی قدرت اور نعمت کا کرشمہ اور آپ کی نبوت وصداقت کا نشان جان کر ایمان لاتے خدا کی آیتوں کو پھر جھٹلانے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر طعن اور جرح کرتے۔ اور اس انعام الٰہی کی نسبت ستاروں کی طرف کرنے لگے کہ یہ بارش فلاں ستارے اور فلاں برج کی تاثیر سے ہوئی ہے۔ اس پر حق تعالیٰ کی طرف سے ان کفار کو جواب دیا گیا کہ اچھا تم خوب مکر وفریب اور حیلہ بازی کرلو مگر یہ یاد رہے کہ تمہاری حیلہ سازیاں ایک ایک کر کے لکھی جارہی ہیں۔ وہ سارا دفتر قیامت کے دن تمہارے سامنے رکھ دیا جائے گا۔ پھر جب تمہاری کوئی حیلہ بازی فرشتوں سے مخفی نہیں تو خدا کے علم محیط سے کہاں باہر رہ سکتی ہے۔ تم اپنے مکر اور حیلہ سازی پر مغرور ہو حالانکہ خدا کی خفیہ تدبیر تمہارے مکر وتدبیر سے کہیں تیز ہے۔ وہ مجرم کی باگ اتنی ڈھیلی چھوڑ دیتا ہے کہ مجرم کو نشہ غفلت میں چور ہو کر سزا کا تصور بھی نہیں آتا۔ جب پیمانۂ شقاوت لبریز ہو جاتا ہے تو دفعۃً پکڑ لیا جاتا ہے۔ لہٰذا عاقل کو چاہئے کہ خدا کی نرمی اور بردباری اور خوش کن حالات کو دیکھ کر مغرور نہ ہو نہ معلوم نرمی کے بعد کیسی سختی آنے والی ہے۔

دعا کیجئے

یا اللہ شکوک وشبہات اور نفسانی اور شیطانی وساوس وخطرات سے ہمارے قلوب کی حفاظت فرما اور ہم کو اپنے وعدہ اور وعید پر یقین صادق نصیب فرما۔ یا اللہ ہمیں جو احکام آپ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی کتاب کے واسطہ سے پہنچے ہیں ان پر ایمان کامل نصیب فرما اور دین وآخرت سے غفلت سے ہمیں بالکلیہ محفوظ و مامون فرما۔ یا اللہ ہمیں ہر حال میں اپنی طرف رجوع ہونے کی توفیق عطا فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

هُوَ الَّذِیْ یُسَیِّرُکُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ حَتّٰۤی اِذَا کُنْتُمْ فِی الْفُلْکِ ۚ وَجَرَیْنَ بِهِمْ بِرِیْحٍ

وہ اللہ ایسا ہے کہ تم کو خشکی اور دریا میں لئے پھرتا ہے یہاں تک کہ جب (بعض اوقات) تم کشتی میں سوار ہوتے ہو اور وہ کشتیاں لوگوں کو موافق ہوا کے ذریعہ سے لے کر چلتی ہیں

طَیِّبَةٍ وَّفَرِحُوْا بِهَا جَآءَتْهَا رِیْحٌ عَاصِفٌ وَّجَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ کُلِّ مَکَانٍ وَّظَنُّوْۤا

اور وہ لوگ ان (کی رفتار) سے خوش ہوتے ہیں (اس حالت میں دفعتہً) اُن پر ایک جھونکا (مخالف) ہوا کا آتا ہے اور ہر طرف سے اُن پر موجیں اُٹھی چلی آتی ہیں

اَنَّهُمْ اُحِیْطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ۚ لَئِنْ اَنْجَیْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَکُوْنَنَّ

اور وہ سمجھتے ہیں کہ (برے) آ گھرے (اس وقت) سب خالص اعتقاد کر کے اللہ ہی کو پکارنے لگتے ہیں (کہ اے اللہ) اگر آپ ہم کو اس (مصیبت) سے بچالیں تو ہم ضرور

مِنَ الشّٰکِرِیْنَ ﴿۲۲﴾ فَلَمَّاۤ اَنْجٰهُمْ اِذَا هُمْ یَبْغُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ ؕ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ

حق شناس (مؤحد) بن جاویں۔ پھر جب اللہ تعالیٰ اُن کو (اس مہلکہ سے) بچالیتا ہے تو فوراً ہی وہ (اطراف واقطار) زمین میں ناحق کی سرکشی کرنے لگتے ہیں۔ اے لوگو!

اِنَّمَا بَغْیُکُمْ عَلٰۤی اَنْفُسِکُمْ ۙ مَّتَاعَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۫ ثُمَّ اِلَیْنَا مَرْجِعُکُمْ فَنُنَبِّئُکُمْ بِمَا

(سُن لو) یہ تمہاری سرکشی تمہارے لئے وبال (جان) ہونے والی ہے۔ (بس) دنیوی زندگی میں (چندے اس سے) حظ اُٹھا رہے ہو پھر ہمارے پاس تم سب کو آنا ہے۔

کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۳﴾

پھر ہم سب تمہارا کیا ہوا تم کو جتلا دیں گے (اور اس کی سزا دیں گے)

هُوَ وہی	اَلَّذِیْ جو کہ	یُسَیِّرُکُمْ تمہیں چلاتا ہے	فِی الْبَرِّ خشکی میں	وَالْبَحْرِ اور دریا	حَتّٰی یہاں تک	اِذَا جب	کُنْتُمْ تم ہو
فِی الْفُلْکِ کشتی میں	وَجَرَیْنَ اور وہ چلیں	بِهِمْ ان کے ساتھ	بِرِیْحٍ ہوا کے ساتھ	طَیِّبَةٍ پاکیزہ	وَفَرِحُوْا اور وہ خوش ہوئے	بِهَا اس سے	
جَآءَتْهَا اس پر آئی	رِیْحٌ ایک ہوا	عَاصِفٌ تند و تیز	وَجَآءَهُمُ اور ان پر آئی	الْمَوْجُ موج	مِنْ سے	کُلِّ مَکَانٍ ہر جگہ	
وَظَنُّوْا اور انہوں نے جان لیا	اَنَّهُمْ کہ وہ	اُحِیْطَ گھیر لیا گیا	بِهِمْ انہیں	دَعَوُا وہ پکارنے لگے	اللّٰهَ اللہ	مُخْلِصِیْنَ خالص ہو کر	لَهُ اس کے
الدِّیْنَ دین	لَئِنْ البتہ اگر	اَنْجَیْتَنَا تو نجات دے ہمیں	مِنْ سے	هٰذِهٖ اس	لَنَکُوْنَنَّ تو ہم ضرور ہوں گے	مِنَ سے	الشّٰکِرِیْنَ شکر گزار
فَلَمَّا پھر جب	اَنْجٰهُمْ انہیں نجات دے دی	اِذَا اس وقت	هُمْ وہ	یَبْغُوْنَ سرکشی کرنے لگے	فِی میں	الْاَرْضِ زمین	بِغَیْرِ الْحَقِّ ناحق
یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اے لوگو	اِنَّمَا اس کے سوا نہیں	بَغْیُکُمْ تمہاری شرارت	عَلٰۤی پر	اَنْفُسِکُمْ تمہاری جانیں	مَتَاعَ فائدے	الْحَیٰوةِ زندگی	
الدُّنْیَا دنیا	ثُمَّ پھر	اِلَیْنَا ہماری طرف	مَرْجِعُکُمْ تمہیں لوٹنا	فَنُنَبِّئُکُمْ پھر ہم بتلا دیں گے تمہیں	بِمَا وہ جو	کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ تم کرتے تھے	

مشرکین کی عجیب صورتحال

گذشتہ آیات میں مشرکین کی ایک معاندانہ حالت کا ذکر ہوا تھا کہ جب ان کے سر پر کوئی بڑی مصیبت پڑتی ہے تو اللہ کو پکارنے لگتے ہیں اور

جب اللہ نے وہ سختی اور مصیبت ہٹا دی تو پھر اعراض اور کفران نعمت کرنے لگتے ہیں اور آیات الٰہیہ کے ساتھ تکذیب اور استہزاء سے پیش آنے کی شرارت کرنے لگتے ہیں جس پر انہیں سزا کی وعید سنائی گئی تھی۔

مشرکین کی ناشکری کی ایک دلیل

مشرکین کی اسی عادت اور خصلت سے متعلق ایک مثال بحری سفر کی یہاں ان آیات میں بیان فرمائی جاتی ہے اور مشرکین عرب کی نافرمانی اور کفران نعمت اور ناحق شناسی کی جس سے تصدیق ہوتی ہے۔ جس پر انہیں زجر وتنبیہ فرمائی جاتی ہے۔ چنانچہ جب کشتیوں میں سوار ہو کر لوگ دریائی یا سمندری سفر کو نکلتے ہیں اور ہوا خوشگوار اور موافق ہوتی ہے تو کشتیاں خوب چلتی ہیں تو مسافر خوش وخرم ہنستے کھیلتے آرام سے چلے جاتے ہیں لیکن جب ہوا مخالف ہوئی۔ تند جھونکے آنے لگے اور طوفانی صورتحال زور پر ہوئی اور چاروں طرف سے پانی کے پہاڑ اٹھ کر کشتی یا جہاز سے ٹکرانے لگے اور موجوں نے ہر طرف سے گھیر لیا اور غرق ہو جانے کا یقین ہو گیا اور سمجھ لیا کہ اب ہر طرف سے موت کے منہ میں گھر گئے۔ بھاگنے اور نکلنے کی کوئی سبیل نہیں تو سارے فرضی معبودوں کو چھوڑ کر خدائے واحد قادر مطلق کو پکارنے لگتے ہیں جو اصل فطرت انسانی کا تقاضا تھا۔ ہر چیز سے مایوس ہو کر خالص خدا کی بندگی کے عہد وپیمان کرنے لگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر اس مصیبت سے خدا نے نجات دی تو ہمیشہ اس کے شکر گزار رہیں گے۔ کوئی بات کفران نعمت کی نہ کریں گے لیکن جب اللہ نے بچا دیا اور بیڑا پار لگ گیا اور کشتی منزل مقصود پر پہنچ گئی اور ساحل پر امن نصیب ہوا تو پھر شرارتیں اور سرتابی شروع کر دیتے ہیں اور زمین میں ناحق سرکشی کرنے لگتے ہیں اور حسب سابق کفر وشرک کرنے لگتے ہیں۔ اور جو وعدہ مصیبت کے وقت انہوں نے اللہ سے کیا تھا اسے بھلا دیتے ہیں حق تو یہ تھا کہ جب اللہ نے ان کی جان بچا دی تھی تو شکر کرتے مگر بجائے اس کے شرک کرنے لگے۔

اس شرک وشرارت کا انجام

آگے تمام کو یَاَیُّهَا النَّاسُ سے خطاب فرما کر کہا گیا کہ اے لوگو! اس شرارت شرک انگیزی اور نافرمانی کا نتیجہ بدخود تم کو اٹھانا پڑے گا اور تمہاری شرارتوں کا وبال تمہیں پر پڑے گا۔ تم خیال کرتے ہو کہ ہم خدا کو دھوکہ دے کر کامیاب ہو گئے۔ مال ودولت صحت وقوت سب کچھ حاصل ہم کو حاصل ہو گیا۔ اب کوئی ہمارا کیا بگاڑ سکتا ہے۔ تو یہ خیال تمہارا غلط ہے۔ خوب یاد رکھو کہ دنیا کے جس عیش وطرب مال ومنال اور اہل وعیال پر پھولے ہوئے ہو وہ چند روزہ ہے۔ ناپائیدار ہے۔ فانی ہے۔ دنیوی زندگانی کے مزے اور آرام عنقریب اٹل ہونے والے ہیں۔ کچھ دنوں عیش کر لو۔ آخر میں تو تم سب کو خدا ہی کی طرف لوٹنا ہے۔ اس وقت تمہارا سب کیا دھرا آگے آئے گا۔ اس وقت اپنے کئے کو سزا ملے گی اور اپنے اعمال کی پاداش بھگتنی ہوگی اور معلوم ہوگا کہ اپنے کرتوتوں کا یہ نتیجہ ہے۔

عکرمہ بن ابوجہل کا واقعہ

ان آیات کے تحت شیخ الاسلام حضرت علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک تنبیہ لکھی ہے کہ ان آیات میں ان مدعیان اسلام کے لئے بڑی عبرت ہے کہ جو جہاز کے طوفان میں گھر جانے کے وقت بھی خدائے واحد ذوالجلال کو چھوڑ کر غیر اللہ کو مدد کے لئے پکارتے ہیں۔ اسی سلسلہ میں یہ واقعہ لکھا ہے کہ فتح مکہ کے بعد ابوجہل کے بیٹے عکرمہ مسلمان نہ ہوئے تھے اور مکہ سے بھاگ کر بحری سفر اختیار کیا۔ سمندر میں کچھ دور سفر کرنے پر کشتی کو طوفانی ہواؤں نے گھیر لیا۔ ملاح نے مسافروں سے کہا کہ اب ایک خدا کو پکارو۔ وہی بچا سکتا ہے عکرمہ نے یہ سن کر کہا کہ یہ ہی تو ایک خدا ہے جس کی طرف محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم کو بلاتے ہیں۔ اگر بحر یعنی پانی میں رب محمد کے بغیر نجات نہیں مل سکتی تو خشکی میں بھی اس کی دستگیری اور اعانت کے بغیر نجات پانا محال ہے اور دعاء کی کہ اے خدا اگر تو نے اس مصیبت سے نکال دیا تو میں واپس ہو کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہاتھ میں ہاتھ دے دوں گا۔ مجھے امید ہے کہ وہ اپنے اخلاق کریمانہ سے میری تقصیرات کو معاف فرما دیں گے۔ چنانچہ طوفان سے بچ کر یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور مشرف باسلام ہوئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ اپنی نعمتوں کی حقیقی شکر گزاری کی توفیق ہم کو عطا فرمائیں۔ یا اللہ اس دنیوی زندگی میں غفلت سے ہمارے قلوب کی حفاظت فرمایئے اور اپنے ذکر وفکر سے ہمارے دلوں کو آباد رکھئے۔ یا اللہ ہر حال میں ہم کو آپ کی اطاعت وفرمانبرداری نصیب ہو اور ہر حال میں ہم آپ ہی کو پکارنے والے ہوں۔ (آمین) وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

إِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ

بس دنیاوی زندگی کی حالت تو ایسی ہے جیسے ہم نے آسمان سے پانی برسایا پھر اس (پانی) سے زمین کی نباتات جن کو آدمی اور چوپائے کھاتے ہیں

مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ ۭ حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ

خوب گنجان ہو کر نکلے۔ یہاں تک کہ جب وہ زمین اپنی رونق کا پورا حصہ لے چکی اور اس کی خوب زیبائش ہوگئی

وَظَنَّ اَهْلُهَآ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَآ ۙ اَتٰىهَآ اَمْرُنَا لَيْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا

اور اس کے مالکوں نے سمجھ لیا کہ اب ہم اس پر بالکل قابض ہو چکے۔ تو (ایسی حالت میں) دن میں یا رات میں اس پر ہماری طرف سے کوئی حادثہ آپڑا (جیسے پالا یا خشکی یا اور کچھ)

كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۴﴾

سو ہم نے اس کو ایسا صاف کر دیا کہ گویا کل وہ (یہاں موجود ہی نہ تھی۔ ہم اسی طرح آیات کو صاف صاف بیان کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کیلئے جو سوچتے ہیں۔

إِنَّمَا اسکے سوا نہیں	مَثَلُ مثال	الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی	كَمَآءٍ جیسے پانی	اَنْزَلْنٰهُ ہم نے اسے اتارا	مِنَ السَّمَآءِ آسمان سے
فَاخْتَلَطَ تو ملا جلا نکلا	بِهٖ اس سے	نَبَاتُ الْاَرْضِ زمین کا سبزہ	مِمَّا جس سے	يَاْكُلُ کھاتے ہیں	النَّاسُ لوگ / وَ اور
الْاَنْعَامُ چوپائے	حَتّٰٓى یہاں تک کہ	اِذَآ جب / اَخَذَتِ پکڑ لی	الْاَرْضُ زمین	زُخْرُفَهَا اپنی رونق	وَ اور / ازَّيَّنَتْ مزین ہوگئی
وَظَنَّ اور خیال کیا	اَهْلُهَآ زمین والے	اَنَّهُمْ کہ وہ	قٰدِرُوْنَ قدرت رکھتے ہیں	عَلَيْهَآ اس پر	اَتٰىهَآ اس پر آیا / اَمْرُنَا ہمارا حکم
لَيْلًا رات میں	اَوْ نَهَارًا یا دن کے وقت	فَجَعَلْنٰهَا تو ہم نے کر دیا	حَصِيْدًا کٹا ہوا ڈھیر	كَاَنْ گویا کہ	لَّمْ تَغْنَ وہ نہ تھی
بِالْاَمْسِ کل	كَذٰلِكَ اسی طرح	نُفَصِّلُ ہم کھول کر بیان کرتے ہیں	الْاٰيٰتِ آیتیں	لِقَوْمٍ لوگوں کیلئے	يَّتَفَكَّرُوْنَ جو غور و فکر کرتے ہیں

دنیا کی حقیقت

گذشتہ آیت میں لوگوں کی شرارت و سرکشی کا بیان ہوا تھا اور تمام انسانوں کو خطاب کر کے بتلایا گیا تھا کہ تمہاری سرکشی کا وبال تمہاری ہی جانوں پر پڑنا ہے اور یہ دنیاوی زندگی کا چند روزہ عیش آخرت میں تمہارے کچھ کام نہ آئے گا۔ اس لئے آگے اس آیت میں دنیا کی حقیقت سمجھائی گئی ہے اور اس دنیا کا فنا اور زوال اور اس کی ناپائیداری کی ایک لطیف مثال بیان کی گئی ہے تاکہ انسان کو معلوم ہو جائے کہ ایسی ناپائیدار چیز سے دل لگانا اور اس کی وجہ سے عیش جاودانی کو چھوڑنا اور اس سے محروم رہنا کتنی بڑی سخت غلطی اور حماقت ہے۔

دنیا کی بے ثباتی کی مثال

یہاں اس آیت میں دنیا کی بے ثباتی کو مثال کی صورت میں یوں پیش کیا ہے کہ جیسے آسمان سے خوب زور کی بارش ہو۔ ہر قسم کی نباتات کی خوب تازگی ہو۔ انسانوں کے کھانے کے قابل پھل میوے غلے اور جانوروں کے کھانے کے قابل گھاس چارہ وغیرہ کی خوب پیداوار ہو۔ پھر جب ہر طرف خوب سرسبزی و شادابی پھیل جائے اور انسان سمجھنے لگے کہ بس ہم ان تمام لذتوں اور نعمتوں سے لطف اٹھانے کے پوری طرح مالک اور مختار ہیں کہ یک بیک حکم الٰہی سے کوئی ایسا آسمانی یا زمینی حادثہ پیش آجائے کہ سارا گل و گلزار تہس نہس ہو کر رہ جائے اور حالت یہ ہو

جائے کہ گویا کل یہاں کچھ تھا ہی نہیں پس اسی طرح سمجھو کہ دنیا کی زندگی بھی یکا یک جاتی رہے گی اور تم دیکھتے اور ہاتھ ملتے رہ جاؤ گے یہ مرقع ہے انسانی زندگی کا کہ بڑے سے بڑے نامور اور با اقبال انسان کا بھی خاتمہ دفعۃً موت پر ہو کر رہ جاتا ہے اور یہ حال ہے دنیا کا جس میں غافل انسان ہمہ تن مصروف رہتا ہے۔ جس طرح اس زمین کی یہ آرائش محض عارضی اور اپنے مالکوں کو دھوکہ دینے والی ہے یونہی حیاۃ دنیا بھی محض عارضی اور اپنے طالبوں کو دھوکہ دینے والی ہے۔ تو سمجھانا یہ مقصود ہے کہ تم کو اس پر فریفتہ نہ ہونا چاہئے اور آخرت کی فکر کرنی چاہئے۔

غور وفکر کی اہمیت وضرورت

آگے بتلایا جاتا ہے کہ تم نے دیکھ لیا کہ اللہ تعالیٰ نے حیاۃ دنیا کا ناقابل التفات ہونے کو کیسے عمدہ طریقہ سے ثابت کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یوں وضاحت کے ساتھ دلائل بیان کرتے ہیں مگر ان ہی لوگوں کے لئے جو ان میں غور وفکر کریں اور سمجھیں کہ اس دار فانی کے چند روزہ آرائش و زیبائش پر غرہ کرنا ایسی ہی حماقت ہے جیسے کہ کوئی کاشتکار اور باغبان کھیتی کی سرسبزی کو دیکھ کر کہ غرہ کرنے لگے کہ ہم اس پر پورے قادر اور قابو یافتہ ہو چکے ہیں اور یہ نہ سمجھے کہ یہ دار فانی محل آفات ہے۔ کاشتکار اور باغبان اسی غرہ میں تھا کہ یکا یک بجلی گری۔ کہ یہ سرد ہوا چلی یا آندھی آئی رات میں یا دن میں اور دم کے دم میں ساری کھیتی برباد ہو گئی۔ تو خوب سمجھ لو کہ یہ دار فانی محل آفات ہے۔ اس پر ناز و گھمنڈ اور بھروسہ کرنا محض حماقت ہے۔

دعا کیجئے

یا اللہ اس دنیا کا فنا زوال اور ناپائیداری پیش نظر رکھنے کی توفیق ہم کو عطا فرمادے تاکہ دار بقا اور آخرت کی تیاری سے ہم غفلت میں نہ پڑیں۔

یا اللہ ہماری آنکھیں آخرت کی طرف سے کھول دے اور ہمارے دلوں کو آخرت کی فکر عطا فرمادے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ ؕ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۲۵﴾ لِلَّذِيْنَ

اور اللہ تعالیٰ دارالبقاء کی طرف تم کو بلاتا ہے اور جس کو چاہتا ہے راہ راست پر چلنے کی توفیق دے دیتا ہے۔ جن لوگوں نے

اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ؕ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ

نیکی کی ہے اُنکے واسطے خوبی (جنت) ہے۔ اور مزید برآں (خدا کا دیدار) بھی اور ان کے چہروں پر نہ کدورت (غم کی) چھاوے گی اور نہ ذلت۔ یہ لوگ

الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جَزَآءُ سَيِّئَةٍۢ بِمِثْلِهَا ۙ وَتَرْهَقُهُمْ

جنت میں رہنے والے ہیں۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور جن لوگوں نے بدکام کئے اُن کی بدی کی سزا اُس کے برابر ملے گی اور اُنکو

ذِلَّةٌ ؕ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ كَاَنَّمَآ اُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ

ذلت چھالے گی۔ اُن کو اللہ (کے عذاب سے) کوئی نہ بچا سکے گا (اُنکے چہروں کی کدورت کی ایسی حالت ہوگی کہ) گویا اُنکے چہروں پر اندھیری رات کے پرت کے پرت

الَّيْلِ مُظْلِمًا ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۷﴾

لپیٹ دیئے گئے ہیں۔ یہ لوگ دوزخ میں رہنے والے ہیں۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

وَاللّٰهُ اور اللہ	يَدْعُوْٓا بلاتا ہے	اِلٰى طرف	دَارِ السَّلٰمِ سلامتی کا گھر	وَيَهْدِيْ اور ہدایت دیتا ہے	مَنْ يَّشَآءُ جسے وہ چاہے	اِلٰى طرف	
صِرَاطٍ راستہ	مُّسْتَقِيْمٍ سیدھا	لِلَّذِيْنَ وہ لوگ جو کہ	اَحْسَنُوا انہوں نے بھلائی کی	الْحُسْنٰى بھلائی ہے	وَزِيَادَةٌ اور زیادہ		
وَلَا يَرْهَقُ اور نہ چڑھے گی	وُجُوْهَهُمْ ان کے چہرے	قَتَرٌ سیاہی	وَلَا ذِلَّةٌ اور نہ ذلت	اُولٰٓئِكَ وہی لوگ	اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ جنت والے		
هُمْ وہ سب	فِيْهَا اس میں	خٰلِدُوْنَ ہمیشہ رہیں گے	وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ جو	كَسَبُوا انہوں نے کمائیں	السَّيِّاٰتِ برائیاں	جَزَآءُ بدلہ	
سَيِّئَةٍ برائی	بِمِثْلِهَا اس جیسا	وَتَرْهَقُهُمْ اور ان پر چڑھے گی	ذِلَّةٌ ذلت	مَا لَهُمْ ان کیلئے نہیں	مِّنَ سے	اللّٰهِ اللہ	مِنْ کوئی
عَاصِمٍ بچانے والا	كَاَنَّمَآ گویا کہ	اُغْشِيَتْ ڈھانک دیئے گئے	وُجُوْهُهُمْ انکے چہرے	قِطَعًا ٹکڑے	مِّنَ سے	الَّيْلِ رات	
مُظْلِمًا تاریک	اُولٰٓئِكَ وہی لوگ	اَصْحٰبُ النَّارِ جہنم والے	هُمْ وہ سب	فِيْهَا اس میں	خٰلِدُوْنَ ہمیشہ رہیں گے		

دنیا فانی ہے مگر بے کار نہیں

آیت گذشتہ میں دنیا کی بے ثباتی اور حیات انسانی کی ناپائیداری بیان کر کے اہل بصیرت کو آخرت کے فکر کی دعوت دی گئی تھی۔
اب ان آیات میں یہ بتایا جاتا ہے کہ یہ عالم دنیا اگرچہ ناپائیدار ہے مگر بیکار نہیں۔ یہ آخرت کی کھیتی ہے۔ مرنے کے بعد وہی جنس کاٹنی ہے جو یہاں بوئی تھی۔ اصل رہنے کا مقام دار آخرت ہے۔ اگرچہ کم فہم انسان اس دنیا کو دار اقامت سمجھے ہوئے ہیں اور اس کو مقصود اصلی جانتے ہیں مگر درحقیقت یہ دائمی عافیت اور سلامتی کا مقام نہیں ہے بلکہ دار السلام یعنی سلامتی کا گھر دوسرا ہے اور یہ عالم دنیا اس کے حصول کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کو دار السلام کی دعوت دے رہے ہیں کہ ابدی نجات اور دوامی سلامتی کے گھر کی طرف آؤ۔

جنت کو دارالسلام کیوں فرمایا

دارالسلام سے مراد جنت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دارالسلام جنت کے سات ناموں میں سے ایک نام ہے۔ اس کو دارالسلام کہنے کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ اس میں ہر طرح کی سلامتی امن، چین، سکون ہوگا اور جو ہر قسم کی آفت اور رنج و غم اور فنا و زوال سے سالم دائم اور باقی ہے نہ وہاں کوئی تکلیف ہے نہ بیماری نہ حالت بدل جانے اور کسی نعمت کے چھن جانے کی فکر۔ دوسری وجہ جنت کا نام دارالسلام ہونے کی یہ بھی ہے کہ اس میں رہنے والوں کو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نیز فرشتوں کی طرف سے سلام پہنچتا رہے گا۔

مومن کیلئے عبرت اور منکروں کیلئے سرزنش

عارفین نے لکھا ہے کہ۔ وَاللّٰهُ یَدْعُوْٓا اِلٰی دَارِ السَّلٰمِ اللہ تعالیٰ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے اس میں مومنین کیلئے تو عبرت ہے کہ شہنشاہ خود بلا رہا ہے اور غلام حاضری میں توقف کر رہے ہیں اور منکرین کے لئے سرزنش ہے کہ وہ کیسی دعوت و نعمت سے محروم رہے جا رہے ہیں اور دنیا پرستوں کے لئے تازیانہ عبرت ہے کہ وہ کیسی پست و حقیر چیزوں میں پڑے ہوئے ہیں اور عاشقوں کے لئے بشارت ہے کہ ان کے حق میں اشارہ خلوت خاص کے ہو رہے ہیں۔

حضرت یحییٰ بن معاذؒ کا خطاب

حضرت یحییٰ بن معاذؒ نے وَاللّٰهُ یَدْعُوْٓا اِلٰی دَارِ السَّلٰمِ کے سلسلہ میں بطور نصیحت عوام کو خطاب کر کے فرمایا کہ اے آدم کے بیٹے۔ تجھ کو اللہ تعالیٰ نے دارالسلام کی طرف بلایا۔ تو اس دعوت الٰہیہ کی طرف کب اور کہاں سے قدم اٹھائے گا؟! اے ابن آدم خوب جان لے اور خوب سمجھ لے کہ اگر تو نے اس دنیا ہی سے کوشش شروع کر دی تو وہ کامیاب ہوگی اور تو دارالسلام میں پہنچ جائے گا اور اگر تو نے اس دنیا کی عمر کو ضائع کرنے کے بعد یہ چاہا کہ قبر میں پہنچ کر اس دعوت کی جانب چلوں گا تو تیرا راستہ روک دیا جائے گا۔ تو وہاں ایک قدم آگے نہ بڑھ سکے گا کیونکہ وہ دارالعمل نہیں ہے یہ دنیا ہی دارالعمل ہے اور آخرت دارالجزاء ہے۔ اس دنیا میں جو لوگ اچھا بیج بوئیں گے۔ آخرت میں ان کا اچھا ثمرہ ملے گا۔ دنیا میں بھلے کام کرنے والوں کو آخرت میں بھلی جگہ۔ جنت اور اس سے زیادہ بھی کچھ ملے گا یعنی حق تعالیٰ کی رضا اور اس کا دیدار۔

جنت میں دیدار الٰہی کا شرف

آیت میں زِیَادَۃٌ کا لفظ استعمال ہوا ہے اس کی تفسیر ''دیدار الٰہی'' کئی احادیث صحیحہ میں وارد ہوئی ہے اور بہت سے صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم سے یہی منقول ہے۔ حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی اور فرمایا کہ جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہو چکیں گے تو ایک پکارنے والا پکارے گا اے اہل جنت! تمہارے لئے ایک وعدہ خدا کا باقی ہے جواب پورا کرنا چاہتا ہے۔ جنتی کہیں گے کہ وہ کیا ہے؟ کیا خدا نے اپنے فضل سے ہماری حسنات کا پلہ بھاری نہیں کر دیا۔ کیا اس نے ہمارے چہروں کو سفید اور نورانی نہیں بنایا۔ کیا اس نے ہم کو دوزخ سے بچا کر جنت جیسے مقام میں نہیں پہنچایا۔ یہ سب کچھ تو ہو چکا آگے کون سی چیز باقی رہی۔ اس پر حجاب اٹھا دیا جائے گا اور جنتی حق تعالیٰ کے جمال کی زیارت کریں گے۔ پس خدا کی قسم کوئی نعمت جوان کو عطا ہوئی ہے دولت دیدار سے زیادہ محبوب نہ ہوگی۔ نہ اس سے بڑھ کر کوئی چیز آنکھیں ٹھنڈی کر سکے گی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ یہ لذت دیدار کو تمام مومنین کو اپنے فضل و کرم سے نصیب فرمائیں۔

جنتیوں کو کوئی غم نہیں ہوگا

آگے جنتیوں کی ایک کیفیت اور بیان کی جاتی ہے کہ محشر میں جس طرح کفار فجار کے چہروں پر سخت ذلت و ظلمت چھائی ہوگی۔ جنتیوں کے چہرے اس کے خلاف ہوں گے۔ وہاں تو نور ہی نور اور رونق ہی رونق ہوگی۔ مومنین کو دوام عیش تو حاصل ہی رہے گا۔ لیکن اس کے علاوہ کسی صدمہ اور غم و الم سے بھی وہ کبھی دوچار نہ ہوں گے۔ یہ تو حال جنتیوں کا بیان ہوا۔

ان کے مقابل دوزخیوں کی حالت بیان کی جاتی ہے کہ انہیں بدی کی سزا بس بدی کے برابر ہی ملے گی۔ اس سے زائد نہیں۔ یعنی نیکی کا صلہ تو اس معاوضہ سے کہیں بڑھ چڑھ کر ملے گا کہ انعام میں اضافہ جود و کرم ہے لیکن بدی کا معاوضہ بس اسی درجہ کا ملے گا اس سے زائد نہیں کیونکہ سزا میں اضافہ عدل و انصاف کے خلاف ہے اور ہر طرح کی توہین اور رسوائی بھی ان کے شامل حال رہے گی اور اللہ کی گرفت اور عذاب الٰہی سے انہیں کوئی نہ بچا سکے گا۔ حشر جو حقائق کے ظہور اور انکشاف کا وقت ہوگا اس وقت اہل کفر کے دلوں کی سیاہیاں چہروں سے نمایاں ہو کر رہیں گی اور ان کے چہرے اس قدر سیاہ اور تاریک ہوں گے گویا اندھیری رات کی تہیں ان پر جما دی گئی ہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا مَكَانَكُمْ أَنْتُمْ وَشُرَكَاؤُكُمْ فَزَيَّلْنَا

اور وہ دن قابل ذکر ہے، جس روز ہم اُن سب (خلائق) کو جمع کریں گے پھر مشرکین سے کہیں گے کہ تم اور تمہارے شریک اپنی جگہ ٹھیرو پھر ہم اُن کے آپس میں

بَيْنَهُمْ وَقَالَ شُرَكَاؤُهُمْ مَا كُنْتُمْ إِيَّانَا تَعْبُدُونَ ﴿۲۸﴾ فَكَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنَنَا

پھوٹ ڈالیں گے، اور اُن کے وہ شرکا کہیں گے کہ تم ہماری عبادت نہیں کرتے تھے۔ سو ہمارے تمہارے درمیان خدا کافی گواہ ہے

وَبَيْنَكُمْ إِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغَافِلِينَ ﴿۲۹﴾ هُنَالِكَ تَبْلُو كُلُّ نَفْسٍ مَا أَسْلَفَتْ

کہ ہم کو تمہاری عبادت کی خبر بھی نہ تھی۔ اس مقام پر ہر شخص اپنے اگلے کئے ہوئے کاموں کا امتحان کرلے گا۔

وَرُدُّوا إِلَى اللَّهِ مَوْلَاهُمُ الْحَقِّ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿۳۰﴾

اور یہ لوگ اللہ کی طرف جو اُن کا مالک حقیقی ہے لوٹائے جاویں گے اور جو کچھ معبود (تراش) رکھے تھے سب اُن سے غائب ہو جاویں گے۔

وَيَوْمَ اور جس دن	نَحْشُرُهُمْ ہم اکٹھا کرینگے انہیں	جَمِيعًا سب	ثُمَّ پھر	نَقُولُ ہم کہیں گے	لِلَّذِينَ ان لوگوں کو	أَشْرَكُوا جنہوں نے شرک کیا
مَكَانَكُمْ اپنی جگہ	أَنْتُمْ تم	وَشُرَكَاؤُكُمْ اور تمہارے شریک	فَزَيَّلْنَا پھر ہم جدائی ڈالدیں گے	بَيْنَهُمْ انکے درمیان	وَقَالَ اور کہیں گے	
شُرَكَاؤُهُمْ ان کے شریک	مَا كُنْتُمْ تم نہ تھے	إِيَّانَا ہماری	تَعْبُدُونَ تم بندگی کرتے	فَكَفَى پس کافی	بِاللَّهِ اللہ	شَهِيدًا گواہ
بَيْنَنَا ہمارے درمیان	وَبَيْنَكُمْ اور تمہارے درمیان	إِنْ کہ	كُنَّا ہم تھے	عَنْ سے	عِبَادَتِكُمْ تمہاری بندگی	لَغَافِلِينَ البتہ بے خبر
هُنَالِكَ وہاں	تَبْلُو جانچ لے گا	كُلُّ نَفْسٍ ہر کوئی	مَا جو	أَسْلَفَتْ اس نے بھیجا	وَرُدُّوا اور وہ لوٹائے جائینگے	إِلَى طرف
اللَّهِ اللہ	مَوْلَاهُمُ ان کا مولیٰ	الْحَقِّ سچا	وَضَلَّ اور گم ہو جائے گا	عَنْهُمْ ان سے	مَا جو	كَانُوا يَفْتَرُونَ وہ جھوٹ باندھتے تھے

جھوٹے عابدوں اور معبودوں کا حشر

چونکہ مشرکین اپنے معبودوں کو اپنا شفیع کہتے تھے اس لئے ان آیات میں قیامت کے روز کا حال ان مشرکین اور ان کے معبودوں کا بیان کیا جاتا ہے تاکہ مشرکوں پر انکے شرک کی حقیقت اور کیفیت خوب واضح ہو جائے۔

چنانچہ ان آیات میں بتایا جاتا ہے کہ اس دنیا کے فنا ہو جانے کے بعد یعنی قیامت کے دن پھر سب کو جمع کیا جائے گا اور وہ حشر کا دن ہو گا۔ اس دن تمام مخلوقات اکٹھے کئے جائیں گے اور اس دن اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا حکم نہ چلے گا۔ قیامت کے دن مشرکوں سے خطاب کرتے ہوئے حق تعالیٰ فرمائیں گے کہ تم اپنی جگہ ٹھہرو اور وہ باطل معبود جن کی تم پرستش کرتے تھے اور اپنے خیال میں ان کو صفات وقدرت میں خدا کا شریک اور سفارشی جانتے تھے اپنی جگہ ٹھہریں۔ اس وقت عجیب افراتفری اور نفسی نفسی ہوگی۔ عابدین اور معبودین میں جدائی پڑ جائے گی اور دنیا میں اپنے اوہام وخیالات کے موافق جو رشتے جوڑ رکھے تھے۔ سب توڑ دیئے جائیں گے اس ہولناک وقت میں جبکہ مشرکین کو اپنے فرضی معبودوں سے بہت کچھ توقعات تھیں اور جن کی شفاعت پر امید لگائے بیٹھے تھے وہ صاف جواب دے دیں گے کہ تمہارا ہم سے کیا تعلق تم جھوٹ بکتے ہو کہ ہماری بندگی کرتے تھے۔ تم اپنے عقیدہ کے موافق جس چیز کو پوجتے تھے۔ اس کے لئے وہ خدائی صفات تجویز کرتے تھے جو فی الواقع اس میں موجود نہیں تھیں۔ مشرکین

کے معبودین اپنی پاکدامنی اور بریئت ظاہر کرنے کے لئے کہیں گے اور اللہ کی قسمیں کھا کر خدا کو گواہ کرتے ہوئے کہیں گے کہ تم ہماری پرستش ہرگز نہیں کرتے تھے بلکہ اپنے وسوسوں اور خواہش نفسانی کے پرستار تھے جس کو چاہا تم نے معبود و مسجود بنا لیا۔ ہم کو تو تمہاری عبادت اور پرستش کا پتہ بھی نہیں۔ ہم تمہاری پرستش سے بالکل بے خبر تھے۔ اس وقت مشرکین کے جھوٹے اور بے اصل توہمات سب رفو چکر ہو جائیں گے۔ ہر شخص یہ مشاہدہ کرلے گا کہ اس سچے مالک کے سوا اور رجوع کرنے کا کوئی ٹھکانا نہیں اور ہر ایک انسان کو اپنے تمام برے بھلے اعمال کا اندازہ ہو جائے گا کہ کتنا وزن رکھتے ہیں۔ ہر طرح کی بہتان تراشی اور شرک بندی زائل ہو جائے گی صرف ایک مولیٰ اور سچا مولیٰ رہ جائے گا اور اس کی طرف سے سزا و جزا اٹھانی پڑے گی اور اس وقت یہ ظاہر ہو جائے گا کہ مشرکوں کا یہ دعویٰ کہ ہمارے معبود ہمارے سفارشی ہیں سراسر افترا۔ بہتان اور جھوٹ تھا۔

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حاجت روا نہیں ہے

خلاصہ یہ کہ یہاں مشرکین پر اس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے کہ تم جن پیشواؤں کو اپنی حاجت روائیوں کے لئے پکارتے ہو ان تک نہ تو تمہاری پکار پہنچتی ہے۔ نہ تمہاری عبادت اور پرستاری کی انہیں کچھ خبر ہے۔ پھر وہ تمہاری حاجت روائی کیا کریں گے؟ بلکہ قیامت کے دن وہ صاف کہیں گے کہ ہمیں ان سے کوئی واسطہ نہیں۔ یہ گو ہمارا نام لیتے ہوں لیکن فی الحقیقت ہمیں نہیں پوجتے تھے اپنی ہوا اور نفس کے پجاری تھے۔ ہمیں تو ان کی پرستش کی خبر بھی نہیں۔

دعا کیجئے

یا اللہ قیامت کے دن کی ذلت اور رسوائی سے ہم کو بچایئے۔ اور اس دن کی ہولناکیوں اور سختیوں سے ہم کو محفوظ فرمایئے اور اپنے فضل و کرم سے دائمی چین و آرام کی جگہ یعنی جنت نعیم میں ہمارا ٹھکانا فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ

آپ (ان مشرکین سے) کہیے کہ (بتلاؤ وہ کون ہے) جو تم کو آسمان اور زمین سے رزق پہنچاتا ہے یا کہ وہ کون ہے جو (تمہارے) کانوں اور آنکھوں پر پورا اختیار رکھتا ہے اور وہ کون ہے جو

الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ۭ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ

جان دار کو بے جان سے نکالتا ہے اور بے جان کو جاندار سے نکالتا ہے اور وہ کون ہے جو تمام کاموں کی تدبیر کرتا ہے سو ضرور وہ یہی کہیں گے کہ اللہ تو اُن سے کہیے

اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۳۱﴾ فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۚ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ۚ فَاَنّٰى

کہ پھر (شرک سے) کیوں نہیں پرہیز کرتے۔ سو یہ ہے اللہ جو تمہارا رب حقیقی ہے۔ پھر حق کے بعد اور کیا رہ گیا بجز گمراہی کے۔ پھر (حق کو چھوڑ کر) کہاں

تُصْرَفُوْنَ ﴿۳۲﴾ كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ فَسَقُوْٓا اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۳﴾

(باطل کی طرف) پھرے جاتے ہو اسی طرح آپ کے رب کی یہ بات کہ یہ ایمان نہ لاویں گے تمام نافرمان لوگوں کے حق میں ثابت ہو چکی ہے۔

قُلْ آپ پوچھیں	مَنْ کون	يَرْزُقُكُمْ رزق دیتا ہے تمہیں	مِنَ سے	السَّمَآءِ آسمان	وَالْاَرْضِ اور زمین	اَمَّنْ یا کون	يَّمْلِكُ مالک ہے	
السَّمْعَ کان	وَالْاَبْصَارَ اور آنکھیں	وَمَنْ اور کون	يُّخْرِجُ نکالتا ہے	الْحَيَّ زندہ	مِنَ سے	الْمَيِّتِ مُردہ	وَيُخْرِجُ اور نکالتا ہے	الْمَيِّتَ مُردہ
مِنَ سے	الْحَيِّ زندہ	وَمَنْ اور کون	يُدَبِّرُ الْاَمْرَ تدبیر کرتا ہے کام	فَسَيَقُوْلُوْنَ سو وہ بول اٹھیں گے	اللّٰهُ اللہ	فَقُلْ آپ کہہ دیں		
اَفَلَا تَتَّقُوْنَ کیا پھر تم نہیں ڈرتے	فَذٰلِكُمُ پس یہ ہے تمہارا	اللّٰهُ اللہ	رَبُّكُمُ تمہارا رب	الْحَقُّ سچا	فَمَاذَا پھر کیا رہ گیا			
بَعْدَ الْحَقِّ سچ کے بعد	اِلَّا سوائے	الضَّلٰلُ گمراہی	فَاَنّٰى پس کدھر	تُصْرَفُوْنَ تم پھرے جاتے ہو	كَذٰلِكَ اسی طرح	حَقَّتْ سچی ہوئی		
كَلِمَتُ بات	رَبِّكَ تیرا رب	عَلَى پر	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	فَسَقُوْٓا انہوں نے نافرمانی کی	اَنَّهُمْ کہ وہ	لَا يُؤْمِنُوْنَ ایمان نہ لائیں گے		

عقلمندی یہ ہے کہ تم اپنے خالق و مالک کو پہچانو

قرآن مجید دنیا کے اندر شرک کو مٹانا چاہتا ہے اور انسانوں کو بتلاتا ہے کہ تمام قوتوں کا مالک صرف ایک اللہ ہے لہذا اسی کو پہچانو۔ اسی کی عبادت کرو۔ اسی سے مدد مانگو۔ اسی سے التجا اور فریاد کرو۔ قرآن مجید میں آسمان اور زمین کی کائنات اور حوادث کا جگہ جگہ ذکر کیا گیا ہے اور جن آیتوں میں ان کا ذکر ہے ان کو اکثر ان الفاظ پر ختم کیا گیا ہے جیسے اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ پھر کیا تم سمجھ نہیں رکھتے۔ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ کیا تمہارے کان نہیں ہیں۔ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ کیا تمہاری آنکھیں نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ انسان کی عقل۔ کان آنکھ اور علم کا اصل کام یہ ہے کہ کائنات کی ہر چیز سے اور گرد و پیش کے تمام حوادث و واقعات سے اس نتیجہ پر پہنچے کہ ان سب چیزوں کا بنانے والا قائم رکھنے والا اور ان کا انتظام کرنے والا فقط ایک اللہ تعالیٰ ہے۔ اس کا کوئی نہ ساتھی ہے نہ مددگار۔ نہ شریک۔ اگر مطالعۂ کائنات سے انسان اس نتیجہ پر نہیں پہنچتا تو وہ اور چاہے کتنی ہی مادی ترقی کر لے قرآنی اصطلاح میں وہ نادان ہے۔ انسانی عقل کے کمال کا اور انسان کی عظمت کا تقاضا یہی ہے کہ وہ اپنے خالق۔ رازق اور مالک اللہ کو پہچانے اور اس کے بتائے ہوئے قانون پر چلے۔ اس کی اطاعت و فرمانبرداری اختیار کرے۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اگر تم عقل سے ٹھیک طرح کام لو تو سب سے پہلے تمہارے سامنے یہ سوال آنے چاہئیں کہ ہمیں ہماری ضرورت کی چیزیں اور رزق کون دیتا ہے؟ بارش کون

برساتا ہے؟ ہوائیں کون چلاتا ہے؟ سورج کی گرمی اور روشنی کون پہنچاتا ہے؟ کون زمین کو گرماتا ہے؟ اسے زرخیز بناتا ہے۔ اس سے نباتات اور کھیتیاں اگاتا ہے؟ مانا کہ ہمارے ہاتھ پیر ہلانے کو بھی اس میں کچھ دخل ہے لیکن ہمیں اپنے اعضاء سے کام لینے کے قابل کس نے بنایا؟ دیکھنے کو آنکھیں کس نے دیں؟ سننے کو کان کس نے عطا کئے؟ پھر یہ بے جان چیزوں کے اندر جاندار چیزیں اور جانداروں کے اندر سے بے جان چیزیں کون نکالتا ہے؟ مثلاً انڈا بے جان چیز ہے اس کے اندر سے بچہ نکالنا اور پرندہ جاندار ہے اس سے انڈا بے جان نکالنا یا جاندار انسان اور جانوروں سے نطفہ بے جان اور نطفہ بے جان سے جاندار انسان وحیوان نکالنا۔ پھر اس ساری کائنات کا انتظام کون کرتا ہے؟ یہ باہم ایک دوسرے کے مخالف قوتیں مل جل کر کیسے چل رہی ہیں؟ یہ سارے سوالات مشرکین سے بطور جرح ہو رہے ہیں۔

جب کارساز حقیقی اللہ ہی ہے تو شرک کیوں کرتے ہو

یہاں غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ سوالات میں ایک خاص ترتیب ملحوظ رکھی گئی ہے۔ پہلا سوال رزق سے متعلق ہے جو سلسلہ ربوبیت میں نمبر اول پر ہے۔ پھر انسان کے حواس ظاہری سے متعلق ہے۔ جن کے بغیر انسان بالکل بیکار ہے پھر حیات اور موت سے متعلق ہے اور آخری سوال انتظام امور سے متعلق ہے۔ ان تمام سوالات کا متفقہ اور مسلمہ جواب بس ایک ہی ہے وہ یہ کہ یہ کل کارسازی اللہ کی ہے۔ مشرکین عرب کو بھی اعتراف تھا کہ یہ امور کلیہ اور عظیم الشان کام اللہ کے سوا کوئی نہیں کرسکتا۔ جب بالاتفاق اللہ کی یہ کارسازی مسلم ہے تو پھر غیر اللہ کی طرف توجہ کرنا۔ خدا سے منہ موڑنا اور دوسرے معبودوں سے رشتہ جوڑنا گمراہی نہیں تو اور کیا ہے۔ معبود تو وہی ہونا چاہئے جو خالق کل، مالک الملک، رب مطلق اور مدبر عالم ہو۔ یعنی جس میں یہ صفات پائی جائیں کہ وہ تمہارا رزاق ہو۔ تمہیں سماعت وبصارت عطا کرنے والا ہو۔

تمہاری موت وحیات کا مالک ہو اور سارے عالم کا انتظام کرنے والا ہو۔ جو سوائے اللہ واحد کے اور کوئی نہیں۔ تو جب سچا وہی ایک رب مطلق ہے تو سچ کے بعد بجز جھوٹ کے اور کیا رہ گیا۔ سچ کو چھوڑ کر جھوٹے اوہام میں بھٹکنا عاقل کا کام نہیں ہوسکتا۔ بس پکی بات یہ ہے کہ اس قدر دلائل وبراہین اور آثار قدرت دیکھنے اور ان کو تسلیم کرنے کے بعد بھی جو یہ کفار ومشرکین دعوت حق پر لبیک نہیں کہتے اور صداقت اسلام کو نہیں مانتے تو اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ان پر ازلی نوشتہ کی مار ہے۔ یعنی اللہ نے ازل سے ان سرکشوں کی قسمت میں ایمان نہ لانا لکھ دیا ہے۔ جس کا سبب علم الٰہی میں ان کی سرکشی اور نافرمانی ہے۔ اسی طرح خدا کی لکھی ہوئی بات ان پر فسق ونافرمانی کی وجہ سے راست آئی۔ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا مقصود ہے کہ آپ ان کفار ومشرکین کے ایمان نہ لانے پر اس قدر مغموم اور محزون کیوں ہوں۔

خلاصہ یہ کہ یہاں اثبات توحید اور ابطال شرک پر ایسے دلائل بیان فرمائے کہ منکر کو بھی سوائے اقرار اور اعتراف کے چارہ نہیں۔

الوہیت کے چار خواص

اس مقام پر الوہیت کے چار خواص ذکر کئے جن کو کفار اور مشرکین عرب بھی اللہ کے لئے مخصوص مانتے تھے:۔

۱۔ آسمان اور زمین سے مخلوق کو روزی دینا۔

۲۔ سمع وبصر کا مالک ہونا جس کو چاہا بینا بنایا جس کو چاہا بہرا اور نابینا بنایا۔

۳۔ جاندار سے بے جان کو اور بے جان سے جاندار کو نکالنا یعنی موت وحیات اور وجود وعدم کا مالک ہونا۔

۴۔ تدبیر عالم یعنی سارے عالم کا انتظام کرنا۔

پس دلیل یہاں یہ بیان فرمائی کہ قابل پرستش اور لائق عبادت وہ ذات ہے جس میں یہ مذکورہ اوصاف پائے جاتے ہوں اور یہ اوصاف بجز ذات وحدہٗ لاشریک کے کسی اور میں نہیں پائے جاتے تو پھر دوسرا عبادت وبندگی کے لائق کیوں اور کیسے ہوا۔

دعا کیجئے: یااللہ ہم کو توحید کی حقیقت نصیب فرما تاکہ ہم آپ ہی کو حقیقی کارساز سمجھیں۔ آپ ہی کی عبادت کریں اور آپ ہی سے مدد چاہیں۔

یااللہ کائنات کی ہر شے سے ہم کو آپ کی معرفت نصیب ہوتا کہ ہم آپ ہی کو اپنا رب حقیقی جانیں اور آپ ہی کی اطاعت وفرمانبرداری میں لگے رہیں۔ اور ہر طرح کی چھوٹی بڑی نافرمانی سے بچیں۔ یااللہ موت وحیات کے مالک آپ ہی ہیں جب تک ہم کو زندہ رکھیں اپنی مرضیات کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ۭ قُلِ اللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ

آپ (ان سے) یوں (بھی) کہیے کہ کیا تمہارے شرکاء میں کوئی ایسا ہے جو پہلی بار بھی پیدا کرے پھر دوبارہ بھی کرے آپ کہہ دیجئے کہ اللہ ہی پہلی بار بھی پیدا کرتا ہے

ثُمَّ يُعِيْدُهٗ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝۳۴ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ ۭ قُلِ

پھر وہی دوبارہ بھی پیدا کرے گا۔ سو پھر تم کہاں (حق سے) پھرے جاتے ہو۔ آپ کہیے کہ کیا تمہارے شرکاء میں کوئی ایسا ہے کہ امر حق کا راستہ بتلاتا ہو۔ آپ کہہ دیجئے

اللّٰهُ يَهْدِيْ لِلْحَقِّ ۭ اَفَمَنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْٓ اِلَّآ

کہ اللہ ہی امر حق کا راستہ بتلاتا ہے۔ تو پھر آیا جو امر حق کا راستہ بتلاتا ہو وہ زیادہ اتباع کے لائق ہے یا وہ جس کو بے بتلائے خود ہی راستہ نہ سوجھے

اَنْ يُّهْدٰى ۚ فَمَا لَكُمْ ۣ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ۝۳۵ وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا ۭ اِنَّ الظَّنَّ

تو تم کو کیا ہو گیا، تم کیسی تجویزیں کرتے ہو۔ اور ان میں سے اکثر لوگ صرف بے اصل خیالات پر چل رہے ہیں۔ یقیناً بے اصل خیالات

لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَـيْــــًٔـا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ۝۳۶

امر حق میں ذرا بھی مفید نہیں۔ یہ جو کچھ کر رہے ہیں یقیناً اللہ کو سب خبر ہے۔

قُلْ آپ پوچھیں	هَلْ کیا	مِنْ سے	شُرَكَآئِكُمْ تمہارے شریک	مَنْ يَّبْدَؤُا جو پہلی بار پیدا کرے	الْخَلْقَ مخلوق	ثُمَّ يُعِيْدُهٗ پھر اسے لوٹائے		
قُلِ آپ کہدیں	اللّٰهُ اللہ	يَبْدَؤُا پہلی بار پیدا کرتا ہے	الْخَلْقَ مخلوق	ثُمَّ يُعِيْدُهٗ پھر اسے لوٹائے گا	فَاَنّٰى پس کدھر	تُؤْفَكُوْنَ پلٹے جاتے ہو تم		
قُلْ آپ پوچھیں	هَلْ کیا	مِنْ سے	شُرَكَآئِكُمْ تمہارے شریک	مَنْ جو	يَّهْدِيْٓ راہ بتائے	اِلَى الْحَقِّ حق کی طرف	قُلِ آپ کہدیں	اللّٰهُ اللہ
يَهْدِيْ راہ بتاتا ہے	لِلْحَقِّ صحیح	اَفَمَنْ پس کیا جو	يَّهْدِيْٓ راہ بتاتا ہے	اِلَى الْحَقِّ حق کی طرف	اَحَقُّ زیادہ حقدار	اَنْ کہ	يُّتَّبَعَ پیروی کی جائے	
اَمَّنْ یا جو	لَّا يَهِدِّيْٓ وہ راہ نہیں پاتا	اِلَّآ مگر	اَنْ یہ کہ	يُّهْدٰى اسے راہ دکھائی جائے	فَمَا لَكُمْ سو تمہیں کیا ہوا	كَيْفَ کیسا		
تَحْكُمُوْنَ تم فیصلہ کرتے ہو	وَ اور	مَا يَتَّبِعُ پیروی نہیں کرتے	اَكْثَرُهُمْ ان کے اکثر	اِلَّا ظَنًّا مگر گمان	اِنَّ بیشک	الظَّنَّ گمان		
لَا يُغْنِيْ نہیں کام دیتا	مِنَ سے	الْحَقِّ حق	شَيْــًٔا کچھ بھی	اِنَّ بیشک	اللّٰهَ اللہ	عَلِيْمٌۢ خوب جانتا ہے	بِمَا وہ جو	يَفْعَلُوْنَ وہ کرتے ہیں

زندگی و موت کا مالک کون؟

گذشتہ آیات سے وحدانیت والوہیت کے اثبات اور ہر قسم کے شرک کے ردوابطال میں مضمون چل رہا ہے۔ ان آیات میں بھی مزید اتمام حجت کے لئے یہی مضمون جاری ہے۔

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب فرماتے ہوئے کہا جاتا ہے کہ اے نبی! آپ ان مشرکین سے کہیے کہ اچھا یہ تو بتاؤ کہ آیا تمہارے معبودوں میں سے جن کو تم شریک خدائی سمجھتے ہو کوئی ایسی قدرت رکھتا ہے کہ جو ابتداءً بھی مخلوق کو پیدا کرتا ہو اور پھر وہی مرنے کے بعد دوبارہ بھی

پیدا کرے۔ ظاہر ہے کہ اس کے جواب میں مشرکین اپنا کوئی معبود ایسا نہیں بتلا سکتے پس اگر وہ اپنی عار کی وجہ سے اس سوال کا جواب دینے میں تامل کریں تو اے نبی آپ کہہ دیجئے کہ اللہ ابتداء بھی پیدا کرتا ہے اور یہی دلیل ہے اس کی کہ وہ دوبارہ بھی پیدا کرے گا کیونکہ دوبارہ پیدا کرنا ابتداء پیدا کرنے کی بہ نسبت کچھ مشکل نہیں ہے اور جب وہ ابتداء پیدا کر سکتا ہے تو دوبارہ بھی ضرور پیدا کر سکتا ہے اور جب تم اس کا اعتراف کرتے ہو کہ زمین و آسمان موت و حیات اور سمع و بصر یعنی سننے اور دیکھنے کی قوتیں سب کا پیدا کرنے والا اور تھامنے والا وہی ہے تو ظاہر ہے کہ مخلوق کو مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کر دینا اور دہرا دینا بھی اسی کا فعل ہو سکتا ہے۔ پھر انبیاء علیہم السلام کی زبانی جب وہ خود اس دہرانے کی خبر دیتا ہے تو اس کے تسلیم میں کیا عذر ہے اور تم اس قادر معبود کو چھوڑ کر عاجز معبودوں کے پیچھے کیوں پڑے ہوئے ہو۔

کیا تمہارے مصنوعی معبود تعلیم و ہدایت دے سکتے ہیں؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا جاتا ہے کہ آپ ان سے یہ کہئے کہ اچھا اسے جانے دو۔ یہ تو بہت بڑی بات ہے۔ میں تم سے ایک معمولی بات پوچھتا ہوں تم یہ تو بتلاؤ کیا تمہارے معبودوں میں کوئی ایسا ہے جو حق کی طرف ہدایت کر سکے۔ یعنی دینی اور دنیوی منافع کی تعلیم دے سکے اور مضرت و نقصان سے بچنے کی تدبیر بتلا سکے۔ تم سوچو کہ کیا جو حق کی طرف رہنمائی کرتا ہے وہ اس کا زیادہ حقدار ہے کہ اس کا اتباع کیا جائے یا وہ جو حق کی طرف ہدایت کرنا تو درکنار خود بھی صحیح راستہ نہیں معلوم کر سکتا۔ اس کا اتباع کیا جائے اس کا جواب عقل صحیح یہی دے گی کہ جو حق کی طرف رہنمائی کرتا ہے وہ قابل اتباع ہے نہ کہ وہ جو خود بھی راہ نہ پا سکے تو جب واقعہ یہ ہے تو اے مشرکین تم کیسا الٹا فیصلہ کرتے ہو کہ ہادی کو چھوڑ کر ایسوں کا اتباع کرتے ہو جو خود بھی راہ نہیں پا سکتے۔ ان دلائل سے ثابت ہوا کہ مشرکین کے معبود ہرگز قابل پرستش نہیں۔

باطل خیالات کی پیروی

پھر آگے اس حقیقت کو بھی بتلایا جاتا ہے کہ ان مشرکین میں سے بہت سے لوگ کسی دلیل سے اپنے باطل معبودوں کی پرستش نہیں کرتے بلکہ صرف ایک خیال باطل کے پیرو ہیں جس کی کچھ بھی حقیقت نہیں ہے اور بہت سے اس واسطے کہا گیا کہ بعض بعض مشرکین تو خود بھی سمجھتے ہیں کہ وہ قابل پرستش نہیں مگر ضد سے اس پر جمے ہوئے ہیں۔ تو یہ مشرکین محض بے اصل خیالات پر چل رہے ہیں اور بے دلیل حق کو جھٹلا رہے ہیں اور ان کا یہ گمان کہ یہ بت ہماری شفاعت کریں گے۔ خیال باطل ہے۔ پس ضرورت ہے کہ وہ اپنے خیال باطل کو چھوڑ کر امر حق کو تسلیم کریں اور جب وہ ایسا نہیں کرتے تو ان کو واضح رہے کہ یہ بات یقینی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان تمام کاموں سے خوب واقف ہے جو وہ کرتے ہیں۔ ان کے جھوٹے وعدے اور بے دلیل اپنے گمان کی پیروی اور ان کی بدکاریاں خدا سے مخفی نہیں۔ اس لئے وہ ان سے ان کے اعمال اور افعال پر مواخذہ کرے گا اور سزا دے گا۔

خلاصہ یہ کہ نہایت استدلالی اور برہانی شکل میں توحید و الوہیت باری تعالیٰ کو ثابت کیا گیا اور شرک کی بیخ کنی کی گئی اور ابطال شرک پر ایسے دلائل قائم فرمائے کہ جن کے جواب سے مشرکین بھی عاجز تھے۔

دعا کیجئے

یا اللہ اسلام کی جو صراط مستقیم ہم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھلا دی ہے اسی صراط مستقیم پر ہم کو تازندگی قائم رہنے کی استقامت عطا فرما۔ یا اللہ اس وقت جو طرح طرح کی گمراہیاں اور فتن پھیل رہے ہیں ہمیں ان سب سے بچنے اور دین حق پر قائم رہنے کی ہدایت نصیب فرما۔ یا اللہ اس وقت بے اصل خیالات پر چلنے کی جو وبا پھیلی ہوئی ہے اس پر ہم کو تنبہ عطا فرما اور ہم کو حقیقی اسلام کی راہ حق پر خود چلنے اور دوسروں کو بھی چلانے کی توفیق حسن عطا فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ

اور یہ قرآن افترا کیا ہوا نہیں ہے کہ غیر اللہ سے صادر ہوا ہو بلکہ یہ تو اُن کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے جو اس سے قبل (نازل) ہو چکی ہیں۔

بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۳۷ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ

اور احکام ضروریہ کی تفصیل بیان کرنے والا ہے۔ اس میں کوئی بات شک کی نہیں رب العلمین کی طرف سے ہے۔ کیا یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ آپ نے اس کو افترا کر لیا ہے۔

قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ

آپ کہہ دیجئے کہ تو پھر تم اس کے مثل ایک ہی سورۃ (بنا) لاؤ اور جن جن غیر اللہ کو بلا سکو اُن کو بُلا لو اگر تم سچے ہو۔

صٰدِقِيْنَ ۝۳۸ بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا يَاْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ

بلکہ ایسی چیز کی تکذیب کرنے لگے جس کو اپنے احاطہ علمی میں نہیں لائے اور ہنوز ان کو اس کا اخیر نتیجہ نہیں ملا۔ جو لوگ ان سے پہلے

كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ۝۳۹ وَمِنْهُمْ مَّنْ

ہوئے ہیں اسی طرح انہوں نے بھی جھٹلایا تھا سو دیکھ لیجئے کہ ان ظالموں کا انجام کیسا ہوا۔ اور ان میں سے بعض

يُّؤْمِنُ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهٖ ؕ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِيْنَ ۝۴۰

ایسے ہیں جو اس (قرآن) پر ایمان لے آویں گے اور بعضے ایسے ہیں کہ اس پر ایمان نہ لاویں گے۔ اور آپ کا رب مفسدوں کو خوب جانتا ہے۔

وَ اور	مَا كَانَ نہیں ہے	هٰذَا یہ۔اس	الْقُرْاٰنُ قرآن	اَنْ يُّفْتَرٰى کہ وہ بنالے	مِنْ سے	دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے بغیر	وَلٰكِنْ اور لیکن	
تَصْدِيْقَ تصدیق	الَّذِيْ اس کی جو	بَيْنَ يَدَيْهِ اس سے پہلے	وَتَفْصِيْلَ اور تفصیل	الْكِتٰبِ کتاب	لَا رَيْبَ کوئی شک نہیں	فِيْهِ اس میں		
مِنْ سے	رَّبِّ رب	الْعٰلَمِيْنَ تمام جہان	اَمْ کیا	يَقُوْلُوْنَ وہ کہتے ہیں	افْتَرٰىهُ وہ اسے بنالایا ہے	قُلْ آپ کہہ دیں	فَاْتُوْا پس لے آؤ تم	
بِسُوْرَةٍ ایک ہی سورت	مِّثْلِهٖ اس جیسی	وَادْعُوْا اور بلالو تم	مَنِ جسے	اسْتَطَعْتُمْ تم بلاسکو	مِنْ سے	دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا	اِنْ اگر	
كُنْتُمْ تم ہو	صٰدِقِيْنَ سچے	بَلْ بلکہ	كَذَّبُوْا انہوں نے جھٹلایا	بِمَا وہ جو	لَمْ يُحِيْطُوْا نہیں پابو پایا	بِعِلْمِهٖ اس کے علم پر	وَلَمَّا اور ابھی نہیں	
يَاْتِهِمْ انکے پاس آئی	تَاْوِيْلُهٗ اسکی حقیقت	كَذٰلِكَ اسی طرح	كَذَّبَ جھٹلایا	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے پہلے	فَانْظُرْ پس آپ دیکھیں		
كَيْفَ کیسا	كَانَ ہوا	عَاقِبَةُ انجام	الظّٰلِمِيْنَ ظالم	وَمِنْهُمْ اور ان میں سے	مَّنْ جو	يُّؤْمِنُ ایمان لائینگے	بِهٖ اس پر	وَمِنْهُمْ اور ان میں سے
مَّنْ جو	لَّا يُؤْمِنُ نہیں ایمان لائیں گے	بِهٖ اس پر	وَ اور	رَبُّكَ تیرارب	اَعْلَمُ خوب جانتا ہے	بِالْمُفْسِدِيْنَ فساد کرنے والوں کو		

قرآن کریم کا اعجاز وصداقت: گذشتہ آیات میں فرمایا گیا تھا کہ مشرکین محض بے اصل خیالات کی پیروی کرتے ہیں۔ ان آیات میں قرآن شریف کا ذکر فرمایا کہ آج دنیا میں یہی ایک کتاب صحیح راستہ بتلانے والی اور گمان ووہم کے مقابلہ میں سچے حقائق پیش کرنے والی ہے جو انسانوں

کی ہدایت کے لئے نازل ہوئی ہے۔لہذا اس قرآن کی طرف آنا چاہئے جو حق کی ہدایت اور تعلیم کرتا ہے تو ان آیات میں قرآن کریم کے اعجاز کا بیان ہے جس سے مقصود اثبات نبوت ہے اور مشرکین کے ایک شبہ اور اعتراض کو بھی رفع کرنا ہے جو ان کو قرآن کے کلام خداوندی اور اس کے منجانب اللہ ہونے پر تھا۔ مشرکین قرآن کو اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں سمجھتے تھے بلکہ کہتے تھے کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بنایا ہوا ہے۔ حق تعالیٰ جل شانہٗ نے ان آیات میں بتایا کہ یہ قرآن کسی غیر اللہ کی بنائی ہوئی کتاب نہیں یہ تو اللہ رب العالمین کی طرف سے نازل ہوئی ہے۔ یہ خدا کا کلام ہے۔ بشر کا کلام نہیں۔ اس کے علوم ومعارف۔ احکام وقوانین اور معجزات فصاحت وبلاغت پر نظر کر کے کہنا پڑتا ہے کہ یہ قرآن وہ کتاب نہیں جو خداوند قدوس کے سوا کوئی دوسرا شخص بنا کر پیش کر سکے۔

صداقت قرآن کے چار دلائل

۱......پہلی دلیل یہ دی گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں پیدا ہوئے ۔یہیں پرورش پائی۔ جوان ہوئے۔ درمیانی عمر کو پہنچے نہ کسی سے پڑھا نہ لکھا۔ اس کے باوجود ایک ایسی کتاب پیش کی جس میں گذشتہ آسمانی کتابوں کے تمام اصول کی تائید وتصدیق ہے۔ جو عقائد اور اصول احکام دوسری آسمانی کتابوں میں موجود تھے وہی اس میں موجود ہیں۔ اگر قرآن خدا کا کلام نہ ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر تحصیل علم کئے اور بلا پڑھے لکھے کیسے معلوم ہو گیا کہ سابقہ کتب میں یہی احکام وعقائد بیان کئے گئے ہیں۔

۲......دوسری دلیل یہ دی گئی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے واسطے جو احکام مقرر کر دیئے ہیں ان کی پوری تفصیل قرآن میں ہے یعنی معنوی اعتبار سے بھی قرآن کا کلام الٰہی ہونا ثابت ہے کیونکہ اس کے اندر جو تعلیم دی گئی ہے وہ فطرت الہیہ اور قانون فطرت کے موافق ہے۔

۳......تیسری دلیل یہ دی گئی کہ قرآن کے الفاظ' الفاظ کی ترکیب' کلام کی رفتار' احکام کی تفصیل' گذشتہ واقعات کے بیان' آئندہ امور کے متعلق پیشین گوئی' اللہ کی ذات وصفات کے متعلق عقیدہ' قیامت' حشر ونشر' عذاب وثواب کے متعلق توضیح۔ غرض اس کے کل مضامین میں عاقل کو سر مو شک کی گنجائش نہیں۔ ایسا جامع' بلیغ پر حکمت اور نور صداقت سے بھرا ہوا کلام رب العالمین ہی کا ہو سکتا ہے۔ قرآن نے جو قواعد اصلاح مقرر کئے ان سے بہتر قوانین آج تک دنیا کے عقلا نہ پیش کر سکے۔ قرآن نے گذشتہ واقعات کی جو تفصیل کی اہل تاریخ اس سے انکار نہ کر سکے۔ قرآن نے آئندہ امور کے متعلق جو پیشین گوئیاں کیں واقعات نے ان کو صحیح ثابت کر دیا۔ قرآن نے اصلاح بشری کے لئے جن باتوں کی تعلیم دی اہل حق نے ان کے اصلاحی ہونے کو تسلیم کیا۔ یہ تمام امور بتا رہے ہیں کہ قرآن اللہ کی کتاب ہے۔

۴......چوتھی دلیل یہ پیش کی گئی کہ یہ قرآن دعوت مقابلہ دے رہا ہے۔ جس کسی کو شک ہو وہ مقابلہ کے لئے تیار ہو جائے۔ اپنے تمام مددگاروں کو بلا لے اور سب سے درخواست کرے کہ بالاتفاق کوئی حصہ کلام جو قرآن کی ایک ہی سورت کے برابر ہو اس کی طرح بنا کر لے آؤ۔ لہذا کوشش کرو کہ ایک ہی قرآن جیسی سورت بنا لو۔ جب یہ نہیں کر سکتے تو قائل ہو جاؤ کہ یہ خدائے قدوس کا کلام ہے۔

کفار و مشرک سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے محروم ہیں

آگے کفار کی حالت بتلائی جاتی ہے کہ ان کفار نے قرآن کو سننے کے ساتھ ہی بلا سوچے سمجھے تکذیب کر دی حالانکہ ان کو سوچنا سمجھنا اور غور کرنا چاہئے تھا۔ قرآنی حقائق وعلوم کی تحقیق کرنی چاہئے تھی اس کے بعد جو بھی فیصلہ کرتے کرتے۔ پھر آئندہ واقعات کے متعلق پیشین گوئیوں کے جانچنے کا تو ان کو موقع ہی نہ آیا تھا۔ باوجود موقع نہ آنے کے ان کی بھی تکذیب کر بیٹھے۔ انہوں نے وہی رنگ ڈھنگ اختیار کیا جو ان سے پہلے دوسری قومیں اختیار کر چکی تھیں۔ جو سلوک سابقہ اقوام نے اپنے زمانہ کے انبیاء سے کیا وہی کفار عرب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا۔ یہ انہی کے نقش قدم پر چلے لہذا نتیجہ بھی ایک ہی ہونا چاہئے۔ جو نتیجہ سابقہ اقوام کا ہوا وہی ان کا ہوگا۔ ان کا نام ونشان مٹ گیا ان کا بھی مٹ جائے گا۔

جو غور وفکر کرنیوالے ہیں وہ ضرور ایمان لائینگے

پھر آخر میں ایک پیشین گوئی فرمائی جاتی ہے کہ آگے چل کر ان کفار میں سے بعضے ایسے ہیں جو قرآن پر ایمان لے آویں گے اور اسلام کو قبول کر لیں گے اگرچہ اس وقت معاند اور کافر ہیں لیکن بعض لوگ بدستور کفر پر قائم رہیں گے اور خدا ہی کو معلوم ہے کہ کون کفر پر جما رہے گا اور شرک کا فساد اور کفر کی تباہی پھیلانے پر تلا رہے گا۔ اللہ ان مفسدوں کو خوب جانتا ہے ان کے حرکات بد کی ضرور سزا دے گا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ ۚ اَنْتُمْ بَرِيْٓـُٔوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِيْٓءٌ

اور اگر آپ کو جھٹلاتے رہیں تو یہ کہہ دیجئے کہ میرا کیا ہوا مجھ کو ملے گا اور تمہارا کیا ہوا تم کو ملے گا تم میرے کئے ہوئے کے جواب دہ نہیں ہو اور میں تمہارے کئے ہوئے

مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿٤١﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ ۚ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ وَلَوْ كَانُوْا لَا

کا جواب دہ نہیں ہوں اور ان میں بعض ایسے بھی ہیں جو (ظاہر میں) آپ کی طرف کان لگا لگا بیٹھتے ہیں۔ کیا آپ بہروں کو سناتے ہیں گو ان کو سمجھ بھی نہ ہو۔

يَعْقِلُوْنَ ﴿٤٢﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْظُرُ اِلَيْكَ ۚ اَفَاَنْتَ تَهْدِي الْعُمْيَ وَلَوْ كَانُوْا لَا يُبْصِرُوْنَ ﴿٤٣﴾

اور ان میں بعض ایسے ہیں کہ (ظاہراً) آپ کو دیکھ رہے ہیں۔ تو پھر کیا آپ اندھوں کو راستہ دکھلانا چاہتے ہیں گو ان کو بصیرت بھی نہ ہو۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْـًٔا وَّلٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿٤٤﴾

یہ یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں پر ظلم نہیں کرتا۔ لیکن لوگ خود ہی اپنے آپ کو تباہ کرتے ہیں۔

وَ اور	اِنْ اگر	كَذَّبُوْكَ وہ آپ کو جھٹلائیں	فَقُلْ تو کہدیں	لِّیْ میرے لئے	عَمَلِیْ میرے عمل	وَلَكُمْ اور تمہارے لئے	عَمَلُكُمْ تمہارے عمل
اَنْتُمْ تم	بَرِيْٓـُٔوْنَ جواب دہ نہیں	مِمَّا اسکے جو	اَعْمَلُ میں کرتا ہوں	وَاَنَا اور میں	بَرِیْٓءٌ جواب دہ نہیں	مِّمَّا اس کا جو	تَعْمَلُوْنَ تم کرتے ہو
مِنْهُمْ ان میں سے	مَنْ جو	يَسْتَمِعُوْنَ کان لگاتے ہیں	اِلَيْكَ آپ کی طرف	اَفَاَنْتَ تو کیا تم	تُسْمِعُ سناؤ گے	الصُّمَّ بہرے	وَلَوْ خواہ
كَانُوْا لَا يَعْقِلُوْنَ وہ عقل نہ رکھتے ہوں	وَمِنْهُمْ اور ان سے	مَنْ جو	يَنْظُرُ دیکھتے ہیں	اِلَيْكَ آپ کی طرف	اَفَاَنْتَ پس کیا تم	تَهْدِی راہ دکھادو گے	
الْعُمْیَ اندھے	وَلَوْ خواہ	كَانُوْا لَا يُبْصِرُوْنَ وہ دیکھتے نہ ہوں	اِنَّ بیشک	اللّٰهَ اللہ	لَا يَظْلِمُ ظلم نہیں کرتا	النَّاسَ لوگ	شَيْـًٔا کچھ بھی
	وَلٰكِنَّ اور لیکن	النَّاسَ لوگ	اَنْفُسَهُمْ اپنے آپ پر	يَظْلِمُوْنَ ظلم کرتے ہو			

اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) ان اندھوں اور بہروں کے ایمان نہ لانے سے آپ پر کچھ نہیں

باوجود واضح اور قطعی دلائل کے کفار و منکرین جو اسلام نہیں قبول کرتے تھے اور ایمان نہیں لاتے تھے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب پر جمے ہوئے تھے تو طبعاً اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج ہوتا تھا اس لئے یہاں ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے اور آپ کو خطاب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ اے نبیؐ اب بھی اگر یہ آپ کی تکذیب کرتے ہیں اور نہیں مانتے تو آپ صاف صاف کہہ دیجئے کہ میں تو اپنا فرض ادا کر چکا۔ تم سمجھانے پر نہیں مانتے تو اب میرا اور تمہارا راستہ الگ الگ ہے۔ تم اپنے عمل کے ذمہ دار ہو میں اپنے عمل کا۔ تمہارے اعمال تمہارے ساتھ ہیں میرے اعمال میرے ساتھ ہیں۔ جیسا تم کرو گے تم پاؤ گے میں جیسا کروں گا میں پاؤں گا۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ بعض لوگ بظاہر قرآن شریف اور آپ کا کلام مبارک سنتے ہیں اور آپ کے معجزات و کمالات دیکھتے ہیں مگر دیکھنا اور سننا وہ نافع ہے جو دل کے کانوں اور دل کی آنکھوں سے ہو۔

یہ آپ کے اختیار میں نہیں کہ آپ دل کے بہروں کو اپنی بات سنا دیں۔ حالانکہ وہ سخت بہرہ پن کی وجہ سے قطعاً کسی کلام کو نہ سمجھ سکتے ہوں۔ یا دل کے اندھوں کو راہ حق دکھلا دیں جب کہ انہیں کچھ بھی نہ سوجھتا ہو۔ یعنی ایسے اندھے اور بہرے جو علاوہ نہ سننے اور دیکھنے کے ہر قسم کی سمجھ بوجھ سے بھی محروم ہیں ان کو آپ کس طرح سنا اور دکھا کر منوا سکتے ہیں۔ لہٰذا کچھ فکر نہ کیجئے جو جیسا کرے گا ویسا بھرے گا۔ اللہ کسی پر ظلم نہیں کرتا

یعنی جن کے دل میں اثر نہیں ہوتا یہ انہیں کی تقصیر ہے کہ اپنے حواس اور فہم کو بگاڑ کر ان کے فوائد سے محروم ہو جاتے ہیں خود اپنی بے اعتدالیوں اور غلط کاریوں سے انہوں نے اپنے فہم وادراک کو تباہ کرلیا ہے ورنہ اصل فطرت سے تو ہر انسان کو اللہ نے سمجھنے اور قبول کرنے کی استعداد بخشی ہے۔

معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو محض ظاہری آنکھوں سے دیکھنا جیسا کہ کفار مکہ نے دیکھا حصول نجات کے لئے کافی نہ ہوا بلکہ چشم بصیرت اور باطنی آنکھوں سے دیکھنا جیسا کہ صحابہ کرامؓ نے دیکھا تمام سعادتوں کے حصول کا سرچشمہ ہوا۔

ان آیات سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ کان اور آنکھ انسان کو حصول سعادت میں اسی وقت مدد کر سکتے ہیں جب ان کے ساتھ دل بھی متوجہ ہو۔ ورنہ کانوں اور آنکھوں کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ ایک سننا اس طرح کا ہوتا ہے جیسے جانور بھی آواز سن لیتا ہے دوسرا سننا وہ ہوتا ہے جس میں مطلب، معنیٰ اور مفہوم کی طرف توجہ ہو اور دل میں عزم اور ارادہ صحیح اور سچی بات کو تسلیم کرنے کا ہو۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ان ظاہری کانوں اور آنکھوں کے ساتھ ہمیں باطنی دل کے کان اور دل کی آنکھ بھی نصیب فرمائیں۔ یا اللہ ہمارا سننا اور دیکھنا حصول سعادت کا ذریعہ بنا دے۔ اور جو احکام ہم آپ کے سنیں ان پر دل وجان سے عمل پیرا ہونے کا عزم نصیب فرما دے۔ یا اللہ بیشک آپ تو کسی پر ظلم نہیں فرماتے لیکن ہم خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں۔ یا اللہ ہم کو دین کی فہم اور سمجھ عطا فرما دے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَأَنْ لَّمْ يَلْبَثُوٓا إِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُونَ بَيْنَهُمْ ۚ قَدْ

اور اُن کو وہ دن یاد دلایئے، جس میں اللہ تعالیٰ اُن کو اس کیفیت سے جمع کرے گا کہ گویا وہ سارے دن کی ایک آدھ گھڑی رہے ہوں گے اور آپس میں ایک دوسرے کو پہچانیں گے

خَسِرَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِلِقَآءِ اللَّهِ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ﴿٤٥﴾ وَإِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي

واقعی (اس وقت سخت) خسارہ میں پڑے وہ لوگ جنھوں نے اللہ کے پاس جانے کو جھٹلایا اور وہ ہدایت پانے والے نہ تھے۔ اور جس (عذاب) کا اُن سے ہم وعدہ کررہے ہیں

نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ اللَّهُ شَهِيدٌ عَلَىٰ مَا يَفْعَلُونَ ﴿٤٦﴾ وَلِكُلِّ

اس میں سے کچھ تھوڑا سا (عذاب) اگر ہم آپکو دکھلا دیں یا ہم آپ کو وفات دے دیں، سو ہمارے پاس تو اُن کو آنا ہی ہے پھر اللہ اُن کے سب افعال کی اطلاع رکھتا ہے۔ اور ہر ہر

أُمَّةٍ رَّسُولٌ ۖ فَإِذَا جَآءَ رَسُولُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿٤٧﴾

اُمت کیلئے ایک حکم پہنچانے والا ہے۔ سو جب ان کا وہ رسول آچکتا ہے اُن کا فیصلہ انصاف کے ساتھ کیا جاتا ہے اور اُن پر ظلم نہیں کیا جاتا۔

وَيَوْمَ اور جس دن	يَحْشُرُهُمْ جمع کریگا انہیں	كَأَنْ گویا	لَّمْ يَلْبَثُوٓا وہ نہ رہے تھے	إِلَّا مگر	سَاعَةً ایک گھڑی	مِّنَ النَّهَارِ دن سے		
يَتَعَارَفُونَ وہ پہچانیں گے	بَيْنَهُمْ آپس میں	قَدْ خَسِرَ البتہ خسارہ میں رہے	الَّذِينَ وہ لوگ	كَذَّبُوا انہوں نے جھٹلایا	بِلِقَآءِ اللَّهِ اللہ سے ملنے کو			
وَمَا كَانُوا وہ نہ تھے	مُهْتَدِينَ ہدایت پانیوالے	وَإِمَّا اور اگر	نُرِيَنَّكَ ہم تجھے دکھادیں	بَعْضَ بعض	الَّذِي وہ جو	نَعِدُهُمْ وعدہ کرتے ہیں ہم ان سے		
أَوْ یا	نَتَوَفَّيَنَّكَ ہم تمہیں اٹھالیں	فَإِلَيْنَا پس ہماری طرف	مَرْجِعُهُمْ ان کا لوٹنا	ثُمَّ پھر	اللَّهُ اللہ	شَهِيدٌ گواہ	عَلَىٰ پر	مَا يَفْعَلُونَ جو وہ کرتے ہیں
وَلِكُلِّ اور ہر ایک کیلئے	أُمَّةٍ امت	رَّسُولٌ رسول	فَإِذَا پس جب	جَآءَ آگیا	رَسُولُهُمْ ان کا رسول	قُضِيَ فیصلہ کردیا گیا		
بَيْنَهُمْ انکے درمیان	بِالْقِسْطِ انصاف کیساتھ	وَهُمْ اور وہ	لَا يُظْلَمُونَ ظلم نہیں کئے جاتے					

قیامت کے دن کافروں کی حسرت

ان آیات میں اغراض عن الحق کی سزا اور وہ کیفیت حسرت بیان فرمائی جاتی ہے جو قیامت کے دن ان منکرین کو پیش آئے گی۔ اور بتلایا جاتا ہے کہ باوجود اس دنیا میں بڑی بڑی طویل عمریں پانے کے جب وہ حشر میں اٹھائے جائیں گے تو محشر کے ہولناک اہوال و حوادث کو دیکھ کر عمر بھر کا عیش و آرام اس قدر حقیر اور قلیل نظر آئے گا کو گویا دنیا میں ایک گھڑی سے زیادہ ٹھہرے ہی نہ تھے اور افسوس کریں گے کہ ساری عمر کیسی فضول اور بے کار گزری۔ نیز وہاں کے مصائب دیکھ کر خیال کریں گے کہ گویا دنیا میں کچھ مدت قیام ہی نہ ہوا جو یہ وقت آ گیا۔ گھڑی دو گھڑی ٹھہرے اور یہاں آ پھنسے۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ عالم برزخ میں ٹھہرنے کی مدت کو ایک گھڑی کے برابر سمجھیں گے۔ واللہ اعلم بہر حال میدان حشر میں جب جمع ہوں گے تو ایک دوسرے کو پہچانیں گے مگر ایک دوسرے کے کام نہ آسکیں گے۔ نفسی نفسی پڑی ہوگی بھائی بھائی کے اور بیٹا باپ کے کام نہ آئے گا اور میدان حشر میں ان کو علم ہوگا کہ جو لوگ خدا کے سامنے جانے اور دوبارہ زندہ ہوکر اٹھنے کے منکر تھے وہ راستی پر نہ تھے۔ اب وبال اٹھانا ان کے لے لازم ہے اور دنیوی زندگی کی تجارت میں ان کو نقصان ہوا۔ نفع نہ ملا۔ باقی جنھوں نے لقاء اللہ کی تصدیق کی اور سیدھی راہ پر چلے وہ سراسر فائدہ میں ہوں گے۔ تو منکرین کے عذاب کا اصلی وقت تو یوم حشر ہی ہوگا اور دنیا میں ان پر عذاب واقع ہونا سو اس کی نسبت بتلایا جاتا ہے کہ اللہ نے کفار کو عذاب دینے کے جو وعدے کئے ہیں خواہ ان

میں سے بعض وعدے کسی حد تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں پورے کر کے دکھلا دیئے جائیں جیسے "بدر" وغیرہ دکھا دیا۔ یا آپ کی وفات ہو جائے اس لئے آپ کے سامنے ان میں سے بعض کا ظہور نہ ہو۔ بہر صورت یہ یقینی ہے کہ وہ سب پورے ہو کر رہیں گے۔ اگر کسی مصلحت سے دنیا میں ان کفار کو سزا نہ دی گئی تو آخرت میں ملے گی۔ اللہ سے بچ کر کہاں بھاگ سکتے ہیں۔ سب کو خدا ہی کی طرف لوٹ کر آنا ہے اور ان کے تمام اعمال سے خدا تعالیٰ خوب واقف ہے۔

جزا و سزا ضابطہ کے مطابق ہوگی

آگے ایک عام ضابطہ اور قانون عذاب و سزا دینے کا بیان فرمایا جاتا ہے کہ ہر جماعت اور فرقہ کے پاس خدا کے احکام پہنچانے والے ہادی بھیجے گئے ہیں تا کہ خدا کی حجت تمام ہو۔ اتمام حجت سے پہلے کسی کو عذاب نہیں دیا جاتا۔ لوگ عمل پہلے سے کرتے ہیں مگر دنیا میں ان کو سزا ہادی پہنچنے اور حجت تمام کرنے کے بعد دی جاتی ہے۔ خدا کے ہاں یہ ظلم اور اندھیر نہیں کہ بغیر پہلے سے آگاہ کرنے اور جرم ثابت ہونے کے مجرموں کو فیصلہ سنا دیا جائے۔ قیامت میں بھی با قاعدہ پیشی ہوگی۔ فرد جرم لگائے جائیں گے گواہ پیش ہوں گے۔ ہر ہر قوم اور امت کے ساتھ ان کے پیغمبر اور ہادی موجود ہوں گے۔ ان کے بیانات وشہادت وغیرہ کے بعد نہایت انصاف سے فیصلہ ہوگا۔ گویا پوری طرح تبلیغ احکام اور اتمام حجت کے بعد سرکشوں اور باغیوں کو سزا دی جاتی ہے۔ اس طرح اجرائے سزا میں کوئی سوال ہی ظلم وزیادتی کا باقی نہیں رہ جاتا۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہم کو آخرت کی وہ فکر نصیب فرما کہ ہم کسی آن اس سے غافل نہ ہوں۔ یا اللہ میدان حشر کی ذلت اور رسوائی سے ہمیں اپنی پناہ میں رکھئے اور اس وقت کے پچھتانے اور حسرت وافسوس کرنے سے ہم کو بچائیے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿٤٨﴾ قُل لَّا أَمْلِكُ لِنَفْسِي ضَرًّا

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ وعدہ کب ہوگا اگر تم سچے ہو۔ آپ فرما دیجئے کہ میں اپنی ذات خاص کیلئے تو کسی نفع کے حاصل کرنے کا اور کسی ضرر کے دفع کرنے کا اختیار رکھتا ہی نہیں

وَلَا نَفْعًا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ ۗ لِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ ۚ إِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَأْخِرُونَ

مگر جتنا خدا کو منظور ہو۔ ہر امت کے (عذاب کے) لئے (اللہ کے نزدیک) ایک معین وقت ہے سو جب ان کا وہ وقت معین آ پہنچتا ہے تو

سَاعَةً ۖ وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ ﴿٤٩﴾ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُهُ بَيَاتًا أَوْ نَهَارًا

ایک ساعت نہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں اور نہ آگے سرک سکتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ یہ تو بتلاؤ کہ اگر تم پر خدا کا عذاب رات کو آ پڑے یا دن کو

مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُونَ ﴿٥٠﴾ أَثُمَّ إِذَا مَا وَقَعَ آمَنتُم بِهِ ۚ آلْآنَ وَقَدْ

تو یہ بتلاؤ کہ عذاب میں کون چیز ایسی ہے کہ مجرم لوگ اسکو جلدی مانگ رہے ہیں۔ کیا پھر جب وہ آ ہی پڑے گا (اس وقت) اس کی تصدیق کرو گے ہاں اب مانا حالانکہ

كُنتُم بِهِ تَسْتَعْجِلُونَ ﴿٥١﴾ ثُمَّ قِيلَ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذُوقُوا عَذَابَ الْخُلْدِ هَلْ

تم اس کی جلدی مچایا کرتے تھے۔ پھر ظالموں سے کہا جائے گا کہ ہمیشہ کا عذاب چکھو

تُجْزَوْنَ إِلَّا بِمَا كُنتُمْ تَكْسِبُونَ ﴿٥٢﴾

تم کو تو تمہارے ہی کیئے کا بدلہ ملا ہے۔

وَيَقُولُونَ اور وہ کہتے ہیں	مَتَىٰ کب	هَٰذَا یہ	الْوَعْدُ وعدہ	إِن اگر	كُنتُمْ تم ہو	صَادِقِينَ سچے	قُلْ آپ کہدیں	
لَا أَمْلِكُ نہیں مالک ہوں میں	لِنَفْسِي اپنی جان کیلئے	ضَرًّا کسی نقصان	وَلَا نَفْعًا اور نہ نفع	إِلَّا مگر	مَا جو	شَاءَ اللَّهُ چاہے اللہ		
لِكُلِّ أُمَّةٍ ہر ایک امت کیلئے	أَجَلٌ ایک وقت مقرر	إِذَا جب	جَاءَ آجائے گا	أَجَلُهُمْ ان کا وقت	فَلَا يَسْتَأْخِرُونَ پس نہ تاخیر کریں گے وہ			
سَاعَةً ایک گھڑی	وَ اور	لَا نہ	يَسْتَقْدِمُونَ جلدی کریں گے وہ	قُلْ آپ کہدیں	أَرَأَيْتُمْ بھلا تم دیکھو	إِنْ أَتَاكُمْ اگر تم پر آئے		
عَذَابُهُ اس کا عذاب	بَيَاتًا رات کو	أَوْ نَهَارًا یا دن کے وقت	مَاذَا کیا ہے وہ	يَسْتَعْجِلُ جلدی کرتے ہیں	مِنْهُ اس سے	الْمُجْرِمُونَ مجرم		
أَثُمَّ کیا پھر	إِذَا جب	مَا وَقَعَ واقع ہوگا	آمَنتُم تم ایمان لاؤ گے	بِهِ اس پر	آلْآنَ اب	وَ اور	قَدْ كُنتُمْ البتہ تم تھے	بِهِ اس کی
تَسْتَعْجِلُونَ تم جلدی مچاتے	ثُمَّ پھر	قِيلَ کہا جائیگا	لِلَّذِينَ ان لوگوں کو جو	ظَلَمُوا انہوں نے ظلم کیا	ذُوقُوا تم چکھو	عَذَابَ عذاب		
الْخُلْدِ ہیشگی	هَلْ کیا نہیں	تُجْزَوْنَ تمہیں بدلہ دیا جاتا	إِلَّا مگر	بِمَا وہ جو	كُنتُمْ تَكْسِبُونَ تم کماتے تھے			

جب عذاب کا وقت آ پہنچے گا تو آئے گا

کفار مکہ تو دوبارہ قیامت میں زندہ ہو کر اٹھائے جانے کو یعنی حشر نشر کو اور پھر جزا و سزا اور عذاب و ثواب کو مانتے نہ تھے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم سے یا آپ کے صحابہ کرام سے عذاب کی وعیدیں سنتے تو بقصد تکذیب یوں کہتے کہ جس عذاب کی تم ہم کو دھمکی دیتے ہو وہ کب آئے گا۔ اگر تم سچے ہو تو وہ عذاب واقع کیوں نہیں کرا دیتے؟ کفار کا اس طرح سوال کرنا اور ان کے اس سوال کے جواب میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمایا گیا یہ ان آیات میں بیان فرمایا گیا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ یہ کفار و مشرکین کہتے ہیں کہ جو عذاب آنے کی دھمکیاں دیتے ہو یہ محض بے اصل ہیں اگر واقعی سچے ہو تو عذاب کو کیوں نہیں لے آتے؟ آخر یہ وعدہ کب پورا ہوگا؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرما کر ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے کہ اے نبی آپ جواب میں کہہ دیجئے کہ عذاب بھیجنا خدا کا کام ہے۔ میرے قبضہ اور اختیار میں نہیں۔ میں خود اپنی ذات خاص کے لئے تو کسی نفع کے حاصل کرنے کا اور کسی ضرر کے دفع کرنے کا اختیار رکھتا ہی نہیں مگر جتنا خدا کو منظور ہو۔ پس جب خاص اپنے نفع نقصان کا مالک نہیں تو دوسرے کے نفع نقصان کا کیونکر ہوں گا پس عذاب واقع کرنا میرے اختیار میں نہیں اور بات یہ ہے کہ ہر امت کے عذاب کے لئے اللہ کے نزدیک ایک وقت معین ہے سو جب ان کا وہ معین وقت آ پہنچتا ہے تو اس وقت عذاب واقع ہو جاتا ہے۔ اسی طرح تمہارے عذاب کا بھی وقت معین ہے اور جو میعاد خدا کے علم میں مقرر ہے جب میعاد پوری ہو کر اس کا وقت پہنچ جائے گا اس سے ایک گھڑی آگے پیچھے نہیں سرک سکتے۔

منکر و کفار عذاب الٰہی کا مقابلہ ہرگز نہیں کر سکتے

آگے بتلایا گیا کہ وہ جو یہ فرمائش کرتے ہیں کہ جو کچھ ہونا ہے جلدی ہو جائے تو اس کے متعلق فرما دیجئے کہ اگر رات کو سوتے ہوئے یا دن میں جب تم دنیا کے دھندوں میں مشغول ہو اگر اچانک خدا کا عذاب آ دبائے تو مجرم جلدی کر کے کیا بچاؤ کر سکیں گے؟ جب بچاؤ نہیں کر سکتے پھر وقت پوچھنے اور جلدی مچانے سے کیا فائدہ؟

منکرین کو عذاب آنے کا یقین نہیں

درحقیقت ان کا عذاب کے لئے جلدی کرنا اس بنا پر ہے کہ انہیں اس کے آنے کا یقین نہیں۔ انہیں اس وقت یقین ہوتا تو فائدہ ہو سکتا تھا کہ بچنے کی کوشش کرتے۔ عذاب آ چکنے کے بعد یقین آیا تو کیا فائدہ ہوگا۔ اس وقت خدا کی طرف سے کہہ دیا جائے گا کہ اچھا اب قائل ہوتے ہو اور پہلے سے جھٹلاتے رہے اس وقت اقرار کرنے سے اور اس وقت کے ایمان و یقین سے کچھ نفع نہیں جیسے سمندر میں غرق ہوتے وقت فرعون نے کہا تھا اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْۤ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْۤا اِسْرَآءِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ میں ایمان لاتا ہوں کہ کوئی خدا نہیں بجز اس کے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں مسلموں میں داخل ہوتا ہوں مگر حق تعالیٰ کی طرف سے یہ ایمان قبول نہیں ہوا اور جواب دیا گیا کہ اب تو ایمان لاتا ہے اب تک تو تو سرکشی ہی کرتا رہا اور مفسدوں ہی میں شامل رہا۔ جس کا ذکر اسی سورت میں آگے ان شاء اللہ آئے گا۔ حدیث میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ کی توبہ قبول کرتا ہی رہتا ہے جب تک کہ وہ غرغرۂ موت میں گرفتار نہ ہو جائے یعنی غرغرۂ موت کے وقت کا ایمان اور توبہ اللہ کے نزدیک معتبر نہیں۔ اسی طرح دنیا میں وقوع عذاب سے پہلے پہلے توبہ قبول ہو سکتی ہے۔ جب عذاب سر پر آ پڑے تو پھر توبہ قبول نہیں ہوتی۔ اسی سورت کے اخیر میں قوم یونس علیہ السلام کا جو واقعہ آ رہا ہے کہ ان کی توبہ قبول کر لی گئی تو وہ اسی ضابطہ کے ماتحت ہے کہ انہوں نے عذاب کے ابتدائی آثار کو دور سے آتا ہوا دیکھ کر سچے دل سے توبہ کر لی اس لئے عذاب ہٹا لیا گیا۔ اگر عذاب ان پر واقع ہو جاتا تو پھر توبہ قبول نہ ہوتی۔ یہ تو رہا دنیا میں قبول ایمان کا معاملہ اور پھر قیامت میں جو کفر و شرک اور تکذیب کرتے رہتے تھے۔ ان سے کہا جائے گا کہ اب ہمیشہ اس کا مزہ چکھتے رہو۔ جو کفر و شرک اور تکذیب کرتے رہتے تھے۔ ان سے کہا جائے گا کہ اب ہمیشہ اس کا مزہ چکھتے رہو۔ جو کفر و معصیت ساری عمر دنیا میں کماتے رہے اسی کی یہ سزا پا رہے ہو۔

خلاصہ یہ کہ کفار کی جہالت کا یہاں اظہار کیا جاتا ہے اور اس امر کی صراحت کہ نفع اور نقصان کسی کے ہاتھ میں نہیں۔ گو کارخانۂ قدرت کا کوئی مالک اور متصرف نہیں۔ ہاں اللہ نے اپنی مشیت سے جس کو جتنا اختیار دیا ہے اتنا ہی اس کو حاصل ہے۔ پھر بتلایا گیا کہ اللہ کا عذاب کفار اور مشرکین کے لئے خواہ دنیا میں ہو یا آخرت میں اس کا وقوع یقینی ہے اس لئے پہلے سے اس سے بچنا ضروری ہے۔

دعا کیجئے: یا اللہ قرآن پاک نے جن باتوں کی خبر دی ہے ان پر ہم کو کامل یقین اور ایمان نصیب فرما۔ یا اللہ ہماری آنکھیں اس دنیا میں آخرت کے لئے کھول دے اور مرنے سے پہلے آخرت کا زاد راہ تیار کرنے کی فکر نصیب فرما دے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَيَسْتَنْبِئُوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ ؕ قُلْ اِیْ وَرَبِّیْۤ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ؕۚ وَمَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ ﴿۵۳﴾ وَلَوْ

اور وہ آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا عذاب واقعی امر ہے۔آپ فرمادیجئے کہ ہاں قسم ہے میرے رب کی کہ وہ واقعی امر ہے۔اور تم کسی طرح خدا کو عاجز نہیں کرسکتے۔

اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِی الْاَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهٖ ؕ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ

اور اگر ہر ہر مشرک شخص کے پاس اتنا (مال) ہو کہ ساری زمین میں بھر جاوے تب بھی اس کو دے کر اپنی جان بچانے لگے۔اور جب عذاب دیکھیں

لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ۚ وَقُضِیَ بَیْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ﴿۵۴﴾ اَلَاۤ اِنَّ لِلّٰهِ مَا

گے تو پشیمانی کو پوشیدہ رکھیں گے۔اور ان کا فیصلہ انصاف کے ساتھ ہوگا۔اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔یادرکھو کہ جتنی چیزیں آسمانوں میں اور زمین میں ہیں

فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۵۵﴾

سب اللہ ہی کی مِلک ہیں۔یادرکھو کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے۔لیکن بہت سے آدمی یقین ہی نہیں کرتے۔

هُوَ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۵۶﴾

وہی جان ڈالتا ہے،وہ جان نکالتا ہے اور تم سب اسی کے پاس لائے جاؤ گے۔

وَ اور	یَسْتَنْبِئُوْنَكَ آپ سے پوچھتے ہیں	اَحَقٌّ کیا سچ ہے	هُوَ وہ	قُلْ آپ کہدیں	اِیْ وَرَبِّیْ ہاں میرے رب کی قسم	اِنَّهٗ بیشک وہ	
لَحَقٌّ ضرور سچ	وَمَا اور نہیں	اَنْتُمْ تم ہو	بِمُعْجِزِیْنَ عاجز کرنے والے	وَلَوْ اور اگر	اَنَّ ہو	لِكُلِّ ہر ایک کیلئے	نَفْسٍ شخص
ظَلَمَتْ اس نے ظلم کیا	مَا جو کچھ	فِی الْاَرْضِ زمین میں	لَافْتَدَتْ البتہ فدیہ دے دے	بِهٖ اس کو	وَاَسَرُّوا اور وہ چپکے چپکے ہوں گے		
النَّدَامَةَ پشیمان	لَمَّا جب	رَاَوُا وہ دیکھیں گے	الْعَذَابَ عذاب	وَقُضِیَ اور فیصلہ ہوگا	بَیْنَهُمْ ان کے درمیان	بِالْقِسْطِ انصاف کے ساتھ	
وَهُمْ اور وہ	لَا یُظْلَمُوْنَ ظلم نہ کئے جائیں گے	اَلَا یادرکھو	اِنَّ بیشک	لِلّٰهِ مَا اللہ کیلئے جو	فِی السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	وَالْاَرْضِ اور زمین	
اَلَا یادرکھو	اِنَّ بیشک	وَعْدَ اللّٰهِ اللہ کا وعدہ	حَقٌّ سچ	وَلٰكِنَّ اور لیکن	اَكْثَرَهُمْ ان کے اکثر	لَا یَعْلَمُوْنَ جانتے نہیں	هُوَ وہی
یُحْیٖ زندگی دیتا ہے	وَیُمِیْتُ اور مارتا ہے	وَاِلَیْهِ اور اسکی طرف	تُرْجَعُوْنَ تم لوٹائے جاؤ گے				

بعث بعد الموت میں شک کرنیوالوں کی حیرت

ان آیات میں منکرین میں سے ان لوگوں کی بات نقل کی جارہی ہے جو تعلیمات اسلامیہ اور عقائد قرآنیہ کا صاف انکار تو نہیں کرتے تھے البتہ ان کو تردد اور تامل ضرور تھا۔وہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت و دیانت پر غور کرتے تو ان کا دل کہتا کہ سچے کی زبان سے جھوٹی بات نہیں نکل سکتی لیکن پھر جب دیکھتے کہ آپ کی دعوت ایسی باتوں کا یقین دلاتی ہے جن سے وہ اور ان کے باپ دادا یکسر وقطعاً نا آشنا رہے ہیں تو ان کی طبیعت رکتی اور شک وحیرت میں مبتلا ہوجاتے اور پوچھنے لگتے کیا جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں فی الحقیقت ایسا ہی ہے؟ کیا یہ سچ ہے کہ موت کے بعد پھر ہم دوبارہ زندہ کئے جائیں گے کیا واقعی ریزہ ریزہ ہوکر اور خاک میں مل کر پھر از سرنو ہم کو موجود کیا جائے گا؟ گویا انہیں تعجب اور حیرت تھی کہ مرنے اور مٹی میں مل کر ریزہ ریزہ ہوجانے کے بعد

تمام ذرات کال کر اور پھر مجسم ہو کر زندہ ہونا کس طرح ممکن ہے؟

منکرین قیامت کو جواب

اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمائی جاتی ہے کہ آپ پرزور طریقہ پر ان سے کہہ دیجئے کہ تعجب کی کیا بات ہے۔ یہ چیز تو یقیناً ہونے والی ہے اور اللہ کی قسم کے ساتھ کہہ دیجئے کہ قیامت کا دن ضرور ہوگا۔ تم ذرہ ذرہ ہو جاؤ تمہاری خاک کا ریزہ ریزہ ہو کر اڑ جائے یا کوئی دریا میں ڈوب جائے یا آگ میں جل جائے۔ بہر حال تمہاری کوئی حالت روز قیامت کو آنے۔ ذرات کو سمٹ کر مجسم ہونے اور دوبارہ زندہ ہو کر حساب کتاب کے بعد عذاب ثواب پانے سے نہیں روک سکتی۔ کوئی کام قدرت الٰہی سے خارج نہیں وہ سب کچھ کر سکتا ہے اور تم میں اتنی قدرت نہیں کہ تم خدا کو اپنے پکڑنے سے عاجز کر سکو اور اس کے عذاب وقہر کو روک سکو تمہارا مر کر مٹی میں مل جانا اور ریزہ ریزہ ہو جانا خدا کو اس سے عاجز نہیں کر سکتا کہ وہ تم کو دوبارہ زندہ نہ کر سکے اور تمہیں کفر وشرک کے عذاب کا مزہ نہ چکھائے۔ اور دیکھو کفر وشرک کا جرم اس قدر عظیم ہے کہ قیامت کے دن اگر کافر ومشرک کے پاس روئے زمین کا مال ومتاع ہو تو وہ قیامت کے دن اپنے آپ کو عذاب سے چھڑانے کے لئے یہ سب کچھ فدیہ دینے کیلئے تیار ہوگا۔ یہ منکر انسان آج جس دنیا کے پیچھے دیوانہ بنا ہوا ہے اور آخرت سے منہ موڑے ہوئے ہے کل کو عذاب آخرت سے رہائی کے لئے تمام خزائن اور اموال دنیا کو اپنی جان بچانے کے لئے بطور فدیہ دینے کو تیار ہوگا مگر اس وقت نہ ایسا ممکن ہے نہ یہ فدیہ قبول ہوگا منکرین قیامت عذاب آخرت کو اپنے سامنے دیکھ کر دلوں میں بہت پشیمان ہوں گے کہ افسوس ہم نے رسول کا فرمان نہ مانا اور ان کی تعلیمات کو قبول نہ کیا۔ لیکن وقت گزر جانے کے بعد پشیمانی کا کوئی نتیجہ نہ ہوگا۔ بس اس وقت تو جزاوسزا کا فیصلہ ہوگا۔ فیصلہ انصاف کے ساتھ کیا جائے گا کوئی مجرم نہ بھاگ سکتا ہے نہ رشوت دے کر چھوٹ سکتا ہے۔

ہر چیز اللہ کی ملکیت ہے

آگے بتلایا جاتا ہے کہ عالم میں جو کچھ ہے اللہ کا پیدا کیا ہوا ہے اسی کے تصرف میں ہے اس کی قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں۔ لہذا قیامت کا وعدہ بھی برحق ہے لیکن بدفہمی اور غفلت سے اکثر لوگ ان حقائق کو نہیں سمجھتے۔ اس لئے جو زبان پر آئے بک دیتے ہیں اور جو جی میں آئے کرتے ہیں جبکہ یہ بات بدیہی ہے کہ سب کو پیدا کرنے والا اللہ ہی ہے۔ پھر مارتا بھی وہی ہے تو جب جلانا اور مارنا اسی کا فعل ہے تو دوبارہ زندہ کرنا کیا مشکل ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کے پاس لوٹ کر جانے سے انکار کیا جاوے۔ تم یقیناً مرنے کے بعد اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے اور حساب کتاب ہوگا اور جزاوسزا ہوگی لہذا آخرت کو حق سمجھو اور اس کے لئے بجائے شک کرنے کے تیاری کرو۔ ان آیات میں یہی مضمون بیان فرمایا گیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ وقوع قیامت کا پرزور دلیل کے ساتھ اثبات فرمایا جا رہا ہے اور کفار کی جو حالت قیامت میں ہوگی اس کا اظہار کیا گیا مگر اس وقت کی ندامت اور پشیمانی بے سود ہوگی۔ ساتھ ہی عدل الٰہی کی صراحت اور ہمہ گیر قدرت کی توضیح فرمائی گئی۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہم قیامت وآخرت پر ایمان رکھتے ہوئے آخرت سے غافل ہیں اور دنیا کی زندگی میں منہمک ہیں اور آخرت کو بھلا بیٹھے ہیں۔

یا اللہ اس جہل اور غفلت کو ہمارے دلوں سے دور فرما دے اور ہماری آنکھیں آخرت کی طرف سے کھول دے۔

یا اللہ یہ دنیا آخرت کی کمائی کی جگہ ہے ہم کو یہاں ذخیرہ آخرت جمع کرنے کی توفیق عطا فرما اور میدان حشر میں سرخروئی کے ساتھ کھڑا ہونا نصیب فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يَاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ

اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک ایسی چیز آئی ہے جو نصیحت ہے اور دلوں میں جو روگ ہیں اُن کیلئے شفا ہے

وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۷﴾ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا

اور رہنمائی کرنیوالی ہے اور رحمت ہے ایمان والوں کیلئے۔ آپ کہہ دیجئے کہ لوگوں کو خدا کے اس انعام اور رحمت پر خوش ہونا چاہیے۔

هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿۵۸﴾

وہ اس دنیا سے بدرجہا بہتر ہے جس کو جمع کررہے ہیں۔

يَاَيُّهَا اے	النَّاسُ لوگو	قَدْ جَآءَتْكُمْ تحقیق آگئی تمہارے پاس	مَّوْعِظَةٌ نصیحت	مِّنْ سے	رَّبِّكُمْ تمہارا رب	وَشِفَآءٌ اور شفاء	لِّمَا اس کیلئے
فِي الصُّدُوْرِ سینوں میں	وَهُدًى اور ہدایت	وَّرَحْمَةٌ اور رحمت	لِّلْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں کیلئے	قُلْ آپ کہدیں	بِفَضْلِ فضل سے	اللّٰهِ اللہ	
وَبِرَحْمَتِهٖ اور اس کی رحمت	فَبِذٰلِكَ سو اس پر	فَلْيَفْرَحُوْا وہ خوشی منائیں	هُوَ وہ۔یہ	خَيْرٌ بہتر	مِّمَّا اس سے جو	يَجْمَعُوْنَ وہ جمع کرتے ہیں	

عذاب آخرت سے بچاؤ کا طریقہ

گذشتہ آیات میں وقوع قیامت، حساب کتاب، جزا وسزا کا پرزور دلیل کے ساتھ اثبات فرمایا گیا تھا۔ اب تمام انسانوں کو خطاب کر کے عذاب آخرت سے نجات اور قیامت میں بدانجامی اور بداحوالی سے بچنے کا ذریعہ اور طریقہ بتلایا جاتا ہے کہ وہ قرآن ہے اور قرآن کے محاسن بیان فرمائے جاتے ہیں تا کہ قرآن پر ایمان وعمل کی ترغیب ہو۔ یہاں يَاَيُّهَا النَّاسُ سے خطاب فرمایا گیا ہے جس سے مراد بعض مفسرین نے اہل مکہ کو لیا ہے لیکن لفظ ناس کی عمومیت کی بناء پر بعض مفسرین نے کہا ہے کہ کل دنیا کے انسانوں کی طرف روئے سخن ہے۔ چنانچہ دنیا بھر کے رہنے والے انسانوں کو خطاب کر کے کہا جاتا ہے کہ اے انسانو! ہوشیار ہو جاؤ۔ اللہ کی حجت اب تمام ہوگئی۔ اللہ کی کتاب قرآن مجید اب تمہارے پاس آ پہنچی جو تمہارے لئے اول سے آخر تک موعظت اور حکمت بھی ہے اور سرتاسر پند ونصیحت بھی ہے۔ جو تم کو مہلک۔ مضر اور بری باتوں سے روکتی ہے اور شکوک وشبہات کی بیماری سے دل کو شفا بخشنے والی بھی ہے۔ وصول الی اللہ رضائے خداوندی اور حق کا راستہ بتاتی ہے اور گمراہی سے بچاتی ہے اور اپنے ماننے والوں کو دنیا اور آخرت میں رحمت الٰہیہ کا مستحق ٹھہراتی ہے جس کے اتباع کی برکت سے ظاہر وباطن اللہ کی رحمت وعنایت کا مورد بنتا ہے۔ پس افسوس ہے ان پر کہ جو اس نسخۂ شفا اور اس اکسیر اور کیمیا سے انحراف کرتے ہیں تم کو چاہیے کہ فوراً اس پر ایمان لاؤ۔ اور ایسی کتاب کو حرز جان بناؤ۔ یہ قرآن آپ کی نبوت ورسالت کی دلیل وبرہان ہے لہٰذا تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت پر ایمان لاؤ۔

قرآن کریم کے چار اوصاف

پہلی صفت مَوْعِظَةٌ فرمائی یعنی ایسی کتاب جو برائیوں سے روکنے اور نیکیوں کی ترغیب کے لئے ایک مکمل وعظ اور نصیحت نامہ ہے مَوْعِظَةٌ میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ دل میں اتر جانے والی دلیلوں اور روح کو متاثر کرنے والے طریقوں سے تمام باتوں کی ترغیب دیتی ہے جو خیر وحق کی ہوں اور ان تمام باتوں سے روکتی ہے جو شر اور برائی کی ہوں۔

دوسری صفت قرآن کریم کی شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ فرمائی یعنی ایسی کتاب کہ اگر اس کی ہدایتوں کے موافق عمل اور عقیدہ ہو تو ہر قسم کے امراض قلب اور عوارض باطنی یعنی روحانی بیماریوں کو شفا ہو جائے۔ گویا یہ قرآن دل کی بیماریوں کیلئے نسخہ شفا ہے۔ انفرادی یا

اجتماعی طور پر جو بھی اس نسخۂ شفاء پر عمل کرے گا وہ ہر طرح کے مفاسد اور رذائل سے پاک ہو جائے گا۔

تیسری صفت قرآن کریم کی ھدًی فرمائی یعنی ایسی کتاب جو ہدایت اور رہنمائی کرنے والی ہے۔ چوتھی صفت رحمۃ فرمائی یعنی یہ قرآن اہل ایمان کے لئے ہدایت ہے کہ ان کو خدا تک پہنچنے کا راستہ بتاتا ہے اور اپنے پیروؤں کو خدا کی رحمت وعنایت کا مورد بناتا ہے اور بقدر اتباع کے رحمت الٰہیہ کے انوار و برکات کا نزول ہوتا ہے دنیا کو قرآن کے آنے سے ظلمات کفر وضلالت سے نجات ملی اور آخرت میں ظلمات نار سے نجات ملے گی۔ یہ کتاب پیغام رحمت ہے یعنی ظلم و عداوت، بغض وعناد سے نجات دلاتی ہے اور رحمت ومحبت امن و سلامتی سے روح کو منور کرتی ہے۔ ان صفات کے ساتھ للمؤمنین کی قید لگا کر یہ بتایا گیا کہ مومنین ہی اس کی ان صفات سے استفادہ کریں گے اور یہ تمام فوائد انہی کو حاصل ہوں گے جن کی قسمت میں ایمان ہے اور جو مریض اپنی جان کا دشمن طبیب اور علاج سے دشمنی ہی کی ٹھان لے تو ظاہر ہے کہ جس قدر علاج اور دوا سے نفرت کر کے بھاگے گا اسی قدر نقصان اٹھائے گا۔

فضل ورحمت اور حضرت عمرؓ کا واقعہ

یہاں آیت میں جو یہ فرمایا گیا قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ یعنی لوگوں کو خدا کے اس فضل ورحمت پر خوش ہونا چاہیے وہ اس دنیا سے بدرجہا بہتر ہے۔ جس کو جمع کر رہے ہیں تو یہاں آیت میں مفسرین نے احادیث کی روشنی میں اللہ کے فضل سے مراد قرآن کے لئے ہیں اور رحمت سے مراد اسلام۔ یا قرآن پڑھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک کے لئے ہیں۔ اس آیت سے متعلق روایت میں ایک حکایت لکھی ہے کہ جب عراق کا خراج حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو حضرت عمرؓ اس کے دیکھنے کے لئے نکل آئے۔ آپ کے خادم بھی ساتھ تھے۔ حضرت عمرؓ خراج میں آئے ہوئے اونٹوں کو گننے لگے لیکن کہاں تک گنتے۔ گنتے گنتے تھک گئے تو کہنے لگے خدا کا شکر ہے ان کے خادم نے کہا کہ خدا کی قسم یہ بھی خدا کا فضل ورحمت ہے۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا ایسا نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فرما کر قرآن اور اس سے استفادہ مراد لیا ہے اس لئے اس کو فضل ورحمت نہیں بلکہ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ سمجھنا چاہیے کیونکہ ہمارا جمع کردہ ہے۔ فضل ورحمت کی تو بہت بڑی شان ہے۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہم قرآن پاک کی نعمت وعظمت کے آگے دنیا کی بڑی سے بڑی دولت کو ہیچ وحقیر سمجھیں۔

یا اللہ قرآن پاک کو ہمارے لئے بھی ظاہری اور باطنی رحمتوں اور برکتوں کے حصول کا ذریعہ بنا دے اور اس کی برکتوں سے ہمارے دلوں میں ایمان ویقین کی زندگی پیدا فرما دے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا ۭ قُلْ آٰللّٰهُ

آپ کہہ دیجئے' کہ یہ تو بتلاؤ' کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے جو کچھ رزق بھیجا تھا' پھر تم نے اس کا کچھ حصہ حرام اور کچھ حلال قرار دے لیا۔ آپ پوچھئے

اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَمَا ظَنُّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ يَوْمَ

کہ کیا تمکو خدا نے حکم دیا ہے' یا اللہ پر افترا ہی کرتے ہو۔ اور جو لوگ اللہ پر جھوٹ افترا باندھتے ہیں' ان کا قیامت کی نسبت کیا گمان ہے۔

الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَمَا

واقعی لوگوں پر اللہ کا بڑا ہی فضل ہے' لیکن اکثر آدمی بے قدر ہیں' اور آپ کسی حال میں ہوں'

تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ وَّمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا

اور منجملہ ان احوال کے آپ کہیں سے قرآن پڑھتے ہوں اور لوگو تم جو کام بھی کرتے ہو ہم کو سب کی خبر رہتی ہے

عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ۭ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ

جب تم اس کام کو کرنا شروع کرتے ہو اور آپ کے رب سے کوئی چیز ذرہ برابر بھی غائب نہیں

فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاۗءِ وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۶۱﴾

نہ زمین میں اور نہ آسمان میں' اور نہ کوئی چیز اس سے چھوٹی ہے' اور نہ کوئی چیز بڑی ہے مگر یہ سب کتاب مبین میں ہے۔

قُلْ آپ کہدیں	اَرَءَيْتُمْ بھلا دیکھو	مَآ اَنْزَلَ جو اس نے اتارا	اللّٰهُ اللہ	لَكُمْ تمہارے لئے	مِنْ سے	رِزْقٍ رزق	فَجَعَلْتُمْ پھر تم نے بنالیا	
مِنْهُ اس سے	حَرَامًا کچھ حرام	وَحَلٰلًا اور کچھ حلال	قُلْ آپ کہدیں	آٰللّٰهُ کیا اللہ	اَذِنَ حکم دیا	لَكُمْ تمہیں	اَمْ یا	عَلَى اللّٰهِ اللہ پر
تَفْتَرُوْنَ تم جھوٹ باندھتے ہو	وَمَا اور کیا	ظَنُّ خیال	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	يَفْتَرُوْنَ گھڑتے ہیں	عَلَى اللّٰهِ اللہ پر	الْكَذِبَ جھوٹ		
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن	اِنَّ بیشک	اللّٰهَ اللہ	لَذُوْ فَضْلٍ فضل کرنے والا	عَلَى النَّاسِ لوگوں پر	وَلٰكِنَّ اور لیکن	اَكْثَرَهُمْ ان کے اکثر		
لَا يَشْكُرُوْنَ شکر نہیں کرتے	وَ اور	مَا تَكُوْنُ نہیں ہوتے تم	فِيْ شَاْنٍ کسی حال میں	وَمَا تَتْلُوْا اور نہیں پڑھتے	مِنْهُ اس سے	مِنْ سے۔ کچھ		
قُرْاٰنٍ قرآن	وَلَا تَعْمَلُوْنَ اور نہیں کرتے	مِنْ عَمَلٍ کوئی عمل	اِلَّا مگر	كُنَّا ہم ہوتے ہیں	عَلَيْكُمْ تم پر	شُهُوْدًا گواہ		
اِذْ تُفِيْضُوْنَ جب تم مشغول ہوتے ہو	فِيْهِ اس میں	وَمَا اور نہیں	يَعْزُبُ غائب	عَنْ سے	رَّبِّكَ تمہارا رب	مِنْ سے	مِثْقَالِ برابر	
ذَرَّةٍ ایک ذرہ	فِي الْاَرْضِ زمین میں	وَلَا اور نہ	فِيْ میں	السَّمَاۗءِ آسمان	وَلَا اور نہ	اَصْغَرَ چھوٹا	مِنْ سے	ذٰلِكَ اس
وَلَا اور نہ	اَكْبَرَ بڑا	اِلَّا مگر	فِيْ میں	كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ کتاب روشن				

کفار و مشرکین کے جاہلانہ قوانین کا رد

کفار و مشرکین عرب نے طرح طرح کے جاہلانہ قوانین بنا رکھے تھے۔ بعض قسم کے جانور جن کو بحیرہ، سائبہ وغیرہ کہتے تھے خود اپنی رائے سے اپنے اوپر حرام کر رکھے تھے اور بعض مردار وغیرہ کو حلال قرار دے رکھا تھا یا مشرکین عرب اپنی کھیتی و مویشی میں سے ایک حصہ بتوں کے نام مخصوص کر دیتے اور اس سے انتفاع کو حرام جانتے تھے۔ قرآن مجید نے ان پر بار بار گرفت کی ہے۔

چنانچہ یہاں تنبیہ کی جاتی ہے کہ یہ کیا واہیات ہے کہ خدا نے تو تمہارے نفع کے لئے ہر قسم کی روزی پیدا کی پھر تم نے محض اپنی رائے اور خواہش سے اس میں سے کسی چیز کو حلال کسی کو حرام ٹھہرا لیا۔ بھلا تحلیل و تحریم کا تم کو کیا حق ہے؟ کیا تم یہ کہنے کی جرأت کر سکتے ہو کہ خدا تعالیٰ نے ایسا حکم دیا یا یوں ہی خدا پر افترا کر رہے ہو۔ پھر جو لوگ اللہ تعالیٰ پر افترا باندھتے ہیں وہ روز قیامت کے متعلق کیا خیال کر رہے ہیں کہ کیا معاملہ ان کے ساتھ ہوگا۔ کیا وہ قیامت میں سستے چھوٹ جائیں گے اور ان سے باز پرس نہ ہوگی؟ کیا انہیں عذاب بھگتنا نہیں پڑے گا؟ کن خیالات میں پڑے ہیں یاد رکھیں جو دردناک سزا ان کو ملنے والی ہے وہ ٹل نہیں سکتی۔ دنیا میں خدا اپنے فضل سے بہت کچھ مہلت دیتا ہے۔ بہت سی تقصیرات سے درگزر کرتا ہے لیکن بہت سے لوگ اس نرمی اور مہلت کو دیکھ کر بجائے شکر گزار ہونے کے اور زیادہ دلیر اور بے خوف ہو جاتے ہیں۔ آگے مشرکین کی تنبیہ کے لئے حق تعالیٰ اپنے احاطۂ علمی کو ظاہر فرماتے ہیں جس سے مقصود دو باتیں ہیں ایک تو کفار کی تنبیہ مقصود ہے کہ اے مشرکین تم ہمارے نبی اور رسول اور دین کی عداوت میں جو کچھ کر رہے ہو وہ ہم پر پوشیدہ نہیں۔ تمہاری سازشوں اور تدبیروں سے کچھ نہیں بنتا۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کا محافظ اور نگہبان ہے اور اللہ تم سے ذرہ ذرہ کا حساب لے گا۔ دوسرے مقصود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی ہے کہ آپ گھبرایئے نہیں۔ ان کی حرکات و سکنات اللہ تعالیٰ پر مخفی نہیں۔ زمین و آسمان میں ایک ذرہ برابر یا اس سے چھوٹی بڑی چیز نہیں جو خدائے تعالیٰ کے علم محیط سے غائب ہو۔ ہر چیز علم الٰہی کے ساتھ کتاب مبین یعنی لوح محفوظ میں درج ہے۔ تو جب حق تعالیٰ پر کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ چیز پوشیدہ نہیں تو ان مکذبین کے معاملات اور احوال کیسے مخفی رہ سکتے ہیں۔

خلاصۂ کلام

الغرض یہاں اپنی طرف سے کسی چیز کو حال اور کسی چیز کو حرام قرار دینے پر مشرکین کو وعید سنائی گئی۔ اور کلام الٰہی اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں محض کورانہ تقلید کی در پردہ مذمت فرمائی گئی اور اس امر کی صراحت کہ تحریم و تحلیل محض اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ خود رائی کو اس میں دخل نہیں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی کہ جس طرح دشمنوں کے معاملات اس کے سامنے ہیں ان کے بالمقابل ذرہ ذرہ حال دوستوں کا بھی اس کے علم میں ہے۔

دعا کیجئے

یا اللہ آپ کا واقعی ہم پر بڑا فضل و کرم ہے کہ جو ہم کو آپ نے اپنی رحمت سے زندگی کی مہلت دے رکھی ہے اور توبہ کا موقع دے رکھا ہے۔

یا اللہ ہم کو اس مہلت کی قدر شناسی کی توفیق مرحمت فرما اور اس زندگی میں اپنے اصلاح کی توفیق نصیب فرما۔

یا اللہ آپ بے شک ذرہ ذرہ سے باخبر ہیں اور کوئی امر آپ سے مخفی نہیں۔

یا اللہ ہم کو اس پر یقین کامل نصیب فرما تا کہ ہم کو کسی نافرمانی کو جرأت نہ ہو۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٦٢﴾ الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا

یاد رکھو اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی اندیشہ ہوگا' اور نہ وہ مغموم ہوں گے۔ وہ (اللہ کے دوست) وہ ہیں' جو ایمان لائے' اور تقویٰ اختیار کیا۔

يَتَّقُونَ ﴿٦٣﴾ لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۚ لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ

اُن کیلئے دُنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی خوشخبری ہے۔ اللہ کی باتوں میں کچھ فرق نہیں ہوا کرتا

اللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿٦٤﴾ وَلَا يَحْزُنكَ قَوْلُهُمْ ۘ إِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا ۚ

یہ بڑی کامیابی ہے۔ اور آپ کو اُن کی باتیں غم میں نہ ڈالیں' تمام تر غلبہ خدا ہی کیلئے ہے۔

هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٦٥﴾ أَلَا إِنَّ لِلَّهِ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَمَن فِي الْأَرْضِ ۗ وَمَا يَتَّبِعُ

وہ سنتا ہے جانتا ہے۔ یاد رکھو جتنے کچھ آسمانوں میں ہیں' اور جتنے زمین میں ہیں یہ سب اللہ ہی کے (مملوک) ہیں۔ اور جو لوگ اللہ کو چھوڑ کر

الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ شُرَكَاءَ ۚ إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا

دوسرے شرکاء کی عبادت کر رہے ہیں کس چیز کا اتباع کر رہے ہیں۔ محض بے سند خیال کا اتباع کر رہے ہیں' اور محض قیاسی باتیں کر رہے ہیں۔

يَخْرُصُونَ ﴿٦٦﴾ هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۚ إِنَّ فِي

وہ ایسا ہے جس نے تمہارے لئے رات بنائی تاکہ تم اس میں آرام کرو' اور دن بھی اس طور پر بنایا' کہ دیکھنے بھالنے کا ذریعہ ہے۔

ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَسْمَعُونَ ﴿٦٧﴾

اس میں دلائل ہیں' ان لوگوں کیلئے جو سنتے ہیں۔

اَلَا یاد رکھو | اِنَّ بیشک | اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ اللہ کے دوست | لَاخَوْفٌ نہ کوئی خوف | عَلَیْھِمْ ان پر | وَلَا اور نہ | ھُمْ وہ | یَحْزَنُوْنَ غمگین ہوں گے

اَلَّذِیْنَ وہ لوگ جو | اٰمَنُوْا ایمان لائے | وَکَانُوْا اور وہ رہے | یَتَّقُوْنَ تقویٰ کرتے رہے | لَھُمْ ان کیلئے | اَلْبُشْرٰی بشارت | فِی میں

اَلْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا دنیا کی زندگی | وَ اور | فِی میں | اَلْاٰخِرَۃِ آخرت | لَاتَبْدِیْلَ تبدیلی نہیں | لِکَلِمٰتِ باتوں میں | اللّٰہِ اللہ | ذٰلِکَ یہ | ھُوَ وہ

اَلْفَوْزُ کامیابی | اَلْعَظِیْمُ بڑی | وَلَا اور نہ | یَحْزُنْکَ تمہیں غمگین کرے | قَوْلُھُمْ ان کی بات | اِنَّ بیشک | اَلْعِزَّۃَ غلبہ | لِلّٰہِ اللہ کیلئے

جَمِیْعًا تمام | ھُوَ وہ | اَلسَّمِیْعُ سننے والا | اَلْعَلِیْمُ جاننے والا | اَلَا یاد رکھو | اِنَّ بیشک | لِلّٰہِ اللہ کیلئے | مَنْ جو کچھ | فِی السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں

وَمَنْ اور جو | فِی الْاَرْضِ زمین میں | وَمَا کیا۔کس | یَتَّبِعُ پیروی کرتے ہیں | اَلَّذِیْنَ وہ لوگ جو | یَدْعُوْنَ پکارتے ہیں | مِنْ دُوْنِ سوائے

شُرَکَآءَ شریک | اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ وہ نہیں پیروی کرتے | اِلَّا مگر | اَلظَّنَّ گمان | وَ اور | اِنْ نہیں | ھُمْ وہ | اِلَّا مگر | یَخْرُصُوْنَ انکلیں دوڑاتے ہیں

ھُوَ وہی | اَلَّذِیْ جو۔جس | جَعَلَ بنایا | لَکُمْ تمہارے لئے | اَلَّیْلَ رات | لِتَسْکُنُوْا تاکہ تم سکون حاصل کرو | فِیْہِ اس میں | وَالنَّھَارَ اور دن

مُبْصِرًا دکھانے والا | اِنَّ بیشک | فِیْ ذٰلِکَ اس میں | لَاٰیٰتٍ البتہ نشانیاں | لِقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ سننے والے لوگوں کیلئے

اولیاء اللہ کا تعارف

گذشتہ آیات میں مخالفین کو وعید سنائی گئی تھی اب ان کے مقابلہ میں اولیاء اللہ کو بشارت سنائی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ اولیاء اللہ یعنی خدا کے دوستوں پر آخرت میں کوئی خوف اور اندیشہ ناک واقعہ نہیں پڑھے گا اور نہ وہ دنیا کے چھوٹ جانے پر غمگین ہوں گے جن اولیاء اللہ کو یہ بشارت سنائی گئی آگے ان کی تعریف فرمائی جاتی ہے۔ کہ یہ کون ہوں گے؟ فرمایا اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ (جو ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کیا) یعنی ایمان اور تقویٰ یہ دو صفات اولیاء اللہ کی بیان فرمائی گئیں۔ یہ پہلے کئی مواقع میں عرض کیا جا چکا ہے کہ ایمان اور تقویٰ کے بہت سے درجات ہیں۔ پس جس درجہ کا ایمان و تقویٰ کسی میں موجود ہوگا اسی درجہ میں ولایت کا ایک حصہ اس کے لئے ثابت ہوگا۔ اس حیثیت سے سب مومنین فی الجملہ ولی کہلائے جا سکتے ہیں لیکن عرف میں ولی اسی کو کہا جاتا ہے جس میں ایک خاص اور ممتاز درجہ ایمان وتقویٰ کا پایا جاتا ہو۔

اولیاء اللہ کی علامات

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ وہ لوگ ہیں جو ہر وقت ذکر وفکر خداوندی میں دیکھے جاتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اولیاء اللہ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ وہ لوگ کہ جب دیکھو یاد خدا میں مصروف۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کے بندوں میں ایسے بھی بندے ہیں کہ انبیاء اور شہداء بھی ان پر رشک کرتے ہیں۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کون لوگ ہیں ہم بھی ان سے محبت رکھیں گے فرمایا انبیاء کے لئے بھی قابل رشک لوگ وہ ہیں کہ نہ مال کا کوئی تعلق۔ نہ نسب کا لگاؤ مگر صرف اللہ کے لئے ایک دوسرے کو چاہتے ہیں ان کے چہرے نورانی ہوں گے اور وہ نور کے ممبروں پر ہوں گے۔ لوگ جہاں خوف سے تھرا جائیں وہاں ان پر ذرا بھی آثار خوف نہ ہوگا۔ لوگوں پر رنج وغم طاری ہوگا اور ان کو رنج سے کوئی واسطہ نہ ہوگا۔ اللہ کے اولیاء یہی لوگ ہیں۔

اولیاء اللہ کیلئے دو بشارتیں

الغرض ایک بشارت تو اولیاء اللہ کو یہ دی گئی کہ ان پر قیامت میں نہ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ دوسری بشارت یہ دی گئی کہ ان کے لئے خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اولیاء اللہ کے لئے دنیا میں کئی طرح کی بشارتیں ہیں۔ مثلاً فرشتے موت کے وقت ان کو جنت اور مغفرت کی خوشخبری دیتے ہیں یا کثرت سے سچے اور مبارک خواب انہیں نظر آتے ہیں یا ان کی نسبت دوسرے بندگان خدا کو اچھے خواب دکھائی دیتے ہیں۔ یا ان کے معاملات میں خدا کی طرف سے خاص قسم کی امداد و تائید ہوتی ہے۔ یا خواص میں اور کبھی خواص سے گزر کر عوام میں بھی ان کی مقبولیت حاصل ہوتی ہے اور لوگ ان کی مدح وثنا اور ذکر خیر کرتے ہیں یہ سب چیزیں دنیوی بشارت کے تحت میں درجہ بدرجہ آ سکتی ہیں۔ رہی بشارت اخروی تو وہ قرآن پاک میں متعدد جگہ مذکور ہے کہ جنت کی ابدالآباد نعمتیں میسر ہوں گی۔ آگے یہ بھی بتلا دیا کہ اللہ تعالیٰ کی باتیں اور اس کے وعدے سب پختہ اور اٹل ہیں۔ جو بشارتیں دی ہیں ضرور پہنچ کر رہیں گی اور یہ بشارتیں جو مذکور ہوئیں ان کا مل جانا بھی بڑی کامیابی ہے۔

شرک احمقانہ فعل

اب مشرکین عرب جو توحید سے منہ موڑ کر صفات الٰہیہ میں دوسروں کو شریک قرار دیتے اور باری تعالیٰ کی شان میں گستاخیاں کرتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (نعوذ باللہ) ساحر کاہن اور شاعر کہتے۔ ان امور سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو طبعی رنج پہنچتا تھا اس لئے آگے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جاتی ہے اور پھر مشرکین کو ان کے باطل عقیدہ پر تنبیہ کی جاتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ آپ ان احمقوں اور شریروں کی کفریات اور دل خراش باتوں سے مغموم ورنجیدہ نہ ہوں۔ یہ ان متکبرین کی چندروزہ لن ترانیاں ہیں عنقریب ختم ہو جائیں گی غلبہ اور زور سب خدا کے لئے ہے وہ اپنے زور تائید سے حق کو غالب ومنصور اور مخالفین کو ذلیل ورسوا کر کے چھوڑے گا۔ وہ ان کے تمام اقوال و

اعمال کو سنتا اور جانتا ہے اور ان کے انجام سے بھی واقف ہے۔ رہا کافروں کا یہ گمان کہ ان کے باطل معبود اور مصنوعی شرکاء الوہیت کچھ اختیار و قوت رکھتے ہیں اور نقصان نفع پہنچانے کی ان میں طاقت ہے تو یہ محض باطل گمان ہے۔ کل زمین اور آسمان میں خدائے واحد کی سلطنت ہے سب جن و انس و فرشتے اسی کے مملوک و مخلوق ہیں۔ مشرکین کا غیر اللہ کو پکارنا اور انہیں خدائی کا حصہ دار بنانا محض اٹکل کے تیر اور واہی تباہی خیالات ہیں۔ ان کے ہاتھ میں نہ کوئی حقیقت ہے۔ نہ حجت، نہ برہان، نہ دلیل۔ یہ لوگ فقط جھوٹے گمان اور وہم کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ گمان قائم کر لیا کہ اللہ کے سوا دوسرے معبود بھی نفع نقصان پہنچا سکتے ہیں لہٰذا ان کی پرستش کرنے لگے۔ یہ معبود پرستی نہ ہوئی بلکہ وہم پرستی ہوئی ان کو اتنا نہیں سوجھتا کہ رات اور دن تو اللہ نے بنائے۔ سکون اور چین کے لئے رات کو تاریک بنایا اور کام کاج کے لئے دن کو روشن بنایا۔ تو ایسے قادر اور مربی خالق کو چھوڑ کر معذور مخلوق کی پرستش کرنا کتنا احمقانہ فعل ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اپنے اولیاء اللہ کے گروہ میں ہم کو بھی شامل ہونا نصیب فرمائیں اور دنیا و آخرت کی کامیابی ہم کو نصیب فرمائیں۔

یا اللہ دنیا میں ایمان اور تقویٰ کی دولت ہم کو نصیب فرما اور قیامت میں مومنین متقین کے ساتھ ہمارا حشر فرما کہ جن پر نہ کوئی غم ہوگا نہ خوف۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ الْغَنِيُّ ؕ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ اِنْ

وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اولاد رکھتا ہے سبحان اللہ وہ تو کسی کا محتاج نہیں اسی کی ملک ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔

عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍۢ بِهٰذَا ؕ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۸﴾ قُلْ اِنَّ الَّذِيْنَ

تمہارے پاس اس پر کوئی دلیل نہیں' کیا اللہ کے ذمہ ایسی بات لگاتے ہو جس کا تم علم نہیں رکھتے۔ آپ کہہ دیجئے کہ جو لوگ اللہ پر

يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ؕ ﴿۶۹﴾ مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ

جھوٹ افترا کرتے ہیں وہ (کبھی) کامیاب نہ ہوں گے۔ یہ دنیا میں تھوڑا سا عیش ہے پھر ہمارے ہی پاس اُن کو آنا ہے'

ثُمَّ نُذِيْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيْدَ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ﴿۷۰﴾ ع

پھر ہم اُن کو اُن کے کفر کے بدلے سزائے سخت (کا مزہ) چکھادیں گے۔

قَالُوا وہ کہتے ہیں	اتَّخَذَ بنالیا	اللّٰهُ اللہ	وَلَدًا بیٹا	سُبْحٰنَهٗ وہ پاک ہے	هُوَ وہ	الْغَنِيُّ بے نیاز	لَهٗ اس کیلئے	مَا جو	فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں
وَمَا اور جو	فِي الْاَرْضِ زمین میں	اِنْ نہیں	عِنْدَكُمْ تمہارے پاس	مِنْ کوئی	سُلْطٰنٍ دلیل	بِهٰذَا اس کیلئے	اَتَقُوْلُوْنَ کیا تم کہتے ہو		
عَلَى اللّٰهِ اللہ پر	مَا جو	لَا تَعْلَمُوْنَ تم نہیں جانتے	قُلْ آپ کہہ دیں	اِنَّ بیشک	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	يَفْتَرُوْنَ گھڑتے ہیں	عَلَى اللّٰهِ اللہ پر		
الْكَذِبَ جھوٹ	لَا يُفْلِحُوْنَ وہ فلاح نہیں پائیں گے	مَتَاعٌ کچھ فائدہ	فِي الدُّنْيَا دنیا میں	ثُمَّ پھر	اِلَيْنَا ہماری طرف	مَرْجِعُهُمْ ان کولوٹنا			
ثُمَّ پھر	نُذِيْقُهُمُ ہم چکھائیں گے انہیں	الْعَذَابَ عذاب	الشَّدِيْدَ شدید	بِمَا اس کے بدلے	كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ وہ کفر کرتے تھے				

عقائد باطلہ کی تردید

مشرکین کے باطل عقائد کی تردید اور اثبات توحید باری تعالیٰ اور حقانیت دین اسلام کا مضمون مختلف اسلوب ودلائل کے ساتھ گذشتہ سے بیان ہوتا چلا آرہا ہے۔ بعض کفار مکہ اور مشرکین عرب فرشتوں کو نعوذ باللہ خدائے تعالیٰ کی بیٹیاں کہا کرتے تھے اور نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا۔ اور یہود حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا فرزند کہتے تھے۔ یہاں ان آیات میں مشرکین کے اس اتہام کی تردید فرمائی جارہی ہے اور تین دلائل سے مشرکین کے اس قول وعقیدہ کو باطل ٹھہرایا جارہا ہے۔

پہلی دلیل

سبحان اللہ کلمہ تعجب کے طور پر کبھی اظہار حیرت کے لئے بولا جاتا ہے اور کبھی اس کے واقعی معنیٰ ہی مراد ہوتے ہیں یعنی یہ کہ اللہ تعالیٰ ہر عیب سے منزہ اور پاک ہے۔ یہاں لفظ سبحنہ' دونوں معنیٰ دے رہا ہے۔ مشرکین کے اس قول پر اظہار حیرت بھی مقصود ہے اور ان کی بات کے جواب میں یہ کہنا بھی مقصود ہے کہ اللہ تو بے عیب ہے اس کی طرف اولاد کی نسبت کس طرح ہوسکتی ہے اگر اس عقیدہ کو مانا جائے تو خدا کی ذات عالی اور ذات واحد پر بہت سے عیوب۔ بہت سی کمزوریوں بہت سے نقائص اور بہت سی احتیاجوں کی تہمت لگتی ہے جب کہ اللہ تعالیٰ تمام عیوب تمام نقائص اور تمام کمزوریوں سے پاک ہے۔ مثلاً اولاد تو باپ کے ہم جنس ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ مجانست' مشابہت اور مماثلت سے پاک اور منزہ ہے۔ نیز اولاد باپ کا جزو ہوتی ہے اور معاذ اللہ خدا تعالیٰ مرکب نہیں۔ نیز بیٹے کا محتاج وہ ہوتا ہے جس کو بقا اور دوام نہ ہوتا کہ اس

کی فنا اور زوال کے بعد بیٹا اس کے قائم مقام ہو۔ اللہ تعالیٰ تو ازلی اور ابدی اور اول و آخر ہے۔ پھر اسے بیٹے کی کیا ضرورت۔

دوسری دلیل

هُوَ الْغَنِيُّ یعنی اللہ بے نیاز ہے فرما کر یہ ظاہر فرمایا کہ خداوند قدوس بیوی بچوں سے پاک ہے۔ خدا کو اس کی ضرورت ہی کیا پیش آئی۔ معاذ اللہ کیا اسے اولاد کی حسرت تھی؟ یا یہ فکر تھی کہ اس کے بعد مال و دولت کا وارث اور اس کا نام روشن کرنے والا کون ہوگا؟ یا یہ کہ بڑھاپے یا حرج مرض میں کس سے سہارا ملے گا؟ العیاذ باللہ وہ تو سب سے زیادہ بے نیاز ہے اسے کسی اولاد وغیرہ کی احتیاج ہی نہیں۔ یہ سب باتیں محتاجی کی ہیں اور اللہ تعالیٰ احتیاج سے پاک اور منزہ ہے وہ کسی کا محتاج نہیں اور سب ہر وقت اس کے محتاج ہیں۔

تیسرے جملہ لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ میں صاف کہہ دیا گیا کہ زمین و آسمان میں سب اللہ کے بندے ہیں اور اس کے مملوک اور غلام ہیں۔ گویا مخلوق کا رشتہ اپنے خالق کے ساتھ صرف ملکیت اور مملوکیت کا ہے نہ کہ فرزندی و دلبندی وغیرہ خرافات کا۔ جب سب چیزیں اس کی مملوک مخلوق ہیں تو پھر خالق و مخلوق اور مالک و مملوک کے درمیان ان نسبی رشتوں کی کہاں گنجائش ہے۔ یہ بڑی سخت بات ہے کہ خدا کی نسبت محض جہالت سے ایسی جھوٹی اور بے سند باتیں کہی جائیں۔

خدا پر جھوٹ بولنے والے ناکام ہی رہیں گے

آگے بتلایا جاتا ہے کہ خدا پر جھوٹ باندھنے والے خواہ دنیا میں کیسی ہی طاقت رکھتے ہوں اور اپنے ساز و سامان پر مغرور ہوں لیکن انہیں حقیقی بھلائی اور کامیابی ہرگز نہیں نصیب ہو سکتی۔ تھوڑے دن دنیا کے مزے اڑالیں انجام کار ان کا معاملہ خدا کی طرف رجوع ہوگا۔ جہاں سے اپنے جرائم کی پاداش میں نہایت سخت عذاب کا مزہ چکھیں گے۔

ترقی و کامیابی کیا ہے؟

ان آیات سے صاف معلوم ہوا کہ کامیابی صرف یہ ہے کہ آدمی آخرت کے عذاب سے بچ جاوے۔ اور دنیا میں چند روز عیش و آرام سے بسر کر لینا جس کا خاتمہ ذلت اور مصیبت پر ہو اسے فلاح اور کامیابی ہرگز نہیں کہہ سکتے۔ پھر مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا کہہ کر قرآن مجید نے منکر و مکذب قوموں کی بالکل صحیح تصویر کھینچ دی ہے۔ تفصیل کیلئے امریکہ و برطانیہ روس اور فرانس وغیرہ بڑی بڑی نام نہاد ''مہذب'' اور ''ترقی یافتہ'' قوموں کا حال مطالعہ ہو۔ ان کے آپس کے رشک و حسد کا حال۔ ان کی حرام کاریوں کا حال۔ ان کے ہاں کے امراض خبیثہ کا حال۔ معلوم کر کے پھر فیصلہ کیجئے کہ متاع دنیا کا زیادہ سے زیادہ ذخیرہ رکھنے کے بعد بھی ان منکرین حق کو باوجود اپنی نام نہاد انتہائی ترقیوں کے فلاح کس معنی میں حاصل ہے؟ اور آج جو کج فہم قوم و ملت کو انہی ترقی یافتہ قوموں کی روش پر چلانا چاہتے ہیں وہ ملت کو فلاح کی جنت کی طرف لئے جارہے ہیں یا دنیا میں ہی دوزخ کے عذاب کی طرف؟ قرآن مجید تو ہر جگہ اور بار بار یہی بتا رہا ہے اور ہمارے مشاہدہ سے اس کی تصدیق کرا رہا ہے کہ جو قومیں صحیح ایمان اور تقویٰ سے عاری ہیں وہ عیش ابدی سے تو خیر محروم ہی ہیں لیکن دنیا میں بھی ان کا عیش محض ظاہری و سطحی ہوتا ہے اندر سے بالکل کھوکھلا۔

دعا کیجئے

یا اللہ یہود و نصاریٰ اور کفار و مشرکین کی دنیا پرستی سے اور ان کے روش پر چلنے سے امت مسلمہ کو محفوظ فرما۔ ہمارے دلوں میں دین کی وقعت عطا فرما اور تا زندگی صراط مستقیم پر چلنے اور اس پر قائم رہنے کی سعادت مقدر فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ نُوحٍ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ يَا قَوْمِ إِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَقَامِي

اور آپ ان کو نوحؑ کا قصہ پڑھ کر سنایئے جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اے میری قوم اگر تم کو میرا رہنا اور احکام خداوندی کی نصیحت کرنا بھاری معلوم ہوتا ہے

وَتَذْكِيرِي بِآيَاتِ اللَّهِ فَعَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْتُ فَأَجْمِعُوا أَمْرَكُمْ وَشُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ

تو میرا تو خدا ہی پر بھروسہ ہے سو تم اپنی تدبیر (جو کچھ کر سکو) مع اپنے شرکاء کے پختہ کر لو پھر تمہاری وہ تدبیر تمہاری گھٹن کا باعث نہ ہونا چاہیے

أَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوا إِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُونِ ﴿۷۱﴾ فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَأَلْتُكُمْ مِنْ

پھر میرے ساتھ (جو کچھ کرنا ہے) کر گذرو اور مجھ کو مہلت نہ دو۔ پھر بھی اگر تم اعراض ہی کئے جاؤ تو میں نے تم سے کوئی معاوضہ تو نہیں مانگا

أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿۷۲﴾ فَكَذَّبُوهُ

میرا معاوضہ تو صرف اللہ ہی کے ذمہ ہے اور مجھ کو حکم کیا گیا ہے کہ میں اطاعت کرنے والوں میں رہوں۔ سو وہ لوگ اُن کو جھٹلاتے رہے

فَنَجَّيْنَاهُ وَمَنْ مَعَهُ فِي الْفُلْكِ وَجَعَلْنَاهُمْ خَلَائِفَ وَأَغْرَقْنَا الَّذِينَ كَذَّبُوا

پس ہم نے اُن کو اور جو اُن کے ساتھ کشتی میں تھے انکو نجات دی اور اُن کو آباد کیا اور جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا اُن کو غرق کر دیا۔

بِآيَاتِنَا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِينَ ﴿۷۳﴾

سو دیکھنا چاہیے کیسا انجام ہوا اُن لوگوں کا جو ڈرائے جا چکے تھے۔

وَاتْلُ اور پڑھو	عَلَيْهِمْ ان پر	نَبَأَ خبر	نُوحٍ نوحؑ	إِذْ قَالَ جب اسنے کہا	لِقَوْمِهِ اپنی قوم سے	يَا قَوْمِ اے میری قوم	إِنْ كَانَ اگر ہے
كَبُرَ گراں	عَلَيْكُمْ تم پر	مَقَامِي میرا قیام	وَتَذْكِيرِي اور میرا نصیحت کرنا	بِآيَاتِ اللَّهِ اللہ کی آیتوں سے	فَعَلَى اللَّهِ پس اللہ پر		
تَوَكَّلْتُ میں نے بھروسہ کیا	فَأَجْمِعُوا پس تم مقرر کرلو	أَمْرَكُمْ اپنا کام	وَشُرَكَاءَكُمْ اور تمہارے شریک	ثُمَّ پھر	لَا يَكُنْ نہ رہے	أَمْرُكُمْ تمہارا کام	
عَلَيْكُمْ تم پر	غُمَّةً کوئی شبہ	ثُمَّ اقْضُوا پھر تم کرگزرو	إِلَيَّ میرے ساتھ	وَ اور	لَا تُنْظِرُونِ مجھے مہلت نہ دو	فَإِنْ پھر اگر	تَوَلَّيْتُمْ تم منہ پھیرلو
فَمَا سَأَلْتُكُمْ تو میں نے نہیں مانگا تم سے	مِنْ أَجْرٍ کوئی اجر	إِنْ تو صرف	أَجْرِيَ میرا اجر	إِلَّا مگر	عَلَى اللَّهِ اللہ پر	وَأُمِرْتُ اور مجھے حکم دیا گیا	
أَنْ کہ	أَكُونَ میں رہوں	مِنَ سے	الْمُسْلِمِينَ فرمانبردار	فَكَذَّبُوهُ تو انہوں نے اسے جھٹلایا	فَنَجَّيْنَاهُ سو ہم نے بچالیا اسے	وَمَنْ اور جو	
مَعَهُ اس کے ساتھ	فِي الْفُلْكِ کشتی میں	وَجَعَلْنَاهُمْ اور ہم نے بنایا انہیں	خَلَائِفَ جانشین	وَأَغْرَقْنَا اور ہم نے غرق کردیا	الَّذِينَ وہ لوگ جو		
كَذَّبُوا انہوں نے جھٹلایا	بِآيَاتِنَا ہماری آیتوں کو	فَانْظُرْ سو دیکھو	كَيْفَ کیسا	كَانَ ہوا	عَاقِبَةُ انجام	الْمُنْذَرِينَ ڈرائے گئے لوگ	

انبیائے کرام کے واقعات ذکر کرنے کے مقاصد

گذشتہ مضامین کی تائید کے لئے اب چند قصے گذشتہ انبیاء اور ان کی اقوام کے بیان کئے جا رہے ہیں جس میں توحید و رسالت کی تائید بھی مقصود

ہے نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کو تسلی دینا بھی مقصود ہے تا کہ تبلیغ وایمان میں مزید پختگی حاصل ہو کہ ہمیشہ سے کفار کا یہی دستور چلا آیا ہے کہ اہل حق کو بقدر امکان ایذا و تکلیف دیتے رہے ہیں۔ گذشتہ انبیاء اور ان کی اقوام کے قصہ بیان فرمانے سے یہ بھی مقصد ہے کہ کفار مکہ کو عبرت ہو کہ نبی کی اطاعت نہ کرنے اور سرکشی اور سرتابی کرنے کی وجہ سے گذشتہ اقوام تباہ و برباد ہو چکی ہیں کہیں ہمارا بھی وہی حشر نہ ہو۔ ان مقاصد کے علاوہ گذشتہ انبیاء اور ان کی اقوام کے مفصل واقعات و حالات بیان کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اعجاز نبوت بھی ظاہر کرنا مقصود ہے کہ باوجودیکہ آپ امی تھے۔ کبھی کسی سے کچھ لکھنے پڑھنے کی نوبت نہیں آئی۔ پھر بھی سینکڑوں اور ہزاروں برس پہلے کے ایسے واقعات بیان فرمائے کہ جو اصل سے سرمو متفاوت نہیں۔ اہل تاریخ اور گذشتہ الہامی کتابوں کے پڑھنے والے سر جوڑ کر بیٹھ جائیں اور کوشش کریں کہ بیان قرآن کی کوئی تغلیط کر سکیں یہ ناممکن ہے۔

حضرت نوحؑ کا واقعہ

ان آیات میں حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ سے آغاز فرمایا ہے۔ جو سب کے جد امجد اور آدم ثانی ہیں اور کفار کے مقابلہ میں پہلے رسول ہیں جو کفر کے مقابلہ کے لئے مبعوث ہوئے۔ اسی معنیٰ میں آپ کو حدیث میں اول رسول الی اہل الارض کہا گیا۔ حضرت آدم علیہ السلام بلاشبہ اللہ کے سب سے پہلے رسول مکلم تھے جن سے خدا تعالیٰ نے بلا واسطہ کلام فرمایا اور ان سے سلسلۂ نبوت و رسالت کا آغاز فرمایا مگر ان کے زمانہ میں دنیا میں کفر کا نام ونشان نہ تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام کے دس زمانوں بعد دنیا میں کفر کا آغاز ہوا۔ اس وقت نوح علیہ السلام بھیجے گئے تا کہ کافروں کو ایمان کی دعوت دیں۔ جب مسلسل اور عرصہ دراز تک تبلیغ و ہدایت کا اثر قوم نے نہ لیا اور نافرمانی پر جمے رہے تو ان پر طوفان آیا اور سب کفار غرق کیے گئے۔ اور قوم نوحؑ دنیا میں پہلی قوم تھی جو نافرمانی کے باعث عذاب خداوندی سے ہلاک ہوئی۔

قوم کی بے حسی پر حضرت نوحؑ کا خطاب

حضرت نوح علیہ السلام جب مسلسل اور بہت طویل تبلیغ کے بعد اپنی قوم سے عاجز آ گئے اور مایوس ہو گئے تو قوم سے انقطاعی گفتگو فرمائی جس کا حال ان آیات میں بیان فرمایا جا رہا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو مخاطب کر کے کہا کہ تمہاری خوشی ناخوشی یا موافقت و مخالفت کی مجھے ذرہ برابر پروا نہیں۔ میرا بھروسہ صرف خدائے واحد پر ہے۔ اگر تم میری نصیحت وفہمائش سے برا مانو تو مانا کرو۔ میں اپنے فرض منصبی کے ادا کرنے میں قصور نہیں کر سکتا۔ تم برا مان کر مجھ سے دشمنی کرو اور نقصان پہنچانا چاہو تو یہ چیز میرے ارادوں پر قطعاً اثر ڈالنے والی نہیں۔ جو کچھ تمہارے امکان میں ہے شوق سے کر گزرو۔ میرے خلاف مشورہ کر کے کوئی تجویز پختہ کر لو۔ اپنے ساتھیوں بلکہ فرضی معبودوں کو بھی جمع کر کے ایک رائے پر قائم ہو جاؤ۔ پھر متفقہ طاقت سے اسے جاری کر ڈالو۔ ایک منٹ کی مہلت بھی مجھ کو نہ دو پھر دیکھ لو کہ پیغمبرانہ استقامت وتوکل کس طرح غالب اور منصور رہتا ہے۔ تمہارے مقابلہ میں نہ جانی وبدنی تکالیف سے گھبراتا ہوں۔ نہ مالی نقصان کی کوئی فکر ہے کیونکہ میں نے خدمت تبلیغ و دعوت کا کچھ معاوضہ تم سے طلب نہیں کیا جو یہ اندیشہ ہو کہ تمہاری ناخوشی سے میری تنخواہ بند ہو جائے گی میں جس کا کام کر رہا ہوں اور حکم بجا لا رہا ہوں اسی کے ذمہ میری اجرت ہے جب میں اس کا فرمانبردار ہوں اور جو خدمت میرے سپرد کی گئی ہے اس کو بے خوف وخطر انجام دیتا ہوں تو کیسے ممکن ہے کہ وہ اپنے فضل ورحمت کے دروازے مجھ پر نہ کھولے رکھے۔

ہمیشہ اہل باطل برباد ہی ہوتے ہیں
اہل ایمان صبر وتوکل پر قائم رہیں

جب ان لوگوں کو سینکڑوں برس نوح علیہ السلام نے نصیحت کی۔ نفع وضرر سے آگاہ کیا۔ جب کوئی بات موثر نہ ہوئی بلکہ الٹا عناد وفرار بڑھتا گیا۔ اس وقت خدا تعالیٰ نے سخت طوفان پانی کا بھیجا کہ سب مکذبین غرقاب کر دیئے گئے۔ صرف نوح علیہ السلام اور آپ کے چند ساتھی جو کشتی میں سوار تھے محفوظ رہے۔ انہی سے آگے نسل انسانی چلی اور ڈوبنے والوں کی جگہ یہی آباد ہوئے۔

یہاں کفار کو تباہی و بربادی کی دھمکی۔ اہل ایمان کو کافروں کی ایذا رسانی پر صبر کرنے کی تلقین اور اللہ پر بھروسہ رکھنے کی ہدایت دی گئی اور اس بات کا حکم کہ اہل ایمان کو غیر اللہ سے خوف نہ کرنا چاہئے نیز اس امر کا ضمنی اظہار ہے کہ بالآخر اہل حق غالب آتے ہیں اور باطل پرست حق کی مخالفت کرنے والے برباد ہو جاتے ہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهٖ رُسُلًا اِلٰی قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِیُؤْمِنُوْا

پھر نوحؑ کے بعد ہم نے اور رسولوں کو اُن کی قوموں کی طرف بھیجا سو وہ اُن کے پاس معجزات لے کر آئے' پھر جس چیز کو اُنہوں نے اول میں

بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ؕ كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰی قُلُوْبِ الْمُعْتَدِیْنَ ﴿۷۴﴾ ثُمَّ بَعَثْنَا

جھوٹا کہہ دیا یہ نہ ہوا کہ پھر اُس کو مان لیتے اللہ تعالیٰ اسی طرح کافروں کے دلوں پر بند لگا دیتے ہیں۔ پھر ان پیغمبروں کے بعد ہم نے

مِنْ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰی وَهٰرُوْنَ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ بِاٰیٰتِنَا فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا

موسیٰؑ اور ہارونؑ کو فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس اپنے معجزات دے کر بھیجا' سو اُنہوں نے تکبر کیا' اور وہ لوگ

قَوْمًا مُّجْرِمِیْنَ ﴿۷۵﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْۤا اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۷۶﴾ قَالَ

جرائم کے خوگر تھے۔ پھر جب اُن کو ہمارے پاس سے صحیح دلیل پہنچی تو وہ لوگ کہنے لگے کہ یقیناً یہ صریح جادو ہے۔ موسیٰؑ نے فرمایا'

مُوْسٰۤی اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ ؕ اَسِحْرٌ هٰذَا ؕ وَلَا یُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ ﴿۷۷﴾ قَالُوْۤا

کیا تم اس صحیح دلیل کی نسبت جبکہ وہ تمہارے پاس پہنچی ایسی بات کہتے ہو کیا یہ جادو ہے حالانکہ جادوگر کامیاب نہیں ہوا کرتے۔ وہ لوگ کہنے

اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَنَا وَتَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِیَآءُ فِی الْاَرْضِ ؕ وَمَا

لگے کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ ہم کو اُس طریقہ سے ہٹا دو جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو دیکھا ہے' اور تم دونوں کو دنیا میں ریاست مل جاوے

نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِیْنَ ﴿۷۸﴾

اور ہم تم دونوں کو کبھی نہ مانیں گے۔

ثُمَّ پھر | بَعَثْنَا ہم نے بھیجے | مِنْ بَعْدِهٖ اس کے بعد | رُسُلًا کئی رسول | اِلٰی طرف | قَوْمِهِمْ ان کی قوم | فَجَآءُوْهُمْ وہ آئے انکے پاس

بِالْبَیِّنٰتِ روشن دلیلوں کیساتھ | فَمَا كَانُوْا لِیُؤْمِنُوْا سو ان سے نہ ہوا کہ وہ ایمان لے آئیں | بِمَا اس پر جو | كَذَّبُوْا انہوں نے جھٹلایا | بِهٖ اس کو

مِنْ قَبْلُ اس سے قبل | كَذٰلِكَ اسی طرح | نَطْبَعُ ہم مہر لگاتے ہیں | عَلٰی پر | قُلُوْبِ دل | الْمُعْتَدِیْنَ حد سے بڑھنے والے | ثُمَّ پھر

بَعَثْنَا ہم نے بھیجا | مِنْ بَعْدِهِمْ انکے بعد | مُّوْسٰی موسیٰؑ | وَهٰرُوْنَ اور ہارونؑ | اِلٰی طرف | فِرْعَوْنَ فرعون | وَمَلَا۟ئِهٖ اسکے سردار

بِاٰیٰتِنَا اپنی نشانیوں کیساتھ | فَاسْتَكْبَرُوْا تو اُنہوں نے تکبر کیا | وَكَانُوْا اور وہ تھے | قَوْمًا لوگ | مُّجْرِمِیْنَ گنہگار | فَلَمَّا تو جب | جَآءَهُمُ آیا انکے پاس

الْحَقُّ حق | مِنْ عِنْدِنَا ہماری طرف سے | قَالُوْۤا وہ کہنے لگے | اِنَّ بیشک | هٰذَا یہ | لَسِحْرٌ البتہ جادو | مُّبِیْنٌ کھلا | قَالَ کہا | مُوْسٰی موسیٰ

اَتَقُوْلُوْنَ کیا تم کہتے ہو | لِلْحَقِّ لَمَّا حق کیلئے جب | جَآءَكُمْ وہ آگیا تمہارے پاس | اَسِحْرٌ کیا جادو | هٰذَا یہ | وَلَا یُفْلِحُ اور کامیاب نہیں ہوتے

وَجَدْنَا پایا ہم نے	عَمَّا اس سے جو	لِتَلْفِتَنَا کہ پھیر دے ہمیں	اَجِئْتَنَا کیا تو آیا ہمارے پاس	قَالُوْا وہ بولے	السّٰحِرُوْنَ جادوگر
عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا اس پر اپنے باپ دادا	وَتَكُوْنَ اور ہو جائے	لَكُمَا تم دونوں کیلئے	الْكِبْرِيَآءُ بڑائی	فِي الْاَرْضِ زمین میں	وَمَا اور نہیں	نَحْنُ ہم
لَكُمَا تم دونوں کیلئے	بِمُؤْمِنِيْنَ ایمان لانے والوں میں سے				

سابقہ امتوں کی سنگدلی

نوح علیہ السلام کے بعد جیسا کہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے متعدد پیغمبر اپنی اپنی قوم کی طرف آئے مثلاً (۱) حضرت ہود علیہ السلام قوم عاد کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے۔ (۲) حضرت صالح علیہ السلام قوم ثمود کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے۔ (۳) حضرت ابراہیم علیہ السلام (۴) حضرت لوط علیہ السلام (۵) حضرت شعیب علیہ السلام وغیرہ۔ ان سب انبیاء کو اپنی اپنی قوم کی طرف کھلے ہوئے نشانات و معجزات دے کر بھیجا گیا لیکن جس جہالت اور کفر کی حالت میں وہ لوگ اپنے اپنے پیغمبر کی بعثت سے پہلے تھے اور جن چیزوں کو پیشتر سے جھٹلاتے چلے آرہے تھے یہ نہ ہوا کہ انبیاء کے تشریف لانے اور سمجھانے کے بعد ان کو مان لیتے اور جب پہلی مرتبہ منہ سے "نہ" نکل گئی تو یہ ممکن نہ ہوا کہ پھر کبھی "ہاں" نکل سکے۔ اسی بے ایمانی اور تکذیب حق پر آخر تک اڑے رہے۔ چونکہ انہوں نے راہ حق سے تجاوز اختیار کیا اور تکذیب اور عداوت حق میں حد سے نکل جانے والے تھے۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے ان کے دلوں پر گمراہی کی مہر لگا دی۔

قانون قدرت یہی ہے اور دلوں پر مہر لگنے کی یہی صورت ہوتی ہے کہ اول جو لوگ تکذیب کرتے ہیں پھر اس پر ضد اور اصرار کرتے کرتے محض دشمنی اور عناد کی روش اختیار کر لیتے ہیں۔ یہاں تک کہ دل کی کلیں بگڑ جاتی ہیں اور قبول حق کی استعداد باقی نہیں رہتی۔ اسی کو دلوں پر مہر لگ جانے سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔

حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کا واقعہ

اس کے بعد حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کا قصہ جو قوم فرعون کے ساتھ پیش آیا بیان فرمایا جاتا ہے۔ جو بہت سے واقعات کو شامل ہے اور سب کا خلاصہ یہ ہے کہ کمبل پوش نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام باوجود بے سروسامانی کے کامیاب و کامران ہوئے اور فرعون باوجود پورے ساز وسامان اور حکومت و سلطنت کے ناکام و نامراد ہوا اور آخر کو ذلت خواری کے ساتھ غرق آب ہو کر ہلاک ہوا۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا گیا کہ فرعونی جرائم پیشہ لوگ تھے۔ نافرمانی ان کی عادت بن چکی تھی۔ انہوں نے تکبر برتا اور خدا کی نشانیوں کو دیکھ کر بھی اس کے رسولوں کو نہ مانا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جادوگری کا الزام

معجزات دیکھ کر اور موسیٰ علیہ السلام کی نہایت پر تاثیر باتیں سن کر کہنے لگے کہ یہ سب کھلا ہوا جادو ہے کیونکہ ان کے خیال میں تمام فوق العادت چیزوں کا آخری درجہ "جادو" ہی ہو سکتا تھا۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کا قول نقل کیا جاتا ہے کہ آپ نے فرعونیوں سے فرمایا کہ تم حق کو جادو کہتے ہو۔ کیا جادو ایسا ہوتا ہے۔ اور کیا جادو کرنے والے نبوت کا دعویٰ کر کے حق و باطل کی کشمکش سے کامیاب نکل سکتے ہیں۔ سحر اور معجزہ میں تمیز نہ کر سکنا ان کوتاہ فہموں کا کام ہے جو سونے اور پیتل میں تمیز نہ کر سکیں۔ پیغمبر کے روشن چہرہ، پاکیزہ اخلاق، نور تقویٰ، پرشوکت و عظمت احوال میں بدیہی شہادت اس کی موجود ہوتی ہے کہ جادوگری اور شعبدہ بازی سے انہیں کوئی دور کی بھی نسبت نہیں۔ پھر پیغمبر کو ساحر کہنا کس درجہ بے حیائی یا دیوانگی ہے۔

فرعونیوں کی پروپیگنڈہ مہم

اب فرعونیوں نے موسیٰ علیہ السلام کو کیا جواب دیا وہ نقل کیا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ انہوں نے موسیٰ علیہ اسلام سے کہا کہ تمہاری غرض یہ معلوم ہوتی ہے کہ مذہبی حیثیت سے ایک انقلاب عظیم برپا کر کے اس ملک میں اپنی حکومت اور سرداری جمانا چاہتے ہو۔ ہمارا اتنا پرانا طریقہ جو پشتہا پشت سے چلا آتا ہے اسے ہٹا کر چاہتے ہو کہ اپنا اثر جماؤ۔ سو یاد رہے کہ یہ خواہش پوری ہونے والی نہیں۔ ہم لوگ ہرگز تمہاری بات نہ مانیں گے۔ اور نہ تمہاری بزرگی تسلیم کریں گے۔ ہمیں کیا ضرورت ہے کہ ہم تم پر ایمان لا کر اپنی عزت خاک میں ملائیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَقَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُونِي بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ﴿۷۹﴾ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى

اور فرعون نے کہا کہ میرے پاس تمام ماہر جادوگروں کو حاضر کرو سو جب وہ آئے موسیٰ نے اُن سے فرمایا کہ

اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ﴿۸۰﴾ فَلَمَّآ اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰى مَا جِئْتُمْ بِهِ ۙ السِّحْرُ ؕ اِنَّ

ڈالو جو کچھ تم کو ڈالنا ہے۔ سو جب اُنہوں نے ڈالا تو موسیٰ نے فرمایا کہ جو کچھ تم لائے ہو جادو یہ ہے یقینی بات ہے کہ

اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ

اللہ تعالیٰ اسکو ابھی درہم برہم کئے دیتا ہے اللہ تعالیٰ ایسے فسادیوں کا کام بننے نہیں دیتا۔ اور اللہ تعالیٰ حق کو اپنے وعدوں کے موافق ثابت کر دیتا ہے

وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۸۲﴾

گو مجرم لوگ کیسا ہی ناگوار سمجھیں۔

وَقَالَ اور کہا	فِرْعَوْنُ فرعون	ائْتُوْنِي لے آؤ میرے پاس	بِكُلِّ ہر	سٰحِرٍ جادوگر	عَلِيْمٍ علم والا	فَلَمَّا پھر جب	جَآءَ آگئے	السَّحَرَةُ جادوگر
قَالَ کہا	لَهُمْ ان سے	مُوْسٰى موسیٰ	اَلْقُوْا تم ڈالو	مَا جو	اَنْتُمْ تم	مُّلْقُوْنَ ڈالنے والے ہو	فَلَمَّا پھر جب	اَلْقَوْا انہوں نے ڈالا	قَالَ کہا
مُوْسٰى موسیٰ	مَا جو	جِئْتُمْ بِهِ تم لائے ہو	السِّحْرُ جادو	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	سَيُبْطِلُهٗ ابھی باطل کردے گا اسے	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ		
لَا يُصْلِحُ نہیں درست کرتا	عَمَلَ کام	الْمُفْسِدِيْنَ فساد کرنے والے	وَيُحِقُّ اور حق کردے گا	اللّٰهُ اللہ	الْحَقَّ حق	بِكَلِمٰتِهٖ اپنے حکم سے		
وَلَوْ خواہ	كَرِهَ ناپسند کریں	الْمُجْرِمُوْنَ مجرم						

فرعون نے جادوگروں کا سہارا لیا مگر ناکام ہو گیا

گذشتہ آیات میں فرعونیوں کا قول نقل کیا گیا تھا۔ اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ فرعون نے بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات عصا اور ید بیضا دیکھ کر یہی خیال کیا کہ ان کو نیچا دکھانے کے لئے ماہر جادوگروں کی ضرورت ہے تاکہ وہ موسیٰ کا مقابلہ کریں اور اپنے جادو کے زور سے انہیں نیچا دکھائیں چنانچہ فرعون نے اپنی عزت اور ناموس کے تحفظ کے لئے اپنے درباریوں سے کہا کہ موسیٰ کے مقابلہ کے لئے تمام قلمرو مصر میں سے تلاش کر کے ماہر جادوگروں کو بلاؤ اور جمع کرو۔ چنانچہ جادوگر جمع ہوئے۔ مقابلہ کا دن مقرر ہوا۔ ایک میدان میں سب جمع ہوئے۔ سورۂ اعراف میں یہ قصہ مفصلاً گزر چکا ہے۔ فرعون کے جمع کردہ ساحرین نے موسیٰ علیہ السلام سے دریافت کیا کہ اپنا کرتب دکھلانے میں تم پہل کرتے ہو یا ہم پہل کریں۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ جو تم کو دکھلانا ہے دکھلاؤ کیونکہ باطل کی پوری زور آزمائی اور نمائش کے بعد حق کا آنا اور باطل کو نیچا دکھلا کر ملیامیٹ کر دینا زیادہ موثر اور غلبہ حق کو زیادہ واضح کر دیتا ہے۔ اس پر ساحرین نے اپنی لاٹھیاں و رسیاں جن سے وہ جادو کیا کرتے تھے زمین پر پھینک دیں اور نظر بندی سے دیکھنے والوں کو ایسا معلوم ہونے لگا کہ گویا تمام میدان سانپوں سے بھرا ہوا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ جو کچھ تم لائے ہو یہ "جادو" ہے۔ وہ جادو نہ تھا جس کو فرعون اور اس کی قوم نے جادو کہا۔ میں جو لایا ہوں وہ جادو نہیں بلکہ حق اور معجزہ ہے۔ جادو تو یہ ہے جو تم لائے ہو۔ بس تم اپنی قوت صرف کر چکے اب تم دیکھو گے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اس لائے ہوئے

جادو کو میرے لائے ہوئے حق سے ملیامیٹ کر دے گا اور تم میرے مقابلہ میں ذلیل وخوار ہو گے اور تمہارا کھیل میرے مقابلہ میں کبھی نہیں سنور سکے گا۔ کیونکہ خدا کی عادت اور حکمت کے یہ خلاف ہے کہ مصلح ومفسد کے مقابلہ کے وقت جبکہ اس سے مقصود خالص اتمام حجت ہو۔ مفسدوں اور شریروں کی بات سنوار دے اور کلمۂ حق کو پست ومغلوب کر دے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ مفسدوں کا کام نہیں بننے دیتا اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدوں کے مطابق حق کو بلند اور ثابت فرماتا ہے اگرچہ مجرموں کو یہ کیسا ہی ناپسند ہو۔ چنانچہ اس مقابلہ میں ایسا ہی ہوا جیسا کہ قرآن پاک کے دوسرے مقامات میں مذکور ہے۔ جادوگر مغلوب ہوئے اور موسیٰ علیہ السلام کے عصا نے اژدہا بن کر جادوگروں کے سارے کھیل کو ملیامیٹ کر کے رکھ دیا۔ جس پر وہ جادوگر تو موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے مگر فرعون جو اس معاملہ میں بھی ذلیل وخوار ہوا اور جو ربوبیت کا دعویٰ وہ کرتا تھا اس کا پول کھل گیا۔ فرعون نے اپنے وسائل و ذرائع سے نبوت پر غلبہ پانے کی کوشش کی مگر فرعون باوجود حکومت سلطنت اور عظمت شان کے نبی کا کچھ نہ بگاڑ سکا اور اللہ کا بول بالا ہو کر رہا۔

یہاں کفار مکہ کو یہ سنا کر یہ جتلانا مقصود ہے کہ تم لوگ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اگر مخالفت پر قائم رہے تو خود ہی ذلیل وبرباد ہو گے۔ اللہ کے نبی کا کچھ نہ بگڑے گا۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ معجزہ اور کرامت افعال الٰہیہ حقہ میں سے ہیں اور سحر افعال باطلہ میں سے اور مقابلہ میں حق بالآخر باطل پر غالب آ جاتا ہے اور معجزہ یا کرامت کے مقابلہ میں جادو یا سحر کو کامیابی نہیں ہو سکتی۔

دعا کیجئے

یا اللہ اپنی رحمت سے اس ملک پاکستان میں بھی کوئی ایسا مرد مومن پیدا فرما دے جو اس ملک میں اسلام کو بلند کر دے اور حقیقی معنیٰ میں اس ملک کو اسلامی حکومت وسلطنت بنا دے اور باطل کو یہاں سے مٹا دے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰٓى اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰى خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَا۠ئِهِمْ

پس موسیٰؑ پر اُن کی قوم میں سے صرف قدرے قلیل آدمی ایمان لائے' وہ بھی فرعون سے اور اپنے احکام سے ڈرتے ڈرتے کہ کہیں انکو

اَنْ يَّفْتِنَهُمْ ؕ وَاِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِى الْاَرْضِ ۚ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۸۳﴾

تکلیف (نہ) پہنچاوے اور واقع میں فرعون اس مُلک میں زور رکھتا تھا اور یہ بھی بات تھی کہ وہ حد سے باہر ہوجاتا تھا۔

وَقَالَ مُوْسٰى يٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ

اور موسیٰؑ نے فرمایا' کہ اے میری قوم! اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو' تو اُسی پر توکل کرو' اگر تم اطاعت کرنے والے ہو۔

مُّسْلِمِيْنَ ﴿۸۴﴾ فَقَالُوْا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ۚ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۵﴾

اُنہوں نے عرض کیا' کہ ہم نے اللہ ہی پر توکل کیا۔ اے ہمارے پروردگار! ہم کو ان ظالموں اک تختۂ مشق نہ بنا۔

وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ اَنْ

اور ہم کو اپنی رحمت کا صدقہ ان کافر لوگوں سے نجات دے۔ اور ہم نے موسیٰؑ اور ان کے بھائی (ہارونؑ) کے پاس وحی بھیجی' کہ تم دونوں اپنے

تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۷﴾

ان لوگوں کیلئے مصر میں گھر برقرار رکھو اور تم سب اپنے انہیں گھروں کو نماز پڑھنے کی جگہ قرار دے لو اور نماز کے پابند رہو اور آپ مسلمانوں کو بشارت دے دیں۔

فَمَا سو نہ | اٰمَنَ ایمان لایا | لِمُوْسٰى موسیٰؑ پر | اِلَّا مگر | ذُرِّيَّةٌ چند لڑکے | مِنْ سے | قَوْمِهٖ اس کی قوم | عَلٰى خَوْفٍ خوف کی وجہ سے | مِنْ سے | فِرْعَوْنَ فرعون

وَمَلَا۠ئِهِمْ اور ان کے سردار | اَنْ کہ | يَّفْتِنَهُمْ وہ آفت میں ڈالے انہیں | وَاِنَّ اور بیشک | فِرْعَوْنَ فرعون | لَعَالٍ سرکش | فِى میں

الْاَرْضِ زمین | وَاِنَّهٗ اور بیشک وہ | لَمِنَ البتہ | الْمُسْرِفِيْنَ حد سے بڑھنے والے | وَقَالَ اور کہا | مُوْسٰى موسیٰؑ | يٰقَوْمِ اے میری قوم | اِنْ اگر

كُنْتُمْ تم ہو | اٰمَنْتُمْ ایمان لائے | بِاللّٰهِ اللہ پر | فَعَلَيْهِ تو اس پر | تَوَكَّلُوْٓا بھروسہ کرو | اِنْ اگر | كُنْتُمْ تم ہو | مُّسْلِمِيْنَ فرمانبردار

فَقَالُوْا تو انہوں نے کہا | عَلَى اللّٰهِ اللہ پر | تَوَكَّلْنَا ہم نے بھروسہ کیا | رَبَّنَا اے ہمارے رب | لَا تَجْعَلْنَا نہ بنا ہمیں | فِتْنَةً تختۂ مشق | لِّلْقَوْمِ قوم کا

الظّٰلِمِيْنَ ظالم | وَنَجِّنَا اور ہمیں چھڑا دے | بِرَحْمَتِكَ اپنی رحمت سے | مِنَ سے | الْقَوْمِ قوم | الْكٰفِرِيْنَ کافر | وَاَوْحَيْنَآ اور ہم نے وحی بھیجی

اِلٰى طرف | مُوْسٰى موسیٰؑ | وَاَخِيْهِ اور اس کا بھائی | اَنْ تَبَوَّاٰ کہ گھر بناؤ تم | لِقَوْمِكُمَا اپنی قوم کیلئے | بِمِصْرَ مصر میں | بُيُوْتًا گھر | وَّاجْعَلُوْا اور بناؤ

بُيُوْتَكُمْ اپنے گھر | قِبْلَةً قبلہ رُو | وَّاَقِيْمُوا اور قائم کرو | الصَّلٰوةَ نماز | وَبَشِّرِ اور خوشخبری دو | الْمُؤْمِنِيْنَ مومن

نوجوان جو ایمان لائے ان کا خوف واندیشہ

مصر میں قوم بنی اسرائیل فرعونیوں کے ہاتھوں سخت مصیبت اور ذلت اٹھا رہے تھے اور پرانی پیشین گوئیوں کے مطابق منتظر تھے کہ فرعون کے مظالم کا خاتمہ کرنے اور اس کی سلطنت کا تختہ الٹنے والا اسرائیلی پیغمبر مبعوث ہو۔ موسیٰ علیہ السلام ٹھیک اسی شان سے تشریف لائے جس کا انہیں

انتظار تھا۔ اس لئے تمام بنی اسرائیل دل سے تو موسیٰ علیہ السلام کی بعثت کو نعمت عظمیٰ سمجھتے تھے مگر چونکہ مصر کی سرزمین میں فرعون بڑا سرکش جبار اور سفاک بادشاہ تھا اور بنی اسرائیل پر ظلم کرنے میں وہ حد سے بڑھ چکا تھا۔ اس لئے اکثر بنی اسرائیل بھی فرعون اور فرعونی سرداروں سے خوف زدہ تھے۔ اس لئے ابتداء میں شرعی طور پر اپنے ایمان واسلام کا اظہار نہیں کیا اور وقت کے منتظر رہے کہ جس وقت حق کو غلبہ ہوگا اپنے ایمان اور اسلام کا اعلانیہ اظہار کر دیں گے۔

تاہم جیسا کہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے۔ بنی اسرائیل کے تھوڑے سے نوجوانوں نے ہمت کر کے باوجود فرعون کی قوم سے خائف ہونے کے اپنے اسلام وایمان کا اظہار کر دیا۔ چند گنے چنے قبطی بھی جو فرعون کی قوم سے تھے ساحروں کی شکست اور مغلوبیت اور ان کے ایمان لے آنے سے موسیٰ علیہ السلام کی صداقت کا سکہ ان کے قلوب پر بیٹھ گیا اور وہ بھی مشرف بایمان ہو گئے۔ مگر اس کے بعد فرعون نے مزید مظالم کے پہاڑ ڈھانا شروع کئے۔ کوئی سختی اور تکلیف نہ تھی جو بنی اسرائیلیوں سے اٹھا کر رکھی ہو آخر کو تنگ آ کر بنی اسرائیل نے اپنے خوف اور پریشانی کا اظہار حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کیا اور ان کا خوف کھانا بھی کچھ بے جا نہ تھا۔ کیونکہ اس وقت ملک میں فرعون کی مادی طاقت بہت بڑھ چڑھ کر تھی اور اس کا ظلم وسرکشی حد سے متجاوز ہو چکا تھا اور کمزوروں کو ستانے کے لئے اس نے بالکل ہاتھ کھلا چھوڑ رکھا تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے تسلی اور رہنمائی

موسیٰ علیہ السلام نے جب ان اہل ایمان کو فرعون سے خائف دیکھا تو ان کو تسلی دی اور فرمایا کہ گھبرانے اور خوف کھانے کی ضرورت نہیں۔ ایک فرمانبردار مومن کا کام اپنے مالک حقیقی کی طاقت پر بھروسہ کرنا ہے جسے خدا کی لامحدود قدرت ورحمت پر یقین ہوگا وہ یقیناً ہر معاملہ میں خدا پر اعتماد کرے گا اور اس اعتماد کا اظہار جب ہی ہو سکتا ہے کہ بندہ اپنے کو بالکلیہ خدا کے سپرد کر دے۔ اسی کے حکم پر چلے اور تمام جدوجہد میں صرف اسی پر نظر رکھے۔ موسیٰ علیہ السلام کی اس نصیحت پر انہوں نے اخلاص کا اظہار کیا کہ بیشک ہمارا بھروسہ خالص خدا پر ہے اسی سے دعا کرتے ہیں کہ ہم کو ان ظالموں کا تختۂ مشق نہ بنائے کہ یہ ہم پر اپنے زور وطاقت سے ظلم ڈھاتے رہیں اور ہم ان کا کچھ نہ بگاڑ سکیں۔ اللہ ہی ہم کو ان ظالموں کی غلامی ومحکومی سے نجات دے اور ان کافروں کے پنجہ سے رہائی عطا فرمادے۔

بگڑتے ہوئے حالات کی حکمت عملی

جادوگروں کی شکست کے بعد فرعون اور زیادہ مشتعل ہو گیا تھا اور مصر میں اسرائیلیوں کے جتنے عبادت خانہ تھے سب اس نے برباد کر دیئے تھے۔ کوئی اسرائیلی باہر نکل کر خدا کی عبادت نہ کر سکتا تھا۔ اسرائیلی پہلے ہی سے خائف اور پریشان تھے مگر کچھ تو ان کی تسلی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نصیحت اور تعلیم توکل علی اللہ اور رجوع الی اللہ سے فرمائی گئی۔ مزید تسلی کے لئے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو بذریعہ وحی حکم فرمایا کہ بنی اسرائیل فرعونیوں سے ڈر کر اپنے گھر نہ چھوڑیں بلکہ بدستور مصر میں اپنے گھروں پر قرار رکھیں اور اپنے مکانوں میں ٹھہرے رہیں اور چونکہ فرعونیوں نے بنی اسرائیلیوں کی عبادت گاہیں خراب کر دی تھیں۔ اس لئے حکم ہوا کہ نماز کے اوقات میں اسرائیلی اپنے گھروں میں نماز پڑھ لیں۔ پچھلی امتوں میں چونکہ عبادت گاہوں کے علاوہ اور جگہ نماز وعبادت نہیں ہوتی تھی۔ اس لئے خطرات کے باعث حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو گھروں کے اندر نماز پڑھنے کی اجازت دی گئی جیسا کہ ابتدائے اسلام میں خود مسلمانوں کا مکہ کی سرزمین پر یہی حال تھا تاہم بنی اسرائیل کو اس اجازت کے ساتھ یہ تنگی بھی تھی کہ گھروں میں بھی ایک جگہ متعین کرنی پڑتی تھی۔ یہ نہیں کہ گھر میں بھی جہاں چاہا نماز پڑھ لی۔ یہ تو امت محمدیہ کی خصوصیت ہے کہ جہاں چاہو نماز پڑھ سکتے ہو۔ الغرض حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ سے اسرائیلیوں کو نماز کی پابندی کی تاکید کا حکم دیا گیا تاکہ نماز کی برکت سے اللہ تعالیٰ جلدی اس مصیبت سے چھڑا دے اور موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ آپ اسرائیلیوں کو بشارت سنا دیجئے کہ عنقریب تمہارا دشمن تباہ وبرباد ہوگا اور تمہاری مصیبت ختم ہو جائے گی۔

مسلمانوں کو تعلیم وتلقین

ان آیات سے ان ابتدائی دور کے مکی مسلمانوں کی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی وجہ سے ساری قوم کی شدید مخالفت اور ظلم وستم کا نشانہ بنے ہوئے تھے تعلیم وتلقین بھی مقصود ہے کہ ان تمام مصائب کا علاج رجوع الی اللہ اور توکل علی اللہ میں پنہاں ہے۔ جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو تعلیم فرمایا تو یہ قرآنی تعلیمات جس طرح ابتدائی دور کے مسلمانوں کے لئے تھیں اسی طرح آئندہ اور تاقیامت تک کے مسلمانوں کے لئے ہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَقَالَ مُوْسٰی رَبَّنَآ اِنَّکَ اٰتَیْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَہٗ زِیْنَۃً وَّاَمْوَالًا فِی الْحَیٰوۃِ

اور موسیٰ نے عرض کیا' کہ اے ہمارے رب! آپ نے فرعون کو اور اُس کے سرداروں کو سامان تجمل اور طرح طرح کے مال دنیوی زندگی میں

الدُّنْیَا رَبَّنَا لِیُضِلُّوْا عَنْ سَبِیْلِکَ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓی اَمْوَالِھِمْ وَاشْدُدْ

اے ہمارے رب! اسی واسطے دیئے ہیں' کہ وہ آپ کی راہ سے گمراہ کریں۔ اے ہمارے رب! ان کے مالوں کو نیست و نابود کر دیجئے' اور ان کے دلوں کو

عَلٰی قُلُوْبِھِمْ فَلَا یُؤْمِنُوْا حَتّٰی یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ ﴿۸۸﴾ قَالَ قَدْ اُجِیْبَتْ

سخت کر دیجئے سو یہ ایمان نہ لانے پاویں' یہاں تک کہ عذاب الیم کو دیکھ لیں۔ حق تعالیٰ نے فرمایا' کہ تم دونوں کی دعا قبول کر لی گئی ہے'

دَّعْوَتُکُمَا فَاسْتَقِیْمَا وَلَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِیْلَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۸۹﴾

سو تم مستقیم رہو۔ اور اُن لوگوں کی راہ نہ چلنا جن کو علم نہیں۔

وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَھُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُہٗ بَغْیًا وَّعَدْوًا حَتّٰٓی

اور ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر سے پار کر دیا' پھر اُن کے پیچھے پیچھے فرعون مع اپنے لشکر کے ظلم اور زیادتی کے ارادے سے چلا۔ یہاں تک کہ

اِذَآ اَدْرَکَہُ الْغَرَقُ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِہٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِیْلَ

جب ڈوبنے لگا' تو کہنے لگا کہ میں ایمان لاتا ہوں کہ بجز اُس کے کہ جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں کوئی معبود نہیں'

وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۹۰﴾ آٰلْئٰنَ وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ وَکُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ ﴿۹۱﴾

اور میں مسلمانوں میں داخل ہوتا ہوں' جواب دیا گیا' کہ اب ایمان لاتا ہے۔ پہلے سے سرکشی کرتا رہا' اور مفسدوں میں داخل رہا۔

وَقَالَ اور کہا	مُوْسٰی موسیٰ	رَبَّنَا اے ہمارے رب	اِنَّکَ بیشک تو	اٰتَیْتَ تو نے دیا	فِرْعَوْنَ فرعون	وَمَلَاَہٗ اور اسکے سردار	زِیْنَۃً زینت	
وَاَمْوَالًا اور مال	فِیْ میں	الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا دنیا کی زندگی	رَبَّنَا اے ہمارے رب	لِیُضِلُّوْا کہ وہ گمراہ کریں	عَنْ سے	سَبِیْلِکَ تیرا راستہ		
رَبَّنَا اے ہمارے رب	اطْمِسْ تو مٹادے	عَلٰی پر	اَمْوَالِھِمْ ان کے مال	وَاشْدُدْ اور مہر لگادے	عَلٰی قُلُوْبِھِمْ انکے دلوں پر			
فَلَا یُؤْمِنُوْا کہ وہ نہ ایمان لائیں	حَتّٰی یہانتک کہ	یَرَوُا وہ دیکھ لیں	الْعَذَابَ عذاب	الْاَلِیْمَ دردناک	قَالَ اس نے فرمایا			
قَدْ اُجِیْبَتْ قبول ہوچکی	دَّعْوَتُکُمَا تمہاری دُعا	فَاسْتَقِیْمَا سوتم دونوں ثابت قدم رہو	وَ اور	لَا تَتَّبِعٰٓنِّ نہ چلنا	سَبِیْلَ راہ	الَّذِیْنَ ان لوگوں کی جو		
لَا یَعْلَمُوْنَ ناواقف ہیں	وَجٰوَزْنَا اور ہم نے پار کردیا	بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ بنی اسرائیل کو	الْبَحْرَ دریا	فَاَتْبَعَھُمْ پس پیچھا کیا ان کا	فِرْعَوْنُ فرعون			
وَجُنُوْدُہٗ اور اسکا لشکر	بَغْیًا وَّعَدْوًا سرکشی اور زیادتی	حَتّٰی یہانتک کہ	اِذَآ اَدْرَکَہُ جب اُسے آ پکڑا	الْغَرَقُ غرقابی	قَالَ وہ کہنے لگا	اٰمَنْتُ میں ایمان لایا		
اَنَّہٗ کہ وہ	لَآ نہیں	اِلٰہَ معبود	اِلَّا سوائے	الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ وہ جس پر ایمان لائے	بِہٖ اس پر	بَنُوْٓا اِسْرَآءِیْلَ بنی اسرائیل	وَاَنَا اور میں	مِنَ سے
الْمُسْلِمِیْنَ فرمانبردار	آٰلْئٰنَ کیا اب	وَقَدْ عَصَیْتَ اور البتہ تو نافرمانی کرتا رہا	قَبْلُ پہلے	وَکُنْتَ اور تو رہا	مِنَ سے	الْمُفْسِدِیْنَ فساد کرنے والے		

فرعونیوں کے خلاف

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا اور اس کی قبولیت

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مدت دراز تک ہر طرح وعظ و نصیحت اور تبلیغ کر چکے اور عظیم الشان معجزات دکھلا چکے مگر فرعونیوں کا کفر پر اصرار اور حق سے عناد بڑھتا ہی رہا۔ حتیٰ کہ جب وحی الٰہی سے پوری طرح ثابت ہو گیا کہ یہ لوگ کبھی ایمان لانے والے نہیں۔ تب بالآخر مجبور ہو کر ان کی ہلاکت کے لئے بددعا فرمائی اور فرعونیوں کی تباہی کی استدعا باری تعالیٰ سے پیش کی اور عرض کیا کہ اے باری تعالیٰ آپ نے جو ان فرعونیوں کو بکثرت مال و دولت دے رکھا ہے مصر سے لے کر ارض حبشہ تک سونے چاندی اور زبرجد و زمرد یاقوت وغیرہ جواہرات کی کانیں عطا فرما رکھی ہیں جس کا اثر یہ ہے کہ یہ گمراہیاں پھیلا رہے ہیں اور راہ راست سے لوگوں کو بھٹکا رہے ہیں ان کے اموال کو تباہ اور ملیا میٹ کر دے اور ان کے دلوں پر ایسی مہر لگ جائے کہ ان کو ایمان لانا نصیب ہی نہ ہو۔ اور ایمان لائیں بھی تو ایسے وقت جبکہ ایمان لانا مفید ہی نہیں۔ یعنی جب آنکھوں سے عذاب الیم کا مشاہدہ کر لیں۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام دعا کرتے تھے اور حضرت ہارون علیہ السلام آمین کہتے جاتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس دعا پر حق تعالیٰ کی طرف سے جواب ارشاد ہوا کہ تم دونوں کی دعا قبول ہو گئی اور اب یہ نافرمان ہلاک ہی ہو کر رہیں گے۔ اگر چہ دعا کرنے والے صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے اور ہارون علیہ السلام آمین کہتے جاتے تھے اس لئے جواب میں صیغہ تثنیہ استعمال کیا گیا اور اُجِيبَتْ دَّعْوَتُكُمَا فرمایا گیا یعنی تم دونوں کی دعا قبول ہوئی۔

ایک ضمنی مسئلہ

مفسر ابن کثیرؒ نے اس آیت سے یہ مسئلہ استخراج کیا ہے کہ اگر نماز میں صرف امام سورۂ فاتحہ قرأت کرے اور مقتدی آمین کہیں تو قرأت امام کو قرأت مقتدی بھی قرار دیا جائے گا جیسا کہ دعا صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کی تھی اور حضرت ہارن علیہ السلام نے آمین کہی تھی مگر حق تعالیٰ نے فرمایا کہ تم دونوں کی دعا قبول ہوئی تو معلوم ہوا کہ دعا میں حضرت ہارون علیہ السلام بھی شریک تھے۔ اگر چہ صرف آمین کہی تھی۔

قبولیت دعا کے ساتھ دو ہدایات

دعا کی قبولیت کے اظہار کے ساتھ دو باتوں کی ہدایت بھی فرمائی گئی۔ ایک تو فرمایا گیا فَاسْتَقِيمَا یعنی تم دونوں اپنے کام ثابت قدمی اور استقلال سے انجام دیتے رہو یعنی فرض منصبی پر قائم رہو اور دعوت و تبلیغ میں بدستور لگے رہو دوسری بات فرمائی وَلَا تَتَّبِعَآنِّ سَبِيلَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ان لوگوں کی راہ نہ چلنے لگنا جو علم نہیں رکھتے یعنی اگر قبول دعا کے آثار دیر سے ظاہر ہوں تو نادان لوگوں کی طرح شتابی مت کرنا وقت مقرر پر یہی ہو کر رہے گا۔ عجلت اور گھبرانے سے کچھ حاصل نہیں گویا یہ تعلیم فرمائی کہ دعاء کے قبول ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ فوری اثر ظاہر ہو جائے۔ لکھا ہے کہ اس دعا کے بعد فرعون چالیس سال زندہ رہا۔ بعض مفسرین نے صرف ۴۰ روز زندہ رہنا بیان کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

فرعونیوں کی ہلاکت اور بنی اسرائیل کی آزادی کا واقعہ

بہر حال مشیت الٰہی میں جو وقت مقرر تھا جب وہ پورا ہو گیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بذریعہ وحی حکم ہوا کہ اب وقت آ گیا ہے۔ آپ بنی اسرائیل کو مصر سے نکال کر باپ دادا کی سرزمین کی جانب لے جائیے۔ حسب الحکم ایک رات کو موسیٰ علیہ السلام کئی لاکھ بنی اسرائیل کو لے کر راتوں رات بحر احمر کی راہ پر ہو لئے اور روانہ ہونے سے پہلے مصری عورتوں کے زیورات اور قیمتی پارچہ جات جو ایک تہوار میں بنی اسرائیلیوں نے مستعار لئے تھے وہ بھی واپس نہ کر سکے۔ فرعون کو جب اطلاع ملی کہ بنی اسرائیل مصر سے فرار ہونے کے لئے شہروں سے نکل گئے فرعون نے اسی وقت ایک لشکر جرار لے کر ان کا تعاقب کیا تا کہ اس کے پنجۂ ظلم سے چھوٹنے نہ پاویں اور آفتاب نکلنے کے وقت بنی اسرائیل تک پہنچ گیا۔ بنی

اسرائیل جب بحر قلزم کے کنارے پہنچے تو سخت پریشان ہوئے۔ آگے سمندر اور پیچھے فرعون کا لشکر۔ مضطرب ہو کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بار بار پوچھنے لگے کہ اب کیا ہوگا؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو تسلی دی اور فرمایا خوف نہ کرو۔ خدا کا وعدہ سچا ہے وہ تم کو نجات دے گا اور پھر درگاہ الٰہی میں دست بدعا ہوئے۔ وحی الٰہی نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنی لاٹھی کو پانی پر مارو چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے ایسا ہی کیا۔ لاٹھی مارتے ہی سمندر میں پانی ادھر ادھر پھٹ کر دونوں جانب دو پہاڑوں کی طرح کھڑا ہو گیا اور درمیان میں خدا نے بارہ راستے خشک بنا دیئے اور بنی اسرائیل کا ہر خاندان ایک راستہ میں داخل ہو کر پار پہنچ گیا۔ ادھر فرعون لشکر سمیت سمندر کے کنارے پہنچ گیا۔ فرعون نے جو سمندر خشک دیکھا اور بنی اسرائیل کو اس میں سے بآسانی اور بحفاظت تمام گزرتے ہوئے دیکھا تو مع اپنے لشکر کے خود بھی سمندر میں داخل ہو گیا۔ جب ایک ایک کر کے تمام فوجی سمندر کے اندر پہنچ گئے تو پانی بحکم الٰہی اپنی اصلی حالت پر آ گیا اور فرعون اور اس کا تمام لشکر جو ابھی درمیان ہی میں تھا غرق ہو گیا۔ جب فرعون غرق ہونے لگا اور ملائکہ عذاب سامنے نظر آنے لگے تو اس وقت گھبرا کر ایمان اور اسلام کا لفظ زبان پر لایا اور پکار کر کہنے لگا کہ میں اسی خدا پر ایمان لاتا ہوں جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے اور اب میں اسی کے فرمانبرداروں میں ہوں۔ مگر یہ ایمان چونکہ حقیقی ایمان نہ تھا بلکہ گذشتہ فریب کاریوں کی طرح نجات حاصل کرنے کے لئے یہ بھی ایک مضطربانہ بات تھی اس لئے خدا کی طرف سے ملائکہ کے ذریعہ سے یہ جواب ملا کہ اس سے پیشتر تمام عمر جب ایمان کا موقع تھا تو ایمان نہ لایا اور ساری عمر مخالف ہو کر گمراہی اور فساد پھیلاتا رہا۔ اب عذاب دیکھ کر یقین لایا جبکہ ایمان کا وقت نہ رہا۔ خدا کو خوب معلوم ہے کہ تو مسلمین میں سے نہیں۔ بلکہ مفسدین میں سے ہے۔

قبولیت دعا کا مشاہدہ

یہاں موسیٰ علیہ السلام نے جو دعا مانگی تھی فَلَا يُؤْمِنُوا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ یہ ایمان نہ لانے پاویں یہاں تک کہ عذاب الیم کو دیکھ لیں تو اس کی مقبولیت کا اللہ تعالیٰ نے مشاہدہ کرا دیا کہ ان کی دعا لفظاً بلفظ قبول ہوئی کہ فرعون عذاب کو دیکھ کر ہی ایمان لایا۔ اس سے پہلے اسے ایمان لانا نصیب نہ ہوا۔ ترمذی میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیلؑ نے مجھ سے یہ بیان کیا کہ جب فرعون نے اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ وَاَنَا کہا اس وقت میرا حال عجیب تھا۔ کاش آپ مجھے اس وقت دیکھتے کہ میں سمندر سے کیچڑ لے کر فرعون کے منہ میں ٹھونستا تھا کہ کہیں (کلمۂ ایمان کی برکت سے) اس کو اللہ کی رحمت نہ پہنچ جائے اور بعض روایت میں یہ لفظ آئے ہیں کہ مجھے ڈر ہوا کہ اس کو اللہ کی رحمت پکڑ لے اور اس کی مغفرت ہو جائے۔

عجیب واقعہ

حضرت شیخ التفسیر والحدیث مولانا کاندھلویؒ نے اپنی تفسیر معارف القرآن میں یہ حکایت لکھی ہے کہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ جبرائیل امین فرعون کے پاس ایک استفتاء لے کر آئے جس کا مضمون یہ تھا کہ تیرا اس غلام کے بارہ میں کیا فتویٰ ہے جو آقا کے مال و نعمت میں پلا پھر اس غلام نے اپنے آقا کی نعمت کا کفران کیا اور اس کا حق نہ مانا اور خود آقا ہونے کا دعویٰ کیا تو ایسے غلام کا کیا حکم ہے؟ فرعون نے اپنے ہاتھ سے اس کا جواب لکھا کہ ایسے غلام کی سزا یہ ہے کہ اس کو سمندر میں ڈبو دیا جائے اور اس فتوے پر جبرئیل امین نے فرعون سے دستخط بھی لے لئے۔ فرعون نے اپنے قلم سے لکھ دیا یہ وہ جواب ہے کہ ولید بن مصعب یعنی فرعون نے لکھا ہے۔ جب فرعون غرق ہونے لگا اور ایمان ظاہر کرنے لگا تو جبرائیل امین نے اس کے ہاتھ کا لکھا ہوا فتویٰ اس کو دکھلایا اور کہا فتوے کے بموجب تیرے ساتھ یہ ہو رہا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بددعا کیوں کی

ان آیات کے تحت حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعونیوں کے لئے بددعا کرنے پر مفسرین نے ایک شبہ کا اظہار کر کے اس کا جواب بھی لکھا ہے۔ شبہ یہ ہو سکتا ہے کہ رسول تو قوم کے لئے ہدایت اور ایمان

چاہتا ہے نہ کہ گمراہی اور کفر۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے یہ بددعا کیسے فرمائی کہ ان فرعونیوں کے دلوں کو یا اللہ اور سخت کر دیجئے کہ یہ ایمان نہ لانے پاویں یہاں تک کہ عذاب الیم کو دیکھ لیں۔ تو اس شبہ کے مفسرین محققین نے کئی جوابات لکھے ہیں۔

ایک جواب تو یہ لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ساری تدبیریں کرنے کے بعد ان فرعونیوں کی اصلاح سے مایوس ہو چکے تھے اور اب چاہتے تھے کہ یہ اپنے اعمال کی سزا دیکھیں۔ اس میں یہ احتمال تھا کہ کہیں یہ لوگ عذاب آتا دیکھ کر ایمان کا اقرار نہ کرلیں اور اس طرح عذاب ٹل جائے اس لئے کفر سے بغض اور نفرت اس بددعاء کا سبب بنی جیسے فرعون غرق ہونے کے وقت ایمان کا اقرار کرنے لگا تو جبرئیل امین نے اس کا منہ کیچڑ ٹھونس کر بند کر دیا کہ کہیں رحمت الٰہی متوجہ ہو کر یہ عذاب سے نہ بچ جائے۔ (معارف القرآن از مفتی صاحبؒ)

ایک جواب یہ لکھا ہے کہ جب فرعون اور فرعونیوں کا کفر و عناد حد سے گزر گیا اور وحی الٰہی کے ذریعہ سے معلوم ہو گیا کہ یہ ایمان لانے والے نہیں۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی حضرت نوح علیہ السلام کی طرح بددعا فرمائی جیسا کہ سورۂ نوح پارہ نمبر ۲۹ میں ارشاد ہے:۔

وَقَالَ نُوحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِينَ دَيَّارًا یعنی نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ اے پروردگار اس زمین پر ایک کافر کو بھی زندہ نہ چھوڑیئے ایسے ہی موسیٰ علیہ السلام نے بعد علم کے بددعا فرمائی (معارف القرآن حضرت کاندھلویؒ)

الغرض اپنی غرقابی کے وقت فرعون کے نجات آخرت طلب کرنے اور ایمان لا کر غرق سے بچ جانے کے جواب میں حق تعالیٰ کی طرف سے ایک جواب تو یہ دیا گیا کہ اب کہتا ہے کہ میں اسلام لایا اور ایمان لایا جب کہ اس کا وقت گزر چکا اب تک تو سرکشی کرتا رہا اور مفسدوں میں داخل رہا اب معائنہ آخرت پر نجات چاہتا ہے۔ ایک دوسرا جواب جو فرعون کو خطاب کر کے حق تعالیٰ کی طرف سے دیا گیا وہ اگلی آیت میں ظاہر فرمایا گیا ہے۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہم کو اپنی کوتاہیوں پر زندگی ہی میں تنبہ نصیب فرما دے اور اس پر توبہ کی توفیق عطا فرما دے اور اپنے فضل و کرم سے ہماری توبہ کو قبول فرما لے اور موت سے پہلے آخرت کی فکر اور وہاں کا سامان تیار کرنا نصیب فرما دے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ

سو آج ہم تیری لاش کو نجات دیں گے' تاکہ تو اُن کیلئے موجبِ عبرت ہو جو تیرے بعد ہیں۔اور حقیقت یہ ہے کہ بہت سے آدمی

عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ﴿۹۲﴾

ہماری عبرتوں سے غافل ہیں۔

فَالْيَوْمَ سو آج	نُنَجِّيْكَ ہم تجھے بچادیں گے	بِبَدَنِكَ تیرے بدن سے	لِتَكُوْنَ تاکہ تو رہے	لِمَنْ ان کیلئے جو	خَلْفَكَ تیرے بعد آئیں
اٰيَةً ایک نشانی	وَاِنَّ اور بیشک	كَثِيْرًا اکثر	مِّنَ النَّاسِ لوگوں میں سے	عَنْ سے	اٰيٰتِنَا ہماری نشانیاں	لَغٰفِلُوْنَ غافل ہیں

فرعون کی آخری پکار کا جواب

گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ جب فرعون سمندر میں ڈوبنے لگا اور ملائکہ عذاب کے نظر آنے لگے تو اس وقت کہنے لگا کہ میں بنی اسرائیل کے خدا پر ایمان لاتا ہوں اور مسلمانوں میں داخل ہوتا ہوں جس کا جواب اس کو فرشتہ کے ذریعہ سے یہ دیا گیا کہ اب ایمان لاتا ہے جب کہ ایمان کا موقع نہیں رہا۔ درحقیقت فرعون کی تہہ پکار ایسی پکار تھی جو عذاب الٰہی کا مشاہدہ کرنے کے بعد اضطراری اور بے اختیاری کی حالت میں نکلتی ہے۔

تو فرعون نے غرق سے بچنے اور عذاب آخرت سے نجات ملنے کی جو منشا ظاہر کی تھی اس کا جواب جو اسے دیا گیا وہ اس آیت میں بیان فرمایا گیا ہے اور بتلایا گیا کہ فرعون کو حق تعالیٰ کی طرف سے جواب ملا کہ اب تو جس نجات آخرت کو طلب کررہا ہے وہ تو مل نہیں سکتی اس کی بجائے آج ہم تیری لاش کو پانی میں تہ نشین ہونے سے نجات دیں گے تاکہ تو آئندہ نسلوں کے لئے موجب عبرت ہو کہ لوگ تیری بدحالی اور تباہی دیکھ کر مخالفت احکام الٰہیہ سے ڈریں۔

یہاں آیت میں فرعون کی لاش بچالینے اور پانی پر تیرانے کو مجازاً تمسخر کے طور پر نجات سے تعبیر فرمادیا ہے کہ تجھے ایسی نجات مل رہی ہے جو تیرے لئے مزید رسوائی کا باعث ہوگی۔ گویا اس طرح اس کی تشہیر کر کے اس کے دعوئے خدائیت میں ذلت کی آخری کیل ٹھونک دی گئی تاکہ اس کے مردہ بدن کو دیکھ کر لوگ سمجھ جائیں کہ انسان خدا نہیں ہوسکتا۔

فرعون کی نعش عبرت ونصیحت کا سامان

منقول ہے کہ فرعون کی باقی ماندہ قوم جو مصر میں مقیم تھی اس کو کسی طرح یقین نہ آتا تھا کہ فرعون غرق ہو کر ہلاک ہوگیا۔ اسی طرح جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو فرعون کے ہلاک ہونے کی خبر دی تو وہ لوگ فرعون سے کچھ اس قدر مرعوب تھے کہ ان کو فرعون کا ہلاک ہونا یقین نہیں آتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی رہنمائی اور دوسروں کی عبرت کے لئے سمندر کی موجوں کو حکم دیا کہ اس کی لاش کو بہا کر کنارہ پر ڈال دیں تاکہ ایک طرف تو بنی اسرائیل اللہ کی قدرت کا مشاہدہ کر کے سکون قلب اور ایمانی قوت حاصل کریں اور دوسری طرف مصری قوم کی غلط فہمی دور ہو جائے اور وہ اللہ کی قدرت کو دیکھ کر ڈریں۔ چنانچہ موجوں نے فرعون کی لاش کو ایسی جگہ لا کر ساحل پر ڈالا کہ سب نے دیکھ لیا اور مصری قوم نے اس ذلت آمیز شکست کو چھپانے کے لئے بہ عجلت تمام اس لاش کو حنوط کر کے دفن کردیا۔ مصری ایسا مصالحہ جانتے تھے جس کے مل دینے سے لاش خراب نہیں ہوتی تھی۔ لاش کے شکم کے اندرونی حصہ کی صفائی کا کوئی خاص مخصوص طریقہ استعمال کرتے تھے کہ بغیر شکم کے چاک کئے ہوئے پیٹ کے اندرونی حصہ کی صفائی ہوجاتی تھی۔ کچھ عرصہ نامعلوم رہنے کے بعد انیسویں صدی عیسوی کے اواخر میں مصر کے آثار قدیمہ کی تحقیقاتی مہم میں یہ لاش برآمد ہوگئی اور آج قاہرہ کے عجائب خانہ میں تماشہ گاہ خاص وعام بنی ہوئی ہے۔ کہتے ہیں کہ ڈوبتے وقت کسی پتھر سے ٹکرا کر اس کی ٹھوڑی کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔ یہ ہڈی اب

بھی ٹوٹی ہوئی ہے باقی تمام لاش اسی طرح بجنسہ آج بھی محفوظ ہے۔
اس کی لاش کی دریافت نے تیرہ سو سال بعد قرآن کریم کے الفاظ۔

فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً

''سو آج ہم تیری لاش کو نجات دیں گے تاکہ تو ان لوگوں کے لئے جو تیرے بعد آئیں گے عبرت کی نشانی ہو''۔

کو سچا کر دکھایا۔ کیا دنیا اب بھی قرآن کی صداقت کا ثبوت تلاش کرنا چاہتی ہے۔

فرعون کے غرق اور بنی اسرائیل کے نجات کا واقعہ محرم کی دسویں تاریخ یعنی یوم عاشورہ کو ہوا اور جس جگہ فرعون کی لاش پائی گئی تھی آج تک وہ جگہ جبل فرعون کے نام سے مشہور ہے۔

بے بصیرت لوگ

آیت کے اخیر میں ارشاد فرمایا گیا کہ حقیقت یہ ہے کہ پھر بھی بہت سے آدمی ہماری ایسی عبرتوں اور نشانیوں سے غافل ہیں اور مخالفت احکام سے نہیں ڈرتے اور ان واقعات میں غور و فکر نہیں کرتے اور عبرت حاصل نہیں کرتے تو اس آیت اور گذشتہ آیات میں جہاں متعدد بصیرتیں اور عبرتیں موجود ہیں وہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی صداقت اور قرآن کریم کے الہامی ہونے کا ناقابل تردید ثبوت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود کسی انسان سے علم حاصل نہ کرنے کے ایسا مفصل واقعہ صحیح صحیح بیان فرمایا کہ تمام تاریخ دان بھی اس کی صحت کے مقر ہیں۔ یہاں تک کہ مرتے وقت فرعون نے جو الفاظ کہے تھے وہ بھی ظاہر فرما دیئے اور پھر اس کا نتیجہ بھی ذکر کر دیا۔

دعا کیجئے

یا اللہ جیسا کہ مظلوم اسرائیلیوں کو آپ نے فرعونیوں کے ظلم و ستم سے نجات دی تھی اسی طرح اب بھی روئے زمین پر جہاں اہل اسلام مظلوم اور مجبور ہیں ان کی حمایت فرما اور ظالموں کے ظلم و ستم سے ان کو نجات عطا فرما اور ظالموں کے بیڑہ کو غرق فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَقَدْ بَوَّاْنَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ مُبَوَّاَ صِدْقٍ وَّرَزَقْنٰھُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ ۚ فَمَا

اور ہم نے بنی اسرائیل کو بہت اچھا ٹھکانا رہنے کو دیا اور ہم نے اُن کو نفیس چیزیں کھانے کو دیں۔ سو انہوں نے

اخْتَلَفُوْا حَتّٰی جَآءَھُمُ الْعِلْمُ ؕ اِنَّ رَبَّکَ یَقْضِیْ بَیْنَھُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فِیْمَا

اختلاف نہیں کیا' یہاں تک کہ اُن کے پاس علم پہنچ گیا۔ یقینی بات ہے کہ آپ کا رب اُن کے درمیان قیامت کے دن ان امور میں فیصلہ کریگا

کَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ﴿۹۳﴾

جن میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے۔

وَلَقَدْ بَوَّاْنَا اور البتہ ہم نے ٹھکانہ دیا	بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ بنی اسرائیل	مُبَوَّاَ ٹھکانہ	صِدْقٍ اچھا	وَرَزَقْنٰھُمْ اور ہم نے رزق دیا انہیں
مِنَ الطَّیِّبٰتِ پاکیزہ چیزوں میں	فَمَا اخْتَلَفُوْا سو انہوں نے اختلاف نہ کیا	حَتّٰی یہاںتک کہ	جَآءَھُمْ آگیاان کے پاس	الْعِلْمُ علم	اِنَّ بیشک
رَبَّکَ تمہارارب	یَقْضِیْ فیصلہ کریگا	بَیْنَھُمْ انکے درمیان	یَوْمَ الْقِیٰمَةِ روزقیامت	فِیْمَا اس میں جو	کَانُوْا وہ تھے	فِیْهِ اس میں
یَخْتَلِفُوْنَ وہ اختلاف کرتے				

آزادی کے بعد بنی اسرائیل پر انعامات کی بارش

بنی اسرائیل پر مادی انعام واکرام کے سلسلہ میں بتلایا گیا کہ فرعون کے غرق کرنے کے بعد ان کو رہنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اچھا ٹھکانا دیا۔ مفسرین نے اس اچھے ٹھکانے سے مراد ملک مصر اور ملک شام لیا ہے۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ فرعونیوں کی تباہی کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کو دوبارہ مصر گئے تھے اور فرعونیوں نے جو محلات تیار کئے تھے اور بے شمار باغات وچشمے چھوڑے تھے ان سب کے وارث بنی اسرائیل ہوئے۔ لیکن اکثر مفسرین اور اہل تاریخ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی واپسی مصر کے قائل نہیں۔ ان کے نزدیک آیت میں مُبَوَّاَ صِدْقٍ یعنی اچھا ٹھکانے سے مراد فلسطین وشام وغیرہ مراد ہے۔ دونوں ملک سرسبز وشاداب تھے جہاں حلال' پاک اور ستھری چیزوں کی افراط تھی۔ غرضیکہ بنی اسرائیل حلال اور طیب نعمتوں سے مالا مال کر دیئے گئے پھر مادی انعامات واکرامات کے ساتھ دینی وروحانی نعمت سے بھی سرفراز کئے گئے کہ توراۃ عنایت کی گئی جس میں دین کے اصول وفروع بیان ہوئے تھے اور اگلوں اور پچھلوں کے متعلق خبریں دی گئی تھیں۔

بنی اسرائیلیوں کی بدبختی

ان واضح حقائق سے خبردار ہونے کے بعد لائق نہ تھا کہ آپس میں اختلاف کر کے پھوٹ ڈالتے اور فرقہ بندی کی نحوست میں گرفتار ہوتے مگر باوجود علم صحیح اور خبر صادق پہنچ جانے کے طرح طرح کے اختلافات پیدا کئے اور پھوٹ ڈال کر رہے۔ بعض احکام میں اپنے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی کٹ حجتی کی اور بعد میں آنے والے پیغمبر خصوصاً نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض نے تصدیق کی اور اکثر نے تکذیب کی حالانکہ ان کے متعلق بہت سی پیشینگوئیوں پر مطلع ہو چکے تھے۔ بلکہ بعثت محمدی سے پہلے نبی آخر الزمان کی آمد کے منتظر رہتے تھے اور مشرکین سے کہا کرتے تھے کہ ہم پیغمبر آخرالزمان کے ساتھ ہو کر تمہاری خبر لیں گے۔

فرقہ پرستی وگروہ بندی کی نحوست

پھر نہ صرف اسی مسئلہ میں اختلاف ہوا بلکہ خود اپنے مذہب میں تحریف کر کے اصول وفروع بدل ڈالے اور رفتہ رفتہ بیسیوں فرقہ پیدا ہوگئے اور یہ جو کچھ انہوں نے اپنے دین میں تفرقہ پیدا کئے اور نئے

نئے مذہب نکالے اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ ان کو حقیقت کا علم نہیں دیا گیا تھا اور ناواقفیت کی بناء پر انہوں نے ایسا کیا بلکہ فی الحقیقت یہ سب کچھ ان کے اپنے نفس کی شرارتوں کا نتیجہ تھا۔ خدا کی طرف سے تو انہیں واضح طور پر بتا دیا گیا تھا کہ دین حق یہ ہے یہ اس کے اصول ہیں یہ اس کے تقاضا اور مطالبہ ہیں۔ مگر ان تمام صاف صاف ہدایتوں کے باوجود انہوں نے دین میں تفرقہ ڈال لئے اور خدا کی دی ہوئی بنیادوں کو چھوڑ کر کچھ دوسری ہی بنیادوں پر اپنے مذہبی فرقوں کی عمارتیں کھڑی کرلیں۔

بہرحال آیت میں آگے بتلایا گیا کہ ایک دن وہ آتا ہے کہ جب یقیناً اللہ تعالیٰ قیامت میں ان کے درمیان اس چیز کا عملی فیصلہ کر دیں گے جس میں وہ اختلاف کرتے رہے ہیں کہ حق و باطل نکھر جائے گا۔ اہل حق جنت میں اور اہل باطل جہنم میں داخل کر دیئے جائیں گے۔

دور نبوی کے یہودیوں کو تنبیہ

مقصود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے یہود کو سنانا ہے کہ بنی اسرائیل پر اللہ نے کیا انعامات کئے مگر انہوں نے کفران نعمت کیا جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نہ ماننا بھی داخل ہے۔ جبکہ علمائے یہود توریت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف اخلاق اور علامات برابر پڑھتے چلے آتے تھے۔ یہاں تک کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو باوجود علم صادق کے محض دنیا پرستی اور حصول زر کے سبب صداقت رسول سے انحراف کرنے لگے اور ایمان نہ لائے اور ان کا یہ اختلاف محض حسد و عداوت کی بنا پر تھا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ نے دینی اور دنیوی نعمتیں جو ہم کو عطا فرمائی ہیں ان کا ہم کو حقیقی شکر گزار ہونے کی توفیق عطا فرماویں اور ہم کو اپنے اور اپنے رسولؐ کی اطاعت کاملہ نصیب فرماویں۔ موجودہ دشمنان دین و اسلام کو ایسا ہی تباہ و برباد فرماویں جیسا کہ فرعونیوں کو تباہ و برباد اور ہلاک کیا گیا اور موجودہ مظلوم مسلمانوں کو ایسی ہی عزت اور غلبہ عطا فرماویں جیسا بنی اسرائیلیوں کو فرعونیوں پر غلبہ دیا گیا تھا۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَاِنْ كُنْتَ فِیْ شَكٍّ مِّمَّاۤ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ فَسْــٴَـلِ الَّذِیْنَ یَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ

پھر اگر بالفرض آپ اس (کتاب) کی طرف سے شک میں ہوں جس کو ہم نے آپ کے پاس بھیجا ہے تو آپ ان لوگوں سے پوچھ دیکھئے جو آپ سے پہلی کی کتابوں کو

لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ ۙ﴿۹۴﴾ وَلَا تَكُوْنَنَّ

پڑھتے ہیں بیشک آپ کے پاس آپ کے رب کی طرف سے سچی کتاب آئی ہے آپ ہرگز شک کرنے والوں میں نہ ہوں۔ اور نہ ان لوگوں میں ہوں

مِنَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ فَتَكُوْنَ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۹۵﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ حَقَّتْ

جنہوں نے اللہ کی آیتوں کو جھٹلایا ورنہ آپ نقصان اٹھانے والوں میں ہوجاویں گے۔ یقیناً جن لوگوں کے حق میں

عَلَیْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۙ﴿۹۶﴾ وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰیَةٍ حَتّٰی یَرَوُا

آپ کے رب کی بات ثابت ہوچکی ہے۔ وہ ایمان نہ لاویں گے گو ان کے پاس تمام دلائل پہنچ جاویں۔ جب تک کہ

الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ ﴿۹۷﴾

عذاب دردناک کو نہ دیکھ لیں۔

فَاِنْ پس اگر	كُنْتَ تو ہے	فِیْ شَكٍّ میں شک میں	مِمَّا اس سے جو	اَنْزَلْنَا ہم نے اتارا	اِلَیْكَ تیری طرف	فَسْـَٔلِ تو پوچھ لیں	الَّذِیْنَ وہ لوگ جو
یَقْرَءُوْنَ پڑھتے ہیں	الْكِتٰبَ کتاب	مِنْ قَبْلِكَ تم سے پہلے	لَقَدْ جَآءَكَ تحقیق آگیا میرے پاس	الْحَقُّ حق	مِنْ سے	رَّبِّكَ تیرا رب	
فَلَا تَكُوْنَنَّ پس نہ ہونا	مِنَ سے	الْمُمْتَرِیْنَ شک کرنے والے	وَلَا تَكُوْنَنَّ اور نہ ہونا	مِنَ سے	الَّذِیْنَ وہ لوگ جو		
كَذَّبُوْا انہوں نے جھٹلایا	بِاٰیٰتِ آیتوں کو	اللّٰهِ اللہ	فَتَكُوْنَ پھر ہوجائے	مِنَ سے	الْخٰسِرِیْنَ خسارہ پانے والے	اِنَّ الَّذِیْنَ بیشک وہ لوگ جو	
حَقَّتْ ثابت ہوگئی	عَلَیْهِمْ ان پر	كَلِمَتُ بات	رَبِّكَ تیرا رب	لَا یُؤْمِنُوْنَ وہ ایمان نہ لائیں گے	وَلَوْ خواہ	جَآءَتْهُمْ آجائے انکے پاس	
كُلُّ اٰیَةٍ ہر نشانی	حَتّٰی یہاں تک کہ	یَرَوُا وہ دیکھ لیں	الْعَذَابَ عذاب	الْاَلِیْمَ دردناک			

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں فرعونیوں کی سرگذشت اور اسرائیلی تاریخ کے بعض واقعات کا ذکر ہوا تھا تو ایسے عظیم الشان حقائق وواقعات کو سن کر کفار قریش ومشرکین عرب حیرت زدہ رہ جاتے تھے اور جہل وتعصب کی وجہ سے ان کی صداقت وواقعیت میں شک وتردد کا اظہار کرنے لگتے تھے۔

ان آیات میں اگرچہ بظاہر خطاب پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہے لیکن حقیقت میں بات ان لوگوں کو سنانی مقصود ہے جو آپ کی دعوت میں اور قرآن میں بتلائے ہوئے واقعات میں شک کر رہے تھے۔ ورنہ ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ خود اپنی لائی ہوئی چیزوں میں اور اپنی بتلائی ہوئی باتوں میں کیسے شک وشبہ فرما سکتے تھے۔ اور جس کی طرف تمام انسانوں کو دعوت دیتے اور پہاڑ سے زیادہ مضبوط یقین سننے والوں کے قلوب میں پیدا فرما دیتے تھے اس کو خود جھٹلانا یا اس میں شک کرنا کوئی معنیٰ نہیں رکھتا۔ اسی سلسلہ میں چند آیات ہی کے بعد صاف فرمایا گیا ہے قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِیْ شَكٍّ مِّنْ دِیْنِیْ یعنی آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو اگر تم میرے دین کی طرف سے شک میں ہو.... تو یہ آیت صاف

بتلا رہی ہے کہ شک کرنے والے دوسرے لوگ تھے جن کے مقابلہ میں آپ اپنے غیر متزلزل اور اٹل عقائد کا اعلان فرما رہے تھے۔ اسی بناء پر حدیث میں آتا ہے کہ جب یہ آیات نازل ہوئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا اشک ولا اسال یعنی نہ میں شک کرتا ہوں اور نہ میں کسی سے پوچھتا ہوں۔ اس سے صاف ظاہر ہوا کہ درحقیقت یہاں مخاطب وہ لوگ ہیں جو شک اور شبہ میں پڑے ہوئے تھے اور مقصود یہ ہے کہ دوسرے سننے والوں کے دلوں میں بیان قرآن کی صداقت وحقانیت جم جائے۔

بہرحال ان آیات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے قرآن کے ہر ایک مخاطب کو متنبہ کیا کہ کفر و تکذیب کی بیماری شک وشبہ سے شروع ہوتی ہے اسی لئے تفسیر مظہری میں حضرت علامہ شیخ ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جس شخص کو دین کے معاملہ میں کوئی شبہ پیش آئے تو اس پر لازم ہے کہ علمائے حق سے سوال کر کے اپنے شبہات کو دور کرے۔ ان شبہات کی پرورش دل میں نہ کرتا رہے۔ تو یہاں اگرچہ خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے مگر روئے سخن منکرین قرآن کی طرف ہے خصوصاً کفار قریش منشاء خطاب ہیں کیونکہ ان کو اہل کتاب کے علم پر بڑا اعتماد تھا اور یہود و نصاریٰ ہی کو وہ اہل علم جانتے تھے تو کفار قریش سے کہا جا رہا ہے کہ اگر تم کو قرآن کے بیان کردہ واقعات میں شک وشبہ ہو تو جاؤ اہل کتاب سے پوچھ لو جو کتب سابقہ کا علم رکھتے ہیں آخر ان میں سے کچھ انصاف پسند اور منصف مزاج بھی ہیں۔ وہ اس امر کی تصدیق کریں گے کہ نبی امی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جو کچھ بیان فرمایا وہ کس درجہ درست ہے اور قرآن جس چیز کی دعوت دے رہا ہے یہ وہی چیز ہے جس کی دعوت تمام پچھلے انبیاء دیتے رہے ہیں۔ بلاشبہ جو کچھ آپ لائے وہ سچ کے سوا کچھ نہیں۔ قرآن کی حقانیت وصداقت پر شک وتردد کی قطعاً گنجائش نہیں کیونکہ وہ پروردگار عالم کا اتارا ہوا ہے۔ اگر کسی کو کوئی بیہودہ شک ہو تو وہ اس کا علاج کرے کیونکہ اگر بیہودہ شکوک کا علاج نہ کیا جائے تو پھر یہی شکوک ترقی کر کے تکذیب کی حد تک جا پہنچیں گے جس کا نتیجہ خسران اور خرابی کے سوا کچھ نہیں۔ پھر تکذیب کے بعد ایک اور درجہ ہے جہاں پہنچ کر دل پر مہر لگ جاتی ہے۔ کیونکہ تکذیب کرتے کرتے قبول حق کی استعداد برباد ہو جاتی ہے۔ پھر ایسا شخص اگر دنیا جہان کے سارے نشان دیکھ لے تب بھی ایمان نہ لائے اسے عذاب الیم ہی دیکھ کر یقین آئے گا جبکہ اس یقین سے کچھ فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔

حاصل ارشاد یہ ہے کہ اے کفار قریش قرآن نے جو موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا واقعہ بیان کیا ہے اگر تم کو ان واقعات میں شک و شبہ ہو تو جن لوگوں کے علم کے تم قائل ہو ان ہی سے پوچھ دیکھو۔ اہل کتاب کو تم صاحب علم جانتے ہو ان ہی سے دریافت کر لو وہ بھی ان واقعات مذکورہ کی تصدیق کریں گے۔ لہٰذا تم قطعاً اس کی صداقت میں شک نہ کرو۔ ورنہ تمہارا بھی وہی حال ہوگا جو دیگر اہل تکذیب کا ہوا۔ جو نقصان ان کو اٹھانا پڑا تم کو بھی وہی اٹھانا پڑے گا۔

خلاصہ یہ کہ قرآن پاک نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ حرف بحرف صحیح ہے خواہ وہ احکام وعقائد ہوں یا مواعظ ونصائح ہوں یا معجزات و خوارق ہوں یا واقعات وقصص ہوں اس طرح قرآن کی حقانیت سے حقانیت اسلام پر استدلال کیا جا رہا ہے۔

اب آگے بتلایا گیا ہے کہ جتنے لوگ تکذیب انبیاء اور مخالفت حق اور اپنی شرارتوں کی وجہ سے عذاب کے حقدار ٹھہرے ان میں سے کسی کو ایسی طرح ایمان لانے کی نوبت نہ آئی جو عذاب الٰہی سے نجات مل جاتی سوائے حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کے کہ جس نے ایمان لا کر اپنے کو آسمانی عذاب سے بچا لیا۔ اور پھر اس ایمان کی بدولت اللہ تعالیٰ نے ان پر سے آنے والی بلا ٹال دی اور جس وقت تک انہیں دنیا میں رہنا تھا یہاں کے فوائد و برکات سے متمتع کیا۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہمارے ایمان کو اپنی رحمت سے قبول فرما کر ہم کو اسلام پر استقامت عطا فرمائیے۔ اسلام ہی پر جینا اور مرنا نصیب فرمائیے اور نفس و شیطان کی ہر طرح کی کجی و گمراہی سے ہماری حفاظت تادم آخر فرمائیے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ۭ لَمَّآ اٰمَنُوْا

چنانچہ کوئی بستی ایمان نہ لائی کہ ایمان لانا اُس کو نافع ہوتا، ہاں مگر یونس (علیہ السلام) کی قوم۔ جب وہ ایمان لے آئے، تو ہم نے رسوائی کے

كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۹۸﴾

عذاب کو دنیوی زندگی میں اُن پر سے ٹال دیا۔ اور ان کو ایک وقت خاص تک عیش دیا۔

فَلَوْلَا پس کیوں نہ	كَانَتْ ہوتی	قَرْيَةٌ کوئی بستی	اٰمَنَتْ کہ وہ ایمان لاتی	فَنَفَعَهَآ تو نفع دیتا اس کو	اِيْمَانُهَآ اس کا ایمان	اِلَّا مگر
قَوْمَ يُوْنُسَ قوم یونس	لَمَّآ جب	اٰمَنُوْا وہ ایمان لائے	كَشَفْنَا ہم نے اٹھالیا	عَنْهُمْ اُن سے	عَذَابَ عذاب	الْخِزْيِ رسوائی
	فِي میں	الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی	وَمَتَّعْنٰهُمْ اور نفع پہنچایا انہیں	اِلٰى حِيْنٍ ایک مدت تک		

قوم یونس کے حالات سے نصیحت پکڑو

گذشتہ آیات میں کفار قریش اور مشرکین عرب کو سنایا گیا تھا کہ قرآن پاک نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ حرف بحرف صحیح ہے۔ لہذا اس کی صداقت میں شک وشبہ نہ لانا چاہئے ورنہ یہی شکوک ترقی کر کے تکذیب کی حد تک جا پہنچائیں گے۔

اب یہاں اس آیت میں منکرین و مکذبین کو ایمان وتوبہ کی ترغیب دینے کے لئے حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کا تذکرہ فرمایا جاتا ہے جس سے یہ جتلانا مقصود ہے کہ جس طرح قوم یونس کفر کے بعد ایمان لے آئی اور اس ایمان نے اس کو نفع دیا اسی طرح تم بھی کفر کے بعد ایمان لے آؤ گے تو تم کو ایمان نفع دے گا اور ایمان لانے سے سابق کفر منہدم ہو جائے گا۔

گذشتہ امتوں میں جتنی بستیاں بھی کفر وشرک اور تکذیب انبیاء کی وجہ سے عذاب دنیا میں گرفتار ہو کر تباہ و برباد ہوئیں ان میں سے کسی کو اس طرح ایمان لانے کی نوبت نہ آئی جو عذاب الٰہی سے نجات مل جاتی سوائے ایک حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کے جس نے آثار عذاب دیکھ کر کفر وشرک سے سچی توبہ کر لی اور ایمان لا کر اپنے کو آسمانی عذاب سے بچالیا۔ پھر ایمان کی بدولت اللہ تعالیٰ نے ان پر سے نہ صرف آنے والی بلا ٹال دی بلکہ جس وقت تک انہیں دنیا میں رہنا تھا یہاں کے فوائد و برکات سے متمتع کیا اور راحت و آرام کی زندگی نصیب فرمائی۔ اس طرح غفلت شعار منکرین کو تنبیہ فرمائی گئی کہ اب بھی ہوش میں آ جاؤ۔ زندگی کی فرصت کو غنیمت جانو۔ انکار و سرکشی سے باز آ جاؤ خداوند قدوس کی طرف رجوع ہو کر گذشتہ سے سچی اور پکی توبہ کرلو اور ایمان صادق لے آؤ ورنہ پھر ایک وقت ایسا آنے والا ہے کہ توبہ کرو گے تو توبہ قبول نہ ہوگی اور ایمان لاؤ گے تو ایمان مقبول نہ ہوگا اور وہ وقت یا تو قیامت کا دن ہوگا یا جبکہ موت کے وقت آخرت کا عذاب سامنے آ جائے اور اس کا مشاہدہ ہونے لگے خواہ وہ طبعی موت ہو یا کسی دنیوی عذاب میں مبتلا ہو کر جیسے فرعون کو پیش آیا۔

حضرت یونس علیہ السلام کا تعارف اور دعوت و تبلیغ کی تفصیلات

حضرت یونس علیہ السلام انبیاء بنی اسرائیل میں سے ہیں۔ اور آپ کا زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے قریب ۸۰۰ سال قبل کا ہے۔ حضرت یونس علیہ السلام کا ذکر قرآن پاک کی چھ سورتوں میں فرمایا گیا ہے۔ آپ اہل نینوا جس کی آبادی قرآنی بیان کے مطابق ایک لاکھ یا اس سے کچھ زیادہ تھی کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے۔ نینوا موجودہ عراق کے شمال میں دریائے دجلہ کے ساحل پر موصل کے علاقہ میں ایک نہایت مستحکم اور مرکزی شہر تھا۔ یہاں کے لوگ بت پرستی میں مبتلا تھے۔ حضرت یونس علیہ السلام لگاتار سات یا نو سال تک ان کو دین حق کی تبلیغ اور توحید کی دعوت دیتے رہے اور پند و نصیحت کرتے رہے مگر

انہوں نے آپ کے اعلان حق پر کان نہ دھرا بلکہ روز بروز انکار و تکذیب بڑھتا ہی رہا۔ جب ان کا کفر و عصیان حد سے بڑھ گیا تو حضرت یونس علیہ السلام قوم کی پیہم مخالفت و معاندت سے متاثر ہو کر قوم سے خفا ہو گئے اور ان کو آگاہ کیا کہ اگر تم باز نہ آئے تو تین دن کے اندر تم پر عذاب الٰہی نازل ہوگا۔ جب تیسری شب آئی تو حضرت یونس علیہ السلام آدھی رات گزرنے پر بستی سے نکل کھڑے ہوئے اور قوم کے درمیان سے غضبناک ہو کر روانہ ہو گئے۔

عذاب کے آثار دیکھنے پر قوم کی سچی توبہ

صبح ہوتے ہی اہل نینوا کو آثار عذاب کے نظر آنے لگے۔ آسمان پر نہایت ہولناک اور سیاہ بادل چھا گیا اور وہ آبادی سے قریب ہوتا جاتا تھا۔ یہ آثار دیکھ کر جب لوگوں کو اپنی ہلاکت اور حضرت یونس علیہ السلام کی صداقت کا یقین ہوا تو انہوں نے حضرت یونس علیہ السلام کو تلاش کرنا شروع کیا۔ لیکن آپ تو بستی سے جا چکے تھے۔ جب آپ نہ ملے تو وہ سخت خوفزدہ ہوئے اور ساری قوم عورتوں اور بچوں سمیت بلکہ مویشی اور جانوروں کو بھی ساتھ لے کر ایک وسیع میدان میں سب جمع ہوئے اور خوف سے چیخیں مارتے اور روتے جاتے تھے اور اخلاص و تضرع سے خدا کو پکار رہے تھے۔ چاروں طرف آہ و بکا کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں اور کہتے جاتے تھے امنا بما جاء به یونس (جو کچھ یونس علیہ السلام لے کر آئے ہم اس پر ایمان لاتے ہیں) روایات میں ہے کہ یہ عاشورہ یعنی ۱۰ محرم کا دن تھا۔ حق تعالیٰ نے ان کی سچی توبہ اور آہ و زاری پر رحم فرمایا اور ان کا ایمان قبول فرمایا اور ابتدائی آثار عذاب جو ظاہر ہو چکے تھے اٹھا لئے گئے۔ اس طرح قوم یونس علیہ السلام جب ایمان لے آئی تو دنیا کی اس ذلت و خواری سے بھی بچ گئے جو ظلم و کفر و شرک کی وجہ سے پیش آنے والی تھی۔ اور بقیہ زندگی میں بھی دنیوی فوائد سے بہرہ مند ہوئے۔

یہاں اس سورۂ یونس میں آیت زیر تفسیر میں اتنا ہی فرمایا ہے کہ دنیا میں آثار عذاب دیکھ کر ایمان و یقین لانا کسی قوم کو نصیب نہ ہوا سوائے قوم یونس علیہ السلام کے۔

ظہور عذاب کے وقت ایمان کیسے قبول ہو گیا

اس آیت کے تحت اکثر تفاسیر میں اس امر پر بحث کی گئی ہے کہ قوم یونس کا یہ قبول ایمان مشاہدہ عذاب سے پہلے تھا یا بعد؟ تو اس کے جواب میں جمہور علماء کا قول یہی ہے کہ ابھی تک عذاب الٰہی نازل نہ ہوا تھا صرف اس کے ابتدائی آثار نمودار ہوئے تھے۔ جس کو دیکھ کر قوم یونسؑ ایمان لے آئی اور ان کا ایمان مقبول ہو گیا۔ اگر عین عذاب کو دیکھ لیتے تو پھر ایمان لانا کچھ نفع نہ دیتا۔ چنانچہ حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے لکھا ہے کہ اکثر علماء یہی کہتے ہیں کہ ابھی اصلی عذاب کا معائنہ قوم یونسؑ کو نہ ہوا تھا۔ صرف علامات اور آثار نظر آئے تھے۔ ایسے وقت کا ایمان شرعاً معتبر اور نافع ہے۔ وہ ایمان جو معتبر اور مقبول نہیں اس سے مراد یہ ہے کہ عین عذاب کو دیکھ کر اس میں پھنس کر ایمان لانا جیسے فرعون نے سمندر کی موجوں میں پھنس کر اقرار کیا تھا۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہمیں اسلام و ایمان پر استقامت عطا فرما اور ہر طرح کی کجی و گمراہی سے ہماری حفاظت فرماتے ہوئے ایمان و اسلام پر ہی موت نصیب فرما۔

یا اللہ ہم کو اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات و پند و نصائح پر دل و جان سے عمل پیرا ہونے کی توفیق کاملہ عطا فرما اور اس میں جواب تک ہم سے کوتاہی ہوئی اس کو اپنی رحمت سے معاف فرما اور اس کے تدارک کا عزم و ہمت نصیب فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ؕ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ

اور اگر آپ کا رب چاہتا تو تمام روئے زمین کے لوگ سب کے سب ایمان لے آتے۔ سو کیا آپ لوگوں پر زبردستی کر سکتے ہیں

حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۹۹﴾ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَيَجْعَلُ

جس میں وہ ایمان ہی لے آویں؟ حالانکہ کسی شخص کا ایمان لانا بغیر خدا کے حکم کے ممکن نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ بے عقل لوگوں پر (کفر کی)

الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

گندگی واقع کر دیتا ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ تم غور کرو کہ کیا کیا چیزیں ہیں آسمانوں میں اور زمین میں۔

وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ فَهَلْ يَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا مِثْلَ

اور جو لوگ ایمان نہیں لاتے' ان کو دلائل اور دھمکیاں کچھ فائدہ نہیں پہنچاتیں۔ سو وہ لوگ صرف اُن لوگوں کے سے واقعات کا انتظار کر رہے

اَيَّامِ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ قُلْ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿۱۰۲﴾

ہیں' جو ان سے پہلے گذر چکے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ اچھا تو تم انتظار میں رہو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں ہوں۔

ثُمَّ نُنَجِّيْ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ ۚ حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۳﴾

پھر ہم اپنے پیغمبروں کو اور ایمان والوں کو بچالیتے تھے ہم اسی طرح سب ایمان والوں کو نجات دیا کرتے ہیں یہ ہمارے ذمہ ہے۔

وَلَوْ اور اگر	شَآءَ چاہتا	رَبُّكَ تیرا رب	لَاٰمَنَ البتہ ایمان لے آتے	مَنْ جو	فِي الْاَرْضِ زمین میں	كُلُّهُمْ جَمِيْعًا وہ سب کے سب	
اَفَاَنْتَ پس کیا تو	تُكْرِهُ مجبور کریگا	النَّاسَ لوگ	حَتّٰى جہاں تک کہ	يَكُوْنُوْا وہ ہوجائیں	مُؤْمِنِيْنَ مومن	وَمَا كَانَ اور نہیں ہے	
لِنَفْسٍ کسی شخص کیلئے	اَنْ کہ	تُؤْمِنَ ایمان لائے	اِلَّا مگر	بِاِذْنِ اللّٰهِ اذن الٰہی سے	وَيَجْعَلُ اور وہ ڈالتا ہے	الرِّجْسَ گندگی	
عَلَى پر	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	لَا يَعْقِلُوْنَ عقل نہیں رکھتے	قُلِ آپ کہدیں	انْظُرُوْا دیکھو	مَاذَا کیا ہے	فِي میں	السَّمٰوٰتِ آسمانوں
وَ اور	الْاَرْضِ زمین	وَمَا تُغْنِي اور نہیں فائدہ دیتیں	الْاٰيٰتُ نشانیاں	وَالنُّذُرُ اور ڈرانے والے	عَنْ سے	قَوْمٍ لوگ	
لَا يُؤْمِنُوْنَ وہ نہیں مانتے	فَهَلْ تو کیا	يَنْتَظِرُوْنَ وہ انتظار کرتے ہیں	اِلَّا مگر	مِثْلَ جیسے	اَيَّامِ دن	الَّذِيْنَ وہ لوگ	خَلَوْا جوگزرچکے
مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے پہلے	قُلْ آپ کہدیں	فَانْتَظِرُوْا پس تم انتظار کرو	اِنِّيْ بیشک میں	مَعَكُمْ تمہارے ساتھ	مِنَ سے		
الْمُنْتَظِرِيْنَ انتظار کرنے والے	ثُمَّ پھر	نُنَجِّيْ ہم بچالیتے ہیں	رُسُلَنَا اپنے رسول	وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ جو	اٰمَنُوْا وہ ایمان لائے		
	كَذٰلِكَ اسی طرح	حَقًّا عَلَيْنَا حق ہم پر	نُنْجِ ہم بچالیں گے	الْمُؤْمِنِيْنَ مومنین			

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی

گذشتہ آیت میں حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کے ایمان لانے کا واقعہ ذکر فرمایا گیا تھا جس سے کفار قریش کو یہ بتانا مقصود تھا کہ جس طرح قوم

یونسؑ کفر وشرک کے بعد ایمان لے آئی اور اس ایمان نے ان کو نفع دیا اسی طرح اگر تم بھی کفر وشرک کے بعد ایمان لے آؤ گے اور کفر سے سچی توبہ کر لو گے تو تم کو بھی یہ ایمان لانا نفع دے گا۔ مگر باوجود ہر طرح کے واضح دلائل اور روشن حقائق کے جو کفر وشرک پر اصرار اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب پر جمے ہوئے تھے تو ایسے لوگوں کے ایمان نہ لانے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہوتی تھی اور حد درجہ اندوہ و ملال ہوتا تھا اور آپ کی انتہائی خواہش تھی کہ تمام عرب وعجم کے آدمی اسلام قبول کر کے ایمان لے آویں اس لئے ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی عطا فرمائی اور بتلایا جاتا ہے کہ اگر اللہ کی مشیت ہوتی اور خدا چاہتا تو سب آدمی اہل ایمان ہو جاتے۔ کوئی شخص اللہ اور اس کی توحید کا منکر دنیا میں نہ رہتا۔ بیشک اللہ تعالیٰ سب آدمیوں کے دل میں ایمان ڈال سکتا تھا اس کے لئے یہ مشکل نہ تھا کہ تمام روئے زمین پر مومن اور مطیع پیدا کرتا مگر ایسا کرنا اس کی تکوینی حکمت اور مصلحت کے خلاف تھا۔ اس لئے ایسا نہیں کیا۔ خدا کی مشیت اور توفیق اور حکم تکوینی کے بدون کوئی ایمان نہیں لا سکتا۔ اللہ نے لوگوں کو عقل دی ہے سوچنا سمجھنا ان کا کام ہے تو جو عقل سلیم رکھتے ہیں اور خدا کے نشانات میں غور کرتے ہیں اور عقل وفہم سے کام لیتے ہیں نفسانیت اور ضد وعناد سے پاک ہیں۔ ان کو ہدایت نصیب ہو جاتی ہے اور جو بے سمجھ ہیں عقل سے صحیح کام نہیں لیتے اور سوچنے سمجھنے کی تکلیف گوارا نہیں کرتے انہیں خدا تعالیٰ کفر وشرک کی گندگی میں پڑا رہنے دیتا ہے۔ یعنی جس طرح تمام نعمتیں تنہا اللہ کے اختیار میں ہیں اور کوئی شخص کسی نعمت کو بھی اللہ کے اذن کے بغیر نہ خود حاصل کر سکتا ہے نہ کسی دوسرے شخص کو بخش سکتا ہے اسی طرح یہ نعمت بھی کہ کوئی شخص صاحب ایمان ہو اور راہ راست کی طرف ہدایت پائے اللہ کی اجازت پر منحصر ہے۔ کوئی شخص نہ اس نعمت کو اذن الٰہی کے بغیر پا سکتا ہے اور نہ کسی کے اختیار میں یہ ہے کہ جس کو چاہے یہ نعمت عطا کر دے حتیٰ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی صاف فرمایا گیا کہ آپ کو بھی یہ قدرت نہیں کہ زبردستی کسی کے دل میں ایمان اتار دیں۔

جو ضدی ہیں انہیں چھوڑ دیجئے

آگے بتلایا جاتا ہے کہ سوچنے اور غور کرنے والوں کے لئے آسمان اور زمین میں خدا کی قدرت وحکمت اور اس کی توحید کے کیا کچھ نشان موجود ہیں۔ ذرہ ذرہ اور پتہ پتہ توحید الٰہی اور معرفت پروردگار پر دلالت کرتا ہے لیکن جو کسی بات کو ماننا اور تسلیم کرنا ہی نہیں چاہتے ان کے لئے یہ سب نشان و دلائل بے کار ہیں اور ڈرانے والے پیغمبروں کی تنبیہ بھی غیر موثر ہے۔ ایسے ضدی اور معاند لوگوں کے لئے جو کسی دلیل اور نشان کو نہ مانیں اور تکذیب اور کفر پر اصرار کئے جائیں اور کچھ باقی نہیں بجز اس کے کہ گزشتہ مکذبین پر جو آفات وحوادث نازل ہوئے ہیں۔ ان کا یہ بھی انتظار کریں۔ جس طرح سابق کفار نے اپنے انبیاء کی تکذیب کی اور رسولوں کی معاذ اللہ ہلاکت کے منتظر رہے۔ اسی طرح یہ کفار عرب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب اور معاذ اللہ آپ کی ہلاکت کے منتظر ہیں۔ تو اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہہ دیجئے کہ اچھا تم بھی انتظار کرو میں بھی منتظر ہوں۔ دیکھو نتیجہ کس کے موافق رہتا ہے۔ بالآخر تم ہی ہلاک ہو گے اور رسول خدا کا بال بیکا نہ ہو گا۔ کیونکہ اللہ کا یہ دستور ہے کہ جب کفار ومکذبین کا انبیاء مومنین سے مقابلہ ہوا تو اللہ نے مکذبین کو ہلاک کر کے پیغمبر اور مومنین کو بچا لیا۔ اسی طرح موجودہ اور آج کے مومنین کی نسبت اللہ کا وعدہ ہے کہ مومنین کو نجات دیں گے آخرت میں عذاب الیم سے اور دنیا میں کفار کے مظالم اور سختیوں سے۔ ہاں شرط یہ ہے کہ مومنین مومنین ہوں یعنی وہ صفات اور خصائل رکھتے ہوں جو قرآن وحدیث میں مومنین کی بیان ہوئی ہیں اور جو اللہ اور اس کے رسول کو مطلوب ہیں۔

غلبہ اسلام کی بشارت

یہاں ان آیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے مضمون کے علاوہ اس طرف بھی لطیف اشارہ ہے کہ عنقریب اسلام کو غلبہ اور فتح حاصل ہو گی۔ مسلمین مومنین کو کامیابی نصیب ہو گی۔ اللہ کا بول بالا ہو گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین پھیل کر رہے گا کفار ومشرکین اور اعدائے اسلام کو شکست ہو گی۔ غلبہ کفر ٹوٹ جائے گا اور عرب سے بت پرستی اور کفر وشرک کی دنیا مٹ جائے گی۔ سو الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ ایسا ہی ہوا۔

دعا کیجئے: یا اللہ روئے زمین پر جہاں اس وقت مسلمان مظلوم ومجبور ہیں ان کو کفار کے ظلم وستم سے نجات عطا فرما۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ فَلَآ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ

آپ کہہ دیجئے' کہ اے لوگو! اگر تم میرے دین کی طرف سے شک میں ہو تو میں ان معبودوں کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو۔

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ ۖ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ

لیکن ہاں اس معبود کی عبادت کرتا ہوں' جو تمہاری جان قبض کرتا ہے' اور مجھ کو یہ حکم ہوا ہے کہ میں ایمان لانے والوں میں سے ہوں۔

الْمُؤْمِنِيْنَ ۙ﴿۱۰۴﴾ وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۚ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۰۵﴾

اور یہ کہ اپنے آپ کو اس دین کی طرف اس طرح متوجہ رکھنا' کہ اور سب طریقوں سے علیحدہ ہو جاؤ اور (مجھ کو یہ حکم ہوا ہے) کہ کبھی مشرک مت بننا'

وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ

اور خدا کو چھوڑ کر ایسی چیز کی عبادت مت کرنا جو تجھ کو نہ کوئی نفع پہنچا سکے' اور نہ کوئی ضرر پہنچا سکے۔ پھر اگر (بالفرض) ایسا کیا تو تم اس حالت میں حق ضائع کرنے

الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا

والوں میں سے ہو جاؤ گے اور اگر تم کو اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف پہنچاوے' تو بجز اس کے اور کوئی اس کا دور کرنے والا نہیں ہے۔ اور اگر وہ تم کو کوئی راحت پہنچانا چاہے'

رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ۭ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۰۷﴾

تو اس کے فضل کا کوئی ہٹانے والا نہیں' وہ اپنا فضل اپنے بندوں میں سے جس پر چاہیں مبذول فرماویں۔ اور وہ بڑی مغفرت بڑی رحمت والے ہیں۔

قُلْ آپ کہدیں	يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اے لوگو!	اِنْ اگر تم	كُنْتُمْ تم ہو	فِيْ شَكٍّ کسی شک میں	مِنْ سے	دِيْنِيْ میرے دین	
فَلَآ اَعْبُدُ تو میں عبادت نہیں کرتا ہوں	الَّذِيْنَ وہ جو	تَعْبُدُوْنَ تم پوجتے ہو	مِنْ دُوْنِ سوائے	اللّٰهِ اللہ	وَلٰكِنْ اور لیکن		
اَعْبُدُ اللّٰهَ میں اللہ کی عبادت کرتا ہوں	الَّذِيْ وہ جو	يَتَوَفّٰىكُمْ تمہیں اٹھالیتا ہے	وَاُمِرْتُ اور مجھے حکم دیا گیا	اَنْ کہ	اَكُوْنَ میں ہوں		
مِنَ سے	الْمُؤْمِنِيْنَ مومنین	وَاَنْ اور یہ کہ	اَقِمْ سیدھا رکھ	وَجْهَكَ اپنا منہ	لِلدِّيْنِ دین کیلئے	حَنِيْفًا سب سے منہ موڑ کر	
وَلَا تَكُوْنَنَّ اور ہرگز نہ ہونا	مِنَ سے	الْمُشْرِكِيْنَ مشرکین	وَلَا تَدْعُ اور نہ پکار	مِنْ دُوْنِ سوائے	اللّٰهِ اللہ	مَا جو	
لَا يَنْفَعُكَ نہ تجھے نفع دے	وَلَا اور نہ	يَضُرُّكَ نقصان پہنچائے	فَاِنْ پھر اگر	فَعَلْتَ تو نے کیا	فَاِنَّكَ تو بیشک تو	اِذًا اس وقت	مِنَ سے
الظّٰلِمِيْنَ ظالم	وَاِنْ اور اگر	يَّمْسَسْكَ پہنچائے تجھے	اللّٰهُ اللہ	بِضُرٍّ کوئی نقصان	فَلَا كَاشِفَ تو نہیں ہٹانے والا	لَهٗٓ اس کا	اِلَّا هُوَ اس کے سوا
وَاِنْ اگر	يُّرِدْكَ تیرا چاہے	بِخَيْرٍ بھلا	فَلَا رَآدَّ تو نہیں کوئی روکنے والا	لِفَضْلِهٖ اسکے فضل کو	يُصِيْبُ وہ پہنچاتا ہے	بِهٖ اس کو	مَنْ جسے
يَّشَاۗءُ چاہتا ہے	مِنْ سے	عِبَادِهٖ اپنے بندے	وَهُوَ اور وہ	الْغَفُوْرُ بخشنے والا	الرَّحِيْمُ نہایت مہربان		

اتمام حجت

یہ سورۂ یونس کا آخری رکوع ہے جس مضمون سے اس سورۃ کی ابتدا ہوئی تھی۔اسی مضمون پر سورۃ کو ختم کیا جارہا ہے۔ابتدائے سورۃ سے گذشتہ آیت تک اصول دین یعنی حقیقت و مسائل توحید و رسالت، قیامت و آخرت حشر ونشر جزا و سزا وغیرہ اور ان کے دلائل بیان فرمائے گئے اور دین اسلام کی حقانیت کو روشن دلیلوں سے واضح کیا گیا۔اب بطور آخری فیصلہ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمائی جاتی ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ تمام لوگوں سے خواہ وہ مکہ کے ہوں یا کہیں اور کے علی الاعلان کہہ دیجئے کہ حجت الٰہی تمام ہو چکی۔توحید پر عقلی و فطری دلائل کا بیان ہو چکا۔اللہ کی الوہیت اور ربوبیت اور مر کر دوبارہ زندہ ہونے اور حشر ونشر کا ثبوت کامل طور پر کر دیا گیا۔اب بھی اگر تم کو میرے اس روشن دین کے بارہ میں تردد ہے اور مسائل توحید، رسالت قیامت و آخرت وغیرہ میں تم کو شک ہے تو ہوا کرے۔مگر تم اس خیال خام میں نہ رہنا کہ میں تمہارے مہمل اور باطل دین کو قبول کرلوں گا۔میں تمہارے اس باطل وہمی اور شکی دین سے بیزار ہوں۔میں تمہارے ان فرضی معبودوں کی عبادت سے نفور ہوں جو کسی نفع اور ضرر کے مالک نہیں۔تم اللہ کو چھوڑ کر جاندار اور بے جان مخلوق کی پرستش کرتے ہو میری عبادت خالص اس خداوند قدوس کے لئے ہے جس کے قبضہ میں تمہاری سب کی جانیں ہیں کہ جب تک چاہے انہیں جسموں میں چھوڑے رکھے اور جب چاہے ایک دم میں کھینچ لے۔گویا موت وحیات کا رشتہ جس کے ہاتھ میں ہے بندگی اسی کی ہو سکتی ہے اور نہ صرف یہ کہ جوارح سے اس کی بندگی کی جائے بلکہ ضروری ہے کہ دل میں اس کی توحید پر پورا یقین و ایمان ہو اور ظاہر و باطن میں اسی دین حنیف پر جو ابراہیم خلیل اللہ کا دین ہے پوری ہمت اور توجہ سے مستقیم رہ کر شرک جلی وخفی کا تسمہ نہ لگا رہنے دیا جائے اور جس طرح عبادت و بندگی صرف اسی ایک وحدہ لاشریک کی کریں استعانت کے لئے بھی اسی ایک کو پکاریں کیونکہ ہر قسم کا نفع اور نقصان اور بھلائی و برائی تنہا اسی کے قبضہ میں ہے۔مشرکین کی طرح ایسی چیزوں کو مدد کے لئے پکارنا جو کسی نفع نقصان کے مالک نہ ہوں سخت بے موقع بات بلکہ ظلم عظیم ہے۔

تکلیف و راحت اور بھلائی کے برائی کے پورے سلسلہ پر کامل قبضہ ایک اللہ واحدہ کا ہے جس کی بھیجی ہوئی تکلیف کو دنیا میں کوئی ہٹا نہیں سکتا اور جس پر وہ فضل و رحمت فرمانا چاہے تو کسی کی طاقت نہیں کہ اسے محروم کر سکے۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہمارے ایمان کو ہر طرح کے شرک خفی وجلی سے بچانا اور اس امر کا یقین کامل نصیب فرمانا کہ نفع نقصان کے مالک آپ ہی ہیں اس لئے ہم ہر خیر طلب کرنے کے لئے آپ ہی کی طرف رجوع کریں۔

اور ہر برائی سے بچنے کے لئے بھی آپ ہی سے مدد کے طالب ہوں۔

یا اللہ ہم ہر حال میں آپ کے فضل و کرم کے محتاج ہیں۔ہم پر اپنا فضل عظیم فرما اور ہمارا جینا اور مرنا سب اپنے لئے خاص بنا تاکہ ہم آپ کی مغفرت و رحمت کے مورد ہوں۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ

آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! تمہارے پاس حق تمہارے رب کی طرف سے پہنچ چکا ہے۔ سو جو شخص راہ راست پر آجاوے گا سو وہ اپنے نفع کے

لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۱۰۸﴾ وَاتَّبِعْ

واسطے راہ راست پر آوے گا۔ اور جو شخص بے راہ ہوگا تو اس کا بے راہ ہونا اسی پر پڑے گا۔ اور میں تم پر مسلط نہیں کیا گیا۔ اور آپ اس کا اتباع کرتے رہئے

مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾

جو کچھ آپ کے پاس وحی بھیجی جاتی ہے اور صبر کیجئے' یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فیصلہ کردیں گے۔ اور وہ سب فیصلہ کرنیوالوں میں اچھے ہیں۔

قُلْ آپ کہہ دیں	يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اے لوگو	قَدْ جَآءَكُمْ پہنچ چکا تمہارے پاس	الْحَقُّ حق	مِنْ رَّبِّكُمْ تمہارا رب	فَمَنِ تو جو	اهْتَدٰى ہدایت پائی		
فَاِنَّمَا تو صرف	يَهْتَدِيْ اس نے ہدایت پائی	لِنَفْسِهٖ اپنی جان کیلئے	وَ اور	مَنْ جو	ضَلَّ گمراہ ہوا	فَاِنَّمَا تو صرف	يَضِلُّ وہ گمراہ ہوا	
عَلَيْهَا اس پر	وَمَآ اور نہیں	اَنَا میں	عَلَيْكُمْ تم پر	بِوَكِيْلٍ مختار	وَاتَّبِعْ اور پیروی کرو	مَا جو	يُوْحٰٓى وحی ہوتی ہے	اِلَيْكَ تمہاری طرف
وَاصْبِرْ اور صبر کرو	حَتّٰى یہاں تک کہ	يَحْكُمَ فیصلہ کردے	اللّٰهُ اللہ	وَهُوَ اور وہ	خَيْرُ بہترین	الْحٰكِمِيْنَ فیصلہ کرنے والا ہے		

منکرین اسلام سے خطاب

اب سورۃ کے خاتمہ پر اتمام حجت کے طور پر منکرین اسلام سے خطاب کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمائی جاتی ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ اعلان عام فرمادیں اور تمام منکرین حق سے کہہ دیں کہ اب حق آچکا۔ رسول برحق اور قرآن صادق کے آنے کے بعد حق و باطل کا فیصلہ ہو چکا اسلام واضح دلائل اور براہین کے ساتھ پہنچ چکا جس کے قبول نہ کرنے کا کوئی معقول عذر کسی کے پاس نہیں رہا۔ خدا کی آخری حجت بندوں پر تمام ہوگئی۔ اے منکرین اب تمہارے پاس بے خبری اور لاعلمی کا عذر بھی باقی نہیں رہا۔ اب تم حق تعالیٰ کے سامنے اپنی گمراہی کا کوئی عذر و حیلہ پیش نہیں کر سکتے۔

اب ہر ایک اپنا نفع و نقصان سوچ لے اور سمجھ لے۔ جو خدا کی بتلائی ہوئی راہ پر چلے گا دنیا اور آخرت میں کامیاب اور بامراد ہوگا اور جو اسے چھوڑ کر ادھر ادھر بھٹکتا پھرے گا خود ناکام اور ذلیل و خوار ہوگا۔ اپنے بھلے برے کو خوب سمجھ کر ہر شخص اپنے مستقبل کا انتظام کرلے اور جو راستہ پسند ہو اختیار کرے۔ جو ہدایت کی راہ اختیار کرے گا یعنی ایمان لا کر اطاعت کرے گا وہ اپنا ہی بھلا کرے گا اور اپنے ہی نفع کے لئے ہدایت اختیار کرے گا۔ اور جو کفر و نافرمانی پر اڑا رہے گا تو اپنا ہی نقصان کرے گا۔ اور اس کی گمراہی کا وبال اسی کی ذات پر ہوگا۔ اللہ کے رسول کا کام۔ احکام الٰہیہ کا پہنچا دینا ہے اور اس کی اطلاع دے دینا ہے۔ ان کا کام آگاہ کر دینے اور راستہ بتلا دینے کا ہے۔ اس پر چلنا یا نہ چلنا یہ چلنے والے کے اختیار میں ہے۔ وہ کسی کے ذمہ دار اور جواب دہ نہیں کسی کے کفر کی ان سے باز پرس نہ ہوگی اگر ساری روئے زمین کے باشندے بھی کفر کرنے لگیں تو خداوند قدوس کی عظمت و کبریائی میں ذرہ برابر کمی نہ آئے گی۔ نہ اللہ کے رسول کا کوئی نقصان ہوگا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اللہ کی طرف سے تسلی اور ہدایات

سورۃ کے خاتمہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے حق

تعالیٰ کی طرف سے تسلی دی گئی کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ تو خدا تعالیٰ کے احکام کی پیروی کرتے رہئے اور تبلیغ دین کے کام میں لگے رہیے۔ یہ منکرین اگر حق کو قبول نہ کریں تو آپ اپنے کو غم میں نہ گھلائیں اور جو تکالیف اس راستہ میں آپ کو پہنچیں ان پر صبر کیجئے۔ مخالفین کی ایذا رسانیوں کا تحمل کرتے رہیے یہاں تک کہ خدا تعالیٰ آپ کے اور ان کے درمیان بہترین فیصلہ کردے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے اس لئے کہ وہ ظاہر و باطن، ماضی اور حال اور مستقبل سب کو یکساں جانتا ہے اور اس کے حکم اور فیصلہ میں بھول چوک یا کسی غلطی کا امکان نہیں۔ لہذا اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان دشمنانِ دین کی ایذا رسانیوں پر صبر کیجئے اور اللہ کے فیصلوں کا انتظار فرمایئے وہ حسب وعدہ آپ کو فتح و نصرت عطا کرے گا یا جہاد و جزیہ کا حکم نازل کرے گا۔

واضح رہے کہ یہ سورۂ یونس مکیہ ہے اور اس وقت تک منکرین سے قتال و جہاد کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔

خلاصہ یہ کہ نزول قرآن کے بعد اب کسی کو لاعلمی پر قائم رہنے اور باطل پرستی پر جمے رہنے کا عذر یا موقع نہیں رہا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم نے انسان کو سمجھانے کا حق ادا کر دیا ہے۔ مگر اس سلسلہ میں کمی ہے تو ہماری ہی ہے اور الزام عائد ہوتا ہے تو ہم پر ہی ہوتا ہے کہ ہم نے اسلام اور قرآن کو دنیا کے سامنے کما حقہٗ صحیح رنگ میں پیش کرنے میں کوتاہی کی۔ وہ صحابہ کرام اور سلف صالحین ہی تھے کہ جنہوں نے اپنے عقائد، اعمال اور اخلاق کے ذریعہ اسلام کی صحیح تصویر دنیا کے سامنے پیش کی اور لاتعداد غیر مسلموں کو اسلام کا گرویدہ اور معتقد بنایا اور ایک آج ہم ہیں کہ جو دنیا میں اپنی بداعمالی اور بداحوالی اور بداخلاقی سے اسلام کو بھی بدنام اور رسوا کیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ اللہ تعالیٰ اسلام کی سچی وقعت اور عظمت ہمارے دلوں میں اتار دے اور ہم کو قرآن پاک کا اتباع صحیح معنوں میں نصیب فرما دے۔ اور دنیا میں اس کی تبلیغ اور اشاعت کی سعادت کا کوئی حصہ ہمارے لئے بھی مقدر فرما دے۔ آمین۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہم کو اپنا نفع و نقصان سوچنے اور سمجھنے والا دل و دماغ عطا فرما اور قرآنی ہدایات و تعلیمات کو اپنانے کی سعادت نصیب فرما۔

یا اللہ اب تک قرآن پاک سے انحراف اور اعراض کر کے اس ملک نے جو نقصان عظیم اٹھایا اور جرم عظیم کیا۔ یا اللہ اپنی رحمت سے اس جرم کو معاف فرما دیا اور اب ہم کو اپنی آخری کتاب سے صحیح تعلق نصیب فرما دے۔ اور اس کا حق ادا کرنے کی توفیق مرحمت فرما دے۔

یا اللہ ہماری آئندہ نسلوں کو بھی اسلام و ایمان پر قائم رہنے اور قرآنی راستہ پر چلنے کی سعادت عطا فرما اور ہر طرح کی کجی و گمراہی سے ہماری اور ان کی حفاظت فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوۡرَةُ هُوۡدٍ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ مِائَةٌ وَّثَلٰثٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَّعَشْرُ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحمت والے ہیں۔

الٓرٰ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ﴿۱﴾

الرٰ۔ یہ (قرآن) ایک ایسی کتاب ہے کہ اس کی آیتیں محکم کی گئی ہیں۔ پھر صاف صاف بیان کی گئی ہیں ایک حکیم باخبر کی طرف سے۔

الٓرٰ الرٰ	كِتٰبٌ یہ کتاب	اُحْكِمَتْ مضبوط کی گئیں	اٰيٰتُهٗ اس کی آیات	ثُمَّ پھر	فُصِّلَتْ تفصیل کی گئیں
مِنْ سے	لَّدُنْ پاس	حَكِيْمٍ حکمت والے	خَبِيْرٍ خبردار		

اس سورۃ کا نام ’’ھود‘‘ کیوں ہے

اس سورت میں تاریخی شہادت کے طور پر قوم عاد اور اس کی طرف بھیجے ہوئے پیغمبر حضرت ہود علیہ السلام کا تذکرہ ہے۔ اسی مناسبت سے اس سورت کا نام ہود مقرر ہوا۔

مقام نزول اور ترتیب

یہ سورۃ بھی مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اور تقریباً اسی دور میں جس میں گذشتہ سورۂ یونس کا نزول ہوا۔ جب کہ جہالت بت پرستی کفرو شرک کا بازار مکہ میں گرم تھا۔

سورۃ کی اہمیت وفضیلت

سورۃ ھود ان سورتوں میں سے ہے جن میں گذشتہ اقوام پر نازل ہونے والے قہر الٰہی اور مختلف قسم کے عذابوں کا اور پھر قیامت کے ہولناک واقعات کا ذکر خاص انداز میں فرمایا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک میں کچھ بال سفید ہو گئے تو حضرت صدیق اکبرؓ نے بطور اظہار رنج کے عرض کیا کہ یارسول اللہؐ آپ بوڑھے ہو گئے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ ہاں مجھے سورۂ ھود نے بوڑھا کر دیا۔ اور بعض روایات میں سورۂ ھود کے ساتھ سورۃ واقعہ، سورۃ مرسلات، سورۃ عم یتساء لون اور سورۃ اذا لشمس کورت کا بھی ذکر ہے۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود یہ تھا کہ چونکہ ان سورتوں میں قیامت کا ذکر ہے اس لئے وہاں کے واقعات کے خیال اور فکر سے میرے قویٰ کمزور ہو گئے اور بڑھاپے کے آثار ظاہر ہونے لگے۔

سورۃ ھود کے مضامین

اس سورۃ میں مضامین تقریباً وہی ہیں جو گذشتہ سورۂ یونس میں تھے یعنی دیگر مکی سورتوں کی طرح اس سورۃ میں پہلے قرآن کریم کی عظمت اور اعجاز کو اور اس کے منزل من اللہ ہونے کا بیان فرمایا گیا اور پھر توحید و رسالت کا ذکر ہے اور ایمان لانے پر دونوں جہان کی بھلائی کا وعدہ اور نہ لانے پر وعید ہے۔ اسی مناسبت سے پھر آخرت کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شان رزاقیت کا بیان پھر زمین و آسمان کی پیدائش اور عرش کا حال۔ انسان کی عجلت پسندی اور ناشکری کا حال۔ کفار مکہ کی بکواس اور اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کا بیان پھر قرآن کے سلسلہ میں کافروں کو چیلنج، پھر طالبین دنیا کا حال، مومنین کی فضیلت اور کفار کی بدانجامی اور ان دونوں میں فرق کی مثال۔ پھر انہی مضامین کی تائید کے لئے گذشتہ انبیاء کے واقعات کا ذکر ہے۔ پھر قیامت کی جزاوسزا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کا مضمون بیان ہوا۔ مسلمانوں کو کفار سے کنارہ کشی اختیار کر کے اپنے کاموں میں لگے رہنے کی تلقین۔ استقامت دین، صبر و نماز کے اثرات، انبیائے سابقین کے حالات بیان کرنے کی وجہ اور حکمت اور اخیر میں کفار سے یہ کہہ کر بات ختم کر دینے کی تلقین کہ اگر نہیں مانتے تو جس حال میں چاہے رہو۔ نتیجہ خود دیکھ لوگے۔ اور پھر اللہ کا عالم الغیب اور سب کاموں کا مرجع ہونا اور اسی کی عبادت اور اسی پر توکل کرنے کے حکم پر سورۃ کو ختم فرمایا گیا۔

الٓر ا

اس سورۃ کی ابتداء بھی سورۂ یونس کی طرح حروف مقطعات الٓرا سے ہوئی ہے۔ یہ اسرار الٰہیہ میں سے ہیں اور ان حروف کے اندر جو حقائق پوشیدہ ہیں ان کا واقفی اور حقیقی علم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو تھا۔ قرآن کلام الٰہی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے۔ روئے خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے۔ کلام الٰہی کا یہ حصہ مثل ان شاہی فرمانوں کے ہے۔ جس کو صرف مخاطب ہی سمجھتا ہے۔ امت کے سمجھنے کے لئے فلاح دارین کے قواعد وضوابط احکام واعمال کافی ہیں ہم کو ان حروف کی تفتیش میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ بس ان کے متعلق کلام الٰہی ہونے کا اعتقاد رکھے اور ان کی حقیقی مراد کو اللہ کے سپرد کرے کہ یہ اللہ کے اور اس کے رسول کے درمیان ایک راز ہے۔ جس پر دوسروں کو مطلع نہیں کیا گیا۔

قرآن کریم کے تین اوصاف

۱......اس کی آیات محکم اور مضبوط ہیں۔

۲......اس کی آیات مفصل ہیں۔

۳......اس کا نزول حکیم وخبیر خداوند تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

ان ابتدائی آیات میں یہی مضمون ارشاد فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

گویا ابتدا سورۃ کی قرآن پاک کی حقیقت کے اظہار سے ہوتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ یہ قرآن کریم وہ عظیم الشان اور جلیل القدر کتاب ہے جس کی آیتیں لفظی ومعنوی ہر حیثیت سے نہایت جچی تلی ہوئی ہیں۔ نہ ان میں تناقض ہے نہ تضاد۔ نہ کوئی مضمون حکمت یا واقع کے خلاف ہے۔ نہ باعتبار معجزانہ فصاحت وبلاغت کے ایک حرف پر نکتہ چینی ہو سکتی ہے۔ جس مضمون کو جس عبادت میں ادا کیا گیا ہے محال ہے کہ اس سے بہتر تعبیر ہو سکے۔ الفاظ کی شستگی اور شیرینی عبارت کی رونق وسلاست لاجواب ہے۔ جن اصول وفروع۔ اخلاق واعمال۔ پند ونصائح پر اس کی آیات شامل ہیں اور جن دلائل وبراہین کے لئے استعمال کی گئی ہیں وہ سب علم وحکمت کے کانٹے میں تلی ہوئی ہیں۔ قرآنی حقائق ودلائل ایسے مضبوط ومحکم ہیں کہ زمانہ کتنی ہی قلا بازیاں کھائے ان کے بدلنے یا غلط ہونے کا کوئی امکان نہیں۔ قیامت تک پیش آنے والے تغیرات وحوادث کی رہنمائی موجود ہے۔ پھر ان تمام حکیمانہ خوبیوں کے باوجود یہ نہیں کہ اجمال اور ابہام کی وجہ سے کتاب معمہ ہو بلکہ تمام مہمات کو خوب کھول کھول کر اور موقع بموقع دلائل، احکام مواعظ قصص، پند ونصیحت ہر چیز بڑی خوبصورتی اور قرینہ سے الگ الگ رکھی ہے اور تمام ضروریات کا کافی تفصیل سے بیان ہوا ہے۔ بالآخر قائل ہونا پڑے گا کہ ان تمام آیات کا نزول اللہ کی طرف سے ہے جو حکیم مطلق اور خبیر برحق ہے۔

دعا کیجئے

یا اللہ اس قرآن عظیم کی ہمیں سچی محبت عطا فرما اور اس کی حرمت وبرکت سے ہمیں دین ودنیا کی عزت ورفعت عطا فرما۔

یا اللہ آج تمام عالم اسلام میں جو ابتری پھیلی ہوئی ہے اس کا واحد سبب اہل اسلام کا قرآن کریم سے انحراف واعراض ہے ورنہ آپ کا وعدہ ہے و انتم الاعلون ان کنتم مؤمنین (اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن رہے)

یا اللہ اب ہماری آنکھیں قرآن کریم کی طرف سے کھول دے اور اس کے اتباع کی توفیق وسعادت عطا فرمادے اور ہم سے اب تک جو قرآن کریم کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہیاں ہوئی ہیں اس کی تلافی کا عزم نصیب فرمادے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ ۚ إِنَّنِي لَكُم مِّنْهُ نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ ﴿٢﴾ وَأَنِ اسْتَغْفِرُوا

یہ کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت مت کرو۔ میں تم کو اللہ کی طرف سے ڈرانے والا اور بشارت دینے والا ہوں۔ اور یہ کہ تم لوگ اپنے گناہ اپنے

رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ يُمَتِّعْكُم مَّتَاعًا حَسَنًا إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى وَيُؤْتِ

رب سے معاف کراؤ' پھر اس کی طرف متوجہ رہو' وہ تم کو وقت مقررہ تک (حیوۃ طیبہ کی) خوش عیشی دے گا اور (آخرت میں) ہر زیادہ عمل

كُلَّ ذِي فَضْلٍ فَضْلَهُ ۖ وَإِن تَوَلَّوْا فَإِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ

کرنے والے کو زیادہ ثواب دے گا۔ اور اگر تم لوگ اعراض ہی کرتے رہے تو مجھ کو تمہارے لئے ایک بڑے عذاب کا اندیشہ ہے۔

يَوْمٍ كَبِيرٍ ﴿٣﴾ إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ ۖ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٤﴾ أَلَا إِنَّهُمْ

تم (سب) کو اللہ ہی کے پاس جانا ہے۔ اور وہ ہر شے پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ یاد رکھو کہ وہ لوگ دوہرا کئے دیتے ہیں

يَثْنُونَ صُدُورَهُمْ لِيَسْتَخْفُوا مِنْهُ ۚ أَلَا حِينَ يَسْتَغْشُونَ ثِيَابَهُمْ

اپنے سینوں کو تاکہ اپنی باتیں خدا سے چھپا سکیں۔ یاد رکھو کہ وہ لوگ جس وقت اپنے کپڑے لپیٹتے ہیں' وہ اس وقت بھی سب جانتا ہے' جو کچھ

يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿٥﴾

چپکے چپکے باتیں کرتے ہیں' اور جو کچھ وہ ظاہر باتیں کرتے ہیں بالیقین وہ دلوں کے اندر کی باتیں جانتا ہے۔

اَلَّا یہ کہ نہ	تَعْبُدُوْا عبادت کرو	اِلَّا اللّٰہَ اللہ کے سوا	اِنَّنِیْ بیشک میں	لَکُمْ تمہارے لئے	مِنْہُ اس سے	نَذِیْرٌ ڈرانیوالا		
وَّبَشِیْرٌ وَّاَنِ اور یہ کہ	اسْتَغْفِرُوْا مغفرت طلب کرو	رَبَّکُمْ اپنا رب	ثُمَّ پھر	تُوْبُوْآ اِلَیْہِ اس کی طرف رجوع کرو				
یُمَتِّعْکُمْ وہ فائدہ پہنچائے گا تمہیں	مَتَاعًا متاع	حَسَنًا اچھی	اِلٰی تک	اَجَلٍ وقت	مُسَمًّی مقرر	وَیُؤْتِ اور دے گا		
کُلَّ ہر	ذِیْ فَضْلٍ فضل والا	فَضْلَہٗ اپنا فضل	وَاِنْ اور اگر تم	تَوَلَّوْا پھر جاؤ	فَاِنِّیْ تو بیشک میں	اَخَافُ ڈرتا ہوں	عَلَیْکُمْ تم پر	
عَذَابَ عذاب	یَوْمٍ ایک دن	کَبِیْرٍ بڑا	اِلَی اللّٰہِ اللہ کی طرف	مَرْجِعُکُمْ لوٹنا ہے تمہیں	وَھُوَ اور وہ	عَلٰی ہر	کُلِّ شَیْءٍ ہر شے	
قَدِیْرٌ قدرت والا	اَلَا یاد رکھو	اِنَّھُمْ بیشک وہ	یَثْنُوْنَ دوہرے کرتے ہیں	صُدُوْرَھُمْ اپنے سینے	لِیَسْتَخْفُوْا تاکہ چھپالیں			
مِنْہُ اس سے	اَلَا یاد رکھو	حِیْنَ جب	یَسْتَغْشُوْنَ پہنتے ہیں	ثِیَابَھُمْ اپنے کپڑے	یَعْلَمُ وہ جانتا ہے	مَا یُسِرُّوْنَ جو وہ چھپاتے ہیں		
وَمَا یُعْلِنُوْنَ اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں	اِنَّہٗ بیشک وہ	عَلِیْمٌ جاننے والا	بِذَاتِ الصُّدُوْرِ دلوں کے بھید					

بعثت انبیاء کے مقاصد

گذشتہ ابتدائی آیت میں اول قرآن کریم کی عظمت وحقانیت اور اس کا منجانب اللہ نازل ہونا بیان فرمایا گیا۔ اب چونکہ قرآن کریم کے نازل کرنے کا

اہم اور خاص مقصد یہ ہے کہ دنیا کو صرف ایک خدائے واحد کی عبادت کی طرف دعوت دی جائے اور اس کے طریقہ سکھائے جائیں۔ اسی جلیل اور عظیم مقصد کے لئے انبیاء دنیا میں تشریف لائے اس لئے یہاں ان آیات میں سب سے پہلے تو توحید فی العبادت کا حکم دیا جارہا ہے کہ تم صرف ایک اللہ کی عبادت و بندگی کرو اور اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اس طرح شرک کی جڑ کاٹ دیگئی۔ کیونکہ شرک ہی سرچشمہ غیر اللہ کی عبادت کا ہے۔ ساتھ ہی جو اس کتاب کو مانے اور شرک چھوڑ کر خدائے واحد کی عبادت اور بندگی بجالائے اسے اللہ کے رسولؐ فلاح دارین کی خوشخبری سناتے ہیں۔ اس بناء پر آپ کی صفت بشیر فرمائی گئی اور جو نہ مانے اور کفر و شرک اختیار کرے اس کو عذاب الٰہی سے ڈرایا گیا۔ اس بناپر آپ کی صفت نذیر فرمائی گئی۔ اس طرح پہلے توحید و رسالت کو تسلیم کرنے کے لئے حکم دیا گیا توحید رسالت کے بعد استغفار کا حکم دیا گیا۔ اور استغفار کے بعد توبہ کا۔ استغفار کے معنی ہیں گناہوں کی مغفرت کا خواستگار ہونا اور توبہ کے معنی ہیں رجوع کرنا۔ جب تک کسی آئینہ کا زنگ نہ صاف کیا جائے اس کی صفائی ممکن ہے۔ نفس سرکش جب تک گناہ کا ارتکاب ترک نہ کردے خلوص عبادت اور جلاء روحانی نہیں پیدا ہوتی اس لئے فرمایا گیا کہ پہلے گناہوں کو چھوڑ دو۔ گذشتہ خطائیں معاف کرالو۔ ہر قسم کی بری بات کو ترک کرو پھر صفائی کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع کرو۔ دل سے بھی رجوع کرو۔ زبان سے بھی اور اعضائے جسمانی سے بھی۔ غرض یہ کہ ممنوعات سے باز رہو۔ پھر اوامر کی تعمیل کرو۔ اس کے بعد اطاعت اور نافرمانی کے جدا جدا نتائج بھی بیان فرمادیئے۔ اطاعت و فرمانبرداری کا نتیجہ فلاح دارین ہے اور نافرمانی کا انجام آخرت کی تباہی ہے کیونکہ اللہ کے پاس جانا لازمی ہے اور وہ ہر طرح کی سزا بھی دے سکتا ہے۔ لہٰذا نافرمانی کی سزا بھی دے گا۔

استغفار و توبہ پر ایک کا وعدہ

یہاں آیت میں استغفار اور توبہ یعنی اللہ تعالیٰ سے معافی چاہنے اور اس کی طرف سے رجوع کرنے اور پلٹ آنے پر دنیا میں مَتَاعًا حَسَنًا کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔ مَتَاعًا حَسَنًا سے مراد مفسرین نے حیوۃ طیبہ لی ہے جیسا کہ ایک دوسرے موقع پر سورۂ نحل چودھویں پارہ میں ارشاد ہے۔ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً جو شخص بھی ایمان کے ساتھ نیک عمل کرے گا خواہ مرد ہو یا عورت ہم اس کو پاکیزہ زندگی عطا کریں گے تو یہاں آیت میں مَتَاعًا حَسَنًا کا مفہوم یہ ہوگا۔ کہ دنیا میں تمہارے ٹھہرنے کے لئے جو وقت مقرر ہے اور جتنی زندگی اللہ نے دنیا میں رہنے کے لئے دی ہے وہ بھی اچھی زندگی عطا کی جائے گی۔ یعنی برکتوں سے سرفراز ہوگے اور سکون اور اطمینان کی زندگی بسر کروگے۔ اس طرح راہ راست کو اختیار کرنے سے اور تقویٰ وطہارت اور عمل صالح کی زندگی بسر کرنے سے تمہاری صرف آخرت ہی نہیں بلکہ دنیا بھی بنے گی۔ آخرت کی طرح اس دنیا کی حقیقی عزت و کامیابی بھی ایسے ہی لوگوں کے لئے ہے جو سچی خدا پرستی کے ساتھ صالح زندگی بسر کریں۔ یہ تو دنیا کی زندگی کے متعلق بشارت دی گئی۔

صالح و غیر صالح کا انجام

آخرت کے متعلق بتلایا گیا کہ جو شخص جس قدر بڑھ کر عمل صالح کرے گا اللہ اس کو اتنا ہی بڑا درجہ عطا کرے گا اور وہ اسی قدر خدا کے فضل سے زیادہ حصہ پائے گا۔ یہ تو اطاعت اور فرمانبرداری کا نتیجہ دنیا اور آخرت میں بیان ہوا۔ آگے نافرمانی اور اعراض کا نتیجہ بتلایا گیا کہ اگر ایمان لانے سے لوگ اعراض ہی کرتے رہے تو پھر قیامت کا عذاب یقینی ہے کیونکہ اس دنیا سے مر کر سب کو اللہ کے پاس جانا ہے اور اللہ سزا دینے کی پوری قدرت اور کامل اختیار رکھتا ہے اور پھر خدا ہر کھلی اور چھپی چیز کو یکساں جانتا ہے۔ حتیٰ کہ دلوں کی تہہ میں جو خیالات ارادے اور نیتیں پوشیدہ ہوتی ہیں ان پر بھی مطلع ہے۔ پھر کوئی مجرم اپنے جرم کو کس طرح اس سے مخفی رکھ کر نجات حاصل کرسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے کوئی راز پوشیدہ نہیں ہے

مشرکین اور بعض منافقین یہ کہتے تھے کہ جب ہم گھر کے دروازے بند کرلیں اور پردے چھوڑ دیں اور اپنے کپڑوں میں اپنے آپ کو چھپالیں اور اپنے سینہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عداوت رکھیں تو ہمارے اس راز کو کون جان سکتا ہے۔ یہاں آیت میں اسی قسم کے لوگوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ کہ اخفاء کی یہ تدبیر کرنا گویا اللہ سے پوشیدہ رکھنے کی کوشش کرنا ہے تو ان کو تنبیہ کی جاتی ہے کہ وہ یاد رکھیں کہ جس وقت وہ اس طرح چپکے چپکے باتیں کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس وقت بھی سب جانتے ہیں اور جس وقت ظاہر باتیں کرتے ہیں اس کا علم بھی سب رکھتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تو دلوں کے اندر کی باتیں بھی جانتا ہے تو زبان سے کہی ہوئی تو کیوں نہ جانے گا۔ پس عداوت و مخالفت رسول پر پوری سزا دے گا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

پارہ
وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا وَیَعْلَمُ مُسْتَقَرَّھَا وَمُسْتَوْدَعَھَا ط

اور کوئی جاندار روئے زمین پر چلنے والا ایسا نہیں کہ اُس کی روزی اللہ تعالیٰ کے ذمہ نہ ہو اور وہ ہر ایک کی زیادہ رہنے کی جگہ کو اور چند روزہ رہنے کی جگہ کو جانتا ہے

کُلٌّ فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ﴿۶﴾ وَھُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ وَّکَانَ عَرْشُہٗ

سب چیزیں کتاب مبین یعنی لوح محفوظ میں ہیں اور وہ اللہ ایسا ہے' کہ سب آسمان اور زمین کو چھ دن کی مادر میں پیدا کیا' اور اس وقت اُس کا عرش

عَلَی الْمَآءِ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ط وَلَئِنْ قُلْتَ اِنَّکُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْ بَعْدِ الْمَوْتِ

پانی پر تھا' تاکہ تم کو آزمائے' کہ تم میں اچھا عمل کرنے والا کون ہے۔ اور اگر آپ کہتے ہیں کہ یقیناً تم لوگ مرنے کے بعد

لَیَقُوْلَنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِنْ ھٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۷﴾

زندہ کئے جاؤ گے تو جو لوگ کافر ہیں وہ کہتے ہیں' کہ یہ تو نرا صاف جادو ہے۔

وَمَا اور نہیں	مِنْ سے	دَآبَّۃٍ چلنے والا	فِی میں	الْاَرْضِ زمین	اِلَّا مگر	عَلَی پر	اللّٰہِ اللہ	رِزْقُھَا اس کا رزق	وَیَعْلَمُ اور وہ جانتا ہے
مُسْتَقَرَّھَا اس کا ٹھکانا	وَمُسْتَوْدَعَھَا اور اسکے سونپے جانے کی جگہ	کُلٌّ سب کچھ	فِیْ میں	کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ روشن کتاب	وَھُوَ اور وہی	الَّذِیْ جو			
خَلَقَ پیدا کیا اس نے	السَّمٰوٰتِ آسمان	وَ اور	الْاَرْضَ زمین	فِیْ میں	سِتَّۃِ اَیَّامٍ چھ دن	وَکَانَ اور تھا	عَرْشُہٗ اس کا عرش	عَلَی الْمَآءِ پانی پر	
لِیَبْلُوَکُمْ تاکہ تمہیں آزمائے	اَیُّکُمْ تم میں کون	اَحْسَنُ بہتر	عَمَلًا عمل میں	وَلَئِنْ اور اگر	قُلْتَ آپ کہیں	اِنَّکُمْ کہ تم			
مَّبْعُوْثُوْنَ اٹھائے جاؤ گے	مِنْ بَعْدِ بعد	الْمَوْتِ موت	لَیَقُوْلَنَّ تو ضرور کہیں گے وہ	الَّذِیْنَ وہ لوگ جو	کَفَرُوْٓا انہوں نے کفر کیا				
اِنْ ھٰذَآ نہیں یہ	اِلَّا مگر	سِحْرٌ جادو	مُّبِیْنٌ کھلا						

علم الٰہی کی وسعت

حق تعالیٰ ہر چیز کو ہر حالت میں جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے کوئی اپنے آپ کو چھپا نہیں سکتا۔ وہ دلوں کے ارادہ اور انسان کی نیتوں سے خوب واقف ہیں تو زبان سے نکلی ہوئی باتیں گو وہ چپکے چپکے کی جائیں یا ظاہر کر کے وہ کہاں اللہ سے مخفی رہ سکتی ہیں۔ اب حق تعالیٰ کا علم محیط ہونے کی ایک اور دلیل دی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ زمین پر چلنے والا ہر جاندار جس میں انسان' حیوان' چرند' پرند' درند' کیڑے مکوڑے سب آ گئے جسے رزق کی احتیاج ہو اس کو روزی پہنچانا خدا نے محض اپنے فضل سے اپنے ذمہ کر لیا ہے۔ جس قدر روزی جس کے لئے مقدر ہے وہ یقیناً پہنچ کر رہے گی۔ جو وسائل اور اسباب بندہ اختیار کرتا ہے وہ محض روزی پہنچنے کے دروازہ ہیں اور خدا کی قدرت کو ان اسباب میں محصور و مقید نہ سمجھا جائے۔ وہ کبھی سلسلہ اسباب کو چھوڑ کر بھی روزی پہنچا دیتا ہے۔

بہرحال جب تمام جان رکھنے والوں کو حسب استعداد غذا اور معاش مہیا کرنا حق تعالیٰ کا کام ہے تو ضروری ہے کہ اس کا علم ان سب پر محیط ہو ورنہ ان کی روزی کی خبر گیری کیسے کر سکے گا۔ اس لئے ہر جاندار جو روئے زمین پر موجود ہے اس کے مستقل اور عارضی قیام کی جگہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور ہر ایک کو وہیں رزق پہنچاتا ہے اور گو سب چیزیں علم الٰہی میں تو ہیں ہی مگر اس کے ساتھ ہی سب چیزیں کتاب مبین یعنی لوح محفوظ میں منضبط بھی ہیں۔ یعنی قضا و قدر میں جو رزق اس کا مقدر اور معین ہو چکا ہے وہ اس کو پہنچ کر رہے گا۔

ایک سوال اوراس کا جواب

اب یہاں ایک سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ جب ہر جاندار کا رزق اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے لیا ہے تو پھر ایسے واقعات پیش کیوں آتے ہیں شدید قحط وغیرہ کے۔ کہ بہت سے جانور اور انسان غذا نہ ملنے کے سبب بھوک پیاس سے مرجاتے ہیں۔ تو جواب اس کا یہ ہے کہ خدا کے رزق کے خزانوں میں تو کوئی کمی نہیں۔ پس اگر کوئی بھوک اور فاقہ سے مر جائے تو اس کی یہ وجہ نہیں کہ خدا کے خزانہ میں رزق نہیں رہا بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ خدا کو اب اس کا زندہ رکھنا ہی مقصود نہیں۔ وہ کسی کو فاقہ سے مارتا ہے کسی کو بیماری وغیرہ سے۔ جس کی جب عمر پوری ہوگئی تو اس کو بہر حال مرنا ہے اور اس جہان سے گزرنا ہے جس کے مختلف اسباب ہوتے ہیں۔ کبھی جلنا' کبھی ڈوبنا' کبھی چوٹ سے اور زخم سے' کبھی قتل سے' کبھی کسی بیماری اور مرض سے تو انہی اسباب میں سے ایک یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کا رزق بند کردیا جائے اور اس سے موت واقع ہوجائے۔

حضرت موسیٰ اور حضرت ابو مالک رضی اللہ عنہما کا واقعہ

امام قرطبیؒ نے اس آیت میں **ومامن دآبة فی الارض الاعلی الله رزقها** کے تحت حضرت ابوموسیٰ اور ابو مالک اشعریؓ کا ایک واقعہ ذکر کیا ہے کہ قبیلہ اشعری کے یہ لوگ جب ہجرت کرکے مدینہ پہنچے تو جو کچھ توشہ اور کھانے پینے کا سامان ان کے ساتھ تھا وہ سب ختم ہوگیا تھا۔ انہوں نے اپنا ایک آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس غرض کے لئے بھیجا کہ ان کے کھانے وغیرہ کا کچھ انتظام فرمائیں۔ یہ صاحب جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر پہنچے تو اندر سے آواز آئی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ آیت پڑھ رہے ہیں۔ **وما من دآبة فی الارض الا علی الله رزقها**۔ ان صاحب کو یہ آیت سن کر خیال آیا کہ جب اللہ نے سب جانداروں کا رزق اپنے ذمہ لے لیا ہے تو پھر ہم اشعری بھی اللہ کے نزدیک دوسرے جانوروں سے گئے گزرے نہیں وہ ضرور ہمیں بھی رزق دیں گے۔ یہ خیال کرکے وہ وہیں سے واپس ہوگئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا حال نہیں بتلایا۔ واپس جاکر اپنے ساتھیوں سے کہا کہ خوش ہوجاؤ تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کی مدد آرہی ہے۔ ان کے اشعری ساتھیوں نے اس کا یہ مطلب سمجھا کہ ان کے ساتھی نے حسب قرارداد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی حاجت کا ذکر کیا ہے اور آپ نے انتظام کرنے کا وعدہ فرما لیا ہے۔ وہ یہ سمجھ کر مطمئن بیٹھ گئے۔ وہ ابھی بیٹھے ہی تھے کہ دیکھا کہ دو آدمی ایک بڑے برتن مثل تسلہ یا سینی گوشت اور روٹیوں سے بھرا ہوا اٹھائے لارہے ہیں۔ لانے والوں نے یہ کھانا ان اشعرین کو دے دیا۔ انہوں نے خوب شکم سیر ہوکر کھانا کھایا پھر بھی بچ رہا تو ان لوگوں نے یہ مناسب سمجھا کہ باقی کھانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس بھیج دیں تاکہ اس کو آپ اپنی ضرورت میں صرف فرماویں۔ اپنے دو آدمیوں کو یہ کھانا دے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کا بھیجا ہوا کھانا بہت زیادہ اور بہت نفیس ولذیذ تھا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے تو کوئی کھانا نہیں بھیجا۔ تب انہوں نے پورا واقعہ عرض کیا کہ ہم نے اپنے فلاں آدمی کو آپ کی خدمت میں بھیجا تھا۔ اس نے واپس آکر یہ جواب دیا۔ جس سے ہم یہ سمجھے کہ کھانا آپ نے بھیجا ہے۔ یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ میں نے نہیں بلکہ اس ذات قدوس نے بھیجا ہے۔ جس نے ہر جاندار کا رزق اپنے ذمہ لیا ہے۔

قدرت الٰہی

الغرض یہاں حق تعالیٰ اپنی ربوبیت اور احاطۂ علمی سے اپنی الوہیت پر استدلال فرمارہے ہیں آگے ربوبیت کے بعد اپنی قدرت کا اظہار فرمایا جاتا ہے اور شان خلاقیت سے الوہیت کو ثابت کیا جاتا ہے۔ اور بتایا جاتا ہے کہ اللہ ایسی قدرت والا ہے کہ جس نے تمام آسمان اور زمین کو اتنے وقت میں جو چھ دن کے برابر تھا پیدا کیا۔ یہی بات یعنی آسمانوں اور زمین کا چھ دن میں پیدا کیا جانا سورۂ اعراف میں بھی بیان فرمایا گیا تھا اور وہاں یہ بتلایا جاچکا ہے کہ بعض مفسرین نے یہ چھ دن دنیا کی مقدار کے برابر لئے ہیں اور بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ چھ دن سے عالم آخرت کے چھ دن کی مقدار مراد ہے کہ جہاں ایک دن ایک ہزار سال کا ہوگا۔ گویا موجودہ زمین وآسمان چھ ہزار سال میں بجمیع مرتب و موجود ہوئے اور اس آسمان اور زمین کی پیدائش سے پہلے پانی مخلوق ہوا

جو آئندہ اشیاء کا مادۂ حیات بننے والا تھا۔ اس وقت عرش خداوندی اسی کے اوپر تھا۔ جیسے اب ساتوں آسمان کے اوپر ہے۔

تخلیق کائنات کے مراحل

حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے پانی کو پیدا کیا اور پھر عرش کو پیدا کیا پھر قلم کو پھر لوح محفوظ کو اور پھر پچاس ہزار سال بعد آسمان اور زمین پیدا کئے۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ ایک وقت ایسا تھا کہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پاک تھی اور اس کے سوا اور کوئی چیز نہ تھی۔ اور ایک حدیث میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابرؓ کو خطاب کر کے ارشاد فرمائی ہے کہ اے جابر اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے (یعنی اپنے نور کے فیض سے) پیدا کیا پھر وہ نور قدرت الٰہیہ سے جہاں اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا سیر کرتا رہا اور اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم تھا اور نہ بہشت تھی نہ دوزخ تھی۔ نہ فرشتہ تھا نہ آسمان تھا اور نہ زمین تھی اور نہ سورج تھا۔ نہ چاند تھا نہ جن تھا نہ انسان تھا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اسی نور کے چار حصہ کئے اور ایک حصہ سے قلم پیدا کیا۔ دوسرے سے لوح۔ تیسرے سے عرش۔ پھر طویل حدیث ہے تو اس حدیث سے نور محمدی کا اول الخلق ہونا ثابت ہوا۔ (نشر الطیب از حضرت تھانویؒ)

تخلیق کائنات کا مقصد

آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ سارے نظام کے پیدا کرنے اور ترتیب دینے سے مقصود انسان کو یہاں دنیا میں بسانا اور امتحان کرنا ہے کہ کہاں تک اس عجیب و غریب نظام اور سلسلۂ مصنوعات میں غور کر کے انسان خالق و مالک کی صحیح معرفت حاصل کرتا ہے اور محسن شناسی اور سپاس گزاری کا فطری فرض بجالاتا ہے۔ گویا یہ مقام انسان کی آزمائش کا ہے۔ مالک حقیقی دیکھتا ہے کہ انسانوں میں کون غلام صادق، اخلاص اور سلیقہ مندی سے اچھا کام کرتا اور فرائض بندگی انجام دیتا ہے۔

موت کے بعد اٹھنا

الغرض جب یہ دنیا امتحان اور آزمائش کی جگہ ہے تو ضرور اس کے بعد جزا و سزا انعام و انتقام کا سلسلہ شروع ہوتا ہے کہ مومنین شاکرین اور کافرین کو اپنے اپنے کئے کا پھل ملے۔ اسی لئے یہاں مرنے کے بعد پھر زندہ ہونے کا ذکر کیا گیا۔ مگر کفار مکہ کو یقین نہیں آتا تھا کہ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جائیں گے اور اپنے جرائم کی سزا بھگتیں گے۔ اس لئے جب وہ قرآن میں یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا موثر بیان سنتے تو کہتے کہ یہ بیان تو کھلا ہوا جادو ہے۔ یعنی دوبارہ زندگی کی بات مثل جادو کے دھوکہ اور فریب ہے۔ جس کی حقیقت کچھ نہیں۔ مطلب یہ کہ اس قرآن میں جادو کی باتیں ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ لوگ مرنے کے بعد پھر دوبارہ زندہ ہو کر اٹھیں گے۔ جس نے بہت سے لوگوں کو مرعوب اور مسحور کر لیا کہ جو اس بات کو مان گئے مگر ہم پر جادو چلنے والا نہیں۔

دعا کیجئے

یا اللہ! آپ نے اپنی مخلوق کے لئے جو رزق کا وعدہ فرمایا ہے اس پر ہم کو یقین کامل نصیب فرمایئے۔ اور جو کچھ یا اللہ ہم کو آپ رزق عطا فرمائیں وہ آپ ہی کی بندگی واطاعت اور فرمانبرداری میں کام آئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَئِنْ اَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِلٰٓى اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ لَّيَقُوْلُنَّ مَا يَحْبِسُهٗ ؕ اَلَا يَوْمَ يَاْتِيْهِمْ

اور اگر تھوڑے دنوں تک ہم ان سے عذاب کو ملتوی رکھتے ہیں تو کہنے لگتے ہیں' کہ اس عذاب کو کون چیز روک رہی ہے؟ یاد رکھو جس دن وہ عذاب اُن پر

لَيْسَ مَصْرُوْفًا عَنْهُمْ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا

آ پڑیگا تو پھر کسی کے ٹالے نہ ٹلے گا' اور جس عذاب کے ساتھ یہ استہزاء کر رہے تھے وہ اُن کو آ گھیرے گا۔ اور اگر ہم انسان کو اپنی مہربانی کا مزہ چکھا کر

رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ ۚ اِنَّهٗ لَيَئُوْسٌ كَفُوْرٌ ۝ وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ

اس سے چھین لیتے ہیں تو وہ نا اُمید اور ناشکر ہو جاتا ہے۔ اور اگر اس کو کسی تکلیف کے بعد جو کہ اُس پر واقع ہوئی ہو کسی نعمت کا مزہ چکھا دیں تو کہنے لگتا ہے

ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ ؕ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ

کہ میرا سب دُکھ درد رخصت ہوا۔ پس وہ اترانے لگتا ہے شیخی بگھارنے لگتا ہے' مگر جو لوگ مستقل مزاج ہیں' اور نیک کام کرتے ہیں' وہ ایسے نہیں ہوتے۔ ایسے لوگوں

لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝

کے لئے بڑی مغفرت اور بڑا اجر ہے۔

وَلَئِنْ اور اگر	اَخَّرْنَا ہم روک رکھیں	عَنْهُمْ اُن سے	الْعَذَابَ عذاب	اِلٰٓى تک	اُمَّةٍ ایک مدت	مَّعْدُوْدَةٍ گنی ہوئی معین	لَّيَقُوْلُنَّ تو وہ ضرور کہیں گے	
مَا يَحْبِسُهٗ کیا روک رہی ہے اسے	اَلَا یاد رکھو	يَوْمَ جس دن	يَاْتِيْهِمْ اُن پر آئے گا	لَيْسَ نہ	مَصْرُوْفًا ٹالا جائے گا	عَنْهُمْ اُن سے	وَ اور	
حَاقَ گھیرے گا وہ	بِهِمْ انہیں	مَا جو	كَانُوْا تھے	بِهٖ اس کا	يَسْتَهْزِءُوْنَ مذاق اڑاتے	وَلَئِنْ اور اگر	اَذَقْنَا اسے چکھا دیں	الْاِنْسَانَ انسان کو
مِنَّا اپنی طرف سے	رَحْمَةً کوئی رحمت	ثُمَّ پھر	نَزَعْنٰهَا ہم چھین لیں وہ	مِنْهُ اس سے	اِنَّهٗ بیشک وہ	لَيَئُوْسٌ البتہ مایوس	كَفُوْرٌ ناشکرا	
وَلَئِنْ اور اگر	اَذَقْنٰهُ اسے چکھا دیں	نَعْمَآءَ نعمت	بَعْدَ ضَرَّآءَ سختی کے بعد	مَسَّتْهُ اسے پہنچی	لَيَقُوْلَنَّ تو وہ ضرور کہے گا	ذَهَبَ جاتی رہیں		
السَّيِّاٰتُ برائیاں	عَنِّيْ مجھ سے	اِنَّهٗ بیشک وہ	لَفَرِحٌ اترانے والا	فَخُوْرٌ شیخی خور	اِلَّا مگر	الَّذِيْنَ صَبَرُوْا جن لوگوں نے صبر کیا		
وَعَمِلُوْا اور عمل کئے	الصّٰلِحٰتِ نیک	اُولٰٓئِكَ یہی لوگ	لَهُمْ ان کیلئے	مَّغْفِرَةٌ بخشش	وَّاَجْرٌ اور ثواب	كَبِيْرٌ بڑا		

اپنے مقررہ وقت پر قیامت آ کر رہے گی

گذشتہ آیات میں اس عالم کی پیدائش اور اس کی غرض وغایت کا ذکر تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس عالم کو انسانوں کی آزمائش کے لئے پیدا کیا کہ کون اچھا عمل کرتا ہے اور ابتلاء اور امتحان کے لئے جزا وسزا ضروری ہے۔ اس لئے سب انسان اس دنیا میں زندگی گزارنے اور مرجانے کے بعد قیامت میں دوبارہ زندہ کر کے برائے حساب کتاب اٹھائے جائیں گے۔ تو کفار مکہ جب قرآن کریم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مرکر دوبارہ زندہ ہونے کے متعلق سنتے تو انہیں یقین نہ آتا اور کہتے کہ یہ کیسے ممکن ہے جو اس پر یقین لایا جائے اور اہل اسلام جنہوں نے اس نظریہ کو تسلیم کر لیا تھا ان کے متعلق کہتے کہ یہ محض سحر اور جادو کے اثر سے مسحور ومرعوب ہو گئے ہیں جو ایسی محال چیز کو مان لیا۔ اب انہیں کفار مکہ کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ جب ان کو ان کے کفر وشرک اور تکذیب قیامت وآخرت وغیرہ پر عذاب سے ڈرایا جاتا تو تکذیب اور استہزاء کے طور پر کہتے کہ وہ عذاب کہاں ہے۔ آخر

آتا کیوں نہیں؟ کس چیز نے اسے پکڑ رکھا ہے؟ کفار کے ان اقوال کے جواب میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے منکرو تم کیا عذاب کا مذاق کرتے ہو۔ وقت معین پر جب عذاب آئے گا تو پھر کسی کے ٹالے نہ ٹل سکے گا اور ہر طرف سے گھیر کر تباہ و برباد کر کے چھوڑے گا۔

حضرت انسان کی کمزوری

نیز بتلایا گیا کہ یہ کفار اب تو کہتے ہیں کہ عذاب کہاں ہے؟ کیوں نہیں آتا؟ لیکن انسان ایسا بودا اور کمزور دل ہے کہ خدا اگر چند روز اپنی مہربانی سے عیش و آرام میں رکھنے کے بعد تکلیف میں مبتلا کر دے تو پچھلی مہربانیاں بھی بھلا دیتا ہے اور نا امید ہو کر آئندہ کے لئے آس توڑ بیٹھتا ہے۔ گذشتہ پر ناشکری اور آئندہ سے مایوسی یہی اس کی زندگی کا حاصل ہے۔ اور اگر مصیبت کے بعد خدا آرام و آسائش نصیب کرے تو سمجھتا ہے کہ گویا اب ہمیشہ کے لئے مصائب و تکالیف کا خاتمہ ہو چکا۔ پچھلی کیفیت کبھی لوٹ کر آنے والی نہیں۔ اس وقت غافل و مغرور ہو کر شیخیاں مارتا اور اتراتا پھرتا ہے۔ حالانکہ چاہیے تھا کہ پچھلی حالت یاد کر کے خدا کا شکر ادا کرتا اور اس کے احسان کے سامنے جھک جاتا۔

اولوالعزم وفادار بندے

یہ حال جو عام انسانوں کا بیان ہوا۔ اس سے اللہ کے وہ بندے مستثنیٰ ہیں جو تکالیف و مصیبت کا مقابلہ صبر و استقامت سے کرتے ہیں اور امن و راحت کے وقت شکر گزاری کے ساتھ عمل صالح میں مستعدی دکھاتے ہیں۔ ایسے اولوالعزم وفاداروں کی جماعت ہی عظیم الشان بخشش و انعام کی مستحق ہے۔ اور ان کو وہم و گمان سے بڑھ کر اجر و ثواب ملے گا۔

مومن و کافر کا فرق

یہاں کافر اور مومن کے امتیازی فرق کو بیان فرمایا اور بتلایا گیا کہ مصیبت کے وقت راحت سے مایوسی یا رحمت و آرام کے وقت مصیبت سے بے خوف ہو کر مغرور ہو جانا یہ مومن کی خصلت نہیں۔ مومن تو کسی حالت میں بھی نیکوکاری کو ترک نہیں کرتا۔ مایوس ہو جانا اترانا اور فخر کرنا یہ کافروں کی خصلتیں ہیں۔ رنج پر صبر کرنا۔ نعمت پر شکر کرنا اور دنیا کے دکھ سکھ میں پڑ کر نیکوکاری کو ترک نہ کرنا یہ مومن اور اہل حق کی نشانی ہے۔

دنیا کا رنج و راحت عارضی ہے

یہاں ان آیات میں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ دنیا کی نعمت اور کلفت دونوں کے بارہ میں قرآن کریم نے اذقنا یعنی چکھانے کا لفظ استعمال کیا ہے جس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اصل نعمت اور کلفت تو آخرت کی ہے۔ دنیا میں نہ راحت مکمل ہے نہ کلفت بلکہ ذائقہ چکھنے اور نمونہ کے درجے میں ہے تاکہ انسان کو آخرت کی نعمتوں اور کلفتوں کا کچھ اندازہ ہو سکے۔ اس بنا پر بھی دنیا کی راحت نہ کچھ زیادہ خوش ہونے کی چیز ہے نہ مصیبت کچھ زیادہ غم کرنے کی۔ اس لئے مومن کامل وہی ہے کہ دنیا میں اگر زوال نعمت کا وقت آ پڑے تو صبر و استقلال سے کام لے اور اگر عطاء نعمت کا وقت دیکھنا نصیب ہو تو اس وقت شکر و طاعت بجالائے اور ہر تغیر اور انقلاب اور ہر رنج و راحت میں خداوند قدوس کی طاقت و قدرت کا مشاہدہ کرے اور اسباب سے زیادہ مسبب الاسباب کی طرف نظر کرے اور اس سے اپنا تعلق اور رشتہ مضبوط کرے۔ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے ہمیں بھی اس کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین۔

دعا کیجئے

یا اللہ! نعمت مل کر ان پر غافل اور مغرور ہو جانا اس کافرانہ خصلت سے ہم کو محفوظ فرمایئے۔

یا اللہ! ہم کو ان اہل حق کی جماعت میں شامل رکھئے کہ جن کے صبر اور عمل صالح پر مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔ اور جو کسی حال میں آپ کے ذکر و فکر سے غافل نہیں ہوتے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَضَآئِقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ يَّقُوْلُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ

سو شاید آپ ان احکام میں سے جو کہ آپ کے پاس وحی کے ذریعے سے بھیجے جاتے ہیں بعض کو چھوڑ دینا چاہتے ہیں اور آپ کا دل اس بات سے تنگ ہوتا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اگر یہ نبی ہیں تو ان پر کوئی خزانہ کیوں

كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ؕ اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ وَّكِيْلٌ ؕ﴿۱۲﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ

نہیں نازل ہوا؟ یا اُن کے ہمراہ کوئی فرشتہ کیوں نہیں آیا؟ آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں۔ اور پورا اختیار رکھنے والا ہر شے پر تو اللہ ہی ہے۔ کیا یوں کہتے ہیں

افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ

کہ آپ نے اس کو اپنی طرف سے خود بنا لیا ہے۔ آپ فرما دیجئے کہ تم بھی اس جیسی دس سورتیں جو تمہاری بنائی ہوئی ہوں لے آؤ اور جن جن غیر اللہ کو بلا سکو بلا لو

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۳﴾ فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَّآ

اگر تم سچے ہو۔ پھر یہ کفار اگر تم لوگوں کا کہنا نہ کر سکیں تو تم (اُن سے کہہ دو کہ اب تو) یقین کر لو کہ قرآن اللہ ہی کے علم سے اُترا ہے اور یہ بھی (یقین کر لو)

اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۴﴾

کہ اللہ کے سوا کوئی اور معبود نہیں، تو پھر اب بھی مسلمان ہوتے ہو؟

فَلَعَلَّكَ تو شاید تم	تَارِكٌۢ چھوڑ دو گے	بَعْضَ کچھ حصہ	مَا جو	يُوْحٰٓى وحی کیا گیا	اِلَيْكَ تیری طرف	وَضَآئِقٌۢ اور تنگ ہوگا	بِهٖ اس سے	
صَدْرُكَ تیرا سینہ	اَنْ يَّقُوْلُوْا کہ وہ کہتے ہیں	لَوْلَآ کیوں نہ	اُنْزِلَ اُترا	عَلَيْهِ اس پر	كَنْزٌ خزانہ	اَوْ یا	جَآءَ آیا	مَعَهٗ اس کے ساتھ
مَلَكٌ فرشتہ	اِنَّمَآ اسکے سوا نہیں	اَنْتَ کہ تم	نَذِيْرٌ ڈرانے والے	وَاللّٰهُ اور اللہ	عَلٰى پر	كُلِّ شَىْءٍ ہر شے	وَّكِيْلٌ اختیار رکھنے والا	
اَمْ يَقُوْلُوْنَ کیا وہ کہتے ہیں	افْتَرٰىهُ اس کو خود گھڑ لیا ہے	قُلْ آپ کہہ دیں	فَاْتُوْا تو تم لے آؤ	بِعَشْرِ سُوَرٍ دس سورتیں	مِّثْلِهٖ اس جیسی			
مُفْتَرَيٰتٍ گھڑی ہوئی	وَّادْعُوْا اور تم بلا لو	مَنِ اسْتَطَعْتُمْ جس کو تم بلا سکو	مِّنْ دُوْنِ سوائے	اللّٰهِ اللہ	اِنْ كُنْتُمْ اگر تم ہو	صٰدِقِيْنَ سچے		
فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا پھر اگر وہ جواب نہ دے سکیں	لَكُمْ تمہارا	فَاعْلَمُوْٓا تو جان لو	اَنَّمَآ کہ یہ تو	اُنْزِلَ نازل کیا گیا ہے	بِعِلْمِ اللّٰهِ اللہ کے علم سے			
	وَاَنْ اور یہ کہ	لَآ اِلٰهَ کوئی معبود نہیں	اِلَّا هُوَ اسکے سوا	فَهَلْ پس کیا	اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ تم اسلام لاتے ہو			

مشرکین مکہ کی ذہنی ایذا رسانیاں

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کفار مکہ کو قرآن سناتے اور قرآنی عقائد کی تبلیغ فرماتے تو کفار مکہ کبھی تو معاذ اللہ قرآن کو سحر کہتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر معاذ اللہ ساحر ہونے کا الزام لگاتے۔ کبھی کہتے کہ اس قرآن میں ہمارے بتوں کو برا کہا گیا ہے اس لئے ہم اس پر ایمان نہیں لا سکتے۔ اور فرمائش کرتے کہ یا تو آپ کوئی دوسرا قرآن لائیں یا اسی کو بدل کر اس میں ترمیم کر دیں۔ پھر شرک اور بت پرستی کی جتنی آپ تردید فرماتے مشرکین اس پر غیظ کھاتے اور ان کے غصہ کی آگ بھڑکتی۔ کبھی کوشش کرتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس معاملہ میں ذرا ڈھیلا کر دیں اور اس سب سے بڑے اور بنیادی اور اہم مسئلہ توحید کی تبلیغ میں نرمی اور تساہل برتنے پر آمادہ کرتے۔ جب اس سے مایوس ہوتے تو محض دق کرنے کو عجیب بیہودہ فرمائشیں کرنے لگتے۔ مثلاً کبھی کہتے کہ ہم آپ کی نبوت و رسالت کو جب مانیں گے جب یہ جبل احد سونے کا پہاڑ بن جائے۔ کبھی کہتے کہ آپ سچے ہیں اور منصب رسالت پر مامور ہو کر آئے ہیں تو آپ کے ساتھ مال و دولت کا خزانہ خدا کے

یہاں سے آنا چاہئے تھا۔ یا آسمان سے کوئی فرشتہ آتا اور وہ آپ کے ساتھ یہ تصدیق کرتا پھرے کہ یہ بیشک اللہ کے رسول ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان بیہودہ اور لغو فرمائشوں سے سخت مغموم اور دلگیر ہوتے۔ ان کی تکذیب اور عناد کی وجہ سے آپ کا دل تنگ ہوتا کیونکہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی ممکن نہ تھا کہ ان کفار مشرکین کو ان کے حال پر چھوڑ دیں اور ان کے ایمان لانے کی فکر کو دل سے نکال دیں اور نہ یہ ممکن تھا کہ ان کی بیہودہ فرمائشوں کو پورا کریں کیونکہ اول تو یہ فرمائشیں نری بے عقلی پر مبنی تھیں۔ پھر بت اور بت پرستی اور دوسری کفر و شرک کی چیزوں کو برا نہ کہا جائے تو ہدایت کیسے ہو۔ غرض کہ وہ ایسا نازک اور سخت وقت تھا کہ تمام دنیا باطل پرستی کے شور سے گونج رہی تھی اور صرف ایک مقدس ہستی تھی جس کی زبان مبارک سے حق کی آیات نکل کر باطل کے قلعوں میں زلزلہ ڈالتی تھیں۔ آپ چاروں طرف سے موذی دشمنوں کے نرغہ میں گھرے رہتے تھے۔ کوئی جھٹلاتا' کوئی طعن کرتا' کوئی مذاق اڑاتا' اس ماحول کا تصور کیجئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قلب اور ہمت مردانہ کا اندازہ لگائیے۔ آپ جب مغموم و محزون و دلگیر ہوتے تو صرف اپنے پروردگار کی آواز ہی سے تسلی پاتے اور دنیا کے مقابلہ میں تازہ دم ہو کر کھڑے ہو جاتے۔ (صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی اور مشرکین عرب کو چیلنج

اسی سلسلہ میں آپ کی تسلی کے لئے یہ آیتیں نازل ہوئیں جن میں پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب فرمایا گیا کہ اے نبیؐ آپ ان لوگوں کی بیہودہ خرافات اور فرمائشوں کی وجہ سے اس قدر فکر مند اور غمگین نہ ہوں۔ نہ اپنے دل میں ان لوگوں کی مراعات کا خیال لائیں۔ کہیں ایسا ہو سکتا ہے کہ وحی الٰہی نے جو چیزیں آپ کو سکھلائی ہیں اور جس بے خوف و خطر تبلیغ کا حکم دیا ہے اس کے بعض حصہ کو ان لوگوں کی خرافات سے تنگ دل ہو کر چھوڑ بیٹھیں۔ جب یہ نہیں ہو سکتا کیونکہ پیغمبرانہ عصمت اور اولوالعزمی مانع ہے تو تنگدل ہونے سے کیا فائدہ۔ آپ کا کام صرف بھلے برے سے آگاہ کر دینا ہے۔ ان کی ہدایت کی ذمہ داری آپ پر نہیں۔ خدا تعالیٰ جس کے سپرد ہر چیز ہے ان کا معاملہ بھی اسی کے سپرد کیجئے اور صبر و استقامت کے ساتھ فرائض تبلیغ کی انجام دہی میں ثابت قدم رہئے۔ اور ان کی ہرزہ سرائیوں کی طرف التفات نہ کیجئے۔ یہ فرمائشی معجزہ طلب کرتے ہیں جن کا دیا جانا مصلحت نہیں اور جو سب سے بڑا معجزہ قرآن ان کے سامنے ہے اسے مانتے نہیں۔ کہتے ہیں یہ تو معاذ اللہ تمہاری بنائی ہوئی بات ہے۔ اس کا جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمایا جاتا ہے کہ آپ کہہ دیجئے کہ آخر تم بھی عرب ہو۔ فصاحت و بلاغت اور زبان دانی کا دعویٰ رکھتے ہو۔ سب مل کر ایسی ہی دس سورتیں گھڑ کر پیش کر دو۔ اور اس کام میں مدد دینے کیلئے تمام مخلوق کو بلکہ اپنے ان معبودوں کو بھی بلا لاؤ جنہیں خدائی کا شریک سمجھتے ہو۔ اگر نہ کر سکو اور کبھی نہ کر سکو گے تو سمجھ لو کہ یہ ایسا کلام خالق ہی کا ہو سکتا ہے جس کا مثل لانے سے تمام مخلوق عاجز ہے۔ تو یقیناً یہ وہ کلام ہے جو خدا نے اپنے علم کامل سے پیغمبر پر اتارا ہے۔ بیشک جس کے کلام کا مثل نہیں ہو سکتا تو اس کی ذات و صفات میں کون شریک ہو سکتا ہے۔ ایسا بے مثال کلام اسی بے مثال خدا کا ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ کیا ایسے واضح دلائل کے بعد بھی مسلمان ہونے اور خدا کا حکم بردار بننے میں کسی چیز کا انتظار ہے۔

کیا اب بھی نہ مانو گے؟

قرآن کریم نے اس جگہ دس سورتیں مقابلہ میں بنا کر لانے کو ارشاد فرمایا اور جب وہ اس سے عاجز ہو گئے تو پھر ان کے عاجز ہونے کو اور زیادہ واضح کرنے کے لئے سورۂ بقرہ جو بعد میں مدینہ میں نازل ہوئی وہاں فرمایا گیا کہ اگر تم قرآن کو کسی انسان کا کلام سمجھتے ہو تو تم بھی زیادہ نہیں صرف ایک ہی قرآن جیسی سورۃ بنا لاؤ۔ مگر ساتھ ہی یہ پیشینگوئی بھی وہاں فرما دی گئی کہ تم قیامت تک بھی ایسا نہ کر سکو گے تو اس چیلنج سے بھی قرآن پاک کا اللہ کا کلام ہونا ثابت ہو گیا۔ اسی لئے آخر میں یہاں فرمایا۔ **فھل انتم مسلمون** کیا تم اب بھی مسلمان اور اللہ کے اطاعت گزار بنو گے یا اسی خواب غفلت میں رہو گے۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا

جو شخص محض حیات دنیوی اور اس کی رونق چاہتا ہے تو ہم ان لوگوں کے اعمال (کی جزا) ان کو دنیا ہی میں پورے طور سے بھگتا دیتے ہیں اور اُن کے لئے

يُبْخَسُوْنَ ﴿۱۵﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ

دنیا میں کچھ کمی نہیں ہوتی۔ یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے لئے آخرت میں بجز دوزخ کے اور کچھ نہیں اور انہوں نے جو کچھ کیا تھا وہ آخرت میں سب کا سب ناکارہ ہوگا اور جو کچھ کر رہے ہیں

مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِنْ قَبْلِهٖ

اور سب بھی بے اثر ہے۔ کیا منکر قرآن ایسے شخص کی برابری کرسکتا ہے جو قرآن پر قائم ہو جو کہ اسکے رب کی طرف سے آیا ہے۔ اور اس (قرآن) کے ساتھ ایک گواہ تو اسی میں موجود ہے

كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً ۭ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ

اور ایک اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب ہے جو کہ امام ہے اور رحمت ہے۔ ایسے لوگ اس قرآن پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور جو شخص دوسرے فرقوں میں سے اس کا انکار کرے گا۔ تو دوزخ اس کے

فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ ۚ فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ ۤ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۷﴾

وعدہ کی جگہ ہے۔ سو (اے مخاطب) تم قرآن کی طرف سے شک میں مت پڑنا بلاشک وشبہ وہ سچی کتاب ہے تمہارے رب کے پاس سے آئی ہے لیکن بہت سے آدمی ایمان نہیں لاتے

مَنْ جو	كَانَ يُرِيْدُ چاہتا ہے	الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی	وَزِيْنَتَهَا اور اس کی زینت	نُوَفِّ ہم پورا کریں گے	اِلَيْهِمْ ان کیلئے		
اَعْمَالَهُمْ ان کے عمل	فِيْهَا اس میں	وَهُمْ اور وہ	فِيْهَا اس میں	لَا نہ	يُبْخَسُوْنَ کمی کیے جائیں گے	اُولٰٓئِكَ یہی لوگ	الَّذِيْنَ وہ جو کہ
لَيْسَ لَهُمْ ان کیلئے نہیں	فِي الْاٰخِرَةِ آخرت میں	اِلَّا النَّارُ آگ کے سوا	وَحَبِطَ اور اکارت گیا	مَا جو	صَنَعُوْا انہوں نے کیا	فِيْهَا اس میں	
وَبٰطِلٌ اور نابود ہوئے	مَا جو	كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ وہ کرتے تھے	اَفَمَنْ پس کیا جو	كَانَ ہو	عَلٰى پر	بَيِّنَةٍ کھلا راستہ	مِنْ رَّبِّهٖ اپنے رب کے
وَيَتْلُوْهُ اور اس کے ساتھ ہو	شَاهِدٌ گواہ	مِنْهُ اس سے	وَ اور	مِنْ قَبْلِهٖ اس سے پہلے	كِتٰبُ مُوْسٰى موسیٰ کی کتاب	اِمَامًا امام	
وَرَحْمَةً اور رحمت	اُولٰٓئِكَ یہی لوگ	يُؤْمِنُوْنَ ایمان لاتے ہیں	بِهٖ اس پر	وَمَنْ اور جو	يَكْفُرْ بِهٖ منکر ہو اس کا	مِنَ الْاَحْزَابِ گروہوں میں	
فَالنَّارُ تو آگ	مَوْعِدُهٗ اس کا ٹھکانہ	فَلَا تَكُ پس تو نہ ہو	فِيْ مِرْيَةٍ شک میں	مِنْهُ اسی سے	اِنَّهُ الْحَقُّ بیشک ہو حق	مِنْ رَّبِّكَ تیرے رب سے	
وَلٰكِنَّ اور لیکن	اَكْثَرَ النَّاسِ اکثر لوگ	لَا يُؤْمِنُوْنَ ایمان نہیں لاتے					

قرآن پر ایمان کے بغیر کوئی نیک عمل آخرت میں کام نہ دے گا

گذشتہ آیات میں فرمایا گیا تھا کہ یقیناً یہ قرآن پاک وہ کلام ہے جو خدا نے اپنے علم کامل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا ہے۔ ایسا بے مثال کلام اسی بے مثال خدا کا ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ یہ سنا کر کفار ومشرکین کو دعوت توحید واسلام کی دی گئی تھی کہ کیا ایسے واضح دلائل کے بعد بھی مسلمان ہونے اور خدا کا حکم بردار بننے میں کسی چیز کا انتظار ہے۔ مگر جب منکرین قرآن اور منکرین توحید ورسالت کو قیامت وآخرت کے عذاب کی وعیدیں سنائی جاتیں تو منجملہ دیگر جوابات کے وہ یہ بھی کہتے کہ اگر بالفرض قیامت وآخرت ہوئی اور جزا وسزا کی نوبت آئی تو ہم بھی بڑے بڑے نیک کام کرتے ہیں اور وہ سند میں اپنی خیرات وصدقات' غربا پروری' صلہ رحمی اور مہمان نوازی' اور خدمت خلق اور رفاہ عام کے کاموں

کو پیش کرتے کہ ہم ایسے نیک کام کرتے ہیں تو پھر ہم کو عذاب کیوں ہوگا؟ تو کفار کے اس زعم باطل کی تردید فرمائی جاتی ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جو شخص ایسے واضح ثبوت کے بعد قرآن پر ایمان نہیں لاتا یا اس کے بتلائے ہوئے راستہ پر نہیں چلتا بلکہ دنیا کی چند روزہ زندگی اور فانی ٹیپ ٹاپ ہی کو قبلہ مقصود ٹھہرا کر عملی جدوجہد کرتا ہے اگر بظاہر کوئی نیک کام مثل صدقات' خیرات وغیرہ کرتا ہے تو اس سے بھی آخرت کی بہتری اور خدا کی خوشنودی مقصود نہیں ہوتی۔ محض دنیوی فوائد حاصل کر لینا پیش نظر ہوتا ہے۔ جیسے دنیا میں اس کی نیک نامی' شہرت و عزت ہو۔

ایسے لوگوں کی بابت خواہ وہ یہود و نصاریٰ ہوں یا مشرکین و منافقین یا دنیا پرست ریاکار مسلمان یہاں بتلا دیا کہ دنیا ہی میں ان کا بھگتان کر دیا جائے گا۔ جو اعمال اور کوششیں وہ حصول دنیا کے لئے کریں گے ان کو ملحوظ رکھتے ہوئے خدا تعالیٰ اپنے علم و حکمت سے جس قدر مناسب جانے گا اور دینا چاہے گا یہیں دنیا میں عطا فرما دے گا

کافروں کی بھلائیوں کا صلہ دنیا میں پورا کر دیا جاتا ہے

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کافر جو خیرات وغیرہ کے کام کرے اس کی یہ ظاہری حسنات جو روح ایمان سے یکسر خالی ہیں دنیا میں رائیگاں نہیں جاتیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے کمال عدل و انصاف کی بنا پر ان کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ تندرستی' مال' اولاد' عزت' حکومت وغیرہ دنیا میں دے کر سب کھاتہ بے باق کر دیتے ہیں۔ مرنے کے بعد دوسری زندگی میں کوئی چیز اس کے کام آنے والی نہیں۔ جس کافر کے لئے جس درجہ کی سزا تجویز ہو چکی ہے وہ کبھی اس سے ٹلنے یا کم ہونے والی نہیں۔ اور وہ آخرت میں ان اعمال ظاہری پر دوزخ کے سوا کسی اور چیز کے مستحق نہیں۔ کفار و مشرکین ابدی طور پر اور ریاکار مسلمان محدود مدت کے لئے۔ ہاں خدا تعالیٰ بعض ایسے مسلمانوں کو محض اپنے فضل و کرم سے معاف فرما دے وہ الگ بات ہے۔

الغرض آخرت میں جو اعمال اخلاص اور للٰہیت سے خالی ہوں وہ کچھ کام نہ آئیں گے بلکہ الٹا باعث عذاب ہوں گے۔

قرآن کا پیروکار اور منکر برابر نہیں ہے

اس لئے آگے ان آیات میں بھی بتلایا جاتا ہے کہ جو ایک شخص فطرت کے صحیح راستہ پر چل رہا ہے یعنی توحید' اسلام اور قرآن کے راستہ پر وہ اور یہ ریاکار دنیا پرست جن کا ذکر اوپر ہوا ہرگز برابر نہیں ہو سکتے۔ قرآن عظیم جو اپنی حقانیت کا خود گواہ ہے گواہی دیتا ہے کہ دین فطرت یعنی توحید و اسلام پر چلنے والا بیشک ٹھیک راستہ پر چل رہا ہے۔ اور پھر قرآن سے پہلے جو وحی کسی نبی پر نازل کی گئی تھی وہ بھی ''دین فطرت'' کی صداقت پر گواہ تھی۔ خصوصاً موسیٰ علیہ السلام پر جو عظیم الشان کتاب توریت اتاری گئی۔ قرآن سے پہلے وہ شاہد تھی ان لوگوں کی حقانیت پر جو دین فطرت کے صحیح راستہ پر چلے۔ اس طرح یہاں صراحت فرمائی گئی کہ جو راستہ قرآن دکھلاتا ہے وہی حق ہے۔

اب اس کے بعد اعلان عام فرمایا گیا ہے کہ جو بھی خواہ کسی فرقہ اور گروہ سے ہو۔ یہود' نصاریٰ' بت پرست' مجوس' عرب' عجم' مشرق' مغرب' یورپ' ایشیا' کسی فرقہ' جماعت' ملک و ملت سے تعلق رکھتا ہو۔ جب تک قرآن کو نہ مانے گا۔ نجات نہیں ہو سکتی۔ اور یہ خطاب اور اعلان ہر شخص کے لئے ہے جو قرآن سنے کہ قرآن کی صداقت اور اس کے منجانب اللہ ہونے میں قطعاً شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ جو لوگ نہیں مانتے وہ احمق ہیں یا معاند۔

یہاں قرآن کی حقانیت و صداقت کے اعلان کے ساتھ ایک بڑی تلخ مگر گہری حقیقت کا اظہار فرمایا گیا اور وہ یہ کہ جو لوگ یا قوم سرتا سر دنیا ہی کو اور اسی کی ترقیوں اور اسی کی زینت کو منتہائے نظر اور نصب العین بنائے ہوئے ہیں اور اپنی ساری سرگرمیوں کا مرکز اسی کو قرار دیئے ہوئے ہیں وہ گھبرائیں نہیں انہیں مایوسی نہیں ہوگی انہیں اپنی ساری جدوجہد کا صلہ یہیں دنیا میں مل جاتا ہے۔ خواہ دولت یا حکومت یا عزت و ناموری' باقی حیات دنیوی اور زینت دنیوی کو آخرت کی طرف سے آنکھیں بند کر کے اپنا مقصود بنا لینا اس کا انجام آخرت کے لحاظ سے بھی بتلا دیا گیا۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ يُعْرَضُوْنَ عَلٰي رَبِّهِمْ وَيَقُوْلُ

اور ایسے شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے۔ ایسے لوگ اپنے رب کے سامنے پیش کیے جائیں گے اور گواہ فرشتے

الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَاۗءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰي رَبِّهِمْ ۚ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَي الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۸ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ

ہوں کہیں گے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی نسبت جھوٹی باتیں لگائی رکھتیں۔ سب سن لو کہ ایسے ظالموں پر خدا کی لعنت ہے۔ جو کہ دوسروں کو بھی

عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۭ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝۱۹ اُولٰۗىِٕكَ لَمْ يَكُوْنُوْا مُعْجِزِيْنَ

خدا کی راہ سے روکتے تھے اور اس میں کجی نکالنے کی تلاش میں رہا کرتے تھے اور وہ آخرت کے بھی منکر تھے۔ یہ لوگ زمین پر بھی خدا تعالیٰ کو عاجز نہیں

فِي الْاَرْضِ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَاۗءَ ۘ يُضٰعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ ۭ مَا كَانُوْا

کر سکتے تھے، یہ لوگ زمین پر بھی خدا تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے تھے اور نہ اُن کا خدا کے سوا کوئی مددگار ہوا ایسوں کو دونی سزا ہوگی۔ یہ لوگ

يَسْتَطِيْعُوْنَ السَّمْعَ وَمَا كَانُوْا يُبْصِرُوْنَ ۝۲۰ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ

نہ سن سکتے تھے۔ اور نہ دیکھتے تھے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے آپ کو برباد کر بیٹھے اور جو معبود اُنہوں نے

عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝۲۱ لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ۝۲۲

تراش رکھے تھے اُن سے سب غائب ہوگئے۔ لازمی بات ہے کہ آخرت میں سب سے زیادہ خسارہ میں یہی لوگ ہوں گے۔

وَمَنْ اور کون	اَظْلَمُ سب سے بڑا ظالم	مِمَّنْ اسے جو	افْتَرٰى باندھے	عَلَى اللّٰهِ اللہ پر	كَذِبًا جھوٹ	اُولٰۗىِٕكَ یہ لوگ		
يُعْرَضُوْنَ پیش کیے جائیں گے	عَلٰي رَبِّهِمْ اپنے رب کے سامنے	وَيَقُوْلُ اور کہیں گے وہ	الْاَشْهَادُ گواہ	هٰٓؤُلَاۗءِ یہی ہیں	الَّذِيْنَ وہ جنہوں نے			
كَذَبُوْا جھوٹ بولا	عَلٰي رَبِّهِمْ اپنے رب پر	اَلَا یاد رکھو	لَعْنَةُ اللّٰهِ اللہ کی پھٹکار	عَلَى پر	الظّٰلِمِيْنَ ظالم	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	يَصُدُّوْنَ روکتے ہیں	
عَنْ سے	سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کا راستہ	وَيَبْغُوْنَهَا اور اس میں ڈھونڈتے ہیں	عِوَجًا کجی	وَهُمْ اور وہ	بِالْاٰخِرَةِ آخرت سے	هُمْ وہ	كٰفِرُوْنَ منکر	
اُولٰۗىِٕكَ یہ لوگ	لَمْ يَكُوْنُوْا نہیں ہیں	مُعْجِزِيْنَ عاجز کرنیوالے	فِي الْاَرْضِ زمین میں	وَمَا كَانَ اور نہیں ہے	لَهُمْ ان کیلئے	مِنْ سے	دُوْنِ سوا	
اللّٰهِ اللہ	مِنْ کوئی	اَوْلِيَاۗءَ حمایتی	يُضٰعَفُ دوگنا	لَهُمْ ان کیلئے	الْعَذَابُ عذاب	مَا نہ	كَانُوْا يَسْتَطِيْعُوْنَ وہ طاقت رکھتے تھے	السَّمْعَ سننا
وَمَا اور نہ	كَانُوْا يُبْصِرُوْنَ وہ دیکھتے تھے	اُولٰۗىِٕكَ یہی لوگ	الَّذِيْنَ وہ جنہوں نے	خَسِرُوْٓا نقصان کیا	اَنْفُسَهُمْ اپنی جانوں کا	وَضَلَّ اور گم ہوگیا		
عَنْهُمْ ان سے	مَا جو	كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ وہ افترا کرتے تھے	لَا جَرَمَ شک نہیں	اَنَّهُمْ کہ وہ	فِي الْاٰخِرَةِ آخرت میں			
هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ وہ سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے								

کفار و مشرکین کے جھوٹے و کھوکھلے عقیدے

اب کفار مکہ اور مشرکین عرب جو منکرین قرآن تھے ان کی ان آیات میں مذمت بیان فرمائی جاتی ہے اور ان کا انجام بتلایا جاتا ہے کہ جو

اپنے عقائد‘ اعمال اور اقوال میں افتراء پرداز اور کاذب تھے۔ بتوں کو اپنا شفیع سمجھتے تھے اور اسی بنا پر ان کی پرستش کرتے تھے۔ فرشتوں کو (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہتے ۔ قرآن کو کلام بشر کہتے۔ قیامت کے منکر تھے۔ حشر و نشر‘ عذاب و ثواب‘ جزا و سزا کو وہمی باتیں خیال کرتے۔ صفات الوہیت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے۔ ایسے لوگوں کے متعلق بتلایا گیا کہ ان سے زیادہ بے جا حرکت کرنے والا‘ ناشناس حق اور تباہ حال کون ہو سکتا ہے جو اپنے عقائد و اعمال میں افترا پرداز اور کاذب ہوں اور خدا تعالیٰ پر جھوٹ باندھیں۔ اللہ تعالیٰ تو بار بار فرمائیں کہ یہ قرآن میرا کلام ہے مگر باوجود روشن دلائل کے کوئی جھٹلاتا رہے اور کہتا رہے کہ یہ تو خدا کا کلام نہیں تو محشر میں جب خدا تعالیٰ کے سامنے ایسے لوگ پیش ہوں گے اور ان کی شرارتوں کے دفتر کھولے جائیں گے اس وقت گواہی دینے والے ملائکہ‘ انبیاء‘ صالحین بلکہ خود ان کے ہاتھ پاؤں کہیں گے کہ یہی وہ بدبخت ظالم ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار کی نسبت جھوٹ بکا تھا۔

لعنتی لوگ

آگے بتلایا جاتا ہے کہ جو لوگ ظلم اور ناانصافی سے خدا کے کلام کو جھوٹا بتلاتے ہیں۔ اللہ کی وحدانیت اور اس کی وحی کا انکار کرتے ہیں اور سب سے بڑھ کر آخرت کے منکر ہیں۔ دوسروں کو خدا کی راہ پر چلنے سے روکتے ہیں اور راہ خدا یعنی دین اسلام میں کجی‘ شکوک و شبہات ڈھونڈتے رہتے ہیں کہ سیدھے راستہ کو ٹیڑھا ثابت کریں۔ ایسے ظالموں پر خدا کی خصوصی لعنت ہے۔

خدائی گرفت سے کوئی بھاگ نہیں سکتا

آگے بتلایا جاتا ہے کہ اتنی وسیع زمین میں یہ لوگ نہ کہیں بھاگ کر خدا سے چھپ سکتے ہیں اور نہ ان کو کوئی مددگار اور حمایتی مل سکتا ہے۔ جو خدا کے عذاب سے ان کو بچالے یا چھڑالے۔ ایسوں کو دوہری سزا دی جائے گی۔ ایک اپنی گمراہی کی اور ایک دوسروں کو گمراہ کرنے کی۔ یہ دنیا میں ایسے اندھے اور بہرے بنے کہ نہ حق بات سننے کی تاب تھی نہ خدا کی نشانیوں کو دیکھتے تھے جنہیں دیکھ کر ممکن تھا کہ راہ ہدایت پالیتے۔ قیامت کے روز ایسے لوگوں کی یہ حالت ہوگی کہ یہ ابدی عذاب میں گرفتار ہوں گے۔ اور سب جھوٹے دعوے وہاں پہنچ کر گم ہو جائیں گے۔ لہذا آخرت میں برباد‘ ذلیل اور ہلاک ہوں گے اور ان کی جتنی افترا پردازیاں تھیں سب کو بھول جاویں گے۔ اور ان کا یہ کہنا کہ فرشتے اور بت اور مسیح اور دیوی دیوتا ہماری شفاعت کریں گے سب غلط نکلا۔ پس لازمی نتیجہ اس کا یہی ہوگا کہ یہ گروہ آخرت میں سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والا ہوگا۔

جھوٹے عقیدے گھڑنے والے کی ذلت و سزا

یہاں ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ظالموں یعنی منکرین قرآن کی مندرجہ ذیل دس حالتوں اور ذلتوں کو بیان فرمایا ہے۔

۱- افترى على الله یعنی اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولا اور خدا کی طرف غلط باتیں منسوب کیں۔
۲- مقام ذلت میں ان کو قیامت میں کھڑا کیا جائے گا۔
۳- خدائی گواہ گواہی دیں گے کہ ان لوگوں نے خدا پر جھوٹ بولا تھا۔
۴- یہ ظالم اللہ کے نزدیک ملعون ہیں۔
۵- یہ ظالم لوگوں کو حق سے روکتے ہیں۔
۶- دین میں شبہ نکالتے ہیں۔
۷- آخرت کے منکر ہیں۔
۸- خدا سے بھاگ کر چھپ نہیں سکتے۔
۹- ان کا کوئی حامی و مددگار نہ ہوگا۔
۱۰- ان کا عذاب دوچند ہے۔

تو ان آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولنا اور افترا کرنا سب سے زیادہ بے جا حرکت ہے۔ جو حکم اللہ تعالیٰ نے نہیں دیا اس کو اللہ کی طرف نسبت کرنا بدترین ظلم ہے۔ اور یہی حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر افترا اور جھوٹ بولنے کا ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَخۡبَتُوۡۤا اِلٰی رَبِّہِمۡ ۙ اُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ الۡجَنَّۃِ ۚ ہُمۡ

بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے اچھے کام کئے اور دل سے اپنے رب کی طرف جھکے ایسے لوگ اہل جنت ہیں۔ وہ

فِیۡہَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۲۳﴾ مَثَلُ الۡفَرِیۡقَیۡنِ کَالۡاَعۡمٰی وَالۡاَصَمِّ وَالۡبَصِیۡرِ وَالسَّمِیۡعِ ؕ ہَلۡ یَسۡتَوِیٰنِ

اس میں ہمیشہ رہا کریں گے۔ دونوں فریق کی حالت ایسی ہے جیسے ایک شخص اندھا بھی اور بہرا بھی ہو اور ایک شخص کو دیکھتا بھی اور سنتا بھی ہو کیا یہ دونوں شخص

مَثَلًا ؕ اَفَلَا تَذَکَّرُوۡنَ ﴿۲۴﴾ وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا اِلٰی قَوۡمِہٖۤ ۫ اِنِّیۡ لَکُمۡ نَذِیۡرٌ مُّبِیۡنٌ ﴿۲۵﴾ ۙ اَنۡ لَّا تَعۡبُدُوۡۤا

حالت میں برابر ہیں۔ کیا تم سمجھتے نہیں؟ اور ہم نے نوح (علیہ السلام) کو اُن کی قوم کے پاس رسول بنا کر بھیجا' میں تم کو صاف صاف ڈراتا ہوں۔ کہ تم اللہ کے سوا کسی کی

اِلَّا اللّٰہَ ؕ اِنِّیۡۤ اَخَافُ عَلَیۡکُمۡ عَذَابَ یَوۡمٍ اَلِیۡمٍ ﴿۲۶﴾

عبادت مت کرو۔ میں تمہارے حق میں ایک بڑے تکلیف دینے والے دن کے عذاب کا اندیشہ کرتا ہوں۔

اِنَّ بیشک	الَّذِیۡنَ جو لوگ	اٰمَنُوۡا ایمان لائے	وَعَمِلُوۡا اور انہوں نے عمل کئے	الصّٰلِحٰتِ نیک	وَاَخۡبَتُوۡۤا اور عاجزی کی
اِلٰی رَبِّہِمۡ اپنے رب کے آگے	اُولٰٓئِکَ یہی لوگ	اَصۡحٰبُ الۡجَنَّۃِ جنت والے	ہُمۡ وہ	فِیۡہَا اس میں	خٰلِدُوۡنَ ہمیشہ رہیں گے
مَثَلُ مثال	الۡفَرِیۡقَیۡنِ دونوں فریق	کَالۡاَعۡمٰی جیسے اندھا	وَالۡاَصَمِّ اور بہرا	وَالۡبَصِیۡرِ اور دیکھتا	وَالسَّمِیۡعِ اور سنتا
ہَلۡ یَسۡتَوِیٰنِ کیا دونوں برابر ہیں	مَثَلًا مثال میں	اَفَلَا تَذَکَّرُوۡنَ کیا تم غور نہیں کرتے	وَ اور	لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا ہم نے بھیجا	نُوۡحًا نوح
اِلٰی طرف	قَوۡمِہٖ اس کی قوم	اِنِّیۡ بیشک میں	لَکُمۡ تمہارے لئے	نَذِیۡرٌ ڈرانے والا	مُّبِیۡنٌ کھلا
اَنۡ کہ	لَا تَعۡبُدُوۡۤا نہ پرستش کرو تم	اِلَّا سوائے	اللّٰہَ اللہ	اِنِّیۡۤ اَخَافُ بیشک میں ڈرتا ہوں	عَلَیۡکُمۡ تم پر
عَذَابَ عذاب	یَوۡمٍ اَلِیۡمٍ دکھ دینے والا دن				

سعادت و جنت مومنین کے لئے ہے

گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے کفار و مشرکین کے ظلم و افتراء کا بیان فرمایا تھا۔ اب ان کے مقابلہ میں اہل ایمان کی حالت بیان کی جاتی ہے اور ان کا انجام خیر بتلایا جاتا ہے اور کافر اور مومن کی حالت تمثیلی بیان کی جاتی ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ آخرت میں دوامی طور پر جنت کے مالک وہی لوگ ہوں گے جن میں یہ تین صفات موجود ہوں۔

(۱) ایک وہ مومن جو اللہ کی توحید' تمام انبیاء کی رسالت و نبوت اور تمام آسمانی کتابوں اور قیامت' حشر نشر مع ان کی تفصیلات کے مانتے ہوں۔ فرائض دینیہ کے منکر نہ ہوں قضا و قدر اور فرشتوں کے وجود کے قائل ہوں۔

(۲) دوسرے وہ مومن جو ایمان کے ساتھ عمل صالح بھی کرتے ہوں یعنی وہ امور جن کے کرنے کا شریعت نے حکم دیا ہے اور جن امور سے عالم کی اصلاح و خیر وابستہ ہے ان کو اختیار کرتے ہیں اور وہ امور جن کے کرنے سے شریعت روکتی ہے اور جن کا ارتکاب دنیا میں فتنہ و فساد پیدا کرتا ہے ایسے امور کو ترک کرتے ہیں۔

(۳) تیسرے وہ مومن جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوں۔ متقی ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے خوف رکھتے ہوں اور عاجزی کرتے ہوں۔ اللہ کے سامنے خشوع و خضوع کرتے ہوں۔ عبادت و نیکی ریاکاری سے نہیں بلکہ خدا کے ڈر سے کرتے ہوں۔ حاصل یہ کہ جو لوگ قولاً عملاً اور اعتقاداً نیکوکار اور حق پرست ہوں۔ وہی اہل نجات اور حامل سعادت ہیں۔ جنت انہی کو نصیب ہوگی۔

مومن وکافر کی حالت کی مثال

اس کے بعد کافر و مومن کی حالت مثال کے طریق پر بتلائی گئی ہے کہ کافر اندھے اور بہرے کی طرح ہے کہ جس کو نہ کچھ سنائی دیتا ہو نہ دیکھ سکتا ہو یعنی اس کے کان حق کو سننے سے بہرے ہیں اور اس کی آنکھیں صداقت کو دیکھنے سے اندھی ہیں رہا مومن تو وہ آنکھوں والا ہے۔ حق ناحق کو دیکھتا ہے اور جھوٹ سچ میں تمیز کرتا ہے اور اس کے کان کھلے ہوئے ہیں جو نصیحت یا حکم سنتا ہے اس کو دل میں اتار لیتا ہے تو نتیجہ یہ کہ جس طرح بینا اور نابینا اور سننے والا اور بہرا برابر نہیں اسی طرح مومن وکافر برابر نہیں۔ دونوں کے شرف اور مرتبہ میں بڑا فرق ہے۔ دونوں کا انجام کس طرح یکساں ہو سکتا ہے۔ گویا نصیحت یہاں یہ کی جارہی ہے کہ تم دل کے بینا بن جاؤ تا کہ آخرت کی تجارت کر سکو۔ اور اگر خود بینا نہیں تو کسی بینا کی سنو اور اس پر چلو۔ اصل بینا وہ ہے کہ جو حق کو حق اور باطل کو باطل دیکھے اور حق کی پیروی کرے اور باطل سے بچے اور جو حق کو نہ دیکھتا ہو اور نہ سنتا ہو وہ حقیقتاً نابینا اور بہرا ہے۔ آگے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کا قصہ اسی مضمون کی تائید و تاکید میں پیش کیا جاتا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کا اعلان حق

قرآن پاک میں مختلف مقامات پر مختلف قصص بیان فرمائے ہیں بلکہ بعض قصوں کو تو چار چار پانچ پانچ مقامات پر قدرے طویل اور اختصار کے ساتھ بیان کیا ہے۔ لیکن مقتضائے حال کے مطابق ہر موقع پر اتنا ہی قصہ بیان کیا ہے جتنی ضرورت تھی۔

یہاں حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ کی ابتداء اس طرح فرمائی جاتی ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام نے قوم میں شرک اور بدافعالی کو پھیلتے دیکھا تو شروع میں توحید اور نیکی کی طرف راغب کیا جب کسی طرح کی ترغیب مفید نہ ہوئی تو عذاب الٰہی سے ڈرایا۔ کیونکہ انسان فطرتاً نفع حاصل کرنے سے زیادہ نقصان کو دور کرنے کا خواستگار ہوتا ہے۔ غرض تبشیر اور ترغیب جب بے سود ثابت ہوئی تو مجبوراً انذار اور ترہیب کی طرف آپ مائل ہوئے اور انذار عذاب دنیا یعنی طوفان سے اور عذاب آخرت یعنی جہنم سے رایا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے رویت ہے کہ حضرت نوحؑ کو چالیس سال کی عمر میں نبوت ملی۔ ٩٥٠ برس قوم کو نصیحت و تبلیغ کرتے رہے اس کے بعد طوفان آیا۔ طوفان کے ٦٠ برس بعد تک زندہ رہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی تبلیغ و نصائح کا اثر اگر کچھ لیا تو غریبوں نے لیا۔ مگر دولت مند اور مال دار قوم کے سرداروں پر کوئی اثر نہ ہوا کیونکہ غرور اور تکبر کا سبب مال و دولت ہی اکثر ہوتا ہے۔

دعا کیجئے

یا اللہ! آپ نے جو اپنے مومن بندوں کی صفات بتلائی ہیں وہ اپنے فضل و کرم سے ہم کو بھی اس زندگی میں عطا فرما اور ہم کو اپنا وہ خوف و خشیت عطا فرما کہ جو ہم کو آپ کی اطاعت و فرمانبرداری میں لگائے رکھے اور ہر طرح کی نافرمانی سے بچائے رکھے۔

یا اللہ! بیشک اندھا اور بہرا اور سمیع و بصیر برابر نہیں۔ یا اللہ! آپ ہم کو جب تک زندہ رکھیں سمیع و بصیر بنا کر زندہ رکھیں اور اندھا و بہرا ہونے سے بچالیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا

سو ان کی قوم میں جو کافر سردار تھے' کہنے لگے' کہ ہم تو تم کو اپنے ہی جیسا آدمی دیکھتے ہیں۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ تمہارا اتباع انہی لوگوں نے کیا ہے'

الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّاْيِ ۚ وَمَا نَرٰى لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِيْنَ ﴿۲۷﴾

جو ہم میں بالکل رذیل ہیں پھر وہ بھی محض سرسری رائے سے'اور ہم تم لوگوں میں کوئی بات اپنے سے زیادہ بھی نہیں پاتے' بلکہ ہم تم کو جھوٹا سمجھتے ہیں۔

فَقَالَ تو بولے	الْمَلَاُ سردار	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جن لوگوں نے کفر کیا	مِنْ قَوْمِهٖ اس کی قوم کے	مَا نَرٰىكَ ہم تجھے نہیں دیکھتے	اِلَّا مگر	بَشَرًا ایک آدمی
مِّثْلَنَا ہمارے اپنے جیسا	وَ اور	مَا نَرٰىكَ ہم نہیں دیکھتے تجھے	اتَّبَعَكَ تیری پیروی کریں	اِلَّا سوائے	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	هُمْ وہ
اَرَاذِلُنَا نیچ لوگ ہم میں	بَادِيَ الرَّاْيِ سرسری نظر سے	وَمَا اور نہیں	نَرٰى ہم دیکھتے	لَكُمْ تمہارے لئے	عَلَيْنَا ہم پر	مِنْ کوئی
فَضْلٍ فضیلت	بَلْ نَظُنُّكُمْ بلکہ ہم خیال کرتے ہیں تمہیں	كٰذِبِيْنَ جھوٹے				

سرداران کی طرف سے دعوت نوحؑ کا جواب

حضرت نوح علیہ السلام کی بعثت سے پہلے تمام قوم خدا کی توحید اور صحیح مذہبی روشنی سے یکسر نا آشنا ہو چکی تھی۔ اور حقیقی معبود خداوند قدوس کی جگہ خود ساختہ بتوں نے لے لی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی رشد و ہدایت کے لئے ان ہی میں سے ایک ہادی اور خدا کے سچے رسول حضرت نوح علیہ السلام کو مبعوث کیا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو راہ حق کی طرف پکارا اور سچے مذہب کی طرف دعوت دی لیکن قوم نے نہ مانا اور نفرت و حقارت کے ساتھ انکار پر اصرار کیا امرا اور سرداران قوم نے حضرت نوح علیہ السلام کی تکذیب و تحقیر کا کوئی پہلو نہ چھوڑا۔

حضرت نوح علیہ السلام کی تبلیغ حق کے جواب میں ان کی قوم کے سرداروں نے جو جواب حضرت نوح علیہ السلام کو دیا وہ اس آیت میں بیان فرمایا گیا ہے اور بتلایا گیا کہ ان کافر سرداروں نے حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت و رسالت کو رد کیا اور اس کی تین وجوہات بتلائیں ۔ایک وجہ تو ان کافر سرداروں نے یہ بیان کی کہ رسول کو تمام قوم کے مقابلہ میں کوئی نمایاں امتیاز ہونا چاہئے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ تم ہماری طرح جنس بشر سے ہو۔ رسول کو انسانیت کے درجہ سے بلند کوئی فرشتہ یا غیبی مخلوق ہونا چاہئے تھا۔ جس کے سامنے خواہ مخواہ انسانوں کی گردنیں جھک جائیں۔ پھر تم بشر بھی ایسے نہیں کہ کوئی خاص برتری اور بڑائی ہم پر حاصل ہو مثلاً بڑے دولت مند یا جاہ و حکومت کے مالک ہوتے جن کو نہ دولت و ثروت میں ہم پر برتری حاصل ہے نہ وہ انسانیت کے مرتبہ سے بلند ہے تو اس کو کیا حق ہے کہ وہ ہمارا پیشوا بنے اور ہم اس کے احکام کی تعمیل کریں؟ دوسری وجہ حضرت نوح علیہ السلام کو نہ ماننے کی ان کافر سرداروں نے یہ بیان کی کہ قوم کے چند غریب اور کمزور افراد جو تمہارے تابع ہوئے ہیں وہ بھی سب کے سب مفلس' رذیل' پست اور ادنیٰ طبقہ کے لوگ ہیں جن کے ساتھ بیٹھنا بھی ہم جیسے سرداروں اور شریفوں کے لئے موجب ننگ و عار ہے۔ بھلا کم از کم آپ کا اتباع کرنے والے ہی کوئی معزز اور بڑے آدمی ہوتے۔ ایسے سطحی لوگوں کا جن کی پستی اور رزالت بالکل عیاں ہے بے سوچے سمجھے اور بغیر غور و تامل کے ظاہری اور سرسری طور پر ایمان لے آنا آپ کا کونسا کمال ہے؟ اور ایسے لوگوں کا آپ کے تابع ہو جانا آپ کے لئے کیا موجب فضل و شرف ہو سکتا ہے؟ اور یہ کس طرح صداقت کی دلیل بن سکتی ہے؟ یہ نہ ذی رائے ہیں کہ ہماری طرح جانچی پرکھی رائے سے کام لیتے اور نہ ذی شعور ہیں کہ حقیقت حال کو سمجھ لیتے۔

تیسری بات ان کافر سرداروں نے یہ کہی کہ تم کو اور تمہاری جماعت کو ہم پر کیا فضیلت حاصل ہے؟ کیا ساری خدائی میں سے تم

ہی ملے تھے جنہیں خدا نے اپنے منصب ورسالت پر مامور فرمایا۔ آخر ہم تم سے حسب نسب، مال و دولت، خلق وخلق کس بات میں کم تھے جو ہمارا انتخاب اس عہدہ کے لئے نہ ہوا؟ ہمارا خیال تو یہ ہے کہ تم اور تمہارے ساتھی (نعوذ باللہ) سب جھوٹے ہو۔ تم نے ایک بات بنائی اور چند بے وقوفوں نے ہاں میں ہاں ملا دی تا کہ اس طرح ایک نئی تحریک اٹھا کر کوئی امتیاز اور بزرگی حاصل کر لیں۔ یہ ان ملعون منکر سرداروں کا جواب تھا جو یہاں آیت میں بیان فرمایا گیا ہے۔

مشرکین عرب کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں سوالات

ایسے ہی جاہلانہ اعتراضات کفار مکہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پیش کرتے تھے کہ جو ہماری ہی طرح ایک معمولی انسان ہیں اور ہماری طرح کھاتے پیتے ہیں بازار میں چلتے پھرتے ہیں سوتے جاگتے ہیں ہم کیسے مان لیں کہ وہ خدا کی طرف سے پیغمبر ہو کر آئے ہیں؟ پھر ان کے پاس مال و دولت کے خزانے نہیں۔ پھر ان کے ماننے والے اکثر غریب کمزور غلام ہیں جن کے پاس اور برابر میں بیٹھنے میں بھی ہماری ہتک اور بے عزتی ہے۔ حالانکہ شروع سے عادۃ اللہ یہی رہی ہے کہ پیغمبروں پر اول ایمان لانے والے غربا اور فقرا ہی ہوتے ہیں۔ ہرقل شاہ روم کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تبلیغی نامہ مبارک دعوت اسلام کے لئے پہنچا تو اس کو یہ فکر ہوئی کہ معاملہ کی تحقیق کرے۔ چنانچہ اس وقت جو عرب کے لوگ ملک شام میں آئے ہوئے تھے ان کو بلا کر اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کئی سوالات کئے اور ان کے جوابات سنے۔ اس کے سوالات میں سے ایک یہ بھی تھا کہ عرب قوم میں سے ان کی دعوت اسلام قبول کرنے والے اور ان کا اتباع کرنے والے قوم کے کمزور اور غریب لوگ ہیں یا قوم کے بڑے اور سردار۔ تو عربوں نے جواب دیا تھا کہ کمزور اور غریب لوگ اس پر ہرقل شاہ روم نے اقرار کیا یہ علامت تو سچے نبی ہونے کی ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام کا اول اول اتباع کرنے والے یہی غریب لوگ ہوتے ہیں۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہم کو وہ نور بصیرت عطا فرمادیں کہ جو ہم اپنے نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے حقیقی کمالات کو مدنظر رکھ کر آپ کے اتباع کو اپنے اوپر لازم جانیں۔ آپ کی لائی ہوئی ہدایات وتعلیمات کا ہم کو پوری طرح اتباع نصیب ہو۔ اور آپ کی لائی ہوئی شریعت مطہرہ کی پوری پابندی ظاہر میں اور باطن میں ہم کو نصیب ہو۔

یا اللہ! حب دنیا کے مرض سے ہمارے دلوں کو پاک رکھئے اور مال و دولت کے فتنہ سے ہم کو بچا لیجئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّىْ وَاٰتٰىنِىْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ

نوح (علیہ السلام) نے فرمایا کہ اے میری قوم! بھلا یہ تو بتلاؤ کہ اگر میں اپنے رب کی جانب سے دلیل پر ہوں اور اُس نے مجھ کو اپنے پاس سے رحمت عطا فرمائی

فَعُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ ؕ اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَاَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَيٰقَوْمِ لَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا ؕ

ہو پھر وہ تم کو نہ سوجھتی ہو تو کیا ہم اس کو تمہارے گلے مڑھ دیں۔ اور تم اُس سے نفرت کئے چلے جاؤ۔ اور اے میری قوم! میں تم سے اس پر کچھ مال تو نہیں مانگتا۔

اِنْ اَجْرِىَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَلٰكِنِّىْٓ اَرٰىكُمْ

میرا معاوضہ تو صرف اللہ کے ذمہ ہے۔ اور میں تو ایمان والوں کو نکالتا نہیں۔ یہ لوگ اپنے رب کے پاس جانے والے ہیں لیکن واقعی میں تم لوگوں کو

قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ﴿۲۹﴾ وَيٰقَوْمِ مَنْ يَّنْصُرُنِىْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ طَرَدْتُّهُمْ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَلَآ اَقُوْلُ

دیکھتا ہوں کہ جہالت کر رہے ہو۔ اور اگر میں ان کو نکال بھی دوں تو مجھ کو خدا کی گرفت سے کون بچالے گا۔ کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے؟۔ اور میں تم سے یہ

لَكُمْ عِنْدِىْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ اِنِّىْ مَلَكٌ وَّلَآ اَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ تَزْدَرِىْٓ

نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے تمام خزانے ہیں اور نہ میں تمام غیب کی باتیں جانتا ہوں۔ اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ اور جو لوگ تمہاری نگاہوں میں حقیر ہوں۔

اَعْيُنُكُمْ لَنْ يُّؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِىْٓ اَنْفُسِهِمْ ۚۖ اِنِّىْٓ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۱﴾

میں اُن کی نسبت (تمہاری طرح) یہ نہیں کہہ سکتا کہ اللہ تعالیٰ ہرگز اُن کو ثواب نہ دے گا۔ اُن کے دل میں جو کچھ ہو اُس کو اللہ ہی خوب جانتا ہے۔ میں تو اگر ایسی بات کہہ دوں تو اس صورت میں ستم ہی کروں

قَالَ اس نے کہا | يٰقَوْمِ اے میری قوم | اَرَءَيْتُمْ تم دیکھو تو | اِنْ اگر | كُنْتُ میں ہوں | عَلٰى پر | بَيِّنَةٍ واضح دلیل | مِّنْ رَّبِّىْ اپنے رب سے

وَاٰتٰىنِىْ اور اس نے دی مجھے | رَحْمَةً رحمت | مِّنْ عِنْدِهٖ اپنے پاس سے | فَعُمِّيَتْ وہ دکھائی نہیں دیتی | عَلَيْكُمْ تمہیں

اَنُلْزِمُكُمُوْهَا کیا ہم وہ تمہیں زبردستی منوائیں | وَ اور | اَنْتُمْ تم | لَهَا اس سے | كٰرِهُوْنَ بیزار ہو | وَيٰقَوْمِ اور اے میری قوم

لَآ اَسْئَلُكُمْ میں نہیں مانگتا تم سے | عَلَيْهِ اس پر | مَالًا کچھ مال | اِنْ نہیں | اَجْرِىَ میرا اجر | اِلَّا مگر | عَلَى اللّٰهِ اللہ پر | وَمَآ اَنَا اور نہیں میں

بِطَارِدِ ہانکنے والا | الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وہ جو ایمان لائے | اِنَّهُمْ بیشک وہ | مُّلٰقُوْا ملنے والے | رَبِّهِمْ اپنا رب | وَلٰكِنِّىْٓ اور لیکن میں | اَرٰىكُمْ دیکھتا ہوں تمہیں

قَوْمًا ایک قوم | تَجْهَلُوْنَ جہالت کرتے ہو | وَيٰقَوْمِ اور اے میری قوم | مَنْ يَّنْصُرُنِىْ کون بچائے گا مجھے | مِنَ سے | اللّٰهِ اللہ | اِنْ اگر

طَرَدْتُّهُمْ میں ہانک دوں انہیں | اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ کیا تم غور نہیں کرتے | وَ اور | لَآ اَقُوْلُ میں نہیں کہتا | لَكُمْ تمہیں | عِنْدِىْ میرے پاس

خَزَآئِنُ اللّٰهِ اللہ کے خزانے | وَ اور | لَآ اَعْلَمُ میں نہیں جانتا | الْغَيْبَ غیب | وَ اور | لَآ اَقُوْلُ میں نہیں دیکھتا | اِنِّىْ کہ میں | مَلَكٌ فرشتہ

وَ اور | لَآ اَقُوْلُ میں نہیں کہتا | لِلَّذِيْنَ ان لوگوں کو جنہیں | تَزْدَرِىْٓ حقیر سمجھتی ہیں | اَعْيُنُكُمْ تمہاری آنکھیں | لَنْ يُّؤْتِيَهُمُ ہرگز نہ دیگا انہیں

اللّٰهُ اللہ | خَيْرًا کوئی بھلائی | اَللّٰهُ اللہ | اَعْلَمُ خوب جانتا | بِمَا جو کچھ | فِىْٓ اَنْفُسِهِمْ اُنکے دلوں میں | اِنِّىْٓ بیشک میں | اِذًا اس وقت

لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ البتہ ظالموں سے

سرداروں کے اعتراضات کا جواب

گذشتہ آیت میں حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے کفار سرداروں کا قول نقل کیا گیا تھا جنہوں نے نہ صرف نوح علیہ السلام کی رسالت کا انکار کیا بلکہ تین شبہ اور اعتراض بھی ظاہر کئے۔

اب ان آیات میں حضرت نوح علیہ السلام کا جواب بتلایا جاتا ہے کہ نوح علیہ السلام نے ان کافر سرداروں سے جواباً فرمایا کہ تم کہتے ہو کہ میں تمہاری طرح انسان ہوں پھر مجھ کو خدا نے رسول کیوں بنایا۔ تو بیشک یہ صحیح ہے کہ میں انسان ہوں مگر انسان ہونا نبوت و رسالت کے منافی نہیں۔ بیشک مجھے نبوت کا کوئی ذاتی استحقاق نہیں لیکن یہ اللہ کی رحمت و عنایت ہے وہ جسے چاہے عطا فرمائے۔ اس لئے مجھے راہ راست دکھائی۔ معجزات و نبوت عطا کی۔ پس میں خدا کی طرف سے اپنی نبوت و رسالت کے روشن دلائل لے کر آیا ہوں۔ تم کو کھلا ہوا سیدھا راستہ اور معجزات بھی نہ سوجھیں تو میرا اس میں کیا قصور۔ میں زبردستی حقانیت اور راستی کو تمہارے سر ڈال تو نہیں سکتا۔ رہی یہ بات کہ شاید تم یہ خیال کرو کہ میں نبوت و ہدایت کا دعویٰ کر کے تمہارا مال و دولت چھین کر مالدار بننا چاہتا ہوں تو یاد رکھو کہ میں بالکل تم سے مال کا خواستگار نہیں ہوں۔ تم سے کسی قسم کا معاوضہ نہیں چاہتا کہ جس کا دینا تم پر شاق اور گراں ہو میں تو اللہ کے حکم کی تعمیل کرتا ہوں اور اسی سے اجر کا طالب ہوں اور تم جو کہتے ہو کہ غریب اور کمزور طبقہ نے میرا ساتھ دیا اور وہی میرے ساتھ ہیں اور تم ان سے ملنا اور ان کے پاس بیٹھنا بھی گوارا نہیں کرتے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب یہ لوگ مومن ہو گئے میری رسالت کا انہوں نے اقرار کر لیا اور اپنے پچھلے عقائد چھوڑ دیئے اور میرے گروہ میں داخل ہو گئے تو یہ خدا کے مخلص بندے ہیں۔ ان کو میں کس طرح اپنے پاس سے نکال سکتا ہوں۔ جس کے تم خواہش مند ہو۔ اگر میں ان کے ساتھ ایسا معاملہ کروں تو یہ بے انصافی اور ظلم ہے اور میں تمہاری رعایت سے خدا کے مخلص بندوں کے ساتھ بے انصافی نہیں کر سکتا۔ خدانخواستہ اگر میں ایسا کروں تو مجھے خدا کی گرفت سے کون بچا سکے گا۔ میں تو خدا کے دردناک عذاب سے ڈرتا ہوں۔ اللہ کے یہاں اخلاص کی قدر ہے۔ امیر غریب کا وہاں کوئی سوال نہیں۔ ایمان اور اطاعت سے اللہ کے نزدیک عزت ملتی ہے یہ کمزور اور نادار افراد جو خدا پر سچے دل سے ایمان لائے ہیں تمہاری نگاہوں میں اس لئے حقیر و ذلیل ہیں کہ تمہاری طرح صاحب مال و دولت نہیں ہیں اور اسی لئے تمہارے خیال میں یہ نہ خیر حاصل کر سکتے ہیں اور نہ سعادت۔ سو واضح رہے کہ خدا کی خیر و سعادت کا قانون ظاہری دولت و حشمت کے تابع نہیں ہے۔ بظاہر تو یہ مومن ہیں اور مومن ہونا ان کے استحقاق خیر کی دلیل ہے۔ پھر تمہاری طرح میں ان کو کس طرح رذیل سمجھ کر دور کر سکتا ہوں۔ رہی میری فضیلت تو ظاہر ہے کہ مجھے نہ فرشتہ ہونے کا دعویٰ ہے نہ غیب دانی کا میں مدعی ہوں کہ میرے پاس اللہ کے غیبی خزانہ موجود ہیں۔ یعنی تمہارا یہ خیال ہی غلط ہے کہ نبی کو فرشتہ یا غیب دان ہونا چاہئے اور نہ یہ ضروری ہے کہ رسول کے پاس دولت کے انبار لگے ہوں۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اس طرح ان کے جملہ اعتراضات کا جواب دے کر ان کو لاجواب کر دیا۔

اخلاق انبیاء

ان آیات سے معلوم ہوا کہ کھلی ہوئی حقانیت بھی دل کے اندھوں کو نہیں سوجھتی۔ اور جاہلوں کے جواب میں حلم اور بردباری سے کام لینا اخلاق انبیاء ہے۔ دولت اور افلاس کو معیار بلندی و پستی قرار دینا نادانی ہے۔ غریب طبقہ اگر مومن ہو گیا تو اس مالدار طبقہ سے بہتر ہے جو کافر اور بے ایمان رہا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی نہ فرشتہ ہوتا ہے نہ غیب دان نہ خزائن الٰہیہ کا مالک۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَالُوْا يٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۳۲﴾

وہ لوگ کہنے لگے کہ اے نوحؑ! تم ہم سے بحث کر چکے پھر بحث بھی بہت کر چکے سو جس چیز سے تم ہم کو دھمکایا کرتے ہو وہ ہمارے سامنے لے آؤ اگر تم سچے ہو

قَالَ اِنَّمَا يَاْتِيْكُمْ بِهِ اللّٰهُ اِنْ شَآءَ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيْٓ اِنْ

انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کو بشرطیکہ اس کو منظور ہو تمہارے سامنے لاویگا۔ اور اُس وقت پھر تم اُس کو عاجز نہ کر سکو گے۔ اور میری خیر خواہی تمہارے کام نہیں آ سکتی گو

اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يُّغْوِيَكُمْ ۭ هُوَ رَبُّكُمْ ۣ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۳۴﴾ ۭ

میں تمہاری کیسی ہی خیر خواہی کرنا چاہوں جبکہ اللہ ہی کو تمہارا گمراہ کرنا منظور ہو۔ وہی تمہارا مالک ہے۔ اور اُسی کے پاس تم کو جانا ہے۔

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَعَلَيَّ اِجْرَامِيْ وَاَنَا بَرِيْۗءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ ﴿۳۵﴾ ۧ

کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ محمد نے یہ قرآن تراش لیا ہے آپ فرما دیجئے کہ اگر میں نے تراشا ہوگا تو میرا یہ جرم مجھ پر عائد ہوگا اور میں تمہارے جرم سے بری الذمہ رہونگا

قَالُوْا وہ بولے	يٰنُوْحُ اے نوحؑ	قَدْ جٰدَلْتَنَا تو نے جھگڑا کیا ہم سے	فَاَكْثَرْتَ سو بہت	جِدَالَنَا پس لے آ	فَاْتِنَا ہم سے جھگڑا کیا			
بِمَا تَعِدُنَآ وہ جو تو ہم سے وعدہ کرتا ہے	اِنْ اگر	كُنْتَ تو ہے	مِنَ سے	الصّٰدِقِيْنَ سچے	قَالَ اس نے کہا	اِنَّمَا يَاْتِيْكُمْ صرف لائے گا تم پر		
بِهٖ اس کو	اللّٰهُ اللہ	اِنْ شَآءَ اگر چاہے گا وہ	وَمَآ اَنْتُمْ اور تم نہیں	بِمُعْجِزِيْنَ عاجز کر دینے والے	وَلَا يَنْفَعُكُمْ اور نہ نفع دے گی تمہیں			
نُصْحِيْٓ میری نصیحت	اِنْ اگر	اَرَدْتُّ میں چاہوں	اَنْ اَنْصَحَ کہ میں نصیحت کروں	لَكُمْ تمہیں	اِنْ اگر	كَانَ ہے		
اللّٰهُ يُرِيْدُ اللہ چاہے	اَنْ يُّغْوِيَكُمْ کہ گمراہ کرے تمہیں	هُوَ وہ	رَبُّكُمْ تمہارا رب	وَاِلَيْهِ اور اسکی طرف	تُرْجَعُوْنَ تم لوٹ کر جاؤ گے			
اَمْ کیا	يَقُوْلُوْنَ وہ کہتے ہیں	افْتَرٰىهُ بنالایا ہے اس کو	قُلْ کہدیں	اِنِ افْتَرَيْتُهٗ اگر میں نے اسے بنالیا ہے	فَعَلَيَّ تو مجھ پر			
اِجْرَامِيْ میرا گناہ	وَاَنَا اور میں	بَرِيْۗءٌ بری	مِّمَّا اس سے جو	تُجْرِمُوْنَ تم گناہ کرتے ہو				

سرداران قوم کا لاجواب ہوکر عذاب کی فرمائش کرنا

حضرت نوح علیہ السلام قبل از طوفان ساڑھے نو سو برس اپنی قوم میں رہے۔ شب و روز انہیں نصیحت فرماتے۔ ہر شبہ کا جواب دیتے۔ تبلیغ و تفہیم و بحث و مناظرہ کا سلسلہ جاری رہتا۔ بہر حال حضرت نوح علیہ السلام نے انتہائی کوشش کی کہ بد بخت قوم سمجھ جائے اور رحمت الٰہی کے آغوش میں آ جائے مگر قوم نے نہ مانا اور جس قدر آپ کی جانب سے تبلیغ حق میں جدوجہد ہوئی اسی قدر قوم کی جانب سے بغض و عناد میں سرگرمی کا اظہار ہوا۔ اور ایذا رسانی اور تکلیف دہی کے تمام وسائل کا استعمال کیا گیا۔ صدیاں اسی جھگڑے میں گزر گئیں۔ کفار نے حضرت نوح علیہ السلام کی حقانی بحثوں اور شب و روز کی روک ٹوک سے عاجز آ کر کہا کہ اب یہ سلسلہ بند کیجئے۔ بس اگر آپ سچے ہیں تو جس عذاب کی دھمکیاں دیتے رہے ہو وہ فوراً لے آؤ تا کہ یہ روز روز کا جھگڑا ختم ہو۔

حضرت نوحؑ کا جواب کہ عذاب اللہ کے حکم سے ہوگا

حضرت نوح علیہ السلام نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ یہ چیز میرے قبضہ میں نہیں۔ خدا جس وقت اپنی حکمت کے

موافق چاہے گا عذاب نازل کر دے گا۔ میرا فرض صرف آگاہ کر دینا تھا۔ باقی عذاب کا لانا نہ لانا یہ خدا تعالیٰ کی قدرت اور اختیار میں ہے۔ جب اس کی مشیت نزول عذاب کی ہو گی تو پھر کہیں بھاگ کر پناہ نہ لے سکو گے اور ایسا کون ہے جو معاذ اللہ خدا کو تھکا کر عاجز کر سکے۔ تمہارے کفر پر اصرار اور ضد اور انتہائی شوخ چشمی اور بے باکی سے نزول عذاب کی استدعا پتہ دیتی ہے کہ خدا کا ارادہ یہ ہی ہے کہ تم کو گمراہی میں پڑا رہنے دے اور آخر کار ہلاک کر دے۔ بس اگر تمہاری بدکرداری کے سبب سے خدا نے یہی چاہا تو میں کتنا ہی نصیحت و خیر خواہی کر کے تم کو نفع پہنچانا چاہوں تو کچھ نافع اور موثر نہ ہو گا۔ تمہارا رب وہی ہے جس کے قبضہ قدرت اور ملک و تصرف میں ہر چیز ہے جیسا جس کے ساتھ معاملہ کرے کوئی روک نہیں سکتا۔ سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے وہ ہی سب کے اعمال کی جزا و سزا دینے والا ہے۔

کفار مکہ کا رد

یہاں نوح علیہ السلام کے قصہ میں آگے کلام بطور جملہ معترضہ کے ہے اور روئے سخن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے کہ یہ کفار مکہ کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم قرآن خود بنا لائے ہیں۔ اس کا تحقیقی جواب تو اسی سورة میں ایک رکوع پہلے گزر چکا کہ اگر یہ قرآن گھڑا ہوا ہے تو تم بھی اسی جیسی دس سورتیں ہی بنا کر لے آؤ۔ یہاں آخری جواب ہے کہ قرآن کا کلام الٰہی ہونا نہایت واضح اور محکم دلائل سے بار بار ثابت کیا جا چکا ہے ایسی روشن چیز کی تکذیب کر کے جو گناہ تم سمیٹ رہے ہو اس کا وبال تم ہی پر پڑے گا۔ میں تبلیغ کر کے بری الذمہ ہو چکا ہوں اب جو غلطیاں تم کرو میں اس کا ذمہ دار نہیں۔ اگر بفرض محال میں نے افتراء کیا ہو گا تو اس کا گناہ مجھ ہی پر پڑے گا۔ اپنا جرم میں خود بھگت لوں گا تم اپنی خبر لو۔ یہ درمیان میں مشرکین مکہ کے اعتراض کو رد کیا جاتا ہے۔ آگے پھر قصہ حضرت نوح علیہ السلام کا جاری ہے۔

دعا کیجئے

یا اللہ! ہماری سعادت اور دین و دنیا کی صلاح و فلاح اسی میں ہے کہ ہم اپنے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل و جان سے اتباع کریں اور آپ کے پکے و سچے امتی ہونے کا شرف حاصل کریں۔

یا اللہ! آپ ہی توفیق بخشنے والے ہیں ہم آپ ہی سے توفیق حسن کے طالب ہیں۔ ہمارے لئے اپنی ہدایت کے راستے کھول دے اور ہر طرح کی کجی و گمراہی سے بچا لے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاُوْحِيَ اِلٰى نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا

اور نوحؑ کے پاس وحی بھیجی گئی' کہ سوا اُن کے جو ایمان لا چکے ہیں' اور کوئی نیا شخص تمہاری قوم میں ایمان نہ لائے گا' سو جو کچھ یہ لوگ کر رہے ہیں

كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا

اس پر کچھ غم نہ کرو۔ اور تم ہماری نگرانی میں اور ہمارے حکم سے کشتی تیار کر لو اور مجھ سے کافروں کے بارے میں کچھ گفتگو نہ کرنا

اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَاٌ مِّنْ قَوْمِهٖ سَخِرُوْا مِنْهُ قَالَ

وہ سب غرق کئے جائیں گے۔ اور وہ کشتی تیار کرنے لگے۔ اور جب کبھی اُن کی قوم میں کسی رئیس گروہ کا اُن پر گذر ہوتا تو اُن سے ہنسی کرتے۔ آپ فرماتے

اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ ﴿۳۸﴾ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ

کہ اگر تم ہم پر ہنستے ہو تو ہم تم پر ہنستے ہیں جیسا تم ہم پر ہنستے ہو سو ابھی تم کو معلوم ہوا جاتا ہے کہ وہ کون شخص ہے جس پر ایسا عذاب

يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۳۹﴾

آیا چاہتا ہے جو اس کو رسوا کردیگا اور اس پر دائمی عذاب نازل ہوگا۔

وَاُوْحِيَ اور وحی بھیجی گئی	اِلٰى نُوْحٍ نوح کی طرف	اَنَّهٗ کہ وہ	لَنْ يُّؤْمِنَ ہرگز ایمان نہیں لائیگا	مِنْ سے	قَوْمِكَ تیری قوم	اِلَّا سوائے		
مَنْ جو	قَدْ اٰمَنَ ایمان لاچکا	فَلَا تَبْتَئِسْ پس تو غمگین نہ ہو	بِمَا اس پر جو	كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ وہ کرتے ہیں	وَاصْنَعِ اور تو بنا	الْفُلْكَ کشتی		
بِاَعْيُنِنَا ہمارے سامنے	وَوَحْيِنَا اور ہمارے حکم سے	وَلَا تُخَاطِبْنِيْ اور نہ بات کرنا مجھ سے	فِي میں	الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا جن لوگوں نے ظلم کیا				
اِنَّهُمْ بیشک وہ	مُّغْرَقُوْنَ ڈوبنے والے	وَيَصْنَعُ اور وہ بناتا تھا	الْفُلْكَ کشتی	وَكُلَّمَا اور جب بھی	مَرَّ گزرتے	عَلَيْهِ اس پر	مَلَاٌ سردار	
مِنْ سے	قَوْمِهٖ اس کی قوم	سَخِرُوْا وہ ہنستے	مِنْهُ اس سے	قَالَ اس نے کہا	اِنْ اگر	تَسْخَرُوْا تم ہنستے ہو	مِنَّا ہم سے	فَاِنَّا تو بیشک ہم
نَسْخَرُ ہنسیں گے	مِنْكُمْ تم سے	كَمَا جیسے	تَسْخَرُوْنَ تم ہنستے ہو	فَسَوْفَ سو عنقریب	تَعْلَمُوْنَ تم جان لوگے	مَنْ يَّاْتِيْهِ کس پر آتا ہے		
عَذَابٌ ایسا عذاب	يُّخْزِيْهِ اس کو رسوا کرے	وَيَحِلُّ اور اترتا ہے	عَلَيْهِ اس پر	عَذَابٌ عذاب	مُّقِيْمٌ دائمی			

دعوتی مرحلہ کا اختتام

حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام چالیس سال کی عمر میں مبعوث ہوئے اور نبوت سے سرفراز فرمائے گئے۔ اور ۹۵۰ سال جیسا کہ بیسویں پارہ سورۂ عنکبوت میں تصریح ہے۔ دعوت ایمانی' تبلیغ اور سعی اصلاح میں مصروف رہے۔ پھر طوفان آیا اور طوفان کے بعد ۶۰ سال زندہ رہے۔ اس طرح حضرت نوح علیہ السلام کی کل عمر ۱۰۵۰ سال ہوئی۔

اس طویل مدت میں آپ برابر اپنی قوم کو دین حق اور کلمۂ توحید کی دعوت دیتے رہے۔ قوم کی ایک نسل کے بعد دوسری نسل کو اور دوسری کے بعد تیسری کو اس امید پر دعوت شب و روز دیتے رہے کہ شاید حق کو قبول کرلیں۔ جب اس عمل پر صدیاں گزر گئیں اور قوم کی ایذا رسانی اور ظلم و تعدی حد سے بڑھ گیا قوم آپ کو دیوانہ اور مجنون کہتی اور آپ پر پتھراؤ کرتی یہاں تک کہ آپ بیہوش ہو جاتے۔ جب نوبت یہاں تک پہنچ گئی تو حضرت نوح علیہ السلام نے بارگاہ

خداوندی میں فریاد کی۔ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ (پ ٢٧ سورۂ قمر) کہ میں مغلوب وضعیف ہوں آپ ان سے بدلہ لے لیجئے اور دعا کی:۔ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِیْ بِمَا كَذَّبُوْنِ (پ ١٨ سورۂ مومنون) اے میرے پروردگار ان کی تکذیب کے بالمقابل آپ میری مدد کیجئے۔ اس پر حضرت نوح علیہ السلام کی تسلی کے لئے حق تعالیٰ کی طرف سے جو خطاب فرمایا گیا وہ ان آیات میں ذکر فرمایا گیا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہوا کہ جن گنے چنے افراد کی قسمت میں ایمان لانا تھا وہ لا چکے۔ اب اور کوئی شخص ان میں ایمان لانے والا نہیں ہے۔ لہٰذا اب آپ ان کی عداوت وتکذیب اور ایذارسانی سے زیادہ غمگین نہ ہوں۔ عنقریب اب خدا کی شمشیر بے نیام ہونے والی ہے۔ جو شرارتوں اور شریروں کا خاتمہ کر ڈالے گی۔ اب دعوت اور حجت کا وقت ختم ہوا اور عقوبت اور سزا کا وقت قریب آ گیا اور حضرت نوح علیہ السلام کو بتلایا گیا کہ عنقریب پانی کا ایک ایسا سخت طوفان آنے والا ہے جس سے یہ سب ظالمین اور مکذبین غرق کر کے ہلاک کئے جائیں گے۔ ان کے حق میں اب یہ فیصلہ نافذ ہو کر رہے گا۔ اور آپ کسی ظالم کافر کی سفارش وغیرہ کے لئے ہم سے کوئی بات نہ کریں اور ہمارے حکم، تعلیم اور الہام کے موافق ایک کشتی تیار کرنا شروع کریں۔

اہل ایمان کے تحفظ کے لئے کشتی کی تیاری

چنانچہ تعمیل ارشاد میں حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی تیار کرنا شروع کر دی۔ لیکن جب حضرت نوح علیہ السلام کو کشتی بنانے کا حکم ملا تو اس وقت نہ وہ کشتی کو جانتے تھے نہ اس کے بنانے کو۔ روایات حدیث میں ہے کہ جبرئیل امین نے بذریعہ وحی الٰہی حضرت نوح علیہ السلام کو کشتی سازی کی تمام ضروریات اور اس کا طریقہ بتلایا۔ لکھا ہے کہ کشتی کئی سال میں تیار ہوئی اور وہ کشتی کیا تھی گویا بڑا جہاز تھا۔ جس میں الگ الگ درجہ تھے۔ بعض تاریخی روایات میں اس کی پیمائش یہ بتلائی گئی ہے کہ یہ تین سو گز لمبی، پچاس گز چوڑی اور تیس گز اونچی تین منزلی کشتی تھی۔ روایات میں بعض سلف سے نقل کیا گیا ہے کہ انسان کے لئے جتنی صنعتوں کی ضرورت تھی ان سب کی ابتداء بذریعہ وحی الٰہی کسی پیغمبر کے ذریعہ عمل میں آئی ہے۔ پھر حسب ضرورت اس میں اضافے اور سہولتیں مختلف زمانوں میں ہوتی رہیں۔

قوم کے لوگوں کا استہزاء

الغرض جب اللہ کے حکم سے حضرت نوح علیہ السلام کشتی بنانے میں مشغول تھے تو قوم کے کافر سردار جب ادھر سے گزرتے تو ہنسی اڑاتے اور کہتے کہ پیغمبر سے اب بڑھئی بن گئے۔ کبھی ایک عجیب سی چیز دیکھ کر نوح علیہ السلام سے پوچھتے کہ یہ کیا بناتے ہو؟ تو آپ فرماتے کہ پانی کا طوفان آنے والا ہے۔ ایک گھر بناتا ہوں جو پانی پر چلے گا اور پانی میں ڈوبنے سے بچائے گا تو یہ سن کر قوم مذاق اڑاتی اور استہزاء کرتی کہ خشک زمین پر پانی سے ڈوبنے کا بچاؤ کیا جا رہا ہے۔ چونکہ اس سے پہلے کشتی لوگوں نے دیکھی بھی نہ تھی اور نہ اس کے استعمال کے طریقہ سے واقف تھے اس لئے تعجب کرتے اور قہقہے لگاتے۔ حضرت نوح علیہ السلام جواب میں فرماتے کہ آج تم ہم پر ہنستے ہو اور ہمیں احمق بناتے ہو لیکن وہ وقت قریب ہے کہ جب تمہاری حماقت پر ہم کو ہنسنے کا موقع ملے گا۔ کہ جب تم اپنے جرائم کی پاداش میں سزایاب ہو گے۔ اب زیادہ تاخیر نہیں ہے۔ جلد آشکارا ہو جائے گا کہ دنیا کا رسوا کن اور آخرت کا دائمی عذاب کس پر نازل ہوتا ہے۔ غرض یہ کہ نوح علیہ السلام کشتی تیار کرتے رہے اور سوال و جواب اور تمسخر کا سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ وعدہ کے موافق خدا کا حکم پہنچ گیا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے ہم کو اسلام اور ایمان سے نواز کر اپنے تمام انبیاء پر ایمان رکھنے والا بنایا۔ یا اللہ! ہم کو اپنے مومنین صادقین کے زمرہ میں شامل رہ کر جینا نصیب فرمایئے۔ اور حق کی نصرت حمایت اور تائید کی توفیق عطا فرمایئے۔ اور حق کی عداوت وتکذیب سے ہم کو محفوظ فرمایئے۔ یا اللہ! اسلام اور ایمان کی برکت سے آپ ہم کو دنیا میں ہر طرح کے عذاب سے مامون ومحفوظ فرمایئے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ

یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آ پہنچا اور زمین میں سے پانی اُبلنا شروع ہوا۔ ہم نے فرمایا کہ ہر قسم میں سے ایک ایک نر اور ایک ایک مادہ یعنی دو عدد اس میں چڑھا

وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ ۭ وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلٌ

لو اور اپنے گھر والوں کو بھی باستثنا اس کے جس پر حکم نافذ ہو چکا ہے اور دوسرے ایمان والوں کو بھی اور بجز قلیل آدمیوں کے اُن کے ساتھ کوئی ایمان نہ لایا تھا

حَتّٰٓى یہاں تک کہ	اِذَا جَآءَ جب آیا	اَمْرُنَا ہمارا حکم	وَفَارَ اور جوش مارا	التَّنُّوْرُ تنور	قُلْنَا ہم نے کہا	احْمِلْ چڑھا لے	فِيْهَا اس میں
مِنْ سے	كُلٍّ زَوْجَيْنِ ہر ایک جوڑا	اثْنَيْنِ دو (نر و مادہ)	وَاَهْلَكَ اور اپنے گھر والے	اِلَّا سوائے	مَنْ جو	سَبَقَ ہو چکا	عَلَيْهِ اس پر
الْقَوْلُ حکم	وَمَنْ اور جو	اٰمَنَ ایمان لایا	وَمَآ اور نہ	اٰمَنَ ایمان لائے	مَعَهٗٓ اس پر	اِلَّا قَلِيْلٌ مگر تھوڑے	

عذاب کی آمد

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام سے فرمایا تھا کہ جب آپ یہ دیکھیں کہ آپ کے گھر کے تنور سے پانی ابلنے لگا تو سمجھ لیں کہ طوفان آ گیا۔ یہاں آیت میں وفار التنور فرمایا گیا ہے یعنی جب تنور سے پانی ابلنا شروع ہوا۔ اس جگہ لفظ تنور کے معنیٰ میں مفسرین میں اختلاف ہے۔ بعض مطلق روٹی پکانے کا تنور مراد لیتے ہیں۔ بعض نے لکھا ہے کہ ایک تنور حضرت حوا سے منتقل ہوتے ہوتے حضرت نوح علیہ السلام کے پاس پہنچا تھا وہ ان کے گھر میں طوفان کا نشان ٹھہرایا گیا تھا کہ جب اس سے پانی ابلنے لگے تو سمجھ لیں کہ طوفان شروع ہو گیا۔ اور پھر کشتی میں سوار ہو جائیں۔ بعض نے کہا ہے کہ تنور کوئی خاص چشمہ تھا۔ حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ تنور کے معنی سطح زمین کے ہیں۔ واللہ اعلم۔

ہر قسم کے جانوروں کا ایک ایک جوڑا محفوظ کر لیا گیا

الغرض جب حکم خداوندی آ پہنچا اور طوفان کی ابتدا ہوئی۔ روٹی پکانے کے تنور سے جہاں آگ بھری ہوتی ہے۔ پانی ابل پڑا تو اوپر سے بادلوں کو حکم ہوا کہ برس پڑیں اور نیچے زمین کی سطح سے چشموں کی طرح جوش مار کر پانی ابلنے لگا۔ جب پانی ابلنا شروع ہوا تو اللہ تعالیٰ کا حکم حضرت نوح علیہ السلام کو ہوا کہ جن جانوروں کی ضرورت ہے اور جن کی نسل باقی رہنی مقدر ہے ان میں سے ایک ایک جوڑا نر و مادہ لے کر کشتی پر سوار کر لیں۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ کشتی نوح علیہ السلام میں ساری دنیا بھر کے جانور جمع نہیں کئے گئے تھے۔ بلکہ صرف وہ جانور جو نر و مادہ کے جوڑے سے پیدا ہوتے ہیں اور پانی میں زندہ نہیں رہ سکتے اس لئے تمام دریائی جانور اس سے نکل گئے اور خشکی کے جانوروں میں بھی بغیر نر و مادہ کے پیدا ہونے والے حشرات الارض سب نکل گئے۔

الغرض جن خشکی کے جانوروں کا حکم ہوا وہ کشتی پر سوار کر لئے گئے اور ساتھ ہی نوح علیہ السلام کو حکم ہوا کہ آپ اپنے گھر والوں کو اور ساتھیوں کو جو آپ پر ایمان لائے ہیں ان کو کشتی پر سوار کر لیں جن کی تعداد بہت قلیل تھی۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ کشتی میں سوار ہونے والے مومنین کم و بیش ۸۰ تھے جن میں حضرت نوح علیہ السلام کے تین بیٹے سام حام یافث اور آپ کی تین بیبیاں تھیں۔ چوتھا بیٹا یام جس کا لقب کنعان تھا وہ کفار کے ساتھ رہ کر طوفان میں غرق ہوا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَقَالَ ارْكَبُوا فِيهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا ۚ إِنَّ رَبِّي لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٤١﴾ وَهِيَ تَجْرِي

اور نوح نے فرمایا کہ اسی کشتی میں سوار ہو جاؤ اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا اللہ ہی کے نام سے ہے۔ بالیقین میرا رب غفور ہے رحیم ہے۔ اور وہ کشتی اُن کو لے کر

بِهِمْ فِي مَوْجٍ كَالْجِبَالِ ۟ وَنَادٰى نُوحُ ابْنَهُ وَكَانَ فِي مَعْزِلٍ يّٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا

پہاڑ جیسی موجوں میں چلنے لگی اور نوحؑ نے اپنے ایک بیٹے کو پکارا اور وہ علیحدہ مقام پر تھا کہ اے میرے پیارے بیٹے ہمارے ساتھ

وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِينَ ﴿٤٢﴾ قَالَ سَاٰوِي إِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِي مِنَ الْمَاءِ ۚ قَالَ لَا عَاصِمَ

سوار ہو جا اور کافروں کے ساتھ مت ہو اور کہنے لگا کہ میں ابھی کسی پہاڑ کی پناہ لے لوں گا جو مجھ کو پانی سے بچالے گا نوحؑ نے کہا کہ آج اللہ کے قہر سے

الْيَوْمَ مِنْ أَمْرِ اللّٰهِ إِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۚ وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِينَ ﴿٤٣﴾

کوئی بچانے والا نہیں لیکن جس پر وہی رحم کرے اور دونوں کے بیچ میں ایک موج حائل ہو گئی پس وہ غرق ہو گیا!

وَقِيلَ يٰأَرْضُ ابْلَعِي مَاءَكِ وَيٰسَمَاءُ أَقْلِعِي وَغِيضَ الْمَاءُ وَقُضِيَ الْأَمْرُ وَاسْتَوَتْ

اور حکم ہو گیا کہ اے زمین اپنا پانی نگل جا اور اے آسمان تھم جا اور پانی گھٹ گیا اور قصہ ختم ہوا اور کشتی

عَلَى الْجُودِيِّ وَقِيلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِينَ ﴿٤٤﴾

جودی پر آ ٹھہری اور کہہ دیا گیا کہ کافر لوگ رحمت سے دور

وَقَالَ اور اس نے کہا	ارْكَبُوا سوار ہو جاؤ	فِيهَا اس میں	بِسْمِ اللّٰهِ اللہ کے نام سے	مَجْرٖىهَا اسکا چلنا	وَمُرْسٰىهَا اور اس کا ٹھہرانا	إِنَّ بیشک	
رَبِّي میرا رب	لَغَفُورٌ البتہ بخشنے والا	رَّحِيمٌ نہایت مہربان	وَهِيَ اور وہ	تَجْرِي چلی	بِهِمْ ان کو لے کر	فِي مَوْجٍ لہروں میں	كَالْجِبَالِ پہاڑ جیسی
وَنَادٰى اور پکارا	نُوحُ نوح	ابْنَهُ اپنا بیٹا	وَكَانَ اور تھا	فِي مَعْزِلٍ کنارے میں	يٰبُنَيَّ اے میرے بیٹے	ارْكَبْ سوار ہو جا	
مَعَنَا ہمارے ساتھ	وَلَا تَكُنْ اور نہ رہو	مَعَ الْكٰفِرِينَ کافروں کے ساتھ	قَالَ اس نے کہا	سَاٰوِي میں جلد پناہ لے لیتا ہوں	إِلٰى جَبَلٍ کسی پہاڑ کی طرف		
يَعْصِمُنِي وہ بچالے گا مجھے	مِنَ الْمَاءِ پانی سے	قَالَ اس نے کہا	لَا عَاصِمَ کوئی بچانے والا نہیں	الْيَوْمَ آج	مِنْ سے	أَمْرِ اللّٰهِ اللہ کا حکم	
إِلَّا سوائے	مَنْ رَّحِمَ جس پر وہ رحم کرے	وَحَالَ اور آ گئی	بَيْنَهُمَا ان کے درمیان	الْمَوْجُ موج	فَكَانَ تو وہ ہو گیا	مِنَ سے	
الْمُغْرَقِينَ ڈوبنے والے	وَقِيلَ اور کہا گیا	يٰأَرْضُ اے زمین	ابْلَعِي نگل لے	مَاءَكِ اپنا پانی	وَيٰسَمَاءُ اور اے آسمان	أَقْلِعِي تھم جا	
وَغِيضَ اور خشک کر دیا گیا	الْمَاءُ پانی	وَقُضِيَ اور پورا ہو چکا	الْأَمْرُ کام	وَاسْتَوَتْ اور جا لگی	عَلَى الْجُودِيِّ جودی پہاڑ پر		
وَقِيلَ اور کہا گیا	بُعْدًا دوری	لِّلْقَوْمِ لوگوں کیلئے	الظّٰلِمِينَ ظالم				

اہل ایمان کشتی نوح پر

گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ حضرت نوح علیہ السلام کو حق تعالیٰ کی طرف سے ایک کشتی تیار کرنے کا حکم دیا گیا تا کہ اس میں مومنین کو

سوار کرلیا جائے تاکہ طوفان سے وہ بچ جائیں جس میں دوسرے سب کفار غرق ہوکر ہلاک کئے جائیں گے۔ چنانچہ جب کشتی تیار ہوگئی اور پانی زمین سے ابلنا شروع ہوا اور طوفان کی ابتدائی ہوئی تو نوح علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں کو جن کی تعداد میں اختلاف ہے زیادہ سے زیادہ تعداد قریب ۸۰ کے لکھی ہے ان کو فرمایا کہ بنام خدا کشتی پر سوار ہو جاؤ اور طوفان کی کچھ فکر مت کرو۔ اس کشتی کا چلنا اور ٹھہرنا سب خدا کے حکم اور اس کے نام کی برکت سے ہے۔ غرقابی کا کوئی اندیشہ نہیں۔ نجات کا دارومدار اسی کی رحمت پر ہے۔ یہ کشتی اس کا ظاہری سبب ہے ۔لہذا بھروسہ اور نظر اللہ پر رکھو۔ نہ کہ کشتی پر۔ میرا پروردگار مومنین کی کوتاہیوں کو معاف کرنے والا اور ان پر بے حد مہربان ہے۔ وہ اپنے فضل سے ہم کو صحیح سلامت اتارے گا۔

کشتی پر سوار ہونے کی دعا

علماء نے لکھا ہے کہ اس آیت وَقَالَ ارْكَبُوا فِيهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ سے معلوم ہوا کہ کشتی وغیرہ پر سوار ہوتے وقت بسم اللہ کہنا چاہئے اور حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کے لئے امن کی چیز جبکہ کشتی میں سوار ہوویں اس آیت کا پڑھنا ہے۔ یعنی بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔

غرض کشتی پہاڑ جیسی موجوں کو چیرتی پھاڑتی بے خوف وخطر چلی جارہی تھی۔

کنعان کو دعوت اور اس کی غرقابی

سوار ہونے کے بعد نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کنعان کو جو اپنے باپ بھائی سارے کنبے سے کنارہ کش ہوکر کافروں کی صحبت میں تھا آواز دی کہ ان بدبخت کافروں کی معیت چھوڑ کر ہمارے ساتھ سوار ہوجا تاکہ اس مصیبت عظمٰی سے نجات پاسکے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ یا تو نوح علیہ السلام اسے مومن خیال کرتے تھے اس لئے آواز دی خواہ واقع میں مومن نہ ہو یا کافر جانتے ہوں مگر یہ توقع ہوگی کہ ان ہولناک نشانات کو دیکھ کر مسلمان ہوجائے گا۔ یا شفقت پدری کے جوش سے ایسا کیا ہو۔ واللہ اعلم۔

کنعان اپنے جہل وشقاوت سے ابھی یہ خیال کررہا تھا کہ جس طرح معمولی سیلابوں میں بعض اوقات بلندی پر چڑھ کر آدمی جان بچالیتا ہے میں بھی کسی اونچے پہاڑ پر چڑھ کر جان بچالوں گا۔ چنانچہ اس نے نوح علیہ السلام کو یہی جواب دیا کہ میں کسی پہاڑ کی پناہ لے لوں گا جو مجھ کو پانی میں ڈوبنے سے بچا لے گا۔ وہ وقت ابتدائے طوفان کا تھا۔ پہاڑوں کے اوپر پانی ابھی نہیں پہنچا تھا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اس کے احمقانہ جواب پر پھر فرمایا کہ کس خبط میں پڑا ہے۔ یہ معمولی سیلاب نہیں۔ عذاب الٰہی کا طوفان ہے۔ پہاڑ کی کیا حقیقت ہے۔ کوئی چیز آج عذاب سے کافروں کو نہیں بچاسکتی۔ ہاں خدا ہی کسی پر رحم کرے تو بچ سکتا ہے مگر اس داروگیر اور مقام انتقام میں مجرموں پر رحم کیسا؟ باپ بیٹے کی یہ گفتگو پوری نہ ہوئی تھی کہ پانی کی ایک موج نے درمیان میں حائل ہوکر ہمیشہ کے لئے دونوں کو جدا کر دیا۔ اور کنعان کو غرق کردیا۔ اور ایک مدت تک اس قدر پانی برسا کہ آسمان کے دہانہ کھل گئے اور زمین کے پردے پھٹ پڑے۔ درخت اور پہاڑیاں تک پانی میں چھپ گئیں اصحاب کشتی کے سوا تمام لوگ جن کے حق میں نوح علیہ السلام نے بددعا کی تھی سب غرق ہوگئے اس وقت خداوند قدوس نے زمین کو حکم دیا کہ اپنا پانی نگل جا اور بادل کو فرمایا کہ تھم جا چنانچہ پانی خشک ہونا شروع ہو گیا۔ کشتی جودی پہاڑ پر جا لگی جو بعض کے نزدیک موصل میں تھا اور جو کام خدا نے چاہا یعنی مجرمین کو سزا دینا وہ پورا ہو چکا۔

ظالموں کے حق میں کہہ دیا گیا کہ خدا کی رحمت سے دور ہو کر ہمیشہ کے لئے مصیبت کے غار میں پڑے رہو۔

کشتی پر سوار رہنے کی مدت

بعض تفاسیر میں مرقوم ہے کہ نوح علیہ السلام ۱۰ ماہ رجب المرجب کو کشتی میں سوار ہوئے تھے۔ چھ مہینہ تک یہ کشتی طوفان میں پانی کے اوپر چلتی رہی۔ جب بیت اللہ شریف کے مقام پر پہنچی تو سات مرتبہ طواف کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بیت کو بلند کر کے غرق سے بچالیا تھا۔ پھر ۱۰ محرم یوم عاشورہ میں طوفان ختم ہو کر کشتی جبل جودی پر جا کر ٹھہر گئی جو عراق میں موصل کے قریب ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اس روز شکرانہ کے طور پر روزہ رکھا اور کشتی میں جتنے آدمی تھے سب کو روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

طوفان نوح کی حدود

جمہور مفسرین کا قول ہے کہ یہ طوفان عام اور عالمگیر تھا۔ سوائے اہل کشتی کے کوئی جاندار اس عذاب سے جانبر نہیں ہوا اور قرآن مجید کے ارشادات اور آیات سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ طوفان عام تھا اور جانوروں میں سے ایک ایک جوڑا کشتی میں سوار کرنا یہ بھی اسی طرف اشارہ کر رہا ہے کیونکہ اگر طوفان عام نہ ہوتا تو جانوروں کے سوار کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ دوسرے مقامات پر تو جانور موجود ہی تھے۔ اس طوفان عام کے بعد دنیا میں صرف نوح علیہ السلام کی نسل جاری ہوئی اسی وجہ سے نوح علیہ السلام کو آدم ثانی کہا جاتا ہے۔ پھر حضرت نوح علیہ السلام کی یہ دعا رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا (سورۃ نوح) یعنی اے میرے پروردگار اب ان کافروں میں سے کوئی زمین پر بسنے والا نہ چھوڑیئے یہ بھی دلیل ہے کہ طوفان تمام اہل زمین کے لئے تھا۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث و مفسر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فتاوی عزیزی میں فرماتے ہیں کہ نوح علیہ السلام کی بعثت اگرچہ عام نہ تھی صرف اپنی قوم کے ساتھ مخصوص تھی مگر اس وقت ان کی قوم اور ان کی امت ہی کل اہل زمین اور اہل جہان کا مصداق تھی اور ان کی امت ہی ساری دنیا تھی۔ موجودہ دنیا کی طرح ساری زمین آباد نہ تھی۔ جیسے حضرت آدم علیہ السلام کی ذریت' وہی ان کی امت تھی۔ اسی طرح تمام اہل زمین حضرت نوح علیہ السلام کی قوم تھی۔

مطلب یہ کہ اس زمانہ میں جہاں تک دنیا آباد تھی وہاں تک طوفان آیا جو سب کو عام اور شامل تھا۔ جس سے سوائے نوح علیہ السلام اور اہل ایمان کے کوئی نہیں بچا۔ غرض کہ صرف نوح علیہ السلام اور وہ لوگ جو کشتی میں ان کے ساتھ سوار تھے زندہ رہے۔ اور طوفان کے بعد دنیا از سر نو آباد ہوئی۔ آج کل کے بعض مدعیان تحقیق یہ کہتے ہیں کہ ۸۰ آدمیوں سے دنیا کا آباد ہونا محال نظر آتا ہے۔ ان نادانوں کو یہ خبر نہیں کہ یہ ساری دنیا صرف حضرت آدمؑ اور حضرت حوا سے آباد ہوئی ہے۔ (ماخذ معارف القرآن)

دعا کیجئے: یا اللہ! اسلام و ایمان کی برکت سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے ہم کو دنیا میں بھی امن و عافیت عطا فرمایئے اور ہر طرح کے ظاہری و باطنی فتنہ و عذاب سے محفوظ و مامون فرمایئے اور آخرت میں بھی اپنی شان غفور رحیمی کا معاملہ فرمایئے۔ یا اللہ! ہم کو دنیا میں اہل حق کے ساتھ وابستہ رکھنا اور مومنین صادقین کے ساتھ ہمارا حشر نشر فرمانا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَنَادٰی نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ

اور نوح نے اپنے رب کو پکارا اور عرض کیا اے میرے رب یہ بیٹا میرے گھر والوں میں سے ہے اور آپ کا وعدہ بالکل سچا ہے اور آپ احکم الحاکمین ہیں۔

الْحٰكِمِيْنَ ﴿۴۵﴾ قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ فَلَا تَسْئَلْنِ مَا لَيْسَ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے نوح یہ شخص تمہارے گھر والوں میں سے نہیں یہ تباہ کار ہے۔ سو مجھ سے ایسی چیز کی درخواست مت کرو جس کی تم کو خبر نہیں۔

لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنِّیْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۴۶﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْئَلَكَ

میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ تم نادان نہ بن جاؤ۔ انہوں نے عرض کیا اے میرے رب میں اس امر سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں کہ آپ سے ایسے امر کی درخواست

مَا لَيْسَ لِیْ بِهٖ عِلْمٌ وَاِلَّا تَغْفِرْ لِیْ وَتَرْحَمْنِیْٓ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۴۷﴾

کروں جس کی مجھ کو خبر نہ ہو۔ اور اگر آپ میری مغفرت نہ فرمائیں گے اور مجھ پر رحم نہ فرمائیں گے تو میں بالکل تباہ ہی ہو جاؤں گا۔

وَنَادٰی اور پکارا	نُوْحٌ نوح	رَبَّهٗ اپنا رب	فَقَالَ پس اس نے کہا	رَبِّ اے میرے رب	اِنَّ بیشک	ابْنِیْ میرا بیٹا	مِنْ اَهْلِیْ میرے گھر والوں میں سے	
وَاِنَّ اور بیشک	وَعْدَكَ تیرا وعدہ	الْحَقُّ سچا	وَاَنْتَ اور تو	اَحْكَمُ سب سے بڑا حاکم	الْحٰكِمِيْنَ حاکم	قَالَ اس نے فرمایا	يٰنُوْحُ اے نوح	اِنَّهٗ بیشک وہ
لَيْسَ نہیں	مِنْ سے	اَهْلِكَ تیرے گھر والے	اِنَّهٗ بیشک وہ	عَمَلٌ عمل	غَيْرُ صَالِحٍ ناشائستہ	فَلَا تَسْئَلْنِ سو مجھ سے سوال نہ کر		
مَا لَيْسَ ایسی بات کہ نہیں	لَكَ تجھ کو	بِهٖ اس کا	عِلْمٌ علم	اِنِّیْٓ اَعِظُكَ بیشک میں نصیحت کرتا ہوں تجھے	اَنْ کہ	تَكُوْنَ تو ہو جائے	مِنَ سے	
الْجٰهِلِيْنَ نادان	قَالَ اس نے کہا	رَبِّ اے میرے رب	اِنِّیْٓ اَعُوْذُ میں پناہ چاہتا ہوں	بِكَ تیری	اَنْ کہ	اَسْئَلَكَ میں سوال کروں تجھ سے		
مَا لَيْسَ ایسی بات کہ نہیں	لِیْ مجھے	بِهٖ اس کا	عِلْمٌ علم	وَ اور	اِلَّا تَغْفِرْ لِیْ اگر تو نہ بخشے مجھے	وَتَرْحَمْنِیْٓ اور تو مجھ پر رحم نہ کرے	اَكُنْ ہو جاؤں	
مِنَ سے	الْخٰسِرِيْنَ نقصان پانے والے							

کنعان

قرآن پاک نے سورۂ تحریم ۲۸ ویں پارہ میں تصریح کی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی۔ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کی طرح کافرہ تھی۔ بظاہر تعلق اللہ کے برگزیدہ رسول سے تھا لیکن دل سے کافروں کی شریک حال تھی جس کے انجام میں وہ بھی طوفان میں غرق ہوئی۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ کنعان اگرچہ نوح علیہ السلام کے گھر میں رہتا تھا مگر اس کا دل اپنے ہم مشرب دوستوں کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ حضرت نوح علیہ السلام کے متبعین سیدھی سادھی طبیعت والے تھے۔ ان کے پاس بیٹھنا' ان سے ملنا جلنا' ان کی صحبت کا اثر لینا پسند نہ تھا۔ برخلاف اس کے شہر کے لوگوں میں اس کو زندگی کی بہار نظر آتی تھی اور انہی کے ساتھ وقت گزارنا اور مشغول رہنا پسند کرتا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بری صحبت زہر ہلاہل سے بھی زیادہ قاتل ہے اور اس کا ثمرہ ونتیجہ ذلت' خسران اور تباہی کے علاوہ کچھ نہیں۔ انسان کے لئے جس طرح نیکی ضروری شے ہے اس سے زیادہ صحبت نیکاں ضروری ہے اور جس طرح بدی سے بچنا لازمی ہے اس سے کہیں زیادہ بروں کی صحبت سے خود کو بچانا ضروری ہے۔

حضرت نوحؑ کی دعوت اور کنعان کی سرکشی

الغرض جب طوفان کی ابتداء ہوئی اور نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کنعان کو ایمان لانے کے لئے فرمایا تو اس نے نہ مانا اور کشتی میں سوار ہونے کے لئے تیار نہ ہوا۔ تو اس کے غرق ہونے سے قبل حضرت

نوح علیہ السلام نے اس امید پر کہ شاید حق تعالیٰ اپنی قدرت سے اس کے دل میں ایمان القا فرمادے اور یہ ایمان لے آوے۔ اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ اے میرے رب میرا یہ بیٹا میرے گھر والوں میں سے ہے اور آپ کا یہ وعدہ بالکل سچا ہے کہ گھر والوں میں جو ایمان والے ہیں ان کو بچالوں گا تو گو یہ سردست ایمان والا اور مستحق نجات نہیں ہے۔ لیکن آپ احکم الحاکمین اور بڑی قدرت والے ہیں۔ اگر آپ چاہیں تو اس کو مومن بنادیں تاکہ یہ بھی اس وعدۂ حقہ کا محل بن جائے۔ اس درخواست کے جواب میں حق تعالیٰ کی طرف سے ارشاد فرمایا گیا کہ اے نوح یہ شخص ہمارے علم ازلی میں تمہارے ان گھر والوں میں نہیں جو ایمان لاکر نجات پاویں گے یعنی اس کی قسمت میں ایمان نہیں بلکہ یہ خاتمہ تک تباہ کار یعنی کافر رہنے والا ہے۔ اس لئے ہم سے ایسی چیز کی درخواست مت کرو جس کی تم کو خبر نہیں کہ ایسی دعا کرنا نادانی کی بات ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام حق تعالیٰ کا یہ جواب سن کر کانپ اٹھے اور اپنی عبدیت کے اعتراف کے ساتھ مغفرت کے طالب ہوئے اور عرض کیا کہ اے میرے رب میں اس امر سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں کہ آئندہ آپ سے ایسے امر کی درخواست کروں کہ جس کی مجھ کو خبر نہ ہو۔ اب معاف فرمادیجئے کیونکہ اگر آپ میری مغفرت نہ فرماویں گے اور مجھ پر رحم نہ فرماویں گے تو میں تو بالکل تباہ ہی ہو جاؤں گا۔ یہ حضرات انبیاء کی شان عبدیت ہے گویا ہر وقت مناجات اور معبود حقیقی کے سامنے عجز و نیاز اور ابتہال و استغفار میں لگتے رہتے ہیں۔

حضرت نوحؑ کی معذرت

یہاں حضرت نوح علیہ السلام کی طرف سے جو معذرت پیش ہوئی اور اللہ جل شانہ کی طرف رجوع اور التجا اور گذشتہ لغزش کی معافی اور مغفرت و رحمت کی دعا اور درخواست فرمائی گئی تو اس سے معلوم ہوا کہ انسان سے اگر کوئی خطا سرزد ہو جائے تو آئندہ اس سے بچنے کے لئے محض اپنے عزم اور ارادہ پر بھروسہ نہ کرے بلکہ اللہ تعالیٰ سے پناہ چاہے اور یہ دعا مانگے کہ یا اللہ آپ ہی مجھے خطاؤں اور گناہوں سے بچا سکتے ہیں اور آپ ہی توبہ پر قائم رکھ سکتے ہیں۔

مومن و کافر کی رشتہ داری دینی امور میں موثر نہیں ہے

اس سے یہ معلوم ہوا کہ مومن اور کافر کے درمیان اگرچہ رشتہ قرابت کا ہو مگر دینی اور اسلامی معاملات میں اس رشتہ داری کا کوئی اثر نہ ہوگا۔ کوئی شخص کتنا ہی عالی نسب ہو۔ کتنے ہی بڑے بزرگ کی اولاد ہو۔ یہاں تک کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں داخل ہونے کا شرف رکھتا ہو۔ اگر وہ مومن نہیں ہے تو دینی معاملات میں اس کے اس نسب عالی اور قرابت نبوی کا بھی کوئی لحاظ نہ کیا جائے گا۔ تمام دینی معاملات میں تو مدار کار ایمان اور صلاح و تقویٰ پر ہے جو صالح و متقی ہے وہ اپنا ہے جو ایسا نہیں وہ بیگانہ ہے۔ اگر دینی معاملات میں بھی ان رشتہ داریوں کی رعایت ہوتی تو بدر اور احد کے میدانوں میں بھائی کی تلوار بھائی پر نہ چلتی۔ بدر و احد اور احزاب کے معرکے تو سب کے سب ایک ہی خاندانوں کے افراد کے درمیان پیش آئے۔ جس نے واضح کردیا کہ اسلامی قومیت اور برادری نسبی تعلقات یا وطنی اور لسانی وحدتوں پر دائر نہیں ہوتی بلکہ ایمان اور عمل پر دائر ہے۔ ایمان والے خواہ کسی ملک کے باشندے ہوں اور کسی خاندان کے افراد اور کوئی زبان بولنے والے ہوں سب ایک قوم اور ایک برادری ہیں۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ کا یہی مطلب ہے اور جو ایمان و عمل صالح سے محروم ہیں وہ اسلامی برادری کے فرد نہیں۔ اس مسئلہ میں دینی معاملات کی قید اس لئے لگائی ہے کہ دنیوی معاملات میں حسن معاشرت حسن اخلاق اور احسان و کرم کا سلوک کرنا الگ چیز ہے وہ غیر صالح سے بھی جائز بلکہ مستحسن اور ثواب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرامؓ کا تعامل اور غیر مسلموں کے ساتھ احسان و سلوک کے بے شمار واقعات اس پر شاہد ہیں۔ آج کل جو وطنی اور لسانی یا لونی بنیادوں پر قومیت کی تعمیر کی جاتی ہے جیسے عرب برادری ایک قوم، ہندی، سندھی، دوسری قوم قرار دی جاتی ہے یہ قرآن و سنت کے خلاف اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصول سیاست سے بغاوت کے مترادف ہے"۔ (معارف القرآن)

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قِيْلَ يٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ ؕ وَاُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ

کہا گیا کہ اے نوحؑ اترو ہماری طرف سے سلام اور برکتیں لے کر جو تم پر نازل ہونگی اور ان جماعتوں پر جو کہ تمہارے ساتھ ہیں اور بہت سی ایسی جماعتیں بھی ہونگی کہ ان کو ہم

يَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۴۸﴾ تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ ۚ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا

چند روزہ عیش دینگے پھر ان پر ہماری طرف سے سزائے سخت واقع ہوگی۔ یہ قصہ منجملہ اخبار غیب کے ہے، جس کو ہم وحی کے ذریعہ سے آپ کو پہنچاتے ہیں۔ اس

قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ۛؕ فَاصْبِرْ ۛؕ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۹﴾

کو اس کے قبل نہ آپ جانتے تھے اور نہ آپ کی قوم سو صبر کیجئے یقیناً نیک انجامی متقیوں ہی کے لئے ہے۔

قِيْلَ کہا گیا	يٰنُوْحُ اے نوحؑ	اهْبِطْ اتر جاؤ تم	بِسَلٰمٍ سلامتی کے ساتھ	مِّنَّا ہماری طرف سے	وَبَرَكٰتٍ اور برکتیں	عَلَيْكَ تجھ پر	وَ اور
عَلٰٓى اُمَمٍ گروہ پر	مِّمَّنْ سے جو	مَّعَكَ تیرے ساتھ	وَاُمَمٌ اور کچھ گروہ	سَنُمَتِّعُهُمْ ہم انہیں جلد فائدہ دینگے	ثُمَّ پھر	يَمَسُّهُمْ انہیں پہنچے گا	
مِّنَّا ہم سے	عَذَابٌ عذاب	اَلِيْمٌ دردناک	تِلْكَ یہ	مِنْ سے	اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ غیب کی خبریں	نُوْحِيْهَآ ہم وحی کرتے ہیں اسے	
اِلَيْكَ تمہاری طرف	مَا نہ	كُنْتَ تَعْلَمُهَآ تم ان کو جانتے تھے	اَنْتَ تم	وَلَا اور نہ	قَوْمُكَ تمہاری قوم	مِنْ سے	قَبْلِ هٰذَا اس سے پہلے
فَاصْبِرْ پس صبر کریں	اِنَّ بیشک	الْعَاقِبَةَ اچھا انجام	لِلْمُتَّقِيْنَ پرہیزگاروں کیلئے				

طوفان کے بعد

حضرت نوح علیہ السلام کا زمین پر اترنا

الغرض طوفان نوح میں دنیائے کفر کا حصہ پوری طرح برباد کر دیا گیا۔ اور قوم نوح کے کافر مرد و عورت، بوڑھے جوان، چھوٹے بڑے سب طوفان کی ہلاکت کا شکار ہوئے۔ جب باری تعالیٰ جل شانہٗ نے طوفان بند کرنے اور عذاب ختم کرنے کا ارادہ فرمالیا تو روئے زمین پر ایک ہوا بھیج دی جس نے پانی کو ساکن کر دیا اور زمین سے پانی ابلنا بند ہو گیا۔ ساتھ ہی آسمان کے دروازے بھی جو اب تک پانی برسا رہے تھے۔ بند کر دیئے گئے۔ زمین کو پانی کے جذب کر لینے کا حکم ہو گیا اسی وقت پانی کم ہونا شروع ہو گیا۔ جب طوفان پوری طرح ختم ہو گیا اور زمین رہنے بسنے کے لائق ہو گئی تو ساکنان کشتی نے دوسری بار امن و سلامتی کے ساتھ خدا کی سرزمین پر قدم رکھا۔ اسی بناء پر حضرت نوح علیہ السلام کا لقب ''ابوالبشر ثانی'' یا ''آدم ثانی'' یعنی انسانوں کے دوسرے باپ مشہور ہوا۔ اور غالباً اسی اعتبار سے ان کو حدیث میں ''اول الرسل'' کہا گیا۔ جب جودی پہاڑ پر کشتی ٹھہرنے کے بعد کشتی سے ''جودی'' پر اور جودی سے زمین پر اتر آنے کا حکم باری تعالیٰ نوح علیہ السلام کو ہوا تو یہ بشارت دی گئی کہ آئندہ تم پر اور ان اقوام پر جو تمہارے ساتھیوں سے پیدا ہونے والی ہیں۔ سلامتی اور برکتیں رہیں گی۔ فی الحال جو زمین طوفان سے بالکل اجڑ گئی ہے خدا دوبارہ آباد کر دے گا اور اس کی رونق اور برکت پھر عود کر آئے گی یہاں بسلم منا کے الفاظ فرما کر حق تعالیٰ نے تسلی فرمادی کہ پھر ساری نوع انسانی پر قیامت سے پہلے دنیا میں ایسی عام ہلاکت نہ آئے گی مگر بعض فرقہ ہلاک ہوں گے۔ کچھ قومیں ایسی بھی ہوں جن کو دنیا میں عیش و آرام اور راحت و چین ملے گا کچھ زمانہ تک وہ مزہ اڑائیں گے اور بالآخر ان کا انجام برا ہوگا۔ اخروی سعادت نصیب نہ ہوگی۔

قصۂ نوح کا بیان نبوت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کی دلیل ہے

یہاں پہنچ کر اس سورۃ میں حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ کی تفصیلات ختم ہو جاتی ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرما کر اس قصہ کے دو فائدے بتلائے جاتے ہیں ایک یہ کہ یہ قصہ جو ہم نے وحی کے ذریعہ سے آپ کو بتلایا ہے یہ باتیں منجملہ غیب کی خبروں کے ہیں۔ اس قصہ کو ہمارے بتلانے سے قبل نہ آپ جانتے تھے اور نہ آپ کی قوم جانتی تھی۔ اس طرح یہ آپ کے نبوت کے دلائل میں سے ہے کہ ایک امی کی زبان سے امم سابقہ کے ہزاروں برس پہلے کے مستند و مفصل واقعات سنوائے جائیں۔

اصحاب تواریخ نے لکھا ہے کہ آدم علیہ السلام سے نوح علیہ السلام تک ۱۶۴۲ سال کا عرصہ تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ نبوت سے حضرت نوح علیہ السلام کا زمانہ تقریباً ۴۴۰۰ سال قبل کا ہے۔ اتنے عرصہ کے دوسرے سب اسباب علم کے یقیناً مفقود تھے۔ آپ کو وحی کے ذریعہ سے علم ہوا اور یہی نبوت کی دلیل ہے۔

اہل حق کے لئے تسلی کہ غلبہ ہمیشہ حق کا ہی ہوتا ہے

دوسرا فائدہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی مقصود ہے کہ آپ ان کفار مکہ کی ایذاؤں پر صبر کیجئے یقیناً نیک انجامی متقیوں اور خدا سے ڈرنے والوں ہی کے لئے ہے جیسا کہ نوح علیہ السلام کے قصہ میں معلوم ہوا کہ کفار کا انجام برا اور اہل ایمان کا انجام اچھا ہوا۔ اسی طرح ان کفار مکہ کا چند روزہ زور و شور ہے پھر اخیر میں غلبہ حق ہی کو ہوگا اور آپ کا اور آپ کے رفقاء کا انجام بھی بہتر ہوگا۔ سو بحمد اللہ تعالیٰ دنیا پر ایسا ہی ثابت ہوا۔

اس آخری آیت میں ایک عام نصیحت اور پیام قیامت تک کے اہل اسلام کیلئے یہ ہے کہ اہل باطل کے غلبہ سے مرعوب اور خوف زدہ ہو کر دین حق اور اسلام کے دامن کو ہرگز نہ چھوڑنا چاہئے۔ آخر کار انجام میں فتح و غلبہ اہل حق ہی کو نصیب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ تقویٰ اور پرہیز گاری کی سعادت ہم کو بھی نصیب فرمائیں۔

دعا کیجئے

یا اللہ! اس وقت جو اہل اسلام طرح طرح کے مشکلات و مصائب میں گرفتار ہیں اور یہود و نصاریٰ اور بے دین مشرک کافران پر جہاں بھی مسلط ہیں۔ یہ سب ہمارا اپنا ہی قصور ہے۔

ہم نے قرآن و سنت کی پیروی چھوڑ کر یہ مصائب اور ذلت و خواری خود مول لی ہے۔

یا اللہ! ہم کو دین کی سمجھ اور فہم عطا فرما۔ اور ہم کو اپنا بھولا ہوا سبق پھر یاد کر لینے کی توفیق عطا فرما۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ۭ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ ﴿۵۰﴾

اور ہم نے عاد کی طرف اُن کے بھائی ہود کو بھیجا۔ اُنہوں نے فرمایا کہ اے میری قوم تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں تم محض مفتری ہو۔

يٰقَوْمِ لَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ۭ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَي الَّذِيْ فَطَرَنِيْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۵۱﴾ وَيٰقَوْمِ

اے میری قوم میں تم سے اس پر کچھ معاوضہ نہیں مانگتا۔ میرا معاوضہ تو صرف اللہ کے ذمہ ہے جس نے مجھ کو پیدا کیا پھر کیا تم نہیں سمجھتے۔ اور اے میری قوم

اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَاۗءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى

تم اپنے گناہ اپنے رب سے معاف کراؤ پھر اس کی طرف متوجہ رہو وہ تم پر خوب بارشیں برسائے گا اور تم کو اور قوت دے کر تمہاری قوت میں ترقی کر

قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۵۲﴾

دے گا۔ اور مجرم رہ کر اعراض مت کرو۔

وَ اور	اِلٰی طرف	عَادٍ قوم عاد	اَخَاهُمْ ان کے بھائی	هُوْدًا ہود	قَالَ اس نے کہا	يٰقَوْمِ اے میری قوم	اعْبُدُوا تم عبادت کرو	اللّٰهَ اللہ
مَا لَكُمْ تمہارا نہیں	مِنْ اِلٰهٍ کوئی معبود	غَيْرُهٗ اس کے سوا	اِنْ نہیں	اَنْتُمْ تم	اِلَّا مگر	مُفْتَرُوْنَ جھوٹ باندھتے ہو	يٰقَوْمِ اے میری قوم	
لَا اَسْئَلُكُمْ میں تم سے نہیں مانگتا	عَلَيْهِ اس پر	اَجْرًا کوئی اجر	اِنْ نہیں	اَجْرِيَ میرا صلہ	اِلَّا مگر	عَلَی پر	الَّذِيْ فَطَرَنِيْ جس نے مجھے پیدا کیا	
اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کیا پھر تم سمجھتے نہیں	وَيٰقَوْمِ اور اے میری قوم	اسْتَغْفِرُوْا تم بخشش مانگو	رَبَّكُمْ اپنا رب	ثُمَّ پھر	تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ اسکی طرف رجوع کرو			
يُرْسِلِ وہ بھیجے گا	السَّمَآءَ آسمان	عَلَيْكُمْ تم پر	مِدْرَارًا زور کی بارش	وَيَزِدْكُمْ اور تمہیں بڑھائے گا	قُوَّةً قوت	اِلٰی طرف		
قُوَّتِكُمْ تمہاری قوت	وَ اور	لَا تَتَوَلَّوْا اور روگردانی نہ کرو	مُجْرِمِيْنَ مجرم ہوکر					

قوم ہود میں بت پرستی کی ابتداء

گذشتہ آیات میں نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کا قصہ بیان ہوا تھا۔ اب ہود علیہ السلام اور ان کی قوم عاد کا قصہ بیان فرمایا جاتا ہے۔
اس سورۃ میں نوح علیہ السلام سے لے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام تک سات انبیاء کرام اور ان کی امتوں کے واقعات وحالات کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ مگر سورۃ کا نام حضرت ہود علیہ السلام کے نام اور واقعہ سے منسوب کیا گیا جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ہود علیہ السلام کے قصہ اور واقعہ کو خاص اہمیت حاصل ہے۔

طوفان نوح کے بعد دنیا رفتہ رفتہ پھر آباد ہو گئی۔ قوم عاد کا زمانہ طوفان نوح کے قریب ۷۰۰ سال بعد کا مانا جاتا ہے۔ حضرت نوحؑ کے پڑپوتے عاد بن ارم کی نسل سے ایک بڑی شہ زور صاحب حکومت قوم پیدا ہوئی جو جنوب مشرقی عرب میں سرزمین احقاف میں پھیلی ہوئی تھی۔ کچھ عرصہ تک حضرت نوحؑ سے مسلسل اس قوم میں خالص دین قائم رہا مگر جب اس قوم کو انتہائے عروج کا زمانہ نصیب ہوا تو یہ لگے بگڑنے۔ سب سے پہلے انہوں نے یہ خرابی کی کہ جو نیک اور بزرگ آدمی مرتا تھا تو یہ اس کا ہمشکل مجسمہ بطور یادگار بنا لیتے تھے پھر ایسا کرنے لگے کہ ان مجسموں کے وسیلہ سے خدا سے اپنی مرادیں مانگتے تھے اور بزرگوں اور بادشاہوں کی قبر پر بڑی عالیشان

عمارتیں تیار کراتے تھے اوران کی روحانی طاقتوں کو سفارش کرنے والا قرار دے کر خدا سے دعا کرتے تھے جب ان میں مشرکانہ عادتیں جڑ پکڑ گئیں تو بت تراشی اور بت پرستی میں ماہر ہو گئے اور پھر لگے بتوں کی پوجا پاٹ کرنے۔

حضرت ہود علیہ السلام کی بعثت

حضرت ہود علیہ السلام اپنی قوم کے ایک فرد تھے۔اس لحاظ سے ان کے وطنی یا نسبی بھائی ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنا رسول مقرر کر کے ان کو سمجھانے کے لئے مبعوث فرمایا۔انہوں نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی توحید اوراس کی عبادت کی طرف دعوت دی اور لوگوں پر ظلم و جور کرنے سے منع فرمایا۔ یہ نہایت فارغ البال قوم تھی ان کے یہاں اموال واولاد کی کثرت تھی اور ملک نہایت سرسبز و شاداب تھا جس کی بناء پر یہ لوگ مطمئن اور آسودہ حال تھے۔لیکن یہ شان دار اور زبردست قوم گم کردہ ہدایت ہو کر اور شیطانی اغوا کی بناء پر شرک اور بت پرستی کے گناہ کبیرہ کی مرتکب تھی۔ روزی دینے' مینہ برسانے' اولاد دینے' تندرستی عطا کرنے اور مختلف مطالب اور حاجات کے لئے الگ الگ بت بنا رکھے تھے۔جن کی عام طور پر پرستش ہوتی تھی۔ حضرت ہود علیہ السلام نے ان کو بت پرستی سے روکا اور شرک کا بطلان کیا۔آپ نے قوم سے فرمایا کہ بھلا پتھر کے بت اور مٹی کی مورتیں صاحب اختیار و مالک و حاکم ہو سکتی ہیں؟ یہ تم کس گمراہی میں پڑے ہو۔شرک کی کوئی عقلی و نقلی دلیل موجود نہیں ۔ یہ محض افترا۔کذب اور بہتان ہے۔یہ سارے معبود جن کی تم بندگی اور پرستش کر رہے ہو حقیقت میں کسی قسم کی بھی خدائی صفات اور طاقتیں نہیں رکھتے۔بندگی اور پرستش کا کوئی استحقاق ان کو حاصل نہیں ہے۔تم نے خواہ مخواہ ان کو معبود بنا رکھا ہے اور بلاوجہ ان سے آس لگائے ہوئے ہو۔

حضرت ہود علیہ السلام کی دعوت اور حکمت عملی

حضرت ہود علیہ السلام اپنی تبلیغ و دعوت اور پیغام حق کے ساتھ بار بار یہ بھی دہراتے کہ میں تم سے کسی اجر و معاوضہ کا خواہاں نہیں۔تمہارے مال کی مجھے ضرورت نہیں۔ میرا پیدا کرنے والا ہی میری تمام دنیوی ضروریات اور اخروی اجر و ثواب کا کفیل ہے۔ یہ بات ہر ایک پیغمبر نے اپنی قوم سے کہی تا کہ نصیحت بے لوث اور موثر ہو۔لوگ ان کی محنت کو دنیوی طمع پر محمول نہ کریں۔حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا کہ تم اتنی موٹی بات بھی نہیں سمجھتے کہ ایک شخص بے طمع' بے غرض' محض دردمندی اور خیر خواہی سے تمہاری فلاح دارین کی بات کہتا ہے اور تم اسے دشمن اور بدخواہ سمجھ کر دست و گریبان ہوتے ہو۔

توبہ اور رجوع الی اللہ کی برکات

قوم عاد چونکہ کھیتی اور باغ لگانے سے بڑی دلچسپی رکھتی تھی۔ اس لئے ایمان لانے کے ظاہری فوائد و برکات بھی بیان کئے جو ان کے حق میں خصوصی طور پر موجب ترغیب ہوں۔لکھا ہے کہ قوم عاد تین سال سے خشک سالی اور بارش نہ ہونے کی مصیبت میں گرفتار تھے۔ ہود علیہ السلام نے تلقین کی کہ اگر خدا پر ایمان لا کر خدا کی طرف رجوع ہو گئے تو یہ مصیبت بھی دور ہو جائے گی اور معبود و مالک حقیقی تمہاری مالی اور بدنی قوت بڑھائے گا۔اولاد میں برکت دے گا خوشحالی میں ترقی ہو گی اور مادی قوت کے ساتھ روحانی و ایمانی قوت بھی عطا فرمائے گا۔ بشرطیکہ خدا تعالیٰ کی طرف رجوع ہو کر اس کی اطاعت سے مجرموں کی طرح روگردانی نہ کرو۔تم اپنے کفر و شرک سے توبہ کرو یعنی اس کا پختہ ارادہ کہ اب اس کفر و شرک کی زندگی کو ترک کر دیں گے اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرو۔تو اس

توبہ واستغفار کے نتیجہ میں آخرت کی نجات اور فلاح ابدی تو ملے ہی گی لیکن دنیا میں بھی اس کے بڑے فوائد نصیب ہوں گے۔ تمہاری قحط سالی دور ہو جائے گی۔ وقت پر خوب بارش ہوگی جس سے رزق کی پیداوار میں وسعت و ترقی ہوگی۔ مال واولاد میں برکت ہوگی۔ خوش عیشی کی زندگی دنیا میں گزارو گے۔

یہی بات اس سورۃ کے پہلے رکوع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہلوائی گئی تھی کہ اپنے رب سے معافی مانگو اور اس کی طرف پلٹ آؤ تو وہ تم کو دنیا میں حیات طیبہ کی خوشحالی دے گا۔ دونوں جگہ استغفار اور توبہ کی دنیاوی برکات کو ظاہر کیا گیا ہے۔ حدیث شریف میں بھی استغفار کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص استغفار کو لازم پکڑ لے اللہ تعالیٰ اسے ہر مشکل سے نجات دیتا ہے ہر تنگی سے کشادگی عطا فرماتا ہے اور روزی ایسی جگہ سے پہنچاتا ہے جو اس کے خواب وخیال میں بھی نہ ہو۔

دعا کیجئے

یا اللہ! تا زندگی حقیقی توحید اور اسلام و ایمان پر ہم کو قائم رکھنا اور اسی پر موت نصیب فرمانا۔ یا اللہ! اس ملک اور قوم نے جو قرآن وسنت سے اعراض کر کے جرم عظیم کیا ہے اس کو اپنی رحمت سے معاف فرمادے اور ہم کو اپنی طرف رجوع ہونے کی توفیق عطا فرما دے آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَالُوْا يٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَّمَا نَحْنُ بِتَارِكِيْٓ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۳﴾

ان لوگوں نے جواب دیا کہ اے ہود آپ نے ہمارے سامنے کوئی دلیل تو پیش نہیں کی اور ہم آپ کے کہنے سے تو اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے نہیں اور ہم کس طرح آپکا یقین کرنیوالے نہیں

اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ ۭ قَالَ اِنِّىْٓ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَاشْهَدُوْٓا اَنِّىْ بَرِيْٓءٌ

ہمارا قول تو یہ ہے کہ ہمارے معبودوں میں سے کسی نے آپ کو کسی خرابی میں مبتلا کر دیا ہے ہود نے فرمایا کہ میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ میں اُن چیزوں سے

مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۵۴﴾ مِنْ دُوْنِهٖ فَكِيْدُوْنِيْ جَمِيْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۵۵﴾ اِنِّىْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ

بیزار ہوں جن کو تم خدا کے سوا شریک قرار دیتے ہو۔ سو تم سب مل کر میرے ساتھ داؤ گھات کرلو۔ پھر مجھ کو ذرا مہلت نہ دو۔ میں نے اللہ پر توکل کرلیا ہے۔ جو میرا بھی

رَبِّيْ وَرَبِّكُمْ ۭ مَا مِنْ دَاۗبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا ۭ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۶﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا

مالک ہے اور تمہارا بھی مالک ہے جتنے روئے زمین پر چلنے والے ہیں۔ سب کی چوٹی اس نے پکڑ رکھی ہے۔ یقیناً میرا رب صراط مستقیم پر ہے۔ پھر اگر تم پھرے رہو

فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ بِهٖٓ اِلَيْكُمْ ۭ وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّيْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۚ وَلَا تَضُرُّوْنَهٗ شَـيْـــًٔـا ۭ

گے تو میں تو جو پیغام دیکر مجھ کو بھیجا گیا تھا وہ تم کو پہنچا چکا ہوں اور تمہاری جگہ میرا رب دوسرے لوگوں کو زمین میں آباد کر دیگا اور اس کا تم کچھ نقصان نہیں کر رہے

اِنَّ رَبِّيْ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ﴿۵۷﴾

بالیقین میرا رب ہر شئے کی نگہداشت کرتا ہے

قَالُوْا وہ بولے	يٰهُوْدُ اے ہود	مَا جِئْتَنَا تو نہیں آیا ہمارے پاس	بِبَيِّنَةٍ کوئی دلیل لیکر	وَمَا اور نہیں	نَحْنُ ہم	بِتَارِكِيْٓ چھوڑنے والے		
اٰلِهَتِنَا اپنے معبود	عَنْ قَوْلِكَ تیرے کہنے سے	وَمَا اور نہیں	نَحْنُ ہم	لَكَ میرے لئے	بِمُؤْمِنِيْنَ ایمان لانے والے	اِنْ نہیں		
نَقُوْلُ ہم کہتے	اِلَّا مگر	اعْتَرٰىكَ تجھے آسیب پہنچایا ہے	بَعْضُ کسی	اٰلِهَتِنَا ہمارا معبود	بِسُوْٓءٍ بری طرح	قَالَ اس نے کہا	اِنِّىْٓ بیشک میں	
اُشْهِدُ گواہ کرتا ہوں	اللّٰهَ اللہ	وَاشْهَدُوْٓا اور تم گواہ رہو	اَنِّىْ بیشک میں	بَرِيْٓءٌ بیزار ہوں	مِّمَّا ان سے	تُشْرِكُوْنَ تم شریک کرتے ہو		
مِنْ دُوْنِهٖ اس کے سوا	فَكِيْدُوْنِيْ سو مکر کرو میرے بارہ میں	جَمِيْعًا سب	ثُمَّ پھر	لَا تُنْظِرُوْنِ مجھے مہلت نہ دو	اِنِّىْ بیشک میں			
تَوَكَّلْتُ میں نے بھروسہ کیا	عَلَى اللّٰهِ اللہ پر	رَبِّيْ میرا رب	وَرَبِّكُمْ اور تمہارا رب	مَا نہیں	مِنْ کوئی	دَاۗبَّةٍ چلنے والا	اِلَّا مگر	هُوَ وہ
اٰخِذٌ پکڑنے والا	بِنَاصِيَتِهَا اس کو چوٹی سے	اِنَّ بیشک	رَبِّيْ میرا رب	عَلٰي پر	صِرَاطٍ راستہ	مُّسْتَقِيْمٍ سیدھا	فَاِنْ پھر اگر	
تَوَلَّوْا تم روگردانی کروگے	فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ میں نے تمہیں پہنچا دیا	مَآ اُرْسِلْتُ جو مجھے بھیجا گیا	بِهٖٓ اس کے ساتھ	اِلَيْكُمْ تمہاری طرف				
وَيَسْتَخْلِفُ اور قائم مقام کردیگا	رَبِّيْ میرا رب	قَوْمًا کوئی اور قوم	غَيْرَكُمْ تمہارے سوا	وَلَا تَضُرُّوْنَهٗ اور تم نہ بگاڑ سکوگے اس کا	شَـيْـــًٔـا کچھ			
اِنَّ بیشک	رَبِّيْ میرا رب	عَلٰي پر	كُلِّ شَيْءٍ ہر شے	حَفِيْظٌ نگہبان				

قوم ہود کا جواب اور باطل معبودوں کا زعم

گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ قوم عاد کی طرف حضرت ہود علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر مبعوث فرمایا۔ ان کو حضرت ہودؑ کی نصائح شاق گزرتی تھیں اور وہ یہ نہیں برداشت کر سکتے تھے کہ ان کے خیالات اُن کے عقائد اعمال غرض ان کے کسی ارادہ میں بھی کوئی شخص حائل ہو اور ان کے لئے ناصح و مشفق بنے۔ اس لئے انہوں نے یہ روش اختیار کی کہ حضرت ہود علیہ السلام کا مذاق اڑایا۔ ان کو نعوذ باللہ بیوقوف گردانا اور ان کی حقانیت و صداقت کے تمام یقینی دلائل و براہین کو جھٹلانا شروع کیا اور حضرت ہود علیہ السلام سے کہنے لگے کہ ہم اس ڈھونگ میں آنے والے نہیں کہ تم کو خدا کا رسول مان لیں او راپنے معبودوں کی عبادت چھوڑ کر یہ یقین کر لیں کہ وہ خدائے اکبر کے سامنے ہمارے سفارشی نہ ہوں گے۔ ہم محض تمہارے کہنے سے اپنے معبودوں کو نہیں چھوڑ سکتے اور نہ کبھی تمہاری پیغمبری پر ایمان لا سکتے ہیں اور تم جو یہ بہکی باتیں کرتے ہو اور ساری قوم کو بیوقوف بتلا کر اپنا دشمن بنا رہے ہو تو ہمارا خیال یہ ہے کہ ہمارے دیوتاؤں میں سے کسی نے آسیب پہنچا کر تمہیں مجنون اور پاگل کر دیا ہے۔ جب سے تم نے ہمارے معبودوں کو برا کہنا اور ہم کو ان کی عبادت سے باز رہنے کے لئے تلقین کرنا شروع کیا تمہارا حال خراب ہو گیا ہے۔ اور ہمارے معبودوں نے اس گستاخی کی سزا دی کہ اب تم بالکل دیوانوں کی سی باتیں کرنے لگے ہو۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

حضرت ہود علیہ السلام کی جوابی تقریر

حضرت ہود علیہ السلام نے یہ سب کچھ نہایت ضبط و صبر سے سنا اور پھر ان سے یوں مخاطب ہوئے کہ میں خدا کو اور تم سب کو گواہ بنا کر سب سے پہلے یہ اعلان کرتا ہوں کہ میں اس اعتقاد سے قطعاً بری ہوں کہ ان بتوں میں یہ قدرت ہے کہ مجھ کو یا کسی کو کسی قسم کی بھی کوئی برائی پہنچا سکتے ہیں۔ یہ بیچاری پتھر کی مورتیں تو مجھے کیا گزند پہنچا سکتیں۔ تم جو بڑے شہ زور اور طاقت ور نظر آتے ہو اپنے دیوتاؤں کی فوج میں بھرتی ہو کر مجھ پر پوری قوت سے بیک وقت ناگہاں حملہ کر کے بھی میرا بال بیکا نہیں کر سکتے میں تم کو اور تمہارے معبودان باطل کو چیلنج کرتا ہوں کہ تم سب جمع ہو کر مجھے کوئی ضرر پہنچا سکتے ہو تو پہنچاؤ۔ نہ ذرا کوتاہی کرو اور نہ مجھے ایک منٹ کی مہلت دو۔ اور خوب سمجھ لو کہ میرا بھروسہ خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ پر ہے جو میرا رب ہے اور وہی تمہارا بھی مالک و حاکم ہے۔ گو بدفہمی سے تم نہیں سمجھتے۔ نہ صرف میں اور تم بلکہ ہر چھوٹی بڑی چیز جو زمین پر چلتی ہے خالص اس کے قبضہ اور تصرف میں ہے۔ گویا ان کے سر کے بال اس کے ہاتھ میں ہیں۔ جدھر چاہے پکڑ کر کھینچے اور پھیر دے کسی کی مجال نہیں کہ اس کے قبضۂ اختیار سے نکل کر بھاگ جائے۔ نہ ظالم اس کی گرفت سے چھوٹ سکتے ہیں۔ نہ سچے اس کی پناہ میں رہ کر رسوا ہو سکتے ہیں۔ بلاشبہ میرا پروردگار عدل و انصاف کی سیدھی راہ پر ہے اور اپنے بندوں کو نیکی اور خیر کی جو سیدھی راہ اس نے بتلائی بیشک اسی پر چلنے سے وہ ملتا ہے اور اس پر چلنے والوں کی حفاظت کرنے کے لئے خود ہر وقت وہاں موجود ہے۔ ایسی صاف اور کھری باتیں سن کر بھی نہ مانو گے تو اب میرا کچھ نقصان نہیں۔ میں فرض تبلیغ پوری طرح ادا کر چکا۔ تم اپنی فکر کر لو۔ ضرور ہے کہ اس قسم کی ہٹ دھرمی اور تعصب اور عناد پر آسمان سے عذاب آئے جو تم کو ہلاک کر ڈالے۔ خدا کی زمین تمہاری تباہی سے ویران نہ ہو گی وہ دوسرے لوگوں کو تمہارے اموال وغیرہ کا وارث بنا دے گا۔ تمہارا قصہ ختم کر دینے سے یاد رکھو خدا یا اس کے پیغمبروں کا کچھ نہیں بگڑتا۔ نہ اس کا ملک خراب ہوتا ہے۔ جب وہ ہر چیز کا محافظ اور نگران ہے تو ہر قابل حفاظت چیز کی حفاظت کے سامان اپنی قدرت کاملہ سے کر دے گا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّیْنَا هُوْدًا وَّالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۚ وَنَجَّیْنٰهُمْ مِّنْ عَذَابٍ

اور جب ہمارا حکم پہنچا تو ہم نے ہود کو اور جو اُن کے ہمراہ اہل ایمان تھے اُن کو اپنی عنایت سے بچا لیا۔

غَلِیْظٍ ﴿۵۸﴾ وَتِلْكَ عَادٌ ۟ جَحَدُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ وَعَصَوْا رُسُلَهٗ وَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ ﴿۵۹﴾

اور یہ قوم عاد تھی جنہوں نے اپنے رب کی آیات کا انکار کیا اور اس کے رسولوں کا کہنا نہ مانا اور تمام تر ایسے لوگوں کے کہنے پر چلتے رہے جو ظالم ضدی تھے۔

وَاُتْبِعُوْا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا لَعْنَةً وَّیَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اَلَآ اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا

اور اس دنیا میں بھی لعنت اُن کے ساتھ ساتھ رہی اور قیامت کے دن بھی۔ خوب سن لو قوم عاد نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا خوب سن لو رحمت سے

لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ ﴿۶۰﴾

دوری ہوئی عاد کو جو کہ ہود کی قوم تھی۔

وَ اور	لَمَّا جب	جَآءَ آیا	اَمْرُنَا ہمارا حکم	نَجَّیْنَا ہم نے بچالیا	هُوْدًا ہود	وَالَّذِیْنَ اور وہ لوگ	اٰمَنُوْا ایمان لائے	مَعَهٗ اس کے ساتھ
بِرَحْمَةٍ رحمت سے	مِنَّا اپنی	وَنَجَّیْنٰهُمْ اور ہم نے بچالیا انہیں	مِنْ سے	عَذَابٍ عذاب	غَلِیْظٍ سخت	وَتِلْكَ اور یہ	عَادٌ عاد	
جَحَدُوْا انہوں نے انکار کیا	بِاٰیٰتِ آیتوں کا	رَبِّهِمْ اپنا رب	وَعَصَوْا اور انہوں نے نافرمانی کی	رُسُلَهٗ اپنے رسول	وَاتَّبَعُوْٓا اور پیروی کی	اَمْرَ حکم		
كُلِّ جَبَّارٍ ہر سرکش	عَنِیْدٍ ضدی	وَاُتْبِعُوْا اور انکے پیچھے لگادی گئی	فِیْ میں	هٰذِهِ الدُّنْیَا اس دنیا	لَعْنَةً لعنت	وَیَوْمَ اور روز	الْقِیٰمَةِ قیامت	
اَلَآ یاد رکھو	اِنَّ بیشک	عَادًا عاد	كَفَرُوْا وہ منکر ہوئے	رَبَّهُمْ اپنا رب	اَلَا یاد رکھو	بُعْدًا پھٹکار	لِعَادٍ عاد کیلئے	قَوْمِ هُوْدٍ ہود کی قوم

قوم عاد کی سرکشی کی انتہا

گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم عاد کو خدا کی وحدانیت پر ایمان لانے کی ہر طرح ترغیب اور تلقین اور تبلیغ فرمائی مگر قوم عاد کی انتہائی شرارت اور بغاوت کہ وہ اپنے پیغمبر کی تعلیم سے بغض و عناد ہی برتتے رہے۔ آخر حضرت ہود علیہ السلام نے ان کی مسلسل بغاوت و سرکشی پر اعلان فرمایا کہ اگر عاد کا رویہ یہی رہا اور حق سے اعراض اور روگردانی کی اسی روش پر چلتے رہے اور میری پند و نصیحت کو گوش دل سے نہ سنا تو پھر ان کے لئے ہلاکت یقینی ہے۔

سورۂ اعراف آٹھویں پارہ میں بھی قوم عاد کا ذکر ہو چکا ہے۔

جب حضرت ہود علیہ السلام نے عذاب الٰہی کی گرفت سے قوم کو ڈرایا تو وہ ایسے بے باک اور گستاخ تھے کہ حضرت ہود علیہ السلام سے کہنے لگے کہ جس عذاب کی ہم کو دھمکی دیتے ہو اگر سچے ہو تو وہ عذاب لے آؤ۔ حضرت ہود علیہ السلام نے جواب دیا کہ اگر میری مخلصانہ و صادقانہ نصائح کا یہی جواب ہے تو بسم اللہ اور تم کو اگر عذاب کا اتنا ہی شوق ہے تو پھر وہ بھی کچھ دور نہیں ہے۔

عذاب و ہلاکت

الحاصل قوم عاد کی پاداش عمل اور قانون جزا کا وقت آ پہنچا اور ایک ہولناک عذاب نے ان کو آ گھیرا۔ جیسا کہ سورۂ اعراف میں بیان ہوا۔ سات راتیں اور آٹھ دن مسلسل آندھی کا طوفان آیا اور ان کو اور ان کی آبادی کو تہ و بالا کر کے رکھ دیا۔ مکان گر گئے۔ چھتیں اڑ گئیں۔ درخت جڑ سے اکھڑ کر کہیں سے کہیں جا پڑے۔ ہوا تند و تیز ہونے کے ساتھ ایسی زہریلی تھی کہ آدمیوں کی ناک میں داخل ہو کر نیچے سے نکل جاتی اور جسم کو پارہ پارہ کر ڈالتی تھی۔ وہ تنومند قوی ہیکل انسان جو اپنی جسمانی قوتوں کے

گھمنڈ میں سرمست سرکش تھے بے حس وحرکت پڑے نظر آتے تھے۔ ہزاروں لاکھوں لاشوں کے ڈھیر گلی کوچوں میں لگ گئے۔ مکانوں کے اندر دب گئے ہوا سے اڑ کر پہاڑوں اور درختوں سے ٹکرا کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ غرض ان کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا گیا تا کہ آنے والی نسلوں کے لئے عبرت بنیں اور دنیا اور آخرت کی لعنت اور عذاب ان پر مسلط کر دیا گیا۔

پیروان حق کی حفاظت

ایک طرف تو سرکشوں اور نافرمانوں کا یہ عالم ہوا۔ دوسری طرف حضرت ہود علیہ السلام اور ان کے پیروان اسلام خدا کی رحمت سے اس ہولناک عذاب سے دنیا میں بھی بالکل محفوظ رہے اور عذاب آنے سے پہلے ان کو اس جگہ سے نکل جانے کا حکم دے دیا گیا۔ اور ایمان اور عمل صالح کی بدولت آخرت کے بھاری عذاب سے بھی نجات میں رہے۔

سامان عبرت

یہ ہے قوم عاد کی وہ داستان عبرت جو اپنے اندر بے شمار پند و نصائح رکھتی ہے۔ خدائے قدوس واحد کے احکام کی تعمیل اور تقویٰ وطہارت کی زندگی کی جانب دعوت دیتی ہے۔ شرارت' سرکشی اور خدا کے احکام سے بغاوت کے انعام بد سے آگاہ کرتی ہے۔ اور وقتی خوش عیشی پر گھمنڈ کر کے نتیجہ کی بدبختی پر مذاق اڑانے سے ڈراتی اور باز رکھتی ہے۔ یہ وہ قوم عاد تھی جن کے بڑوں نے بہت طمطراق سے اپنے پروردگار کی باتوں کا مقابلہ کیا۔ اور اپنے پیغمبر کی نافرمانی کی اور چھوٹوں نے بڑے شیطانوں کی پیروی کی۔ آخر سب تباہ و برباد ہوئے۔ قرآن کریم نے ان واقعات کا ذکر اسی غرض سے فرمایا ہے کہ ان واقعات سے موعظت وعبرت اور گرانمایہ پند و نصائح کا سامان فراہم کیا جائے کہ دنیا اور آخرت کی سعادت وفلاح کا بہترین طریقہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ہے۔

قوم عاد و تکذیب رسل

یہاں آیت میں قوم عاد کے متعلق وَعَصَوْا رُسُلَهٗ فرمایا یعنی قوم عاد نے اللہ کے پیغمبروں کی نافرمانی کی حالانکہ قوم عاد میں صرف ہود علیہ السلام کا تشریف لانا ثابت ہے۔ پھر ان کی تباہی کو رسولوں کی نافرمانی کا نتیجہ کیوں قرار دیا اور وَعَصَوْا رُسُلَهٗ کیوں فرمایا۔ یہ ایک شبہ ہو سکتا ہے کہ اس کا جواب مفسرین نے دو طرح دیا ہے۔ اول یہ کہ پیغمبر وقت پر ایمان لانا اس شرط پر موقوف ہے کہ اس سے پہلے کے تمام پیغمبروں کو مانا جائے۔ قوم عاد نے نہ فقط ہود علیہ السلام کی تکذیب کی تھی بلکہ آپ سے پہلے کے کسی پیغمبر کو نہیں مانتی تھی۔ نہ حضرت نوح علیہ السلام کو نہ حضرت ادریس علیہ السلام کو نہ حضرت شیث علیہ السلام کو۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ تمام پیغمبر فرض رسالت اور اصول پیغمبری اور مسئلہ توحید میں سب یکساں ہیں اس لئے اگر ایک پیغمبر کا بھی انکار کر دیا جائے تو باوجود دوسرے پیغمبروں کے تصدیق کے ایسے شخص کو عموماً پیغمبروں کا منکر قرار دیا جائے گا۔ قوم عاد علیہ السلام نے حضرت ہود علیہ السلام کا انکار کیا تو گویا کل پیغمبروں کا انکار کیا۔ کیونکہ دوسرے پیغمبروں نے ہود علیہ السلام کی رسالت کی تصدیق کی اور جب پیغمبروں کی رسالت کی تصدیق کو نہ مانا تو گویا ان کی بھی تکذیب کی۔

اعمال پر گھمنڈ نہیں ہونا چاہئے

یہاں آیت میں حضرت ہود علیہ السلام کو اور آپ کے ہمراہی اہل ایمان کو جن کی تعداد بعض مفسرین نے چار ہزار تک لکھی ہے نجات دینے اور عذاب سے بچا لینے میں لفظ برحمۃ فرمایا یعنی محض اپنے کرم ورحم سے بچا لیا۔ لفظ برحمۃ میں اس طرف اشارہ ہے کہ کسی کو اپنے اعمال وافعال پر خواہ کیسے ہی نیک ہوں گھمنڈ نہ کرنا چاہئے۔ یہ حق تعالیٰ کی رحمت اور کرم ہی ہے کہ جو دنیوی عذاب سے بچائے ہوئے ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ هُوَ اَنْشَاَكُمْ

اور ہم نے ثمود کے پاس اُن کے بھائی صالح کو پیغمبر بنا کر بھیجا۔ انہوں نے فرمایا اے میری قوم تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ اس نے تم کو

مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَيْهِ ؕ اِنَّ رَبِّيْ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ ﴿۶۱﴾

زمین سے پیدا کیا اور اس نے تم کو اس میں آباد کیا تو تم اپنے گناہ اس سے معاف کراؤ پھر اس کی طرف متوجہ رہو۔ بیشک میرا رب قریب ہے۔ قبول کرنے والا ہے۔

وَ اور	اِلٰی ثَمُوْدَ ثمود کی طرف	اَخَاهُمْ ان کا بھائی	صٰلِحًا صالح	قَالَ اس نے کہا	يٰقَوْمِ اے میری قوم	اعْبُدُوا اللّٰهَ اللہ کی عبادت کرو
مَا نہیں	لَكُمْ تمہارے لئے	مِّنْ اِلٰهٍ کوئی معبود	غَيْرُهٗ اس کے سوا	هُوَ وہ	اَنْشَاَكُمْ پیدا کیا تمہیں	مِّنَ الْاَرْضِ زمین سے
وَاسْتَعْمَرَكُمْ اور بسایا تمہیں اس نے	فِيْهَا اس میں	فَاسْتَغْفِرُوْهُ سو اس سے بخشش مانگو	ثُمَّ پھر	تُوْبُوْا اِلَيْهِ رجوع کرو اسکی طرف	اِنَّ بیشک	
رَبِّيْ میرا رب	قَرِيْبٌ نزدیک	مُّجِيْبٌ قبول کرنے والے				

حضرت صالح علیہ السلام اور قوم ثمود کا تعارف

حضرت صالح علیہ السلام اسی قوم ثمود میں پیدا ہوئے۔ مورخین نے حضرت صالح علیہ السلام کا زمانہ تقریباً ۲۴۰۰ قبل مسیح لکھا ہے یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تقریباً ڈھائی ہزار سال پہلے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک سے تقریباً تین ہزار سال قبل اور طوفان نوح سے تقریباً ۸۳۲ سال بعد سلسلۂ نسب حضرت صالح علیہ السلام کا چھٹی پشت میں حضرت نوح علیہ السلام سے مل جاتا ہے اور ۲۸۰ سال آپ کی عمر ہوئی اور حضرت ہود علیہ السلام کے درمیان ۱۰۰ سال کا فاصلہ ہے۔ ثمود کہاں آباد تھے اور کس خطہ میں پھیلے ہوئے تھے اس کے متعلق یہ طے شدہ امر ہے کہ ان کی آبادیاں شمالی اور مغربی عرب حجر میں تھیں۔ گویا اس وقت حجاز اور شام کے درمیان وادی قریٰ تک جو میدان نظر آتا ہے یہ سب اس کا مقام سکونت تھا۔ ثمود کی بستیوں کے کھنڈرات اور آثار آج تک موجود ہیں۔ یہ قوم ثمود بھی عاد کی طرح نہایت قوی الجثہ طاقتور اور طویل العمر لوگ تھے۔ فن تعمیر اور فن سنگ تراشی میں ان لوگوں کو خاص ملکہ حاصل تھا۔ فن سنگ تراشی میں اس قوم نے بڑی ترقی اور عظمت حاصل کی تھی۔ قرآن مجید نے ثمود کے حال میں ان کی سنگ تراشی اور فن تعمیر کا جگہ جگہ تذکرہ کیا ہے۔ حجاز اور شام کے مابین جہاں یہ قوم کسی زمانہ میں آباد تھی پہاڑوں کو کاٹ کاٹ کر نہایت شاندار پر تکلف اور پائیدار عمارتیں بنائی تھیں جن کے آثار اب تک پائے جاتے ہیں۔ غرض یہ قوم نہایت آسودہ حال تھی۔ مال و دولت کی فراوانی تھی اور ان کی زندگی بڑی عیش و عشرت میں گزرتی تھی۔ یہ قوم بھی خدائے واحد کے علاوہ بہت سے معبودان باطل کی پرستار اور شرک میں مبتلا تھی اس لئے ان کی اصلاح کے لئے ان کی قوم میں سے حضرت صالح علیہ السلام کو پیغمبر اور رسول بنا کر بھیجا گیا تاکہ وہ ان کو راہ راست پر لائیں ان کو خدا کی نعمتیں یاد دلائیں جن سے صبح و شام محظوظ ہوتے رہتے ہیں اور ان پر واضح کریں کہ کائنات کی ہر شے خداوند قدوس کی توحید اور یکتائی پر شاہد ہے اور پرستش عبادت کے لائق ذات احد کے علاوہ دوسرا اور کوئی نہیں ہے۔

حضرت صالح علیہ السلام کی تبلیغ و تفہیم

اس آیت زیر تفسیر میں بتایا جاتا ہے کہ قوم ثمود کے قومی وطنی

بھائی صالح علیہ السلام کو ان کے پاس پیغمبر بنا کر بھیجا گیا۔ ہر پیغمبر کی طرح حضرت صالح علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کو حقیقی توحید کی طرف دعوت دی اور کہا کہ صرف خدائے واحد یکتا کی عبادت کرو۔ اس کے سوا کوئی تمہارا دوسرا معبود نہیں ہے۔ مشرکین اتنا تو تسلیم کرتے تھے کہ ان کا خالق اللہ ہی ہے اسی مسلمہ حقیقت کو سامنے رکھ کر حضرت صالح علیہ السلام نے بطور دلیل کے ان کو سمجھایا کہ جب وہ اللہ ہی ہے جس نے زمین کے بے جان مادہ سے تم کو یہ انسانی وجود بخشا یعنی اول حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا اور پھر وہ بھی اللہ ہی ہے جس نے زمین میں تم کو آباد کیا یعنی پیدا کر کے باقی رکھا۔ بقا کا سامان کیا۔ زمین کے آباد کرنے کی ترکیبیں بتلائیں اور تدبیریں الہام فرمائیں تو پھر اللہ کے سوا خدائی اور کس کی ہو سکتی ہے۔ اور کسی دوسرے کو یہ حق کیسے حاصل ہوتا ہے کہ تم اس کی بندگی اور پرستش کرو۔ جب اللہ ہی ایسا منعم اور محسن ہے تو چاہیے آدمی اسی کی طرف ایمان و طاعت کے ساتھ رجوع کرے اور کفر و شرک وغیرہ جو گناہ کر چکا ہے ان کی معافی چاہے۔ اللہ تعالیٰ بندہ سے بالکل نزدیک ہے ہر بات خود سنتا ہے اور جو توبہ و استغفار صدق دل سے کیا جائے اسے سن کر قبول فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی شان بندہ نوازی

حضرت صالح علیہ السلام کا یہ جملہ اِنَّ رَبِّیْ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ یقیناً میرا رب قریب ہے اور وہ دعاؤں کا قبول کرنے والا ہے۔ کفار و مشرکین کی ایک بہت بڑی غلطی اور باطل عقیدہ کو رد کرتا ہے۔ مشرکین اللہ تعالیٰ کی ذات عالی کو اپنے دنیوی بادشاہوں کی حالت پر قیاس کرتے تھے۔ اور یہ سمجھتے تھے کہ جس طرح ایک معمولی شخص کی رسائی بادشاہ کے دربار میں نہیں ہوتی اور اگر اس کو بادشاہ کے حضور میں کوئی درخواست پیش کرنا ہو تو شاہی مقربین میں سے کسی کا وسیلہ پکڑنا پڑتا ہے اس کے ذریعہ سے بادشاہ کے حضور تک اپنی درخواست پہنچانا پڑتا ہے۔ پھر اگر اس کو اپنی درخواست کا کوئی جواب بھی بادشاہ کے دربار سے ملنا نصیب ہوتا ہے تو وہ بھی کسی مقرب بارگاہ ہی کے ذریعہ اور واسطہ سے ملتا ہے۔ اس غلط قیاس کی بناء پر مشرکین نے خیال کر رکھا تھا کہ خالق اکبر کے در تک رسائی عام انسان کی ناممکن ہے۔ اس تک پہنچنے کے لئے کسی وسیلہ سفارشی اور مقرب بارگاہ کی ضرورت ہے۔ اس بناء پر انہوں نے بہت سے چھوٹے بڑے معبودوں کی پرستش اور بندگی کو اختیار کیا تھا۔ کہ ان کو خوش کر کے ان کے ذریعہ اور سفارش سے ہمارے کام خالق اکبر کی بارگاہ عالی سے بن سکتے ہیں۔ حضرت صالح علیہ السلام نے اس چھوٹے سے جملہ اِنَّ رَبِّیْ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ میں اس جاہلی خیال کی پوری تردید فرما دی۔ اور اللہ تعالیٰ کی دو صفات قریب اور مجیب بتلا کر یہ واضح کر دیا کہ تمہارا خالق معبود حقیقی باوجود اپنی علوشان کے بندے سے بہت قریب ہے۔ اور وہ پھر براہ راست ہر بندے کی دعا و فریاد کو سنتا ہے تو جب خداوند خالق کائنات کا دربار ہر خاص و عام کے لئے ہمہ وقت کھلا ہوا ہے اور وہ ہر کس و ناکس کے قریب ہی موجود ہے تو پھر تم اپنے خود ساختہ بتوں کو من گھڑت طریقہ پر اپنا شفیع اور سفارشی کیوں مانتے ہو اور کیوں ان کی تصویریں اور مجسمے پوجتے ہو کہ یہ خوش ہو کر خالق اکبر کی بارگاہ میں ہماری سفارش کریں گے۔ اور ہمارے کام کرا دیں گے۔ اس طرح حضرت صالح علیہ السلام نے بت پرستی اور باطل پرستی کی جڑ کاٹ دی اور توحید حقیقی کی طرف آنے کی دعوت دی۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قَالُوْا يٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ فِيْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَآ اَتَنْهٰىنَآ اَنْ نَّعْبُدَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا وَاِنَّنَا لَفِيْ

وہ لوگ کہنے لگے کہ اے صالح تم تو اس کے قبل ہم میں ہونہار تھے کیا تم ہم کو ان کی عبادت سے منع کرتے ہو۔ جس کی عبادت ہمارے بڑے کرتے آئے ہیں اور جس دین کی

شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ﴿۶۲﴾ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَاٰتٰىنِيْ

طرف تم ہم کو بلا رہے ہو واقعی ہم تو اسکی جانب سے بڑے شبہ میں ہیں جس نے ہم کو تردد میں ڈال رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا اے میری قوم بھلا یہ تو بتاؤ کہ اگر میں اپنے رب کی

مِنْهُ رَحْمَةً فَمَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ عَصَيْتُهٗ فَمَا تَزِيْدُوْنَنِيْ غَيْرَ تَخْسِيْرٍ ﴿۶۳﴾

جانب سے دلیل پر ہوں اور اس نے مجھ کو اپنی طرف سے رحمت عطا فرمائی ہو سو اگر میں خدا کا کہنا نہ مانوں تو پھر مجھ کو خدا سے کون بچائے گا تو تم تو سراسر میرا نقصان ہی کر رہے ہو

قَالُوْا وہ بولے	يٰصٰلِحُ اے صالح	قَدْ كُنْتَ تو تھا	فِيْنَا ہم میں	مَرْجُوًّا مرکز امید	قَبْلَ هٰذَآ اس سے قبل	اَتَنْهٰىنَآ کیا تو ہمیں منع کرتا ہے
اَنْ نَّعْبُدَ کہ ہم پرستش کریں	مَا يَعْبُدُ اسے جس کی پرستش کرتے تھے	اٰبَآؤُنَا ہمارے باپ دادا	وَاِنَّنَا اور بے شک ہم	لَفِيْ شَكٍّ شک میں ہیں		
مِّمَّا اس سے جو	تَدْعُوْنَآ تو ہمیں بلاتا ہے	اِلَيْهِ اس کی طرف	مُرِيْبٍ قوی شبہ میں	قَالَ اس نے کہا	يٰقَوْمِ اے میری قوم	اَرَءَيْتُمْ کیا دیکھتے ہو تم
اِنْ كُنْتُ اگر میں ہوں	عَلٰى بَيِّنَةٍ روشن دلیل پر	مِّنْ رَّبِّيْ اپنے رب سے	وَاٰتٰىنِيْ اور اس نے مجھے دی	مِنْهُ اپنی طرف سے	رَحْمَةً رحمت	
فَمَنْ تو کون	يَّنْصُرُنِيْ میری مدد کریگا	مِنَ اللّٰهِ اللہ سے	اِنْ اگر	عَصَيْتُهٗ میں اسکی نافرمانی کروں	فَمَا تو نہیں	تَزِيْدُوْنَنِيْ تم میرے لیے بڑھاتے
غَيْرَ سوائے	تَخْسِيْرٍ نقصان					

حضرت صالح علیہ السلام کی دعوت پر قوم کا تبصرہ

گذشتہ آیت سے ثمود قوم صالح علیہ السلام کا قصہ شروع فرمایا گیا تھا اور بتلایا گیا تھا کہ قوم ثمود کی اصلاح کے لئے حضرت صالح علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا گیا تھا تا کہ وہ ان کو راہ راست پر لائیں۔ خدائے تعالیٰ کی توحید کی تعلیم دیں اور ان کی باطل پرستی اور شرک میں مبتلا ہونے کی گمراہی کو ظاہر کریں۔ چنانچہ دلائل کے ساتھ حضرت صالح علیہ السلام قوم کو بار بار سمجھاتے اور نصیحت فرماتے مگر قوم پر مطلق اثر نہ ہوا بلکہ اس کا حضرت صالح علیہ السلام سے بغض وعناد ترقی پاتا رہا۔ اور ان کی مخالفت بڑھتی رہی۔ اگرچہ ایک مختصر اور کمزور جماعت نے ایمان قبول کر لیا اور حضرت صالح علیہ السلام کو اللہ کا رسول تسلیم کر کے آپ کی متبع ہوگئی مگر قوم کی اکثریت اور سرمایہ دار اور بڑے بڑے سردار اسی طرح باطل پرستی پر قائم رہے۔

ہر پیغمبر میں دیانت وصداقت، فہم وذکاء عقل وفراست حلم و رشد کے آثار شروع ہی سے نمایاں رہتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت خاتم الانبیاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اعلان نبوت سے پہلے سارا عرب امین کا خطاب دیتا اور آپ کی دیانت وامانت کا نہایت درجہ معتقد تھا۔ نبوت کا دعویٰ اور بت پرستی سے ممانعت کرنے پر یہ سب مخالف ہو گئے۔ اسی طرح نبوت سے پہلے حضرت صالح علیہ السلام کو بھی قوم والے بڑا ہونہار اور ہوشمند سمجھتے تھے۔ منصب رسالت کے بعد جب آپ نے توحید اور آخرت اور مکارم اخلاق کی دعوت دینی شروع کی تو قوم نے سب سے پہلے یہی کہا کہ اے صالح تم تو اس کے قبل قوم میں بڑے ہونہار معلوم ہوتے تھے۔ ہمیں تو تم سے بڑی بڑی امیدیں تھیں کہ اپنی

لیاقت و جاہت سے فخر قوم اور ہمارے لئے مایہ ناز اور ہمارے سرپرست بنو گے مگر افسوس کہ اس وقت جو باتیں کر رہے ہو اس سے تو ساری امیدیں خاک میں ملتی نظر آتی ہیں۔ تم نے ہمارے باپ دادا کے قدیم مذہب کے خلاف علانیہ جہاد شروع کر کے سب توقعات خاک میں ملا دیں۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ ہم ایک خدا کو لے کر سارے پرانے دیوتاؤں کو چھوڑ بیٹھیں۔ تم کیا غضب کر رہے ہو کہ ہمیں اپنے آبائی دین سے روک رہے ہو۔

حق و باطل کے استدلال میں فرق

یہاں جاہلیت اور اسلام اور حق و باطل کے طرز استدلال کا فرق بالکل نمایاں ظاہر ہے۔ حضرت صالح علیہ اسلام نے تو جیسا کہ گذشتہ آیت میں بیان ہوا یہ فرمایا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں ہے اور اس پر دلیل یہ دی تھی کہ اللہ ہی نے تم کو پیدا کیا اور زمین میں آباد کیا۔ اس کے جواب میں ان کی مشرک قوم کہتی ہے کہ ہمارے یہ معبود بھی مستحق عبادت ہیں۔ اور ان کی عبادت ترک نہیں کی جا سکتی۔ کیونکہ باپ دادا کے وقتوں سے ان کی عبادت ہوتی چلی آ رہی ہے۔ یہ تھی مشرکین کی دلیل اور باپ دادا کی اندھی تقلید۔ نیز قوم نے حضرت صالحؑ سے یہ بھی کہا کہ جن چیزوں کی عبادت ہمارے بڑے کرتے آئے ہیں۔ تم ہمیں اس سے منع مت کرو۔ ہمارے نزدیک اپنے باپ دادا کی روش کے خلاف ایسا مسلک اختیار کرنا جس کی تم دعوت دیتے ہو یعنی توحید سخت شبہ کی چیز ہے جسے ہمارا دل کسی طرح نہیں مانتا۔

کسی کے شک و شبہ کی وجہ سے حق کا راستہ نہیں چھوڑا جا سکتا

الغرض قوم ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام یہ مطالبہ کیا کہ تم بت پرستی سے منع مت کرو اور توحید کی دعوت مت دو۔ اس کا جواب حضرت صالح علیہ اسلام نے قوم کو یوں دیا کہ اگر تمہیں توحید کی دعوت میں شک و شبہ ہے تو تمہارے شک و شبہ کی وجہ سے میں ایک صاف اور سیدھا راستہ کیسے چھوڑ سکتا ہوں۔ خدا نے مجھ کو سمجھ دی اور اپنی رحمت عظیمہ سے منصب پیغمبری عطا کیا۔ اب بفرض محال میں اگر اس کی نافرمانی کرنے لگوں اور جن چیزوں کے پہنچانے اور دعوت و تبلیغ کرنے کا حکم ہے نہ پہنچاؤں تو مجھ کو اس کی سزا سے کون بچائے گا۔ بجائے اس کے کہ تم اپنے سچے خیر خواہ اور محسن کی قدر کرتے۔ مجھے فرائض دعوت و تبلیغ سے رک جانے کا مشورہ دیتے ہو۔ اگر خدانخواستہ تمہارا مشورہ قبول کر لوں تو بجز نقصان کے اور کیا ہاتھ آئے گا۔ سبحان اللہ کیسے عجیب پیرایہ میں قوم کے غیر معقول مطالبہ کو رد فرمایا۔

دعا کیجئے

یا اللہ! شریعت مطہرہ کی نافرمانی سے ہم کو کامل طور پر بچالے۔ اور ہم کو ظاہر میں اور باطن میں اپنے رسول پاک کا اتباع نصیب فرمادے۔

یا اللہ! اس وقت امت مسلمہ میں بھی بعض غیر شرعی رسوم محض باپ دادا کی کورانہ تقلید کی بنا پر رائج ہو رہی ہیں۔ یا اللہ! ہم کو دین کی سمجھ اور فہم عطا فرما اور قرآن و سنت کی تعلیمات کا اتباع نصیب فرما۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَيٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ

اور اے میری قوم یہ اُونٹنی ہے اللہ کی جو تمہارے لئے دلیل ہے اس کو چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں کھاتی پھرا کرے اور اس کو برائی کے ساتھ ہاتھ بھی

فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ ﴿۶۴﴾ فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ

مت لگانا کبھی تم کو فوری عذاب آ پکڑے۔ سو انہوں نے اُس کو مار ڈالا تو صالح نے فرمایا کہ تم اپنے گھروں میں تین روز اور بسر کرلو یہ ایسا

وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ ﴿۶۵﴾ فَلَمَّا جَاۗءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا صٰلِحًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا

وعدہ ہے جس میں ذرا جھوٹ نہیں۔ سو جب ہمارا حکم آ پہنچا ہم نے صالح کو اور جو اُن کے ہمراہ اہل ایمان تھے ان کو اپنی رحمت سے بچا لیا

وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِىِٕذٍ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ﴿۶۶﴾ وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ

اور اُس دن کی بڑی رسوائی سے بچا لیا بیشک آپ کا رب ہی بڑی قوت والا غلبہ والا ہے۔ اور ان ظالموں کو ایک نعرہ نے آ دبایا

فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۶۷﴾ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ۭ اَلَآ اِنَّ ثَمُوْدَا۟ كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ۭ

جس سے وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔ جیسے ان گھروں میں کبھی بسے ہی نہ تھے خوب سن لو ثمود نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا۔

اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ ﴿۶۸﴾

خوب سن لو رحمت سے ثمود کو دوری ہوئی

وَيٰقَوْمِ اور اے میری قوم	هٰذِهٖ یہ	نَاقَةُ اللّٰهِ اللہ کی اونٹنی	لَكُمْ تمہارے لئے	اٰيَةً نشانی	فَذَرُوْهَا پس اسکو چھوڑ دو	تَاْكُلْ کھائے	فِيْٓ میں
اَرْضِ اللّٰهِ اللہ کی زمین	وَلَا تَمَسُّوْهَا اور اس کو نہ چھوؤ تم	بِسُوْٓءٍ برائی سے	فَيَاْخُذَكُمْ پس تمہیں پکڑ لے گا	عَذَابٌ عذاب	قَرِيْبٌ قریب		
فَعَقَرُوْهَا انہوں نے اسکی کونچیں کاٹ دیں	فَقَالَ اس نے کہا	تَمَتَّعُوْا برت لو	فِيْ دَارِكُمْ اپنے گھروں میں	ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ تین دن	ذٰلِكَ یہ		
وَعْدٌ وعدہ	غَيْرُ مَكْذُوْبٍ نہ جھوٹا ہونے والا	فَلَمَّا پھر جب آیا	جَاۗءَ آیا	اَمْرُنَا ہمارا حکم	نَجَّيْنَا ہم نے بچا لیا	صٰلِحًا صالح	وَّالَّذِيْنَ اور وہ لوگ جو
اٰمَنُوْا ایمان لائے	مَعَهٗ اس کے ساتھ	بِرَحْمَةٍ مِّنَّا اپنی رحمت سے	وَ اور	مِنْ خِزْيِ رسوائی سے	يَوْمِىِٕذٍ اس دن کی	اِنَّ بیشک	
رَبَّكَ تمہارا رب	هُوَ وہ	الْقَوِيُّ قوی	الْعَزِيْزُ غالب	وَاَخَذَ اور آ پکڑا	الَّذِيْنَ وہ جو	ظَلَمُوا انہوں نے ظلم کیا	الصَّيْحَةُ چنگھاڑ
فَاَصْبَحُوْا پس انہوں نے صبح کی	فِيْ میں	دِيَارِهِمْ اپنے گھر	جٰثِمِيْنَ اوندھے پڑے رہ گئے	كَاَنْ گویا	لَّمْ يَغْنَوْا نہ بسے تھے	فِيْهَا یہاں	
اَلَآ یاد رکھو	اِنَّ بیشک	ثَمُوْدَا۟ ثمود	كَفَرُوْا منکر ہوئے	رَبَّهُمْ اپنے رب کے	اَلَا یاد رکھو	بُعْدًا پھٹکار	لِّثَمُوْدَ ثمود پر

قوم کا منہ مانگا معجزہ

گزشتہ آیات میں حضرت صالح علیہ السلام کا اپنی قوم سے مکالمہ بیان ہوا کہ کس طرح حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم ثمود کو پیغمبرانہ دعوت و نصیحت فرمائی مگر مغرور اور سرکش قوم کی اکثریت نے آپ کو پیغمبر ماننے سے انکار کیا۔ قوم ثمود جب حضرت صالح علیہ

السلام کی تبلیغ حق سے اکتا گئی تو اس کے سرگروہ افراد نے قوم کی موجودگی میں مطالبہ کیا کہ اے صالح اگر تم واقعی خدا کے بھیجے ہوئے ہو تو کوئی نشانی دکھاؤ۔ تا کہ ہم تمہاری صداقت پر ایمان لے آویں۔ حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ ایسا نہ ہو کہ نشانی آنے کے بعد بھی انکار پر مصر اور سرکشی پر قائم رہو۔ قوم کے سرداروں نے وعدہ کیا کہ ہم ایمان لے آئیں گے۔ تب حضرت صالح علیہ السلام نے انہی سے دریافت کیا کہ وہ کس قسم کی نشان چاہتے ہیں۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ سامنے والے پہاڑ کی چٹان میں سے ایک ایسی اونٹنی ظاہر کرو کہ جو گابھن ہو اور فوراً بچہ دے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے درگاہ الٰہی میں دعا کی اور اسی وقت ان سب کے سامنے پتھر کی چٹان میں سے حاملہ اونٹنی ظاہر ہوئی اور اس نے بچہ دیا۔ یہ دیکھ کر ان سرداروں میں سے صرف ایک تو اسی وقت مشرف باسلام ہو گیا باقی دوسرے سرداروں اور قوم والوں نے یہ حیرت زدہ معجزہ دیکھ کر بھی ایمان قبول نہیں کیا۔

ناقۃ اللہ کا احترام اور قوم ثمود کی بدبختی

اب حضرت صالح علیہ السلام نے قوم کے تمام افراد کو تنبیہ کی کہ دیکھو یہ نشانی تمہاری طلب پر بھیجی گئی ہے۔ خدا کا یہ فیصلہ ہے کہ پانی کی باری مقرر رہو۔ ایک دن اس اونٹنی کا ہو گا اور ایک دن قوم کے سارے چوپایوں کا۔ اور خبردار اس کو کوئی اذیت نہ پہنچے۔ اگر تم نے خدا کی اس نشانی کو جو تم نے خود مانگ کر حاصل کی ہے تکلیف پہنچائی تو پھر تمہاری بھی خیر نہیں ہے۔ قرآن عزیز نے اس اونٹنی کو ناقۃ اللہ یعنی خدا کی اونٹنی کہا ہے۔ چونکہ ثمود نے اس کو خدا کی ایک نشانی کی شکل میں طلب کیا تھا اس لئے اس کی خصوصیت اور اعزاز نے اس کو ناقۃ اللہ کا لقب دلایا اور نیز اس کو لکم اٰیۃ کہہ کر یہ بھی بتایا کہ یہ نشانی اپنے اندر خاص اہمیت رکھتی ہے لیکن بدقسمت قوم ثمود زیادہ عرصہ تک اس ناقہ کے وجود کو برداشت نہ کر سکی اور آپس میں صلاح مشورہ کرنے لگے کہ اس کا خاتمہ کر دیا جائے تو اس باری والے قصہ سے نجات ملے کیونکہ ہمارے چوپایوں کے لئے اور خود ہمارے لئے یہ قید ناقابل برداشت ہے۔ بالآخر ایک اور سازش کر کے اونٹنی کو ہلاک کر ڈالا۔

عذاب کی آمد

حضرت صالح علیہ السلام کو جب یہ معلوم ہوا تو حسرت اور افسوس کے ساتھ قوم سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ آخر وہی ہوا جس کا مجھے خوف تھا۔ اے بدبخت قوم تجھ سے صبر نہ ہو سکا۔ اب خدا کے عذاب کا انتظار کرو اور تین روز کے بعد وہ نہ ٹلنے والا عذاب آئے گا کہ جو تم سب کو ہمیشہ کے لئے تہس نہس کر جائے گا۔ علامہ سید محمود آلوسیؒ اپنی مشہور تفسیر روح المعانی میں تحریر فرماتے ہیں کہ ثمود پر عذاب آنے کی علامات اگلی صبح ہی سے شروع ہو گئیں۔ یعنی پہلے روز ان سب کے چہرے زرد پڑ گئے۔ دوسرے روز سب کے چہرے سرخ تھے اور تیسرے روز ان سب کے چہرے سیاہ تھے اور یہ تین مہلت کے دن، جمعرات، جمعہ اور ہفتہ تھے۔ بہرحال ان تین دن کے بعد وقت موعود آ پہنچا اور رات کے وقت ایک ہیبت ناک آواز نے جو حضرت جبرئیل علیہ السلام کی تھی۔ ہر مجرم کو اسی حالت میں ہلاک کر دیا جس حالت میں وہ تھا۔ قرآن کریم نے اس ہلاکت آفرین آواز کو کسی مقام پر صاعقہ یعنی کڑک اور بجلی اور کس جگہ رَجْفَۃ یعنی زلزلہ ڈال دینے والی شی اور بعض جگہ صاغیہ دہشت ناک اور بعض جگہ صیحۃ زبردست چیخ فرمایا ہے۔ یہ تمام تعبیرات ایک ہی حقیقت کے مختلف اوصاف کے اعتبار سے کی گئی ہیں تا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ خدائے تعالیٰ کے اس عذاب کی ہولناکیاں کیسی گوناگوں

تھیں۔ ایک طرف ثمود پر یہ عذاب نازل ہوا۔ دوسری طرف صالح علیہ السلام اور ان کے پیرو اہل ایمان کو خدا نے اپنی حفاظت میں لے لیا اور ان کو اس عذاب سے محفوظ رکھا۔ سید آلوسیؒ ہی نے اپنی تفسیر میں ایک قول نقل کیا ہے جس میں بتایا ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام پر ایمان لانے والے مومن جو عذاب سے محفوظ اور نجات یافتہ رہے ان کی تعداد ۱۲۰ تھی۔

حضرت صالح علیہ السلام کا سبق آموز خطاب

قوم کی ہلاکت کے بعد حضرت صالح علیہ السلام نے مکہ معظمہ یا ملک شام کی طرف ہجرت فرمائی۔ جاتے ہوئے مڑ کر ان کی لاشوں کے انبار دیکھے اور ہلاک شدگان کو مخاطب کرتے ہوئے وہ سبق آموز اور عبرت انگیز الفاظ ارشاد فرمائے۔ جو سورۂ اعراف آٹھویں پارہ میں نقل فرمائے گئے ہیں۔ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ یعنی پھر صالح علیہ السلام الٹے پھرے ان سے اور بولے کہ اے میری قوم بلاشبہ میں نے اپنے پروردگار کا پیغام تم تک پہنچایا اور تم کو نصیحت کی لیکن تم تو نصیحت کرنے والوں کو دوست ہی نہ رکھتے تھے۔ ہلاک شدہ قوم کی جانب حضرت صالح علیہ السلام کا خطاب اسی طرح کا خطاب تھا جس طرح بدر میں مشرکین مکہ کے سرداروں کی ہلاکت کے بعد مردہ نعشوں کے گڑھے پر کھڑے ہو کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ اے فلاں بن فلاں اور فلاں بن فلاں کیا تم کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت پسند آئی؟ بلاشبہ ہم نے تو وہ پالیا جو ہمارے رب نے ہم سے وعدہ کیا تھا۔ پس کیا تم نے بھی وہ پایا جو تمہارے رب نے تم سے وعدہ کیا تھا؟

دراصل یہ طریق خطاب حزن وملال کے اظہار کیلئے ہوتا ہے اور اس قسم کے خطاب کے اصل مخاطب وہ زندہ انسان ہوتے ہیں جو ان مردہ نعشوں کو دیکھ رہے ہیں تا کہ ان کو عبرت حاصل ہو اور وہ اس قسم کی سرکشی کی جرأت نہ کر سکیں۔

آخر میں یہ بتلایا جاتا ہے کہ جو اپنے پروردگار کی آیات و احکام سے منکر ہو اس کی یہ گت بنتی ہے اور ایسی پھٹکار پڑتی ہے مقصود یہ ہے کہ یہ سن کر عبرت حاصل کرو اور اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی سے بچو۔

قوم ثمود کے کھنڈرات

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک ثمود کی بستیوں کے نشانات وادی القریٰ میں موجود تھے اور صحیح بخاری و مسند احمد وغیرہ کی روایتوں کے مطابق غزوۂ تبوک کو جاتے وقت جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ثمود کی ویران بستی پر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرامؓ کو حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی پیدائش اور چلنے پھرنے کی جگہ بتائی اور جس کنوئیں سے وہ اونٹنی پانی پیتی تھی اس کے سوا اور کنوؤں کے پانی کو آپ نے استعمال کرنے سے منع فرمایا۔ اور کہا کہ جب تک اس بستی سے گزر نہ ہو جائے استغفار کرتے رہو۔ بعض صحابہ کرام نے اس بستی میں دوسرے کنوؤں کے پانی سے جو آٹا گوندھ لیا تھا وہ آپ نے استعمال کرنے سے منع فرمادیا اور آپ کی اجازت سے وہ اونٹوں کو کھلا دیا گیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ تم ان حجر کی بستیوں میں خدا سے ڈرتے ہوئے۔ عجز و زاری کرتے اور روتے ہوئے داخل ہوا کرو ورنہ ان میں داخل ہی نہ ہوا کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم بھی اپنی غفلت کی وجہ سے عذاب کی مصیبت میں مبتلا ہو جاؤ۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ

اور ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے ابراہیم علیہ السلام کے پاس بشارت لے کر آئے اور انہوں نے سلام کیا۔ ابراہیم نے بھی سلام کیا پھر دیر نہیں لگائی کہ ایک تلا ہوا بچھڑا

حَنِيْذٍ ﴿۶۹﴾ فَلَمَّا رَاٰۤ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ

لائے سو جب ابراہیم نے دیکھا کہ اُن کے ہاتھ اس کھانے تک نہیں بڑھتے تو ان سے متوحش ہوئے اور ان سے دل میں خوفزدہ ہوئے وہ فرشتے کہنے لگے ڈرو مت

اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ؕ ﴿۷۰﴾ وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ

ہم قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ اور ابراہیمؑ کی بی بی کھڑی تھیں پس ہنسیں سو ہم نے بشارت دی اُن کو اسحٰق کی۔ اور اسحٰق سے پیچھے

يَعْقُوْبَ ﴿۷۱﴾ قَالَتْ يٰوَيْلَتٰۤى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِىْ شَيْخًا ؕ اِنَّ هٰذَا لَشَىْءٌ

یعقوب کی۔ کہنے لگیں کہ ہائے اب میں بچہ جنوں گی بڑھیا ہو کر اور یہ میرے میاں ہیں بالکل بوڑھے واقعی یہ بھی عجیب بات ہے۔

عَجِيْبٌ ﴿۷۲﴾ قَالُوْۤا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ؕ

فرشتوں نے کہا کیا تم خدا کے کاموں میں تعجب کرتی ہو اس خاندان کے لوگو! تم پر تو اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہیں۔

اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ﴿۷۳﴾

بیشک وہ تعریف کے لائق بڑی شان والا ہے

وَ اور	لَقَدْ جَآءَتْ البتہ آئے	رُسُلُنَا ہمارے فرشتے	اِبْرٰهِيْمَ ابراہیم	بِالْبُشْرٰى خوشخبری لے کر	قَالُوْا وہ بولے	سَلٰمًا سلام	قَالَ اس نے کہا	سَلٰمٌ سلام
فَمَا لَبِثَ پھر اس نے دیر نہ کی	اَنْ کہ	جَآءَ بِعِجْلٍ ایک بچھڑا لے آیا	حَنِيْذٍ بھنا ہوا	فَلَمَّا پھر جب	رَاٰۤ اَيْدِيَهُمْ اس نے دیکھے ان کے ہاتھ			
لَا تَصِلُ نہیں پہنچتے	اِلَيْهِ اس کی طرف	نَكِرَهُمْ وہ ان سے ڈرا	وَاَوْجَسَ اور محسوس کیا	مِنْهُمْ ان سے	خِيْفَةً خوف	قَالُوْا وہ بولے		
لَا تَخَفْ تم ڈرو مت	اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ بیشک ہم بھیجے گئے ہیں	اِلٰى طرف	قَوْمِ لُوْطٍ قوم لوط کی طرف	وَامْرَاَتُهٗ اور اس کی بیوی	قَآئِمَةٌ کھڑی ہوئی			
فَضَحِكَتْ تو وہ ہنس پڑی	فَبَشَّرْنٰهَا سو ہم نے اسے خوشخبری دی	بِاِسْحٰقَ اسحٰق کی	وَ اور	مِنْ وَّرَآءِ سے بعد	اِسْحٰقَ اسحٰق	يَعْقُوْبَ یعقوب	قَالَتْ وہ بولی	
يٰوَيْلَتٰۤى اے خرابی	ءَاَلِدُ کیا میرے بچہ ہوگا	وَاَنَا حالانکہ میں	عَجُوْزٌ بڑھیا	وَهٰذَا اور یہ	بَعْلِىْ میرا خاوند	شَيْخًا بوڑھا	اِنَّ بیشک	
هٰذَا یہ	لَشَىْءٌ ایک چیز	عَجِيْبٌ عجیب	قَالُوْا وہ بولے	اَتَعْجَبِيْنَ کیا تو تعجب کرتی ہے	مِنْ سے	اَمْرِ اللّٰهِ اللہ کا حکم	رَحْمَتُ اللّٰهِ اللہ کی رحمت	
وَبَرَكٰتُهٗ اور اس کی برکتیں	عَلَيْكُمْ تم پر	اَهْلَ الْبَيْتِ اے گھر والو	اِنَّهٗ بیشک وہ	حَمِيْدٌ خوبیوں والا	مَّجِيْدٌ بزرگی والا			

قوم لوط کا علاقہ بدکرداری اور حضرت لوطؑ کی دعوت و تبلیغ

اس سورۃ میں گذشتہ انبیاء کے قصوں کی ترتیب اسی طرح ہے جیسی سورۂ اعراف میں بیان ہوئی تھی۔ صرف قوم لوط کے قصہ سے پہلے یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تھوڑا سا ذکر بیان فرمایا ہے مگر طرز بیان سے یہی ظاہر ہے کہ مقصود اصلی لوط علیہ السلام ہی کا قصہ

بیان کرنا ہے۔ چونکہ لوط علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کے قصوں میں کئی طرح کی مناسبت اور تعلق پایا جاتا تھا اس لئے بطور تمہید حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ مذکور ہوا۔ حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔ جو آپ کے ہمراہ عراق سے ہجرت کر کے آئے تھے اور فلسطین اور اطراف شام میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ حضرت لوط علیہ السلام بھی پیغمبر تھے مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تابع۔ اردن کی وہ جانب جہاں آج بحر میت (DEAD SEA) واقع ہے یہی وہ جگہ ہے جس میں سدوم اور عامورہ کی بستیاں تھیں۔ اور جہاں لوط علیہ السلام نے قیام کیا تھا۔ یہ تمام حصہ جواب بحر میت (DEAD SEA) کے نام سے موسوم ہے۔ اور سمندر نظر آتا ہے کسی زمانہ میں خشک زمین تھی اور اس پر شہر آباد تھے۔ جب قوم لوط پر عذاب آیا اور اس سرزمین کا تختہ الٹ دیا گیا اور سخت زلزلہ آئے تب یہ زمین تقریباً ۴۰۰ میٹر سطح سمندر سے نیچے چلی گئی اور پانی ابھر آیا جس کا نام اب تک بحر میت اور بحر لوط ہے۔ لوط علیہ السلام نے جب یہاں آ کر قیام کیا تو دیکھا کہ یہاں کے باشندے فواحش اور معصیتوں میں اس قدر مبتلا ہیں کہ الامان الحفیظ۔ دنیا کی سرکش، بداخلاق و بداطوار اقوام کے دوسرے عیوب و فواحش کے علاوہ یہ قوم ایک خبیث عمل کی موجد تھی یعنی اپنی نفسانی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے وہ عورتوں کی بجائے مرد لڑکوں سے اختلاط رکھتے تھے۔

ان حالات میں حضرت لوط علیہ السلام نے ان کو ان کی بے حیائیوں اور خباثتوں پر ملامت کی اور شرافت و طہارت کی زندگی کی رغبت دلائی۔

قوم کی ہٹ دھرمی اور عذاب کا فیصلہ

مگر ان بدبختوں پر مطلق اثر نہ ہوا حتیٰ کہ حضرت لوط علیہ السلام کو بستی سے اخراج اور سنگساری کی دھمکیاں دینے لگے۔ جب نوبت یہاں تک پہنچی اور ان کی سیاہ بختی نے کسی طرح اخلاقی زندگی پر آمادہ نہ ہونے دیا تب ان کو بھی وہی پیش آیا جو خدا کے بنائے ہوئے قانون جزا کا یقینی اور حتمی فیصلہ ہے۔ یعنی بدکرداریوں پر اصرار کی سزا بربادی و ہلاکت۔ فرشتوں کی ایک جماعت انسانی شکل میں نازل ہوئی۔ اہل تفسیر کا اس میں اختلاف ہے کہ فرشتوں کی تعداد کتنی تھی۔ بعض نے صرف تین حضرت جبرئیلؑ میکائیلؑ اور اسرافیلؑ کا آنا لکھا ہے۔ بعض نے تعداد آٹھ نو اور گیارہ تک ظاہر کی ہے۔ بہر حال بالاتفاق جبرئیل علیہ السلام ایک ضرور تھے۔

فرشتوں کی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاں آمد اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پریشانی

یہی ملائکہ بشکل انسانی لوط علیہ السلام کی قوم کو تباہ کرنے سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف آئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس یہ فرشتے کیوں آئے۔ اور کیا گفتگو ہوئی یہ ان آیات زیر تفسیر میں بیان فرمایا گیا ہے اور بتلایا گیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جب یہ فرشتے بشکل انسانی پہنچے تو فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سلام کیا۔ آپ نے بھی جواب میں سلام کیا مگر آپ پہچان نہ سکے کہ یہ فرشتے ہیں۔

بہر حال حضرت ابراہیم علیہ السلام انہیں نووارد انسان سمجھ کر مہمان نوازی کے لئے اٹھے اور ایک نہایت فربہ بچھڑا ذبح کر کے بھون تل کر سامنے حاضر کیا مگر انہوں نے کھانے سے انکار کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دیکھ کر سوچا کہ یہ کون ہیں اور کس غرض سے آئے ہیں؟ ہم کھانا پیش کرتے ہیں یہ اسے ہاتھ نہیں لگاتے۔ اس وقت کے دستور کے موافق جو مہمان کھانے سے انکار کرتا سمجھا جاتا تھا کہ یہ کسی اچھے خیال سے نہیں آیا۔ حضرت

ابراہیم علیہ السلام کچھ خوفزدہ ہوئے۔ کہ ان کا کھانے سے انکار ضرور کچھ معنیٰ رکھتا ہے۔ یہیں سے بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ خوف و ہراس امور طبعی ہیں جس طرح بھوک و پیاس اور مرتبہ ولایت کیا معنی مرتبہ رسالت کے بھی ذرہ برابر منافی نہیں۔

حضرت ابراہیمؑ کے لئے اسحاقؑ کی بشارت

غرض جب مہمانوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اضطراب دیکھا تو کہنے لگے کہ خوف اور ڈر کی کوئی بات نہیں۔ ہم فرشتے ہیں جو قوم لوط کو تباہ کرنے کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ اس لئے وہاں جارہے ہیں آپ کچھ اندیشہ نقصان کا نہ کیجئے ہم آپ کے پاس تو ایک بشارت لے کر آئے ہیں کہ آپ کے ایک فرزند پیدا ہوگا۔ اسحٰق اور ان کے ایک فرزند پیدا ہوگا یعقوب۔ فرشتوں نے بشارت اس لئے کہا کہ ایک تو اولاد خوشی کی چیز ہے۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام بوڑھے بہت ہوگئے تھے اور آپ کی زوجہ اولیٰ حضرت سارہؓ بھی بہت بوڑھی تھیں۔ امید اولاد کی نہ رہی تھی۔ تو ایک تو خلاف توقع اولاد کی بشارت پھر ضمناً یہ بشارت بھی آ گئی کہ اسحٰق زندہ رہیں گے اور وہ بھی صاحب اولاد ہوں گے۔

حضرت سارہؑ کا تعجب

یہ گفتگو حضرت سارہؓ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی جو اس وقت تک لاولد تھیں کہیں کھڑی سن رہی تھیں۔ پس اولاد کی خبر سن کر جس کی ان کو بعد اس کے کہ اسماعیل علیہ السلام حضرت ہاجرہ کے پیٹ سے پیدا ہو چکے تھے۔ تمنا بھی تھی تو خوشی سے ہنسیں اور بولتی پکارتی آئیں اور تعجب سے ماتھے پر ہاتھ مارا اور کہنے لگیں کہ ہائے اب میں بچہ جنوں گی بڑھیا ہو کر۔ کہتے ہیں کہ حضرت سارہ کی عمر اس وقت ۹۰ سال تھی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر قریب ۱۲۰ سال کے تھی۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ بھی بالکل بوڑھے ہیں۔ اگر ایسا ہو تو بالکل انوکھی اور عجیب و غریب بات ہوگی فرشتوں نے کہا کہ جس گھرانے پر خدا کی اس قدر نعمتیں اور برکتیں رہی ہیں اور جنہیں ہمیشہ معجزات اور معاملات عجیبہ دیکھنے کا اتفاق ہوتا رہا کیا ان کے لئے یہ کوئی تعجب کا مقام ہے۔ تمہیں تو بشارت سن کر تعجب کی جگہ اللہ کا شکر اور اس کی تعریف بیان کرنا چاہئے کہ سب بڑائیاں اور خوبیاں اسی کی ذات میں جمع ہیں۔ اور وہ بڑے سے بڑا کام کر سکتا ہے۔

آیات مذکورہ سے معلوم شدہ معاشرتی قوانین

(۱) معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے لئے سنت ہے کہ جب آپس میں ملیں تو سلام کریں۔ آنے والے مہمان کو اس میں پیش قدمی کرنی چاہئے اور دوسرے کو جواب دینا چاہئے۔

(۲) مہمان نوازی اور میزبانی کے آداب میں سے ایک بات یہ معلوم ہوئی کہ مہمان کے آتے ہی جو کچھ کھانے کی چیز میسر ہو اور جلدی سے مہیا ہو سکے وہ لا رکھے۔ پھر اگر صاحب وسعت ہے تو مزید میزبانی کا انتظام بعد میں کرے۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ مہمان کے لئے بہت زیادہ تکلفات کی فکر میں نہ پڑے۔ آسانی سے جو اچھی چیز میسر ہو جائے وہ مہمان کی خدمت میں پیش کر دے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے یہاں گائے بیل تھے اس لئے بچھڑا ذبح کر کے فوری طور پر اس کا گوشت، تل کر سامنے لا رکھا۔

(۳) آنے والے کی میزبانی کرنا انبیاء کی سنت اور صلحا کی عادت ہے۔

(۴) مہمان کے سامنے جو چیز پیش کی جائے اس کو قبول کر لے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ إِبْرٰهِيمَ الرَّوْعُ وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِي قَوْمِ لُوطٍ ﴿٧٤﴾ إِنَّ

پھر جب ابراہیم کا وہ خوف زائل ہوگیا اور اُن کو خوشی کی خبر ملی تو ہم سے لوط کی قوم کے بارہ میں جدال کرنا شروع کیا۔ واقعی

إِبْرٰهِيمَ لَحَلِيمٌ أَوَّاهٌ مُّنِيبٌ ﴿٧٥﴾ يٰإِبْرٰهِيمُ أَعْرِضْ عَنْ هٰذَا إِنَّهُ قَدْ جَآءَ أَمْرُ رَبِّكَ

ابراہیم بڑے حلیم الطبع رحیم المزاج اور رقیق القلب تھے۔ اے ابراہیم اس بات کو جانے دو۔ تمہارے رب کا حکم آ پہنچا ہے

وَإِنَّهُمْ اٰتِيهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُودٍ ﴿٧٦﴾ وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا سِيٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ

اور اُن پر ضرور ایسا عذاب آنیوالا ہے جو کسی طرح ہٹنے والا نہیں۔ اور جب ہمارے وہ فرشتے لوط کے پاس آئے تو لوط اُن کی وجہ سے مغموم ہوئے

بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيبٌ ﴿٧٧﴾ وَجَآءَهُ قَوْمُهُ يُهْرَعُونَ إِلَيْهِ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوا

اور اُن کے سبب تنگدل ہوئے اور کہنے لگے کہ آج کا دن بہت بھاری ہے۔ اور ان کی قوم اُن کے پاس دوڑی ہوئی آئی اور پہلے سے نامعقول حرکتیں کیا

يَعْمَلُونَ السَّيِّاٰتِ قَالَ يٰقَوْمِ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِي هُنَّ أَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُونِ

ہی کرتے تھے لوط فرمانے لگے کہ اے میری قوم یہ میری بیٹیاں (جو تمہارے گھروں میں ہیں) موجود ہیں وہ تمہارے لئے اچھی خاصی ہیں۔ سو اللہ سے ڈرو اور میرے مہمانوں میں

فِي ضَيْفِي أَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيدٌ ﴿٧٨﴾ قَالُوا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِي بَنٰتِكَ مِنْ

مجھ کو رسوا مت کرو۔ کیا تم میں کوئی بھی (معقول آدمی اور) بھلا مانس نہیں وہ لوگ کہنے لگے کہ آپ کو معلوم ہے کہ ہم کو آپ کی بیٹیوں کی ضرورت نہیں

حَقٍّ وَإِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيدُ ﴿٧٩﴾

اور آپ کو تو معلوم ہے جو ہمارا مطلب ہے۔

فَلَمَّا پھر جب	ذَهَبَ جاتا رہا	عَنْ سے	إِبْرٰهِيمَ ابراہیم	الرَّوْعُ خوف	وَجَآءَتْهُ اور اس کے پاس آگئی	الْبُشْرٰى خوشخبری	
يُجَادِلُنَا ہم سے جھگڑنے لگا	فِي میں	قَوْمِ لُوطٍ قوم لوط	إِنَّ بیشک	إِبْرٰهِيمَ ابراہیم	لَحَلِيمٌ بردبار	أَوَّاهٌ نرم دل	
مُّنِيبٌ رجوع کرنیوالا	يٰإِبْرٰهِيمُ اے ابراہیم	أَعْرِضْ اعراض کر	عَنْ هٰذَا اس سے	إِنَّهُ بیشک یہ	قَدْ جَآءَ آچکا	أَمْرُ رَبِّكَ تیرے رب کا حکم	
وَإِنَّهُمْ اور بیشک اُن	اٰتِيهِمْ اُن پر آگیا	عَذَابٌ عذاب	غَيْرُ مَرْدُودٍ نہ ٹلایا جانے والا	وَلَمَّا اور جب	جَآءَتْ آئے	رُسُلُنَا ہمارے فرشتے	
لُوطًا لوط کے پاس	سِيٓءَ وہ غمگین ہوا	بِهِمْ ان سے	وَضَاقَ اور تنگ ہوا	بِهِمْ ان سے	ذَرْعًا دل میں	وَقَالَ اور بولا	هٰذَا یہ
يَوْمٌ عَصِيبٌ بڑا سختی کا دن	وَجَآءَهُ اور اس کے پاس آئی	قَوْمُهُ اس کی قوم	يُهْرَعُونَ دوڑتی ہوئی	إِلَيْهِ اس کی طرف	وَمِنْ قَبْلُ اور اس سے قبل		
كَانُوا يَعْمَلُونَ وہ کرتے تھے	السَّيِّاٰتِ برے کام	قَالَ اس نے کہا	يٰقَوْمِ اے میری قوم	هٰٓؤُلَآءِ یہ	بَنَاتِي میری بیٹیاں	هُنَّ یہ	
أَطْهَرُ نہایت پاکیزہ	لَكُمْ تمہارے لئے	فَاتَّقُوا پس ڈرو	اللّٰهَ اللہ	وَ اور	لَا تُخْزُونِ نہ رسوا کرو مجھے	فِي ضَيْفِي میرے مہمانوں میں	
أَلَيْسَ کیا نہیں	مِنْكُمْ تم سے	رَجُلٌ ایک آدمی	رَّشِيدٌ نیک چلن	قَالُوا وہ بولے	لَقَدْ عَلِمْتَ تُو تو جانتا ہے	مَا لَنَا ہمارے لئے نہیں	
فِي بَنٰتِكَ تیری بیٹیوں میں	مِنْ کوئی	حَقٍّ حق	وَإِنَّكَ اور بیشک تُو	لَتَعْلَمُ خوب جانتا ہے	مَا نُرِيدُ ہم کیا چاہتے ہیں؟		

قوم لوط علیہ السلام کے بارے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اندیشہ کا جواب

گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنی آمد کا مقصد بتلایا کہ وہ آپ کے پاس تو ایک فرزند کے پیدا ہونے کی بشارت لے کر آئے ہیں اور قوم لوط پر ہلاکت کا عذاب لے کر آئے ہیں۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اطمینان ہو گیا کہ یہ نو وارد مہمان کوئی دشمن نہیں ہیں بلکہ اللہ کے فرشتے ہیں اور قوم لوطؑ کی ہلاکت کے متعلق وہ بتلا ہی چکے تھے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اب لوط علیہ السلام کے قوم کی ہلاکت و تباہی کی فکر ہوئی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی فطری شفقت' نرم خوئی اور رحم دلی سے اس قوم پر ترس کھا کر حق تعالیٰ کی جناب میں کچھ عرض و معروف کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ فرشتوں سے فرمانے لگے کہ تم اس قوم کو کیسے برباد کرنے جا رہے ہو کہ جس میں لوطؑ جیسا خدا کا برگزیدہ نبی موجود ہے اور میرا برادر زادہ بھی ہے اور ملت حنیف کا پیرو بھی۔ فرشتوں نے کہا کہ ہم یہ سب کچھ جانتے ہیں۔ مگر خدا کا یہ فیصلہ ہے کہ قوم لوط اپنی سرکشی' بدعملی' بے حیائی اور فواحش پر اصرار کی وجہ سے ضرور ہلاک کی جائے گی اور لوط علیہ السلام اور ان کا خاندان اس عذاب سے محفوظ رہے گا البتہ ان کی بیوی قوم کی حمایت اور ان کی بداعمالیوں اور بدعقیدگیوں میں شرکت کی وجہ سے قوم لوط ہی کے ساتھ عذاب پائے گی۔

قوم لوط کی بستی میں فرشتوں کی آمد

غرض ملائکۃ اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے روانہ ہو کر لوط علیہ السلام کی بستی میں پہنچے اور فرشتے نہایت حسین و جمیل خوبصورت نوجوانوں کی شکل میں تھے۔ ابتداءً لوط علیہ السلام نے نہ پہچانا کہ یہ فرشتے ہیں۔ معمولی مہمان سمجھے۔ ادھر قوم کی بے حیائی اور خوئے بد معلوم تھی۔ سخت فکرمند اور تنگدل ہوئے کہ یہ بدبخت قوم نہ معلوم میرے مہمانوں کے ساتھ کیا معاملہ کرے گی۔ ابھی حضرت لوط علیہ السلام اسی حیص بیص میں تھے کہ قوم کو خبر لگ گئی اور لوط علیہ السلام کے مکان پر چڑھ آئے۔ اس قوم کو نامعقول حرکتوں اور خلاف فطرت فواحش کی جو عادت پڑی ہوئی تھی کہاں چین سے بیٹھنے دیتی۔ خبر پاتے ہی دوڑے اور پوری قوت اور شدت سے مطالبہ کیا کہ مہمان ان کے حوالے کر دیئے جائیں۔

مہمانوں کے متعلق قوم والوں کی خباثت روکنے کیلئے حضرت لوطؑ کی کوششیں

حضرت لوط علیہ السلام نے بہت سمجھایا اور مہمانوں کی آبرو بچانے کی ہر قسم کی کوشش کی اور ان سے کہا کہ کیا تم میں کوئی بھی بھلا مانس نہیں ہے کہ وہ انسانیت کو برتے اور حق کو سمجھے۔ تم کیوں اس لعنت میں گرفتار ہو اور خواہشات نفس کو پورا کرنے کے لئے فطری طریق عمل کو چھوڑ کر اور حلال طریقہ سے عورتوں کو رفیقۂ حیات بنانے کی جگہ اس ملعون بے حیائی کے درپے ہو۔ کم از کم میری ہی رعایت کرو کہ میں ان شریف مہمانوں کے سامنے شرمندہ اور رسوا نہ ہوں۔ مہمان کی بے عزتی میزبان کی بے عزتی ہے۔ کیا تم میں ایک شخص بھی نہیں جو سیدھی سادھی باتوں کو سمجھ کر نیکی اور تقویٰ اختیار کرے۔

دعا کیجئے: یا اللہ! ہر چھوٹے بڑے ظاہری و باطنی گناہ سے ہم کو بچنے کی توفیق عطا فرما اور جو گناہ ہم سے سرزد ہو چکے ہیں ان پر سچی توبہ کر کے آپ کی مغفرت و رحمت حاصل کرنے کی سعادت عطا فرما۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَالَ لَوْ اَنَّ لِیْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِیْٓ اِلٰی رُكْنٍ شَدِیْدٍ ﴿۸۰﴾ قَالُوْا یٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ یَّصِلُوْٓا

لوط فرمانے لگے کیا خوب ہوتا اگر میرا تم پر کچھ زور چلتا یا کسی مضبوط پایہ کی پناہ پکڑتا فرشتے کہنے لگے کہ اے لوطؑ ہم تو آپ کے رب کے بھیجے ہوئے

اِلَیْكَ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّیْلِ وَلَا یَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ ؕ اِنَّهٗ مُصِیْبُهَا مَآ

(فرشتے ہیں) آپ تک ہرگز اُن کی رسائی نہ ہوگی۔ سو آپ رات کے کسی حصہ میں اپنے گھر والوں کو لے کر چلے جایئے اور تم میں سے کوئی پیچھے پھر کر بھی

اَصَابَهُمْ ؕ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ؕ اَلَیْسَ الصُّبْحُ بِقَرِیْبٍ ﴿۸۱﴾ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِیَهَا

نہ دیکھے ہاں مگر آپ کی بیوی نہ جاوے گی اس پر بھی وہی آفت آنے والی ہے جو اور لوگوں پر آوے گی ان کے وعدہ کا وقت صبح کا وقت ہے۔ کیا صبح کا وقت قریب نہیں۔

سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَیْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّیْلٍ ۙ مَّنْضُوْدٍ ﴿۸۲﴾ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ ؕ وَمَا هِیَ

سو جب ہمارا حکم آپہنچا تو ہم نے اس زمین (کو الٹ کر اس) کا اوپر کا تختہ تو نیچے کر دیا (اور نیچے کا اوپر) اور اس زمین پر کنکر یلے پتھر برسانا شروع کئے جو لگا تار گر رہے تھے جن پر آپ کے رب کے

مِنَ الظّٰلِمِیْنَ بِبَعِیْدٍ ﴿۸۳﴾

پاس خاص نشان بھی تھا اور یہ بستیاں ان ظالموں سے کچھ دور نہیں ہیں

قَالَ اس نے کہا	لَوْ اَنَّ کاش کہ	لِیْ میرے لئے	بِكُمْ تم پر	قُوَّةً کوئی زور	اَوْ اٰوِیْٓ یا میں پناہ لیتا	اِلٰی طرف	رُكْنٍ شَدِیْدٍ مضبوط پایہ	
قَالُوْا وہ بولے	یٰلُوْطُ اے لوط	اِنَّا بیشک ہم	رُسُلُ بھیجے ہوئے	رَبِّكَ تمہارا رب	لَنْ یَّصِلُوْٓا وہ ہرگز نہ پہنچیں گے	اِلَیْكَ تم تک	فَاَسْرِ سو لے نکل	
بِاَهْلِكَ اپنے گھر والوں کے ساتھ	بِقِطْعٍ کوئی حصہ	مِّنَ سے	الَّیْلِ رات	وَلَا یَلْتَفِتْ اور نہ مڑ کر دیکھے	مِنْكُمْ تم میں سے	اَحَدٌ کوئی	اِلَّا سوا	
امْرَاَتَكَ تمہاری بیوی	اِنَّهٗ بیشک وہ	مُصِیْبُهَا اس کو پہنچنے والا	مَآ جو	اَصَابَهُمْ ان کو پہنچے گا	اِنَّ بیشک	مَوْعِدَهُمُ انکا وعدہ	الصُّبْحُ صبح	
اَلَیْسَ کیا نہیں	الصُّبْحُ صبح	بِقَرِیْبٍ نزدیک	فَلَمَّا پس جب	جَآءَ آیا	اَمْرُنَا ہمارا حکم	جَعَلْنَا ہم نے کردیا	عَالِیَهَا اس کا اوپر	سَافِلَهَا اسکا نیچا
وَاَمْطَرْنَا اور ہم نے برسائے	عَلَیْهَا اس پر	حِجَارَةً پتھر	مِّنْ سِجِّیْلٍ کنکر	مَّنْضُوْدٍ تہہ بہ تہہ	مُّسَوَّمَةً نشان کئے ہوئے	عِنْدَ رَبِّكَ تیرے رب کے پاس		
وَمَا اور نہیں	هِیَ یہ	مِنَ سے	الظّٰلِمِیْنَ ظالم	بِبَعِیْدٍ کچھ دور				

فرشتوں کا حضرت لوطؑ کو حقیقت حال سے باخبر کرنا

جب لوط علیہ السلام کے اضطراب اور پریشانی کی حد ہوگئی تب مہمانوں نے کہا کہ آپ کس فکر و تردد میں ہیں۔ آپ مطلق پریشان نہ ہوں ہم خدا کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں جو ان کو تباہ و ہلاک کرنے کے لئے آئے ہیں۔ یہ خبیث ہمارا تو کیا بگاڑ سکتے۔ آپ تک بھی نہیں پہنچ سکیں گے۔

تفاسیر میں ہے کہ وہ شریر لوگ دروازہ توڑ کر یا دیوار پھاند کر اندر گھسے جاتے تھے۔ تب جبرئیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے اجازت لے کر لوط علیہ السلام کو علیحدہ بٹھا دیا اور ایک ذرا سا بازو ان ملعونوں کی طرف ہلایا سب کے سب نپٹ اندھے ہو گئے اور کہنے لگے کہ بھاگو! لوط کے مہمان تو بڑے جادوگر معلوم ہوتے ہیں۔

فرشتوں کی حضرت لوطؑ کو ہدایات دینا اور قوم پر عذاب کا آنا

ملائکہ نے حضرت لوط علیہ السلام کو ہدایت کی کہ صبح کو عذاب آنے والا ہے۔تھوڑی رات رہے آپ اپنے متعلقین کو لے کر یہاں سے تشریف لے جائیے اور اپنے ہمراہیوں کو ہدایت کر دیجئے کہ جلدی کریں اور کوئی پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھے۔ہاں آپ کی بیوی کہ وہ ساتھ نہ جائے گی۔ یا پیچھے پھر کر دیکھے گی۔اس طرح اسی عذاب کی لپیٹ میں آ جائے گی جو سب قوم کو پہنچنے والا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس عورت نے قوم کو مہمانوں کی آمد سے مطلع کیا تھا۔ بہرحال ملائکہ نے حضرت لوط علیہ السلام کو اطمینان دلایا کہ آپ مطمئن رہیں اب ان ظالموں کے ہلاک ہونے میں کچھ دیر نہیں ہے۔صبح ہوتے ہی سب کا صفایا ہو جائے گا۔چنانچہ اخیر شب ہوئی تو اول ایک ہیبت ناک چیخ نے بستیوں کو تہ و بالا کر دیا اور پھر آبادی کا تختہ اوپر اٹھا کر الٹ دیا گیا اور اوپر سے پتھروں کی بارش نے ان کا نام ونشان تک مٹا دیا۔اور وہی ہوا جو گذشتہ قوموں کی نافرمانی اور سرکشی کا انجام ہوا تھا۔قصہ کے اخیر میں فرمایا گیا وما ھی من الظّٰلمین ببعید اور یہ بستیاں ان ظالموں سے کچھ دور نہیں ہیں یعنی یہ اہل مکہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کر رہے ہیں اس قصہ سے عبرت پکڑیں کیونکہ قوم لوط علیہ السلام کی تباہ شدہ بستیاں ان کفار مکہ سے کچھ زیادہ دور نہیں۔ ملک شام کو آتے جاتے ان کی بربادی کے آثار دیکھتے ہیں۔پس ان کو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت سے ڈرنا چاہئے۔

گذشتہ چار قصوں کا خلاصہ

ان قصص میں یہ بات خاص طور سے قابل غور اور لائق ذکر ہے کہ کفر وشرک تو تمام گناہوں سے بڑھ کر اور سب گناہوں کی جڑ ہے۔تو جو قوم اس میں مبتلا ہوا اس کو پہلے توحید و ایمان ہی کی دعوت دی جاتی ہے۔ ایمان سے پہلے دوسرے معاملات اور اعمال پر توجہ نہیں دیجاتی۔ دنیا میں ان کی نجات یا عذاب بھی اسی ایمان و کفر کی بنیاد پر ہوتا ہے۔تمام انبیاء سابقین اور ان کی اقوام کے واقعات و حالات جو قرآن کریم میں مذکور ہیں اسی طرز عمل کے شاہد ہیں مگر صرف دو قومیں ایسی ہیں جن پر عذاب نازل ہونے میں کفر کے ساتھ ان کے اعمال خبیثہ کو بھی دخل رہا ہے۔ ایک لوط علیہ السلام کی قوم جس کا ذکر ان آیات میں ہوا ہے۔ان پر جو عذاب پوری بستی الٹ دینے اور اوپر سے پتھر برسانے کا واقع ہوا اس کا سبب ان کے عمل خبیث کو بتلایا گیا ہے۔جیسا کہ سورۂ عنکبوت بیسویں پارہ میں ارشاد فرمایا گیا۔ اِنَّا مُنْزِلُوْنَ عَلٰٓى اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ''ہم اس بستی کے باشندوں پر ایک آسمانی عذاب ان کی بدکاریوں کی سزا میں نازل کرنے والے ہیں''۔تو لوط علیہ السلام کی قوم پر عذاب نازل کرنے کی وجہ ان کی بدکاری بتلائی گئی۔

دوسری قوم شعیب علیہ السلام کی ہے جن کے عذاب کا سبب کفر وشرک کے علاوہ ناپ تول میں کمی کرنے کو بھی قرار دیا گیا۔

دعا کیجئے: یا اللہ! گذشتہ اقوام پر جو آپ کے بھیجے ہوئے عذاب نازل ہوئے وہ ان اقوام کی نافرمانی بدعملی اور بدکرداری پر اصرار ہی کی وجہ سے نازل ہوئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۚ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ وَلَا تَنقُصُوا الْمِكْيَالَ

اور ہم نے مدین کی طرف اُن کے بھائی شعیب کو بھیجا۔ انہوں نے فرمایا کہ اے میری قوم تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں اور تم ناپ اور تول میں کمی مت

وَالْمِيزَانَ ۚ إِنِّي أَرَاكُم بِخَيْرٍ وَإِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيطٍ ﴿٨٤﴾ وَيَا قَوْمِ أَوْفُوا

کیا کرو میں تم کو فراغت کی حالت میں دیکھتا ہوں اور مجھ کو تم پر اندیشہ ہے ایسے دن کے عذاب کا جو انواع مصائب کا جامع ہوگا اور اے میری قوم

الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ ۖ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ﴿٨٥﴾

تم ناپ اور تول پوری پوری کیا کرو اور لوگوں کا اُن کی چیزوں میں نقصان مت کیا کرو۔ اور زمین میں فساد کرتے ہوئے حد سے مت نکلو

بَقِيَّتُ اللَّهِ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ۚ وَمَا أَنَا عَلَيْكُم بِحَفِيظٍ ﴿٨٦﴾

اللہ کا دیا ہوا جو کچھ بچ جاوے وہ تمہارے لئے بدر جہا بہتر ہے اگر تم کو یقین آوے۔ اور میں تمہارا پہرہ دینے والا تو ہوں نہیں۔

وَ اور	اِلٰی مَدْیَنَ مدین کی طرف	اَخَاھُمْ ان کا بھائی	شُعَیْبًا شعیب	قَالَ اس نے کہا	یٰقَوْمِ اے میری قوم	اعْبُدُوا عبادت کرو	اللّٰہَ اللہ	
مَا لَکُمْ تمہارے لئے نہیں	مِنْ اِلٰہٍ کوئی معبود	غَیْرُہٗ اسکے سوا	وَ اور	لَا تَنْقُصُوا نہ کمی کرو	الْمِکْیَالَ ماپ	وَالْمِیْزَانَ اور تول	اِنِّیْ بیشک میں	
اَرٰکُمْ تمہیں دیکھتا ہوں	بِخَیْرٍ آسودہ حال	وَاِنِّیْ اور بیشک میں	اَخَافُ ڈرتا ہوں	عَلَیْکُمْ تم پر	عَذَابَ عذاب			
یَوْمٍ مُّحِیْطٍ ایک گھیر لینے والا دن	وَیٰقَوْمِ اور اے میری قوم	اَوْفُوا پورا کرو	الْمِکْیَالَ ماپ	وَالْمِیْزَانَ اور تول	بِالْقِسْطِ انصاف سے			
وَلَا تَبْخَسُوا اور نہ گھٹاؤ	النَّاسَ لوگ	اَشْیَآءَھُمْ انکی چیزیں	وَلَا تَعْثَوْا اور نہ پھرو	فِی الْاَرْضِ زمین میں	مُفْسِدِیْنَ فساد کرتے ہوئے			
بَقِیَّتُ بچا ہوا	اللّٰہِ اللہ	خَیْرٌ بہتر	لَّکُمْ تمہارے لئے	اِنْ اگر	کُنْتُمْ تم ہو	مُّؤْمِنِیْنَ ایمان والے	وَمَا اور نہیں	اَنَا میں
عَلَیْکُمْ تم پر	بِحَفِیْظٍ نگہبان							

حضرت شعیب علیہ السلام اور ان کی قوم کا تعارف

قرآن کریم میں شعیب علیہ السلام اور آپ کی قوم کا تذکرہ سورۃ اعراف میں قدرے تفصیلاً گزر چکا ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کا زمانہ تقریباً سولہویں صدی قبل مسیح بیان کیا گیا ہے۔ علامہ ابن اثیر نے تاریخ کامل میں لکھا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی والدہ حضرت لوط علیہ السلام کی صاحبزادی تھیں۔ حضرت شعیب علیہ السلام کا سلسلہ نسب چوتھی یا پانچویں پشت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مل جاتا ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی بعثت مدین میں ہوئی تھی۔ مدین کسی مقام کا نام نہیں بلکہ قبیلہ کا نام ہے۔ یہ قبیلہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے مدین کی نسل سے تھا۔ جو آپ کی تیسری بیوی قطورا سے پیدا ہوئے تھے۔ اہل مدین جزیرہ نمائے سینا اور حجاز کے شمال مغربی حصوں میں آباد تھے۔ یہ جگہ شام' افریقہ اور عرب کے تجارتی قافلوں کے ملنے کی جگہ تھی۔ تاریخ میں اہل مدین ایک تاجر قوم کی حیثیت سے نمایاں تھی جس نے قومی حیثیت سے اس پیشہ کو اختیار کیا۔ یہی وجہ ہے کہ کاروبار اور تجارت کے سلسلہ کے تمام عیوب اور بدعنوانیاں اس قوم میں پائی جاتی تھیں۔ ناپ تول میں کمی' لین دین میں بے ایمانی' خرید و فروخت میں دھوکہ دہی اور غیر

دیانتداری' سود بٹہ اس قسم کی تمام دوسری گمراہیاں اور بداعمالیاں جو تجارت پیشہ طبقوں سے مخصوص ہیں۔ ان میں موجود تھیں۔

حضرت شعیب علیہ السلام کی بعثت اور قوم کو دعوت ایمان واصلاح

شعیب علیہ السلام جب اس قوم میں مبعوث ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ خدا کی نافرمانی اور معصیت کا ارتکاب صرف افراد ہی میں نہیں پایا جاتا بلکہ ساری قوم بداعمالیوں میں اس قدر سرمست اور سرشار ہے کہ ایک لحہ کے لئے بھی ان کو یہ احساس نہیں ہوتا کہ یہ جو کچھ ہو رہا ہے معصیت اور گناہ ہے۔ بلکہ اپنے ان اعمال کو باعث فخر سمجھتے تھے۔ قوموں کے عام رواج کے مطابق ان کی خوشحالی' دولت وثروت کی فراوانی' زمین اور باغوں کی زرخیزی اور شادابی نے ان کو اس قدر مغرور بنا دیا تھا کہ وہ ان تمام امور کو اپنی میراث اور اپنا خاندانی ہنر سمجھ بیٹھے تھے اور ایک ساعت کے لئے بھی ان کے دل میں یہ خطرہ نہیں گزرتا تھا کہ یہ سب کچھ خدا تعالیٰ کی عطا و بخشش ہے کہ شکرگزار ہوتے اور سرکشی سے باز رہتے۔ مذہبی اعتبار سے بھی ان میں بت پرستی اور مشرکانہ رسوم کا رواج تھا۔ اس لئے حضرت شعیب علیہ السلام نے قوم کو خدا کی توحید اور شرک سے بیزاری کا جو تمام انبیاء علیہم السلام کی مشترک تعلیم ہے دعوت دی۔ ساتھ ہی قوم کی مخصوص بداخلاقیوں پر توجہ دلانے اور ان کو راہ راست پر لانے کے لئے آپ نے اس قانون کو بھی اہمیت دی کہ خرید و فروخت کے معاملہ میں یہ ہمیشہ پیش نظر رہنا چاہئے کہ جو جس کا حق ہے وہ پورا پورا اس کو ملے۔ تاجرانہ بے ایمانیاں جو تمہاری عادت بن گئی ہے ان کو ترک کر دو۔ خدا نے جو فراغت اور خوشحالی تمہیں عنایت فرمائی ہے اس کا شکر بجا لاؤ اور ڈرتے رہو کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہاری بداعمالی سے یہ آسائش اور آسودگی سلب کر لی جائے اور عذاب الٰہی نازل ہو جائے اور صرف ناپ تول ہی میں نہیں کسی چیز میں بھی لوگوں کے حقوق تلف مت کرو اور شرک وکفر سے یا کم ناپنے تولنے سے یا دوسری طرح ظلم وستم کر کے زمین میں فساد مت مچاؤ۔ آپ نے مزید سمجھایا کہ ایک ایماندار کے لئے اللہ کا دیا ہوا جو ٹھیک ٹھیک حقوق ادا کر کے بچ رہے گو قلیل ہو اس کثیر سے بہتر ہو گا جو حرام طریقہ سے حاصل کیا جائے یا جس میں لوگوں کے حقوق مارے جائیں۔ مال حلال میں جو ٹھیک ناپ تول کر لیا دیا جائے برکت ہوتی ہے اور خدا کے ہاں اجر ملتا ہے۔ اخیر میں فرمایا کہ میں نے تم کو نصیحت کر دی۔ آگے میں اس کا ذمہ دار نہیں کہ تم سے زبردستی عمل کرا کے چھوڑوں۔

آیات مذکورہ سے حاصل ہونے والا سبق

معلوم ہوا کہ ہر نبی کی پہلی اور بنیادی دعوت توحید ہی ہوتی ہے پھر قرآن مجید اعتقادی گمراہیوں کے ازالہ کے ساتھ ساتھ اخلاقی معاشرتی معاملات کی بھی برابر اصلاح کرتا جاتا ہے۔ قرآن مجید نے یہاں صاف بتا دیا کہ تجارتی خیانتوں اور مالی معاملات میں بددیانتی کا نتیجہ معاشرہ کی درہمی برہمی اور ملک وقوم کے حق میں عدم توازن کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور جس کو قرآن پاک اپنی اصطلاح میں فساد فی الارض قرار دیتا ہے۔ تمام انبیاء سابقین اور ان کی قوموں کے واقعات جو قرآن کریم میں مذکور ہیں اس طرز عمل کے شاہد ہیں کہ کفر وشرک چونکہ سب گناہوں کی جڑ ہے اس لئے جو قوم اس میں مبتلا ہو اس کو پہلے توحید وایمان کی دعوت دی جاتی ہے توحید وایمان کی دعوت کے بعد دوسرے معاملات اور اعمال پر توجہ دی جاتی ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَالُوْا يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ اَمْوَالِنَا

وہ لوگ کہنے لگے کہ اے شعیب کیا تمہارا تقدس تم کو تعلیم دے رہا ہے کہ ہم ان چیزوں کو چھوڑ دیں جن کی پرستش ہمارے بڑے کرتے آئے ہیں یا اس بات کو چھوڑ دیں کہ ہم اپنے مال

مَا نَشٰٓؤُا ۭ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ ﴿۸۷﴾ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰي بَيِّنَةٍ مِّنْ

میں جو چاہیں تصرف کریں۔ واقعی آپ ہیں بڑے عقلمند دین پر چلنے والے۔ شعیب نے فرمایا کہ اے میری قوم بھلا یہ تو بتلاؤ کہ اگر میں اپنے رب کی جانب سے دلیل پر ہوں

رَّبِّيْ وَرَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا ۭ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰي مَآ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ۭ اِنْ

اور اُس نے مجھ کو اپنی طرف سے ایک عمدہ دولت (یعنی نبوت) دی ہو تو پھر کیسے تبلیغ نہ کروں اور میں یہ نہیں چاہتا کہ تمہارے برخلاف ان کاموں کو کروں جن سے تم کو منع کرتا ہوں۔

اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ۭ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ﴿۸۸﴾

میں تو اصلاح چاہتا ہوں جہاں تک میرے امکان میں ہے۔ اور مجھ کو جو کچھ توفیق ہو جاتی ہے صرف اللہ ہی کی مدد سے ہے اسی پر میں بھروسہ رکھتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں

وَيٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْٓ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ مَآ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ

اور اے میری قوم تمہاری ضد تمہارے لئے اس کا باعث نہ ہو جاوے کہ تم پر بھی اسی طرح کی مصیبتیں آ پڑیں جیسی قوم نوحؑ یا قوم ہود

اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ۭ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ ﴿۸۹﴾ وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ۭ اِنَّ رَبِّيْ

یا قوم صالح پر پڑی تھیں اور قوم لوط تو تم سے بہت دور زمانہ میں نہیں ہوئی۔ اور تم اپنے رب سے اپنے گناہ معاف کراؤ۔ پھر اُس کی طرف متوجہ ہو۔ بلاشک میرا رب

رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ ﴿۹۰﴾

بڑا مہربان اور بڑی محبت والا ہے۔

قَالُوْا وہ بولے | يٰشُعَيْبُ اے شعیبؑ | اَصَلٰوتُكَ کیا تیری نماز | تَاْمُرُكَ تجھے حکم دیتی ہے | اَنْ کہ | نَتْرُكَ ہم چھوڑ دیں | مَا يَعْبُدُ جو پرستش کرتے تھے

اٰبَآؤُنَا ہمارے باپ دادا | اَوْ یا | اَنْ نَّفْعَلَ ہم نہ کریں | فِيْٓ اَمْوَالِنَا اپنے مالوں میں | مَا نَشٰٓؤُا جو ہم چاہیں | اِنَّكَ بیشک تو | لَاَنْتَ البتہ تو

الْحَلِيْمُ بردبار | الرَّشِيْدُ نیک چلن | قَالَ اس نے کہا | يٰقَوْمِ اے میری قوم | اَرَءَيْتُمْ کیا تم دیکھتے ہو | اِنْ اگر | كُنْتُ میں ہوں | عَلٰي پر

بَيِّنَةٍ روشن دلیل | مِنْ سے | رَبِّيْ اپنا رب | وَرَزَقَنِيْ اور اس نے مجھے روزی دی | مِنْهُ اپنی طرف سے | رِزْقًا روزی | حَسَنًا اچھی

وَمَآ اُرِيْدُ اور میں نہیں چاہتا | اَنْ کہ | اُخَالِفَكُمْ میں اسکے خلاف کروں | اِلٰي طرف | مَآ اَنْهٰىكُمْ جس سے میں تمہیں روکتا ہوں | عَنْهُ اس سے

اِنْ نہیں | اُرِيْدُ میں چاہتا | اِلَّا مگر | الْاِصْلَاحَ اصلاح | مَا جو | اسْتَطَعْتُ مجھ سے ہو سکے | وَمَا اور نہیں | تَوْفِيْقِيْٓ میری توفیق | اِلَّا مگر

بِاللّٰهِ اللہ سے | عَلَيْهِ اس پر | تَوَكَّلْتُ میں نے بھروسہ کیا | وَاِلَيْهِ اور اسی کی طرف | اُنِيْبُ میں رجوع کرتا ہوں | وَيٰقَوْمِ اور اے میری قوم

لَا يَجْرِمَنَّكُمْ تمہیں نہ کموادے | شِقَاقِيْٓ میری ضد | اَنْ کہ | يُّصِيْبَكُمْ تمہیں پہنچے | مِّثْلُ اس جیسا | مَآ اَصَابَ جو پہنچا | قَوْمَ نُوْحٍ قوم نوح

اَوْ یا | قَوْمَ هُوْدٍ قوم ہود | اَوْ یا | قَوْمَ صٰلِحٍ قوم صالح | وَمَا اور نہیں | قَوْمُ لُوْطٍ قوم لوط | مِّنْكُمْ تم سے | بِبَعِيْدٍ کچھ دور | وَ اور

اسْتَغْفِرُوْا بخشش مانگو | رَبَّكُمْ اپنا رب | ثُمَّ پھر | تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ اس کی طرف رجوع کرو | اِنَّ بیشک | رَبِّيْ میرا رب | رَحِيْمٌ نہایت مہربان | وَّدُوْدٌ محبت والا

حضرت شعیبؑ کی دعوت پر قوم کا جواب

گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم اہل مدین کو توحید اور خدا پرستی کی دعوت اور اس کے ساتھ تجارت لین دین میں دیانتداری اور ناپ تول میں کمی نہ کرنے اور کسی کا حق نہ مارنے کی تعلیم و نصیحت فرمائی۔ بتلایا جاتا ہے کہ قوم نے بطور استہزا اور تمسخر کے حضرت شعیب علیہ السلام سے کہا کہ بس زیادہ بزرگ نہ بنئے۔ کیا ساری قوم میں آپ ہی بڑے عقلمند، باوقار اور نیک چلن رہ گئے ہیں؟ باقی ہم اور ہمارے باپ دادا کیا سب جاہل اور احمق ہی رہے؟ حضرت شعیب علیہ السلام چونکہ نماز بہت کثرت سے پڑھتے تھے۔ لکھا ہے کہ دن بھر قوم کو وعظ و نصیحت فرماتے اور رات بھر نماز پڑھتے۔ تو بطور طعنہ کے قوم والے کہنے لگے کہ شاید آپ کی نماز یہی حکم دیتی ہے کہ ہم سے باپ دادا کا پرانا دین چھڑا دیں اور ہمارے مال و دولت میں ہمارے مالکانہ اختیار نہ رہنے دیں۔ بس آپ اپنی نماز پڑھے جائیے۔ ہمارے مذہبی اور دنیوی معاملات میں اور ناپ تول لین دین کے قصوں میں دخل دینے کی ضرورت نہیں۔ گویا اہل مدین بتوں کی پرستش کو جو ان کو باپ دادا سے ورثہ میں ملی تھی اس آبائی مسلک کے خلاف حضرت شعیب علیہ السلام کی دعوت توحید کو قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھے۔ پھر حقوق العباد کی حفاظت بھی ان کے فہم سے بالاتر چیز تھی۔ مال و دولت کی ہوس نے ان کو اندھا کر دیا تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ ہم اپنے مالوں کے مالک اور مختار ہیں جس طرح چاہیں ان میں تصرف کریں۔ مطلب یہ تھا کہ آپ ہم کو ہمارے حال پر چھوڑ دیں اور دغابازی سے بچنے کا وعظ نہ کہیں۔

قوم کے ردعمل پر
حضرت شعیبؑ کا پرسوز و پرحکمت جواب

قوم نے اپنے مشفق ہادی و مصلح کی خالص ہمدردی دلسوزی اور نصیحت کا جواب طعن و تشنیع کے ساتھ دیا۔ مگر شعیب علیہ السلام یہ سب کچھ سننے کے بعد بھی اسی ہمدردی اور دلسوزی کے ساتھ مخاطب ہو کر مزید فہمائش فرمانے لگے کہ اے میری قوم مجھے یہ تو بتلاؤ کہ اگر میں اپنے پروردگار کی طرف سے بصیرت، روشن دلیل اور علم و ہدایت پر ہوں اور خدا تعالیٰ نے نبوت و رسالت اور علم و حکمت اور فہم و بصیرت عطا فرما کر مجھ کو وہ صاف راستہ دکھلا دیا۔ جو تم کو نظر نہیں آیا اور اس دولت علم و حکمت سے مالا مال کیا جس سے تمہیں حصہ نہیں ملا تو اس کا حق یہ ہے کہ میں ''معاذ اللہ'' تمہاری طرح اندھا بن جاؤں اور خدا کے احکام سے روگردانی کرنے لگوں یا تمہارے استہزاء اور تمسخر سے گھبرا کر نصیحت کرنا اور سمجھنا چھوڑ دوں۔ یا تمہاری احمقانہ اور جاہلانہ باتوں کی وجہ سے حق کی دعوت اور تبلیغ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو چھوڑ دوں اور تم کو بت پرستی اور ناپ تول میں کمی کرنے سے اور دھوکہ دینے اور دغابازی سے منع نہ کروں۔ پھر یہ بھی تو سمجھو کہ جن بری باتوں سے میں تم کو روکتا ہوں خود میں بھی تو ان کے پاس نہیں جاتا۔ اگر میں تمہیں منع کرتا اور خود اس کا ارتکاب کرتا تو تمہارے لئے یہ کہنے کی گنجائش تھی اور تم یہ الزام مجھ پر رکھ سکتے تھے کہ میری نصیحت کسی خود غرضی اور ہوا پرستی پر محمول ہے میں تم کو جو نصیحت کرتا ہوں میں تم سے پہلے اس کا عامل اور اس پر پابند ہوں۔ اور میرا مقصد اس ساری جدوجہد اور اس بار بار کی فہمائش اور تمام تر کوشش سے یہی ہے کہ تمہاری دینی اور دنیوی حالت کی اصلاح ہو جائے۔ تمہارے عقائد اور معاملات درست ہو جائیں۔ اس

مقصد اصلاح کے سوا دوسرا مقصد نہیں جسے میں اپنے مقدور اور استطاعت کے موافق کسی حال نہیں چھوڑ سکتا۔ باقی یہ کہ میری بات بن آئے اور اپنی کوشش میں کامیاب ہو جاؤں یہ سب خداوند قدوس کے قبضہ میں ہے۔ اسی کی امداد اور توفیق سے سب کام انجام پاسکتے ہیں میرا بھروسہ اسی پر ہے اور ہر معاملہ میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

قوم کو عذاب خداوندی سے بچنے کی دعوت

اس پند و نصیحت اور موعظت سراپا حکمت کے بعد مزید سمجھاتے ہیں کہ اے میری قوم تم کو میری دشمنی اور عداوت اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم میری نافرمانی کرو اور پھر تم کو ویسا ہی سخت تباہ کن عذاب پہنچے جیسا کہ قوم نوحؑ کو پانی کا طوفان پہنچا اور وہ سب غرق ہو کر ہلاک ہوئے۔ یا قوم ہود کو ہوا کا طوفان پہنچا اور وہ پارہ پارہ ہوئے۔ یا قوم صالح علیہ السلام کو ایک سخت چیخ کی آواز اور زلزلہ نے تباہ و برباد کیا۔ تم ان قوموں کے حالات سے واقف ہو۔ ان پر تکذیب و عداوت انبیاء کی بدولت جو عذاب آئے وہ پوشیدہ نہیں۔ تم کو چاہئے کہ ان سے عبرت پکڑو۔ اور اگر ان کو تباہ ہوئے کچھ زیادہ زمانہ گزر گیا ہے تو لوط علیہ السلام کی قوم کا قصہ تو ان سب کے بعد ماضی قریب ہی میں ہوا ہے۔ اس کی یاد تو تمہارے حافظہ میں تازہ ہوگی۔ ان کو تو فراموش مت کرو بلکہ ان سے عبرت حاصل کرو اور اپنی ضد سے باز آ جاؤ اور اپنے پروردگار سے اپنے گذشتہ گناہوں کی معافی مانگو اور نافرمانیوں سے توبہ کرو۔ کفر و شرک اور ناپ تول میں کمی کو چھوڑ دو۔ اور آئندہ کے لئے اسی کی طرف رجوع کرو یعنی اس کے حکم پر چلو۔ بیشک میرا پروردگار بڑا مہربان ہے استغفار کرنے والوں پر۔ کیسا ہی پرانا اور کٹر مجرم جب صدق دل سے اس کی بارگاہ میں رجوع ہو کر معافی چاہے تو وہ اپنی مہربانی سے معاف فرما دیتا ہے۔ اور نہ صرف معاف کر دیتا ہے بلکہ اس بندہ سے محبت فرمانے لگتا ہے۔ اور اس کا ثمرہ یہ ہوتا ہے کہ وہ دنیا اور آخرت میں خداوند تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے۔

حضرت شعیبؑ کی فصاحت و بلاغت

اب یہاں حضرت شعیب علیہ السلام کے قوم کی جاہلیت اور باطل کی جاہلانہ دلیل کے مقابلہ میں حضرت شعیب علیہ السلام کی تقریر دلپذیر جو سراپا موعظت و حکمت ہے۔ قابل غور ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام بڑے فصیح و بلیغ مقرر تھے شیریں کلامی حسن خطابت طرز بیان اور طاقت لسانی میں بہت نمایاں تھے اسی لئے مفسرین آپ کو خطیب الانبیاء کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے تو قوم کو توحید اور صرف ایک اللہ کی پرستش اور بندگی کی دعوت دی اور تلقین فرمائی اس کے مقابلہ میں جاہلیت کا نظریہ اور بت پرستی کی دلیل یہ قوم نے پیش کی کہ بس باپ دادا سے جو طریقہ چلا آ رہا ہے اسی کی پیروی کرنی چاہئے اور اس بت پرستی کے لئے باپ دادا کی اندھی تقلید کے سوا اور کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ نیز حضرت شعیب علیہ السلام کی نافرمان قوم نے اپنے ہادی اور پیغمبر کی اس نصیحت کے مقابلہ میں کہ ناپ تول لین دین میں راست بازی اور ایمانداری برتو کم تول کر یا کم ناپ کر کسی کا نقصان نہ کرو اور کسی کا حق مت مارو یہ باطل نظریہ پیش کیا کہ ہم کو اپنے مالوں میں اپنے منشاء کے موافق تصرف کرنے کا اختیار ہے ہم اپنے سرمایہ کے مالک اور مختار ہیں اور اس کے کمانے اور خرچ کرنے میں آزاد ہیں۔ یہ حلال و حرام اور جائز و ناجائز کی تقسیم کیسی۔

سرمایہ دارانہ نظام کے بے لگام نظریہ کی تردید

شریعت اسلامیہ کہتی ہے یعنی حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بیشک تم اپنے مالوں کے مالک ہو مگر ہم تمہارے وجود کے اور تمہارے مالوں کے مالک مطلق اور مالک حقیقی ہیں تم سب ہمارے بندے اور غلام ہو۔ تم اپنی تجارت اور زراعت میں ہمارے نازل کردہ قانون کے پابند ہو۔ جس طرح تمہارا وجود ہمارا عطیہ ہے اسی طرح تمہارے اموال ہمارے عطا کردہ ہیں۔ ہمارے عطا کردہ اعضاء اور جوارح سے اور ہمارے عطا کردہ قدرت اور اختیار سے تم نے یہ دولت کمائی ہے۔ تم ہمارے بندے اور غلام ہو۔ تمہیں ہمارے حکم کے سامنے دم مارنے کی مجال نہیں۔ ہم نے اپنی رحمت اور مہربانی سے یہ کہہ دیا ہے کہ تم ان اموال کے مالک ہو مگر ہماری اس عنایت اور رحمت کا یہ مطلب نہیں کہ تم ہمارے نازل کردہ قانون شریعت کی حدود و قیود اور اوامر ونواہی سے آزاد ہو کہ خلاف قانون جو چاہو تصرف کرو۔ شریعت شخصی اور انفرادی ملکیت کو برقرار رکھتی ہے۔ اشتراکیت کی طرح شریعت شخصی اور انفرادی ملکیت کی منکر نہیں۔ البتہ اس کی آزادی اور مطلق العنانی کی منکر ہے جس طرح ایک مجازی غلام اور خادم کا تصرف اور تجارتی کاروبار مجازی آقا کے ماتحت ہے ملک کی رعایا حکومت اور صدر مملکت اور وزرائے سلطنت کی مخلوق نہیں اور اپنی ذاتی قدرت اور اختیار میں حکومت کے محتاج نہیں۔ مگر بایں ہمہ ملک کی رعایا قانون حکومت کے ماتحت تصرف کر سکتی ہے اس کے خلاف تصرف نہیں کر سکتی۔ پس جب کہ مجازی اور قانون حکومت میں رعایا کا تصرف قانون حکومت کے ماتحت ہونا تہذیب اور تمدن کے خلاف نہیں۔ تو خدا کی مخلوق کے تصرف کو خدا کے نازل کردہ قانون شریعت کے ماتحت قرار دینا کیسے خلاف تمدن ہوسکتا ہے آج کل کے سرمایہ داروں کی طرح قوم شعیب علیہ السلام بھی یہی کہتی تھی کہ کیا آپ کی نماز یعنی دین داری ہم کو یہ حکم دیتی ہے کہ ناپ تول میں کمی کرنا چھوڑ دیں اور اپنے مالوں میں حسب منشاء تصرف کرنا چھوڑ دیں۔ ان مغرورین و متکبرین کو جواب یہ ہے کہ ہاں نماز ایسی ہی باتوں کا حکم دیتی ہے۔ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ تحقیق نماز بے حیائی اور بری باتوں سے روکتی ہے۔ اس لئے شعیب علیہ السلام کی نماز ان کو آمادہ کرتی تھی کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کریں"۔

(معارف القرآن جلد ششم)

دعا کیجئے

یا اللہ! قرآنی واقعات سے ہم کو عبرت ونصیحت حاصل کرنے کی سعادت نصیب فرما۔ اور اس بگڑی ہوئی قوم اور ملک کے افراد کی اصلاح کی صورت غیب سے ظاہر فرما اور قرآنی احکام کا نفاذ اس ملک کو نصیب فرما۔

یا اللہ! ہم کو اپنا فرمانبردار اور غلام اور بندہ بن کر جینا اور مرنا نصیب فرما اور ہر طرح کی سرکشی و نافرمانی سے ہماری حفاظت فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قَالُوا يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيرًا مِّمَّا تَقُولُ وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِينَا ضَعِيفًا ۚ وَلَوْلَا رَهْطُكَ

وہ لوگ کہنے لگے کہ اے شعیب بہت سی باتیں تمہاری کہی ہوئی ہماری سمجھ میں نہیں آتیں اور ہم تم کو اپنے میں کمزور دیکھ رہے ہیں اور اگر تمہارے خاندان کا پاس نہ ہوتا

لَرَجَمْنٰكَ ۖ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيزٍ ﴿۹۱﴾ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَهْطِىٓ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ ۖ وَاتَّخَذْتُمُوهُ وَرَآءَكُمْ

تو ہم تم کو سنگسار کر چکے ہوتے اور ہماری نظر میں تمہاری تو کچھ توقیر ہی نہیں۔ شعیبؑ نے فرمایا اے میری قوم! کیا میرا خاندان تمہارے نزدیک اللہ سے بھی زیادہ باتوقیر ہے۔ اور اسکو تم نے پس پشت

ظِهْرِيًّا ۖ اِنَّ رَبِّى بِمَا تَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ﴿۹۲﴾ وَيٰقَوْمِ اعْمَلُوا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّى عَامِلٌ ۖ سَوْفَ

ڈال دیا یقیناً میرا رب تمہارے سب اعمال کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ اور اے میری قوم تم اپنی حالت پر عمل کرتے رہو میں بھی (اپنے طور پر) عمل کر رہا ہوں۔ اب جلدی تم کو

تَعْلَمُونَ ۙ مَنْ يَأْتِيهِ عَذَابٌ يُخْزِيهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ ۖ وَارْتَقِبُوٓا اِنِّى مَعَكُمْ رَقِيبٌ ﴿۹۳﴾ وَلَمَّا

معلوم ہوا جاتا ہے کہ وہ کون شخص ہے جس پر ایسا عذاب آیا چاہتا ہے جو اس کو رسوا کر دے گا۔ اور وہ کون شخص ہے جو جھوٹا تھا۔ اور تم بھی منتظر رہو میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں۔

جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّالَّذِينَ اٰمَنُوا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَاَخَذَتِ الَّذِينَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ

اور جب ہمارا حکم آ پہنچا ہم نے شعیبؑ کو اور جو ان کی ہمراہی میں اہل ایمان تھے اُن کو اپنی عنایت سے بچالیا اور اُن ظالموں کو ایک سخت آواز نے آ پکڑا سو اپنے

فَاَصْبَحُوا فِى دِيَارِهِمْ جٰثِمِينَ ﴿۹۴﴾ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيهَا ۗ اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُودُ ﴿۹۵﴾

گھروں کے اندر اوندھے گرے رہ گئے۔ جیسے کبھی ان گھروں میں بسے ہی نہ تھے خوب سن لو مدین کو رحمت سے دوری ہوئی جیسا ثمود رحمت سے دور ہوئے تھے

قَالُوا انہوں نے کہا	يٰشُعَيْبُ اے شعیبؑ	مَا نَفْقَهُ ہم نہیں سمجھتے	كَثِيرًا بہت	مِّمَّا تَقُولُ ان سے جو تو کہتا ہے	وَاِنَّا اور بیشک ہم			
لَنَرٰىكَ تجھے دیکھتے ہیں	فِينَا اپنے درمیان	ضَعِيفًا ضعیف	وَلَوْلَا اور اگر	رَهْطُكَ تیرا کنبہ نہ ہوتا	لَرَجَمْنٰكَ تجھ پر پتھراؤ کرتے	وَمَا اور نہیں		
اَنْتَ تو	عَلَيْنَا ہم پر	بِعَزِيزٍ غالب	قَالَ اس نے کہا	يٰقَوْمِ اے میری قوم	اَرَهْطِىٓ کیا میرا کنبہ	اَعَزُّ زیادہ زور والا	عَلَيْكُمْ تم پر	مِّنَ سے
اللّٰهِ اللہ	وَاتَّخَذْتُمُوهُ اور تم نے اسے لیا	وَرَآءَكُمْ اپنے سے پرے	ظِهْرِيًّا پیٹھ پیچھے	اِنَّ بیشک	رَبِّى میرا رب	بِمَا تَعْمَلُونَ اسے جو تم کرتے رہو		
مُحِيطٌ احاطہ کئے ہوئے	وَيٰقَوْمِ اے میری قوم	اعْمَلُوا تم کام کرتے ہو	عَلٰى پر	مَكَانَتِكُمْ اپنی جگہ	اِنِّى بیشک میں	عَامِلٌ کام کرتا ہوں		
سَوْفَ جلد	تَعْلَمُونَ تم جان لوگے	مَنْ کون	يَأْتِيهِ اس پر آتا ہے	عَذَابٌ عذاب	يُخْزِيهِ اس کو رسوا کردے گا	وَمَنْ اور کون؟		
هُوَ وہ	كَاذِبٌ جھوٹا	وَارْتَقِبُوٓا اور تم انتظار کرو	اِنِّى میں بیشک	مَعَكُمْ تمہارے ساتھ	رَقِيبٌ انتظار	وَلَمَّا اور جب	جَآءَ آیا	اَمْرُنَا ہمارا حکم
نَجَّيْنَا ہم نے بچالیا	شُعَيْبًا شعیبؑ	وَالَّذِينَ اور جو لوگ	اٰمَنُوا ایمان لائے	مَعَهٗ اس کے ساتھ	بِرَحْمَةٍ رحمت سے	مِّنَّا اپنی سے	وَ اور	اَخَذَتِ آلیا
الَّذِينَ وہ لوگ جو	ظَلَمُوا انہوں نے ظلم کیا	الصَّيْحَةُ کڑک	فَاَصْبَحُوا سو صبح کی انہوں نے	فِى دِيَارِهِمْ اپنے گھروں میں	جٰثِمِينَ اوندھے پڑے ہوئے			
كَاَنْ گویا	لَّمْ يَغْنَوْا وہ نہیں بسے	فِيهَا اس میں	اَلَا یاد رکھو	بُعْدًا دوری ہے	لِّمَدْيَنَ مدین کیلئے	كَمَا بَعِدَتْ جیسے دور ہوئے	ثَمُودُ ثمود	

قوم کا حضرت شعیب علیہ السلام کی دعوت پر اعتراض

اب قوم اس پر کیا جاہلانہ جواب دیتی ہے اور پھر حضرت شعیب علیہ السلام ان کو آخری فیصلہ کی بات کیا سناتے ہیں اور بالآخر اہل مدین اپنی تکذیب اور سرکشی پر اصرار کی وجہ سے عذاب الٰہی کی گرفت میں آ کر ہلاک کیے جاتے ہیں۔ یہ ان آیات میں بیان فرمایا گیا ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی تقریر پر جو گذشتہ درس میں ذکر ہوئی قوم نے کہا اے شعیب علیہ السلام تمہاری بہت سی باتیں ہماری سمجھ میں تو آتی نہیں۔ اب ان کے اس جاہلانہ جواب پر غور کیجئے۔ یہ سمجھ میں نہ آنا کچھ اس بناء پر نہ تھا کہ حضرت شعیب کسی غیر زبان میں کلام کرتے تھے یا آپ کی باتیں بہت گہری اور پیچیدہ ہوتی تھیں۔ باتیں تو سب صاف اور سیدھی ہی تھیں اور اسی زبان میں کی جاتی تھیں جو یہ لوگ بولتے تھے۔ لیکن عناد، حق پوشی، تعصب اور خواہش نفس کی بندگی نے اندھا اور بہرا بنا رکھا تھا۔ سمجھتے سب کچھ تھے لیکن کہتے کہ تمہاری بات ہم کچھ نہیں سمجھتے۔ نہ معلوم کیا مجذوبوں کی بڑ ہانکتے ہو (العیاذ باللہ) دوسرے انہوں نے یہ کہا کہ تم ہم میں سب سے کمزور اور غریب ہو۔ یعنی ایک کمزور اور بے حقیقت آدمی خواہ مخواہ ساری قوم کو دشمن بنا رہا ہے۔ جاہلی قومیں دباؤ صرف قوت کا مانتی تھیں۔ چنانچہ اب سلسلہ بحث اور استدلال کو چھوڑ کر قوم شعیبؑ صاف صاف کہہ رہی ہے کہ تم ہم پر کچھ غالب و حاکم تو ہو نہیں۔ قوت تو ہمیں کو حاصل ہے۔ ہم تو صرف تمہارے کنبہ اور قبیلہ کا لحاظ کر رہے ہیں۔ جو ہمارے ہم مذہب ہیں ورنہ ہم تو اب تک تم پر سزائے سنگ ساری جاری کر چکے ہوتے (العیاذ باللہ)

حضرت شعیبؑ کا جواب اور عذاب کی پیشینگوئی

حضرت شعیب علیہ السلام نے قوم کی ان دھمکیوں کے جواب میں کہا کہ افسوس اور تعجب ہے کہ خاندان کی وجہ سے میری رعایت کرتے ہو۔ اس وجہ سے نہیں کرتے کہ میں خدا کا پیغمبر ہوں اور صاف اور صریح نشانات اپنی سچائی کے دکھلا رہا ہوں۔ گویا تمہاری نگاہ میں میرے خاندان کی عزت اور اس کا دباؤ خداوند قدوس سے زیادہ ہے۔

خدا کی عظمت و جلال کو ایسا بھلا دیا کہ کبھی تمہیں اس کا تصور بھی نہیں آتا۔ جو قوم خدا تعالیٰ کو بھلا کر (معاذ اللہ) پس پشت ڈال دے اسے یاد رکھنا چاہئے کہ اس کے تمام اعمال و افعال خدا تعالیٰ کے علم و قدرت کے احاطہ میں ہیں۔ تم کوئی عمل کرو اور کسی حالت میں ہو ایک آن کے لئے بھی اس کے قابو سے باہر نہیں۔ جب حضرت شعیب علیہ السلام کو یقین ہو گیا کہ یہ قوم اپنی بداعمالیوں پر قائم رہے گی اور آباء واجداد کے مسلک سے نہ ہٹے گی تو اظہار برأت اور تنبیہ وعید کے طور پر فرمایا لو اچھا جب تم نہیں مانتے تو اپنی ضد اور ہٹ پر جمے رہو۔ میں خدا کی توفیق سے راہ ہدایت پر ثابت قدم ہوں۔ عنقریب پتہ چل جائے گا کہ ہم میں سے کس کو خدا کا عذاب رسوا کرتا ہے اور کون جھوٹا ثابت ہوتا ہے۔ اب ہم اور تم دونوں آسمانی فیصلہ کا انتظار کرتے ہیں۔

عذاب الٰہی کی آمد اور سرکشوں کی ہلاکت

آخر پھر وہی ہوا جو قانون الٰہی کا ابدی اور سرمدی فیصلہ ہے یعنی بحث اور برہان کی روشنی آنے کے بعد بھی جب باطل پر اصرار ہو اور صداقت کا مذاق اڑایا جائے اور اس کی مخالفت و انکار پر اصرار ہو تو پھر خدا کا عذاب اس مجرمانہ زندگی کا خاتمہ کر دیتا اور آنے والی قوموں کے لئے اس کو عبرت کا نشان بنا دیا کرتا ہے۔ چنانچہ قرآن عزیز بتلاتا ہے کہ نافرمانی اور سرکشی کی پاداش میں اہل مدین یعنی قوم شعیب علیہ السلام کو تین قسم کے عذاب نے آ

گھیرا۔ یہاں تو اہل مدین یعنی قوم شعیب علیہ السلام کا کڑک یعنی فرشتہ کی چیخ سے ہلاک ہونا مذکور ہے۔ سورۂ اعراف میں رجفہ کا لفظ آیا ہے یعنی زلزلہ سے ہلاک ہوئے اور سورۂ شعراء میں عذاب یوم الظلۃ آیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ عذاب کے بادل سائبان کی طرح ان پر محیط ہو گئے۔ یہ تینوں قسم کے عذاب اس قوم کے حق میں جمع کر دیئے گئے تھے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ صبح کو دیکھنے والوں نے دیکھا کہ کل کے سرکش اور مغرور آج اپنے گھروں میں اوندھے مرے پڑے ہیں گویا وہاں کبھی بسے ہی نہ تھے۔ یہ حال تو منکرین کا ہوا لیکن حضرت شعیب علیہ السلام اور آپ کے متبعین مومنین کو جو آپ پر ایمان لے آئے تھے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے اس ہلاکت وعذاب سے بچا لیا۔

برحمۃ منا (یعنی اپنی رحمت خاص سے) فرما کر پھر ایک بار اس حقیقت کی وضاحت کر دی گئی کہ نجات جس کسی کو بھی ملتی ہے مومنین بلکہ پیغمبر تک کو بھی فضل خداوندی ہی سے ملتی ہے الغرض قوم مدین کا بھی وہی انجام ہوا جو ان سے قبل قوم ثمود کا ہو چکا تھا۔

ادھورا نظریہ اور اس کا نقصان

حضرت شعیب علیہ السلام اور ان کی قوم کے ان واقعات و حالات سے متعلق علماء نے لکھا ہے کہ ہم قرآن کریم کی تعلیمات سے غافل ہونے کی وجہ سے یہ سمجھ بیٹھے کہ اسلامی زندگی کے ارکان میں صرف ''عبادات'' ہی اہم رکن ہیں اور ''معاملات'' و ''معاشرت'' کو اسلام میں کوئی خاص اہمیت حاصل نہیں ہے۔ اسی غلط فہمی کی وجہ ہے کہ موجودہ دور میں فساق امت کا تو ذکر ہی کیا اکثر دیندار اور پرہیزگار بھی حقوق العباد اور معاملات میں بے پروا نظر آتے ہیں۔

الا ماشآء اللہ مگر حقوق العباد کی حفاظت اور معاملات میں دیانت و امانت اور معاشرتی و رستکاری کی اہمیت اس سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک جلیل القدر پیغمبر حضرت شعیب علیہ السلام کی بعثت کا مقصد اسی کو قرار دیا۔ اور لین دین، ناپ تول، خرید و فروخت جیسے امور کی اصلاح حال کے لئے رسول بنا کر بھیجا۔ خرید و فروخت میں دوسرے کے حق کو پورا نہ دینا انسانی زندگی میں ایسا روگ لگا دیتا ہے کہ یہ بداخلاقی بڑھتے بڑھتے تمام حقوق العباد کے بارہ میں حق تلفی کی خصلت پیدا کر دیتی ہے اور اس طرح انسان شرافت اور باہمی ہمدردی اخوت و مودت کے رشتہ کو منقطع کر کے لالچ، حرص، خود غرضی اور خست و دنائت جیسے رذائل کا حامل بنا دیا کرتی ہے۔ جس کا تجربہ اس وقت کھلی آنکھوں آپ اپنے ملک اور قوم میں کر رہے ہیں۔

انا للہ و انا الیہ راجعون

دعا کیجئے

یا اللہ! یہ ملک جو اسلام کے نام پر قائم ہوا تھا۔ یہاں اسلام کو سرسبز و شاداب فرما۔ اسلامی تعلیمات و ہدایات کو عام فرما۔ ہر چھوٹے بڑے، حاکم محکوم، مرد عورت، بچہ بوڑھے سب کو اسلام کا شیدائی بن کر زندہ رہنے کی توفیق عطا فرما۔ اور اپنی اور اپنے پاک رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کاملہ نصیب فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۹۶﴾ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۠ىِٕهٖ فَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ

اور ہم نے موسیٰ کو اپنے معجزات اور دلیل روشن دے کر فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس بھیجا سو وہ لوگ فرعون کی رائے

فِرْعَوْنَ ۚ وَمَآ اَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيْدٍ ﴿۹۷﴾ يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ ۭ

پر چلتے رہے۔ اور فرعون کی رائے کچھ صحیح نہ تھی۔ وہ قیامت کے دن اپنی قوم کے آگے آگے ہوگا پھر ان کو دوزخ میں جا اُتارے گا۔

وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ ﴿۹۸﴾ وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ ﴿۹۹﴾

اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے اترنے کی جس میں یہ لوگ اُتارے جائیں گے۔ اور اس دنیا میں بھی لعنت اُن کے ساتھ ساتھ رہی اور قیامت کے دن بھی برا انعام ہے جو ان کو دیا گیا۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَاۗءِ الْقُرٰى نَقُصُّهٗ عَلَيْكَ مِنْهَا قَاۗىِٕمٌ وَّحَصِيْدٌ ﴿۱۰۰﴾ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ

یہ اُن (غارت شدہ) بستیوں کے بعض حالات تھے جن کو ہم آپ سے بیان کرتے ہیں (سو) بعض بستیاں تو اُن میں (اب بھی) ہیں اور بعض کا بالکل خاتمہ ہوگیا اور ہم نے اُن پر ظلم نہیں کیا لیکن انہوں نے

ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَمَآ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِيْ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ

خود ہی اپنے اوپر ظلم کیا سو اُن کے وہ معبود جن کو وہ خدا کو چھوڑ کر پوجتے تھے ان کو کچھ فائدہ نہ پہنچا سکے جب آپ کے

شَيْءٍ لَّمَّا جَاۗءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۭ وَمَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتْبِيْبٍ ﴿۱۰۱﴾ وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى

رب کا حکم آ پہنچا اور اُلٹا ان کو نقصان پہنچایا۔ اور آپ کے رب کی پکڑ ایسی ہی ہے جب وہ کسی بستی پر پکڑ کرتا ہے

وَهِيَ ظَالِمَةٌ ۭ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ﴿۱۰۲﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ۭ

جبکہ وہ ظلم کیا کرتے ہوں۔ بلاشبہ اس کی پکڑ بڑی ایذاء رساں (اور سخت) ہے اور واقعات میں اس شخص کے لئے بڑی عبرت ہے جو آخرت کے عذاب سے

ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ ۙ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ﴿۱۰۳﴾ وَمَا نُؤَخِّرُهٗٓ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ ﴿۱۰۴﴾

ڈرتا ہو وہ ایسا دن ہوگا کہ اس میں تمام آدمی جمع کئے جاویں گے اور وہ سب کی حاضری کا دن ہے۔ اور ہم اس کو صرف تھوڑی مدت کے لئے ملتوی کئے ہوئے ہیں

وَ اور | لَقَدْ اَرْسَلْنَا ہم نے بھیجا | مُوْسٰى موسیٰ | بِاٰيٰتِنَا اپنی نشانیوں کیساتھ | وَ اور | سُلْطٰنٍ دلیل | مُّبِيْنٍ روشن | اِلٰى فِرْعَوْنَ فرعون کی طرف

وَمَلَا۠ىِٕهٖ اور اسکے سردار | فَاتَّبَعُوْٓا تو انہوں نے پیروی کی | اَمْرَ فِرْعَوْنَ فرعون کا حکم | وَمَآ اور نہ | اَمْرُ فِرْعَوْنَ فرعون کا حکم | بِرَشِيْدٍ درست

يَقْدُمُ آگے ہوگا | قَوْمَهٗ اپنی قوم | يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن | فَاَوْرَدَهُمُ تو لا اتارے گا انہیں | النَّارَ دوزخ | وَبِئْسَ اور برا | الْوِرْدُ گھاٹ

الْمَوْرُوْدُ اُترنے کا مقام | وَاُتْبِعُوْا اور انکے پیچھے لگادی گئی | فِيْ هٰذِهٖ اس میں | لَعْنَةً لعنت | وَ اور | يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن | بِئْسَ برا

الرِّفْدُ انعام | الْمَرْفُوْدُ انہیں انعام دیا گیا | ذٰلِكَ یہ | مِنْ سے | اَنْۢبَاۗءِ الْقُرٰى بستیوں کی خبریں | نَقُصُّهٗ ہم یہ بیان کرتے ہیں | عَلَيْكَ تجھ پر

مِنْهَا ان سے | قَاۗىِٕمٌ قائم | حَصِيْدٌ کٹ چکیں | وَ اور | مَا ظَلَمْنٰهُمْ ہم نے ظلم نہیں کیا ان پر | وَلٰكِنْ اور لیکن | ظَلَمُوْٓا انہوں نے ظلم کیا

اَنْفُسَهُمْ اپنی جانوں پر	فَمَآ اَغْنَتْ سو نہ کام آئے	عَنْهُمْ ان سے	اٰلِهَتُهُمُ ان کے معبود	الَّتِیْ وہ جو	یَدْعُوْنَ وہ پکارتے تھے		
مِنْ دُوْنِ سوائے	اللّٰهِ اللہ	مِنْ شَیْءٍ کچھ بھی	لَمَّا جب	جَآءَ آیا	اَمْرُ رَبِّكَ تیرے رب کا حکم	وَ اور	مَازَادُوْهُمْ نہ بڑھایا انہیں
غَیْرَ تَتْبِیْبٍ سوائے ہلاکت	وَ اور	كَذٰلِكَ ایسی ہی	اَخْذُ پکڑ	رَبِّكَ تیرا رب	اِذَآ اَخَذَ جب اس نے پکڑا	الْقُرٰی بستیاں	وَهِیَ اور وہ
ظَالِمَةٌ ظلم کرتے ہوں	اِنَّ بیشک	اَخْذَهٗٓ اسکی پکڑ	اَلِیْمٌ شَدِیْدٌ دردناک سخت	اِنَّ بیشک	فِیْ ذٰلِكَ اس میں	لَاٰیَةً البتہ نشانی	
لِّمَنْ خَافَ اس کیلئے جو ڈرا	عَذَابَ الْاٰخِرَةِ آخرت کا عذاب	ذٰلِكَ یہ	یَوْمٌ ایک دن	مَّجْمُوْعٌ جمع ہوں گے	لَّهُ اس میں	النَّاسُ سب لوگ	
وَذٰلِكَ اور یہ	یَوْمٌ ایک دن	مَّشْهُوْدٌ پیش ہونے کا	وَ اور	مَا نُؤَخِّرُهٗٓ ہم نہیں ہٹاتے پیچھے	اِلَّا مگر	لِاَجَلٍ ایک مدت کیلئے	مَّعْدُوْدٍ گنی ہوئی

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا تذکرہ

اس سے قبل حضرت نوحؑ، حضرت ہودؑ، حضرت صالحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت لوطؑ اور حضرت شعیب علیہم السلام کے قصے بیان ہوئے۔ چونکہ ان میں سے ہر نبی کو مخصوص معجزہ عطا کیا گیا تھا۔ اس لئے معاندین کو خیال ہوسکتا تھا کہ یہ کیا ضرور ہے کہ ہر شخص کا دماغ صرف ایک مخصوص معجزہ دیکھ کر پیغمبر کی صداقت کا یقین کرلے۔ خدا نے اتمام حجت کیوں نہ کیا اور کیوں ہر ایک پیغمبر کو متواتر بکثرت معجزات عطا فرمائے۔ جس سے کم فہم طبقہ کو بھی ہدایت ہوسکتی اس شبہ کے ازالہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا ذکر فرمایا جو ان آیات میں بیان فرمایا گیا جس کا حاصل ارشاد یہ ہے کہ فقط یہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نوحؑ، ہودؑ، صالحؑ وغیرہم علیہم السلام کو ایک ایک مخصوص معجزہ دے کر اقوام کی ہدایت کے لئے بھیجا بلکہ ایسا بھی ہوا کہ ایک پیغمبر کو متعدد معجزات بکثرت دلائل نبوت اور براہین توحید عطا فرما کر مبعوث کیا مگر سرکش باغیوں نے پھر بھی نہ مانا۔ دیکھو موسیٰ علیہ السلام کو مختلف نشانیاں، متعدد معجزات اور دلائل اور براہین نبوت دے کر اللہ تعالیٰ نے مبعوث کیا تاکہ وہ فرعون اور اس کے گروہ کو ہدایت کریں مگر روشن دلائل اور کھلے کھلے نشان دیکھ کر بھی فرعونیوں نے پیغمبر خدا کی بات نہ مانی۔ اسی دشمن خدا فرعون کے حکم پر چلتے رہے۔ حالانکہ اس کی یعنی فرعون کی کوئی بات ٹھکانے کی نہ تھی جسے مان کر انسان بھلائی حاصل کرسکتا اور جس طرح فرعون یہاں کفر وتکذیب میں ان کا پیشوا تھا۔ قیامت کے دن بھی فرعونیوں کا امام رہے گا۔ جو لوگ دنیا میں اس کی اندھی تقلید کررہے تھے وہ اس کے پیچھے پیچھے آخری منزل جہنم تک پہنچ جائیں گے۔ یہی وہ گھاٹ ہے جہاں ٹھنڈے پانی کی جگہ بھسم کردینے والی آگ ملے گی۔ اور رہتی دنیا تک لوگ فرعون اور فرعونیوں پر لعنت بھیجتے رہیں گے۔ پھر قیامت میں اللہ کے فرشتہ اور میدان حشر میں کھڑی ہونے والی مخلوق کی طرف سے لعنت پڑے گی۔ غرض لعنت کا سلسلہ لگاتار ان کے ساتھ چلتا رہے گا۔ گویا یہ انعام ہے جو ان کے کارناموں پر دیا گیا کہ اکثر دنیا اور آخرت دونوں میں لعنت ان کے گلے کا ہار بنادی گئی۔

مذکورہ تمام واقعات کا خلاصہ و نچوڑ

آگے تمام گذشتہ پیغمبروں اور ان کی امتوں کے قصوں کا نچوڑ ظاہر فرمایا جارہا ہے۔ اور بتلایا گیا کہ پچھلی قوموں کے قصے جو بیان کئے گئے کہ کس طرح انہوں نے پیغمبروں کی تکذیب اور گستاخیاں کیں پھر کس طرح تباہ ہوئے ان میں سے بعض بستیاں تو صفحہ زمین پر اپنا نام ونشان رکھتی ہیں اور بعض اجڑ گئیں اور ان کے کچھ کھنڈر باقی ہیں اور بعض کا نشان بھی صفحۂ ہستی پر باقی نہ رہا۔ جیسے قوم لوط کی بستیاں کہ وہ سرے سے ملیامیٹ ہوگئیں یا جیسے مصر کہ جو فرعون کا مقام تھا کہ فرعونی ڈبو دیئے گئے باقی وہ علاقہ اور زمین بدستور قائم ہیں یا جیسے قوم ثمود کے کھنڈرات کہ غزوۂ تبوک میں مدینہ منورہ سے جاتے ہوئے راستہ میں قوم ثمود کا کنواں اور اونٹنی کی آمدورفت کا راستہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو دکھایا تھا۔ پھر بتلایا جاتا ہے کہ خدا نے بے قصور کسی کو نہیں پکڑا جو ظلم کا وہم

ہو سکے۔ جب وہ جرائم کے ارتکاب میں حد سے آگے نکل گئے اور اسی طرح اپنے کو کھلم کھلا سزا کا مستحق ٹھہرا دیا تب خدا کا عذاب آیا پھر دیکھ لو جن باطل معبودوں اور دیوتاؤں کا انہیں بڑا اسہارا تھا اور جن سے بڑی بڑی توقعات قائم کر رکھی تھیں۔ وہ ایسی سخت مصیبت کے وقت بھی کچھ کام نہ آسکے اور وہ باطل معبود کام تو کیا آتے؟ الٹے ہلاکت کا سبب بنے۔ جب انہیں نفع نقصان کا مالک سمجھا امدیں قائم کیں۔ چڑھاوے چڑھائے۔ تو یہ روز بد دیکھنا پڑا۔ پھر بھی ظالموں کو بڑی حد تک مہلت دی جاتی ہے جب کسی طرح باز نہیں آتے تب پکڑ کر گلا دبا دیا جاتا ہے۔ مجرم چاہے کہ اس کی پکڑ سے چھوٹ کر بھاگ نکلے یا تکلیف و سزا کم ہو تو ناممکن ہے۔ اور یہ دنیا جو "دارعمل" ہے جب اس میں شرک و کفر اور تکذیب انبیاء اور عصیان و نافرمانی پر سزائیں ملتی ہیں اور اس قدر سخت ملتی ہیں تو یہ ایک نشان اس بات کے معلوم کرنے کا ہے کہ آخرت میں جو خالص "دارالجزاء" ہے کیا کچھ سزا ان جرائم پر ملے گی اور کیا صورت چھٹکارے کی ہوگی۔ عقلمند آدمی کے لئے جو اپنے انجام کو سوچ کر ڈرتا رہتا ہے اس چیز میں بڑی عبرت و نصیحت ہے آگے بتلایا جاتا ہے کہ تمام دنیا کا بیک وقت فیصلہ اسی دن ہوگا جب سارے اولین و آخرین اکٹھے کئے جائیں گے۔ اور کوئی شخص غیر حاضر نہ رہ سکے گا۔ گویا خدا کی عدالت کی سب سے بڑی پیشی کا دن وہی ہوگا۔ اللہ کے علم میں جو میعاد مقرر ہے وہ پوری ہو جائے گی تب وہ دن آئے گا اور تاخیر سے یہ گمان کوئی نہ کرے کہ یہ محض فرضی اور وہمی بات ہے۔

یہاں ساتواں قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اختصار کے ساتھ ذکر فرمایا اور یہ قصہ اس سورۃ کا آخری قصہ ہے۔ جس سے یہ معلوم ہوا کہ خدا اور رسول کے مقابلہ میں حکومت و سلطنت و مال و دولت اور دنیوی قوت و شوکت کچھ کام نہیں آتی۔ عزت حق کے اتباع میں ہے اور باطل کے اتباع میں دین و دنیا دونوں کی تباہی و بربادی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہم کو تا زیست حق پر قائم رکھیں اور حق کے اتباع کی برکت سے دین و دنیا دونوں جہان میں عزت عطا فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کی گرفت سخت ہے

ان قصص سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی گرفت سخت ہے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خدا تعالیٰ ظالم کو مہلت اور ڈھیل دیتا رہتا ہے پھر جب اس کی گرفت کر لیتا ہے تو پھر اس کو رہائی نہیں دیتا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ ارشاد کے بعد یہ آیت تلاوت فرمائی۔ وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِىَ ظَالِمَةٌ ۗ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ اور آپ کے رب کی پکڑ ایسی ہی سخت ہے جب وہ کسی بستی والوں پر دار و گیر کرتا ہے جب کہ وہ ظلم کیا کرتے ہیں۔ بلا شبہ اس کی پکڑ بڑی الم رساں اور سخت ہے۔

جس پر ہلاکت آئی اس کی اپنی بداعمالی سے آئی

پھر ان آیات میں اس بات کی بھی صراحت ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی پر عذاب نازل کر کے جو تباہ فرماتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا کہ ان کو بلاقصور ہلاک کر دیا ہو۔ بلکہ اول ان کو نصیحت کی گئی۔ اور نافرمانی کے بعد بھی فوراً ان کو نہیں پکڑا بلکہ ان کو مہلت دی جب ان لوگوں نے خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اللہ کے پیغمبروں کے مقابلہ پر اتر آئے اور کسی طرح اپنے ظلم و عناد سے باز نہ آئے تب اللہ نے ان کو ہلاک فرمایا۔ تو انسان کی بدحالی خود اس کی تباہی کا سبب ہوتی ہے۔

دعا کیجئے: یا اللہ! قیامت میں جب میدان حشر میں آپ سب کو جمع فرمائیں تو ہمارا حشر اپنے محبوبین و مقبولین کے ساتھ فرمایئے۔ یا اللہ! آج اس دنیا میں ہم کو یوم آخرت کی تیاری کا اور اس روز کے لئے توشہ جمع کرنے کا دھیان عطا فرما دے۔ اور یوم آخرت میں ہمارا حساب کتاب آسان فرما دے اور اپنی مغفرت و رحمت کاملہ سے دین و دنیا دونوں جہان میں ہمیں سرفراز فرما دے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يَوْمَ يَأْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيْدٌ ۝١٠٥ فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي

جس وقت وہ دن آئے گا کوئی شخص بدوں خدا کی اجازت کے بات نہ کر سکے گا پھر اُن میں بعض تو شقی ہوں گے اور بعض سعید ہوں گے سو جو لوگ شقی ہیں وہ تو دوزخ میں

النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ ۝١٠٦ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ

ایسے حال میں ہوں گے کہ اس میں اُن کی چیخ و پکار پڑی رہے گی۔ اور ہمیش ہمیش کو اس میں رہیں گے جب تک آسمان اور زمین قائم ہیں ہاں اگر خدا ہی کو (نکالنا) منظور ہو

رَبُّكَ ۭ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ۝١٠٧ وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِي الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا

تو دوسری بات ہے آپ کا رب جو کچھ چاہے اسکو پورا کر سکتا ہے۔ اور رہ گئے وہ لوگ جو سعید ہیں سو وہ جنت میں ہوں گے اور وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے رہیں گے

دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ۭ عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ ۝١٠٨ فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ

جب تک آسمان اور زمین قائم ہیں ہاں اگر خدا ہی کو (نکالنا) منظور ہو تو دوسری بات ہے۔ وہ غیر منقطع عطیہ ہوگا۔ سو جس چیز کی یہ پرستش کرتے ہیں

مِّمَّا يَعْبُدُ هٰٓؤُلَآءِ ۭ مَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا كَمَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُهُمْ مِّنْ قَبْلُ ۭ وَاِنَّا لَمُوَفُّوْهُمْ

اس کے بارہ میں ذرا شبہ نہ کرنا۔ یہ لوگ بھی اسی طرح عبادت کر رہے ہیں جس طرح اُنکے قبل انکے باپ دادا عبادات کرتے تھے۔ اور ہم یقیناً اُن کا حصہ

نَصِيْبَهُمْ غَيْرَ مَنْقُوْصٍ ۝١٠٩

اُن کو (بروز قیامت) پورا پورا بے کم و کاست پہنچا دیں گے

يَوْمَ جس دن	يَأْتِ وہ آئے گا	لَا تَكَلَّمُ نہ بات کرے گا	نَفْسٌ کوئی شخص	اِلَّا مگر	بِاِذْنِهٖ اس کی اجازت سے	فَمِنْهُمْ سو ان میں سے		
شَقِيٌّ کوئی بدبخت	وَسَعِيْدٌ اور کوئی خوش بخت	فَاَمَّا پس	الَّذِيْنَ جو لوگ	شَقُوْا بدبخت	فَفِي سو میں	النَّارِ دوزخ	لَهُمْ ان کیلئے	
فِيْهَا اس میں	زَفِيْرٌ چیخنا	وَشَهِيْقٌ اور دھاڑنا	خٰلِدِيْنَ ہمیشہ رہیں گے	فِيْهَا اس میں	مَا دَامَتِ جب تک ہیں	السَّمٰوٰتُ آسمان		
وَالْاَرْضُ اور زمین	اِلَّا مگر	مَا شَآءَ جتنا چاہے	رَبُّكَ تیرا رب	اِنَّ بیشک	رَبَّكَ تیرا رب	فَعَّالٌ کر گزرنے والا	لِمَا يُرِيْدُ جو وہ چاہے	
وَاَمَّا اور جو	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	سُعِدُوْا خوش بخت ہوئے	فَفِي الْجَنَّةِ سو جنت میں	خٰلِدِيْنَ ہمیشہ رہیں گے	فِيْهَا اس میں	مَا دَامَتِ جب تک ہیں		
السَّمٰوٰتُ آسمان	وَالْاَرْضُ اور زمین	اِلَّا مگر	مَا شَآءَ جتنا چاہے	رَبُّكَ تیرا رب	عَطَآءً عطا	غَيْرَ مَجْذُوْذٍ ختم نہ ہونے والی		
فَلَا تَكُ پس تو نہ رہ	فِيْ مِرْيَةٍ شک و شبہ میں	مِمَّا اس سے جو	يَعْبُدُ پوجتے ہیں	هٰٓؤُلَآءِ یہ لوگ	مَا يَعْبُدُوْنَ وہ نہیں پوجتے	اِلَّا مگر		
كَمَا جیسے	يَعْبُدُ پوجتے تھے	اٰبَآؤُهُمْ ان کے باپ دادا	مِنْ قَبْلُ اس سے قبل	وَاِنَّا اور بیشک ہم	لَمُوَفُّوْهُمْ انہیں پورا پھیر دیں گے			
نَصِيْبَهُمْ انکا حصہ	غَيْرَ مَنْقُوْصٍ گھٹائے بغیر							

قیامت کے دن کی ہیبت و وحشت

گذشتہ آیت میں روز قیامت کا ذکر ہوا تھا۔ اب آگے ان آیات میں یوم آخرت ہی کے متعلق مزید بتلایا جاتا ہے کہ قیامت کے دن

بغیر اذن الٰہی کے کوئی کسی سے کچھ بات نہ کر سکے گا۔ اور بغیر اجازت خداوندی کسی کو بولنے کی اجازت نہ ہوگی۔ یعنی واقعات قیامت کی ہولناکی اور جلال الٰہی کے ظہور کے سبب کوئی بات نہ کر سکے گا۔ زبان سے کوئی لفظ نہ نکلے گا۔ ہاں جس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت یا حکم ہوگا وہی بول سکے گا۔ پھر بتلایا جاتا ہے کہ قیامت کے دن تمام جمع شدہ نفوس میں سے دو گروہ ہوں گے۔ ایک گروہ بد بخت شقی لوگوں کا ہوگا۔ دوسرا گروہ خوش نصیب اور سعید لوگوں کا ہوگا۔ پہلا گروہ مبتلائے عذاب ہوگا۔ دوسرا گروہ نجات یافتہ۔

قیامت کے دن تمام انسانوں کی باعتبار اعمال کے تقسیم

یہاں ان آیات میں حق تعالیٰ جل شانہ نے اہل محشر کی دو قسمیں ذکر فرمائیں ایک سعداء دوسرے اشقیا مگر ایک تیسری قسم اور بھی ہے جیسا کہ علمائے محققین نے لکھا ہے جن کے ذکر سے حق تعالیٰ نے سکوت فرمایا وہ وہ لوگ ہیں جن کی حسنات وسیئات برابر ہوں گی یا وہ لوگ ہیں کہ جن کے پاس نہ حسنات ہوں گی نہ سیئات جیسے دیوانے' نابالغ لڑکے اور چھوٹے بچے سو یہ تیسری قسم اللہ کے زیر مشیت ہے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ جو چاہیں گے ان کے درمیان حکم اور فیصلہ فرما دیں گے چونکہ اس قسم کا حکم زیر مشیت خداوندی مستور ہے اس لئے آیت میں اس تیسری قسم کا ذکر نہیں فرمایا۔ باقی دو قسم کے ذکر کرنے سے تیسری قسم کی نفی لازم نہیں آتی۔ دو قسموں کا حکم بتلا دیا۔ تیسری قسم کا حکم مخفی رکھا۔

(معارف القرآن از حضرت کاندھلویؒ)

گنہگار مسلمانوں کا کیا کیا ہوگا؟

اہل سنت والجماعت کے عقائد کے مطابق گنہگار مسلمان باعتبار ایمان اور اسلام کے سعید ہے مگر معاصی اور گناہوں کی وجہ سے اس میں شقاوت کی آمیزش آ گئی۔ جس کی تلافی اور تدارک اگر اس نے سچی توبہ واستغفار سے دنیا میں نہ کی تو اس قسم کے لوگ اہل سنت والجماعت کے عقیدہ کے موافق تطہیر کے لئے حکم خداوندی سے دوزخ میں داخل کئے گئے تو اگر رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان کسی کے دل میں ہوگا تو کسی وقت اس کو دوزخ سے رہائی ضرور ہو جائے گی۔ خدا تعالیٰ کی رحمت سے یا کسی کی شفاعت سے۔

بد بخت وخوش بخت لوگ

آگے شقی وسعید گروہ کی کیفیت بیان کی گئی ہے اور ان میں فرق بتلایا گیا۔ شقی یعنی کافر وہ تو دوزخ میں ایسے حال میں ہوں گے کہ اس میں ان کی چیخ وپکار پڑی رہے گی اور شدت کرب وغم اور شدت رنج والم سے اشقیا کی یہ حالت ہوگی کہ گدھوں کی طرح چیختے اور چنگھاڑتے ہوں گے اور دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ اس حال میں رہیں گے۔ کوئی نکلنے کی سبیل نہ ہوگی ہاں اگر خدا تعالیٰ ہی کو نکالنا منظور ہو تو دوسری بات ہے۔ کیونکہ حق تعالیٰ کو پوری قدرت اور اختیار ہے مگر باوجود قدرت کے یہ یقینی ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ بات نہ چاہیں گے۔ اس لئے کفار کو نکلنا بھی نصیب نہ ہوگا۔ تمام اہل سنت والجماعت کا یہی عقیدہ ہے کہ کافروں کو جہنم میں رہنا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہے۔ نہ کبھی وہاں سے نکالے جائیں گے نہ کبھی ان کو وہاں موت وفنا ہے۔ اور جو لوگ سعید ہیں وہ جنت میں ہوں گے اور ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہیں گے گو بعض نے جنت میں جانے کے قبل کچھ سزا گناہوں کی بھگتی ہو۔ وہ بھی جنت سے کبھی نہ نکلیں گے ہاں اگر خدا ہی کو نکالنا منظور ہو تو دوسری بات ہے اس کے قبضۂ قدرت میں ہر چیز ہے اور اس کو ہر طرح کا اختیار ہے مگر اہل جنت کو یہ بتلا دیا گیا کہ جنتیوں کا جنت میں رہنا عطاء خداوندی ہے جو کبھی منقطع نہ ہوگی اور عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ فرما کر بشارت دے دی کہ جنت میں داخل ہونے کے بعد وہاں سے خروج نہیں۔

کافروں کی دنیاوی خوشحالی سے دھوکہ نہ کھاؤ

اب جب کفر کا وبال اوپر کی آیتوں سے معلوم ہو چکا تو اب سمجھایا جاتا ہے کہ مسلمانوں کو کفار کی دنیا میں خوشحالی اور مالداری دیکھ کر دھوکہ نہ کھانا چاہئے اور اتنی مخلوق کا شرک و بت پرستی کے راستہ پر پڑلینا اور اب تک سزایاب نہ ہونا کوئی ایسی چیز نہیں جس سے دھوکہ کھا کر آدمی شبہ میں پڑ جائے۔ یہ لوگ بت پرستی اور گمراہی میں اپنے باپ داداؤں کی کورانہ تقلید کر رہے ہیں اور یہ گمراہی ان کو باپ دادا سے بطور میراث ملی ہے۔ وہ جھوٹے معبود ان کے کیا کام آئے۔ جو ان کے کام آ جائیں گے۔ یقیناً ان سب کو آخرت میں عذاب کا پورا حصہ ملے گا جس میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ بلاکم وکاست ان کے جرم کے مطابق ان کو عذاب ملے گا۔

خوش بختی و بدبختی کی علامات

اب یہاں سعادت و شقاوت اور سعید و شقی گروہ کی مناسبت سے۔ امام بلخیؒ کا ایک قول قابل ذکر ہے۔ فرماتے ہیں کہ سعادت کی پانچ نشانیاں ہیں۔ اول دل کی نرمی۔ دوم اللہ کے خوف سے بہت رونا۔ سوم آزار کا تھوڑا ہونا۔ چہارم دنیا سے نفرت۔ پنجم اللہ کے سامنے شرمندہ رہنا اور علی ہذا شقاوت کی بھی پانچ نشانیاں ہیں۔

اول دل کی سختی۔ دوم آنکھوں کی خشکی۔ سوم دنیا کی رغبت۔ چہارم آرزو کا زیادہ ہونا۔ پنجم بے حیائی۔ (معارف القرآن)

دعا کیجئے

یا اللہ! شقاوت سے ہم کو اپنی پناہ میں رکھئے اور شقی لوگوں کو جو عذاب جہنم ہوگا اس سے ہم کو بالکل محفوظ فرمایئے۔ یا اللہ! قیامت کی سختیوں اور ہولناکیوں سے ہم کو بچایئے اور مومنین، صادقین و صالحین کے ساتھ ہم کو جنت میں داخل فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ

اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تھی سو اس میں اختلاف کیا گیا اور اگر ایک بات نہ ہوتی جو آپ کے رب کی طرف سے پہلے ٹھہر چکی ہے تو انکا فیصلہ ہو چکا ہوتا۔

وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ۝۱۱۰ وَاِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ اَعْمَالَهُمْ ۭ اِنَّهٗ بِمَا يَعْمَلُوْنَ

اور یہ لوگ اس کی طرف سے ایسے شک میں ہیں جس نے ان کو تردد میں ڈال رکھا ہے۔ اور بالیقین سب کے سب ایسے ہی ہیں کہ آپ کا رب اُن کو اُن کے اعمال کا پورا پورا حصہ دے گا۔ وہ بالیقین ان کے سب اعمال

خَبِيْرٌ ۝۱۱۱ فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا ۭ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝۱۱۲ وَلَا تَرْكَنُوْٓا

کی پوری خبر رکھتا ہے۔ تو آپ جس طرح کہ آپ کو حکم ہوا ہے مستقیم رہیے اور وہ لوگ بھی جو کفر سے توبہ کر کے آپ کی ہمراہی میں ہیں اور دائرہ سے ذرا

اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۙ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَاۗءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ۝۱۱۳

مت نکلو یقیناً وہ تم سب کے اعمال کو خوب دیکھتا ہے۔ اور ان ظالموں کی طرف مت جھکو کبھی تم کو دوزخ کی آگ لگ جاوے اور خدا کے سوا کوئی تمہارا

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ۭ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّـيِّاٰتِ ۭ

رفاقت کرنے والا نہ ہو پھر حمایت تو تمہاری ذرا بھی نہ ہو۔ اور آپ نماز کی پابندی رکھیے دن کے دونوں سروں پر اور رات کے کچھ حصوں میں بیشک نیک کام

ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ۝۱۱۴ وَاصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۱۱۵

مٹا دیتے ہیں برے کاموں کو یہ بات ایک نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کے لئے۔ اور صبر کیا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتے

وَ اور	لَقَدْ اٰتَيْنَا البتہ ہم نے دی	مُوْسٰى موسیٰ	الْكِتٰبَ کتاب	فَاخْتُلِفَ سو اختلاف کیا گیا	فِيْهِ اس میں	وَلَوْ اور اگر	لَا نہ
كَلِمَةٌ ایک بات	سَبَقَتْ پہلے ہو چکی	مِنْ سے	رَّبِّكَ تیرا رب	لَقُضِيَ البتہ فیصلہ کر دیا جاتا	بَيْنَهُمْ انکے درمیان	وَاِنَّهُمْ اور بیشک وہ	
لَفِيْ شَكٍّ البتہ شک میں	مِّنْهُ اس سے	مُرِيْبٍ دھوکہ میں ڈالنے والا	وَاِنَّ اور بیشک	كُلًّا سب	لَّمَّا جب	لَيُوَفِّيَنَّهُمْ انہیں پورا بدلہ دیگا	
رَبُّكَ تیرا رب	اَعْمَالَهُمْ انکے عمل	اِنَّهٗ بیشک وہ	بِمَا يَعْمَلُوْنَ جو وہ کرتے ہیں	خَبِيْرٌ باخبر	فَاسْتَقِمْ سو تم قائم رہو	كَمَا جیسے	اُمِرْتَ تمہیں حکم دیا گیا
وَمَنْ اور جو	تَابَ توبہ کی	مَعَكَ تمہارے ساتھ	وَلَا تَطْغَوْا اور سرکشی نہ کرو	اِنَّهٗ بیشک وہ	بِمَا اس سے جو	تَعْمَلُوْنَ تم کرتے ہو	بَصِيْرٌ دیکھنے والا
وَ اور	لَا تَرْكَنُوْٓا نہ جھکو	اِلَى طرف	الَّذِيْنَ وہ جنہوں نے	ظَلَمُوْا ظلم کیا انہوں نے	فَتَمَسَّكُمُ پس تمہیں چھوئے گی	النَّارُ آگ	وَمَا اور نہیں
لَكُمْ تمہارے لئے	مِّنْ دُوْنِ سوا	اللّٰهِ اللہ	مِنْ اَوْلِيَاۗءَ کوئی (مددگار) دوست	ثُمَّ پھر	لَا تُنْصَرُوْنَ نہ مدد دیئے جاؤ گے	وَاَقِمِ اور قائم رکھو	
الصَّلٰوةَ نماز	طَرَفَيِ دونوں طرف	النَّهَارِ دن	وَزُلَفًا کچھ حصہ	مِّنَ سے	الَّيْلِ رات	اِنَّ بیشک	الْحَسَنٰتِ نیکیاں
يُذْهِبْنَ مٹا دیتی ہیں	السَّيِّاٰتِ برائیاں	ذٰلِكَ یہ	ذِكْرٰى نصیحت	لِلذّٰكِرِيْنَ نصیحت ماننے والوں کیلئے	وَاصْبِرْ اور صبر کرو	فَاِنَّ بیشک	اللّٰهَ اللہ
لَا يُضِيْعُ ضائع نہیں کرتا	اَجْرَ اجر	الْمُحْسِنِيْنَ نیکی کرنے والے					

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تذکرہ کے ضمن میں نجات وہلاکت کے راستہ کی تفہیم

گذشتہ آیات میں سعادت وشقاوت کا ذکر ہوا تھا۔ اب آگے ان آیات میں یہ بتایا جاتا ہے کہ حکم خداوندی کا اتباع موجب سعادت ونجات ہے اور حکم خداوندی سے اختلاف و انحراف موجب ہلاکت وباعث شقاوت ہے۔

اسی سلسلہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ فرما کر بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو توراۃ عنایت فرمائی مگر لوگوں نے اس میں اختلاف کیا۔ کسی نے مانا کسی نے نہ مانا۔ کسی نے قبول کیا کسی نے نہ کیا جس سے وہ لوگ مورد عتاب الٰہی بنے۔ یہی معاملہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی کتاب یعنی قرآن کے ساتھ پیش آیا پس آپ مغموم نہ ہوں اور کافروں کے اختلاف وتکذیب سے گھبرائیں نہیں۔ یہ کوئی نئی بات نہیں۔ آپ سے اختلاف کرنے والے فرعونیوں کے حکم میں ہیں۔ بیشک خدا کو قدرت تھی کہ یہ اختلاف وتفریق پیدا نہ ہونے دیتا یا پیدا ہو چکنے کے بعد تمام مکذبین کا فوراً استیصال کر کے سارے جھگڑے ایک دم میں چکا دیتا مگر اس کی حکمت تکوینی اس کو مقتضی نہ ہوئی۔ ایک بات اس کے یہاں پہلے سے طے شدہ ہے کہ انسان کو ایک خاص حد تک کسب و اختیار کی آزادی دے کر آزمائے کہ وہ کس راستہ پر چلتا ہے۔ آیا خالق ومخلوق کا ٹھیک ٹھیک حق پہچان کر خدا کی رحمت وکرامت کا مستحق بنتا ہے یا کجروی اور غلط کاری سے صحیح راستہ کو چھوڑ کر اپنے کو غضب اور غصہ کا مستحق قرار دیتا ہے اور یہ کہ پوری جزا وسزا ان کو آخرت میں ہوگی۔ اسی مقصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے انسان کی ساخت ایسی بنائی ہے کہ وہ نیکی یا بدی کے اختیار کرنے میں بالکل مجبور اور مضطر نہ ہو۔ عام لوگ ان حکمتوں کو نہ سمجھنے کی وجہ سے شک میں پڑے ہوئے ہیں کہ آئندہ بھی ان اختلافات کا فیصلہ ہوگا یا نہیں۔ اس کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ ابھی وقت نہیں آیا کہ ہر ایک کے عمل کا پورا بھگتان کیا جائے۔ لیکن جب وقت آئے گا تو یقیناً ذرہ ذرہ کا حساب کر دیا جائے گا۔ تاخیر سے یہ نہ سمجھا جائے کہ اسے تمہارے اعمال کی خبر نہیں۔

اہل حق کو استقامت واعتدال کا حکم

آگے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہو رہا ہے کہ لوگ حق کو قبول کریں یا نہ کریں آپ اپنی ذات سے صراط مستقیم اور دین حق پر سیدھے قائم رہئے جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے اور جن لوگوں نے کفر وغیرہ سے توبہ کر کے آپ کی معیت اختیار کر لی اور حق تعالیٰ کی طرف رجوع کیا ان کو بھی آپ کی طرح احکام الٰہیہ پر نہایت پامردی اور استقلال کے ساتھ ہمیشہ جمے رہنا چاہئے۔ عقائد' اخلاق' عبادات' معاملات' دعوت وتبلیغ وغیرہ ہر چیز میں افراط وتفریط سے علیحدہ ہو کر استقامت کی راہ پر سیدھے قائم رہیں تا کہ منزل مقصود تک پہنچ جائیں۔ اب افراط وتفریط سے علیحدہ ہو کر ٹھیک اعتدال پر قائم رہنا اور درمیان میں چلنا اور کسی جانب ملتفت نہ ہونا اور حق اطاعت کو پورا پورا بجالانا بہت دشوار ہے۔

استقامت کی اہمیت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورۂ ہود نے مجھ کو بوڑھا بنا دیا اس لئے کہ استقامت نہایت سخت اور دشوار ہے۔

امام قرطبیؒ نے اپنی تفسیر میں ایک بزرگ حضرت ابوعلی سریؒ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے خواب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تو عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ نے ایسا فرمایا

ہے کہ مجھے سورۂ ہود نے بوڑھا کر دیا؟ تو آپ نے فرمایا ہاں۔ انہوں نے پھر دریافت کیا کہ اس سورۃ میں انبیاء علیہم السلام کے واقعات اور ان کی قوموں پر عذاب کا ذکر ہے کیا اس نے آپ کو بوڑھا کیا؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد نے فَاسْتَقِمْ كَمَآ أُمِرْتَ (معارف القرآن)

اس موقع پر حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنی تفسیر معارف القرآن میں لکھا ہے۔

استقامت کی اسی اہمیت کی بنا پر حق تعالیٰ نے مسلمانوں کو ہر نماز میں بلکہ نماز کی ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ میں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ کی دعا و درخواست تلقین فرمائی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہم کو بھی استقامت فی الدین نصیب فرمائے۔ آمین۔

تم ظالموں سے دور رہو اور قرب الٰہی میں آگے سے آگے بڑھتے رہو

آگے بتلایا جاتا ہے کہ حق تعالیٰ ہر آن تمہارے اعمال کو دیکھ رہے ہیں۔ تمہاری اطاعت واستقامت اور اور تمہارے گناہ اور سرکشیاں سب اس کی نظروں کے سامنے ہے اور جو ظالم لوگ حد سے نکلنے والے ہیں ان کی طرف تمہارا ذرا سا میلان اور جھکاؤ بھی نہ ہو۔ گناہ اور سرکشیاں تو بڑی چیز ہے۔ ظالموں اور فاسقوں اور نافرمانوں کی طرف تو ذرا سا میلان اور جھکاؤ بھی بہت برا ہے اور خطرناک ہے کیونکہ اندیشہ ہے کہ ظالموں اور نافرمانوں کی طرف میلان اور رغبت کی بناء پر تم کو دوزخ کی آگ نہ لگ جائے اور ان کے ساتھ تم بھی آگ کی لپیٹ میں نہ آجاؤ۔ ظالموں کی طرف میلان کے یہ معنی ہیں کہ ان کے طور طریق اور ان کے حال و وضع کو پسند کرنے لگے کیونکہ جب کوئی یہود و نصاریٰ اور ہنود و مجوس کی وضع قطع اختیار کرے تو یہ دلیل ہے اس بات کی کہ اس کو کافروں کی وضع اور چال ڈھال پسند ہے۔ نیز ظالموں سے دوستی کرنا ان کا کہنا ماننا ان سے راضی ہونا ان پر اعتماد کرنا ان کی صحبت میں بیٹھنا ان کی شکل وصورت اور رہن سہن کے طریقوں میں ان کا اتباع کرنا یہ سب ظالموں کی طرف میلان اور جھکاؤ میں شامل ہے اور آیت میں ان سب کی ممانعت ہے۔ اور جب ظالموں کی طرف جھکنے والوں کا یہ حال بتلایا گیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ظالموں کے ساتھ تمہیں بھی جہنم کی آگ لگ جائے تو سمجھ لو کہ خود ظالم کا کیا حال ہوگا۔ اور خوب سمجھ لو کہ اللہ کے سوا کوئی تمہارا مددگار نہیں پھر اگر تم ظالموں کی طرف مائل ہوئے تو سمجھ لو تمہاری کوئی مدد نہیں کی جائے گی۔ خدا ان لوگوں کی مدد نہیں کرتا جو اس کے دشمنوں اور نافرمانوں کی طرف مائل اور راغب ہوں اور اے بندگان خدا تم ان ظالموں کو چھوڑو اور اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور صبح وشام اور رات کی تاریکی میں خشوع وخضوع سے نمازیں ادا کرو کہ یہ ہی بڑا ذریعہ خدا کی مدد حاصل کرنے کا ہے۔ اللہ کی طرف رغبت اور میلان کا بہترین ذریعہ نماز ہے۔ خاص کر فجر وعصر اور تہجد کی نمازیں کہ یہ اوقات خدا تعالیٰ کی خاص انوار وتجلیات کے وقت ہیں۔ آگے بتلایا گیا ہے کہ بیشک نیکیاں برائیوں کو دور کرتی ہیں کیونکہ نیکی نور ہے اور برائی ظلمت ہے اور ظاہر ہے کہ جب نور آئے گا تو ظلمت اور تاریکی دور ہوگی اور جس درجہ کا نور ہوگا اسی قدر تاریکی دور ہوگی اور خوب سمجھ لو یہ بات کہ نیکیوں سے گناہ معاف ہوتے ہیں اور یہ ایک جامع نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کے لئے کیونکہ اس میں قاعدہ کلیہ بتا دیا گیا کہ نیکیاں گناہوں کا کفارہ ہوتی ہیں اور نیکیوں میں اول نمبر نماز کا ہے اور چونکہ استقامت نہایت سخت اور دشوار ہے اور طغیان اور ظالموں کی طرف میلان سے اپنے کو

محفوظ رکھنا یہ بھی نفس پر شاق اور گراں ہے اور نماز بھی نفس پر شاق اور گراں ہے اس لئے ان سب احکام کے بعد صبر کا حکم دیا گیا کیونکہ صبر کامیابی کی کنجی ہے اور صبر تمام نیکیوں کی جڑ ہے اور نیکی کرنے والوں کے اجر کو حق تعالیٰ ضائع نہیں کرتے۔

مذکورہ آیات میں دیئے گئے احکام

(۱) سب مسلمان مل کر اپنی کتاب مبین قرآن کریم کو مضبوطی کے ساتھ پکڑیں اور افتراق اور اختلاف سے پرہیز کریں۔

(۲) جادۂ شریعت اور صراط مستقیم پر پوری طرح استقامت سے جم جائیں کہ اس میں کسی قسم کا تزلزل اور تذبذب باقی نہ رہے۔

(۳) حدود شریعت سے باہر نہ جائیں۔

(۴) بے دینوں کی شان وشوکت دیکھ کر ان کی طرف مائل نہ ہوں، ان کے رسوم، طور طریق اور معاشرہ کو اختیار نہ کریں اور اہل دنیا فساق و فجار سے علیحدہ رہیں۔

(۵) اللہ کے سوا مسلمانوں کا کوئی مددگار نہیں اگر مسلمان ظالموں کی طرف جھکے اور نافرمانوں کی طرف مائل ہوئے اور ان کا طور طریق پسند کیا تو ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔

(۶) ظالموں کو چھوڑ کر اللہ کی طرف مسلمانوں کو متوجہ ہونے کا حکم۔

(۷) نمازوں کی مداومت و پابندی کا حکم۔

(۸) نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔

(۹) صبر کا حکم اور صبر و نماز سے استعانت حاصل کرنا۔

دعا کیجئے

یا اللہ! ہم کو صراط مستقیم پر استقامت نصیب فرما۔ اور ظالموں اور کافروں کے گروہ سے ہم کو دنیا میں بھی علیحدہ رہنا نصیب فرما اور آخرت میں بھی علیحدہ رہنا نصیب فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْاَرْضِ

تو جو اُمتیں تم سے پہلے ہوگذری ہیں ان میں ایسے سمجھدار لوگ نہ ہوئے جو کہ (دوسروں کو) ملک میں فساد پھیلانے سے منع کرتے

اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ ۚ وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَآ اُتْرِفُوْا فِيْهِ وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۱۱۶﴾ وَمَا

بجز چند آدمیوں کے کہ جن کو ان میں سے ہم نے (عذاب سے) بچالیا تھا اور جو لوگ نافرمان تھے وہ جس ناز و نعمت میں تھے اسی کے پیچھے پڑے رہے اور جرائم کے خوگر ہو گئے۔

كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ

اور آپ کا رب ایسا نہیں کہ بستیوں کو کفر کے سبب ہلاک کردے اور ان کے رہنے والے اصلاح میں لگے ہوں۔ اور اگر اللہ کو منظور ہوتا تو سب آدمیوں کو ایک ہی طریقہ

اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ۭ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ۭ

کا (یعنی سب کو مومن) بنادیتے اور (آئندہ بھی) ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے۔ مگر جس پر آپ کے رب کی رحمت ہو۔ اور (اس اختلاف کا غم نہ کیجئے کیونکہ) اللہ تعالیٰ

وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۱۹﴾

نے لوگوں کو اسی واسطے پیدا کیا ہے اور آپ کے رب کی یہ بات پوری ہوگی کہ میں جہنم کو جنات سے اور انسانوں سے دونوں سے بھر دوں گا۔

فَلَوْ پس کیوں	لَا كَانَ نہ ہوئے	مِنَ سے	الْقُرُوْنِ قومیں	مِنْ سے	قَبْلِكُمْ تم سے پہلے	اُولُوْا بَقِيَّةٍ صاحب خیر	يَنْهَوْنَ روکتے	
عَنِ سے	الْفَسَادِ فساد	فِي الْاَرْضِ زمین میں	اِلَّا مگر	قَلِيْلًا تھوڑے	مِمَّنْ سے	اَنْجَيْنَا ہم نے بچالیا	مِنْهُمْ ہم نے بچالیا	
وَاتَّبَعَ اور پیچھے رہے	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	ظَلَمُوْا انہوں نے ظلم کیا	مَا اُتْرِفُوْا جو انہیں دی گئی	فِيْهِ اس میں	وَكَانُوْا اور تھے وہ	مُجْرِمِيْنَ گنہگار		
وَمَا كَانَ اور نہیں ہے	رَبُّكَ تیرا رب	لِيُهْلِكَ کہ ہلاک کردے	الْقُرٰى بستیاں	بِظُلْمٍ ظلم سے	وَاَهْلُهَا جبکہ وہاں کے لوگ	مُصْلِحُوْنَ نیکوکار		
وَلَوْ اور اگر	شَآءَ چاہتا	رَبُّكَ تیرا رب	لَجَعَلَ تو کردیتا	النَّاسَ لوگ	اُمَّةً امت	وَاحِدَةً ایک	وَ اور	لَا يَزَالُوْنَ وہ ہمیشہ رہیں گے
مُخْتَلِفِيْنَ اختلاف کرتے ہوئے	اِلَّا مگر	مَنْ جس	رَحِمَ رحم کیا	رَبُّكَ تیرا رب	وَلِذٰلِكَ اور اسی لئے	خَلَقَهُمْ پیدا کیا انہیں		
وَتَمَّتْ اور پوری ہوئی	كَلِمَةُ بات	رَبِّكَ تیرا رب	لَاَمْلَئَنَّ البتہ بھردونگا	جَهَنَّمَ جہنم	مِنَ سے	الْجِنَّةِ جن	وَالنَّاسِ اور انسان	اَجْمَعِيْنَ اکٹھے

سابقہ قوموں کی ہلاکت کے اسباب

ان آیات میں نہایت سبق آموز طریقہ سے ان قوموں کی تباہی کے اصل سبب پر روشنی ڈالی گئی ہے جن کے حالات پچھلے چھ رکوع میں بیان ہوئے ہیں۔ چنانچہ یہاں پہلی آیت میں بتلایا جاتا ہے کہ پچھلی قوموں اور پہلی امتوں میں جو اپنی نافرمانی و سرکشی کے باعث عذاب خداوندی سے ہلاک ہوئیں کیوں نہ ان میں کچھ ایسے نیک اور سمجھدار لوگ ہوئے جو اپنی قوم کو فساد کرنے سے باز رکھتے اور قوم کو کفر و معصیت کرنے سے منع کرتے۔ جو تھوڑے لوگ ایسے قوم میں تھے جو لوگوں کو کفر و شرک اور بداعمالی سے منع کرتے تھے وہ مغلوب تھے۔ قوم کے لوگ ان کا کہنا نہیں مانتے تھے۔ جن تھوڑے لوگوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام کا اتباع کیا وہی عذاب سے محفوظ رہے۔ اور باقی قوم تباہ ہوئی۔

امت محمدیہ کو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا حکم

پچھلی قوموں کا حال سنا کر امت محمدیہ کو جتلایا گیا ہے کہ ان میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والے بکثرت موجود رہنے چاہئیں۔اسی لئے حدیث صحیح میں ہے کہ جب ظالم کا ہاتھ پکڑ کر ظلم سے نہ روکا جائے اور لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ترک کر بیٹھیں تو قریب ہے کہ خدا تعالیٰ ایسا عام عذاب بھیجے جو کسی کو نہ چھوڑے۔(العیاذ باللہ)

مسلمانوں کا اشرف الناس اور امت محمدیہ کا اشرف الامم ہونا ہی اس لئے قرآن کریم نے بتلایا تھا کہ یہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہیں۔چنانچہ قرآن پاک میں ایک جگہ ارشاد ہے۔

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تأمرون بالمعروف و تنھون عن المنکر و تؤمنون باللہ تم بہترین امت ہو کہ لوگوں کے نفع رسانی کے لئے نکالے گئے ہو۔تم لوگ نیک کام کا حکم کرتے ہو اور برے کام سے منع کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو تو اس امت مسلمہ کا بہترین امت ہونا اسی لئے فرمایا گیا کہ یہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہیں۔

الغرض یہاں بتلایا گیا کہ گذشتہ قومیں اسی لئے تباہ ہوئیں کہ عام طور پر لوگ عیش وعشرت کے نشہ میں چور ہو کر جرائم کا ارتکاب کرتے رہے اور بڑے اور بااثر لوگوں نے برائیوں سے روکنا اور منع کرنا چھوڑ دیا۔اس طرح کفر اور نافرمانی اور ظلم اور سرکشی سے قوم کی جو حالت بگڑ رہی تھی اس کا سنوارنے والا کوئی نہ رہا۔چند گنتی کے آدمیوں نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی آواز بلند کی مگر نقار خانہ میں طوطی کی صدا کون سنتا تھا۔نتیجہ یہی ہوا کہ قوم ہلاک وتباہ ہوئی آگے بتلایا جاتا ہے کہ جس بستی کے لوگ اپنی حالت درست کرنے کی طرف متوجہ ہوں۔نیکی کو رواج دیں ظلم وفساد کو روکیں تو خداوند قدوس کی یہ شان نہیں کہ خواہ مخواہ انہیں زبردستی پکڑ کر ہلاک کر دے۔عذاب اسی وقت آتا ہے جب لوگ کفر اور نافرمانی اور ظلم اور سرکشی میں حد سے نکل جائیں۔

اللہ تعالیٰ نے از خود سب کو ہدایت یافتہ کیوں نہیں بنایا؟

اب یہاں کوئی شبہ کر سکتا ہے کہ اوپر جو اقوام گذشتہ کی ہلاکت وتباہی کا سبب بیان کیا گیا کہ ان میں اہل خیر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والے نہ رہے یا رہے تو بہت ہی کم تھے تو یہ بھی تو آخر اللہ ہی کی مشیت سے تھا۔کیوں نہ اللہ نے ان میں سب اہل خیر یا بہت سے نیک لوگ پیدا کر دیئے؟اس شبہ کو دور کرنے کے لئے اس حقیقت حال کو صاف صاف بیان کیا جاتا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو ایسا بھی کر سکتا تھا کہ تمام انسانوں کو ایک ہی امت اور ملت بنا دیتا۔سب مرکز حق پر ہوتے۔اور اختلاف پیدا ہی نہ ہوتا۔تمام انسانوں کو زبردستی قبول اسلام پر مجبور کر ڈالتے اور سب کے سب اہل ایمان ہو جاتے ان میں کوئی اختلاف نہ رہتا مگر بتقاضائے حکمت اس کی مشیت الٰہی ایسی نہ ہوئی بلکہ اس نے انسان کو ایک قسم کا اختیار اور آزادی دنیا میں بخشی ہے اس کے ماتحت وہ جو چاہے اچھا یا برا عمل کر سکتا ہے۔انسان کو مختلف راہوں پر چلنے کی قدرت دے دی اور اس کے سامنے نیک وبد جنت وجہنم دونوں کے راستہ کھول دیئے۔اب یہ انسان اپنی پسند اور اختیار سے جس راہ کو چاہے اپنے لئے پسند کرے تاکہ ہر ایک نتیجہ میں جو کچھ بھی پائے اپنے سعی اور کسب کے نتیجہ میں پائے۔اور انسان کی طبیعتیں مختلف ہیں اور عمل بھی مختلف ہیں۔نتیجہ یہ ہے کہ کچھ لوگ دین حق سے اختلاف کرتے ہی رہیں گے۔خلاصہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی حکمت تکوینی

اس کو مقتضی نہیں ہوئی کہ ساری دنیا کو ایک ہی راستہ پر ڈال دیتا۔ اس لئے حق کے قبول کرنے نہ کرنے میں ہمیشہ اختلاف رہا ہے۔ اور رہے گا مگر فی الحقیقت اختلاف اور پھوٹ ڈالنے والے وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے صاف اور صریح فطرت کے خلاف حق کو جھٹلایا۔ اگر فطرت سلیمہ کے موافق سب لوگ چلتے تو کوئی اختلاف نہ ہوتا۔ الغرض دنیا کی آفرینش سے حق تعالیٰ کی غرض ہی یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی ہر قسم کی صفات جمالیہ وصفات جلالیہ کا ظہور ہو۔ اس لئے مظاہر کا مختلف ہونا ضروری ہے تا کہ ایک جماعت اپنے خالق و مالک کی وفاداری اور اطاعت دکھا کر رحمت وکرم اور رضوان وغفران کا مظہر بنے اور دوسری جماعت اپنی بغاوت وغداری، سرکشی ونافرمانی سے اس کی صفت عدل و انتقام کا مظہر بن کر حبس دوام کی سزا بھگتے۔ اسی لئے حق تعالیٰ نے دوزخ بھی پیدا کی۔ جنت بھی پیدا کی۔ اور ازلی فیصلہ ہے کہ کچھ لوگ جنتی ہیں اور کچھ دوزخی۔ اس لئے ہمیشہ سے یہی دستور چلا آیا ہے کہ کچھ لوگ دین حق سے علیحدہ ہو گئے۔ راہ راست چھوڑ بیٹھے اور طریق انبیاء سے اختلاف کرنے لگے اور فرقے فرقے بن گئے اور جن پر خدا کا فضل ہوا وہ گروہ طریق انبیاء پر قائم رہا اور اس نے تعلیم رسول سے سرمو اختلاف نہ کیا۔ ان میں پہلا گروہ جہنمی اور دوسرا جنتی ہے۔ اور حق تعالیٰ یہ طے کر چکے ہیں کہ جنت وجہنم دونوں انسانوں اور جنات سے بھری جائیں گی۔

دعا کیجئے

یا اللہ! ہم کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی توفیق عطا فرما۔ اور ساری امت کو اس فریضہ پر مستقیم ہونے کی سعادت عطا فرما۔

یا اللہ! آپ اپنی رحمت سے ہم کو اصحاب الجنہ میں شامل فرمالیں اور اصحاب جہنم سے بچا لیں۔ یا اللہ! آپ کو جنت اور جہنم انسانوں اور جنات سے بھرنا ہے۔ یا اللہ! ہمارے لئے اپنی جنت میں داخلہ مقدر فرمادے۔ اور یا اللہ! اس ملک اور قوم پر بھی اپنا کرم فرمادے ان کو حق پر قائم اور مستقیم رہنے کی سعادت عطا فرمادے اور حق سے اختلاف اور افتراق کی لعنت سے بچالے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۚ وَجَآءَكَ فِيْ هٰذِهِ

اور پیغمبروں کے قصوں میں سے ہم یہ سارے قصے آپ سے بیان کرتے ہیں جن کے ذریعہ سے ہم آپ کے دل کو تقویت دیتے ہیں اور ان قصوں میں آپ

الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٢٠﴾ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ ۭ

کے پاس ایسا مضمون پہنچا ہے جو خود بھی راست ہے اور مسلمانوں کے لئے نصیحت ہے اور یاد دہانی ہے اور جو لوگ ایمان نہیں لاتے اُن سے کہہ دیجئے کہ تم اپنی

اِنَّا عٰمِلُوْنَ ﴿١٢١﴾ وَانْتَظِرُوْا ۚ اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿١٢٢﴾ وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ

حالت پر عمل کرتے رہو۔ ہم بھی عمل کر رہے ہیں۔ اور تم منتظر رہو ہم بھی منتظر ہیں۔ اور آسمانوں اور زمین میں جتنی غیب کی باتیں ہیں اُن کا علم خدا ہی کو ہے اور

يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ۭ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿١٢٣﴾

سب اُمور اسی کی طرف رجوع ہونگے تو آپ اُسی کی عبادت کیجئے اور اسی پر بھروسہ کیجئے۔ اور آپ کا رب اُن باتوں سے بے خبر نہیں جو کچھ تم لوگ کر رہے ہو

وَكُلًّا اور ہر بات	نَقُصُّ ہم بیان کرتے ہیں	عَلَيْكَ تجھ پر	مِنْ سے	اَنْۢبَآءِ خبریں	الرُّسُلِ رسول	مَا نُثَبِّتُ کہ ہم ثابت کریں
بِهٖ اس سے	فُؤَادَكَ تیرا دل	وَجَآءَكَ اور تیرے پاس آیا	فِيْ هٰذِهِ اس میں	الْحَقُّ حق	وَمَوْعِظَةٌ اور نصیحت	وَذِكْرٰى اور یاد دہانی
لِلْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں کیلئے	وَقُلْ اور کہدیں	لِلَّذِيْنَ وہ لوگ جو	لَا يُؤْمِنُوْنَ ایمان نہیں لاتے	اعْمَلُوْا تم کام کیے جاؤ	عَلٰى پر	مَكَانَتِكُمْ اپنی جگہ
اِنَّا ہم	عٰمِلُوْنَ کام کرتے ہیں	وَانْتَظِرُوْا اور تم انتظار کرو	اِنَّا ہم بھی	مُنْتَظِرُوْنَ منتظر	وَلِلّٰهِ اور اللہ کے پاس	غَيْبُ غیب
السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضِ اور زمین	وَاِلَيْهِ اور اسی کی طرف	يُرْجَعُ بازگشت	الْاَمْرُ کام	كُلُّهٗ تمام	فَاعْبُدْهُ سو اس کی عبادت کرو
وَتَوَكَّلْ اور بھروسہ کرو	عَلَيْهِ اس پر	وَمَا اور نہیں	رَبُّكَ تمہارا رب	بِغَافِلٍ غافل	عَمَّا اس سے جو	تَعْمَلُوْنَ تم کرتے ہو

سابقہ انبیاء کے واقعات کے تذکرہ کی حکمتیں

یہ سورۂ ہود کی خاتمہ کی آیات ہیں اور پوری سورۃ کا نچوڑ ہیں اوپر کئی انبیاء و رسل کے قصص مذکور ہوئے تھے۔ اب ختم سورۂ پر ان قصص کے ذکر کرنے کی بعض حکمتوں اور فوائد پر مطلع کیا جاتا ہے۔

یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے کہ ہم نے آپ کو جو گذشتہ انبیاء اور ان کی امتوں کے واقعات سنائے ہیں ان سے ایک فائدہ تو یہ ہے کہ آپ کے دل کو تقویت پہنچے اور ان واقعات و حالات کو سن کر آپ کو سکون و اطمینان ہو جائے کہ دعوت و تبلیغ میں انبیائے کرام کو یہ یہ حالات پیش آئے اور انبیاء نے ان جاہلوں کی اذیت پر کس طرح صبر کیا۔ بالآخر انبیاء اور ان کے متبعین نے نجات پائی اور ان کے دشمن عذاب الٰہی سے تباہ و برباد ہوئے۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ ان واقعات کے ضمن میں حق آپ کے سامنے آ گیا کہ حق ایسا ہوتا ہے کہ ابتداءً ضعیف و ناتواں ہوتا ہے اور آخر میں ایسا قوی اور جوان ہوتا ہے کہ بڑے بڑے متکبروں اور سرکشوں کو زمین پر پچھاڑتا ہے اور دنیا کو باطل کی ذلت کا تماشہ دکھاتا ہے اور تیسرا فائدہ یہ کہ ان واقعات میں اہل ایمان کے لئے نصیحت و عبرت ہے۔ نصیحت تو یہ ہے کہ جن عقائد اعمال و افعال کی وجہ سے مجرموں کی گرفت ہوئی اور دنیا ہی میں یہ سزا ملی کہ ہلاک و

برباد ہوئے۔ یہ ان اعمال وافعال سے پوری طرح بچیں اور ان حرکات کے پاس بھی نہ پھٹکیں اور عبرت یہ ہے کہ ان واقعات کو سن کر اللہ سے ڈریں اور پناہ مانگیں اور دعا کریں کہ اے اللہ تو ہم کو ان تباہ کاروں کے راستہ سے دور رکھنا۔ اے اللہ تو ہم کو اپنی اور اپنے رسول پاک کی نافرمانی سے بچانا۔ اے اللہ تعالیٰ تو اپنی ہدایت اور توفیق کو ہر حال میں شامل حال رکھنا اور اپنے محبین اور مخلصین کے راستہ پر چلنا نصیب فرمانا۔ اے اللہ نفس وشیطان کی گمراہیوں سے ہماری حفاظت فرمانا۔

ایمان نہ لانے والوں کے لئے آخری اعلامیہ

اوپر مجموعہ سورۃ میں توحید ورسالت اور حقانیت قرآن اور وعدہ وعید کے اثبات اور شبہات کے ازالہ سے اتمام دعوت اور الزام حجت کا حق ادا کر دیا گیا اور حقیقت کو پوری طرح واضح کر دیا گیا۔ اب جو لوگ اس پر بھی نہ مانیں تو ان سے آخری کلام کیا جاتا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمایا جاتا ہے کہ آپ ان ایمان نہ لانے والے منکرین و معاندین سے کہہ دیجئے کہ اگر تم میری بات نہیں مانتے' میری نصیحت قبول نہیں کرتے' میرے بتلائے ہوئے راستہ پر چلنے کے لئے تیار نہیں ہوتے تو بہتر ہے اپنی ضد پر جمے رہو۔ میں اپنے مقام پر مستقیم ہوں۔ نیز تم میرے لئے حوادث زمانہ کا انتظار کرتے رہو میں تمہارے انجام بد کا منتظر ہوں۔ عنقریب پتہ چل جائے گا کہ ظالموں کا اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔ اور حق وباطل کھل کر سامنے آجائے گا۔

حق والوں کو تسلی کہ اللہ کی قدرت سب پر غالب ہے

سورۃ کے اخیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جاتی ہے کہ آپ ان منکرین و معاندین کے کفر وشرارت سے دلگیر نہ ہوں۔ آپ اپنا کام کئے جائیں اور ان کا فیصلہ خدا کے حوالہ کریں۔ جس سے زمین وآسمان کی کوئی بات چھپی ہوئی نہیں۔ اللہ کو ذرہ ذرہ کا علم ہے۔ سب معاملات پھر کر اسی طرف لوٹنے والے ہیں۔ وہاں ان کو پتہ لگ جائے گا کہ وہ کس خبط میں پڑے ہوئے تھے۔ آپ تو دل وجان سے اپنے پروردگار کی بندگی اور فرمانبرداری میں لگے رہئے۔ اور ہمہ تن اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جائیے اور تنہا اسی کی اعانت پر بھروسہ کیجئے۔

وہ لوگوں کے اعمال سے بے خبر نہیں۔ اہل ایمان کا اخلاص اور کافروں اور مشرکوں اور منافقوں کا کفر ونفاق سب اس کے علم میں ہے۔ اسی کے موافق ان سب سے معاملہ کرے گا اور ہر ایک اپنی جزا وسزا کو پہنچے گا۔

دعا کیجئے

یا اللہ! ہم کو اپنی اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کاملہ نصیب فرما۔

یا اللہ! ان گذشتہ اقوام کے واقعات وحالات سے ہم کو عبرت ونصیحت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرما اور ہر طرح کی چھوٹی بڑی نافرمانی سے ہم کو کامل طور پر بچنے کا عزم وہمت نصیب فرما۔ یا اللہ! اپنے دین حق کی خدمت کے لئے ہمارے مال اور جان کو بھی قبول فرما۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین حق کی خدمت وحمایت میں ہمارا کوئی نہ کوئی حصہ مقدر فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ يُوْسُفَ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ　بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ　اِحْدٰى عَشْرَةَ اٰيَةً وَّاثْنَا عَشَرَ رُكُوْعًا

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان بے حد رحم والا ہے

الٓرٰ قف تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝۱ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝۲

الٓرٰ یہ آیتیں ہیں ایک کتاب واضح کی۔ ہم نے اُس کو اُتارا ہے قرآن عربی زبان کا تاکہ تم سمجھو۔

الٓرٰ الٓر	تِلْكَ یہ	اٰيٰتُ آیتیں	الْكِتٰبِ کتاب	الْمُبِيْنِ روشن	اِنَّا بیشک ہم نے	اَنْزَلْنٰهُ اسے نازل کیا	قُرْءٰنًا قرآن	عَرَبِيًّا عربی
	لَعَلَّكُمْ تاکہ تم	تَعْقِلُوْنَ سمجھو						

سورۃ کا موضوع، شان نزول اور مقام نزول وغیرہ

اس سورۃ میں حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ بیان کیا گیا ہے اور اس سورۃ کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں سوائے حضرت یوسف علیہ السلام کے حالات کے اور ان کے نتائج کے اور کوئی مضمون نہیں ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ قرآن مجید میں تفصیلاً سوائے اس سورۃ کے اور کہیں بیان نہیں کیا گیا۔ جبکہ دوسرے انبیاء کے حالات متعدد مقامات پر مختلف پیراؤں میں ذکر کئے گئے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ شروع سے لے کر آخر تک تمام و کمال ایک ہی جگہ بیان فرمایا گیا ہے اسی نسبت سے اس کو سورۂ یوسف کا نام دیا گیا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا نام قرآن کریم میں ۲۶ مرتبہ ذکر کیا گیا ہے جس میں ۲۴ جگہ صرف اس سورۂ یوسف میں اور ایک جگہ سورۂ انعام میں اور ایک جگہ سورۂ مومن میں ذکر آیا ہے۔

یہ سورۃ مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اور قیام مکہ کے آخری دور کی سورتوں میں سے ہے جبکہ کفار قریش یہ مشورہ کر رہے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ قتل کر دیں یا قید کر دیں۔ یا جلاوطن کر دیں۔ بحساب ترتیب قرآنی یہ بارہویں سورت ہے لیکن بحساب نزول اس کا شمارے ۷ لکھا ہے۔

اس سورۂ یوسف میں ۱۲ رکوع، ۱۱۱ آیات، ۱۸۰۸ کلمات اور ۷۱۶۶ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔ اس سورۂ یوسف کے شان نزول کے بارہ میں حدیثی روایات اور مفسرین کے اقوال کا حاصل یہ ہے کہ کفار مکہ نے ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہود سے گفتگو کی اور اپنی درماندگی اور پریشانی کا اظہار کیا۔ اس پر یہود نے کفار مکہ سے کہا کہ اس مدعی نبوت کو زچ کرنے اور نعوذ باللہ جھوٹا بنانے کے لئے تم ان سے یہ سوال کرو کہ یعقوبؑ کی اولاد شام سے مصر کیوں منتقل ہوئی اور یوسف علیہ السلام سے متعلق جو واقعات ہیں ان کی تفصیل کیا ہے؟ اگر یہ نبی نہیں ہیں تو ہرگز نہ بتا سکیں گے۔

کفار مکہ نے یہود کی ہدایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دونوں سوال کئے۔ چونکہ قریش مکہ اس قصہ سے ناواقف تھے اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے بھی اس سے پہلے حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر نہیں سنا گیا تھا اس لئے کفار مکہ کو توقع تھی کہ آپ اس کا مفصل جواب نہ دے سکیں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ پوری سورۃ نازل فرما کر پورا قصہ یوسف علیہ السلام کا آپ کی زبان مبارک سے سنوا دیا۔ جس میں نہ صرف اس بات کا جواب ہے کہ بنی اسرائیل شام سے منتقل ہو کر مصر کس طرح پہنچے اور وہاں آباد ہوئے بلکہ یہ

سورت عجیب وغریب بصیرتوں اور عبرتوں پر بھی مشتمل ہے۔

حضرت یوسفؑ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات سے مشابہت

یوسف علیہ السلام کا یہ قصہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات وواقعات سے بہت مشابہت رکھتا ہے مثلاً جیسا کہ یوسف علیہ السلام پر ان کے بھائیوں نے حسد کیا اور طرح طرح کی ان کو تکلیفیں پہنچائیں۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو صبر و استقامت کی برکت سے عزت وغلبہ نصیب فرمایا اور جب آپ کو غلبہ اور شوکت نصیب ہوئی تو بھائیوں سے کوئی انتقام نہیں لیا بلکہ لَاتَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکُمْ وَھُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ۔

کہہ کر درگزر فرمایا اور مزید برآں ان کو انعام واکرام سے سرفراز فرمایا۔ اسی طرح آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش مکہ سے بہت سی تکالیف وایذائیں پہنچیں لیکن حسب ارشاد خداوندی آپ نے صبر واستقامت سے کام لیا بالآخر جب مکہ مکرمہ فتح ہوا اس وقت آپ نے کفار قریش مکہ سے انتقام نہیں لیا۔ نہ انہیں ملامت کی اور نہ گذشتہ کا کوئی شکوہ کیا بلکہ یوسف علیہ السلام کی طرح یہ فرمایا۔ لاتثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم و ھو ارحم الرحمین آج تم پر کوئی ملامت نہیں میں نے تمہارا قصور معاف کیا۔ اللہ بھی تمہارا قصور معاف کرے اور وہ تو سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے تو جس طرح یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے ساتھ سلوک اور احسان کیا اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش مکہ کے ساتھ سلوک واحسان فرمایا۔

یوسفؑ کے قصہ سنانے کے مقاصد

اس طرح یہ قصہ متعدد اہم مقاصد کے لئے نازل فرمایا گیا جس میں قرآن کریم کے کتاب اللہ ہونے کی دلیل آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ثبوت اور آپ کی تسلی وتشفی بھی ہے کہ جس طرح یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کی ایذاؤں پر صبر کیا آپ بھی قریش مکہ کی ایذا رسانیوں پر صبر کیجئے اور جادۂ حق پر قائم ومستقیم رہیے اور نتیجہ کا انتظار کیجئے۔

نیز اس قصہ سے یوسف علیہ السلام کی عظمت وعفت اور طہارت ونزاہت کو بیان کرنا مقصود ہے کہ باوجود قوت شباب کے کس درجہ عورتوں کے مکر سے محفوظ رہے تاکہ دنیا والوں کو معلوم ہو جائے کہ انبیائے کرام کی عصمت' عفت' طہارت' نزاہت ایسی ہوتی ہے کہ کسی حال میں نفس اور شیطان کا ان پر بس نہیں چلتا۔

نیز اس قصہ میں قریش مکہ کو جتلایا گیا اور ایک طرح پیشین گوئی فرمادی گئی کہ آج تم جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کررہے ہو وہی کچھ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے یوسف علیہ السلام کے ساتھ کیا تھا مگر جس طرح برادران یوسف مشیت خداوندی سے اپنی تدابیر میں کامیاب نہ ہوئے اور آخرکار اسی بھائی کے آگے جھکنا پڑا جس کو انہوں نے بے رحمی کے ساتھ کنوئیں میں ڈالا تھا۔ اسی طرح تمہاری تدابیر اور چالیں بھی خدائی تدبیر کے مقابلہ میں ناکام رہیں گی اور ایک دن تمہیں بھی برادران یوسف کی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے رحم وکرم طلب کرنا پڑے گا جنہیں آج تم ایذائیں پہنچا رہے ہو چنانچہ فتح مکہ کا دن اس پیشین گوئی پر گواہ ہے۔

الغرض حضرت یوسف علیہ السلام جو حضرت یعقوب علیہ السلام کے صاحبزادے ہیں اور حضرت اسحاق علیہ السلام کے پوتے اور ابراہیم علیہ السلام کے پڑپوتے ہیں۔ خدائے برتر کے جلیل القدر پیغمبر بنے اور ملت ابراہیم کی دعوت وتبلیغ کی خدمت انجام دی۔ ان کے اس قصہ میں بے نظیر عبرتیں اور بصیرتیں پنہاں ہیں جو انشاءاللہ موقع بموقع آئندہ درسوں میں بیان ہوتی رہیں گی اس تمہید کے بعد ان ابتدائی آیات کی تشریح بیان کی جاتی ہے۔

حروف مقطعات

اس سورۃ کی ابتداء بھی الٓرٰ حروف مقطعات سے ہوئی ہے جیسا کہ اس سے پہلے سورۂ یونس اور سورۂ ہود کی ابتدا ہوئی تھی۔ حروف مقطعات کے متعلق مفصل کلام سورۂ بقرہ کے شروع میں ہو چکا ہے مختصراً یہ کہ ان حروف کے اندر جو حقائق پوشیدہ ہیں ان کا واقعی علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے یا اللہ! تعالیٰ کے بتلانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا۔ جمہور سلف صحابہ و تابعین کا یہی فیصلہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ایک راز ہے۔ جس کی حقیقی مراد کو کوئی تیسرا نہیں جانتا۔ نہ اس کے لئے مناسب ہے کہ اس کی تحقیق کے درپے ہو۔ ان پر اسی طرح ایمان و اعتقاد رکھنا چاہئے اس کے بعد سورۃ کی ابتدا قرآن پاک کی حقانیت' صداقت اور منزل من اللہ ہونے سے کی گئی ہے اور بتلایا گیا کہ یہ سورۂ یوسف قرآن مبین کی آیات ہیں جس کا من عند اللہ ہونا بالکل واضح ہے۔ اور جن احکام و شرائع یا مواعظ و نصائح پر وہ مشتمل ہے نہایت روشن اور صاف ہیں اور عربی زبان جو تمام زبانوں میں زیادہ فصیح و وسیع اور منضبط و پرشوکت زبان ہے نزول قرآن کے لئے منتخب کی گئی جب خود پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام عربی ہیں تو ظاہر ہے کہ دنیا میں اس کے اولین مخاطب عرب ہوں گے پھر عرب کے ذریعہ سے چاروں طرف روشنی پھیلے گی۔ اسی کی طرف لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ میں اشارہ فرمایا کہ اے اہل عرب تمہیں یہ باتیں کسی دوسری زبان میں نہیں سنائی جا رہی ہیں تمہاری اپنی ہی مادری عربی زبان میں ہیں۔ اور تمہاری زبان میں اتارنے کی ایک وجہ یہ ہے کہ تم پیغمبر علیہ السلام کی قوم ہو اول اس کے علوم و معارف کا مزہ چکھو پھر دوسروں کو چکھاؤ۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ ہم کو قرآن پاک جیسی کتاب اور سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم جیسے نبی عطا فرمائے حق تعالیٰ ہم کو ان نعمتوں کا قدر دان بنا دیں اور ہم کو قرآن پاک پر صدق دل سے عمل پیرا ہونے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کی ہم کو پوری فرمانبرداری اور تابعداری ظاہراً و باطناً نصیب فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۖ وَاِنْ كُنْتَ

ہم نے جو یہ قرآن آپ کے پاس بھیجا ہے اس کے ذریعہ سے ہم آپ سے ایک بڑا عمدہ قصہ بیان کرتے ہیں۔ اور اُس کے قبل

مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ۝ اِذْ قَالَ يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ يٰاَبَتِ اِنِّيْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّ

آپ محض بے خبر تھے۔ وہ وقت قابل ذکر ہے جبکہ یوسف نے اپنے والد سے کہا کہ ابا میں نے گیارہ ستارے اور

الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِيْ سٰجِدِيْنَ ۝٤ قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰٓى اِخْوَتِكَ

سورج اور چاند دیکھے ہیں۔ اُن کو اپنے روبرو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے اُنہوں نے فرمایا کہ بیٹا اپنے اس خواب کو بھائیوں کے روبرو بیان مت کرنا

فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا ۭ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝٥

پس وہ تمہارے لئے کوئی خاص تدبیر کریں گے۔ بلاشبہ شیطان آدمی کا صریح دشمن ہے

نَحْنُ ہم	نَقُصُّ بیان کرتے ہیں	عَلَيْكَ تم پر	اَحْسَنَ بہت اچھا	الْقَصَصِ قصہ	بِمَآ اس لئے کہ	اَوْحَيْنَآ ہم نے بھیجا	اِلَيْكَ تمہاری طرف	
هٰذَا یہ	الْقُرْاٰنَ قرآن	وَاِنْ اور تحقیق	كُنْتَ تو تھا	مِنْ قَبْلِهٖ اس سے قبل	لَمِنَ البتہ سے	الْغٰفِلِيْنَ بے خبر	اِذْ جب	قَالَ کہا
يُوْسُفُ یوسف	لِاَبِيْهِ اپنے باپ سے	يٰاَبَتِ اے میرے باپ	اِنِّيْ بیشک میں	رَاَيْتُ میں نے دیکھا	اَحَدَ عَشَرَ گیارہ	كَوْكَبًا ستارے		
وَالشَّمْسَ اور سورج	وَالْقَمَرَ اور چاند	رَاَيْتُهُمْ میں نے انہیں دیکھا	لِيْ اپنے لئے	سٰجِدِيْنَ سجدہ کرتے	قَالَ اس نے کہا	يٰبُنَيَّ اے میرے بیٹے		
لَا تَقْصُصْ نہ بیان کرنا	رُءْيَاكَ اپنا خواب	عَلٰٓى پر	اِخْوَتِكَ اپنے بھائی	فَيَكِيْدُوْا وہ چال چلیں گے	لَكَ تیرے لئے	كَيْدًا کوئی چال		
اِنَّ بیشک	الشَّيْطٰنَ شیطان	لِلْاِنْسَانِ انسان کیلئے	عَدُوٌّ دشمن	مُّبِيْنٌ کھلا				

احسن القصص

گذشتہ ابتدائی آیات میں قرآن کریم کی حقانیت اور اس کا عربی زبان میں نازل ہونا بیان فرمایا گیا تھا اب ان آیات میں پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب فرمایا جاتا ہے اور ارشاد ہوتا ہے کہ وحی کے ذریعہ سے جو قرآن کی صورت میں آپ پر نازل ہوتی ہے ہم ایک نہایت اچھا بیان نہایت حسین طرز میں آپ کو سناتے ہیں جس سے اب تک اپنی قوم کی طرح آپ بھی بے خبر تھے۔ گو یہ واقعہ کتب تاریخ اور انجیل میں پہلے سے مذکور تھا۔ مگر محض ایک افسانہ کی صورت میں تھا۔ قرآن کریم نے اس کے ضروری اور مفید اجزاء کو ایسی عجیب ترتیب اور بلیغ و موثر انداز میں بیان فرمایا کہ جس سے نہایت اعلیٰ نتائج کی رہنمائی ہوتی ہے اور قصہ کے ضمن میں علوم وہدایات کے ابواب کھول دیئے۔ قرآن عزیز نے یوسف علیہ السلام کے واقعہ کو احسن القصص کہا ہے اس لئے کہ اس ایک واقعہ میں جس قدر عبرت و موعظت نصائح اور تذکیر و پند موجود ہیں۔ دوسرے کسی واقعہ میں یکجا موجود نہیں ہیں مثلاً یہ کہ خداوند قدوس کی تقدیر کو کوئی چیز نہیں روک سکتی اور خدا جب کسی پر فضل کرنا چاہے تو سارا جہان مل کر بھی اپنی ساری امکانی تدابیر سے اسے محروم نہیں کر سکتا۔ صبر و استقامت دنیوی و اخروی

کامیابی کی کلید ہے۔ حسد اور عداوت کا انجام خدا آن اور نقصان کے سوا کچھ نہیں۔ عقل انسانی بڑا شریف جوہر ہے جس کی بدولت آدمی بہت سی مشکلات پر غالب آتا اور اپنی زندگی کو کامیاب بنالیتا ہے اخلاقی شرافت عفت اور پاکدامنی موجب عزت اور رفعت ہے اور انسان کو دشمنوں اور حاسدوں کی نظر میں بھی آخر کار معزز بنا دیتی ہے۔ یہ اور اس قسم کے بے شمار حقائق ہیں جن پر اس احسن القصص کے ضمن میں متنبہ فرمایا ہے۔

بچپن میں حضرت یوسفؑ کا خواب دیکھنا

یوسف علیہ السلام کے قصہ کی ابتداء اس طرح ہوتی ہے کہ یوسف علیہ السلام نے اپنے بچپن کے زمانہ میں ایک خواب دیکھا جس کو انہوں نے اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام سے بیان کیا۔ خواب حضرت یوسف علیہ السلا نے یہ بیان کیا کہ گیارہ ستارے اور چاند سورج میرے آگے جھک رہے ہیں اور پست ہو رہے ہیں اور مجھے سجدہ کر رہے ہیں حضرت یعقوب علیہ السلام نے چہیتے بیٹے کا یہ خواب سنا تو سختی کے ساتھ ان کو منع کر دیا کہ اپنا یہ خواب کسی کے سامنے نہ دہرانا۔ ایسا نہ ہو کہ اس کو سن کر تمہارے بھائی برائی کے ساتھ پیش آئیں کیونکہ شیطان انسان کے پیچھے لگا ہے وسوسہ اندازی کر کے بھائیوں کو تمہارے خلاف اکسا دے گا۔ کیونکہ خواب کی تعبیر بہت ظاہر تھی اور یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کو جو بہر حال خاندان نبوت میں سے تھے ایسے واضح خواب کا سمجھ لینا کچھ مشکل نہ تھا کہ ستارہ گیارہ بھائی ہیں اور چاند سورج ماں باپ ہیں گویا یہ سب کسی وقت میں یوسف علیہ السلام کی عظمت شان کے سامنے سر جھکائیں گے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے حقیقی بھائی تو ایک ''بنیامین'' تھے۔ باقی دس بھائی سوتیلے تھے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام خواب سے پیشتر ہی یہ محسوس کرتے تھے کہ یوسف کے ساتھ باپ کی خصوصی محبت کو دیکھ کر ان کے سوتیلے بھائی دل ہی دل میں کڑھتے تھے اب انہوں نے خیال کیا کہ اگر کہیں یہ خواب سن پائے تو شیطان حسد کی آگ ان کے دلوں میں بھڑکا دے گا اور جوش حسد سے آنکھیں بند کر کے ممکن ہے وہ کوئی ایسا حرکت کر گزریں جو یوسف کی اذیت کا سبب ہو اس لئے آپ نے یوسف علیہ السلام کو منع فرما دیا کہ بنیامین کے سامنے بھی ذکر نہ کریں گو اس حقیقی بھائی سے کچھ برائی کا اندیشہ نہ تھا لیکن یہ ممکن تھا کہ وہ سن کر بے احتیاطی سے دوسرے بھائیوں کے سامنے تذکرہ کر دیتے۔

خواب کے متعلق ضروری ہدایات

حضرت یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کو اپنا خواب بھائیوں کے سامنے بیان کرنے سے منع فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ خواب ایسے شخص کے سامنے بیان نہ کرنا چاہئے جو اس کا خیر خواہ اور ہمدرد نہ ہو اور نہ ایسے شخص کے سامنے جو تعبیر خواب میں ماہر نہ ہو یعنی خواب کا ہر شخص سے بیان کرنا درست نہیں۔ جامع ترمذی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سچا خواب نبوت کے چالیس اجزاء میں سے ایک جز ہے اور خواب معلق رہتا ہے جب تک کہ کسی سے بیان نہ کیا جائے جب بیان کر دیا گیا اور سننے والے نے کوئی تعبیر دے دی تو تعبیر کے مطابق واقع ہو جاتا ہے۔ اس لئے چاہئے کہ خواب کسی سے بیان نہ کرے بجز اس شخص کے کہ جو عالم وعاقل ہو یا کم از کم اس کا دوست اور خیر خواہ ہو۔

ان آیات سے یہ معلوم ہوا کہ جس خواب کی کوئی بات تکلیف ومصیبت کی نظر آئے وہ کسی سے بیان نہ کرے تو روایات حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ممانعت محض شفقت اور ہمدردی کی بناء پر ہے۔

تفسیر قرطبی میں ہے کہ یوسف علیہ السلام کے اس خواب کی تعبیر چالیس سال بعد ظاہر ہوئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ تعبیر کا فوراً ظاہر ہونا کچھ ضروری نہیں۔ اس لئے اگر کسی سے بیان کر دے تو کوئی گناہ نہیں۔

چند معاشرتی آداب

ان آیات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلمان کو دوسرے کے شر سے بچانے کے لے اس کی کسی بری خصلت یا نیت کا اظہار کر دینا جائز ہے۔ یہ غیبت میں داخل نہیں مثلاً کسی شخص کو معلوم ہو جائے کہ فلاں آدمی کسی دوسرے آدمی کے گھر میں چوری کرنے یا اس کو قتل کرنے کا منصوبہ بنا رہا ہے تو اس کو چاہیئے کہ اس شخص کو باخبر کر دے۔ یہ غیبت حرام میں داخل نہیں جیسا کہ یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام سے اس کا اظہار کر دیا کہ بھائیوں سے ان کی جان کا خطرہ ہے۔

ان آیات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس شخص کے متعلق یہ احتمال ہو کہ ہماری خوشحالی اور نعمت کا ذکر سنے گا تو اس کو حسد ہوگا اور نقصان پہنچانے کی فکر کرے گا تو اس کے سامنے اپنی نعمت دولت وعزت وغیرہ کا ذکر نہ کرے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"اپنے مقاصد کو کامیاب بنانے کیلیئے ان کو راز میں رکھنے سے مدد حاصل کرو کیونکہ دنیا میں ہر صاحب نعمت سے حسد کیا جاتا ہے۔"

یوسفؑ کے بھائی پیغمبر نہ تھے

ان آیات اور بعد کی آیات سے جن میں حضرت یوسف علیہ السلام کو قتل کرنے یا کنوئیں میں ڈالنے کا مشورہ اور اس پر عمل مذکور ہے یہ بھی واضح ہوگیا کہ یوسف علیہ السلام کے بھائی اللہ کے نبی اور پیغمبر نہ تھے ورنہ قتل یوسف کا مشورہ اور پھر ان کو ضائع کرنے کی تدبیر اور باپ کی نافرمانی کا عمل ان سے نہ ہوتا کیونکہ انبیاء علیہم السلام کا سب گناہوں سے پاک ہونا اور معصوم ہونا ضروری ہے۔ بعض کتابوں میں (کتاب طبری میں) جو ان کو انبیاء کہا گیا ہے وہ صحیح نہیں۔

دعا کیجئے

اچھے اور نیک خواب جو حق تعالیٰ کی ایک نعمت ہے وہ ہم کو بھی نصیب فرمائیں اور حاسدوں کے شر اور دشمنوں کی عداوتوں سے ہماری حفاظت فرمائیں یا اللہ! شیطان کی دشمنی اور مکروفریب سے ہم کو اپنی پناہ میں رکھئے اور اس کی چالوں سے ہم کو محفوظ رکھئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى

اور اسی طرح تمہارا رب تم کو منتخب کرے گا۔ اور تم کو خوابوں کی تعبیر کا علم دے گا۔ اور تم پر اور یعقوب کے خاندان پر اپنا انعام کامل کرے گا۔

اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَآ اَتَمَّهَا عَلٰٓى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ ۭ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

جیسا اس کے قبل تمہارے دادا پر دادا یعنی ابراہیم (علیہ السلام) اور اسحٰق (علیہ السلام) پر اپنا انعام کامل کر چکا ہے واقعی تمہارا رب بڑا علم و حکمت والا ہے۔

لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖٓ اٰيٰتٌ لِّلسَّاۗىِٕلِيْنَ ۝

یوسف کے اور اُن کے بھائیوں کے قصہ میں دلائل موجود ہیں جو پوچھتے ہیں

وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح	يَجْتَبِيْكَ چن لے گا تجھے	رَبُّكَ تیرا رب	وَيُعَلِّمُكَ اور سکھائے گا تجھے	مِنْ سے	تَاْوِيْلِ انجام نکالنا	الْاَحَادِيْثِ باتیں
وَيُتِمُّ اور مکمل کریگا	نِعْمَتَهٗ اپنی نعمت	عَلَيْكَ تجھ پر	وَ اور	عَلٰى پر	اٰلِ يَعْقُوْبَ یعقوبؑ کے گھر والے	كَمَا جیسے	اَتَمَّهَا اس نے اسے پورا کیا
عَلٰى پر	اَبَوَيْكَ تیرے باپ دادا	مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے	اِبْرٰهِيْمَ ابراہیمؑ	وَاِسْحٰقَ اور اسحٰقؑ	اِنَّ بیشک	رَبَّكَ تیرا رب	عَلِيْمٌ علم والا
حَكِيْمٌ حکمت والا	لَقَدْ كَانَ بیشک ہیں	فِيْ میں	يُوْسُفَ یوسف	وَاِخْوَتِهٖ اور اسکے بھائی	اٰيٰتٌ نشانیاں	لِّلسَّاۗىِٕلِيْنَ پوچھنے والوں کیلئے

حضرت یوسفؑ کے لئے بچپن ہی میں نبوت اور خصوصی علم ملنے کی بشارت

حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب کو سن کر آپ کے والد حضرت یعقوب علیہ السلام نے سمجھ لیا تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کو وہ عزت اور بلندی عطا فرمائے گا کہ جو سب ان کے بھائی اور گھرانے والے ان کے مطیع اور ماتحت ہوں گے۔ اس لئے ایک ہدایت تو یوسف علیہ السلام کو یہ دی کہ اپنا خواب کسی بھائی سے بیان نہ کریں۔ اب حضرت یعقوب علیہ السلام مزید بشارت یوسف علیہ السلام کو دے رہے ہیں جس کا بیان ان آیات میں کیا گیا ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا کہ جس طرح تمہیں اللہ نے ایسا اچھا خواب دکھلایا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ میں تم کو خصوصی قرب عطا فرمائے گا۔ چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام کو نبوت عطا ہوئی اور طرح طرح کی ظاہری و باطنی نوازشیں نصیب ہوئیں اور یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم کو علوم دقیقہ مثلاً خوابوں کی تعبیر کا علم دے گا۔ یعنی خواب سن کر اس کے اجزاء کو ذہانت اور فراست سے سمجھ کر اس کی تعبیر کی تہ تک پہنچنے اور اس کے نتائج کو فوراً پرکھ لینے کی سمجھ عطا کرے گا اور اخروی نعمتوں کے ساتھ دنیوی نعمتیں بھی عطا فرمائے گا یعنی نبوت کے ساتھ بادشاہت میں بھی حصہ دے گا اور شدائد و سختیوں سے نجات دے کر خوشحالی اور فارغ البالی کی زندگی عطا فرمائے گا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ فقط تجھے ہی اللہ تعالیٰ اپنے انعامات سے سرفراز نہیں فرمائے گا بلکہ میری دوسری نسل کو گوناگوں نعمتیں مرحمت کرے گا۔ جس طرح تیرے اسلاف حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام کو نوازا تھا۔ یہاں حضرت یعقوب علیہ السلام نے صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام کا تذکرہ فرمایا اور اپنا ذکر بوجہ انکسار نہیں کیا۔ حضرت

یعقوب علیہ السلام نے جو پیشین گوئی حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق کیں تو غالباً اس کا کچھ حصہ تو حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب سے سمجھے ہونگے اور اس بات سے کہ اتنی چھوٹی عمر میں ایسا موزوں اور مبارک خواب دیکھا اور کچھ حضرت یوسف علیہ السلام کے خصائل و حالات سے یا وحی الٰہی کے ذریعہ سے مطلع ہوئے ہوں گے۔ پھر فرمایا کہ اے یوسف بیشک تیرا رب علیم و حکیم ہے۔ یعنی وہ ہر ایک کی مناسبت اور استعداد سے باخبر ہے اور اپنی حکمت سے اسی کے موافق فیض پہنچاتا ہے۔

قصہ یوسف میں اہل مکہ کے لئے عبرت و نصیحت کا سامان

حضرت یعقوب علیہ السلام کی ان بشارتوں کے بعد جو آپ نے یوسفؑ کو دیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو لوگ اس طرح کے واقعات دریافت کر کے کسی نتیجہ پر پہنچنا چاہتے ہیں ان کے لئے یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کی سرگذشت میں ہدایت و عبرت کی بہت سی نشانیاں موجود ہیں۔ اس قصہ کو سن کر قلوب میں حق تعالیٰ کی عظیم قدرت و حکمت کا نقشہ جم جاتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا بین ثبوت ملتا ہے کہ آپ باوجود امی ہونے اور کسی کتاب یا معلوم سے علم ظاہری حاصل نہ کرنے کے ایسے تاریخی حالات کا انکشاف فرما رہے ہیں جن کے بیان کی بجز وحی الٰہی کے اور کوئی توجیہ نہیں ہوسکتی۔ خصوصاً قریش مکہ کے لئے جو یہود کے اکسانے سے اس قصہ کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کر رہے تھے۔ اس واقعہ میں بڑا عبرت آموز سبق ہے کہ جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کو بھائیوں نے گھر سے نکالا اور از راہ حسد قتل یا جلاوطن کرنے کے مشورہ کئے۔ طرح طرح سے ایذائیں پہنچائیں آخر ایک دن وہ آیا کہ یوسف علیہ السلام کی طرف نادم اور محتاج ہو کر آئے۔

یوسف علیہ السلام کو خدا نے دین و دنیا کے اعلیٰ مناصب پر فائز کیا اور انہوں نے اپنے عروج اور اقتدار کے وقت بھائیوں کے جرائم سے چشم پوشی کی اور نہایت دریا دلی سے سب کے قصور معاف کر دیئے ٹھیک اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری برادری نے آپ کے متعلق ناپاک منصوبے باندھے۔ دکھ پہنچائے۔ حتیٰ کہ وطن چھوڑ جانے پر مجبور کیا لیکن جلد وہ دن آنے والا تھا جب وطن سے علیحدہ ہو کر آپ کی کامیابی اور رفعت شان کا آفتاب چمکا اور چند سال کے بعد فتح مکہ کا وہ تاریخی دن آ پہنچا۔ جب کہ آپ نے اپنے قومی اور وطنی بھائیوں کی گذشتہ تقصیرات بعینہ حضرت یوسف علیہ السلام والے کلمات لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ فرما کر سب کو معاف فرما دیا۔

دعا کیجئے

یا اللہ! اپنی دین و دنیا کی نعمتوں سے ہم کو سرفراز فرما اور اپنی نعمتوں کا ہم کو حقیقی شکرگزار بندہ بن کر زندہ رہنا اور اسی طرح مرنا نصیب فرما۔

یا اللہ! آپ نے ہم کو قرآن جیسی کتاب اور نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم جیسے نبی عطا فرمائے ہیں تو ہم کو ان انعامات کی حقیقی وقعت اور قدر نصیب فرما اور جملہ قرآنی احکام پر ہم کو عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرما آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِذْ قَالُوْا لَيُوْسُفُ وَاَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰٓى اَبِيْنَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ ؕ اِنَّ اَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ

وہ وقت قابل ذکر ہے جب کہ اُن کے بھائیوں نے گفتگو کی کہ یوسف اوران کے بھائی ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ پیارے ہیں حالانکہ ہم ایک جماعت

مُّبِيْنِ ۝ ۸ ۚ اقْتُلُوْا يُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا يَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ

کی جماعت ہیں واقعی ہمارے باپ کھلی غلطی میں ہیں۔ یا تو یوسف کو قتل کر ڈالو یا اُن کو کسی سرزمین میں ڈال آؤ تو تمہارے باپ کا رُخ تمہاری طرف ہو

قَوْمًا صٰلِحِيْنَ ۝ ۹

جائے گا اور تمہارے سب کام بن جاویں گے۔

اِذْ جب	قَالُوْا انہوں نے کہا	لَيُوْسُفُ ضرور یوسف	وَ اور	اَخُوْهُ اس کا بھائی	اَحَبُّ زیادہ پیارا	اِلٰٓى طرف	اَبِيْنَا ہمارا باپ	مِنَّا ہم سے
وَنَحْنُ جبکہ ہم	عُصْبَةٌ ایک جماعت	اِنَّ بیشک	اَبَانَا ہمارے باپ	لَفِيْ ضَلٰلٍ البتہ غلطی میں	مُّبِيْنِ صریح	اقْتُلُوْا مار ڈالو	يُوْسُفَ یوسف	
اَوْ یا	اطْرَحُوْهُ اسے ڈال آؤ	اَرْضًا کسی سرزمین	يَخْلُ خالی ہو جائے	لَكُمْ تمہارے لئے	وَجْهُ منہ	اَبِيْكُمْ تمہارے باپ	وَتَكُوْنُوْا اور تم ہو جاؤ	
مِنْ سے	بَعْدِهٖ اس کے بعد	قَوْمًا لوگ	صٰلِحِيْنَ نیک					

حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد اور ان میں یوسفؑ کی خصوصیت

ان آیات میں یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا ذکر ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے یوسف علیہ السلام کو شامل کر کے ۱۲ لڑکے تھے۔ ان بارہ لڑکوں میں سے دس بڑے لڑکے حضرت یعقوب علیہ السلام کی پہلی زوجہ محترمہ حضرت لیا کے بطن سے تھے۔ ان کی وفات کے بعد یعقوب علیہ السلام نے مرحومہ کی ہمشیرہ راحیل سے نکاح کر لیا۔ ان کے بطن سے دو لڑکے یعنی یوسف اور بنیامین پیدا ہوئے۔ اس لئے حضرت یوسفؑ کے حقیقی بھائی صرف ایک بنیامین تھے۔ باقی دس سوتیلے بھائی یعنی باپ شریک تھے۔ یوسف علیہ السلام کی والدہ کا انتقال بھی ان کے بچپن ہی میں بنیامین کی ولادت کے ساتھ ہو گیا تھا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام یوسف اوران کے بھائی بنیامین سے زیادہ محبت فرماتے تھے کیونکہ یہ دونوں اپنے سب سوتیلے بھائیوں سے چھوٹے تھے۔ اوران کی والدہ کا انتقال ہو چکا تھا اور خاص کر حضرت یوسف علیہ السلام سے غیر معمولی محبت رکھتے تھے۔ علمائے مفسرین نے لکھا ہے کہ یعقوب علیہ السلام کا یوسف علیہ السلام سے زیادہ اور خصوصی محبت کرنا محض حسن ظاہری کی وجہ سے نہ تھا بلکہ حسن صورت کے ساتھ حسن سیرت اور جمال نبوت وصدیقیت اور نور فہم وفراست اور نور عفت بھی اس کے ساتھ شامل تھا اوران محاسن وشمائل اور کمالات و فضائل میں کوئی بھائی شریک نہ تھا۔

حضرت یعقوبؑ کی حضرت یوسفؑ سے محبت

حضرت یعقوب علیہ السلام نور نبوت اور چشم بصیرت سے ان باطنی محاسن کو بھی دیکھتے تھے۔ اس لئے حضرت یوسفؑ ان کی نظر میں زیادہ محبوب تھے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے نور نبوت یا الہام ربانی سے سمجھ چکے تھے کہ یوسفؑ کا مستقبل نہایت درخشاں ہے اور نبوت کا خاندانی سلسلہ انہی کی ذات سے وابستہ ہونے والا

ہے۔ یوسفؑ میں نبوت وصدیقیت کے آثار نمایاں تھے اس لئے یعقوب علیہ السلام ان کی طرف زیادہ مائل تھے کیونکہ جانتے تھے کہ یہ خدا کا برگزیدہ پیغمبر ہونے والا ہے۔ تو اگرچہ حضرت یوسفؑ اپنے باطنی فضائل وشمائل کی وجہ سے یعقوب علیہ السلام کی نظر میں زیادہ محبوب تھے مگر عملی طور پر حقوق فرزندیت کے اعتبار سے معاملہ سب بیٹوں کے ساتھ یکساں تھا اور پورے پورے عدل وانصاف کے ساتھ تھا۔ یہ کہیں قرآن وحدیث سے ثابت نہیں کہ یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام اور بنیامین کو دوسرے بھائیوں پر حقوق واجبہ میں یا کسی ایسے امر میں ترجیح دی ہو جو ان کے اختیار میں ہو اور محبت جس کی حقیقت میلان طبعی ہے وہ امر اختیاری نہیں اس میں عدل ومساوات ناممکن ہے اور نہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس کا مکلف بنایا ہے اگر کوئی باپ اپنے کسی عالم اور متقی پرہیزگار دیندار بیٹے کو بہ نسبت غیر عالم بیٹے کے زیادہ محبوب رکھے تو باپ پر یہ الزام رکھنا کہ آپ اس عالم اور متقی بیٹے سے زیادہ محبت میں غلطی پر ہیں یہ صریح غلطی ہے۔ اولاد میں اور بیویوں میں طبعی میلان ومحبت کے اعتبار سے "مساوات عادةً" ناممکن نظر آتی ہے۔

بھائیوں کا یوسفؑ اور بنیامین سے حسد

جب دسوں سوتیلے بھائیوں نے دیکھا کہ باپ کی نظر عنایت ومحبت یوسفؑ کی طرف زیادہ ہے تو آپس میں یہ کہنے لگے کہ ہمارے والد کو بہ نسبت ہمارے یوسفؑ اور اس کے حقیقی بھائی بنیامین سے زیادہ محبت ہے اور وہ ہمارے باپ کو زیادہ محبوب ہیں۔ حالانکہ ہم دس ہیں اور ان سے بڑے ہیں۔ باپ کو ہر طرح سے راحت وآرام پہنچا سکتے ہیں۔ اور جو تکلیف پیش آئے اس کو دور کر سکتے ہیں اور ہر کام کے لئے کافی ہیں۔ گھر کی دیکھ بھال اور کام کاج کی قوت رکھتے ہیں اور یہ دونوں چھوٹے بچے ہیں نو عمری کی وجہ سے ان سے یہ باتیں ممکن نہیں۔ لہٰذا قاعدہ کے مطابق محبت ہم سے زیادہ ہونی چاہئے پھر اگر زیادہ نہ ہوتی تو خیر برابر ہی ہوتی۔ ہمارے والد کو اس کا خیال کرنا اور ہم سے زیادہ محبت کرنا چاہئے تھا مگر انہوں نے اس معاملہ میں کھلی ہوئی بے انصافی کر رکھی ہے کہ اپنے نفع اور نقصان کا ان کو صحیح اندازہ نہیں۔

حضرت یوسف کے قتل کے لئے بھائیوں کا باہمی مشورہ

سوتیلے بھائیوں میں رشک وحسد کی آگ اندر ہی اندر سلگتی رہی اور آخر میں آپس میں مشورہ کیا کہ یوسفؑ کی موجودگی میں ممکن نہیں کہ والد کی خصوصی محبت اور توجہ کو ہم اپنی طرف کھینچ سکیں اس لئے یوسف کا قصہ ہی یہاں ختم کر دینا چاہئے۔ اگر یہ باپ کی نظروں سے دور ہو جائے تو پھر ہمارا معاملہ درست ہو سکتا ہے اور ممکن ہے کہ اسی درمیان میں ان کو کسی طرح یوسف علیہ السلام کے خواب کی بھی خبر ہو گئی ہو اس لئے مشورہ کیا کہ کوئی تدبیر ایسی کرنی چاہئے کہ یوسف باپ کے سامنے نہ رہے خواہ قتل کر دو یا کسی دور دراز ملک کی طرف پھینک دو جہاں سے واپس نہ آ سکے اور باپ وہاں تک نہ پہنچ سکیں۔ دونوں صورتوں میں جب یوسف باپ سے جدا ہو جائے گا اور یہاں نہ ہوگا تو باپ کی ساری توجہ اور مہربانیوں اور شفقت وعنایت کے تنہا ہم ہی حقدار رہ جائیں گے۔ بنیامین یعنی حضرت یوسفؑ کے چھوٹے بھائی کے معاملہ کو غالباً ان کے یہاں کوئی اہمیت نہیں تھی اس لئے ان کے متعلق کچھ خیال نہ کیا۔ الغرض دسوں سوتیلے بھائیوں نے یہ سوچا کہ یوسف کا اس طرح خاتمہ ہو تو یوسف کے بعد ہمارے سب کام ٹھیک اور درست ہو جائیں گے اور باپ کا دست شفقت یوسف سے مایوس ہو کر صرف ہمارے ہی سروں پر رہا کرے گا اور ہم باپ کے منظور نظر ہو جائیں گے اور قتل کے بعد باپ سے عذر ومعذرت کر کے پھر ویسے ہی ہو جائیں گے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوْا يُوْسُفَ وَاَلْقُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ اِنْ

اُنہیں میں سے ایک کہنے والے نے کہا کہ یوسف کو قتل مت کرو اور ان کو کسی اندھیرے کنویں میں ڈال دو تا کہ اُن کو کوئی راہ چلتا نکال لے جائے اگر تم کو

كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ۝ قَالُوْا يٰۤاَبَانَا مَا لَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰى يُوْسُفَ وَاِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ ۝ اَرْسِلْهُ

کرنا ہے سب نے کہا کہ ابا اس کی کیا وجہ ہے کہ یوسف کے بارہ میں آپ ہمارا اعتبار نہیں کرتے حالانکہ ہم ان کے خیر خواہ ہیں آپ ان کو کل کے روز

مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعْ وَيَلْعَبْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ قَالَ اِنِّيْ لَيَحْزُنُنِيْۤ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَاَخَافُ

ہمارے ساتھ بھیجئے کہ ذرا وہ کھاویں کھیلیں ہم اُن کی پوری حفاظت رکھیں گے۔ یعقوبؑ نے فرمایا کہ مجھ کو یہ بات غم میں ڈالتی ہے کہ تم اسکو لے جاؤ اور

اَنْ يَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَاَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ ۝ قَالُوْا لَئِنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ

میں یہ اندیشہ کرتا ہوں کہ اسکو کوئی بھیڑیا کھا جائے اور تم اس سے بے خبر رہو۔ وہ بولے کہ اگر ان کو کوئی بھیڑیا کھا جاوے اور ہم ایک جماعت

اِنَّاۤ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ۝

ہوں تو ہم بالکل ہی گئے گزرے ہوئے۔

قَالَ کہا	قَآئِلٌ ایک کہنے والا	مِّنْهُمْ ان سے	لَا تَقْتُلُوْا نہ قتل کرو	يُوْسُفَ یوسف	وَاَلْقُوْهُ اور اُسے ڈال آو	فِيْ میں	غَيٰبَتِ اندھا	الْجُبِّ کنواں
يَلْتَقِطْهُ اٹھالے اس کو	بَعْضُ کوئی	السَّيَّارَةِ چلتا مسافر	اِنْ اگر	كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ تم کرنیوالے ہو	قَالُوْا کہنے لگے	يٰۤاَبَانَا اے ہمارے ابا		
مَا لَكَ کیا ہوا تجھے	لَا تَاْمَنَّا تو ہمارا اعتبار نہیں کرتا	عَلٰى پر	يُوْسُفَ یوسف	وَاِنَّا اور بیشک ہم	لَهٗ اس کے	لَنٰصِحُوْنَ البتہ خیر خواہ		
اَرْسِلْهُ اسے بھیج دے	مَعَنَا ہمارے ساتھ	غَدًا کل	يَّرْتَعْ وہ کھائے	وَيَلْعَبْ اور کھیلے کودے	وَاِنَّا اور بیشک ہم	لَهٗ اسکے	لَحٰفِظُوْنَ البتہ محافظ	
قَالَ اس نے کہا	اِنِّيْ بیشک مجھے	لَيَحْزُنُنِيْۤ غمگین کرتا ہے	اَنْ کہ	تَذْهَبُوْا تم لے جاؤ	بِهٖ اسے	وَاَخَافُ اور میں ڈرتا ہوں	اَنْ کہ	
يَّاْكُلَهُ اسے کھا جائے	الذِّئْبُ بھیڑیا	وَاَنْتُمْ اور تم	عَنْهُ اس سے	غٰفِلُوْنَ بے خبر	قَالُوْا وہ بولے	لَئِنْ اگر	اَكَلَهُ اسے کھا جائے	
الذِّئْبُ بھیڑیا	وَنَحْنُ اور ہم	عُصْبَةٌ ایک جماعت	اِنَّاۤ بیشک ہم	اِذًا اس صورت میں	لَّخٰسِرُوْنَ زیاں کار			

منصوبہ کی تیاری

گزشتہ درس میں بیان ہوا تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے سوتیلے بھائیوں کو رشک وحسد پیدا ہوا اور یوسف علیہ السلام کے خلاف سازش ہونے لگی۔ چنانچہ ان سب بھائیوں نے جمع ہو کر یوسف علیہ السلام کے خلاف مشورہ کیا۔ کسی نے کہا کہ ان کو قتل کر دو لیکن سب سے بڑے بھائی نے کہا کہ قتل کرنا تو بہت سخت بات ہے اور ہمارا مقصد بغیر اس کے بھی حاصل ہوسکتا ہے۔ اگر تم یوسف کو یہاں سے علیحدہ کرنا چاہتے ہو تو آسان صورت یہ ہے کہ اس کو بستی سے دور کسی گمنام کنوئیں میں ڈال دو۔ جس سے غرض یہ تھی کہ عمداً قتل کرنے کا گناہ بھی اپنے سر نہ لیں اور ایسے کنوئیں میں ڈال دینے کے بعد بہت ممکن ہے کہ کوئی مسافر ادھر سے گزرے اور خبر پا کر کنوئیں سے نکال لے جائے اس صورت میں ہمارا مقصد حاصل ہو جائے گا اور خون ناحق میں ہاتھ نہ رنگنے پڑیں گے۔

حضرت یعقوبؑ سے برادران یوسف کی مکارانہ درخواست

جب سب بھائیوں نے یہ مشورہ طے کر لیا کہ یوسف کو ساتھ لے جائیں اور کسی غیر آباد کنوئیں میں ڈال آئیں۔ چنانچہ اس مشورہ پر اتفاق کر لینے کے بعد اپنے والد کو دھوکہ دینے کے لئے سب مل کر حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس آئے۔ اور کہتے ہیں کہ ابا جی آخر کیا بات ہے کہ جو آپ ہمیں یوسف کے بارہ میں امین نہیں جانتے؟ ہم تو اس کے بھائی ہیں۔ اس کی خیر خواہی ہم سے زیادہ کون کر سکتا ہے۔ ان کی ان باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید پہلے بھی وہ کچھ اس قسم کی درخواستیں کر چکے تھے مگر حضرت یعقوب علیہ السلام کا دل ان کے ساتھ بھیجنے پر مطمئن نہیں ہوا۔ الغرض سب بھائیوں نے مل کر حضرت یعقوب علیہ السلام سے کہا کہ یوسف کو ہمارے ساتھ جنگل بھیج دیجئے۔ آخر ہم گھر بھر کی بکریاں جانور چراتے ہیں دن بھر جنگل کی تازی ہوا کھاتے ہیں۔ آپ ہیں کہ یوسف کو کبھی اپنی آنکھ سے اوجھل ہی نہیں ہونے دیتے۔ اسے پھرنے چلنے کھیلنے کودنے کا کوئی موقع ہی نہیں دیتے۔ بچوں کو روز نہیں تو کبھی کبھی تو آزادی کے ساتھ کھیلنا کودنا چاہئے۔ یوسف کے قویٰ خالی گھر میں پڑے رہنے سے بیکار ہوئے جاتے ہیں۔ مناسب ہے کہ اس کو ہمارے ساتھ جنگل بھیج دیجئے۔ وہاں جنگل کے پھل و میوے خوب کھائے گا اور کھیل کود سے جسمانی ورزش بھی ہو جائے گی۔ غرض یعقوب علیہ السلام سے یوسف کو ساتھ لے جانے کی پرزور درخواست کی اور اطمینان دلایا کہ ہم برابر اس کی حفاظت کریں گے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کا اندیشہ

حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان کے اصرار کے جواب میں فرمایا کہ یوسف کی جدائی اور تمہارے ساتھ جانے کا تصور ہی مجھے غمگین بنائے دیتا ہے اس پر یہ خوف مزید رہا کہ یوسف بچہ ہے تمہاری بے خبری اور غفلت میں بھیڑیا وغیرہ کوئی درندہ نہ پھاڑ کھائے۔ یعقوب علیہ السلام کو بھیڑیئے کا خطرہ یا تو اس وجہ سے ہوا کہ کنعان میں بھیڑیوں کی کثرت تھی اور یا اس وجہ سے کہ انہوں نے خواب میں دیکھا تھا کہ وہ کسی پہاڑی کے اوپر ہیں اور یوسف اس کے دامن میں نیچے ہیں۔ اچانک دس بھیڑیوں نے انہیں گھیر لیا اور ان پر حملہ کرنا چاہا مگر ایک بھیڑیئے ہی نے مدافعت کر کے چھڑا دیا۔ پھر یوسف زمین کے اندر چھپ گئے۔ جس کی تعبیر بعد میں اس طرح ظاہر ہوئی کہ دس بھیڑیئے یہ دس بھائی تھے اور جس بھیڑیئے نے مدافعت کر کے ان کو ہلاکت سے بچایا وہ سب سے بڑا بھائی تھا اور یوسف کا زمین میں چھپ جانا کنوئیں کی گہرائی سے تعبیر تھی۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے ایک روایت میں منقول ہے کہ یعقوب علیہ السلام کو اس خواب کی بناء پر خود ان بھائیوں سے خطرہ تھا۔

برادران یوسف کا جھوٹی تسلی و تشفی دینا

مفسرین نے لکھا ہے کہ اس جنگل میں بھیڑیئے بھی کثرت سے تھے اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی اسی بات کو انہوں نے لے لیا اور دماغ میں بسا لیا کہ یہی ٹھیک عذر ہے۔ یوسف کو الگ کر کے باپ کے سامنے یہی گھڑنت گھڑ دینگے۔ چنانچہ اسی وقت بات بنائی اور جواب دیا کہ ابا آپ نے بھلا فکر کیا ہمارے جیسی طاقت ور جماعت کی موجودگی میں بھیڑیا کھا جائے تو سمجھئے کہ ہم بالکل ہی گئے گزرے ہوئے اس سے بڑھ کر کیا خسارہ ہوگا۔ کہ ہم دس تنومند بھائیوں کی آنکھوں کے سامنے ایک کمزور بچہ بھیڑیئے کے منہ میں پہنچ جائے۔ گویا یہ ممکن نہیں اگر ایسا ہو جائے تو ہم سب بیکار نکلے۔ عاجز اور نقصان والے ہی ہوئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَلَمَّا ذَهَبُوا بِهِ وَأَجْمَعُوا أَنْ يَجْعَلُوهُ فِي غَيَابَتِ الْجُبِّ ۚ وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِأَمْرِهِمْ

سو جب اُن کو لے گئے اور سب نے پختہ عزم کرلیا کہ اُن کو کسی اندھیرے کنویں میں ڈال دیں۔ اور ہم نے اُن کے پاس وحی بھیجی کہ تم ان لوگوں کو یہ بات جتلاؤ گے

هَٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿١٥﴾ وَجَاءُوا أَبَاهُمْ عِشَاءً يَبْكُونَ ﴿١٦﴾ قَالُوا يَا أَبَانَا إِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ

اور وہ تم کو پہچانیں گے بھی نہیں۔ اور وہ لوگ اپنے باپ کے پاس عشاء کے وقت روتے ہوئے پہنچے۔ کہنے لگے ابا ہم سب تو آپس میں دوڑنے میں لگ گئے

وَتَرَكْنَا يُوسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَأَكَلَهُ الذِّئْبُ ۖ وَمَا أَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَنَا وَلَوْ كُنَّا صَادِقِينَ ﴿١٧﴾

اور یوسف کو ہم نے اپنی چیز بست کے پاس چھوڑ دیا بس ایک بھیڑیا اُن کو کھا گیا اور آپ تو ہمارا کاہے کو یقین کرنے لگے گو ہم کیسے ہی سچے ہوں۔

وَجَاءُوا عَلَىٰ قَمِيصِهِ بِدَمٍ كَذِبٍ ۚ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ أَمْرًا ۖ فَصَبْرٌ جَمِيلٌ ۖ

اور یوسف کی قمیص پر جھوٹ موٹ کا خون بھی لگا لائے تھے۔ یعقوبؑ نے فرمایا بلکہ تم نے اپنے دل سے ایک بات بنالی ہے سو صبر ہی کروں گا جس میں شکایت کا

وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ ﴿١٨﴾

نام نہ ہوگا اور جو باتیں تم بناتے ہوئے اُن میں اللہ ہی مدد کرے۔

فَلَمَّا پھر جب	ذَهَبُوا وہ لے گئے	بِهِ اس کو	وَأَجْمَعُوا اور انہوں نے اتفاق کرلیا	أَنْ يَجْعَلُوهُ کہ اسے ڈال دیں	فِي غَيَابَتِ میں اندھا		
الْجُبِّ کنواں	وَأَوْحَيْنَا اور ہم نے وحی بھیجی	إِلَيْهِ اس کی طرف	لَتُنَبِّئَنَّهُمْ کہ تو انہیں ضرور جتائے گا	بِأَمْرِهِمْ ان کا کام	هَٰذَا اس	وَهُمْ اور وہ	
لَا يَشْعُرُونَ نہ جانتے ہوں گے	وَجَاءُوا اور وہ آئے	أَبَاهُمْ اپنے باپ کے پاس	عِشَاءً اندھیرا پڑے	يَبْكُونَ روتے ہوئے	قَالُوا وہ بولے		
يَا أَبَانَا اے ہمارے ابا	إِنَّا ہم	ذَهَبْنَا دوڑنے گئے	نَسْتَبِقُ آگے نکلنے	وَتَرَكْنَا اور ہم نے چھوڑ دیا	يُوسُفَ یوسف	عِنْدَ پاس	مَتَاعِنَا اپنا اسباب
فَأَكَلَهُ تو اسے کھا گیا	الذِّئْبُ بھیڑیا	وَمَا اور نہیں	أَنْتَ تو	بِمُؤْمِنٍ باور کرنے والا	لَنَا ہم پر	وَلَوْ كُنَّا اور خواہ ہوں ہم	صَادِقِينَ سچے
وَجَاءُوا اور وہ آئے	عَلَىٰ پر	قَمِيصِهِ اس کی قمیص	بِدَمٍ خون کے ساتھ	كَذِبٍ جھوٹا	قَالَ اس نے کہا	بَلْ بلکہ	سَوَّلَتْ بنالی
لَكُمْ تمہارے لئے	أَنْفُسُكُمْ تمہارے دل	أَمْرًا ایک بات	فَصَبْرٌ پس صبر	جَمِيلٌ اچھا	وَاللَّهُ اور اللہ	الْمُسْتَعَانُ مدد چاہتا ہوں	
عَلَىٰ پر	مَا تَصِفُونَ جو تم بیان کرتے ہو						

بھائیوں کا حضرت یوسفؑ کو کنوئیں میں گرا دینا

گذشتہ درس میں بیان ہوا تھا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام سے کہہ سن کر حضرت یوسفؑ کو ان کے سوتیلے بھائی جنگل سیر و تفریح کرانے کے بہانے سے اپنے ہمراہ لے گئے۔ اب آگے کیا صورت حال ہوئی۔ یہ ان آیات میں بتلایا گیا ہے۔

علامہ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ باپ کے آنکھوں سے ہٹتے ہی ان سب بھائیوں نے یوسف کو ایذائیں دینی شروع کردیں۔ مارتے پیٹتے برا بھلا کہتے اس کنوئیں کے پاس پہنچے اور ہاتھ پاؤں رسی سے جکڑ کر کنوئیں میں گرانا چاہا۔ آپ ایک ایک کے دامن سے چمٹتے

ہیں اور ایک ایک سے رحم کی درخواست کرتے ہیں لیکن ہر ایک جھڑک دیتا ہے اور دھکا دے کر مار پیٹ کر ہٹا دیتا ہے۔ مایوس ہو گئے سب نے مل کر مضبوط باندھا اور کنوئیں میں لٹکا دیا۔ آپ نے کنوئیں کا کنارہ ہاتھ سے تھام لیا لیکن بھائیوں نے انگلیوں پر مار مار کر اسے بھی ہاتھ سے چھڑا دیا۔ کنوئیں میں آدھی دور آپ پہنچے ہوں گے کہ انہوں نے رسی کاٹ دی۔ آپ تہ میں جا گرے۔ کنوئیں کے درمیان ایک پتھر تھا جس پر آپ کھڑے ہو گئے۔

کنوئیں میں پہنچتے ہی وحی الٰہی کا نزول

عین اس مصیبت، سختی اور تنگی کے وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کی جانب وحی کی کہ آپ کا دل مطمئن ہو جائے آپ صبر و سہار سے کام لیں اور انجام کا آپ کو علم ہو جائے۔ یہ وحی بطریق الہام تھی یا فرشتہ کے ذریعہ اس کی تفصیل قرآن پاک میں نہیں۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام آگ میں پھینکے گئے تھے تو ان کے لئے ایک بہشتی لباس آیا تھا۔ یہ لباس تبرکات کے ساتھ حضرت یعقوب علیہ السلام کو ملا۔ آپ نے یوسف علیہ السلام کے گلے میں تعویذ کی طرح ڈال دیا تھا۔ بھائیوں نے کنوئیں میں ڈالتے وقت آپ کے کرتے کو اتار لیا تھا کہ اسے خون سے آلودہ کر کے باپ کو دکھائیں گے۔ ننگے بدن آپ کو کنوئیں میں ڈالا تو جبرئیل امین آئے اور حضرت ابراہیمؑ والا پیراہن جو تعویذ کی طرح گلے میں لٹکا تھا اسے کھول کر پہنایا اور مراتب عالیہ کی بشارتیں سنائیں اور بتلایا کہ آپ کے بھائی مجبور اور مطیع ہو کر آپ کے پاس آویں گے۔ حضرت یعقوب اور حضرت یوسف علیہما السلام میں باہمی مفارقت کے متعدد وجوہ مذکور ہوئے ہیں جو احتیاطاً ترک کئے جاتے ہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے خاصان کے مصائب انتقام کے لئے نہیں بلکہ انعام کے لئے ہوتے ہیں تو حق تعالیٰ کی طرف سے یوسف علیہ السلام کو وحی ہوئی کہ گھبراؤ نہیں۔ ایک دن ایسا آئے گا کہ یہ سب کارروائیاں تم ان کو یاد دلاؤ گے اور اس وقت تم ایسے بلند مقام اور اعلیٰ مرتبہ پر ہو گے کہ یہ تم کو پہچان نہ سکیں گے اور انہیں خبر بھی نہ ہو گی کہ یہ جو ہم سے بول رہا ہے یہی یوسف ہے۔ چنانچہ آگے چل کر معلوم ہو گا کہ کس طرح حق تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو مصر کی بادشاہت عطا کی اور کس طرح آپ کے بھائی سائل بن کر آپ کے دربار میں پہنچے۔

برادران یوسف بھائی کی قمیص کو خون آلود کر کے اور روتے پیٹتے باپ کے پاس

الغرض یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں ڈال کر اب سب بھائیوں نے گھر کی طرف واپسی کا ارادہ کیا۔ گویا گھر پہنچتے پہنچتے اندھیرا ہو گیا یا جان بوجھ کر اندھیرے سے آئے کہ دن کے اجالے میں باپ کو منہ دکھانا زیادہ مشکل تھا اور رات کی تاریکی ان کی سنگدل اور جھوٹی آہ و بکا کی کسی حد تک پردہ داری کر سکتی تھی۔ جب اندھیرا چھا گیا تو ان بھائیوں نے گھر پہنچ کر رونا دھونا شروع کر دیا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام رونے کی آواز سن کر گھبرا کر باہر نکلے اور پوچھا کہ کیا ہوا اور یوسف کہاں ہے؟ تو کہنے لگے کہ ابا جان کیا کہیں جنگل میں جا کر جی چاہا کہ بھاگیں دوڑیں۔ یوسف کو سامان کے پاس بٹھا دیا اور ایک دوسرے سے آگے نکلنے کو بھاگ دوڑ شروع کی بس ذرا آنکھ سے اوجھل ہوتا تھا کہ بھیڑیئے نے یوسف کو آدبوچا۔ اس موقع پر اتنی ذرا سی دیر میں احتمال بھی نہ تھا کہ بھیڑیا پہنچ کر فوراً یوسف کو شکار کر لے گا۔ آپ تو یوسف کے معاملہ میں پہلے ہی سے ہماری طرف سے بدگمان ہیں۔ ہم لاکھ سچے ہوں مگر آپ ہمارا یقین کا ہے کو کرنے لگے۔ یہ کہتے جاتے تھے اور روتے جاتے تھے۔ کم از کم رونے کی آواز تو بنا ہی رکھی تھی۔ اگر اندھیرا نہ ہوتا تو ان کا چہرہ بھی بتا دیتا یہ سب بناوٹی باتیں ہیں۔ پھر بھی کہانی صاف گھڑی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ اور ایک ڈھونگ یہ رچایا کہ یوسفؑ کی قمیص جو کنوئیں میں ڈالتے وقت ان کے بدن سے اتار لی تھی کسی جانور کو مار کر اس کے خون سے بھر لی تھی اور وہ جھوٹا خون آلود کرتہ پیش کر کے کہنے لگے کہ بھیڑیئے کے زخمی

کرنے سے یہ کرتا یوسف کا خون آلود ہو گیا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام پر سازش کا انکشاف اور آپ کا صبر کرنا

نادان یہ نہ سمجھے کہ بھیڑیا پکڑتا تو سب سے پہلے قمیص پھٹتی اس کے کیا معنی کہ بدن تو زخمی اور لہولہان ہو گیا لیکن قمیص پر ذرا بھی آنچ نہ آئی اور وہ بالکل صحیح سالم رہی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے دیکھتے ہی کہہ دیا کہ یہ ساری کہانی تمہاری گھڑی ہوئی ہے اور یہ خون جھوٹا خون ہے۔ بعض تفاسیر میں ہے کہ یعقوب علیہ السلام کہنے لگے کہ وہ بھیڑیا واقعی بڑا حلیم و متین ہوگا جو یوسف کو تو لے گیا اور خون آلود کرتہ کو نہایت احتیاط سے صحیح سالم اتار کر رکھ گیا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے صاف طور پر سمجھ لیا کہ یہ سب ان کی سازش اور اپنے دلوں سے تراشی ہوئی باتیں ہیں۔ بہرحال فرمایا کہ میں صبر جمیل اختیار کرتا ہوں جس میں نہ کسی غیر کے سامنے شکوہ ہوگا نہ تم سے انتقام کی کوشش۔ صرف اپنے خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اس صبر میں میری مدد فرمائے اور اپنی اعانت غیبی سے جو باتیں تم ظاہر کر رہے ہو ان کی حقیقت اس طرح آشکارا کر دے کہ سلامتی کے ساتھ یوسف سے دوبارہ ملنا نصیب ہو۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ یعقوب علیہ السلام کو مطلع کر دیا گیا تھا کہ جس امتحان میں وہ مبتلا کئے گئے ہیں وہ پورا ہو کر رہے گا اور ایک مدت معین کے بعد اس مصیبت سے نجات ملے گی۔ فی الحال ڈھونڈنے یا انتقامی تدابیر اختیار کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ یوسف ابھی ملیں گے نہیں۔ چنانچہ یعقوب علیہ السلام سمجھ گئے کہ یہ من جانب اللہ ایک ابتلا اور آزمائش ہے۔ ظالم کے ظلم پر اور ماکر کے مکر پر تو صبر ضروری نہیں مگر قضا وقدر پر صبر ضروری ہے۔ قضا وقدر کے مقابلہ میں کوئی تدبیر کارگر نہیں ہو سکتی۔ اس لئے اس وقت صبر جمیل ہی بہتر ہے اور صبر جمیل کے یہ معنی ہیں کہ جب کوئی مصیبت نازل ہو تو بندوں سے شکایت نہ کرے کہ یہ مصیبت مجھ پر کہاں سے آ گئی۔ اس لئے یعقوب علیہ السلام رو دھو کر خاموش بیٹھ گئے اور نہ یوسف کی جستجو میں پڑے اور نہ بیٹوں سے انتقام کا ارادہ فرمایا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس باپ بیٹے کے قصے سے مقصود یہ بتلانا ہے کہ دیکھو صبر جمیل ایسا ہوتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تسکین و تسلی

چنانچہ اس قصہ سے ایک طرف تو حضرت یعقوب اور یوسف علیہما السلام کے صبر و تحمل کا نقشہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھینچنا تھا تا کہ آپ کے قلب مبارک کو تسکین ہو اور معلوم ہو جائے کہ بعض وقت اپنے ہی بھائی بند اپنے ذاتی اغراض اور دلی جذبات کے تحت اپنے ہی عزیز بھائی کے جانی دشمن ہو جاتے ہیں اور اس کے ساتھ بدسلوکی پر کمر باندھ لیتے ہیں۔ پھر اس قصہ میں ان لوگوں کے لئے بھی تنبیہ موجود ہے جو جذبات میں پھنس کر اپنے ہی بھائیوں اور عزیزوں کے دشمن ہو جاتے ہیں۔ انہیں اس قصہ سے یہ سبق سیکھنا چاہئے کہ اس قسم کا سلوک کرنے والے آخرکار ذلیل و خوار ہوتے ہیں اور جن کو وہ ظلم و ستم سے دبانا بلکہ نیست و نابود کرنا چاہتے تھے وہ ہی انجام کار کامیاب ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے عزت و شوکت عطا فرماتے ہیں۔

یوسف علیہ السلام کے اس قصہ کو قرآن کریم کا جزو بنا کر ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا تا کہ ہر زمانہ میں اس سے ظالم اور مظلوم دونوں سبق حاصل کرتے رہیں اور ظلم کے انجام سے غافل نہ ہوں۔ ظالم ظلم سے رکے اور مظلوم ہمت اور صبر سے کام لے اور یقین رکھے کہ ظالم آخرکار پست ہو کر رہے گا۔

دعا کیجئے: یا اللہ! ہم نہ ظالم، مظلوم ہوں۔ ظلم سے ہر طرح فارغ رہیں۔ یا اللہ! ہم کو زندگی کے ہر حال میں حق سے وابستہ رکھنا اور ناحق سے بچانا۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ فَاَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ فَاَدْلٰى دَلْوَهٗ ؕ قَالَ يٰبُشْرٰى هٰذَا غُلٰمٌ ؕ وَاَسَرُّوْهُ

اور ایک قافلہ آ نکلا اور اُنہوں نے اپنا آدمی پانی لانے کے واسطے بھیجا' اُس نے اپنا ڈول ڈالا' کہنے لگا کہ ارے بڑی خوشی کی بات ہے یہ تو بڑا اچھا لڑکا

بِضَاعَةً ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍۢ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ ۚ وَكَانُوْا

نکل آیا اور اُن کو مال قرار دیکر چھپالیا۔ اور اللہ کو ان سب کی کارگزاریاں معلوم تھیں۔ اور ان کو بہت ہی کم قیمت کو بیچ ڈالا یعنی گنتی کے چند درہم کے عوض؛

فِيْهِ مِنَ الزّٰهِدِيْنَ ﴿۲۰﴾

اور وہ لوگ کچھ اُن کے قدردان تو تھے ہی نہیں

وَجَآءَتْ اور آیا	سَيَّارَةٌ ایک قافلہ	فَاَرْسَلُوْا پس انہوں نے بھیجا	وَارِدَهُمْ اپنا پانی بھرنے والا	فَاَدْلٰى پس اس نے ڈالا	دَلْوَهٗ اپنا ڈول		
قَالَ اس نے کہا	يٰبُشْرٰى آہا	هٰذَا یہ	غُلٰمٌ ایک لڑکا	وَاَسَرُّوْهُ اور اسے چھپالیا	بِضَاعَةً مال تجارت سمجھ کر	وَاللّٰهُ اور اللہ	عَلِيْمٌ جاننے والا
بِمَا اسے جو	يَعْمَلُوْنَ وہ کرتے تھے	وَشَرَوْهُ اور انہوں نے اسے بیچ دیا	بِثَمَنٍ دام	بَخْسٍ کھوٹے	دَرَاهِمَ درہم	مَعْدُوْدَةٍ گنتی کے	
	وَكَانُوْا اور وہ تھے	فِيْهِ اس میں	مِنَ سے	الزّٰهِدِيْنَ بے رغبت			

قافلہ والوں کا حضرت یوسفؑ کو کنوئیں سے نکالنا

لکھا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام تین روز تک کنوئیں میں رہے اور قدرت الٰہی نے ان کی حفاظت کی۔ بھائیوں نے کنوئیں میں تو ڈال دیا تھا لیکن ان کی خبر گیری برابر کرتے رہے کیونکہ وہ یہ تو نہیں چاہتے تھے کہ یہ مرجائیں۔ بلکہ ان کی دلی خواہش یہی تھی کہ کسی دوسرے ملک کا مسافر نکال لے جائے تو ہمارے درمیان سے یہ کانٹا نکل جائے اس لئے حضرت یوسفؑ کو بھائی کنوئیں میں ڈال کر بے فکر نہیں ہو گئے تھے بلکہ روزانہ خیر خبر رکھتے تھے اور کچھ کھانا بھی پہنچاتے تھے۔

ایک دن مدین سے مصر کو جانے والا ایک قافلہ وہاں سے گزرا انہوں نے کنواں دیکھ کر اپنا آدمی پانی بھرنے کو بھیجا۔ اس نے ڈول کنوئیں میں ڈالا تو یوسف علیہ السلام چھوٹے تو تھے ہی ڈول میں ہو بیٹھے اور رسی اپنے ہاتھ سے پکڑ لی اب جو کھینچنے والے نے ڈول کھینچا تو یہ دیکھ کر کہ کنوئیں سے ایک خوبصورت حسین و جمیل لڑکا نکلا تو بے ساختہ خوشی سے پکارا کہ یہ تو عجیب لڑکا ہے۔ اچھی قیمت پر بکے گا۔ چنانچہ وہ کھینچنے والا ان کو قافلہ میں لایا مگر اس واقعہ کو دوسرے ہمراہیوں سے چھپانا چاہا تا کہ اوروں کو خبر نہ ہو۔ اس لئے کہ اوروں کو خبر ہوگی تو سب شریک ہو جائیں گے تو شاید اس نے یہ ظاہر کیا کہ یہ غلام اس کے مالکوں نے مجھ کو دیا ہے تا کہ مصر کے بازار میں فروخت کروں۔

بھائیوں کی سنگدلی کا ایک اور منظر کہ بھائی کو بیچ دیا

قدرت خداوندی یہ سب دیکھ رہی تھی کہ بھائی تو یوسفؑ کو بے وطن کرنا چاہتے تھے اور قافلہ والے بیچ کر دام وصول کرنے کا ارادہ کر رہے تھے اور خدا تعالیٰ خزائن مصر کا مالک بنانا چاہتا تھا۔ وہ اگر چاہتا تو ان کارروائیوں کو ایک سیکنڈ میں روک دیتا۔ لیکن اس کی مصلحت تاخیر میں تھی۔ اس لئے سب چیزوں کو جانتے ہوئے اور دیکھتے ہوئے انہیں ڈھیل دی گئی۔ اور اپنی تکوینی مصلحتوں وعظمتوں کے تحت ان کے منصوبوں کو چلنے دیا۔

برادران یوسف تو برابر کھوج میں لگے ہی تھے جب ان کو خبر ہوئی کہ قافلہ والے یوسفؑ کو کنوئیں سے نکال لے گئے تو وہاں پہنچے اور ظاہر کیا کہ یہ ہمارا غلام بھاگ آیا ہے چونکہ اسے بھاگنے کی عادت ہے اس لئے ہم رکھنا نہیں چاہتے۔تم خرید و تو خرید سکتے ہو مگر بہت سخت نگرانی رکھنا کہیں بھاگ نہ جاوے۔لکھا ہے کہ کل ۱۸ درہم میں بیچ ڈالا۔اور نو سوتیلے بھائیوں نے دو دو درہم (جس کے تقریباً آٹھ آنہ ہمارے پاکستانی سکہ میں ہوتے ہیں بانٹ لئے) ایک سوتیلے بھائی نے حصہ نہیں لیا۔اسی طرح اونے پونے بیچ کر اپنے سر سے بلا ٹالی اور قافلہ یوسف کو لے کر مصر کی طرف روانہ ہوا۔ان بھائیوں نے جو اس قدر سستا بیچ دیا تو یہ کوئی تعجب کی بات نہ تھی۔وہ تو اتنے بیزار تھے کہ مفت ہی دے ڈالتے۔جو پیسے مل گئے غنیمت سمجھا۔لکھا ہے کہ حضرت یوسف نے بھی اپنے تئیں ظاہر نہ کیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ قتل ہی کر دیں اس لئے چپ چاپ بھائیوں کے ہاتھوں آپ بک گئے اور قافلہ والے ان کو لے کر مصر پہنچے۔

حضرت یوسفؑ کا صبر

اب غور کیجئے کہ حضرت یوسفؑ کی زندگی کا یہ پہلو اپنے اندر کیسی عظمتیں پنہاں رکھتا ہے۔چھوٹی سی عمر ہے والدہ کا انتقال ہو چکا ہے۔باپ کی آغوش محبت تھی وہ بھی چھوٹی۔وطن چھوٹا' بھائیوں نے کیسی بے وفائی کی۔آزادی کی جگہ غلامی نصیب ہوئی۔مگر ان تمام باتوں کے باوجود نہ شور وشیون ہے نہ ہائے واویلا۔نہ جزع وفزع ہے نہ الحاح وزاری۔قسمت پر شاکر۔مصائب پر صابر اور اللہ کے فیصلہ پر راضی برضا۔سر نیاز خم کئے مصر کے بازار میں فروخت ہونے جا رہے ہیں۔اللہ اکبر۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تسلی

علامہ ابن کثیرؒ واللہ علیم بما یعملون یعنی اللہ تعالیٰ کو ان کی سب کارگزاریاں معلوم تھیں۔اس پر لکھتے ہیں کہ اس جملہ میں حق تعالیٰ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی یہ ہدایت اور تسلی ہے کہ آپ کی قوم جو کچھ آپ کے ساتھ اس وقت کر رہی ہے یا کرے گی وہ سب اللہ کے علم وقدرت سے باہر نہیں۔اگر اللہ تعالیٰ چاہیں تو ایک آن میں سب کو بدل ڈالیں اور مخالفین ومعاندین کے کسی منصوبہ کو نہ چلنے دیں لیکن تقاضائے حکمت یہی ہے کہ ان لوگوں کو اس وقت اپنی قوت آزمائی کرنے دی جائے۔اور ان کے منصوبوں کو چلنے دیا جائے لیکن انجام کار آپ کو غالب کر کے حق کو غالب کیا جائے گا۔جیسا کہ یوسف علیہ السلام کے ساتھ کیا گیا۔

دعا کیجئے

یا اللہ! اپنی حکمت ورحمت پر ہم کو بھی یقین کامل نصیب فرما۔

یا اللہ! دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے یہ آپ کی مشیت ہی کے تحت ہو رہا ہے۔ظالموں نے ظلم پر جو کمر باندھ رکھی ہے اور مظلوموں نے جو آہ وبکا کر رکھی ہے یہ سب آپ کے علم میں ہے اور آپ کو قدرت ہے کہ آپ ایک سیکنڈ میں حالات بدل دیں مگر آپ کی حکمت جس امر کو مقتضی ہوتی ہے ویسے ہی حالات پیش آتے ہیں۔

یا اللہ! اپنی رحمت سے ہمارے ساتھ زندگی کے ہر لمحہ میں اپنی رحمت وشفقت کا ہی معاملہ فرما اور اپنے شکر گزار بندوں میں شامل ہونا نصیب فرما۔آمین۔وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَقَالَ الَّذِي اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖٓ اَكْرِمِيْ مَثْوٰىهُ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا ۭ

اور جس شخص نے مصر میں اُن کو خریدا تھا اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ اس کو خاطر سے رکھنا کیا عجب ہے کہ ہمارے کام آوے یا ہم اسکو بیٹا بنالیں

وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ ۡ وَلِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۭ وَاللّٰهُ غَالِبٌ

اور ہم نے اسی طرح یوسفؑ کو اس سرزمین خوب قوت دی اور تا کہ ہم اُن کو خوابوں کی تعبیر دینا بتلا دیں۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے

عَلٰٓي اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۲۱ وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗٓ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ۭ

کام پر غالب ہے ولیکن اکثر آدمی نہیں جانتے۔ اور جب وہ اپنی جوانی کو پہنچے ہم نے اُن کو حکمت اور علم عطا فرمایا

وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝۲۲

اور ہم نیک لوگوں کو اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں۔

وَقَالَ اور بولا	الَّذِي وہ جو	اشْتَرٰىهُ اسے خریدا	مِنْ سے	مِّصْرَ مصر	لِامْرَاَتِهٖ اپنی عورت کو	اَكْرِمِيْ مَثْوٰىهُ اسے عزت واکرام سے رکھ	
عَسٰٓى شاید	اَنْ کہ	يَّنْفَعَنَآ ہم کو نفع پہنچائے	اَوْ یا	نَتَّخِذَهٗ ہم اسے بنالیں	وَلَدًا بیٹا	وَكَذٰلِكَ اور اس طرح	مَكَّنَّا ہم نے جگہ دی
لِيُوْسُفَ یوسفؑ کو	فِي میں	الْاَرْضِ زمین	وَلِنُعَلِّمَهٗ اور تا کہ ہم اسے سکھائیں	مِنْ سے	تَاْوِيْلِ انجام نکالنا	الْاَحَادِيْثِ باتیں	وَاللّٰهُ اور اللہ
غَالِبٌ غالب	عَلٰٓي اَمْرِهٖ اپنے کام پر	وَلٰكِنَّ اور لیکن	اَكْثَرَ اکثر	النَّاسِ لوگ	لَا يَعْلَمُوْنَ نہیں جانتے	وَلَمَّا اور جب	بَلَغَ پہنچ گیا
اَشُدَّهٗ اپنی قوت	اٰتَيْنٰهُ ہم نے اسے عطا کیا	حُكْمًا حکم	وَّعِلْمًا اور علم	وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح	نَجْزِي ہم جزا دیتے ہیں	الْمُحْسِنِيْنَ نیکی کرنیوالے	

مصر کے بازار میں حضرت یوسفؑ کا عزیز مصر کے ہاتھ فروخت ہونا

گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں نے اپنا غلام بتلا کر ایک مصر جانے والے قافلہ کے مسافروں کے ہاتھ فروخت کر کے ان کی حراست میں آپ کو دے دیا۔ اور قافلہ مصر کی طرف روانہ ہو گیا۔ برادران یوسف اب بے فکر ہو گئے اور سمجھ لیا کہ باپ کی پوری توجہ ہماری ہی طرف ہو گی لیکن اللہ تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔

یوسف علیہ السلام کو نبوت کے ساتھ بادشاہت بھی دینی منظور تھی۔ بھائیوں کی دشمنی اور ناشائستہ حرکات ان کے عروج کے لئے اکسیر ثابت ہوئیں۔ اگر اس طرح فروخت نہ کئے جاتے تو مصر کیسے پہنچتے اور مملکت مصر کیسے حاصل ہوتی۔ الغرض قافلہ مصر پہنچا۔ مصر کی حکومت کا مدارالمہام جس کو ہماری اصطلاح میں وزیر اعظم سمجھئے اور جس کا لقب عزیز تھا۔ وہ سیر کے لئے مصر کے بازار سے گزر رہا تھا کہ یوسفؑ پر اس کی نظر پڑی اور آپ کے حسن و جمال سے متاثر ہوا اور کیوں نہ متاثر ہوتا۔ صحیح مسلم میں شب معراج کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں یوسف علیہ السلام سے ملا تو دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے پورے عالم کے حسن و جمال میں سے آدھا ان کو عطا فرمایا ہے اور باقی آدھا سارے جہان میں تقسیم ہوا ہے۔ تفسیر قرطبی میں لکھا ہے کہ لوگوں نے بڑھ بڑھ کر قیمتیں لگانا شروع کیا۔ یہاں تک کہ یوسف علیہ السلام کے وزن کے برابر سونا اور اسی کی برابر مشک اور اسی وزن کے

ریشمی کپڑے قیمت لگ گئی۔ عزیز مصر کو یہ دولت ملنی تھی۔ اس نے یہ سب چیزیں قیمت میں ادا کر کے یوسف علیہ السلام کو خرید لیا۔

عزیز مصر کا حضرت یوسفؑ کو اپنا بیٹا بنا کر گھر میں رکھنا

عزیز مصر حضرت یوسف کو لے کر اپنے گھر آیا اور چونکہ لاولد تھا اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ نہایت پیارا، قبول صورت اور ہونہار لڑکا معلوم ہوتا ہے۔ اس کو پوری عزت آبرو سے رکھو۔ غلاموں کا سا معاملہ مت کرو شاید بڑا ہو کر ہمارے کام آئے۔ ہم اپنا کاروبار اس کے سپرد کر دیں یا جب اولاد نہیں ہے تو بیٹا بنا لیں۔

چنانچہ اس عزیز مصر نے حضرت یوسفؑ کے ساتھ غلاموں کا سا معاملہ نہیں کیا بلکہ اپنی اولاد کی طرح عزت واحترام کے ساتھ رکھا اور حضرت یوسف اپنی عصمت مآب زندگی، حلم ووقار، امانت وسلیقہ مندی کے پاک اوصاف کی بدولت اس کی آنکھوں کا تارا اور دل کے مالک بن جاتے ہیں۔ جس نے اپنی ریاست، دولت ثروت اور گھریلو زندگی کی تمام ذمہ داریاں سب حضرت یوسف کے سپرد کر دیں اور ان سب کا امین بنا دیا۔ اس پر حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے اپنی قدرت کاملہ اور تدبیر لطیف سے یوسف کو بھائیوں کی حاسدانہ سختیوں اور کنوئیں کی قید سے نکال کر عزیز مصر کے یہاں پہنچا دیا۔ پھر اس کے دل میں حضرت یوسفؑ کی محبت ووقعت القاء فرمائی۔

گذشتہ حالات وآزمائشوں کی حکمت

اس طرح ہم نے ان کو مصر میں ایک معزز جگہ دی اور اہل مصر کی نظروں میں ان کو وجیہ اور محبوب بنا دیا تاکہ یہ چیز آئندہ ترقیات اور سربلندیوں کا پیش خیمہ ہو۔ اور بنی اسرائیل کو مصر میں بسانے کا ذریعہ بنے۔ ساتھ ہی یہ بھی منظور تھا کہ عزیز مصر کے ہمراہ رہ کر بڑے سرداروں کی صحبت دیکھیں تاکہ سلطنت کے رموز واشارات سمجھنے اور تمام باتوں کو ان کے ٹھکانے پر بٹھانے کا کامل سلیقہ اور تجربہ حاصل ہو۔ بھائیوں نے تو حضرت یوسف کو گرانا چاہا اور اللہ نے ان کو آسمان رفعت پر پہنچا دیا۔ مگر اکثر لوگ کوتاہ نظری سے دیکھتے نہیں کہ انسانی تدبیروں کے مقابلہ میں کس طرح خدا کا بندوبست غالب آتا ہے اور اللہ تعالیٰ جب اپنے کسی خاص بندے پر عنایت کرنا چاہتا ہے تو وہ اس کے کیسے اسباب پیدا فرما دیتا ہے لیکن اکثر لوگ اس حقیقت کو نہیں سمجھتے اور اسباب ظاہرہ ہی کو سب کچھ سمجھ کر بس انہی کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔ مسبب الاسباب اور قادر مطلق کی طرف دھیان نہیں دیتے جو غالب اور قادر ہے اور جو اس کا ارادہ ہوتا ہے اس کے ویسے ہی اسباب پیدا ہو جاتے ہیں۔

حضرت یوسفؑ پر علم وحکمت کا فیضان

گذشتہ حالات جن سے حضرت یوسف علیہ السلام گزرے ان سے آپ کی تعلیم وتربیت مقصود تھی اگرچہ بظاہر وہ کس قدر تکلیف دہ تھے۔ جب یوسف علیہ السلام کے تمام قویٰ حد کمال کو پہنچ گئے اور جوان بالغ ہو گئے تو خدا کے یہاں سے عظیم الشان علم وحکمت کا فیض پہنچا۔ آپ بڑی خوبی اور دانائی سے لوگوں کے نزاعات چکاتے اور ان کے درمیان فیصلہ فرماتے۔ علم شرائع کے پورے ماہر اور تعبیر رویاء کا علم تو آپ کا مخصوص حصہ تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے حالات کی بناء پر ایک عام قانون الٰہی بیان فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ جو لوگ فطرت کی رہنمائی یا تقلید صالحین اور توفیق ازلی سے مصائب وحوادث پر صابر رہ کر عمدہ اخلاق، نیک چال چلن اختیار کرتے ہیں۔ حق تعالیٰ ان پر ایسے ہی انعام فرماتا ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَرَاوَدَتْهُ الَّتِیْ هُوَ فِیْ بَیْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَیْتَ لَكَ ؕ قَالَ

اور جس عورت کے گھر میں یوسفؑ رہتے تھے وہ اُن سے اپنا مطلب حاصل کرنے کو اُنکو پھسلانے لگی اور سارے دروازے بند کردیئے اور کہنے لگی آجاؤ تم ہی سے کہتی ہوں یوسف علیہ السلام نے کہا معاذ اللہ یعنی تمہارا شوہر عزیز مصر میرا

مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّیْۤ اَحْسَنَ مَثْوَایَ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا ۚ

مربی ہے کہ مجھ کو کیسی اچھی طرح رکھا۔ بلاشبہ ظالم فلاح نہیں پاتے۔ اور تحقیق فکر کی اس عورت نے اسکی یعنی یوسف علیہ السلام کو پھانسنے کی اور یوسف نے فکر کی عورت کے جال سے نکلنے کی اگر یوسف علیہ السلام نے اپنے پروردگار کی

لَوْلَاۤ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ؕ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ؕ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِیْنَ ﴿۲۴﴾

دلیل و حجت کو نہ دیکھا ہوتا (تو ایسے وقت میں ثابت قدم رہنا مشکل تھا) اسی طرح ہم نے یوسف علیہ السلام کو اپنی برہان دکھلائی تاکہ ہم اُن سے بے حیائی اور برائی کو دور رکھیں۔ بیشک وہ ہمارے برگزیدہ مخلص بندوں میں سے تھے

وَرَاوَدَتْهُ اور اسے پھسلایا	الَّتِیْ وہ عورت جو	هُوَ اس	فِیْ میں	بَیْتِهَا اس کا گھر	عَنْ نَّفْسِهٖ اپنے آپ کو روکنے سے	وَغَلَّقَتِ اور بند کر دیئے		
الْاَبْوَابَ دروازے	وَقَالَتْ اور بولی	هَیْتَ لَكَ آجا جلدی کر	قَالَ اس نے کہا	مَعَاذَ اللّٰهِ اللہ کی پناہ	اِنَّهٗ بیشک وہ	رَبِّیْ میرا مالک		
اَحْسَنَ بہت اچھا	مَثْوَایَ اور رہنا سہنا	اِنَّهٗ بیشک	لَا یُفْلِحُ بھلائی نہیں پاتے	الظّٰلِمُوْنَ ظالم	وَلَقَدْ هَمَّتْ اور بیشک اس عورت نے ارادہ کیا			
بِهٖ اس کا	وَهَمَّ اور وہ ارادہ کرتے	بِهَا اس کا	لَوْلَاۤ اگر نہ ہوتا	اَنْ کہ	رَّاٰ وہ دیکھے	بُرْهَانَ دلیل	رَبِّهٖ اپنا رب	كَذٰلِكَ اسی طرح
لِنَصْرِفَ ہم نے پھیر دیا	عَنْهُ اس سے	السُّوْٓءَ برائی	وَ اور	الْفَحْشَآءَ بے حیائی	اِنَّهٗ بیشک وہ	مِنْ سے	عِبَادِنَا ہمارے بندے	الْمُخْلَصِیْنَ برگزیدہ

حضرت یوسفؑ کی دوسری آزمائش زلیخا کی غلط کوششیں اور حضرت یوسف کا اس سے بچ نکلنا

جیسا کہ گذشتہ دروس میں ذکر ہو چکا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی بچپن کی پہلی مصیبت یا آزمائش کا دور ختم ہو چکا تھا اور اب وہ عزیز مصر کے بہت بڑے گھرانے کے مالک بنے ہوئے تھے۔ اب وقت کی ایک دوسری کٹھن اور سخت آزمائش شروع ہوئی اور وہ یہ کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی جوانی کا عالم تھا۔ حسن و خوبروئی کا کوئی ایسا پہلو نہ تھا جو ان کے اندر موجود نہ ہو۔ عزیز مصر کی بیوی اپنے دل پر قابو نہ پا سکی اور یوسف علیہ السلام پر پروانہ وار فدا اور نثار ہونے لگی۔ خانوادہ نبوت کا چشم و چراغ اور منصب نبوت کے لئے منتخب بھلا ان سے یہ کس طرح ممکن تھا کہ ناپاکی اور فحش میں مبتلا ہوں اور عزیز مصر کی بیوی کے ناپاک عزائم پورے ہوں۔ لیکن عزیز مصر کی اس عورت نے اس طرح جادو چلتے نہ دیکھا تو ایک روز بے قابو ہو کر مکان کے دروازے بند کر دیئے اور اپنی ناپاک خواہش کا بے تابانہ اظہار کیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے یہ وقت سخت آزمائش کا تھا۔ ایک طرف شاہی خاندان کی نوجوان عورت۔ آرائش حسن و زینت کی بے پناہ نمائش، عیش و نشاط کے سامان، نفسیاتی جذبات پورا کرنے کی ہر قسم کی سہولتیں، دوسری طرف خود یوسف علیہ السلام کی جوانی کی عمر، قوت کا زمانہ، تجرد کی زندگی، یہ سب دواعی اور اسباب ایسے تھے کہ جن سے ٹکرا کر بڑے سے بڑے زاہد کا تقویٰ بھی پاش پاش ہو جاتا مگر خدائے قدوس نے جس کو محسن قرار دے کر علم و حکمت کے رنگ میں رنگین کیا اور پیغمبرانہ عصمت کے بلند مقام پر پہنچایا اس پر کیا مجال تھی کہ شیطان کا داؤ چل جاتا۔ یوسف علیہ السلام نے جب یہ حال دیکھا کہ بھاگنے کے لئے راستہ ہی نظر نہیں آتا۔ سب دروازے بند ہیں تو گھبرا کر اول تو یہ کہا معاذ اللہ یعنی خدا کی پناہ۔ اللہ مجھے اس کام سے بچائے اور عزیز مصر کی بیوی سے کہا جس کی طرف تو مجھے بلاتی ہے جس کی قباحت و

شناعت میں کوئی شبہ نہیں۔ پھر یہ کہ عزیز مصر تیرا شوہر جس نے مجھے خریدا ہے وہ میرا مربی اور محسن ہے اس نے مجھے اچھی طرح رکھا اور مجھ پر احسان کیا۔ اس کے احسان کے بدلہ میں میں اس کے ساتھ برائی نہیں کر سکتا۔ ولی نعمت کے حق کی رعایت عقلاً و شرعاً فرض ولازم ہے اس لئے میں اس کے حرم میں خیانت کے دست درازی نہیں کر سکتا۔ جس محسن نے مجھے ایسی عزت وراحت سے رکھا کیا میں اپنے محسن کے ناموس پر حملہ کروں؟ ایسی محسن کشی اور بے انصافی کرنے والے کبھی بھلائی اور کامیابی کا منہ نہیں دیکھ سکتے۔ ظالم لوگ جو حق کو نہ پہچانیں اور نیکی کے بدلہ بدی کریں وہ فلاح نہیں پاتے۔ پس اگر معاذ اللہ میں بھی ایسا کروں تو ظالم ٹھہروں گا اور فلاح نہ پاؤں گا۔ نیز جب ظاہری مربی کا ہم کو اس قدر پاس ہے تو سمجھ لو کہ اس پروردگار حقیقی سے ہمیں کس قدر شرمانا اور حیا کرنا چاہئے۔ لہذا تجھ کو بھی چاہئے کہ اس برے کام سے بھاگ کر اللہ کی پناہ میں داخل ہو جا اور سمجھ لے کہ زنا اپنے اوپر بھی ظلم ہے اور شوہر کے اوپر بھی ظلم ہے۔ غرض نہ آپ کا خیال پہلے کبھی اس عورت کی طرف تھا اور نہ اس وقت اسے بری نظر سے دیکھ رہے تھے۔ بلکہ اس کی حالت پر افسوس اور رحم کی نظر ڈال رہے تھے۔ چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام کی عصمت کے متعلق حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ہم نے ان کا خیال بھی پاک صاف رکھا اور گناہ کو عمل میں لانے سے بھی بچایا۔ کیونکہ ہم تو پہلے ہی ان کو برے کاموں اور برے خیال سے چھڑا کر اپنا خالص بندہ بنا چکے تھے۔

گناہوں سے محفوظ رکھنے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے

الغرض ان آیات سے معلوم ہوا کہ گناہوں سے روکنے والی اصل چیز اللہ کا خوف ہے حضرت یوسف علیہ السلام نے جب دیکھا کہ مجھے فتنہ نے گھیر لیا ہے تو فوراً منہ سے معاذ اللہ نکالا اور دل سے دعا کی کہ اے اللہ مجھے اس گناہ سے بچائیے۔ تو جس کی نظروں میں خداوند ذوالجلال والاکرام کی عظمت وجلال ہو وہ نفس وشیطان کے جال میں کہاں پھنس سکتا ہے۔ تو یہاں یہ ہدایت اور تعلیم ملتی ہے کہ اگر گناہ یا بری بات میں پھنسنے کا اندیشہ ہو تو فوراً اللہ تعالیٰ کی مدد کے لئے پکارنا چاہئے اور اس سے عرض کرنی چاہئے کہ وہ گناہ سے بچائے۔

حضرت یوسفؑ اور زلیخا کے مختلف ارادے

یہاں ان آیات میں **ولقد همت به وهم بها** کا جو جملہ آیا ہے جس کا لفظی ترجمہ یہ ہے کہ تحقیق عورت نے فکر کی یا ارادہ کیا اس کا اور اس نے یعنی یوسفؑ نے فکر کی یا ارادہ کیا اس عورت کا تو **ولقد همت به** کی تفسیر میں بالاتفاق سب مفسرین نے یہی لکھا ہے کہ اس عورت یعنی عزیز مصر کی بیوی زلیخا نے فکر کی یوسف علیہ السلام کو پھانسنے کی اور ان سے اپنی بری غرض حاصل کرنے کی لیکن **وهم بها** یعنی یوسف علیہ السلام نے اس عورت کے متعلق کس بات کی فکر کی یا ارادہ کیا؟ کسی نے لکھا ہے کہ آپ نے اس عورت کی اسکے تفسر میں' مفسرین کے مختلف اقوال ہیں کہ یوسف علیہ السلام نے اس عورت کے متعلق کس بات کی فکر کی یا ارادہ کیا؟ کسی نے لکھا ہے کہ آپ نے اس عورت کے مارنے اور دفع کرنے کا ارادہ کیا۔ کسی نے لکھا ہے کہ آپ نے بھاگنے اور اس کے جال سے نکلنے کا ارادہ کیا۔ کسی نے لکھا ہے کہ آپ نے اپنے نفس سے اس امر قبیح کے دفعیہ کا ارادہ کیا۔

اسی سلسلہ میں حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ روحانی اور کشفی طور پر حضرت یوسف علیہ السلام سے میری ملاقات ہوئی تو میں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں آپ کے قصہ میں یہ فرمایا ہے۔

ولقد همت به وهم بها

اوراس ھم کی کوئی تعیین نہیں فرمائی۔ بظاہر اشتراک معلوم ہوتا ہے۔ یوسف علیہ السلام نے جواب میں یہ فرمایا ہاں تم نے سچ کہا لیکن وہ اشتراک صرف لفظ میں ہے نہ کہ معنی میں۔اس نے یہ ارادہ کیا کہ مجھے اپنے مطلب پر مجبور کرے اور میں نے یہ ارادہ کیا کہ میں اس کے دفعہ کرنے میں غالب آ جاؤں۔ پس اشتراک طلب قہر اور غلبہ میں ہے مگر ہر ایک کا مقصد اور مطلب الگ الگ اور جدا جدا ہے۔ اور فرمایا کہ دلیل اس کی یہ ہے کہ خود امراۃ العزیز نے اقرار کیا الئٰن حصحص الحق انا راودتہ عن نفسہ (یعنی عزیز مصر کی بیوی نے کہا حق بات سب کے سامنے بالکل ظاہر ہوگئی میں نے ہی یوسف سے اپنی بری نیت کی خواہش کی تھی یعنی میں نے یوسف کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا تھا) اور میری قصہ میں کسی جگہ قرآن میں یہ نہیں آیا کہ میں نے اس عورت سے اپنی خواہش ظاہر کی۔ اور یہ فرمایا کہ میں کیسے اس کا ارادہ کرتا اللہ نے مجھے اپنی برہان دکھلائی'' (معارف القرآن حضرت کاندھلویؒ)

برہان ربی

اب یہاں قرآن کریم نے یہ واضح نہیں کیا کہ وہ برہان ربی جو یوسف علیہ السلام کے سامنے آئی کیا چیز تھی؟ اس لئے اس میں حضرات مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بطور معجزہ اس خلوت گاہ میں حضرت یعقوب علیہ السلام کی صورت اس طرح ان کے سامنے کردی کہ وہ اپنی انگلی دانتوں میں دبائے ہوئے ان کو متنبہ کر رہے ہیں اور بعض مفسرین نے فرمایا کہ عزیز مصر کی صورت ان کے سامنے کردی گئی۔ بعض نے فرمایا کہ یوسف علیہ السلام کی نظر چھت کی طرف اٹھی تو اس میں یہ آیت قرآنی لکھی ہوئی دیکھی۔

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ۭ وَسَاۗءَ سَبِيْلًا

یعنی زنا کے پاس نہ جاؤ کیونکہ وہ بڑی بے حیائی اور قہر خداوندی کا سبب اور معاشرہ کے لئے بہت برا راستہ ہے۔)

(معارف القرآن جلد پنجم) واللہ اعلم بالصواب

دعا کیجئے

یا اللہ! اپنے برگزیدہ پیغمبر حضرت یوسف علیہ السلام کی عفت وعصمت کے طفیل میں ہم کو بھی نیک چلنی اور پارسائی عطا فرما دے۔

یا اللہ! نفس و شیطان کی چالوں سے ہر حال میں ہماری حفاظت فرما۔ اور ہر چھوٹے بڑے گناہ سے ہم کو بچنے کی توفیق نصیب فرما۔

یا اللہ! اپنے مخلص بندوں میں ہم کو بھی شامل فرمالے اور جیسی آپ اپنے مخلصین کی حفاظت فرماتے ہیں ہماری بھی ہر حال میں حفاظت فرمائیے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيصَهُ مِنْ دُبُرٍ وَّأَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ۚ قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ

اور دونوں آگے پیچھے دروازے کی طرف کو دوڑے اور اس عوت نے اُن کا کرتہ پیچھے سے پھاڑ ڈالا۔ اور دونوں نے اس عورت کے شوہر کو دروازے

أَرَادَ بِأَهْلِكَ سُوٓءًا إِلَّآ أَن يُسْجَنَ أَوْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٢٥﴾ قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِي عَن نَّفْسِي

کے پاس پایا۔ عورت بولی کہ جو شخص تیری بیوی کے ساتھ بدکاری کا ارادہ کرے اس کی سزا بجز اس کے اور کیا ہے کہ وہ جیل خانہ بھیجا جائے یا اور کوئی

وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ أَهْلِهَا ۚ إِن كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِن قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكَٰذِبِينَ ﴿٢٦﴾

دردناک سزا ہو یوسف نے کہا یہی مجھ سے اپنا مطلب نکالنے کو پھسلاتی تھی اور اس عورت کے خاندان میں سے ایک نے گواہی دی کہ اُن کا کرتہ اگر

وَإِن كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِن دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصَّٰدِقِينَ ﴿٢٧﴾ فَلَمَّا رَءَا قَمِيصَهُ

آگے سے پھٹا ہے تو عورت سچی ہے اور یہ جھوٹے اور اگر وہ کرتہ پیچھے سے پھٹا ہے تو عورت جھوٹی اور یہ سچے سو جب اُن کا کرتہ پیچھے سے پھٹا ہوا دیکھا

قُدَّ مِن دُبُرٍ قَالَ إِنَّهُ مِن كَيْدِكُنَّ ۖ إِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيمٌ ﴿٢٨﴾ يُوسُفُ أَعْرِضْ عَنْ هَٰذَا ۚ

کہنے لگا کہ یہ تم عورتوں کی چالاکی ہے بیشک تمہاری چالاکیاں بھی غضب ہی کی ہیں۔ اے یوسف اس بات کو جانے دو

وَاسْتَغْفِرِي لِذَنۢبِكِ ۖ إِنَّكِ كُنتِ مِنَ الْخَاطِـِٔينَ ﴿٢٩﴾

اور اے عورت تو اپنے قصور کی معافی مانگ بیشک سراسر تو ہی قصوروار ہے۔

وَاسْتَبَقَا اور دونوں دوڑے	الْبَابَ دروازہ	وَقَدَّتْ اور عورت نے پھاڑ دی	قَمِيصَهُ اس کی قمیص	مِنْ دُبُرٍ پیچھے سے	وَأَلْفَيَا اور دونوں کا ملا			
سَيِّدَهَا عورت کا خاوند	لَدَا الْبَابِ دروازہ کے پاس	قَالَتْ وہ کہنے لگی	مَا جَزَآءُ کیا سزا	مَنْ جو	أَرَادَ ارادہ کیا	بِأَهْلِكَ تیری بیوی سے	سُوٓءًا برائی	
إِلَّا سوائے	أَنْ یہ کہ	يُسْجَنَ قید کیا جائے	أَوْ یا	عَذَابٌ أَلِيمٌ دردناک عذاب	قَالَ اس نے کہا	هِيَ اس	رَاوَدَتْنِي مجھے پھسلایا	عَنْ سے
نَفْسِي میرا نفس	وَشَهِدَ اور گواہی دی	شَاهِدٌ ایک گواہ	مِنْ سے	أَهْلِهَا اس کے لوگ	إِنْ اگر	كَانَ ہے	قَمِيصُهُ اس کی قمیص	قُدَّ پھٹی ہوئی
مِنْ قُبُلٍ آگے سے	فَصَدَقَتْ تو وہ سچی	وَ اور	هُوَ وہ	مِنَ سے	الْكَٰذِبِينَ جھوٹے	فَإِنْ اور اگر	كَانَ ہے	قَمِيصُهُ اسکی قمیص
قُدَّ پھٹی ہوئی	مِنْ دُبُرٍ پیچھے سے	فَكَذَبَتْ تو وہ جھوٹی	وَهُوَ اور وہ	مِنَ سے	الصَّٰدِقِينَ سچے	فَلَمَّا تو جب	رَءَا دیکھا	قَمِيصَهُ اسکی قمیص
قُدَّ پھٹی ہوئی	مِنْ دُبُرٍ پیچھے سے	قَالَ اس نے کہا	إِنَّهُ بیشک یہ	مِنْ سے	كَيْدِكُنَّ تم عورتوں کا فریب	إِنَّ بیشک	كَيْدَكُنَّ تمہارا فریب	
عَظِيمٌ بڑا	يُوسُفُ یوسف	أَعْرِضْ جانے دے	عَنْ سے	هَٰذَا اس	وَاسْتَغْفِرِي اور اے عورت بخشش مانگ	لِذَنۢبِكِ اپنے گناہ		
إِنَّكِ بیشک تو	كُنتِ تو ہے	مِنَ سے	الْخَاطِـِٔينَ خطا کار					

اپنے اپنے ارادے کی تکمیل کیلئے حضرت یوسف وزلیخا میں کشمکش

گذشتہ آیات میں تذکرہ ہوا تھا کہ عزیز مصر کی بیوی۔ حضرت یوسف علیہ السلام اپنے خواہش نفس کے پورا کرنے کے درپے تھی مگر

حضرت یوسفؑ اس سے اپنا پیچھا چھڑا کر علیحدہ رہنا چاہتے تھے حتیٰ کہ ایک موقع پر تنہائی کے لئے گھر کے دروازے بھی بند کر لئے تھے مگر حق تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو اس ابتلاء میں ہر طرح سے محفوظ رکھا۔

اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اس عورت نے پھر وہی اصرار کیا تو اس وقت یوسف علیہ السلام وہاں سے جان بچا کر بھاگے اور وہ آپ کو پکڑنے کے لئے آپ کے پیچھے لپکی اور دونوں آگے پیچھے دروازہ کی طرف دوڑے۔ آگے حضرت یوسفؑ تھے کہ جلدی دروازہ کھول کر نکل جائیں اور پیچھے عزیز مصر کی بیوی زلیخا آپ کو روکنے کے لئے تعاقب کر رہی تھی۔ اتفاقاً یوسف علیہ السلام کے قمیص کا پچھلا حصہ زلیخا کے ہاتھ میں آ گیا۔ اس نے پکڑ کر کھینچنا چاہا یوسف علیہ السلام رکے نہیں۔ آپ نے زور لگا کر آگے دوڑ جاری رکھی۔ اس کھینچا تانی میں آپ کا کرتہ پیچھے سے پھٹ گیا۔ مگر اب بھی وہ باز نہ آئی اور برابر ان کو پکڑنے کے لئے آپ کے پیچھے دوڑی چلی گئی۔ مگر یوسف علیہ السلام جوں توں کر کے مکان سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔

خاوند کے سامنے زلیخا کی چکر بازی

ادھر یہ دونوں آگے پیچھے دروازہ پر پہنچے ادھر عورت کا خاوند عزیز مصر بھی اتفاقاً پہنچ گیا۔ اب عورت نے جو اپنے خاوند عزیز مصر کو دیکھا تو سخت شرمندہ ہوئی اور فوراً بات بنانی شروع کی اور اپنے کو بے گناہ ثابت کرنے کے لئے یوسف علیہ السلام پر الزام لگایا کہ اس کا ارادہ میرے ساتھ بدی کا تھا اور میں آبرو بچانے کے لئے بھاگی تھی اور یہ میرے پیچھے مجھے پکڑنے بھاگا تھا یہ کہہ کر اس نے کہا کہ اب جس نے آپ کی بیوی کے ساتھ بدکاری کا ارادہ کیا اس کی اس کے سوا اور کوئی سزا نہیں کہ اسے جیل خانہ بھیجا جاوے یا اور کوئی سخت سزا دی جائے اور جب یوسف علیہا السلام نے اپنی آبرو کو خطرہ میں دیکھا اور خیانت کی بدترین تہمت چڑھتے دیکھی تو مجبور ہو کر اپنے اوپر سے الزام ہٹانے اور صاف اور سچی حقیقت کے ظاہر کر دینے کے لئے عزیز مصر سے کہا کہ حقیقت یہ ہے کہ یہی میرے پیچھے پڑی تھی۔ میں نے بھاگ کر جان بچائی یہ میرے بھاگنے پر مجھے پکڑ رہی تھی یہاں تک کہ میرا کرتہ بھی پھاڑ دیا۔

حضرت یوسفؑ کی پاکدامنی پر معصوم گواہ کی فیصلہ کن گواہی

یہ جھگڑا ابھی چل رہا تھا کہ خود عورت کے خاندان کا ایک گواہ عجیب طریقہ سے یوسف علیہ السلام کے حق میں گواہی دینے لگا۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شیر خوار بچہ تھا جو خدا کی قدرت سے حضرت یوسف علیہ السلام کی برأت ظاہر کرنے کو بول پڑا اور بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ گواہ کوئی مرد دانا تھا جس نے نہایت پتہ کی بات کہی۔ اگر گواہ شیر خوار بچہ تھا جیسا کہ بعض روایات میں ہے تب تو اس بچہ کا بولنا اور ایسی گواہی دینا جو انجام کار یوسف علیہ السلام کے حق میں مفید ہو خود مستقل دلیل یوسف علیہ السلام کی سچائی کی تھی۔ کرتے کا آگے سے یا پیچھے سے پھٹا ہونا شہادت سے زائد بطور ایک علامت اور قرینہ کے سمجھنا چاہئے اور اگر گواہ کوئی مرد دانا تھا تو بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ خارجی طریقہ سے حقیقت حال پر مطلع ہو چکا تھا مگر اس نے نہایت دانائی سے ایسے پیرایہ میں شہادت دی جو دفعۃً کسی کی جانبداری پر محمول نہ ہو اور آخر کار یوسف علیہ السلام کی برأت ثابت کر دے۔ جو پیرایہ اظہار واقعہ کا اس نے اختیار کیا وہ غیر جانبداروں کے نزدیک نہایت معقول تھا کیونکہ اگر عورت کے دعوے کے موافق یوسف علیہ السلام نے (معاذ اللہ) اس کی طرف اقدام کیا تو ان

کا چہرہ عورت کی طرف ہوگا تو ظاہر یہ ہے کہ کشمکش میں کرتہ بھی سامنے سے پھٹے اور اگر یوسفؑ کا کہنا صحیح ہے کہ عورت مجھ کو اپنی طرف بلاتی تھی میں دروازہ کی طرف بھاگا اس نے پکڑنے کے لئے میرا تعاقب کیا تو کھلی ہوئی بات ہے کہ کرتہ پیچھے سے پھٹا ہو گا کیونکہ اس صورت میں یوسف اس کی طرف متوجہ نہیں تھے بلکہ ادھر سے پیٹھ پھیر کر بھاگ رہے تھے۔

عزیز مصر پر بیوی کے مکر کا انکشاف

بہرحال جب دیکھا گیا کہ کرتہ یوسف علیہ السلام کا آگے سے نہیں پیچھے سے پھٹا ہے تو عزیز نے سمجھ لیا کہ یہ سب عورت کا مکر و فریب ہے۔ یوسف قصوروار نہیں چنانچہ اس نے صاف کہہ دیا کہ زلیخا کی پرفریب کارروائی اسی قسم کی ہے جو عموماً عورتیں کیا کرتی ہیں۔ عزیز مصر نے یوسفؑ سے استدعا کی کہ جو کچھ ہونا تھا ہو چکا آئندہ اس کا ذکر مت کرنا کہ سخت رسوائی اور بدنامی کا موجب ہے اور عورت سے کہا کہ یوسف سے اپنے قصور کی معافی مانگ۔ یقیناً قصور تیرا ہی تھا۔

یہ آیات بتا رہی ہیں کہ عورتوں کا فتنہ اور ان کی مکاری زبردست بلا ہے۔ کسی عالم کا قول ہے کہ میں شیطان سے اتنا نہیں ڈرتا جتنا کہ عورتوں سے ڈرتا ہوں۔ عورتوں کا کید عظیم ہے اور شیطان کا مکر ضعیف ہے جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہے۔ ان کید الشیطٰن کان ضعیفاً نیز شیطان چوروں کی طرح چھپ کر مکر کرتا ہے اور عورت سامنے آ کر مکر کرتی ہے۔

زلیخا نے فوری طور پر ایسی بات گھڑی کہ جو اپنا سارا قصور حضرت یوسفؑ کے سر تھوپ دیا مگر معلوم ہوا کہ نیک بندہ اگر اپنی نیکی پر قائم رہے تو غیب سے اس کی مدد کے سامان ہو جاتے ہیں۔ اس میں قرآن کے متبعین کے لئے ہدایت ہے کہ ہر حال میں صداقت و حقانیت پر قائم رہو۔ کسی لالچ یا خوف سے سچائی کو ہاتھ سے جانے نہ دو۔ اللہ غیب سے تمہاری مدد فرمائے گا۔

دعا کیجئے

یا اللہ! یہ دنیا آپ نے ابتلا اور آزمائش کی جگہ بنائی ہے اور جو جتنا آپ کا مخلص اور مقبول اطاعت گزار اور فرمانبردار بندہ ہوتا ہے اسی قدر اس کا امتحان سخت اور کڑا ہوتا ہے۔ اور وہ آپ ہی کی نصرت اور تائید سے اس امتحان میں کامیاب ہو کر نکلتے ہیں۔

یا اللہ! ہمارے ضعف پر رحم فرما کر ہماری آزمائش کو آسان فرما اور اپنی تائید و نصرت سے ہم کو ہر حال میں حق پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرما اور اپنے فضل و کرم سے ہماری ہر مشکل کو آسان فرما اور صراط مستقیم پر قائم رہنے میں ہماری مدد فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِيْنَةِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ تُرَاوِدُ فَتٰهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ؕ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِيْ

اور چند عورتوں نے جو کہ شہر میں رہتی تھیں یہ بات کہی کہ عزیز کی بی بی اپنے غلام کو اُس سے اپنا مطلب حاصل کرنے کے واسطے پھسلاتی ہے اس غلام کا عشق اس کے دل

ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۰﴾ فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ وَاَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً وَّاٰتَتْ كُلَّ

میں جگہ کر گیا ہے ہم تو اس کو صریح غلطی میں دیکھتے ہیں سو جب اس عورت نے ان عورتوں کی یہ بدگوئی سنی تو کسی کے ہاتھ اُن کو بلا بھیجا اور اُن کے واسطے مسند تکیہ لگایا اور ہر

وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّيْنًا وَّقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ ۚ فَلَمَّا رَاَيْنَهٗ اَكْبَرْنَهٗ وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ

ایک کو اُن میں سے ایک ایک چاقو دے دیا اور (یوسف سے) کہا کہ ذرا ان کے سامنے تو آ جاؤ سو عورتوں نے جوان کو دیکھا تو حیران رہ گئیں اور ان پر ایسی بدحواسی طاری

لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا ؕ اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ ﴿۳۱﴾ قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِيْ لُمْتُنَّنِيْ فِيْهِ ؕ وَلَقَدْ

ہوئی کہ اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور کہنے لگیں حاش للہ یہ شخص آدمی ہرگز نہیں یہ تو کوئی بزرگ فرشتہ ہے۔ وہ عورت بولی تو وہ شخص یہی ہے جس کے بارہ میں تم مجھ کو برا بھلا کہتی

رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ؕ وَلَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَآ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُوْنًا مِّنَ

تھیں اور واقعی میں نے اس سے اپنا مطلب حاصل کرنے کی خواہش کی تھی مگر یہ پاک صاف رہا اور اگر آئندہ کو (بھی) میرا کہنا نہیں کریگا تو بے شک جیل خانہ بھیجا جائیگا۔

الصّٰغِرِيْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ ۚ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّيْ كَيْدَهُنَّ

اور بے عزت بھی ہوگا۔ یوسف نے دعا کی کہ اے میرے رب جس کام کی طرف یہ عورتیں مجھ کو بلا رہی ہیں اُس سے تو جیل خانہ میں جانا ہی مجھ کو زیادہ پسند ہے اور اگر آپ

اَصْبُ اِلَيْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۳۳﴾ فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ ؕ اِنَّهٗ هُوَ

ان کے داؤ پیچ کو مجھ سے دفع نہ کریں گے تو اُن کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور نادانی کا کام کر بیٹھوں گا۔ سو ان کی دُعا اُن کے رب نے قبول کی اور اُن عورتوں کے داؤ پیچ کو اُن

السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۴﴾ ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۳۵﴾

سے دور رکھا۔ بیشک وہ بڑا سننے والا خوب جاننے والا ہے۔ پھر مختلف نشانیاں دیکھنے کے بعد ان لوگوں کو یہی مصلحت معلوم ہوا کہ اُن کو ایک وقت تک قید میں رکھیں

وَقَالَ اور کہا | نِسْوَةٌ عورتیں | فِي الْمَدِيْنَةِ شہر میں | امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ عزیز کی بیوی | تُرَاوِدُ پھسلا رہی ہے | فَتٰهَا اپنا غلام | عَنْ سے | نَفْسِهٖ اس کا نفس

قَدْ شَغَفَهَا جگہ پکڑ گئی ہے | حُبًّا اس کی محبت | اِنَّا لَنَرٰىهَا بیشک ہم اسے دیکھتی ہیں | فِيْ میں | ضَلٰلٍ گمراہی | مُبِيْنٍ کھلی | فَلَمَّا پھر جب

سَمِعَتْ اس نے سُنا | بِمَكْرِهِنَّ اُن کا فریب | اَرْسَلَتْ دعوت بھیجی | اِلَيْهِنَّ ان کی طرف | وَاَعْتَدَتْ اور تیار کی | لَهُنَّ ان کیلئے | مُتَّكَاً ایک محفل

وَاٰتَتْ اور دی | كُلَّ وَاحِدَةٍ ہر ایک کو | مِنْهُنَّ ان میں سے | سِكِّيْنًا ایک ایک چھری | وَّقَالَتِ اور کہا | اخْرُجْ نکل آ | عَلَيْهِنَّ ان پر | فَلَمَّا پھر جب

رَاَيْنَهٗ انہوں نے اسے دیکھا | اَكْبَرْنَهٗ ان پر انکا رعب چھا گیا | وَقَطَّعْنَ اور انہوں نے کاٹ لئے | اَيْدِيَهُنَّ اپنے ہاتھ | وَقُلْنَ اور کہنے لگیں | حَاشَ پناہ

لِلّٰهِ اللہ کی | مَا هٰذَا نہیں یہ | بَشَرًا بشر | اِنْ نہیں | هٰذَا یہ | اِلَّا مگر | مَلَكٌ فرشتہ | كَرِيْمٌ بزرگ | قَالَتْ وہ بولی | فَذٰلِكُنَّ سو یہ وہی ہے | الَّذِيْ جو کہ

لُمْتُنَّنِیْ تم نے ملامت کی مجھے | فِیْہِ اس میں | وَلَقَدْ رَاوَدْتُّہٗ اور میں نے اسے پھسلایا | عَنْ سے | نَفْسِہٖ اس کا نفس | فَاسْتَعْصَمَ تو اس نے بچالیا

وَلَئِنْ اور اگر | لَّمْ یَفْعَلْ اس نے نہ کیا | مَآ جو | اٰمُرُہٗ میں کہتی ہوں اسے | لَیُسْجَنَنَّ البتہ قید کر دیا جائیگا | وَلَیَکُوْنًا اور البتہ ہو جائیگا | مِّنَ سے

الصّٰغِرِیْنَ بے عزت | قَالَ اس نے کہا | رَبِّ اے میرے رب | السِّجْنُ قید | اَحَبُّ زیادہ پسند | اِلَیَّ مجھ کو | مِمَّا اس سے جو | یَدْعُوْنَنِیْٓ مجھے بلاتی ہیں

اِلَیْہِ اسکی طرف | وَ اور | اِلَّا تَصْرِفْ اگر نہ پھیرا | عَنِّیْ مجھ سے | کَیْدَھُنَّ ان کا فریب | اَصْبُ مائل ہو جاؤں گا | اِلَیْھِنَّ انکی طرف | وَاَکُنْ اور میں ہونگا

مِّنَ سے | الْجٰھِلِیْنَ جاہل | فَاسْتَجَابَ سو قبول کرلی | لَہٗ اس کی دُعا | رَبُّہٗ اس کا رب | فَصَرَفَ پس پھیر دیا | عَنْہُ اس سے | کَیْدَھُنَّ انکا فریب

اِنَّہٗ بیشک وہ | ھُوَ وہ | السَّمِیْعُ سُننے والا | الْعَلِیْمُ جاننے والا | ثُمَّ پھر | بَدَا لَھُمْ انہیں سُوجھا | مِّنْ بَعْدِ اس کے بعد

مَا رَاَوُا جب اُنہوں نے دیکھیں | الْاٰیٰتِ نشانیاں | لَیَسْجُنُنَّہٗ اسے ضرور قید میں ڈالیں | حَتّٰی حِیْنٍ ایک مدت تک

شہر میں واقعہ کا افشاء ہونا اور عورتوں کا زلیخا کو ملامت کرنا

گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ عزیز مصر نے فیصلہ کر دیا یوسف علیہ السلام بے قصور ہیں اور اپنی بیوی سے کہا سراسر تیرا ہی قصور ہے اور تو معافی مانگ اور یوسف علیہ السلام سے کہا کہ تم اس کا اب ذکر ہی نہ کرو چنانچہ یوسف علیہ السلام نے اس واقعہ کا اظہار کسی سے نہیں کیا۔ لیکن داستان عشق کہاں چھپتی ہے اس واقعہ کی خبر شہر میں ہوگئی۔ چرچے ہونے لگے۔ چند امیر زادیوں نے نہایت تعجب اور حقارت سے اس قصہ کو دہرایا کہ دیکھو وزیر کی بیوی ہے اور ایک غلام پر جان دے رہی ہے۔ ہمارے نزدیک تو یہ زلیخا کی انتہائی غلطی ہے۔ عشق کا بھوت اس پر بری طرح سوار ہے۔ وہ تو دیوانی ہوگئی ہے کہ ایسے معزز عہدہ دار کی بیوی اور ایک غلام پر گرنے لگی۔

لعن طعن سے بچنے کیلئے زلیخا کی کارروائی

زلیخا کو عورتوں کے اس لعن طعن کی خبر ہوگئی اور اس نے ایک زنانہ مجلس و محفل آراستہ کی اور ان شہر کی طعنہ دینے والی عورتوں اور امیر زادیوں کو بلا بھیجا کہ تمہاری دعوت ہے اور کھانے پینے کی ایک مجلس ترتیب دی جس میں بعض چیزیں چاقو سے تراش کر کھانے کی تھیں۔ چنانچہ کھانے اور میوے اور پھل وغیرہ ان کے سامنے چن کر ہر ایک عورت کے ہاتھ میں ایک چاقو دے دیا تا کہ تراشنے کے قابل چیزوں کے کاٹنے میں چاقو سے کام لیا جائے۔ یہ سب سامان درست کر کے عزیز مصر کی بیوی نے حضرت یوسف علیہ السلام کو جنہیں کہیں قریب ہی چھپا رکھا تھا آواز دی کہ نکل کر باہر آؤ۔ آپ کا نکلنا تھا کہ بجلی سی کوند گئی تمام عورتیں حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن و جمال مشاہدہ کرنے سے ہوش و حواس کھو بیٹھیں اور مدہوشی کے عالم میں چھریوں سے پھلوں کی بجائے اپنے ہاتھ کاٹ لئے۔ گویا قدرت نے یہ ایک مستقل دلیل یوسف علیہ السلام کی پاکی وصداقت پر قائم فرمادی کہ جس کے جمال بے مثال کی ذراسی جھلک نے دیکھنے والی عورتوں کے حواس گم کر دیئے جبکہ یوسف علیہ السلام نے آنکھ اٹھا کر بھی ان کے حسن و خوبی کی طرف نہ دیکھا تو یقیناً واقعہ یوں ہی ہوا ہوگا کہ زلیخا آپ کے جمال ہوشربا کو دیکھ کر عقل و ہوش کھو بیٹھی۔ تو تمام عورتیں بے اختیار بول اُٹھیں کہ حاشا وکلاء یہ آدمی نہیں حسن و جمال اور نورانی صورت کے اعتبار سے فرشتہ معلوم ہوتا ہے۔ جب حضرت یوسف سامنے سے چلے گئے اور عورتوں کو ہوش آیا اور تکلیف محسوس ہوئی تب پتہ چلا کہ بجائے پھلوں کے ہاتھ کاٹ لئے ہیں۔

زلیخا کی حضرت یوسفؑ کو جیل بھجوانے کی دھمکی

اب عزیز مصر کی بیوی زلیخا کو موقع ملا کہ عورتوں کے طعن و تشنیع کا جواب دے۔ چنانچہ اس نے ان عورتوں سے کہا کہ دیکھا تم نے یہ وہی ہے جس کے بارے میں تم مجھے مطعون کرتی تھیں۔ حسن وصورت کے معائنہ میں جب زلیخا نے سب کو شریک کرلیا اور سب

نے اعتراف کرلیا اور زلیخا کو معذور سمجھا تو اس کے بعد اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن سیرت کو بیان کیا اور واقعہ کا صاف صاف اظہار کردیا کہ بیشک میں نے اسے ہرچند اپنی طرف مائل کرنا چاہا لیکن یہ میرے قبضہ میں نہیں آیا۔ لیکن اب میں صاف صاف کہے دیتی ہوں کہ اگر اس نے میرا کہنا نہ مانا تو ذلیل ہوگا اور جیل میں ڈال دیا جائے گا۔ گویا زلیخا نے جب ہر قسم کی ترغیب اور لالچ کی انتہا کردی تو اب دھمکیوں سے مرعوب کرنا چاہا کہ شاید اسی طرح کاربراری ہوجائے۔ عزیز مصر کی بیوی زلیخا تو یوسف علیہ السلام کے پیچھے پڑی ہی تھی وہ سب امیرزادیاں جو زلیخا کی دعوت میں آئی تھیں وہ بھی یوسف علیہ السلام سے زلیخا کی ہمدردی میں کہنے لگیں کہ تم کو اپنی محسنہ سے ایسی بے اعتنائی مناسب نہیں۔ جو یہ کہے ماننا چاہئے۔ ورنہ سوچ لو کہ نافرمانی کا نتیجہ کیا ہوگا۔ خواہ مخواہ سر پر مصیبت لینے سے کیا فائدہ۔ زلیخا یہ دھمکی دے ہی چکی تھی کہ اگر میرا کہنا نہ مانا تو جیل میں ڈلوادوں گی۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی استقامت و بہادری اور توکل علی اللہ

یوسف علیہ السلام ان سب عورتوں کی بے تکی باتوں سے سخت رنجیدہ ہوئے اور جب یہ دیکھا کہ شیطان اب ہر طرف اپنا جال بچھانے لگا ہے تو نہایت عزم و استقلال اور پیغمبرانہ استقامت سے بارگاہ احدیت میں درخواست کی کہ اے میرے رب مجھے ان کے مکروفریب سے بچائیے۔ اگر اس سلسلہ میں مجھے قید خانہ جانا پڑے تو میں قید کو ارتکاب معصیت پر ترجیح دیتا ہوں۔ اگر آپ میری دستگیری نہ فرمائیں گے تو ڈر ہے کہ بے عقل ہوکر ان کی ابلہ فریبیوں کی طرف نہ جھک پڑوں۔ اے باری تعالیٰ تجھ سے مدد طلب کرتا ہوں اور تجھی پر بھروسہ رکھتا ہوں۔ یہاں یوسف علیہ السلام کی زبانی یہ جتلادیا گیا کہ انبیاء کی عصمت بھی حق تعالیٰ کی دستگیری سے ہے اور یہ کہ وہ اپنی عصمت پر مغرور نہیں ہوتے بلکہ حفاظت الٰہی پر نظر رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور آپ کو عصمت و عفت پر پوری طرح ثابت قدم رکھا اور کوئی فریب آپ پر چلنے نہ دیا۔

حضرت یوسفؑ کو جیل بھجوانے کا فیصلہ

عزیز مصر نے یوسف علیہ السلام کی صداقتوں کی تمام نشانیاں دیکھنے اور سمجھ لینے کے باوجود اپنی بیوی کی فضیحت و رسوائی دیکھ کر یہ ہی طے کرلیا اور مصلحت اسی میں معلوم ہوئی کہ یوسف علیہ السلام کو ایک مدت تک قید میں رکھا جائے تاکہ یہ معاملہ لوگوں کے دلوں سے محو ہوجائے اور یہ چرچے بند ہوجائیں اس میں ایک غرض تو یہ ہوگی کہ ایک طرف تو عورت کی بدنامی زائل ہو دوسرے ایک مدت تک یوسف علیہ السلام اس کی نظر سے دور رہیں۔ اس طرح یوسف علیہ السلام کو قید خانہ میں جانا پڑا۔

یہاں قید خانہ میں بھی تائید ایزدی نے دستگیری کی اور آپ نے اپنے پاکیزہ کردار اور اخلاق حمیدہ کی بناء پر جلد ہی وہ درجہ حاصل کرلیا کہ داروغہ جیل نے سب انتظام آپ ہی کے ہاتھوں میں سونپ دیا اور وہ جیلخانہ جیل خانہ نہ رہا۔ بلکہ عبادت خانہ اور خلوت خانہ اور خانقاہ اور درس گاہ بن گیا۔

اہل ایمان کے لئے سبق

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ کے مخلص بندے ان اسباب عیش اور ذرائع راحت و آرام کو جو دوامی تباہی کا باعث اور معصیت الٰہی کا سبب ہوتے ہیں ٹھکرا کر مصائب و تکالیف کو پسند کرتے ہیں۔ ان آیات میں مسلمانوں کے لئے یہ سبق موجود ہے کہ وہ دنیوی شوکت و جاہ اور لذت و نعمت جو اخروی تباہی کا سبب ہو۔ ہرگز اختیار نہ کریں بلکہ ایمان اور عمل صالح کے ساتھ فاقہ کرنے، قید ہونے اور گوناگوں تکالیف برداشت کرنے کو قابل ترجیح سمجھیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ ؕ قَالَ اَحَدُهُمَآ اِنِّیْٓ اَرٰىنِیْٓ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنِّیْٓ

اور یوسف کے ساتھ اور بھی دو جوان قید خانہ میں داخل ہوئے۔ اُن میں سے ایک نے کہا کہ میں اپنے کو خواب میں دیکھتا ہوں کہ شراب نچوڑ رہا ہوں' اور

اَرٰىنِیْٓ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِیْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ؕ نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۶﴾

دوسرے نے کہا کہ میں اپنے کو اس طرح دیکھتا ہوں' کہ اپنے سر پر روٹیاں لئے جاتا ہوں اُن میں سے پرندے کھاتے ہیں ہم کو اس خواب کی تعبیر بتلائیے۔

قَالَ لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا ؕ ذٰلِكُمَا مِمَّا

آپ ہم کو نیک آدمی معلوم ہوگے ہیں یوسف نے فرمایا کہ جو کھانا تمہارے پاس آتا ہے جو تم کو کھانے کے لئے ملتا ہے میں اس کے آنے سے پہلے اُس کی

عَلَّمَنِیْ رَبِّیْ ؕ اِنِّیْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۷﴾

تعبیر تم کو بتلادوں گا یہ بتلا دینا اس علم کی بدولت ہے، جو مجھ کو میرے رب نے تعلیم فرمایا ہے۔ میں نے تو ان لوگوں کا مذہب چھوڑ رکھا ہے، جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے

وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِیْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ مَا كَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ

اور وہ آخرت کے بھی منکر ہیں۔ اور میں نے اپنے باپ دادوں کا مذہب اختیار کر رکھا ہے ابراہیمؑ کا' اسحٰق کا اور یعقوب کا ہم کو کس طرح زیبا نہیں کہ اللہ کے

شَیْءٍ ؕ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۳۸﴾

ساتھ کسی کو شریک قرار دیں یہ (عقیدۂ توحید) ہم پر اور دوسرے لوگوں پر خدائے تعالیٰ کا ایک فضل ہے۔ لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے

وَدَخَلَ اور داخل ہوئے | مَعَهُ اس کیساتھ | السِّجْنَ قید خانہ | فَتَيٰنِ دو جوان | قَالَ کہا | اَحَدُهُمَا ان میں سے ایک | اِنِّیْٓ اَرٰىنِیْ بیشک میں دیکھتا ہوں

اَعْصِرُ نچوڑ رہا ہوں | خَمْرًا شراب | وَقَالَ اور کہا | الْاٰخَرُ دوسرا | اِنِّیْٓ اَرٰىنِیْ میں دیکھتا ہوں | اَحْمِلُ اٹھائے ہوئے ہیں | فَوْقَ اوپر | رَاْسِیْ اپنا سر

خُبْزًا روٹی | تَاْكُلُ کھا رہے ہیں | الطَّيْرُ پرندے | مِنْهُ اس سے | نَبِّئْنَا ہمیں بتلائے | بِتَاْوِيْلِهٖ اسکی تعبیر | اِنَّا نَرٰىكَ بیشک ہم تجھے دیکھتے ہیں | مِنَ سے

الْمُحْسِنِيْنَ نیکوکار | قَالَ اس نے کہا | لَا يَاْتِيْكُمَا تمہارے پاس نہیں آیگا | طَعَامٌ کھانا | تُرْزَقٰنِهٖ جو تمہیں دیا جاتا ہے | اِلَّا مگر | نَبَّاْتُكُمَا میں تمہیں بتلا دونگا

بِتَاْوِيْلِهٖ اسکی تعبیر | قَبْلَ قبل | اَنْ کہ | يَّاْتِيَكُمَا وہ آئے تمہارے پاس | ذٰلِكُمَا یہ | مِمَّا اس سے جو | عَلَّمَنِیْ مجھے سکھایا | رَبِّیْ میرا رب

اِنِّیْ بیشک میں | تَرَكْتُ میں نے چھوڑا | مِلَّةَ دین | قَوْمٍ وہ قوم | لَا يُؤْمِنُوْنَ وہ ایمان نہیں لاتے | بِاللّٰهِ اللہ پر | وَهُمْ اور وہ | بِالْاٰخِرَةِ آخرت سے

هُمْ وہ | كٰفِرُوْنَ انکار کرتے ہیں | وَاتَّبَعْتُ اور میں نے پیروی کی | مِلَّةَ دین | اٰبَآءِیْٓ اپنے باپ دادا | اِبْرٰهِيْمَ ابراہیمؑ | وَاِسْحٰقَ اور اسحٰق

وَيَعْقُوْبَ اور یعقوبؑ | مَا كَانَ نہیں ہے | لَنَآ ہمارے لئے | اَنْ کہ | نُّشْرِكَ ہم شریک ٹھہرائیں | بِاللّٰهِ اللہ کا | مِنْ شَیْءٍ کسی شے | ذٰلِكَ یہ

مِنْ سے | فَضْلِ اللّٰهِ اللہ کا فضل | عَلَيْنَا ہم پر | عَلَى النَّاسِ لوگوں پر | وَلٰكِنَّ اور لیکن | اَكْثَرَ اکثر | النَّاسِ لوگ | لَا يَشْكُرُوْنَ شکر ادا نہیں کرتے

جیل خانہ میں حضرت یوسف کے دو ساتھی

گذشتہ آیات میں بیان ہو چکا ہے کہ باوجودیکہ حضرت یوسف علیہ السلام کی صداقت و پاکی کے بہت سے نشان دیکھے جا چکے تھے

مگر عزیز مصر اور اس کے گھر والوں کی رائے یہی ہوئی کہ کچھ عرصہ کے لئے یوسف علیہ السلام کو قید خانہ میں بھیج دیا جائے۔ چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام قید خانہ میں پہنچا دیئے گئے۔ اور یوسف علیہ السلام نے جو دعا میں درخواست کی تھی کہ اے پروردگار ایسے زنانخانہ اور محل سرائے سے جیل خانہ بہتر ہے تو بارگاہ خداوندی میں یوسف علیہ السلام کی دعا بلفظ قبول ہوئی کہ زنانخانہ سے نکال کر جیل خانہ بھیج دیئے گئے۔

اب ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اسی زمانہ میں جب کہ یوسف علیہ السلام قید خانہ میں داخل کئے گئے دو اور نوجوان قیدی جیلخانہ میں لائے گئے۔ جن میں ایک بادشاہ مصر کا باورچی یا نانبائی تھا اور دوسرا ساقی یعنی بادشاہ کو شراب پلانے والا تھا۔ دونوں بادشاہ کو کھانے پینے کی چیز میں زہر ملا دینے کے الزام میں ماخوذ تھے اور تحقیقات ان کے خلاف جاری تھی۔ تحقیقات کے خاتمہ تک ان کو قید خانہ میں رکھے جانے کا حکم ہوا تھا۔

جیل کے قیدیوں اور عملہ پر حضرت یوسفؑ کے اخلاق و کردار کا اثر

یوسف علیہ السلام جیل میں داخل ہوئے تو اپنے پیغمبرانہ اخلاق اور رحمت و شفقت کے سبب سب قیدیوں کی دلداری اور خبر گیری فرماتے۔ جو بیمار ہو گیا اس کی عیادت کرتے۔ خدمت کرتے جس کو غمگین و پریشان پایا اس کو تسلی دیتے۔ صبر کی تلقین اور رہائی کی امید سے اس کا دل بڑھاتے۔ خود تکلیف اٹھا کر دوسروں کو آرام دینے کی فکر کرتے اور رات بھر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہتے۔ آپ کی یہ حالت دیکھ کر جیل کا داروغہ بھی متاثر ہوا اور جیل کے سب قیدی آپ کی بزرگی کے معتقد ہو گئے۔ داروغہ نے کہا کہ اگر میرے اختیار میں ہوتا تو میں آپ کو چھوڑ دیتا مگر اب اتنا ہی کر سکتا ہوں کہ آپ کو یہاں کوئی تکلیف نہ پہنچے۔

الغرض قید خانہ میں یوسف علیہ السلام کی مروت و امانت، راست گوئی، حسن اخلاق، کثرت عبادت، معرفت تعبیر رویا اور ہمدردی خلائق کا چرچا تھا۔

جیل کے دو ساتھیوں کے خوابوں کی تعبیر بتلانا اور توحید و رسالت کی تبلیغ کرنا

یہ دونوں قیدی حضرت یوسف علیہ السلام سے بہت مانوس ہو گئے اور بڑی محبت کا اظہار کرنے لگے۔ ایک روز دونوں نے یعنی شاہی باورچی اور ساقی نے اپنا اپنا خواب حضرت یوسف علیہ السلام سے بیان کیا۔ ساقی نے کہا کہ میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں شراب بنانے کے لئے انگور نچوڑ رہا ہوں اور بادشاہ کو شراب پلا رہا ہوں۔ باورچی نے کہا کہ میں نے یہ خواب دیکھا ہے کہ میرے سر پر روٹیوں کا خوان ہے جس میں سے پرندے نوچ نوچ کر کھا رہے ہیں۔ انہوں نے یوسف علیہ السلام کو بزرگ دیکھ کر تعبیر مانگی۔ یوسف علیہ السلام نے اول ان کو تسلی دی اور فرمایا کہ بیشک خوابوں کی تعبیر تم کو جلد بتلا دی جائے گی۔ روزہ مرہ جو کھانا تم کو کھانے کو ملتا ہے اس کے آنے سے پیشتر میں تم کو تعبیر بتلا دوں گا لیکن تعبیر خواب سے زیادہ ضروری اور مفید ایک چیز پہلے تم کو سناتا ہوں وہ یہ کہ تعبیر وغیرہ کا علم مجھ کو کہاں سے حاصل ہوا۔ سو یاد رکھو کہ میں کوئی پیشہ ور کاہن یا منجم نہیں بلکہ میرے علم کا سرچشمہ وحی الٰہی اور الہام ربانی ہے جو مجھ کو حق تعالیٰ نے اس کی بدولت عطا فرمایا ہے کہ میں نے ہمیشہ کافروں اور باطل پرستوں کے دین ملت کو چھوڑے رکھا اور اپنے مقدس آباؤ اجداد حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسحٰقؑ اور حضرت یعقوبؑ جیسے انبیاء و مرسلین کے دین توحید پر چلا اور ان کا اسوۂ

حسنہ اختیار کیا۔ ہمارا سب سے بڑا اور مقدم مطمح نظر یہ ہی رہا کہ دنیا کی کسی چیز کو بھی کسی درجہ میں خدا کا شریک نہ بنائیں۔ نہ ذات میں، نہ صفات میں، نہ افعال میں نہ ربوبیت اور معبودیت میں، صرف اسی کے آگے جھکیں۔ اسی کی عبادت کریں اور اسی پر بھروسہ رکھیں اور اپنا مرنا جینا سب اسی ایک پروردگار کے حوالہ کر دیں۔ بہرحال حضرت یوسف علیہ السلام نے موقع مناسب دیکھ کر نہایت موثر طرز میں ان قیدیوں کو ایمان و توحید کی طرف آنے کی ترغیب دی۔ پیغمبروں کا کام یہ ہی ہوتا ہے کہ دعوت اور تبلیغ حق کا کوئی مناسب موقع ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ یوسف علیہ السلام نے دیکھا کہ ان قیدیوں کے دل میری طرف متوجہ اور مجھ سے مانوس ہیں۔ قید کی مصیبت میں گرفتار ہو کر شاید کچھ نرم بھی ہوئے ہوں گے تو ان حالات سے فرض تبلیغ کے ادا کرنے میں فائدہ اٹھائیں اول ان کو دین کی باتیں سکھلائیں اور یہ تنبیہ پہلے کر دی کہ کھانے کے وقت تک تعبیر خواب کی معلوم ہو جائے گی تا کہ وہ نصیحت سے اکتائیں نہیں۔ پھر حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ ہمارا خالص توحید اور ملت ابراہیمی پر قائم رہنا نہ صرف ہمارے حق میں بلکہ سارے جہان کے حق میں رحمت و فضل ہے کیونکہ خاندان ابراہیمی ہی کی شمع سے سب لوگ اپنے دلوں کے چراغ روشن کر سکتے ہیں لیکن افسوس ہے کہ بہت سے لوگ خدا کی اس نعمت عظیمہ کی قدر نہیں کرتے۔ چاہیے یہ تھا کہ اس کا احسان مان کر راہ توحید پر چلتے وہ الٹی ناشکری کر کے شرک وعصیان کی راہ اختیار کر رہے ہیں۔

دعا کیجئے

یا اللہ! اپنے انبیاء و رسل کے اسوۂ حسنہ کا کوئی ذرہ ہم کو بھی نصیب فرما دے تا کہ ہماری بھی دین و دنیا سدھر جائے۔

یا اللہ! ہر حال میں ہم کو اپنی ذات عالی سے صحیح اور قوی تعلق نصیب فرما دے تا کہ ہم آپ ہی کی طرف ہر معاملہ میں رجوع کرنے والے اور آپ ہی پر بھروسہ کرنے والے اور آپ ہی سے مدد مانگنے والے بن جائیں اور آپ کے احکام و ہدایات کے تابعدار ہو کر آپ کے فرمانبردار بندے بن جائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۳۹﴾ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ

اے قید خانہ کے رفیقو! متفرق معبود اچھے یا ایک معبود برحق جو سب سے زبردست ہے وہ اچھا تم لوگ تو خدا کو چھوڑ کر صرف

دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ

چند بے حقیقت ناموں کی عبادت کرتے ہو جن کو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے ٹھہرا لیا ہے خدا تعالیٰ نے تو اُن کی کوئی دلیل بھیجی نہیں۔

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ

حکم خدا ہی کا ہے اُس نے یہ حکم دیا ہے کہ بجز اُس کے اور کسی کی عبادت مت کرو یہی سیدھا طریقہ ہے لیکن اکثر

النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۰﴾ يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا وَاَمَّا الْاٰخَرُ

لوگ نہیں جانتے اے قید خانہ کے رفیقو! تم میں ایک تو (بری ہو کر) اپنے آقا کو شراب پلایا کرے گا۔ اور دوسرا

فَيُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ ﴿۴۱﴾ وَقَالَ

سولی دیا جائے گا اور اُس کے سر کو پرندے کھاویں گے۔ جس بارہ میں تم پوچھتے تھے وہ اسی طرح مقدر ہو چکا اور جس

لِلَّذِيْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ فَاَنْسٰىهُ الشَّيْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ

شخص پر رہائی کا گمان تھا اُس سے یوسف نے فرمایا کہ اپنے آقا کے سامنے میرا بھی تذکرہ کرنا پھر اسکو اپنے آقا کے سامنے تذکرہ کرنا شیطان نے بھلا دیا

فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِيْنَ ﴿۴۲﴾

تو قید خانہ میں اور بھی چند سال اُن کا رہنا ہوا

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اے میرے قید کے ساتھیو!	ءَاَرْبَابٌ کیا کئی معبود	مُتَفَرِّقُوْنَ جدا جدا	خَيْرٌ بہتر	اَمِ اللّٰهُ یا اللہ	الْوَاحِدُ ایک یکتا	الْقَهَّارُ زبردست	
مَا نہیں	تَعْبُدُوْنَ تم پوجتے	مِنْ دُوْنِهٖ اسکے سوا	اِلَّا مگر	اَسْمَآءً نام	سَمَّيْتُمُوْهَا تم نے رکھ لئے ہیں	اَنْتُمْ تم	وَاٰبَآؤُكُمْ اور تمہارے باپ دادا
مَا نہیں	اَنْزَلَ اللّٰهُ اللہ نے اتاری (اس کیلئے)	بِهَا اس کیلئے	مِنْ سُلْطٰنٍ کوئی سند	اِنْ نہیں	الْحُكْمُ حکم	اِلَّا لِلّٰهِ مگر اللہ کا	
اَمَرَ اس نے حکم دیا	اَلَّا کہ نہ	تَعْبُدُوْٓا عبادت کرو تم	اِلَّا مگر	اِيَّاهُ صرف اس کی	ذٰلِكَ یہ	الدِّيْنُ الْقَيِّمُ سیدھا دین	وَلٰكِنَّ اور لیکن
اَكْثَرَ النَّاسِ اکثر لوگ	لَا يَعْلَمُوْنَ نہیں جانتے	يٰصَاحِبَيِ اے میرے ساتھیو	السِّجْنِ قید خانہ	اَمَّا جو	اَحَدُكُمَا تم میں سے ایک		
فَيَسْقِيْ سو وہ پلائے گا	رَبَّهٗ اپنا مالک	خَمْرًا شراب	وَاَمَّا اور جو	الْاٰخَرُ دوسرا	فَيُصْلَبُ تو سولی دیا جائے گا	فَتَاْكُلُ پس کھائیں گے	
الطَّيْرُ پرندے	مِنْ رَّاْسِهٖ اس کے سر سے	قُضِيَ فیصلہ ہو چکا	الْاَمْرُ کام	الَّذِيْ وہ جو	فِيْهِ اس میں	تَسْتَفْتِيٰنِ تم پوچھتے تھے	وَقَالَ اور کہا
لِلَّذِيْ اس سے جس	ظَنَّ اس نے گمان کیا	اَنَّهٗ کہ وہ	نَاجٍ بچے گا وہ	مِنْهُمَا ان دونوں سے	اذْكُرْنِيْ میرا ذکر کرنا	عِنْدَ پاس	رَبِّكَ اپنا مالک
فَاَنْسٰىهُ پس اس کو بھلا دیا	الشَّيْطٰنُ شیطان	ذِكْرَ رَبِّهٖ اپنے مالک سے ذکر کرنا	فَلَبِثَ تو رہا	فِي السِّجْنِ قید میں	بِضْعَ سِنِيْنَ چند برس		

قیدیوں کو عقیدہ توحید کی تعلیم و تفہیم

ان آیات میں بھی تبلیغی وعظ ونصیحت کا مضمون جاری ہے اور انہی قیدیوں ہی کو مخاطب فرما کر یوسف علیہ السلام نے سمجھایا کہ مختلف قسم کے چھوٹے بڑے دیوتا جن پر تم نے خدائی اختیارات تقسیم کر رکھے ہیں مثلاً کوئی تمہارے عقیدہ میں پانی برسانے والا ہے کوئی ہوا چلانے والا ہے کوئی دھوپ اور روشنی دینے والا ہے۔ کوئی بیماری سے صحت دینے والا ہے وغیرہ وغیرہ تو ان سینکڑوں دیوتاؤں سے لو لگانا اور ہر ایک کے سامنے سر جھکانا بہتر ہے یا اس اکیلے زبردست خدا سے جس کو ساری مخلوق پر کلی اختیار اور کامل تصرف وقبضہ حاصل ہے اور جس کے آگے نہ کسی کا حکم چل سکتا ہے نہ اختیار نہ اسے کوئی بھاگ کر ہرا سکتا ہے نہ مقابلہ کر کے مغلوب کر سکتا ہے تو سوچو کہ سرعبودیت ان میں سے کس کے سامنے جھکایا جائے۔ تم نے یونہی بے سند اور بے ٹھکانے کچھ نام رکھ چھوڑے ہیں جن کی حقیقت ذرہ برابر نہیں ان ہی نام کے خداؤں کی پوجا کر رہے ہو۔ ایسے جہل پر انسان کو شرمانا چاہئے۔ قدیم سے انبیاء علیہم السلام کی زبانی اللہ تعالیٰ یہی حکم بھیجتا رہا ہے کہ خدا کی عبادت میں کسی کو شریک مت کرو اور اس توحید خالص کے راستہ میں کجی بالکل نہیں۔ سیدھی اور صاف سڑک ہے جس پر چل کر آدمی بے کھٹکے خدا تک پہنچتا ہے لیکن بہت لوگ حماقت یا تعصب سے ایسی سیدھی بات کو بھی نہیں سمجھتے۔

دونوں کے خوابوں کی تعبیر اور اس کا سچ ثابت ہونا

اب فرض تبلیغ ادا کرنے کے بعد یوسف علیہ السلام نے ان کے خوابوں کی تعبیر بیان فرمائی کہ جس نے خواب میں شیرۂ انگور نچوڑتے اپنے تئیں دیکھا تھا اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ بادشاہ کا پھر ساقی بن جائے گا اور اس کو شراب پلائے گا اور جس نے سر پر سے جانوروں کو روٹیاں نوچ نوچ کر کھاتے دیکھا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ سولی دیا جائے گا اور پھر جانور اس کے سر سے نوچ نوچ کر کھائیں گے۔ قضا وقدر کا فیصلہ یہی ہے جو کسی کے ٹالے ٹل نہیں سکتا۔ جو بات تم پوچھتے تھے وہ میں نے بتلا دی۔ یہ بالکل طے شدہ امر ہے جس کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ساقی بادشاہ کو زہر دینے کی تہمت سے بری ہو گیا اور باورچی کو جرم ثابت ہو جانے کی وجہ سے سزائے موت دی گئی۔

بری ہونیوالے قیدی کے ذمہ لگانا کہ وہ بادشاہ سے میرا ذکر کرے اور اس کا بھول جانا

ان دونوں قیدیوں میں سے یوسف علیہ السلام کو جس شخص کے بابت یقین تھا کہ بری ہو جائے گا جب وہ قید خانہ سے نکلا تو یوسف علیہ السلام نے اس سے فرمایا کہ اپنے بادشاہ سے میرا بھی ذکر کرنا کہ ایک ایسا شخص بے قصور قید خانہ میں پڑا ہوا ہے۔ چنانچہ خواب کی تعبیر بجنسہ جیسا حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا پوری ہوئی اور وہ ساقی قید خانہ سے چھوٹ کر پھر بادشاہ کے دربار میں اپنی پرانی خدمت پر مامور ہو گیا مگر شیطان نے اس چھوٹنے والے قیدی کے دل میں مختلف خیالات اور وساوس ڈال کر ایسا غافل کیا کہ اسے بادشاہ کے سامنے حضرت یوسف علیہ السلام کا تذکرہ کرنا یاد ہی نہ رہا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یوسف علیہ السلام کو کئی سال اور قید خانہ میں رہنا پڑا۔

اب غور کیجئے کہ کسی مصیبت سے خلاصی کے لئے کسی شخص کو کوشش کا ذریعہ بنانا اگرچہ شرعاً جائز ہے توکل کے خلاف نہیں مگر اللہ جل شانہ کو اپنے برگزیدہ پیغمبروں کے لئے ایسی جائز کوشش بھی پسند نہیں کہ جس میں سوائے خدائے قدوس کے کسی دوسرے کی مدد پر نظر ہو۔ نبی اور صدیق کے اور حق تعالیٰ کے درمیان کوئی واسطہ نہ ہونا ہی انبیاء کا اصلی مقام ہے۔ شاید اسی لئے شیطان کو ساقی پر مسلط کر دیا گیا کہ مدت تک اس کو یوسف علیہ السلام کا بادشاہ سے ذکر کرنا یاد ہی نہ آیا۔ اور اس لئے مزید چند سال قید خانہ میں رہنا پڑا۔ صدیقین ومقربین کے لئے جس درجہ کا صبر وتحمل مناسب ہے ان سے وہی مطلوب ہے۔ سچ ہے۔

جن کے درجے ہیں سوا۔ ان کو سوا مشکل ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَقَالَ الْمَلِكُ اِنِّیْۤ اَرٰی سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ یَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ

اور بادشاہ نے کہا کہ میں دیکھتا ہوں کہ سات گائیں فربہ ہیں جن کو سات لاغر گائیں کھا گئیں اور سات بالیں سبز ہیں

خُضْرٍ وَّاُخَرَ یٰبِسٰتٍ ؕ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِیْ فِیْ رُءْیَایَ اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْیَا تَعْبُرُوْنَ ﴿۴۳﴾

اور ان کے علاوہ سات خشک ہیں۔ اے دربار والو! اگر تم تعبیر دے سکتے ہو تو میرے اس خواب کے بارہ میں مجھ کو جواب دو

قَالُوْۤا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۚ وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِیْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِیْنَ ﴿۴۴﴾ وَقَالَ الَّذِیْ نَجَا مِنْهُمَا

وہ لوگ کہنے لگے کہ یوں ہی پریشان خیالات ہیں۔ اور ہم لوگ خوابوں کی تعبیر کا علم بھی نہیں رکھتے اور اُن دو قیدیوں میں سے جو رہا ہو گیا تھا اُس ـــ کہا

وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ اَنَا اُنَبِّئُكُمْ بِتَاْوِیْلِهٖ فَاَرْسِلُوْنِ ﴿۴۵﴾ یُوْسُفُ اَیُّهَا الصِّدِّیْقُ اَفْتِنَا فِیْ

اور مدت کے بعد اسکو خیال آیا کہ میں اسکی تعبیر کی خبر لائے دیتا ہوں آپ لوگ مجھ کو ذرا جانے کی اجازت دیجئے (وہ قید خانہ میں پہنچا اور کہا) اے یوسف! اے صدق مجسم! آپ

سَبْعِ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ یَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعِ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ یٰبِسٰتٍ ۙ

ہم لوگوں کو اس (خواب) کا جواب (یعنی تعبیر) دیجئے کہ سات گائیں موٹی ہیں اُن کو سات دبلی گائیں کھا گئیں اور سات بالیں ہری ہیں اور اس کے علاوہ (سات) خشک ہیں۔

لَّعَلِّیْۤ اَرْجِعُ اِلَی النَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَعْلَمُوْنَ ﴿۴۶﴾ قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِیْنَ دَاَبًا ۚ فَمَا

تا کہ میں اُن لوگوں کے پاس لوٹ کر جاؤں تا کہ اُن کو بھی معلوم ہو جائے۔ آپ نے فرمایا کہ تم سات سال متواتر غلہ بونا پھر جو فصل

حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِیْ سُنْۢبُلِهٖۤ اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ ﴿۴۷﴾ ثُمَّ یَاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ

کاٹو اس کو بالوں ہی میں رہنے دینا ہاں مگر تھوڑا سا جو تمہارے کھانے میں آوے (نکال لینا) پھر اس کے بعد سات برس ایسے سخت آویں گے

شِدَادٌ یَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ ﴿۴۸﴾ ثُمَّ یَاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِ

جو کہ اس ذخیرہ کو کھا جاویں گے جس کو تم نے ان برسوں کے واسطے جمع کر کے رکھا ہو گا۔ ہاں مگر تھوڑا سا جو رکھ چھوڑو گے پھر اس کے بعد

ذٰلِكَ عَامٌ فِیْهِ یُغَاثُ النَّاسُ وَفِیْهِ یَعْصِرُوْنَ ﴿۴۹﴾ ع

ایک برس ایسا آئے گا جس میں لوگوں کے لئے خوب بارش ہو گی اور اس میں شیرہ بھی نچوڑیں گے۔

وَقَالَ اور کہا	الْمَلِكُ بادشاہ	اِنِّیْ کہ وہ	اَرٰی میں دیکھتا ہوں	سَبْعَ سات	بَقَرٰتٍ گائیں	سِمَانٍ موٹی تازی	یَّاْكُلُهُنَّ وہ کھاتی ہیں	سَبْعٌ سات
عِجَافٌ دبلی پتلی	وَسَبْعَ اور سات	سُنْۢبُلٰتٍ خوشے	خُضْرٍ سبز	وَّاُخَرَ اور دوسرے	یٰبِسٰتٍ خشک	یٰۤاَیُّهَا الْمَلَاُ اے میرے سردارو		
اَفْتُوْنِیْ بتلاؤ مجھے تعبیر	فِیْ میں	رُءْیَایَ میرے خواب	اِنْ اگر	كُنْتُمْ ہو تم	لِلرُّءْیَا خواب کی	تَعْبُرُوْنَ تعبیر دینے والے	قَالُوْۤا انہوں نے کہا	
اَضْغَاثُ پریشان	اَحْلَامٍ خواب	وَمَا اور نہیں	نَحْنُ ہم	بِتَاْوِیْلِ تعبیر دینا	الْاَحْلَامِ خواب	بِعٰلِمِیْنَ جاننے والے	وَقَالَ اور اس نے کہا	
الَّذِیْ وہ جو	نَجَا بچا	مِنْهُمَا ان دو سے	وَادَّكَرَ اور اسے یاد آیا	بَعْدَ بعد	اُمَّةٍ ایک مدت	اَنَا اُنَبِّئُكُمْ میں بتلاؤں گا تمہیں	بِتَاْوِیْلِهٖ اس کی تعبیر	

فَاَرْسِلُوْنِ سو مجھے بھیج دو	یُوْسُفُ اے یوسف	اَیُّهَا الصِّدِّیْقُ اے بڑے سچے	اَفْتِنَا ہمیں بتا	فِیْ میں	سَبْعِ سات	بَقَرٰتٍ گائیں	سِمَانٍ موٹی تازی	
یَّاْكُلُهُنَّ وہ کھا رہی ہیں	سَبْعٌ سات	عِجَافٌ دبلی پتلی	وَّسَبْعِ اور سات	سُنْۢبُلٰتٍ خوشے	خُضْرٍ سبز	وَّاُخَرَ اور دوسرے	یٰبِسٰتٍ خشک	
لَّعَلِّیْٓ تاکہ میں	اَرْجِعُ میں لوٹوں	اِلَى النَّاسِ لوگوں کی طرف	لَعَلَّهُمْ شاید وہ	یَعْلَمُوْنَ آگاہ ہوں	قَالَ اس نے کہا	تَزْرَعُوْنَ کھیتی باڑی کروگے		
سَبْعَ سات	سِنِیْنَ سال	دَاَبًا لگاتار	فَمَا پھر جو	حَصَدْتُّمْ تم کاٹو	فَذَرُوْهُ تو اسے چھوڑ دو	فِیْ سُنْۢبُلِهٖٓ اس کے خوشہ میں	اِلَّا مگر	قَلِیْلًا تھوڑا جتنا
مِّمَّا سے	تَاْكُلُوْنَ تم کھالو	ثُمَّ پھر	یَاْتِیْ آئیں گے	مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ اس کے بعد میں	سَبْعٌ سات	شِدَادٌ سخت	یَّاْكُلْنَ کھا جائیں گے وہ	
مَا جو	قَدَّمْتُمْ تم نے رکھا	لَهُنَّ ان کیلئے	اِلَّا سوائے	قَلِیْلًا تھوڑا سا	مِّمَّا سے	تُحْصِنُوْنَ تم بچاؤ گے	ثُمَّ پھر	یَاْتِیْ آئے گا
مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ اسکے بعد	عَامٌ ایک سال	فِیْهِ اس میں	یُغَاثُ بارش برسائی جائیگی	النَّاسُ لوگ	وَفِیْهِ اور اس میں	یَعْصِرُوْنَ وہ نچوڑیں گے		

بادشاہ کا خواب

حضرت یوسف کی رہائی کا غیبی انتظام

گذشتہ آیات میں یہاں تک ذکر ہو چکا کہ کس طرح حضرت یوسف علیہ السلام قید خانہ میں زندگی گزار رہے ہیں۔ اب جب قدرت خداوندی کو یہ منظور ہوا کہ حضرت یوسف علیہ السلام قید خانے سے بعزت واکرام پاکیزگی برات اور عصمت کے ساتھ نکلیں۔ اس لئے قدرت نے یہ سبب بنایا کہ بادشاہ مصر جن کا لقب فرعون ہوتا تھا۔ اس نے ایک خواب دیکھا جس سے وہ بہت متعجب ہوا۔ اس نے اپنا دربار منعقد کیا اور تمام امراء رؤسا' کاہن منجم وغیرہ کو جمع کیا اور اپنا خواب بیان کیا اور کہا کہ میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ سات گائیں موٹی فربہ ہیں جن کو سات دبلی گائیں کھا گئیں اور سات سوکھی بالیں ہری بالوں پر لپٹتی ہیں اور انہیں خشک کر دیتی ہیں۔ یہ خواب بادشاہ مصر نے دیکھا جو آخر کار یوسف علیہ السلام کی رہائی کا سبب اور ظاہری عروج کا سبب بنا۔

یوسف علیہ السلام کے اس قصہ میں جا بجا اس پر متنبہ فرمایا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ جب کوئی بات چاہتا ہے۔ غیر متوقع طریقہ سے اس کے ایسے اسباب فراہم کر دیتا ہے جن کی طرف آدمی کا خیال بھی نہیں جاتا۔ بہرحال ابھی یوسف علیہ السلام قید خانہ ہی میں تھے کہ بادشاہ مصر مذکورہ بالا خواب دیکھ کر صبح کو پریشان خاطر تھا اور اس عجیب وغریب خواب سے حیران تھا۔ چنانچہ دربار کے مشیروں سے اپنا خواب کہا اور خواب کی تعبیر چاہی۔ مگر درباری بھی اس کو سن کر فکر وتردد میں پڑ گئے اور جب حل نہ کر سکے تو اپنی درماندگی اور بیچارگی کو چھپانے کے لئے کہنے لگے کہ بادشاہ سلامت یہ خواب نہیں بلکہ پریشان خیالات ہیں جس کا کوئی خاص مطلب نہیں ہے۔ ہم سچے خواب کی تو تعبیر دے سکتے ہیں مگر پریشان خیالات کو حل نہیں کر سکتے۔

شاہی خواب کی تعبیر کے لئے

حضرت یوسفؑ کا تذکرہ خیر

بادشاہ کو درباریوں کے اس جواب سے اطمینان نہ ہوا کہ اس اثناء میں ساقی کو اپنا خواب اور یوسف علیہ السلام کی تعبیر کا واقعہ یاد آ گیا۔ اس نے بادشاہ اور اہل دربار سے کہا کہ اگر مجھے ذرا جانے کی اجازت دے دو تو میں اس خواب کی تعبیر لا سکتا ہوں۔ قید خانہ میں ایک مقدس بزرگ فرشتہ صورت موجود ہے جو فن تعبیر کا ماہر ہے میں تعبیر لینے کے لئے ان کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہوں۔ چنانچہ بادشاہ نے اجازت دی اور وہ قید خانہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچا۔ اور حضرت یوسف علیہ

السلام کو بادشاہ کا خواب سنایا اور کہا کہ آپ اس کو حل کیجئے۔آپ صدق مجسم ہیں جو بات کبھی آپ کی زبان سے نکلی سچ ہو کر رہی۔ امید ہے جو تعبیر اس خواب کی دیں گے ہو بہو پوری ہو کر رہے گی اور کیا عجب ہے کہ جن لوگوں نے مجھے بھیجا ہے جب میں صحیح تعبیر لے کر ان کے پاس واپس جاؤں وہ آپ کی حقیقی قدر و منزلت معلوم کرلیں۔

خواب کی تعبیر اور حضرت یوسفؑ کی پیغمبرانہ بصیرت کا مظاہرہ

اب حضرت یوسف علیہ السلام کا کمال صبر و استقلال اور جلالت قدر کا اندازہ کیجئے کہ آپ نے تعبیر بتلانے میں ذرا نہ دیر کی نہ کوئی شرط لگائی۔نہ اس ساقی کو ملامت کی۔نہ اس کو برسوں بھولے رہنے پر جھڑکا۔نہ یہ سوچا کہ جن ظالموں نے مجھ کو بے قصور قید خانہ میں ڈال رکھا ہے وہ اگر تباہ ہو جائیں اور اس خواب کا حل نہ پا کر برباد ہو جائیں تو اچھا ہے۔ان کی یہی سزا ہے۔ نہیں ایسا کچھ بھی نہیں کیا بلکہ اسی وقت خواب کی تعبیر دی اور صرف یہی نہیں کہ تعبیر بتلادی بلکہ اپنی جانب سے آئندہ کے لئے صحیح تدبیر بھی بتلادی۔اس سے انبیاء علیہم السلام کے اخلاق و مروت کا اندازہ ہوتا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے کلام کا حاصل یہ تھا کہ سات موٹی گائیں اور سات ہری بالیں سات برس ہیں جن میں متواتر خوش حالی رہے گی۔کھیتوں میں خوب پیداوار ہوگی حیوانات و نباتات خوب بڑھیں گے اس کے بعد سات سال قحط ہوگا جس میں سارا پچھلا اندوختہ کھا کر ختم کر ڈالو گے۔صرف آئندہ تخم ریزی کے لئے کچھ تھوڑا سا باقی رہ جائے گا۔یہ قحط کے سات سال دبلی گائیں اور سوکھی بالیں ہیں جو موٹی گایوں اور ہری بالوں کو ختم کر دیں گی۔تعبیر بتلانے کے دوران حضرت یوسف علیہ السلام نے از راہ شفقت و ہمدردی خلائق ایک تدبیر بھی تلقین فرمادی کہ اول سات سال میں جو پیداوار ہو اسے بڑی حفاظت سے رکھو اور کفایت شعاری سے اٹھاؤ۔کھانے کے لئے جس قدر غلہ کی ضرورت ہو اسے الگ کرلو اور تھوڑا تھوڑا احتیاط سے کھاؤ باقی غلہ بالوں میں رہنے دو تا کہ اس طرح کیڑے اور سڑنے گلنے سے محفوظ رہ سکے اور سات سال کی پیداوار چودہ سال تک کام آئے۔ایسا نہ کرو گے تو قحط کا مقابلہ کرنا دشوار ہوگا۔یہ تعبیر اور تدبیر بتلانے کے بعد آپ نے ایک بشارت سنائی جو غالباً آپ کو وحی سے معلوم ہوئی ہوگی۔یعنی سات سال قحط رہنے کے بعد جو سال آئے گا اس میں حق تعالیٰ کی طرف سے خوب بارش ہوگی۔ کھیتی باڑی پھل میوے نہایت افراط سے پیدا ہوں گے۔ جانوروں کے تھن دودھ سے بھر جائیں گے۔انگور وغیرہ نچوڑنے کے قابل چیزوں سے لوگ خوب رس نچوڑیں گے۔ یہ آخری بات سائل کے حسب حال فرمائی کیونکہ وہ ساقی یہی کام کرتا تھا۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو بھی صدق' دیانت' امانت کی پاکیزہ زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرماویں۔اور ہر حال میں حق پر قائم رہنے اور شریعت مطہرہ کی پابندی کرنے کی توفیق نصیب فرماویں۔اور حضرت یوسف علیہ السلام کے صبر و استقلال کے طفیل میں ہم کو بھی دین اسلام پر ثابت قدمی نصیب فرماویں اور مرضیات الٰہی کو ہمہ وقت پیش نظر رکھنے کی توفیق عطا فرماویں۔آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهِ ۚ فَلَمَّا جَاءَهُ الرَّسُولُ قَالَ ارْجِعْ إِلَىٰ رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ

اور بادشاہ نے حکم دیا کہ اُن کو میرے پاس لاؤ۔ پھر جب اُن کے پاس قاصد پہنچا آپ نے فرمایا کہ تو اپنی سرکار کے پاس لوٹ جا

مَا بَالُ النِّسْوَةِ اللَّاتِي قَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ ۚ إِنَّ رَبِّي بِكَيْدِهِنَّ عَلِيمٌ ﴿٥٠﴾ قَالَ مَا

پھر اُس سے دریافت کر کہ ان عورتوں کا کیا حال ہے، جنھوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے۔ میرا رب ان عورتوں کے فریب کو خوب جانتا ہے۔ کہا کہ تمہارا

خَطْبُكُنَّ إِذْ رَاوَدتُّنَّ يُوسُفَ عَن نَّفْسِهِ ۚ قُلْنَ حَاشَ لِلَّهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِن

کیا واقعہ ہے جب تم نے یوسف سے اپنے مطلب کی خواہش کی عورتوں نے جواب دیا کہ حاش للہ ہم کو ان میں ذرا بھی تو برائی کی بات

سُوءٍ ۚ قَالَتِ امْرَأَتُ الْعَزِيزِ الْآنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ أَنَا رَاوَدتُّهُ عَن نَّفْسِهِ وَإِنَّهُ

معلوم نہیں ہوئی۔ عزیز کی بیوی کہنے لگی کہ اب تو حق بات ظاہر ہو ہی گئی۔ میں نے اُن سے اپنے مطلب کو خواہش کی تھی اور بیشک

لَمِنَ الصَّادِقِينَ ﴿٥١﴾ ذَٰلِكَ لِيَعْلَمَ أَنِّي لَمْ أَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَأَنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي

وہی سچے ہیں۔ یوسف نے فرمایا کہ یہ اہتمام محض اس وجہ سے ہے تا کہ عزیز کو یقین کے ساتھ معلوم ہو جائے کہ میں نے اسکی عدم موجودگی میں اسکی آبرو میں دست اندازی نہیں کی

كَيْدَ الْخَائِنِينَ ﴿٥٢﴾

اور یہ کہ اللہ خیانت کرنے والوں کے فریب کو چلنے نہیں دیتا۔

وَقَالَ اور کہا | الْمَلِكُ بادشاہ | ائْتُونِي میرے پاس لاؤ | بِهِ اسے | فَلَمَّا پس جب | جَاءَهُ اس کے پاس آیا | الرَّسُولُ قاصد | قَالَ اس نے کہا

ارْجِعْ لوٹ جا | إِلَىٰ طرف | رَبِّكَ اپنا مالک | فَاسْأَلْهُ پس اس سے پوچھو | مَا بَالُ کیا حال؟ | النِّسْوَةِ عورتیں | اللَّاتِي وہ جو | قَطَّعْنَ انہوں نے کاٹے

أَيْدِيَهُنَّ اپنے ہاتھ | إِنَّ رَبِّي بیشک میرا رب | بِكَيْدِهِنَّ ان کا فریب | عَلِيمٌ واقف | قَالَ اس نے کہا | مَا خَطْبُكُنَّ کیا حال تھا تمہارا | إِذْ جب

رَاوَدتُّنَّ تم نے پھسلایا | يُوسُفَ یوسف | عَن سے | نَّفْسِهِ اس کا نفس | قُلْنَ وہ بولیں | حَاشَ پناہ | لِلَّهِ اللہ کی | مَا نہیں | عَلِمْنَا ہم نے معلوم کی

عَلَيْهِ اس پر | مِن سُوءٍ کوئی برائی | قَالَتِ بولی | امْرَأَتُ عورت | الْعَزِيزِ عزیز | الْآنَ اب | حَصْحَصَ ظاہر ہوگئی | الْحَقُّ حقیقت | أَنَا میں

رَاوَدتُّهُ اسے پھسلایا میں نے | عَن سے | نَّفْسِهِ اس کا نفس | وَإِنَّهُ اور وہ بیشک | لَمِنَ البتہ | الصَّادِقِينَ سچے | ذَٰلِكَ یہ | لِيَعْلَمَ تا کہ وہ جان لے

أَنِّي بیشک میں | لَمْ أَخُنْهُ نہیں اسکی خیانت کی | بِالْغَيْبِ پیٹھ پیچھے | وَأَنَّ اللَّهَ اور بیشک اللہ | لَا يَهْدِي نہیں چلنے دیتا | كَيْدَ فریب | الْخَائِنِينَ دغاباز

بادشاہ کا حضرت یوسف سے متاثر ہو کر دربار میں بلوانا

گذشتہ آیت میں بیان ہوا تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے قاصد کو بادشاہ مصر کے خواب کی تعبیر اور اس کے ساتھ ہی تدبیر بھی بتلادی۔ جب خواب کی تعبیر معلوم کر کے قاصد پلٹا اور اس نے بادشاہ کو تمام حقیقت سے مطلع کیا تو بادشاہ کو اپنے خواب کی تعبیر پر یقین آ گیا۔ ساتھ ہی اسے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ تعبیر دینے والا کوئی بہت ہی عالم فاضل شخص ہے جسے خواب کی تعبیر میں کمال حاصل ہے۔ نیز بہت ہی بلند اخلاق اور حسن تدبیر اور

خلق اللہ کا نفع چاہنے والا اور محض بے طمع شخص ہے۔اب اسے شوق ہوا کہ خود حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات کرے چنانچہ بادشاہ مصر نے اسی وقت حکم دیا کہ جاؤ انہیں آزاد کر کے میرے پاس لے آؤ۔

حضرت یوسفؑ کا مقدمہ کے فیصلہ سے پہلے باہر آنے سے انکار

قاصد پیام شاہی لے کر حضرت یوسف علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور بادشاہ کا پیغام پہنچایا اور بادشاہ کے طلب واشتیاق کا حال سنایا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے قید خانہ سے باہر آنے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ اس طرح تو میں جانے کو تیار نہیں تم اپنے آقا کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ وہ یہ تحقیق کرے کہ ان عورتوں کا معاملہ کیا تھا۔جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے۔پہلے یہ بات صاف ہو جائے کہ انہوں نے کیسی کچھ مکاریاں کی تھیں اور میرا پروردگار تو ان کی مکاریوں سے خوب واقف ہے۔

غور کیجئے کہ حضرت یوسف علیہ السلام بے قصور اور بے خطا برسوں سے قید خانہ میں بند تھے اور بلاوجہ ان کو قیدی بنایا ہوا تھا۔اب جبکہ بادشاہ نے مہربان ہو کر رہائی کا مژدہ سنایا تو ایسے موقع پر بڑے سے بڑا انسان مسرت اور خوشی کے ساتھ فوراً قید خانہ سے باہر نکل آتا مگر حضرت یوسف علیہ السلام نے ایسا نہیں کیا اور گذشتہ معاملہ کی تحقیق کا مطالبہ شروع کر دیا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی نظر میں اپنی دینی اور اخلاقی پوزیشن کی برتری اور صفائی اعلیٰ سے اعلیٰ دنیوی عزت و وجاہت سے زیادہ ضروری تھی۔آپ جانتے تھے کہ پیغمبر خدا کی نسبت لوگوں کی ادنیٰ بدگمانی بھی ہدایت اور ارشاد و تبلیغ کے کام میں بڑی بھاری رکاوٹ ہے۔آپ نے خیال کیا کہ اگر میں شاہی فرمان کے موافق چپ چاپ قید خانہ سے نکل گیا اور جس جھوٹی تہمت کے سلسلہ میں سالہا سال قید و بند کی مصیبتیں اٹھائیں اس کا قطعی طور پر استیصال نہ ہوا تو بہت ممکن ہے کہ بہت سے ناواقف لوگ میری عصمت کے متعلق تردد اور شبہ میں پڑے رہ جائیں گے اور معاندین کچھ زمانہ کے بعد ان ہی بے اصل واقعات سے فائدہ اٹھا کر کوئی اور منصوبہ میرے خلاف کھڑا کر دیں۔ان مصالح پر نظر کرتے ہوئے آپ نے حکم شاہی کے امتثال میں جلدی نہ کی بلکہ نہایت صبر واستقلال کا مظاہرہ کرتے ہوئے قاصد کو کہا کہ تو اپنے مالک یعنی بادشاہ مصر سے جا کر دریافت کر کہ ان عورتوں کے قصہ کی کیا حقیقت ہے جنہوں نے دعوت کے موقع پر اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے۔حضرت یوسف علیہ السلام کو ان عورتوں کے ناموں کی تفصیل کہاں سے معلوم ہوگی۔یہ خیال کیا ہوگا کہ ایسا واقعہ ضرور عام شہرت حاصل کر چکا ہوگا۔اس لئے واقعہ کے ایک خاص جز یعنی ہاتھ کاٹنے کو ظاہر کر کے بادشاہ کو توجہ دلائی کہ اس معروف و مشہور قصہ کی تفتیش و تحقیق کرے۔

حضرت یوسفؑ کی پاکدامنی اور زلیخا کی غلطی کا برملا اعتراف واعلان

الغرض بادشاہ نے جب یہ سنا تو ان عورتوں کو بلوایا اور ان سے کہا کہ صاف صاف اور صحیح صحیح بتاؤ کہ اس معاملہ کی اصل حقیقت کیا ہے جب کہ تم نے یوسف پر ڈورے ڈالے تھے تاکہ تم اس کو اپنی طرف مائل کر لو۔بادشاہ نے دریافت کرنے کا ایسا عنوان اختیار کیا گویا وہ پہلے سے خبر رکھتا ہے تاکہ انہیں جھوٹ بولنے کی ہمت نہ ہو۔نیز یوسف علیہ السلام کی استقامت اور صبر کا اثر پڑا ہوگا کہ بغیر اظہار برأت کے جیل سے نکلنا گوارا نہیں

کرتے۔ ادھر ساقی وغیرہ نے واقعات سنائے ہوں گے ان سے بھی یوسف علیہ اسلام کی پاکی اور عورتوں کے مکر وفریب کی تائید ملی ہوگی۔ الغرض وہ سب عورتیں ایک زبان ہوکر بولیں کہ حاشا للہ ہم نے ان میں کوئی برائی کی بات نہیں پائی۔ مجمع میں عزیز کی بیوی بھی موجود تھی۔ سب عورتوں کی متفقہ شہادت کے بعد اس نے بھی صاف اقرار کرلیا کہ قصور امیرا ہے۔ یوسف بالکل سچے ہیں۔ بیشک میں نے ان کو اپنی جانب مائل کرنا چاہا تھا۔ لیکن وہ ایسے کا ہے کو تھے کہ میرے داؤں میں آجاتے۔ غرض تمام صورت مقدمہ اور اظہارات اور ثبوت نزاہت یوسف علیہ السلام کا ان کے پاس کہلا کر بھیجا۔ اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ تمام اہتمام جو میں نے کیا محض اس وجہ سے تاکہ عزیز کو پورے یقین کے ساتھ معلوم ہوجاوے کہ میں نے اس کی عدم موجودگی میں اس کی آبرو میں دست اندازی نہیں کی اور یہ بھی معلوم ہوجاوے کہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کے فریب کو چلنے نہیں دیتا۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یوسف علیہ السلام خدا کے سچے پیغمبر اور نبی معصوم تھے اس لئے ان کا دامن ہر قسم کی آلائش سے پاک وصاف تھا اور ان کی مقدس زندگی کا ایک لمحہ بھی کسی آلودگی سے ملوث نہیں ہوا تھا اس لئے خدا تعالیٰ کی کرشمہ سازی دیکھئے کہ یوسف علیہ السلام کے واقعہ سے متعلق جس قدر بھی شخصیتیں تھیں ان سب کی زبانی آپ کی طہارت نفس اور عصمت کا اعتراف کرایا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ حضرت یوسف علیہ السلام کے مراتب اعلیٰ کے طفیل میں ہم کو بھی دیانت وامانت وتقویٰ وطہارت والی زندگی نصیب فرمائیں اور ہر حال میں حق پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائیں اور شریعت مطہرہ کی ظاہراً وباطناً پابندی نصیب فرمائیں اور ہر طرح کی کجی وگمراہی سے بچائیں۔ اور نفس و شیطان کے پھندوں سے ہماری حفاظت فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

پارہ
وَمَآ اُبَرِّئُ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ ؕ اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۵۳﴾

اور میں اپنے نفس کو بری نہیں بتلاتا۔ نفس تو بری بات بتاتا ہے بجز اس کے جس پر میرا رب رحم کرے بلاشبہ میرا رب بڑی مغفرت والا بڑی رحمت والا ہے

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِیْ بِهٖٓ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِیْ ۚ فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ

اور بادشاہ نے کہا کہ ان کو میرے پاس لاؤ میں ان کو خاص اپنے لئے رکھوں گا۔ پس جب بادشاہ نے ان سے باتیں کیں تو بادشاہ نے کہا کہ تم ہمارے نزدیک آج

اَمِيْنٌ ﴿۵۴﴾ قَالَ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّیْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۵﴾ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ

بڑے معزز اور معتبر ہو۔ یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ ملکی خزانوں پر مجھ کو مامور کردو میں حفاظت بھی رکھوں گا اور خوب واقف بھی ہوں۔ اور ہم نے ایسے طور پر

فِی الْاَرْضِ ۚ يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَآءُ ؕ نُصِيْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ وَلَا نُضِيْعُ اَجْرَ

یوسف علیہ السلام کو ملک میں بااختیار بنادیا کہ اس میں جہاں چاہیں رہیں سہیں ہم جس پر چاہیں اپنی عنایت متوجہ کردیں اور ہم نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں

الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۶﴾ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۵۷﴾ ع

کرتے اور آخرت کا اجر کہیں زیادہ بڑھ کر ہے ایمان اور تقویٰ والوں کیلئے۔

وَ اور	مَا اُبَرِّئُ پاک، بے قصو نہیں کہتا	نَفْسِیْ اپنا نفس	اِنَّ بیشک	النَّفْسَ نفس	لَاَمَّارَةٌ سکھانے والا	بِالسُّوْٓءِ برائی	اِلَّا مگر	مَا رَحِمَ جس پر رحم کیا
رَبِّیْ میرا رب	اِنَّ بیشک	رَبِّیْ میرا رب	غَفُوْرٌ بخشنے والا	رَحِيْمٌ نہایت مہربان	وَقَالَ اور کہا	الْمَلِكُ بادشاہ	ائْتُوْنِیْ لے آؤ میرے پاس	
بِهٖٓ اس کو	اَسْتَخْلِصْهُ اس کو خاص کروں	لِنَفْسِیْ اپنی ذات کے لئے	فَلَمَّا پھر جب	كَلَّمَهٗ اس سے بات کی	قَالَ اس نے کہا	اِنَّكَ بیشک تم	الْيَوْمَ آج	
لَدَيْنَا ہمارے پاس	مَكِيْنٌ باوقار	اَمِيْنٌ امین	قَالَ اس نے کہا	اجْعَلْنِیْ مجھے کردے	عَلٰی پر	خَزَآئِنِ خزانے	الْاَرْضِ زمین ملک	اِنِّیْ بیشک میں
حَفِيْظٌ حفاظت کرنیوالا	عَلِيْمٌ علم والا	وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح	مَكَّنَّا ہم نے قدرت دی	لِيُوْسُفَ یوسف کو	فِی الْاَرْضِ زمین میں ملک پر	يَتَبَوَّاُ وہ رہتے		
مِنْهَا اس سیمیں	حَيْثُ جہاں	يَشَآءُ چاہتے وہ	نُصِيْبُ ہم پہنچا دیتے ہیں	بِرَحْمَتِنَا اپنی رحمت سے	مَنْ نَّشَآءُ جس کو ہم چاہتے ہیں	وَ اور		
لَا نُضِيْعُ ہم ضائع نہیں کرتے	اَجْرَ بدلہ	الْمُحْسِنِيْنَ نیکی کرنے والے	وَ اور	لَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ آخرت کا بدلہ البتہ	خَيْرٌ بہتر	لِلَّذِيْنَ انکے لئے جو		
اٰمَنُوْا ایمان لائے	وَكَانُوْا اور تھے وہ	يَتَّقُوْنَ پرہیزگاری کرتے						

حضرت یوسف علیہ السلام کی بارگاہ الٰہی میں تواضع

گذشتہ آیات پر بارہویں پارہ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ کا بیان ختم ہوا تھا۔ اب تیرہویں پارہ وَمَآ اُبَرِّئُ کی ابتدا سے بھی سورۂ یوسفؑ کا بیان جاری ہے۔ گذشتہ آیات سے یہ معلوم ہوا تھا کہ وہ وقت آپہنچا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی عصمت و پاکبازی اور صداقت وطہارت کا معاملہ تہمت لگانے والوں کی زبان ہی سے واضح اور ظاہر ہوگیا۔

چونکہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی برأت اور طہارت نفس پر بہت زیادہ زور دیا تو ایک جلیل القدر نبی اور مقرب بارگاہ

کی وجہ سے یہ ظاہر کر دینا بھی ضروری تھا کہ میری پاکبازی اور رحمت کا یہ معاملہ میرے اپنے نفس کی بدولت نہیں ہے کیونکہ نفس انسانی تو اکثر برائی پر ابھارتا ہے بلکہ یہ خدا کی رحمت وعنایت کا صدقہ ہے۔ گویا آپ نے اپنی عصمت اور طہارت نفس کی حقیقت کھول دی کہ میں کوئی شیخی نہیں مارتا۔ نہ پاک صاف رہنے میں اپنے نفس پر بھروسہ کرسکتا ہوں۔ محض خدا کی رحمت واعانت ہے جو کسی نفس کو برائی سے روکتی ہے۔ یہی رحمت خصوصی عصمت انبیاء علیہم السلام کی کفیل وضامن ہے ورنہ نفس انسانی کا کام عموماً برائی کی ترغیب دینا تھا۔ خداتعالیٰ کی خصوصی توفیق اور دستگیری نہ ہوتی تو میرا نفس بھی دوسرے نفوس بشریہ کی طرح ہوتا۔ پس اگر میں معصوم رہایا معصوم رہوں تو اس میں میرا کوئی ذاتی کمال نہیں۔ یہ تو تمام تر میرے مالک ومولیٰ کے فضل خاصہ کا نتیجہ ہے۔

سبحان اللہ! حضرات انبیاء کے مرتبہ تواضع کا کیا کہنا۔ اپنی خوبی کے حصہ کو اپنی جانب منسوب کرنے کی بجائے اسے تمام تر نتیجہ فضل خداوندی کا قرار دیا جارہا ہے۔

نفس انسانی کی اقسام

یہاں اس آیت میں نفس امارہ کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ قرآن پاک میں دوسری جگہ نفس مطمئنہ اور نفس لوامہ کا بھی ذکر ہوا ہے۔ اس بنا پر محققین نے لکھا ہے کہ آدمی کا نفس ایک ہے لیکن اس کی تین حالتوں کے اعتبار سے تین نام ہوگئے ہیں۔ اگر نفس اللہ کی عبادت اور فرمانبرداری کی طرف مائل ہو اور اس میں اس کو خوشی حاصل ہوتی ہو اور شریعت کی پیروی میں سکون اور چین محسوس کرتا ہو تو اس کو نفس مطمئنہ کہتے ہیں جس کا ذکر سورۂ فجر (۳۰ویں پارہ) میں ہوا ہے اور اگر نفس دنیا کی لذات وخواہشات میں پھنس کر بدی کی طرف راغب ومائل ہے اور شریعت کی پیروی سے بھاگتا ہے تو اس کو نفس امارہ کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ آدمی کو برائی کا حکم کرتا ہے جس کا ذکر یہاں آیت میں ہوا اور ان دونوں حالتوں کے مابین ایک حالت ہے جب کہ خیر وشر طاعت وگناہ نیکی وبدی میں کشمکش جاری رہتی ہے۔ برے فعل پر اپنے کو ملامت کرتا ہے اور گناہ سے روکتا ہے تو اس کو نفس لوامہ کہتے ہیں جس کا ذکر سورۂ قیامہ (۲۹ویں پارہ) میں آیا ہے۔

بادشاہ سے ملاقات

الغرض بادشاہ مصر پر جب یہ حقیقت منکشف ہوگئی اور اس کو اپنے خواب کی بہترین اور دل لگتی تعبیر معلوم ہوگئی تو اس کے قلب میں حضرت یوسفؑ کی عظمت وقدر کا سکہ بیٹھ گیا۔ اب وہ حضرت یوسف علیہ السلام کی ملاقات کا متمنی ہوا اور بادشاہ نے کہا کہ ان کو جلد میرے پاس لاؤ تاکہ میں انہیں اپنا مشیر خاص مقرر کروں۔

حضرت یوسف علیہ السلام بایں عصمت وپاکبازی اور بایں عقل ودانش عزت واحترام کے ساتھ قید خانہ سے نکل کر بادشاہ کے دربار میں تشریف لائے۔ جب آپ سے بات چیت ہوئی تو بادشاہ حیران رہ گیا کہ اب تک جس کی راستبازی امانت داری اور وفاء عہد کا کچھ تجربہ ہوا تھا وہ عقل ودانش اور علم وحکمت میں بھی آپ اپنی نظیر ہے اور مسرت سے کہنے لگا کہ آج سے آپ ہمارے پاس نہایت معزز اور معتبر ہوکر رہیں گے۔

خزانۂ شاہی کی نگرانی پر مقرر ہونا

پھر بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام سے دریافت کیا کہ میرے خواب میں جس قحط سالی کا ذکر ہے اس کے متعلق مجھ کو کیا کیا تدبیر اختیار کرنی چاہئیں اور ایسے زبردست کام کا ذمہ دار کون ہوگا؟

حضرت یوسف علیہ السلام نے جواب دیا کہ آپ اپنی مملکت کے خزانوں پر مجھے مختار کیجئے۔ (یعنی ہماری اصطلاح میں وزیر خزانہ بنادیجئے) میں دولت کی حفاظت بھی پوری کروں گا اور اس کی آمد وخرچ کے ذرائع اور حساب کتاب سے خوب واقف ہوں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے خود کہہ کر مالیات وخزانہ کا

کام اپنے سپردگی میں لیا تا کہ اس کے ذریعہ سے عامۂ خلائق کو پورا نفع پہنچا سکیں۔ خصوصاً آنے والے خوفناک قحط میں نہایت خوش انتظامی سے مخلوق کی خبر گیری اور حکومت کی مالی حالت کو مضبوط رکھ سکیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام دنیا کی عقل بھی کامل رکھتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ہمدردی خلائق کے لئے مالیات کے قصوں میں پڑنا شان نبوت یا بزرگی کے خلاف نہیں۔ چنانچہ بادشاہ نے ایسا ہی کیا اور حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنی تمام مملکت کا امین وکفیل بنا دیا اور شاہی خزانوں کی کنجیاں آپ کے حوالہ کر کے مختار عام کر دیا گویا بادشاہ مصر برائے نام بادشاہ تھا اور حقیقت میں یوسف علیہ السلام بادشاہی کر رہے تھے۔ اور ''عزیز مصر'' کہہ کر پکارے جاتے تھے۔ جیسا کہ آگے آئے گا۔ بعض علماء ومفسرین نے لکھا ہے کہ بادشاہ آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا اور ملک مصر میں حضرت یوسف علیہ السلام کی ذات سے عدل قائم ہوا۔ اور رعایا میں سے بھی بہت سے لوگ آپ پر ایمان لے آئے۔ اللہ اللہ! خدائے تعالیٰ کی قدرت اور عطا وکرم کی یہ کیسی عجیب داستان ہے کہ یوسف علیہ السلام کو غلامی اور قید خانہ کی زندگی سے نکال کر مملکت مصر اور قوم مصر کا مالک ومختار بنا دیا اور اس مرتبہ پر پہنچا دیا کہ اسباب دنیا کے ماتحت جس کا تصور بھی ممکن نہ تھا قادر مطلق کی کارفرمائی کا یہ معجزانہ مظاہرہ نہیں تو اور کیا ہے۔ اسی لئے حق تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم جس کو چاہتے ہیں اپنی رحمت سے نوازتے ہیں اور جو بھی بھلائی اور نیکی کا راستہ اختیار کرے خدا اس کو دنیا میں بھی میٹھا پھل دیتا ہے۔ خواہ ثروت وحکومت۔ عیش وآرام' حیات طیبہ' غنائے قلبی وغیرہ جیسا حضرت یوسف علیہ السلام کو یہ سب چیزیں عنایت فرمائیں۔ رہا آخرت کا اجر سو وہ ایک ایماندار اور پرہیزگار کے لئے دنیا کے اجر سے کہیں بہتر ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے دور میں مصری عوام کی خوشحالی

حضرت یوسف علیہ السلام نے امور سلطنت کو ایسا سنبھالا کہ کسی کی کوئی شکایت باقی نہ رہی۔ سارا ملک آپ کا گرویدہ ہو گیا اور پورے ملک میں امن وخوشحالی عام ہو گئی۔ امام تفسیر مجاہدؒ نے لکھا ہے کہ یوسف علیہ السلام کے پیش نظر چونکہ اس سارے جاہ وجلال سے صرف اللہ تعالیٰ کے احکام کا رواج اور اس کے دین کی اقامت تھی اس لئے وہ کسی وقت بھی اس سے غافل نہیں ہوئے کہ شاہ مصر کو اسلام وایمان کی دعوت دیں۔ یہاں تک کہ مسلسل دعوت وکوشش کا نتیجہ یہ ظاہر ہوا کہ بادشاہ مصر بھی ایمان لے آیا۔

پھر حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے زمانہ حکومت میں عوام کی راحت رسانی کے وہ کام کئے جن کی نظیر ملنا مشکل ہے۔ جب بادشاہ مصر کے خواب کی تعبیر کے مطابق سات سال خوشحالی کے گزر گئے اور قحط شروع ہوا تو یوسف علیہ السلام نے پیٹ بھر کر کھانا چھوڑ دیا۔ لوگوں نے کہا ملک مصر کے سارے خزانے آپ کے قبضہ میں ہیں اور آپ بھوکے رہتے ہیں تو فرمایا کہ یہ میں اس لئے کرتا ہوں تا کہ عام لوگوں کی بھوک کا احساس میرے دل سے غائب نہ ہو اور شاہی باورچیوں کو بھی حکم دے دیا کہ دن میں صرف ایک مرتبہ دوپہر کا کھانا پکا کرے۔ تا کہ شاہی محل کے سب افراد بھی عوام کی بھوک میں کچھ حصہ لے سکیں۔

اللہ اکبر یہ ہیں پیغمبرانہ سیرت کے واقعات وحالات۔

دعا کیجئے: یا اللہ! میدان حشر میں ہم کو مومنین صادقین بندوں کے ساتھ کھڑا ہونا نصیب فرمایئے اور ہمارے عیوب کی ستاری فرمایئے۔

یا اللہ! ہم کو اس دنیا میں حق اور صراط مستقیم پر چلنا نصیب فرمایئے اور دوسروں کو بھی چلانا نصیب فرمایئے اور ہر طرح کی کجی وگمراہی سے ہماری حفاظت فرمایئے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَجَآءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۵۸﴾ وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ

اور یوسف کے بھائی آئے پھر یوسف کے پاس پہنچے سو یوسف نے اُن کو پہچان لیا۔اور انہوں نے یوسف کو نہیں پہچانا۔اور جب یوسف نے اُن کا سامان

بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُوْنِيْ بِاَخٍ لَّكُمْ مِّنْ اَبِيْكُمْ ۚ اَلَا تَرَوْنَ اَنِّيْۤ اُوْفِي الْكَيْلَ وَاَنَا

تیار کر دیا تو فرمایا کہ اپنے علاتی بھائی کو بھی ساتھ لانا تم دیکھتے نہیں ہو کہ میں پورا ناپ کر دیتا ہوں اور میں سب سے زیادہ

خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ﴿۵۹﴾ فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِيْ بِهٖ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِنْدِيْ وَلَا تَقْرَبُوْنِ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا سَنُرَاوِدُ

مہمان نوازی کرتا ہوں۔اور اگر تم اس کو میرے پاس نہ لائے تو نہ میرے پاس تمہارے نام کا غلہ ہوگا اور نہ تم میرے پاس آنا۔وہ بولے

عَنْهُ اَبَاهُ وَاِنَّا لَفٰعِلُوْنَ ﴿۶۱﴾

ہم اس کے باپ سے اُس کو مانگیں گے اور ہم اس کام کو ضرور کریں گے۔

وَجَآءَ اور آئے اِخْوَةُ بھائی يُوْسُفَ یوسف فَدَخَلُوْا پس وہ داخل ہوئے عَلَيْهِ اس کے پاس فَعَرَفَهُمْ تو اس نے انہیں پہچان لیا وَهُمْ اور وہ

لَهٗ اس کو مُنْكِرُوْنَ وہ نہ پہچانے وَلَمَّا اور جب جَهَّزَهُمْ انہیں تیار کر دیا بِجَهَازِهِمْ ان کا سامان قَالَ کہا اس نے ائْتُوْنِيْ لاؤ میرے پاس

بِاَخٍ بھائی لَّكُمْ تمہارا اپنا مِّنْ اَبِيْكُمْ تمہارے باپ سے اَلَا تَرَوْنَ کیا تم نہیں دیکھتے اَنِّيْ کہ میں اُوْفِي پورا کرتا ہوں الْكَيْلَ پیمانہ

وَاَنَا اور میں خَيْرُ بہترین الْمُنْزِلِيْنَ اتارنے والا مہمان نواز فَاِنْ پھر اگر لَّمْ تَاْتُوْنِيْ میرے پاس نہ لائے بِهٖ اس کو فَلَا كَيْلَ تو کوئی ناپ نہیں

لَكُمْ تمہارے لئے عِنْدِيْ میرے پاس وَلَا تَقْرَبُوْنِ اور نہ آنا میرے پاس قَالُوْا وہ بولے سَنُرَاوِدُ ہم خواہش کریں گے عَنْهُ اس کے متعلق

اَبَاهُ اس کا باپ وَاِنَّا اور ہم لَفٰعِلُوْنَ ضرور کرنے والے ہیں۔کرنا ہے

بھائیوں کا غلہ کے لئے مصر آنا

گزشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو سلطنت مصر کا مختار کل بنا دیا۔

اب حضرت یوسف علیہ السلام نے ملک کے انتظام کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لی اور خواب سے متعلق وہ تمام تدابیر شروع کر دیں جو چودہ سال کے اندر مفید کار ہو سکیں اور رعایا قحط سالی کے ایام میں بھی بھوک اور پریشان حالی سے محفوظ رہ سکے۔افراط کے سات سالوں میں کثرت سے زراعت کرائی اور آنے والی قحط سالی کے زمانہ کے لئے مصر میں بے شمار غلہ کا ذخیرہ کیا گیا۔چونکہ یہ تفصیل خواب اور اس کی تعبیر کے ضمن میں خود بخود ذہن میں آ جاتی ہے اس لئے قرآن کریم نے ان غیر ضروری واقعات کو بیان نہیں کیا۔

غرض جب عام خشک سالی کا زمانہ شروع ہوا تو کنعان میں بھی خاندان یعقوب علیہ السلام یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کا آبائی وطن اس سے محفوظ نہ رہ سکا۔شدہ شدہ یہ خبر حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھی سنی کہ مصر میں باوجود قحط کے غلہ کی کمی نہیں ہے اور وہاں کا رحمدل حاکم ملکیوں اور غیر ملکیوں دونوں کو غلہ نہایت مناسب قیمت پر فروخت کر رہا ہے۔چنانچہ آپ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے دسوں سوتیلے بھائیوں کو غلہ لانے کے لئے مصر بھیجا۔صرف حضرت یوسف علیہ السلام کے حقیقی بھائی بنیامین کو اپنے پاس روک لیا چونکہ حضرت یوسفؑ کے جدا ہو جانے کے بعد آپ ان کو بہت عزیز رکھنے لگے تھے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے ہاں بھائیوں کی پیشی

اور غالباً یوسف علیہ السلام نے غلہ کی اس طرح ضابطہ بندی

کی ہوگی کہ بیرونی ممالک میں خاص اجازت ناموں کے بغیر اور خاص مقدار سے زیادہ غلہ نہ جا سکتا ہوگا۔ اس لئے جب برادران یوسف نے غیر ملک سے آ کر غلہ حاصل کرنا چاہا ہوگا تو انہیں اس کے لئے خاص اجازت نامہ حاصل کرنے کی ضرورت پیش آئی ہوگی اور اس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے ان کی پیشی کی نوبت آئی ہوگی۔ جب دربار یوسفی میں وہ پیش ہوئے تو یوسف علیہ السلام نے ان کو پہچان لیا اور کیوں نہ پہچانتے۔ رنگ' ڈھنگ' بول چال' لب ولہجہ' نقشہ وصورت اور ساری ادائیں یوسف علیہ السلام کی جانی پہچانی تھیں۔ البتہ وہ یوسف علیہ السلام کو نہ پہچان سکے۔ اور کس طرح پہچانتے؟ کل جو کم سن بچہ تھا آج وہ تقریباً چالیس سالہ شاہی لباس پہنے تخت شاہی پر متمکن ہے۔ ان کے وہم وگمان میں بھی یہ بات نہ آ سکتی تھی کہ یوسف جس کو کنوئیں میں پھینک گئے تھے وہ مصر کا مختار مطلق ہوگا۔ نہ بادشاہی دربار میں عام آدمیوں کی یہ جرأت ہو سکتی ہے کہ بادشاہ کا نام و نسب وغیرہ دریافت کریں۔ مگر یہ واقعہ تھا۔ حقیقت تھی اور اپنے برگزیدہ بندہ کے ساتھ رب العالمین کا وہ معاملہ تھا جو صفحۂ دنیا پر ثبت ہو کر رہا۔ غرض حضرت یوسف علیہ السلام نے اجنبی بن کر والد حقیقی بھائی اور گھر کے حالات کو خوب کرید کرید کر پوچھا اور آہستہ آہستہ سب کچھ معلوم کر لیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کی خوب مدارات اور مہمانداری کی۔ اور لطف و عنایت کے ساتھ پیش آئے۔ ایک ایک اونٹ فی کس غلہ دیا۔

اگلی دفعہ حضرت بنیامین کو ساتھ لانے کا وعدہ

یہ خاص مہربانی اور اخلاق دیکھ کر لکھا ہے کہ انہوں نے درخواست کی کہ ہمارے ایک بھائی بنیامین کو بوڑھے غمزدہ باپ نے تسکین خاطر کے لئے اپنے پاس روک لیا ہے کیونکہ اس کا دوسرا سگا بھائی یوسف جو باپ کو بے حد محبوب تھا مدت ہوئی کہیں جنگل میں ہلاک ہو چکا ہے۔ اگر ہمارے گیارہویں بھائی بنیامین کے حصہ کا غلہ بھی ہم کو مرحمت فرمائیں تو بڑی نوازش ہو گی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ اس طرح غائب کا حصہ دینا خلاف قاعدہ ہے۔ قحط اس قدر سخت ہے کہ تم کو دوبارہ یہاں آنا پڑے گا اس لئے تم پھر دوبارہ آؤ تو اپنے چھوٹے بھائی بنیامین کو ساتھ لاؤ۔ تب اس کا حصہ پاسکو گے۔ میرے اخلاق اور مہمان نوازی کا تم خود مشاہدہ کر چکے ہو۔ کیا اس کے بعد تمہیں اپنے چھوٹے بھائی کو لانے میں کچھ تردد ہو سکتا ہے۔ اگر تم اس کو ساتھ نہ لائے تو سمجھا جائے گا کہ تم جھوٹ بول کر اور دھوکا دے کر خلاف قاعدہ ایک اونٹ غلہ زیادہ لینا چاہتے تھے۔ اس کی سزا یہ ہوگی کہ آئندہ خود تمہارا حصہ بھی سوخت ہو جائے گا بلکہ میرے پاس یا میرے قلمرو میں آنے کی بھی اجازت نہ ہوگی۔ اس پر برادران یوسف نے کہا کہ گو باپ سے اس کا جدا کرنا سخت مشکل ہے تاہم ہماری یہ کوشش ہوگی کہ ہم باپ کو کسی تدبیر سے راضی کر لیں۔ امید ہے کہ وہ بنیامین کو یہاں بھیجنے میں راضی ہو جائیں گے۔

الغرض یوسف علیہ السلام کے حکم سے دسوں بھائیوں کو غلہ دے دیا گیا اور قیمت وصول کر لی گئی اور یوسف علیہ السلام یہی چاہتے تھے کہ آئندہ بھی یہ بھائی غلہ لینے آئیں اور چھوٹے حقیقی بھائی کو بھی ساتھ لے کر آئیں تا کہ ان سے ملاقات ہو جائے۔ اس کے لئے جہاں بھائیوں کو تاکید کی کہ اگر آئندہ اپنے چھوٹے بھائی کو ساتھ نہ لائے تو پھر تم میں سے کسی کو بھی غلہ نہ ملے گا۔ ایک دوسرا خفیہ انتظام بھی کیا کہ دوبارہ پھر غلہ لینے سب بھائی آئیں جس کو اگلی آیات میں ظاہر کیا گیا ہے۔ جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: یا اللہ! آپ نے جو اپنے مومن بندوں کی صفات بتلائی ہیں وہ اپنے فضل وکرم سے ہم کو بھی اس زندگی میں عطا فرما اور ہم کو اپنا وہ خوف وخشیت عطا فرما کہ جو ہم کو آپ کی اطاعت وفرمانبرداری میں لگائے رکھے اور ہر طرح کی نافرمانی سے بچائے رکھے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَقَالَ لِفِتْيٰنِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِيْ رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُوْنَهَآ اِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى

اور یوسف علیہ السلام نے اپنے نوکروں سے کہہ دیا کہ ان کی جمع پونجی ان ہی کے اسباب میں رکھ دو تاکہ جب اپنے گھر جاویں

اَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۶۲﴾ فَلَمَّا رَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْهِمْ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَاَرْسِلْ

تو اس کو پہچانیں شاید پھر دوبارہ آویں۔ غرض جب لوٹ کر اپنے باپ کے پاس پہنچے۔ کہنے لگے اے ابا ہمارے لئے غلہ کی بندش کر دی گئی۔ سو آپ ہمارے بھائی (بنیامین) کو

مَعَنَآ اَخَانَا نَكْتَلْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿۶۳﴾ قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ

ہمارے ساتھ بھیج دیجئے تاکہ ہم پھر غلہ لاسکیں اور ہم ان کی پوری حفاظت رکھیں گے یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ بس میں اس کے بارہ میں بھی تمہارا ویسا ہی اعتبار کرتا ہوں

عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ ؕ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا ۪ وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۶۴﴾ وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ

جیسا اس سے پہلے اسکے بھائی یوسف کے بارہ میں تمہارا اعتبار کر چکا ہوں سو اللہ سب سے بڑھ کر نگہبان ہے۔ اور وہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے اور جب انہوں نے اپنا اسباب کھولا

وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ ؕ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَا نَبْغِيْ ؕ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا ۚ

تو اُن کو اُن کی جمع پونجی بھی ملی کہ اُن ہی کو واپس کر دی گئی۔ کہنے لگے کہ اے ابا اور ہم کو کیا چاہیے یہ ہماری جمع پونجی بھی تو ہم کو لوٹا دی گئی ہے۔ اور اپنے گھر والوں کے واسطے اور رسد لاوینگے

وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا وَنَحْفَظُ اَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ ؕ ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ ﴿۶۵﴾ قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ

اور اپنے بھائی کی خوب حفاظت رکھیں گے اور ایک اُونٹ کا بوجھ غلہ اور زیادہ لاویں گے یہ تھوڑا سا غلہ ہے۔ یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ اُس وقت تک ہرگز اس کو تمہارے ہمراہ نہ بھیجوں گا

مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ ۚ فَلَمَّآ اٰتَوْهُ

جب تک کہ اللہ کی قسم کھا کر مجھ کو پکا قول نہ دو گے کہ تم اس کو ضرور لے ہی آؤ گے ہاں اگر گھر ہی جاؤ تو مجبوری ہے سو جب وہ قسم کھا کر اپنے باپ کو قول دے چکے

مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ﴿۶۶﴾

تو انہوں نے فرمایا کہ ہم لوگ جو کچھ بات چیت کرر ہے ہیں۔ یہ سب اللہ ہی کے حوالے ہے۔

وَ اور | قَالَ اس نے کہا | لِفِتْيٰنِهِ اپنے خدمت گاروں کو | اجْعَلُوْا اور تم رکھ دو | بِضَاعَتَهُمْ ان کی پونجی | فِيْ رِحَالِهِمْ انکے بوروں میں | لَعَلَّهُمْ شاید وہ

يَعْرِفُوْنَهَآ اس کو معلوم کرلیں | اِذَا انْقَلَبُوْٓا جب وہ لوٹیں | اِلٰٓى طرف | اَهْلِهِمْ اپنے لوگ | لَعَلَّهُمْ شاید وہ | يَرْجِعُوْنَ پھر آجائیں | فَلَمَّا پس جب | رَجَعُوْٓا وہ لوٹے

اِلٰٓى طرف | اَبِيْهِمْ اپنا باپ | قَالُوْا وہ بولے | يٰٓاَبَانَا اے ہمارے ابا | مُنِعَ روک دیا گیا | مِنَّا ہم سے | الْكَيْلُ ناپ | فَاَرْسِلْ پس بھیج دیں | مَعَنَآ ہمارے ساتھ

اَخَانَا ہمارا بھائی | نَكْتَلْ ناپ نلہ | لائیں | وَاِنَّا اور بیشک ہم | لَهٗ اسکے | لَحٰفِظُوْنَ نگہبان ہیں | قَالَ اس نے کہا | هَلْ اٰمَنُكُمْ کیا میں تمہارا اعتبار کروں

عَلَيْهِ اس کے متعلق | اِلَّا مگر | كَمَا جیسے | اَمِنْتُكُمْ میں نے تمہارا اعتبار کیا | عَلٰٓى اَخِيْهِ اس کے بھائی کے متعلق | مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے | فَاللّٰهُ سو اللہ

خَيْرٌ بہتر | حٰفِظًا نگہبان | وَهُوَ اور وہ | اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ تمام مہربانوں سے بڑا مہربانی کرنیوالا ہے | وَلَمَّا اور جب | فَتَحُوْا انہوں نے کھولا | مَتَاعَهُمْ اپنا سامان

وَجَدُوْا انہوں نے پائی | بِضَاعَتَهُمْ اپنی پونجی | رُدَّتْ واپس کردی گئی | اِلَيْهِمْ ان کی طرف انہیں | قَالُوْا بولے | يٰٓاَبَانَا اے ہمارے ابا | مَا نَبْغِيْ کیا چاہتے ہیں ہم

هٰذِهٖ یہ	بِضَاعَتُنَا ہماری پونجی	رُدَّتْ لوٹادی گئی	اِلَيْنَا ہماری طرف	وَنَمِيْرُ اور ہم غلہ لائینگے	اَهْلَنَا اپنے گھر	وَ اور	نَحْفَظُ ہم حفاظت کرینگے	اَخَانَا اپنا بھائی
وَنَزْدَادُ اور زیادہ لینگے	كَيْلَ بوجھ	بَعِيْرٍ ایک اونٹ	ذٰلِكَ یہ	كَيْلٌ بوجھ غلہ	يَسِيْرٌ آسان تھوڑا	قَالَ اس نے کہا	لَنْ اُرْسِلَهٗ ہرگز نہ بھیجوں گا اسے	
مَعَكُمْ تمہارے ساتھ	حَتّٰى یہاں تک	تُؤْتُوْنِ تم دو مجھے	مَوْثِقًا پختہ عہد	مِنَ سے۔ کا	اللّٰهِ اللہ	لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖ تم لے آؤ گے ضرور میرے پاس اس کو		
اِلَّا مگر	اَنْ یہ کہ	يُحَاطَ گھیر لیا جائے	بِكُمْ تمہیں	فَلَمَّا پھر جب	اٰتَوْهُ انہوں نے اسے دیا	مَوْثِقَهُمْ اپنا پختہ عہد	قَالَ کہا اسنے	اللّٰهُ اللہ
عَلٰى پر	مَا نَقُوْلُ جو ہم کہتے ہیں	وَكِيْلٌ نگہبان۔ ضامن						

حضرت یوسف علیہ السلام کے احسانات کے ساتھ بھائیوں کی واپسی

گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ جب برادران یوسفؑ غلہ کے لئے مصر پہنچے تو حضرت یوسفؑ نے تو ان کو پہچان لیا مگر وہ حضرت یوسف علیہ السلام کو نہ پہچان سکے۔ اس پہلی ملاقات میں بعض مصلحت کی بناء پر حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے آپ کو ظاہر نہیں فرمایا۔ باقی آپ چاہتے یہی تھے کہ یہ دوبارہ مصر آئیں تو چھوٹے حقیقی بھائی بنیامین کو ضرور ہمراہ لائیں۔ چنانچہ اس کے لئے کئی طرح سے تدبیر فرمائی۔ اول وعدہ لیا کہ اگر آئندہ چھوٹے بھائی کو ساتھ لاؤ گے تو اس کا بھی حصہ ملے گا۔ دوسرے وعید سنادی کہ اگر نہ لاؤ گے تو اپنا حصہ بھی نہ پاؤ گے بلکہ تمہیں یہاں آنے کی اجازت بھی نہ ہوگی۔ تیسرے تدبیر یہ فرمائی کہ جو ان آیات میں بیان فرمائی گئی ہے۔ یعنی جو پونجی دے کر انہوں نے غلہ خریدا تھا آپ نے نوکروں کو حکم دیا کہ وہ بھی خفیہ طور پر ان کے اسباب میں رکھ دی جائے تا کہ گھر پہنچ کر جب اسباب کھولیں اور دیکھیں کہ غلہ کے ساتھ قیمت بھی واپس دے دی گئی تو دوبارہ ادھر آنے کی ترغیب مزید ہو۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ قیمت کے اس طرح واپس کرنے میں کئی حکمتیں تھیں:۔

اولاً یہ کہ یوسف علیہ السلام نے اپنے والد اور بھائیوں سے قیمت لینا مروت کے خلاف سمجھا۔

دوسرے یہ کہ یوسف علیہ السلام نے خیال کیا کہ ممکن ہے کہ ان کے پاس اور قیمت نہ ہو اور پھر غلہ لینے نہ آئیں۔ اس لئے ان کی قیمت واپس کردی تا کہ قیمت پا کر پھر غلہ لینے آئیں۔

تیسرے یہ کہ یوسف علیہ السلام نے ان کے ساتھ اس طرح احسان کرنا چاہا کہ ان کو ندامت اور عار نہ ہو۔

چوتھے یہ کہ یوسف علیہ السلام نے خیال کیا کہ جب یہ قیمت واپس پائیں گے تو ان کی امانت و دیانت و مروت اس بات پر آمادہ کرے گی کہ وہ ضرور واپس آئیں اور اس پونجی کی واپسی کا سبب دریافت کریں اور کوشش کریں کہ یہ قیمت واپس لے لی جائے۔

پانچویں یہ چاہا کہ یہ اپنے والد کے سامنے ظاہر کریں کہ مصر کے بادشاہ نے ہمارے ساتھ یہ اکرام کیا ہے اور مزید اکرام سے دوبارہ مع گیارہویں بھائی کے طلب کیا ہے تو یہ سن کر باپ کو بھائی کا بھیجنا گراں نہ گزرے اور جب قیمت پاس ہوگی تو دوبارہ آنے میں سہولت ہوگی۔

غرض کہ یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کے ساتھ سلوک اور احسان میں ایسا ہی مبالغہ کیا جیسا کہ بھائیوں نے برائی میں مبالغہ کیا تھا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کو کارگزاری سنانا اور بنیامین کو ساتھ لے جانے کی درخواست

دسوں بھائی مصر سے غلہ لے کر واپس جب کنعان پہنچے تو اپنی تمام سرگذشت اپنے والد یعقوب علیہ السلام کو سنائی کہ بادشاہ مصر بہت نیک سیرت اور عادل ہے اس نے ہمارا اکرام کیا اور ہماری مہمانداری کی۔ یعقوب علیہ السلام خوش ہوئے اور بادشاہ

کو دعائیں دیں اور کہنے لگے کہ ہمیں اپنے گیارہویں بھائی کا حصہ تو ملا نہیں بلکہ آئندہ کے لئے ہمیں یہ شاہی فرمان ہوا ہے کہ ہم لوگ اگر اسے نہ لے گئے تو یہ سمجھا جائے گا کہ ہم لوگ جھوٹ بول کر دغا سے گیارہواں حصہ وصول کرنا چاہتے تھے اور غلہ کا حصہ ہم میں سے کسی ایک کو بھی نہ ملے گا۔ تو اب اس کا علاج یہ ہے کہ ہم درخواست کرتے ہیں کہ اس مرتبہ بنیامین کو بھی ہمارے ہمراہ کر دیجئے۔ ہم اس کے ہر طرح سے نگہبان اور محافظ رہیں گے اور کوئی برائی اور تکلیف اس کو پہنچنے نہ دیں گے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کیا اس بارہ میں بھی میں تمہارا ویسا ہی اعتبار کروں جیسا کہ اس سے پہلے اس کے بھائی یوسف کے بارہ میں تمہارا اعتبار کر چکا ہوں۔ یعنی بنیامین کے بارے میں تمہارا اعتبار کس طرح کروں۔ یہی بات جو تم اب کہتے ہو وہی بات تم نے اس کے بھائی یوسف کے بارے میں کہی تھی۔ لیکن تم کہتے ہو کہ غلہ بن یامین کو ساتھ کئے ہوئے بغیر ملے گا نہیں۔ تو خیر اگر بن یامین کو لے ہی جانا ہے تو اسے اللہ کے سپرد کیا۔ خدا ہی سب سے بہتر حفاظت کرنے والا ہے۔ اور اس سے بڑھ کر کوئی رحم کرنے والا نہیں۔ مطلب یہ کہ میرا بھروسہ خدا تعالیٰ پر ہے۔ تم پر اور تمہاری حفاظت پر کوئی بھروسہ نہیں۔ مجھے اسی کی رحمت سے امید ہے کہ وہ ارحم الراحمین اب مجھ پر دو بیٹوں کی مصیبتوں کو جمع نہ کرے گا۔ اس گفتگو سے فارغ ہونے کے بعد جب انہوں نے اپنا سامان کھولا جو مصر سے لائے تھے تو دیکھا کہ ساری پونجی جس کے عوض غلہ لیا تھا سب سامان میں موجود ہے۔ یہ دیکھ کر خوشی خوشی پھر اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس گئے اور کہنے لگے اے ابا جان اب اس سے زیادہ اور کیا ہم کو چاہئے دیکھئے غلہ بھی ملا اور ہماری پونجی جوں کی توں لوٹا دی گئی۔ ہم سے قیمت بھی نہ لی۔ ہماری قیمت بھی واپس کر دی اور اس طرح کہ ہمیں خبر بھی نہ ہوئی۔ پس بادشاہ کی اس شفقت و عنایت کا مقتضی یہ ہے کہ آپ ہم کو دوبارہ بادشاہ مصر کے پاس جانے کی اجازت دیں اور اس بات کی اجازت دیں کہ اپنے بھائی بن یامین کو اپنے ساتھ لے جائیں جیسا کہ بادشاہ کی شرط ہے۔ اور اس کے حصہ کا ایک اونٹ غلہ زیادہ مل جائے گا کیونکہ یہ غلہ جو ہم لائے ہیں بہت تھوڑا ہے اس سے ہماری ضرورت پوری ہوتی نظر نہیں آتی۔ اور بغیر بھائی کے دوبارہ غلہ ملنا ممکن نہیں۔ یعقوب علیہ السلام نے فرمایا خیر مجھے ایسی حالت میں بن یامین کو بھیجنے سے انکار تو نہیں مگر میں اس وقت تک اس کو تمہارے ساتھ ہرگز نہیں بھیجوں گا جب تک تم مجھے خدا کی قسم کھا کر یہ عہد و پیمان نہ دو کہ تم اس کو ضرور میرے پاس واپس لاؤ گے۔ ہاں اگر تم کہیں گھر ہی جاؤ اور اس کی حفاظت سے مجبور ہو جاؤ تو اس وقت معذور ہو۔ چنانچہ سب نے اس پر قسم کھائی۔ پھر جب انہوں نے یعقوب علیہ السلام کو اپنا پختہ عہد اور پیمان دے دیا تو یعقوب علیہ السلام نے کہا کہ جو کچھ ہم کہہ رہے ہیں اللہ اس پر نگہبان ہے۔

غرض کچھ دنوں کے بعد دوبارہ مصر کے سفر کو مع بنیامین کے سب تیار ہو گئے۔ اور اب جب دوبارہ مصر جانے کے لئے تیار ہو گئے تو چلتے وقت حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان کو بعض تدبیر اور احتیاط کی نصیحت کی اور جب وہ سب دوبارہ مصر یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے تو یوسف علیہ السلام نے ان کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا یہ اگلی آیات میں ظاہر کیا گیا ہے۔ جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: یا اللہ! آپ نے جو اپنے مومن بندوں کی صفات بتلائی ہیں وہ اپنے فضل و کرم سے ہم کو بھی اس زندگی میں عطا فرما اور ہم کو اپنا وہ خوف و خشیت عطا فرما کہ جو ہم کو آپ کی اطاعت و فرمانبرداری میں لگائے رکھے اور ہر طرح کی نافرمانی سے بچائے رکھے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ؕ وَمَآ اُغْنِيْ

اور یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ اے میرے بیٹو سب کے سب ایک ہی دروازے سے مت جانا بلکہ علیحدہ علیحدہ دروازوں سے جانا اور خدا کے حکم کو میں

عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۶۷﴾

تم پر سے نہیں ٹال سکتا۔حکم تو بس اللہ ہی کا ہے میں اُسی پر بھروسہ رکھتا ہوں اور اسی پر بھروسہ کرنے والوں کو بھروسہ کرنا چاہئے۔

وَلَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَيْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ ؕ مَا كَانَ يُغْنِيْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا حَاجَةً

اور جب (مصر پہنچ کر) جس طرح اُن کے باپ نے کہا تھا (اسی طرح شہر کے) اندر داخل ہوئے (تو باپ کا ارمان پورا ہو گیا) ان کے باپ کو ان سے خدا کا حکم ٹالنا

فِيْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ قَضٰىهَا ؕ وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۸﴾ ع

مقصود نہ تھا لیکن یعقوب (علیہ السلام) کے جی میں ایک ارمان تھا جس کو اُنہوں نے ظاہر کر دیا اور وہ بلاشبہ بڑے عالم تھے بایں وجہ کہ ہم نے ان کو علم دیا تھا۔لیکن اکثر لوگ اس کا علم نہیں رکھتے۔

وَقَالَ اور اس نے کہا	يٰبَنِيَّ اے میرے بیٹو	لَا تَدْخُلُوْا تم نہ داخل ہونا	مِنْ سے	بَابٍ وَّاحِدٍ ایک دروازہ	وَّادْخُلُوْا اور داخل ہونا	مِنْ سے	
اَبْوَابٍ دروازے	مُّتَفَرِّقَةٍ جدا جدا	وَمَآ اُغْنِيْ اور میں نہیں بچا سکتا	عَنْكُمْ تم سے۔کو	مِّنَ سے۔کی	اللّٰهِ اللہ	مِنْ شَيْءٍ کسی چیز۔بات سے	
اِنِ نہیں	الْحُكْمُ حکم	اِلَّا سوا	لِلّٰهِ اللہ کا	عَلَيْهِ اس پر	تَوَكَّلْتُ میں نے بھروسہ کیا	وَعَلَيْهِ اور اس پر	فَلْيَتَوَكَّلِ پس چاہیے بھروسہ کریں
الْمُتَوَكِّلُوْنَ بھروسہ کرنے والے	وَلَمَّا اور جب	دَخَلُوْا وہ داخل ہوئے	مِنْ حَيْثُ جہاں سے	اَمَرَهُمْ انہیں حکم دیا	اَبُوْهُمْ ان کا باپ		
مَا كَانَ نہیں تھا	يُغْنِيْ وہ بچا سکتا	عَنْهُمْ ان سے۔انہیں	مِّنَ سے۔کی	اللّٰهِ اللہ	مِنْ سے	شَيْءٍ کسی چیز۔بات	اِلَّا مگر
حَاجَةً ایک خواہش	فِيْ میں	نَفْسِ دل	يَعْقُوْبَ یعقوب	قَضٰىهَا وہ اسے پوری کر لی	وَاِنَّهٗ اور بیشک وہ	لَذُوْ عِلْمٍ صاحب علم	
	لِمَا اس کا جو	عَلَّمْنٰهُ ہم نے اسے سکھایا	وَلٰكِنَّ اور لیکن	اَكْثَرَ اکثر	النَّاسِ لوگ	لَا يَعْلَمُوْنَ نہیں جانتے	

بنیامین کو ساتھ لے جانے پر حضرت یعقوب علیہ السلام کی رضامندی

گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ برادران یوسف حضرت یعقوب علیہ السلام سے برابر اصرار کر رہے تھے کہ ان کے سب سے چھوٹے سوتیلے بھائی بنیامین کو اپنے ہمراہ دوبارہ مصر لے جانے اور غلہ لانے کے لئے راضی ہو جائیں۔حضرت یعقوب علیہ السلام پہلے اس بات کے لئے راضی نہ تھے مگر جب آئندہ کو مصر سے غلہ حاصل کرنا اسی پر موقوف تھا کہ بنیامین کو ہمراہ لے جائیں اور غلہ لانا بھی ضروری تھا تو یعقوب علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ جب تک تم حلفیہ اقرار نہ کرو کہ اپنے اس بھائی کو اپنے ہمراہ مجھ تک واپس پہنچاؤ گے میں اسے تمہارے ساتھ بھیجنے کا نہیں۔ہاں یہ اور بات ہے کہ خدانخواستہ تم سب ہی گھر جاؤ اور چھوٹ نہ سکو۔دسوں بیٹوں نے قسمیں کھا کر پختہ وعدہ کیا اور عہد و پیمان کیا کہ بنیامین کا آپ کے پاس واپس پہنچا دینا ہمارے ذمہ ہے۔اب حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ ہماری اس گفتگو کا خدا وکیل ہے اور میں یہ معاملہ اللہ عزوجل کے سپرد کرتا ہوں۔قحط کی وجہ سے غلہ کی ضرورت تھی۔بغیر بھیجے چارہ نہ تھا اس لئے بنیامین کو ان کے ساتھ کر دیا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کی بیٹوں کو ہدایت

عہد و پیمان کے بعد برادران یوسف کا قافلہ دوبارہ کنعان سے مصر کو روانہ ہوا اور اس مرتبہ بنیامین بھی ساتھ ہیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے رخصت کرتے وقت نصیحت فرمائی کہ دیکھو سب ایک ہی دروازے سے مصر میں داخل نہ ہونا بلکہ متفرق دروازوں سے ایک ایک دو دو کر کے داخل ہونا اور یہ بھی فرمایا کہ اس نصیحت کا مقصد یہ نہیں ہے کہ تم اپنی تدابیر پر مغرور ہو بیٹھو کیونکہ میں تمہیں کسی ایسی بات سے ہرگز نہیں بچا سکتا جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہونے والی ہو۔ فرمانروائی تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے۔ میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور میں کیا تمام بھروسہ کرنے والوں کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہئے اس لئے میں نے جو کچھ کہا ہے وہ صرف احتیاطی تدابیر کے طور پر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ خدا پر بھروسہ اور یقین کے ساتھ اسباب ظاہری کو احتیاطی تدبیر کے لئے استعمال کرنا خدا پرستی کے خلاف نہیں ہے بلکہ پیغمبروں کی سنت و طریقہ ہی یہ ہے۔

اکٹھے شہر میں داخل نہ ہونے کی حکمت

علمائے تفسیر نے حضرت یعقوبؑ کی اس نصیحت کی وجہ کہ سب گیاروں بھائی اکٹھا مل کر شہر میں داخل نہ ہونا مختلف لکھی ہیں۔ ایک وجہ یہ لکھی ہے کہ عزیز مصر یعنی یوسف علیہ السلام نے چونکہ پہلی مرتبہ ان کا کافی اعزاز کیا تھا اور یہ قافلہ خاص شان کے ساتھ یوسف علیہ السلام کی دعوت پر مصر میں داخل ہو رہا ہے تو کہیں ایسا نہ ہو کہ مصری ان سے حسد کرنے لگیں اور یہ ان کی تکلیف کا باعث بن جائے۔ اس لئے کہا گیا کہ جدا جدا دروازوں سے ایک مسافر کی طرح داخل ہونا۔

بعض مفسرین نے ایک دوسری وجہ یہ لکھی ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو اپنے بیٹوں پر نظر لگ جانے کا کھٹکا تھا۔ کیونکہ وہ سب اچھے خوبصورت، تنومند، طاقت ور، مضبوط نوجوان تھے۔ اس لئے ہدایت کی کہ اکٹھے ہو کر ایک دروازہ سے شہر میں داخل نہ ہونا بلکہ ایک ایک دو دو ہو کر جانا۔ نظر بد کا لگ جانا احادیث سے بھی ثابت ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر لگ جانے کی تصدیق فرمائی ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ نظر بد ایک انسان کو قبر میں اور اونٹ کو ہنڈیا میں داخل کر دیتی ہے۔ اسی لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن چیزوں سے پناہ مانگی ہے اور امت کو پناہ مانگنے کی تلقین فرمائی ہے ان میں من کل عین لامۃ بھی مذکور ہے۔ یعنی میں پناہ مانگتا ہوں نظر بد سے۔ صحابہ کرام میں ابو سہلؓ کا واقعہ معروف ہے کہ انہوں نے ایک موقع پر غسل کرنے کے لئے کپڑے اتارے اور ان کے سفید رنگ اور تندرست بدن پر عامر بن ربیعہؓ کی نظر پڑ گئی اور ان کی زبان سے نکلا کہ میں نے تو آج تک اتنا حسین بدن کسی کا نہیں دیکھا۔ یہ کہنا تھا کہ فوراً حضرت سہل کو سخت بخار چڑھ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے یہ علاج تجویز کیا کہ عامر بن ربیعہؓ وضو کریں اور وضو کا پانی کسی برتن میں جمع کریں اور یہ پانی ابو سہل کے بدن پر ڈالا جائے۔ ایسا ہی کیا گیا تو فوراً بخار اتر گیا اور وہ بالکل تندرست ہو کر جس مہم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہے تھے اس پر روانہ ہو گئے۔ اس واقعہ میں آپ نے عامر بن ربیعہ کو یہ تنبیہ بھی فرمائی:۔

"کوئی شخص اپنے بھائی کو کیوں قتل کرتا ہے تم نے ایسا کیوں نہ کیا کہ جب ان کا بدن تمہیں خوب نظر آیا تو برکت کی دعا کر لیتے۔ نظر کا اثر ہو جانا حق ہے"۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب کسی شخص کو کسی دوسرے کی جان و مال میں کوئی اچھی بات تعجب انگیز نظر آئے تو اس کو چاہئے کہ اس کے واسطے دعاء کرے کہ اللہ تعالیٰ اس میں برکت عطا فرمائیں۔ بعض روایات میں ہے۔ ماشآء اللہ لاقوۃ الا باللہ کہے اس سے نظر بند کا اثر جاتا رہتا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی کی نظر بد کسی کو لگ جائے تو نظر لگانے والے کے ہاتھ پاؤں اور چہرہ کا غسالہ اس کے بدن پر ڈالنا نظر بد کے اثر کو زائل کر دیتا ہے۔

الغرض حضرت یعقوب علیہ السلام نے ایک طرف تو نظر بد

یا حسد کے اندیشہ سے اولاد کو یہ تاکید فرمائی کہ سب مل کر ایک دروازہ سے شہر میں داخل نہ ہوں دوسری طرف ایک حقیقت کا اظہار بھی ضروری سمجھا اور ارشاد فرمایا کہ نظر بد سے بچنے کی جو تدبیر میں نے بتلائی ہے میں جانتا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت و ارادہ کو نہیں ٹال سکتی حکم تو صرف اللہ ہی کا چلتا ہے۔ البتہ انسان کو ظاہری تدبیر کرنے کا حکم ہے اس لئے یہ تاکید کی گئی مگر میرا بھروسہ اس تدبیر پر نہیں بلکہ اللہ ہی پر اعتماد ہے اور ہر شخص کو یہی لازم ہے کہ اسی پر اعتماد اور بھروسہ کرے ظاہری و مادی تدبیروں پر بھروسہ نہ کرے۔

احتیاطی تدابیر کی حیثیت

اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کی جانب بھی توجہ دلائی ہے کہ یعقوب علیہ السلام چونکہ صاحب علم و بصیرت تھے اور یہ دولت علم اللہ تعالیٰ ہی نے ان کو بخشی تھی اس لئے انہوں نے بیٹوں سے یہ نصیحت کی بات کہہ دی جوان کے خیال میں آ گئی تھی ورنہ تو باپ کے حکم کی تعمیل کرنے کے باوجود بھی خدا تعالیٰ کی مشیت نے جو کچھ مقرر کر دیا تھا اس کے مقابلہ میں یہ احتیاط کچھ بھی کام نہ آ سکی۔ یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام نے جو کچھ کیا ان کو بمقتضائے علم یہی کرنا چاہئے تھا مگر یہ ضروری نہیں کہ احتیاطی تدبیر ہر جگہ راست ہی آ جائے۔ اگر خدا تعالیٰ کی مشیت اس کے برعکس مصلحت دیکھتی ہے تو پھر وہی ہو کر رہتا ہے اور سب تدبیریں بیکار ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ آنے والے واقعہ میں بنیامین کے ساتھ یہی پیش آیا کہ وہ مصر میں روک لئے گئے اور حضرت یعقوب علیہ السلام کو ایک دوسرا شدید صدمہ پہنچا۔ گو اس کا انجام تمام خاندان یعقوب علیہ السلام کے حق میں بہتر ثابت ہوا۔ جیسا کہ آگے ان شاء اللہ بیان آئے گا۔

دعا کیجئے

یا اللہ اپنے متوکلین بندوں کے گروہ میں ہم کو بھی شامل فرما لیجئے۔ اور ہم کو بھی ہر معاملہ میں اپنی ذات عالی پر نظر رکھنے اور بھروسہ کرنے کی توفیق عطا فرما دیجئے۔

یا اللہ! ظاہری تدبیر کو ہم محض تدبیر کے درجہ میں جانیں اور موثر حقیقی آپ ہی کو اعتقاد میں رکھیں اور آپ ہی کی مدد پر بھروسہ کریں۔

یا اللہ! ہر طرح کے ظاہری و باطنی فتنہ سے آپ ہماری حفاظت فرمائیں اور اپنی رحمت سے ہمارے دین و دنیا کے کاموں کو درست و راست فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَمَّا دَخَلُوا عَلٰى يُوسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّيٓ اَنَا اَخُوكَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوا

اور جب یہ لوگ یوسف (علیہ السلام) کے پاس پہنچے تو انہوں نے اپنے بھائی کو اپنے ساتھ ملا لیا کہا کہ میں تیرا بھائی (یوسف) ہوں سو یہ لوگ جو کچھ کرتے رہے ہیں

يَعْمَلُونَ ﴿۶۹﴾ فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِي رَحْلِ اَخِيهِ ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ

اسکا رنج مت کرنا پھر جب یوسف (علیہ السلام) نے ان کا سامان تیار کر دیا تو پانی پینے کا برتن اپنے بھائی کے اسباب میں رکھ دیا۔ پھر ایک پکارنے والے نے پکارا

اَيَّتُهَا الْعِيرُ اِنَّكُمْ لَسَارِقُونَ ﴿۷۰﴾ قَالُوا وَاَقْبَلُوا عَلَيْهِمْ مَاذَا تَفْقِدُونَ ﴿۷۱﴾ قَالُوا نَفْقِدُ صُوَاعَ

کہ اے قافلہ والو تم ضرور چور ہو۔ وہ اُن کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے کہ تمہاری کیا چیز گم ہو گئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم کو بادشاہی پیمانہ نہیں ملتا اور جو شخص اس کو (لاکر) حاضر کرے

الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيرٍ وَّاَنَا بِهٖ زَعِيمٌ ﴿۷۲﴾ قَالُوا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَا جِئْنَا لِنُفْسِدَ

اس کو ایک بار شتر غلہ ملے گا اور میں اس کا ذمہ دار ہوں۔ یہ لوگ کہنے لگے کہ بخدا تم کو خوب معلوم ہے کہ ہم لوگ ملک میں فساد پھیلانے نہیں آئے اور ہم لوگ چوری

فِي الْاَرْضِ وَمَا كُنَّا سَارِقِينَ ﴿۷۳﴾ قَالُوا فَمَا جَزَآؤُهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِينَ ﴿۷۴﴾ قَالُوا جَزَآؤُهٗ مَنْ

کرنے والے نہیں۔ اُن لوگوں نے کہا اچھا اگر تم جھوٹے نکلے تو اس کی کیا سزا؟ انہوں نے جواب دیا کہ اس کی سزا یہ ہے کہ

وُّجِدَ فِي رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِينَ ﴿۷۵﴾

جس شخص کے اسباب میں ملے پس وہی شخص اپنی سزا ہے۔ ہم لوگ ظالموں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں۔

وَلَمَّا اور جب	دَخَلُوا وہ داخل ہوئے	عَلٰى يُوسُفَ یوسف کے پاس	اٰوٰٓى اس نے جگہ دی	اِلَيْهِ اپنے پاس	اَخَاهُ اپنا بھائی	قَالَ اس نے کہا		
اِنِّيٓ بیشک میں	اَنَا اَخُوكَ میں تیرا بھائی	فَلَا تَبْتَئِسْ سو تو غمگین نہ ہو	بِمَا اس پر جو	كَانُوا يَعْمَلُونَ وہ کرتے تھے	فَلَمَّا پھر جب			
جَهَّزَهُمْ انہیں تیار کر دیا	بِجَهَازِهِمْ ان کا سامان	جَعَلَ رکھ دیا	السِّقَايَةَ پینے کا پیالہ	فِي میں	رَحْلِ سامان	اَخِيهِ اپنا بھائی		
ثُمَّ پھر	اَذَّنَ اعلان	مُؤَذِّنٌ منادی کرنیوالا	اَيَّتُهَا الْعِيرُ اے قافلے والو	اِنَّكُمْ بیشک تم	لَسَارِقُونَ البتہ چور ہو	قَالُوا وہ بولے		
وَاَقْبَلُوا اور انہوں نے منہ کیا	عَلَيْهِمْ انکی طرف	مَاذَا کیا ہے جو	تَفْقِدُونَ تم گم کر بیٹھے	قَالُوا انہوں نے کہا	نَفْقِدُ ہم گم کر بیٹھے۔ نہیں پاتے			
صُوَاعَ پیمانہ	الْمَلِكِ بادشاہ	وَلِمَنْ اور اس کے لئے	جَآءَ بِهٖ جو وہ لائے	حِمْلُ بوجھ	بَعِيرٍ ایک اونٹ	وَاَنَا اور میں	بِهٖ اس کا	زَعِيمٌ ضامن
قَالُوا وہ بولے	تَاللّٰهِ اللہ کی قسم	لَقَدْ عَلِمْتُمْ تم خوب جانتے ہو	مَا جِئْنَا ہم نہیں آئے	لِنُفْسِدَ کہ ہم فساد کریں	فِي الْاَرْضِ زمین ملک میں			
وَمَا كُنَّا اور ہم نہیں	سَارِقِينَ چور۔ جمع	قَالُوا انہوں نے کہا	فَمَا پھر کیا	جَزَآؤُهٗ سزا اسکی	اِنْ اگر	كُنْتُمْ تم ہو	كٰذِبِينَ جھوٹے	
قَالُوا کہنے لگے وہ	جَزَآؤُهٗ اس کی سزا	مَنْ جو۔ جس	وُجِدَ پایا جائے	فِي رَحْلِهٖ اس کے سامان میں	فَهُوَ پس وہی	جَزَآؤُهٗ اس کا بدلہ		
كَذٰلِكَ اسی طرح	نَجْزِي ہم سزا دیتے ہیں	الظّٰلِمِينَ ظالموں کو						

حضرت یوسف علیہ السلام اور بنیامین کی ملاقات

اب ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جب یہ لوگ مصر پہنچے اور یوسف علیہ السلام کے سامنے پیش ہوئے تو بنیامین کو پیش کر کے کہا

کہ آپ کے حکم کے موافق ہم ان کو لائے ہیں۔ آپ نے سب کو سرکاری مہمان خانہ میں ٹھہرایا اور سب بھائیوں کے قیام کا انتظام اس طرح فرمایا کہ دو دو کو ایک ایک کمرہ میں ٹھہرایا۔ تو بنیامین تنہا رہ گئے ان کو علیحدہ تنہا ٹھہرایا۔ اور بنیامین کے ساتھ ممتاز معاملہ کیا اور خلوت میں یوسف علیہ السلام نے بنیامین سے پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے۔ انہوں نے کہا بنیامین۔ یوسف علیہ السلام نے پوچھا کہ تمہاری والدہ کا کیا نام ہے۔ بنیامین نے کہا راحیل۔ یوسف علیہ السلام نے پھر پوچھا کوئی تمہارا سگا بھائی بھی ہے۔ بنیامین نے کہا کہ ایک بھائی تھا وہ ہلاک ہو گیا۔ یوسف علیہ السلام نے کہا اگر میں تمہارے اس بھائی کے بدلہ جو ہلاک ہو گیا ہے بھائی ہو جاؤں تو تم اس بات کو پسند کرو گے۔ بنیامین نے کہا کہ اے بادشاہ سلامت آپ سے اچھا بھائی کس کو مل سکتا ہے۔ لیکن آپ کو یعقوب اور راحیل نے نہیں جنا۔ اس وقت یوسف علیہ السلام نے ان کو تنہائی میں آگاہ کر دیا کہ میں تمہارا حقیقی بھائی یوسف ہوں اور اپنا تمام حال سنایا اور پھر بنیامین کی تسلی و تشفی کی کہ اب گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ ان کی بدسلوکیوں کا دور ختم ہو گیا۔ اب یہ تم کو کسی قسم کی ایذا نہ پہنچا سکیں گے۔ اور جو مظالم ان سوتیلے بھائیوں نے ہم پر کئے کہ مجھے باپ سے جدا کر کے کنوئیں میں ڈالا۔ غلام بنا کر بیچا اور ہمارے باپ بھائی کو صدمہ میں مبتلا کیا۔ اب یہاں آتے ہوئے تمہارے ساتھ سختی کی۔ ان تمام باتوں سے اب غمگین مت ہو۔ وقت آ گیا ہے کہ ہمارے سب غم غلط ہو جائیں اور سختیوں کے بعد حق تعالیٰ راحت و عزت نصیب فرمائیں۔

بنیامین کو اپنے ہاں روکنے کی تدبیر

پھر فرمایا کہ اس حقیقت کو ابھی ان سب پر نہ کھولو۔ میں چاہتا ہوں کہ تمہیں اپنے پاس روک لوں۔ پھر مشورہ کیا اس کی کیا صورت ہو۔ کیونکہ ویسے رکھنے میں تو اور بھائیوں کا اصرار ہو گا اس لئے کہ وہ حضرت یعقوب علیہ السلام سے حلفیہ عہد و پیمان کر کے آئے تھے کہ ہمراہ بحفاظت لائیں گے پھر اگر وجہ ظاہر ہو گئی تو راز کھلا جس کو اب بھی مصلحتاً حضرت یوسف علیہ السلام اور سب بھائیوں پر ظاہر نہیں فرمانا چاہتے تھے اور اگر وجہ مخفی رہی تو حضرت یعقوب علیہ السلام کا رنج بڑھے گا کہ بلاسبب بنیامین کیوں رکھے گئے۔ یا کیوں رہے۔

یوسف علیہ السلام نے بنیامین سے فرمایا کہ تدبیر تو تمہارے روکنے کی ہے مگر ذرا تمہاری بدنامی ہے۔ بنیامین نے کہا کہ کچھ پروا نہیں۔ غرض آپس میں یہ امر قرار پا گیا ادھر سب بھائیوں کو حضرت یوسف علیہ السلام کے حکم سے ایک ایک اونٹ غلہ دیا گیا اور ان کی رخصت کا سامان درست کیا گیا۔ جب ان کا سامان روانگی تیار ہوا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے خود یا کسی معتمد کی معرفت پانی پینے کا شاہی برتن جو چاندی کا پیالہ بتلایا جاتا ہے اور وہی پیمانہ غلہ دینے کا بھی تھا اپنے بھائی بنیامین کے اسباب میں رکھ دیا۔ جب یہ لاد پھاند کر چلے اور ابھی تھوڑی سی مسافت اس قافلہ نے طے کی ہو گی کہ یوسف علیہ السلام کے کارندوں نے شاہی برتنوں کی دیکھ بھال کی تو اس میں پیالہ ندارد پایا۔ سمجھے کہ شاہی مہمان خانہ میں کنعانیوں کا قافلہ ٹھہرا تھا۔ اس لئے انہوں نے ہی یہ چوری کی ہے فوراً دوڑے اور چلائے قافلہ والے ٹھہرو تم چور ہو! برادران یوسف کارندوں کی طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے کہ ہم کو خواہ مخواہ کیوں الزام لگاتے ہو؟ آخر معلوم تو ہو تمہاری کیا چیز گم ہو گئی ہے؟ جس کی چوری کا ہم پر شبہ ہوا۔ کارندے کہنے لگے کہ ہم کو بادشاہی پیمانہ (پیالہ) نہیں ملتا وہ غائب ہے اور ان کارندوں میں سے ایک نے

آگے بڑھ کر کہا کہ جو شخص اس چوری کا پتہ لگا دے گا اس کو ایک اونٹ غلہ انعام میں ملے گا۔ میں اس بات کا ضامن ہوں۔
برادران یوسف نے کہا کہ بخدا ہم مصر میں فساد اور شرارت کی غرض سے نہیں آئے۔ تم جانتے ہو کہ ہم اس سے پہلے بھی غلہ لینے آچکے ہیں ہم میں چوری کی قطعاً عادت نہیں۔ نہ یہ ہمارا شیوہ ہے۔
کارندوں نے کہا کہ تم فضول حجتیں کر رہے ہو اگر مال مسروقہ تمہارے پاس سے برآمد ہوگا تو کیا کرو گے؟ جس کے پاس سے یہ چوری نکلے اس کی کیا سزا ہونی چاہئے؟ انہوں نے جواب دیا کہ وہ خود آپ اپنی سزا ہے یعنی وہ تمہارے حوالہ کر دیا جائے گا تا کہ وہ اپنے جرم کی پاداش میں پکڑا جائے اور ہم اپنے یہاں ایسی زیادتی کرنے والوں کو یہی سزا دیا کرتے ہیں۔
شریعت ابراہیمی میں چور کی سزا یہ تھی کہ جس کے پاس سے چوری کا مال نکلے وہ ایک سال تک غلام ہو کر رہے۔ برادران یوسف نے اپنے قانون شرعی کے موافق بے تامل سزا کا ذکر کر دیا کیونکہ انہیں پورا یقین تھا کہ ہم چور نہیں نہ چوری کا مال ہمارے پاس سے برآمد ہو سکتا ہے۔ چنانچہ ان کے سامان کی تلاشی ہوئی۔ سرکاری تفتیش کرنے والوں نے پہلے سب بھائیوں کے سامان کی تلاشی لی۔

دعا کیجئے

یا اللہ! آپ نے اپنی مخلوق کے لئے جو رزق کا وعدہ فرمایا ہے اس پر ہم کو یقین کامل نصیب فرمایئے۔ اور جو کچھ یا اللہ ہم کو آپ رزق عطا فرمائیں وہ آپ ہی کی بندگی و اطاعت اور فرمانبرداری میں کام آئے۔

اللہ تعالیٰ ہم کو ہر حال میں دین اسلام پر سختی سے قائم رہنے کی توفیق عطا فرماویں اور ہر معاملہ میں ہم کو اپنی مرضیات کے موافق زندگی گزارنے کی توفیق نصیب فرماویں۔

یا اللہ! نفس اور شیطان کے فریب سے ہم کو محفوظ رکھئے۔ اور صراط مستقیم سے کسی حال میں ہمارے قدم ڈگمگانے نہ پاویں۔

یا اللہ! دیانت و امانت' صداقت اور راستی پر ہمیں ہر حال میں جمے رہنے کی سعادت نصیب ہو۔ اور حقوق شناسی کی توفیق نصیب ہو۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِيْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِيْهِ ؕ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ ؕ

پھر یوسف (علیہ السلام) نے اپنے بھائی کے تھیلہ سے قبل تلاشی کی ابتداء اول دوسرے بھائیوں کے تھیلوں سے کی۔ پھر (آخر میں) اُس (برتن) کو اپنے بھائی کے تھیلے سے برآمد کرلیا۔ ہم نے یوسف (علیہ السلام) کی خاطر سے

مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِیْ دِيْنِ الْمَلِكِ اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ وَ

اس طرح تدبیر فرمائی یوسفؑ اپنے بھائی کو اس بادشاہ (مصر) کے قانون کی رُو سے نہیں لے سکتے تھے مگر یہ ہے کہ اللہ ہی کو منظور تھا۔ ہم جس کو چاہتے ہیں خاص درجوں تک بڑھا دیتے ہیں۔ اور

فَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ﴿۷۶﴾ قَالُوْۤا اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا

تمام علم والوں سے بڑھ کر ایک بڑا علم والا ہے۔ کہنے لگے اگر اس نے چوری کی تو (تعجب نہیں) اس کا ایک بھائی بھی اس سے پہلے چوری کر چکا ہے۔ پس یوسف (علیہ السلام) نے اس بات کو اپنے

يُوْسُفُ فِیْ نَفْسِهٖ وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ ۚ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ﴿۷۷﴾

دل میں پوشیدہ رکھا اور اس کو ان کے سامنے ظاہر نہیں کیا یعنی (دل میں) یُوں کہا کہ اس (چوری) کے درجہ میں تم تو اور بھی بُرے ہو اور جو کچھ تم بیان کررہے ہو اس کا اللہ ہی کو خوب علم ہے۔

فَبَدَاَ پس شروع کیا	بِاَوْعِيَتِهِمْ انکی خرجیوں (بوروں) سے	قَبْلَ پہلے	وِعَآءِ خرجی (بورا)	اَخِيْهِ اپنا بھائی	ثُمَّ پھر	اسْتَخْرَجَهَا اس کو نکالا	مِنْ سے	
وِعَآءِ بورا	اَخِيْهِ اپنا بھائی	كَذٰلِكَ اسی طرح	كِدْنَا ہم نے تدبیر کی	لِيُوْسُفَ یوسف کے لئے	مَا كَانَ نہ تھا	لِيَاْخُذَ وہ لے سکتا	اَخَاهُ اپنا بھائی	
فِیْ میں	دِيْنِ الْمَلِكِ بادشاہ کا دین	اِلَّا مگر	اَنْ یہ کہ	يَّشَآءَ اللّٰهُ اللہ چاہے	نَرْفَعُ ہم بلند کرتے ہیں	دَرَجٰتٍ درجے	مَنْ جو۔جس	نَّشَآءُ چاہیں ہم
وَفَوْقَ اور اوپر	كُلِّ ہر	ذِیْ عِلْمٍ صاحب علم	عَلِيْمٌ ایک علم والا	قَالُوْا بولے	اِنْ اگر	يَّسْرِقْ اس نے چرایا	فَقَدْ سَرَقَ تو چوری کی تھی	
اَخٌ لَّهٗ اس کا بھائی	مِنْ قَبْلُ اس سے قبل	فَاَسَرَّهَا پس اسے چھپایا	يُوْسُفُ یوسف	فِیْ نَفْسِهٖ اپنے دل میں	وَلَمْ يُبْدِهَا اور وہ ظاہر نہ کیا	لَهُمْ اُن پر		
قَالَ کہا	اَنْتُمْ تم	شَرٌّ بدتر	مَّكَانًا درجہ میں	وَاللّٰهُ اور اللہ	اَعْلَمُ خوب جانتا ہے	بِمَا تَصِفُوْنَ جو تم بیان کرتے ہو		

بنیامین کا حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس رکنا

گذشتہ آیات میں حضرت یوسف علیہ السلام اور آپ کے چھوٹے حقیقی بھائی بنیامین کی ملاقات کا حال بیان ہوا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی یہ خواہش تھی کہ کسی طرح اپنے عزیز بھائی بنیامین کو اپنے پاس روک لیں مگر اس وقت حکومت مصر کے قانون میں کسی غیر مصری کو بغیر کسی معقول وجہ کے روک لینا سخت ممنوع تھا اور حضرت یوسف علیہ السلام یہ کسی طرح نہیں چاہتے تھے کہ اس وقت لوگوں پر یا ان کے بھائیوں پر اصل حقیقت حال منکشف ہو اس لئے ایک خفیہ تدبیر فرمائی اور جب قافلہ سب بھائیوں کا مصر سے روانہ ہونے لگا تو بنیامین کے سامان میں شاہی پیالہ بغیر ان کی اطلاع کے رکھ دیا گیا۔ شاہی محافظوں نے جب برتنوں کی دیکھ بھال کی تو پیالہ غائب تھا۔ کارندے قافلہ کے پیچھے دوڑے اور انہیں چوری کے شبہ میں روک لیا۔ اور سوال جواب میں برادران یوسف سے یہ بھی قبول کرلیا کہ جس نے چوری کی ہو وہ اسی کے سپرد کیا جائے جس کا مال اس نے چرایا ہو۔ اس گفتگو کے بعد محافظین سارے قافلہ کو عزیز مصر یعنی یوسف علیہ السلام کے پاس لوٹا لائے اور حضرت یوسف علیہ السلام کی خدمت میں سارا معاملہ پیش کیا۔ آپ نے تفتیش کا حکم دیا۔ پہلے دوسرے بھائیوں کے بورے تھیلے اور سامان دیکھے گئے تو پیالہ برآمد نہ ہوا اخیر میں بنیامین کے سامان کی تلاشی ہوئی تو اس میں سے شاہی پیالہ نکل آیا۔ پیالہ ملتے ہی آپ نے حکم دیا کہ انہیں روک لیا جائے یہ تھی وہ ترکیب جو جناب باری تعالیٰ نے اپنی حکمت سے حضرت یوسف صدیق علیہ

السلام کو سکھائی تھی کیونکہ شاہ مصر کے قانون کے مطابق تو بنیامین کو حضرت یوسف علیہ السلام اپنے پاس روک نہیں سکتے تھے۔ لیکن چونکہ بھائیوں کی زبان سے خود یہ فیصلہ نکلا تھا کہ جس کے پاس مال نکلے غلام بنالو۔ اس لئے یہی فیصلہ حضرت یوسف علیہ السلام نے جاری کردیا۔ اس پر حق تعالیٰ تنبیہ فرماتے ہیں کہ ہم جیسے چاہیں حکمت وتدبیر سکھائیں یا اپنی تدبیر لطیف سے سربلند کریں۔ دیکھو وہی لوگ جنہوں نے باپ سے چوری یوسف کو چند درہم میں بیچ ڈالا تھا آج یوسف علیہ السلام کے سامنے چوروں کی حیثیت میں کھڑے ہیں شاید اس طرح ان کی پچھلی غلطیوں کا کفارہ کرنا منظور ہو۔

اسکے بعد بتلایا جاتا ہے کہ دنیا میں ایک آدمی سے زیادہ دوسرا اور دوسرے سے زیادہ تیسرا جاننے والا ہے۔ مگر سب جاننے والوں کے اوپر ایک جاننے والا ہے جسے "عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ" کہتے ہیں۔

بھائیوں کا حسد اب بھی نہ گیا

بنیامین کے سامان سے برادران یوسف نے جو پیالہ برآمد ہوتے دیکھا تو ان کی حاسدانہ آگ بھڑک اٹھی اور سب بڑے شرمندہ ہوئے اور کہنے لگے کہ صاحب اگر اس نے چوری کی تو تعجب نہیں اس سے پہلے اس کا ایک بڑا بھائی تھا وہ بھی اسی طرح چوری کر چکا تھا۔ یہ اشارہ یوسف علیہ السلام کی طرف تھا۔ اپنی پاکبازی جتانے کے لئے بنیامین کے جرم کو پختہ کردیا اور اتنی مدت کے بعد بھی یوسف معصوم پر جھوٹی تہمت لگانے سے نہ شرمائے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ سن کر بھی ضبط سے کام لیا اور راز فاش نہ کیا اور دل میں کہنے لگے کہ اس چوری کے درجہ میں تم تو اور بھی زیادہ برے ہو۔ یعنی ہم دونوں بھائیوں سے تو حقیقۃً چوری صادر نہیں ہوئی اور تم نے تو اتنا بڑا کام کیا کہ کوئی مال غائب کرتا ہے تم نے آدمی غائب کردیا کہ مجھ کو باپ سے بچھڑا دیا اور ظاہر ہے کہ آدمی کی چوری مال کی چوری سے بڑھ کر ہے تو جو کچھ تم ہم دونوں بھائیوں کے متعلق بیان کر رہے ہو کہ ہم چور ہیں تو اس کی حقیقت کا اللہ ہی کو خوب علم ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی تدبیر کے متعلق ایک اہم وضاحت

ان آیات کے تحت شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے ایک تنبیہ لکھی ہے اور فرماتے ہیں واضح ہو کہ اس تمام واقعہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کی زبان سے کوئی لفظ خلاف واقعہ نہیں نکلا۔ نہ کوئی کام خلاف شرع ہوا۔ زیادہ سے زیادہ آپ نے توریہ کیا۔ توریہ کا مطلب ہے ایسی بات کہنا جس سے دیکھنے سننے والے کے ذہن میں ایک ظاہری اور قریبی مطلب آئے لیکن متکلم کی مراد دوسری ہو جو ظاہری مطلب سے بعید ہے۔ اگر یہ توریہ کسی نیک اور محمود مقصد کے لئے کیا جائے تو اس کے جائز اور بلکہ محمود ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ اور کسی مذموم اور قبیح غرض کے لئے ہو تو وہ توریہ نہیں دھوکا اور فریب ہے۔ یہاں حق تعالیٰ کو منظور تھا کہ یعقوب علیہ السلام کے ابتلا اور امتحان کی تکمیل کردیجائے۔ یوسف علیہ السلام کے بعد بنیامین بھی ان سے جدا ہوں۔ ادھر مدت کے بچھڑے ہوئے دو حقیقی بھائی آپس میں مل کر رہیں۔ یوسف علیہ السلام کو امتحان کی گھاٹیوں سے نکالنے کے بعد اول سوتیلے بھائیوں پھر حقیقی بھائی پھر والد بزرگوار اور سب کنبہ سے بتدریج ملائیں۔ دوسری طرف برادران یوسف سے جو غلطیاں ہوئی تھیں کچھ ٹھوکریں کھا کر وہ بھی عفو ورحم کے دروازہ پر پہنچ جائیں۔ اور نہ معلوم کیا کیا حکمتیں ہوں گی جن کی وجہ سے اول یوسف علیہ السلام کو تھوڑا سا توریہ کرنے کی اجازت ہوئی کہ آپ نے پیالہ بھائیوں کے اسباب میں رکھا۔ پھر نہ کسی پر اس کی چوری کا الزام لگایا اور نہ یہ کہا کہ ہم فلاں کو چوری کی سزا میں پکڑتے ہیں۔ صورتیں ایسی پیدا ہوتی چلی گئیں جن سے آخر میں بنیامین کے لئے اپنے بھائی کے پاس عزت وراحت سے رہنے کی سبیل نکل آئی"۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قَالُوْا یٰۤاَیُّهَا الْعَزِیْزُ اِنَّ لَهٗۤ اَبًا شَیْخًا كَبِیْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۷۸﴾

کہنے لگے اے عزیز (بنیامین) کے ایک بہت بوڑھا باپ ہے سو اس کی جگہ آپ ہم میں سے ایک کو رکھ لیجئے ہم آپ کو نیک مزاج دیکھتے ہیں۔

قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗۤ ۙ اِنَّاۤ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ﴿۷۹﴾ فَلَمَّا

یوسف (علیہ السلام) نے کہا کہ ایسی بات سے خدا بچاوے کہ جس کے پاس ہم نے اپنی چیز پائی ہے اسکے سوا دوسرے شخص کو پکڑ کے رکھ لیں اس حالت میں تو ہم بڑے بے انصاف سمجھے جاویں گے۔ پھر جب

اسْتَایْــٴَـسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِیًّا ؕ قَالَ كَبِیْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْۤا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَیْكُمْ

انکو یوسف (علیہ السلام) سے بالکل اُمید نہ رہی (کہ بنیامین کو دینگے) تو علیحدہ ہو کر باہم مشورہ کرنے لگے اُن سب میں جو بڑا تھا اس نے کہا کہ کیا تم کو معلوم نہیں کہ تمہارے باپ تم سے خدا کی قسم کھلا کر پکا قول لے چکے ہیں

مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ وَ مِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِیْ یُوْسُفَ ۚ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰى یَاْذَنَ لِیْۤ

اور اس سے پہلے یوسف کے بارے میں کس قدر کوتاہی کر ہی چکے ہو سو میں تو اس زمین سے ٹلتا نہیں تاوقتیکہ میرے باپ مجھ کو اجازت نہ دیں

اَبِیْۤ اَوْ یَحْكُمَ اللّٰهُ لِیْ ۚ وَهُوَ خَیْرُ الْحٰكِمِیْنَ ﴿۸۰﴾ اِرْجِعُوْۤا اِلٰۤى اَبِیْكُمْ فَقُوْلُوْا یٰۤاَبَانَاۤ اِنَّ ابْنَكَ

یا اللہ تعالیٰ اس مشکل کو سلجھادے اور وہی خوب سلجھانے والا ہے تم واپس اپنے باپ کے پاس جاؤ اور کہو کہ اے ابا آپ کے صاحبزادے نے

سَرَقَ ۚ وَمَا شَهِدْنَاۤ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَیْبِ حٰفِظِیْنَ ﴿۸۱﴾ وَسْــٴَـلِ الْقَرْیَةَ الَّتِیْ

چوری کی اور ہم تو وہی بیان کرتے ہیں جو ہم کو معلوم ہوا ہے۔ اور ہم غیب کی باتوں کے تو حافظ نہیں تھے۔ اور اُس بستی والوں سے پوچھ لیجئے جہاں ہم موجود تھے

كُنَّا فِیْهَا وَالْعِیْرَ الَّتِیْۤ اَقْبَلْنَا فِیْهَا ؕ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۸۲﴾

اور اُس قافلہ والوں سے سے پوچھ لیجئے جن میں ہم شامل ہو کر آئے ہیں۔ اور یقین جانیئے ہم بالکل سچ کہتے ہیں۔

قَالُوْا کہنے لگے	یٰۤاَیُّهَا اے	الْعَزِیْزُ عزیز	اِنَّ بیشک	لَهٗ اس کا	اَبًا باپ	شَیْخًا بوڑھا	كَبِیْرًا بڑی عمر کا	فَخُذْ پس لے رکھ لے
اَحَدَنَا ہم میں سے ایک	مَكَانَهٗ اس کی جگہ	اِنَّا نَرٰىكَ ہم دیکھتے ہیں بیشک تجھے	مِنَ سے	الْمُحْسِنِیْنَ احسان کرنیوالے	قَالَ اس نے کہا			
مَعَاذَ اللّٰهِ اللہ کی پناہ	اَنْ کہ	نَّاْخُذَ ہم پکڑیں	اِلَّا سوا	مَنْ جس کو	وَّجَدْنَا ہم نے پایا	مَتَاعَنَا اپنا سامان	عِنْدَهٗ اسکے پاس	
اِنَّاۤ اِذًا بیشک ہم جب	لَّظٰلِمُوْنَ البتہ ظالموں سے	فَلَمَّا پھر جب	اسْتَایْــٴَـسُوْا وہ مایوس ہوگئے	مِنْهُ اس سے	خَلَصُوْا اکیلے ہو بیٹھے			
نَجِیًّا مشورہ کیا	قَالَ کہا۔ ان کا بڑا	اَلَمْ تَعْلَمُوْۤا کیا تم نہیں جانتے	اَنَّ کہ	اَبَاكُمْ تمہارا باپ	قَدْ اَخَذَ لیا ہے	عَلَیْكُمْ تم سے		
مَّوْثِقًا پختہ عہد	مِّنَ سے۔ کا	اللّٰهِ اللہ	وَ اور	مِنْ قَبْلُ اس سے قبل	مَا جو	فَرَّطْتُّمْ تقصیر کی تم نے	فِیْ بارہ میں	یُوْسُفَ یوسف
فَلَنْ پس ہرگز نہ	اَبْرَحَ ٹلوں گا	الْاَرْضَ زمین	حَتّٰى یہاں تک	یَاْذَنَ اجازت دے	لِیْ مجھے	اَبِیْ میرا باپ	اَوْ یا	
یَحْكُمَ اللّٰهُ لِیْ حکم دے (تدبیر نکالے اللہ) میرے لئے	وَهُوَ اور وہ	خَیْرُ الْحٰكِمِیْنَ سب سے بہتر فیصلہ کرنیوالا	اِرْجِعُوْۤا لوٹ جاؤ تم					
اِلٰى طرف۔ پاس	اَبِیْكُمْ اپنا باپ	فَقُوْلُوْا پس کہو	یٰۤاَبَانَا اے ہمارے باپ	اِنَّ بیشک	ابْنَكَ تمہارا بیٹا	سَرَقَ چوری کی		

وَمَا شَهِدْنَا اور نہیں گواہی دی ہم نے	إِلَّا مگر	بِمَا جو	عَلِمْنَا ہمیں معلوم تھا	وَمَا كُنَّا اور ہم نہ تھے	لِلْغَيْبِ غیب کے	حٰفِظِيْنَ نگہبان
وَسْئَلِ اور پوچھ لیں آپ	الْقَرْيَةَ بستی	الَّتِيْ جو۔جس	كُنَّا ہم تھے	فِيْهَا اس میں	وَالْعِيْرَ اور قافلہ	الَّتِيْ جو۔جس
	أَقْبَلْنَا ہم آئے	فِيْهَا اس میں	وَإِنَّا اور بیشک ہم	لَصٰدِقُوْنَ سچے		

حضرت یوسف علیہ السلام سے بھائیوں کی منت وخوشامد

گذشتہ آیات میں یہ بتلایا گیا تھا کہ جب بنیامین کے سامان سے شاہی مال برآمد ہوا اور بھائیوں کے قول واقرار کے مطابق وہ شاہی قیدی ٹھہر چکے تو اب برادران یوسف اس عہد و پیان کو خیال کر کے جو انہوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے بنیامین کے بحفاظت واپس پہنچانے کے متعلق کیا تھا بہت گھبرائے اور اب سوائے اس کے کوئی صورت نہ تھی کہ یوسف علیہ السلام سے رحم کی درخواست کریں چنانچہ دسوں بھائیوں نے نہایت خوشامدانہ اور عاجزانہ الفاظ میں عرض کیا کہ اے عزیز مصر اس لڑکے یعنی بنیامین کے والد بہت ضعیف اور بوڑھے شخص ہیں۔اس کا ایک سگا بھائی پہلے ہی گم ہو چکا ہے جس کے صدمہ سے پہلے ہی وہ چور ہیں۔اب اگر یہ لڑکا یہاں رہ گیا تو وہ جانبر نہ ہوسکیں گے۔اس لڑکے سے انہیں بے حد محبت ہے اس لئے ہماری درخواست والتجا ہے کہ آپ اس کو جانے کی اجازت دے دیں۔اوراس کی بجائے ہم میں سے کسی ایک کو روک لیں تو بڑی مہربانی ہوگی۔آپ ہمیشہ مخلوق پر احسانات کرتے ہیں اور ہم پر خصوصی احسان فرماتے رہے ہیں امید ہے ہم کو اپنے کرم سے مایوس نہ فرمائیں گے۔آپ بڑے محسن ہیں اتنی عرض ہماری قبول فرمالیں۔حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا۔ مَعَاذَ اللهِ یعنی خدا پناہ میں رکھے کہ ہم کسی کو بے سبب دوسرے کے بدلہ میں پکڑنے لگیں۔ہم تو صرف اسی شخص کو روکیں گے جس کے پاس سے اپنی چیز ملی ہے۔یہاں احتیاط ملاحظہ ہو کہ حضرت یوسف علیہ السلام ''چور'' کا لفظ نہیں استعمال فرمارہے ہے بلکہ یہ فرمایا کہ جس کے پاس سے ہم نے اپنا مال پایا ہے تو آپ نے صاف جواب دے دیا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ کرے کوئی بھرے کوئی۔اگر ہم مجرم کے بدلے بے قصور کو پکڑیں تو تمہارے خیال اور قانون کے موافق ہم بے انصاف ٹھہریں گے۔

بڑے بھائی کا واپس جانے سے انکار

جب برادران یوسف بنیامین کے چھٹکارے سے مایوس ہو گئے تو مجمع سے ہٹ کر آپس میں مشورہ کرنے لگے۔اکثروں کی رائے ہوئی کہ وطن واپس جانا چاہئے لیکن جو سب سے بڑا بھائی تھا اس نے کہا کہ باپ کے سامنے ہم کیا منہ لے کر جائیں گے۔جو عہد ہم سے لیا تھا اس کا کیا جواب دیں گے۔ایک تقصیر تو پہلے ہم یوسف کے معاملہ میں کر چکے ہیں جس کا اثر آج تک موجود ہے۔اب بنیامین کو چھوڑ کر سب کا چلا جانا سخت بے حمیتی ہوگی۔سو میں تو یہاں سے کسی حال میں ٹلنے والا نہیں اور میں یہیں رکا جاتا ہوں یہاں تک کہ یا تو والد صاحب میرا قصور معاف کر کے مجھے اپنے پاس حاضر ہونے کی اجازت دے دیں یا اس درمیان میں قدرت کی طرف سے کوئی فیصلہ ہو جاوے مثلاً تقدیر سے میں یہیں مر جاؤں یا کسی تدبیر سے بن یامین کو چھڑالوں۔لکھا ہے کہ یہ وہی بھائی تھا جس نے یوسف علیہ السلام کے معاملے میں بھی نرم مشورہ دیا تھا۔جب کہ اور بھائیوں نے قتل کرنا چاہا تھا تو اس نے روکا تھا۔

والد صاحب کے سامنے پیش کیا جانے والا عذر

تو اس بڑے بھائی نے کہا کہ مجھے چھوڑ دو اور تم سب جا کر

باپ سے عرض کرو کہ ایسا واقعہ پیش آیا جس کی کوئی توقع نہ تھی۔اور تمہارے بیٹے بنیامین نے چوری کی اور جو بات ہمارے جاننے میں آئی وہی سچ سچ آپ کے سامنے کہہ دی۔ہم کو کچھ غیب کا علم تو تھا نہیں کہ پہلے سے جان لیتے کہ اس سے ایسی حرکت سرزد ہونے والی ہے اور یہ بھی کہنا کہ آپ مصر کے لوگوں سے اس کی تصدیق کر لیں۔ نیز اس قافلہ سے بھی کہ جس کے ساتھ مصر سے ہم یہاں آئے ہیں کہ ہم اس معاملہ میں بالکل سچے ہیں۔

چنانچہ سب سے بڑے بھائی کو وہیں چھوڑا اور خود واپس آ کر سارا ماجرا والد سے بیان کیا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام کی جدائی کا پہلے ہی صدمہ تھا اب جو یہ بھائی دوبارہ مصر سے بنیامین کے بغیر آئے تو وہ رنج تازہ ہو گیا۔اور یعقوب علیہ السلام نے کیا جواب دیا۔

دعا کیجئے

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم کو اسلام کے ساتھ ایمان اور ایمان کے ساتھ اخلاص کی دولت عطا فرمائیں تا کہ ہم ہر کام میں یا اللہ آپ کی مرضیات کو پیش نظر رکھیں ۔ ریا اور نمائش اور دکھاوے سے یا اللہ ہم کو بچایئے۔

حق تعالیٰ ہم کو ہر حال میں حق پر اور شریعت پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرماویں ۔اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی شریعت مطہرہ کے موافق ادا کرنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ نفس وشیطان کے فریب سے ہماری حفاظت فرماویں اور صداقت، وامانت و دیانت والی زندگی نصیب فرماویں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ۭ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ۭ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ بِهِمْ

یعقوبؑ فرمانے لگے بلکہ تم نے اپنے دل سے ایک بات بنالی ہے سو صبر ہی کرونگا جس میں شکایت کا نام نہ ہوگا اللہ سے اُمید ہے کہ ان سب کو مجھ تک پہنچا دے گا۔

جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۸۳﴾ وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ وَابْيَضَّتْ

وہ خُوب واقف ہے بڑی حکمت والا ہے اور ان سے دوسری طرف رُخ کرلیا اور کہنے لگے ہائے یوسفؑ افسوس اور غم سے (روتے روتے) ان کی آنکھیں

عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ ﴿۸۴﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ

سفید پڑگئیں اور وہ غم سے گھٹا کرتے تھے۔ بیٹے کہنے لگے بخدا تم سدا کے سدا یوسف کی یادگاری میں لگے رہو گے یہاں تک کہ گھل گھل کر دم بلب ہوجاؤ گے

حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ ﴿۸۵﴾ قَالَ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ

یا یہ کہ بالکل ہی مرجاؤ گے۔ یعقوب (علیہ السلام) نے فرمایا کہ میں تو اپنے رنج وغم کی صرف اللہ سے شکایت کرتا ہوں

وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۶﴾ يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ وَلَا تَايْـــَٔسُوْا

اور اللہ کی باتوں کو جتنا میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے اے میرے بیٹو! جاؤ یوسفؑ اور ان کے بھائی کو تلاش کرو اور اللہ کی رحمت سے نا اُمید

مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يَايْـــَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۷﴾

مت ہو بیشک اللہ کی رحمت سے وہی لوگ نا اُمید ہوتے ہیں جو کافر ہیں۔

قَالَ اس نے کہا	بَلْ بلکہ	سَوَّلَتْ بنالی ہے	لَكُمْ تمہارے لئے	اَنْفُسُكُمْ تمہارا دل	اَمْرًا ایک بات	فَصَبْرٌ پس صبر	جَمِيْلٌ اچھا
عَسَى شاید	اللّٰهُ اللہ	اَنْ يَّاْتِيَنِيْ کہ میرے پاس لے آئے	بِهِمْ انہیں	جَمِيْعًا سب کو	اِنَّهٗ بیشک وہ	هُوَ وہ	الْعَلِيْمُ جاننے والا
الْحَكِيْمُ حکمت والا	وَتَوَلّٰى اور منہ پھیرلیا	عَنْهُمْ ان سے	وَقَالَ اور کہا	يٰاَسَفٰى ہائے افسوس	عَلٰى پر	يُوْسُفَ یوسف	
وَابْيَضَّتْ اور سفید ہوگئیں	عَيْنٰهُ اس کی آنکھیں	مِنَ سے	الْحُزْنِ غم	فَهُوَ پس وہ	كَظِيْمٌ گھونٹ رہا تھا	قَالُوْا وہ بولے	
تَاللّٰهِ اللہ کی قسم	تَفْتَؤُا تو ہمیشہ رہے گا	تَذْكُرُ یاد کرتا	يُوْسُفَ یوسف	حَتّٰى یہاں تک کہ	تَكُوْنَ تم ہو جاؤ	حَرَضًا بیمار	
اَوْ تَكُوْنَ یا ہو جاؤ	مِنَ سے	الْهٰلِكِيْنَ ہلاک ہونیوالے	قَالَ اس نے کہا	اِنَّمَا میں تو صرف	اَشْكُوْا بیان کرتا ہوں	بَثِّيْ اپنی بیقراری	
وَحُزْنِيْ اور اپنا غم	اِلَى طرف سامنے	اللّٰهِ اللہ	وَاَعْلَمُ اور جانتا ہوں	مِنَ سے	اللّٰهِ اللہ	مَا جو	لَا تَعْلَمُوْنَ تم نہیں جانتے
يٰبَنِيَّ اے میرے بیٹو	اذْهَبُوْا تم جاؤ	فَتَحَسَّسُوْا پس کھوج نکالو	مِنْ سے (کا)	يُوْسُفَ یوسف	وَاَخِيْهِ اور اس کا بھائی		
وَلَا تَايْـــَٔسُوْا اور نہ مایوس ہو	مِنْ سے	رَّوْحِ اللّٰهِ اللہ کی رحمت	اِنَّهٗ بیشک وہ	لَا يَايْـــَٔسُ مایوس نہیں ہوتے	مِنْ سے	رَّوْحِ اللّٰهِ اللہ کی رحمت	
اِلَّا مگر	الْقَوْمُ لوگ	الْكٰفِرُوْنَ کافر (جمع)					

بیٹوں کی کارگزاری سن کر حضرت یعقوب علیہ السلام کا جواب

گذشتہ آیات میں یہ بیان ہو چکا ہے کہ جب بنیامین کو ہمراہ لے جانے سے دسوں بھائی مایوس ہو گئے تو بڑا بھائی تو مصر ہی میں رہ گیا۔ اور نو بھائی واپس کنعان آئے اور حضرت یعقوب علیہ السلام سے تمام سرگذشت بیان کی۔ ان کو جو جواب حضرت یعقوب علیہ السلام نے دیا وہ ان آیات میں بیان کیا گیا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ پہلی بار کی بے اعتدالی سے اس مرتبہ بھی حضرت یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں کا اعتبار نہ کیا اور یوسف علیہ السلام کی جدائی کا صدمہ بنیامین کے نہ آنے سے تازہ ہو گیا اور یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ نہیں تمہارے جی نے ایک بات بنالی ہے۔ حقیقت یوں نہیں ہے۔ بنیامین اور چوری؟ یہ نہیں ہو سکتا۔

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ فرمایا کہ تم مجھ سے حفاظت کے عہد و پیمان کر کے بنیامین کو لے گئے تھے۔ جب یہ واقعہ پیش آیا تو تم سے اتنا بھی نہ ہوا کہ یہ کہتے کہ اسباب میں سے یہ پیالہ برآمد ہونے سے چوری کیسے ثابت ہوئی۔ ممکن ہے کہ کسی دوسرے شخص نے اس کے اسباب میں پیالہ چھپا دیا ہو۔ تم نے پیالہ برآمد ہوتے ہی بنیامین کی چوری کا اقرار کر لیا اور خلاف قانون بادشاہ مصر کو شریعت ابراہیمی کا فتویٰ بتلا کر بھائی کو گرفتار کرا دیا۔ بادشاہ کو کیا خبر تھی کہ شریعت ابراہیمی میں چور کی یہ سزا ہے۔ تمہارے کہنے کے مطابق بادشاہ نے اس کو غلام بنا لیا۔ تم اگر فتویٰ نہ دیتے تو بادشاہ اپنے قانون پر چلتا اور بن یامین کو گرفتار نہ کرتا۔ کیونکہ مصر کے شاہی قانون میں چور کی سزا یہ نہ تھی کہ اس کو غلام بنا لیا جائے بلکہ چور سے مال مسروقہ کی دوچند قیمت لی جاتی تھی۔ پھر محض پیالہ کے برآمد ہونے سے تم نے چوری کو کیسے تسلیم کر لیا۔ چوری کے ثبوت کے لئے ایسی شہادت اور دلیل چاہئے جس میں کوئی شبہ نہ ہو۔ بہر حال میں تو اس پر بھی صبر ہی کروں گا۔ کوئی حرف و شکایت زبان پر نہ لاؤں گا۔ خدا کی رحمت اور قدرت سے کیا بعید ہے کہ یوسف اور بنیامین اور وہ بھائی جو بنیامین کی وجہ سے رہ گیا ہے سب کو میرے پاس جمع کر دے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کی امید

یہ بات حضرت یعقوب علیہ السلام نے حسن ظن کی بنا پر کہی کہ اللہ تعالیٰ کی سنت یہ ہے عسر کے بعد یسر سختی کے بعد آسانی عطا فرماتے ہیں۔ نیز حضرت یعقوب علیہ السلام کو یقین تھا کہ یوسف ابھی زندہ ہیں کیونکہ ابھی تک یوسف کے خواب کی تعبیر پوری اور ظاہر نہیں ہوئی تھی اور یوسف کا خواب بلاشبہ سچا اور صحیح ہے۔ وہ ضرور واقعہ ہو کر رہے گا اور یوسف کے رویائے صادقہ کا وقوع اور ظہور اس بات پر موقوف ہے کہ وہ ابھی صحیح سالم زندہ ہوں اور وہ مع اپنے بھائیوں کے مجھ سے ملیں۔ واضح ہو کہ یوسف علیہ السلام نے جیسا کہ شروع سورۃ ہی میں ذکر ہوا ہے یہ خواب دیکھا تھا کہ گیارہ ستارے اور چاند و سورج مجھ کو سجدہ کر رہے ہیں اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس خواب کی یہ تعبیر سمجھی تھی کہ گیارہ ستاروں سے مراد گیارہ بھائی ہیں اور سورج اور چاند سے مراد یوسف کے باپ اور ان کی خالہ مراد ہیں اور سجدہ سے مراد یہ ہے کہ سب ایک دن ان کے آگے جھکیں گے۔ گویا یہ خواب یوسفؑ کی اس رفعت و شان اور علو مرتبت پر دلالت کرتا تھا۔ جو ابھی تک ظاہر نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے حضرت یعقوب علیہ السلام نے نور نبوت اور نور معرفت سے جانا کہ یوسف ابھی زندہ ہیں۔ اور حق تعالیٰ سب کے احوال سے خبردار ہے اور ہر ایک کے ساتھ اپنی حکمت کے موافق معاملہ کرتا ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کا غم اور صبر

نیا زخم کھا کر پرانا زخم ہرا ہو گیا۔ اور بے اختیار پکار اٹھے کہ ہائے

افسوس یوسف! حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھیں شدت غم میں روتے روتے سفید پڑ گئی تھیں اور سینہ غم کی سوزش سے جل رہا تھا۔ مگر صبر کے ساتھ اللہ پر تکیہ کئے بیٹھے تھے۔ حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ انبیاء کی جماعت حق تعالیٰ کی طرف سے سخت ترین امتحانوں میں مبتلا کی جاتی ہے۔ پھر امتحان کی اقسام ہیں۔ ہر نبی کو حق تعالیٰ اپنی حکمت کے موافق جس امتحان میں چاہے مبتلا کرے۔ یعقوب علیہ السلام کے قلب میں یوسف علیہ السلام کی فوق العادت محبت ڈال دی۔ پھر ایسے محبوب اور ہونہار بیٹے کو جو خاندان ابراہیمی کا چشم و چراغ تھا ایسے دردناک طریقہ سے جدا کیا گیا۔ غمزدہ اور زخم خوردہ یعقوب علیہ السلام کے جگر کو اس روح فرسا صدمہ نے کھا لیا تھا۔ اور اس مفارقت کا صدمہ قریب چالیس سال کے برداشت کرنا پڑا۔ مگر وہ کسی مخلوق کے سامنے نہ حرف شکایت زبان پر لاتے تھے نہ کسی سے انتقام لیتے۔ نہ غصہ نکالتے۔ غم کی بات منہ سے نہ نکلتی ہاں جب اپنے کو بہت گھونٹتے تو دل کا بخار آنکھوں کی راہ سے ٹپک پڑتا۔ بیسویں برس تک چشم گریاں اور سینہ بریاں کے باوجود ادائے فرائض و حقوق میں کوئی خلل نہ پڑنے دیا۔ ان کا دل جتنا یوسف علیہ السلام کے فراق میں روتا تھا۔ اتنا ہی خدا کے حضور میں زیادہ گڑگڑاتے تھے۔ درد و غم کی شدت اور اشک باری کی کثرت جس قدر ان کی بصارت کو ضعیف کرتی اسی قدر نور بصیرت کو بڑھا رہی تھی۔ بیتابی اور اضطراب کا کیسا ہی طوفان اٹھتا دل پکڑ کر اور کلیجہ مسوس کر رہ جاتے۔ زبان سے اف نہ نکالتے۔ بنیامین کی جدائی سے جب پرانے زخم میں نیا چرکہ لگا تو اس وقت بے اختیار یَا أَسَفَىٰ عَلَىٰ یُوسُفَ آہ فراق یوسف زبان سے نکلا۔ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایسا درد اتنی مدت تک دبا رکھنا پیغمبر کے سوا اور کس کا کام ہو سکتا ہے۔

بیٹوں کی تلقین و تسلی پر انہیں جواب

بیٹوں نے باپ کا یہ حال دیکھ کر انہیں سمجھانا شروع کیا کہ ابا جی آپ تو یوسف ہی کی یاد میں اپنے تئیں گھلا دیں گے۔ ہمیں تو ڈر ہے کہ اگر آپ کا یہی حال کچھ دنوں اور رہا تو کہیں زندگی سے ہاتھ نہ دھو بیٹھیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے انہیں جواب دیا کہ میں تم سے تو کچھ نہیں کہہ رہا میں تو اپنے رب کے پاس اپنا دکھ رو رہا ہوں اور اس کی ذات سے بہت کچھ امیدوار ہوں اور میں اللہ کی جانب سے وہ بات جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ میں خوب جانتا ہوں کہ یوسف کا خواب سچا ہے۔ یعنی مجھ کو یقین ہے کہ یوسف ابھی تک مرا نہیں۔ کیونکہ ابھی تک اس کا خواب پورا نہیں ہوا۔ مجھے امید ہے کہ عنقریب یوسف مجھ سے ملے گا۔ اور جو خواب اللہ نے اس کو دکھلایا ہے وہ حرف بحرف اس کو پورا کرے گا۔ نیز مجھے معلوم ہے کہ صبر کا انجام کیا ہے اور مجھے معلوم ہے کہ اللہ مضطر کی دعاء قبول کرتا ہے اور مجھے معلوم ہے کہ خدا اپنے دعا کرنے والے بندہ کو محروم اور خالی ہاتھ نہیں چھوڑتا۔ یوسف زندہ ہے اور وہ ضرور ملے گا۔ حق تعالیٰ کی مہربانی اور فیض سے ناامید ہونا کافروں کا شیوہ ہے جنہیں اس کی رحمت واسعہ اور قدرت کاملہ کی معرفت نہیں ہوتی۔ ایک مومن کا کام تو یہ ہے کہ اگر پہاڑوں کی چٹانوں اور سمندروں کی موجوں کے برابر مایوس کن حالات پیش آئیں تب بھی خدا کی رحمت کا امیدوار رہے اور امکانی کوشش میں پست ہمتی نہ دکھلائے۔ جاؤ کوشش کر کے یوسف کا کھوج لگاؤ اور اس کے بھائی بنیامین کے چھڑانے کا کوئی ذریعہ تلاش کرو۔ کچھ بعید نہیں کہ حق تعالیٰ ہم سب کو پھر جمع کر دے۔

حضرات انبیائے کرام علم الٰہی سے وہ چیز جانتے ہیں جو دوسرے نہیں جانتے۔ اسی لئے ابتداء میں چاہ کنعان میں تلاش کرنے کا حکم نہ دیا اور جب وقت آیا تو بالقاء الٰہی حکم دیا کہ مصر جا

کر یوسف اوراس کے بھائی کو تلاش کرو۔

یعقوب کا غم منصب نبوت کے خلاف نہ تھا

ان آیات کے تحت حضرت تھانویؒ نے لکھا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا حب مخلوق میں اس قدر رونا موجب وسوسہ نہ ہونا چاہئے کیونکہ محبت امر اضطراری ہے اور گریہ بھی دلیل رقت قلب و ترحم ہے اور خاص کر جب کہ محبت کا سبب کوئی امر دینی ہو۔تو یہ شبہ نہ کیا جائے کہ اس قدر رنج وغم کرنا منصب نبوت کے خلاف ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی محبت حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ محبت طبعیہ ہے اور یہ حب حق کے ساتھ جمع ہوسکتی ہے اور کاملین میں یہ محبت ان کو حق تعالیٰ کی رضا سے غافل نہیں کرتی بلکہ اس میں معین ہوتی ہے اور کسی کو شبہ نہ ہو کہ یعقوب علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ فَصَبْرٌ جَمِيلٌ یعنی صبر ہی کروں گا جس میں شکایت کا نام نہ ہوگا۔ پھر شکایت زبان پر کیوں لائے۔ اس کا جواب خود ان آیات میں موجود ہے۔ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ یعنی شکایت الی الخلق منافی ہے صبر جمیل کے نہ کہ شکایت الی الخالق کہ عین دعا والتجا مطلوب ہے۔

ہر مصیبت کا علاج

ان آیات کے تحت حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر معارف القرآن میں تحریر فرماتے ہیں:۔ کہ امام قرطبیؒ نے فرمایا کہ واقعہ یعقوب علیہ السلام سے ثابت ہوا کہ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ جب اس کو کوئی مصیبت اور تکلیف اپنی جان یا اولاد یا مال کے بارہ میں پیش آئے تو اس کا علاج صبر جمیل اور اللہ تعالیٰ کی قضا پر راضی ہونے سے کرے اور حضرت یعقوب علیہ السلام اور دوسرے انبیاء کی اقتداء کرے۔ اور حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص اپنی مصیبت سب کے سامنے بیان کرتا پھرے اس نے صبر نہیں کیا۔ اور حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو اس صبر پر شہیدوں کا ثواب عطا فرمایا اور اس امت میں بھی جو شخص مصیبت پر صبر کرے گا اس کو ایسا ہی اجر ملے گا۔

دعا کیجئے

حضرت یعقوب علیہ السلام کے صبر و رضا کے مقام کے طفیل حق تعالیٰ ہم کو بھی دین پر استقامت نصیب فرماویں اور ہر حال میں اپنی طرف متوجہ رہنے کی توفیق عطا فرماویں اور کیسے ہی مایوس کن حالات کیوں نہ ہوں اللہ کی رحمت کے ہم امیدوار رہیں۔

یا اللہ ہم ضعیف الایمان کسی امتحان اور ابتلاء کی طاقت نہیں رکھتے۔

یا اللہ اپنے ان برگزیدہ محبین ومقبولین کے طفیل میں جو آپ کی ہر ابتلاء اور آزمائش میں کامیاب اترے ہم کو بھی ایمان کی سلامتی اور رضا بالقضا کی دولت عطا فرما اور اپنی رحمت واسعہ سے ہمارے معاملات میں آسانی و سہولت نصیب فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ

پھر جب یوسف (علیہ السلام) کے پاس پہنچے کہنے لگے اے عزیز ہم کو اور ہمارے گھر والوں کو بڑی تکلیف پہنچ رہی ہے اور ہم کچھ یہ نکمی چیز لائے ہیں

فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِيْنَ ﴿۸۸﴾ قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ

سو آپ غلہ دے دیجئے اور ہم کو خیرات دے دیجئے بیشک اللہ تعالیٰ خیرات دینے والوں کو جزائے خیر دیتا ہے۔ یوسف (علیہ السلام) نے فرمایا وہ بھی تم کو یاد ہے جو کچھ تم

بِيُوْسُفَ وَاَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ ﴿۸۹﴾ قَالُوْٓا ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ ؕ قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَهٰذَآ

نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا تھا جب کہ تمہاری جہالت کا زمانہ تھا۔ کہنے لگے کیا سچ مچ تم ہی یوسف ہو انہوں نے فرمایا (ہاں) میں یوسف ہوں اور یہ (بنیامین)

اَخِيْ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا ؕ اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۹۰﴾

میرا (حقیقی) بھائی ہے ہم پر اللہ تعالیٰ نے بڑا احسان کیا واقعی جو شخص گناہوں سے بچتا ہے اور صبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے نیک کام کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

فَلَمَّا پھر جب | دَخَلُوْا وہ داخل ہوئے | عَلَيْهِ اس پر سامنے | قَالُوْا انہوں نے کہا | يٰٓاَيُّهَا اے | الْعَزِيْزُ عزیز | مَسَّنَا ہمیں پہنچی | وَاَهْلَنَا اور ہمارے گھر

الضُّرُّ سختی | وَجِئْنَا اور ہم آئے | بِبِضَاعَةٍ پونجی کے ساتھ۔ لے کر | مُّزْجٰىةٍ نکمی ناقص | فَاَوْفِ پس پوری دیں | لَنَا ہمیں | الْكَيْلَ ناپ غلہ

وَتَصَدَّقْ صدقہ کریں | عَلَيْنَا ہم پر ہمیں | اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ | يَجْزِي جزا دیتا ہے | الْمُتَصَدِّقِيْنَ صدقہ کرنیوالے | قَالَ کہا | هَلْ عَلِمْتُمْ کیا تمہیں خبر ہے

مَا فَعَلْتُمْ کیا تم نے کیا ہے؟ | بِيُوْسُفَ یوسف کے ساتھ | وَاَخِيْهِ اور اس کا بھائی | اِذْ اَنْتُمْ جب تم | جٰهِلُوْنَ نادان | قَالُوْا وہ بولے | ءَاِنَّكَ کیا تم ہی

لَاَنْتَ تم ہی | يُوْسُفُ یوسف | قَالَ اس نے کہا | اَنَا يُوْسُفُ میں یوسف | وَهٰذَآ اور یہ | اَخِيْ میرا بھائی | قَدْ مَنَّ البتہ احسان کیا ہے | اللّٰهُ اللہ | عَلَيْنَا ہم پر

اِنَّهٗ بیشک وہ | مَنْ يَّتَّقِ جو ڈرتا ہے | وَيَصْبِرْ اور صبر کرتا ہے | فَاِنَّ اللّٰهَ تو بیشک اللہ | لَا يُضِيْعُ ضائع نہیں کرتا | اَجْرَ اجر | الْمُحْسِنِيْنَ نیکی کرنے والے

بھائیوں کا تیسری مرتبہ حضرت یوسفؑ کے پاس جانا

گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو حکم فرمایا کہ خدا تعالیٰ کی رحمت سے نا امید مت ہو اور یوسف (علیہ السلام) کی تلاش میں گھر سے نکلو اور بنیامین کے چھڑانے کا کوئی ذریعہ تلاش کرو۔ چنانچہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے فرمانے پر نو بھائی مصر کو پھر روانہ ہوئے کیونکہ ان کو یوسفؑ کا تو پتہ معلوم نہ تھا۔ اس خیال سے کہ بنیامین جس کا پتہ معلوم ہے پہلے اس کی فکر کریں اور قحط کی وجہ سے غلہ کی بھی ضرورت ہے اس کے حاصل کرنے کی بھی کوشش کریں گے۔

الغرض یہ نو بھائی پھر تیسری بار مصر پہنچے اور حضرت یوسف علیہ السلام کے دربار میں حاضر ہوئے اور نہایت ہی خوشامدانہ اور عاجزانہ طریقہ سے کہا کہ اے عزیز مصر! آج کل قحط و ناداری کی وجہ سے ہم پر اور ہمارے گھر پر بڑی سختی گزر رہی ہے۔ سب اسباب گھر کا بک گیا۔ کچھ نکمی اور حقیری سی پونجی رہ گئی ہے وہ غلہ خریدنے کے لئے ساتھ لائے ہیں۔ آپ کے مکارم اخلاق اور گذشتہ مہربانیوں سے امید ہے کہ ہماری ناقص چیزوں کا خیال نہ فرمائیں گے اور تھوڑی قیمت میں غلہ کی مقدار گذشتہ کی طرح پوری دلوا دیں گے۔ اب یہ معاملہ خرید و فروخت لین دین کا نہیں ہے۔ ہم سے قیمت ادا نہیں ہو سکتی اس لئے آپ کی خدمت میں ہماری یہ درخواست ہے کہ از راہ کرم ہمیں ضرورت مند سمجھ کر اپنی جانب سے احسان فرمائیے۔ اللہ تعالیٰ صدقہ و خیرات کرنے والوں کو نیک بدلہ دیتا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے نام حضرت یعقوب علیہ السلام کا خط

تفسیر قرطبی ومظہری میں بروایت حضرت ابن عباسؓ نقل کیا ہے کہ اس موقع پر یعقوب علیہ السلام نے عزیز مصر کے نام ایک خط بھی لکھ کر دیا تھا جس کا مضمون یہ تھا۔

''من جانب یعقوب صفی اللہ ابن اسحاق ابن ابراہیم خلیل اللہ' بخدمت عزیز مصر۔ امابعد ہمارا پورا خاندان بلاؤں اور آزمائشوں میں معروف ہے۔ میرے دادا ابراہیم خلیل اللہ کا نمرود کی آگ سے امتحان لیا گیا پھر میرے والد اسحاق کا شدید امتحان لیا گیا۔ پھر میرے ایک لڑکے کے ذریعے میرا امتحان لیا گیا جو مجھ کو سب سے زیادہ محبوب تھا۔ یہاں تک کہ اس کی مفارقت میں میری بینائی جاتی رہی۔ اس کے بعد اس کا ایک چھوٹا بھائی مجھ غم زدہ کی تسلی کا سامان تھا جس کو آپ نے چوری کے الزام میں گرفتار کر لیا اور میں بتلاتا ہوں کہ ہم اولاد انبیاء ہیں۔ نہ ہم نے کبھی چوری کی ہے نہ ہماری اولاد میں کوئی چور پیدا ہوا' والسلام۔''

حضرت یوسفؑ کا اپنے آپ کو ظاہر کرنا

حضرت یوسف علیہ السلام نے والدین اور بھائیوں کی پریشانی کا حال سنا اور ان کی اس عاجزانہ درخواست اور نیاز مندانہ طلب کی مجبور کن حالت پر غور کیا تو دل بھر آیا۔ اور جب والد کا خط پڑھا تو کانپ گئے۔ اب ضبط نہ ہو سکا کہ خود کو چھپائیں۔ شفقت اور رحمدلی کا چشمہ دل میں جوش مار کر آنکھوں سے ابل پڑا اور بے اختیار رو پڑے اور حق تعالیٰ جل شانہٗ کی طرف سے اجازت ملی کہ اب اپنے آپ کو ظاہر کر دیں۔

چنانچہ اب حق تعالیٰ کے حکم سے اپنے تئیں ظاہر کیا کہ میں کون ہوں اور تم نے جو میرے ساتھ معاملہ کیا تھا اس کے بعد میں کس مرتبہ پر پہنچا ہوں۔ اور اس راز کا اظہار اس طرح فرمایا کہ اپنے بھائیوں سے تعارف کی تمہید کے طور پر کہنے لگے کیا تم جانتے ہو جو تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ اپنی جہالت و نادانی کی حالت میں کیا تھا؟

حضرت یوسفؑ کا صبر و مروت

اللہ اکبر۔ صبر و مروت اور اخلاق کی حد ہوگئی کہ تمام عمر بھائیوں کی شکایت کا ایک حرف زبان پر نہ لائے۔ اتنا سوال بھی اس لئے کیا کہ وہ لوگ اپنے ذہنوں میں بیسیوں برس پہلے کے حالات کو ایک مرتبہ مستحضر کر لیں تاکہ ماضی اور حال کے موازنہ سے خدا تعالیٰ کے ان احسانات کی حقیقت روشن ہو جو یوسف علیہ السلام پر ان مصائب وحوادث کے بعد ہوئے۔ پھر سوال کا پیرایہ ایسا نرم اختیار فرمایا جس میں ان کے جرم سے زیادہ معذرت کا پہلو نمایاں ہے یعنی جو حرکت اس وقت تم سے صادر ہوئی ناسمجھی اور بے وقوفی سے ہوگئی۔

بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو پہچان لیا

بھائیوں نے اس موقع پر غیر متوقع گفتگو سنی تو چونکے کہ اتنی مدت کے بعد یہ کون گھر کا بھیدی نکل آیا۔ پھر عزیز مصر کو یوسف کے قصہ سے کیا مطلب؟ غیر معمولی مہربانیاں اور بنیامین کے ساتھ خصوصی برتاؤ پہلے سے دیکھ ہی رہے تھے۔ اس سوال نے دفعۃً ان کا ذہن اس طرف منتقل کر دیا کہ کہیں یوسف جسے ہم نے مصری قافلہ کے ہاتھ بیچ ڈالا تھا یہی تو نہیں ہے۔ اس حیرانی اور پریشانی میں تھے کہ ہم عزیز مصر کے دربار میں کھڑے ہیں اس سے باتیں کر رہے ہیں یہ بے محل یوسف کا ذکر کیسا؟ اب صورت شکل اور گفتگو کے طرز انداز کو دوسری نیت سے دیکھا تو یوسفؑ کی شکل نگاہ کے سامنے پھر گئی اور سمجھ گئے کہ بیشک یہ یوسفؑ ہے مگر حالت موجودہ کے پیش نظر قدرتی طور پر یہ جرأت نہیں کہ یہ کہہ اٹھیں کہ تو یوسفؑ ہے؟ بلکہ ایسے موقع کے مناسب لب ولہجہ سے کہنے لگے کہ کیا آپ واقعی یوسف ہی ہیں؟ آپ نے اس سوال

کے جواب میں صاف کہہ دیا کہ ہاں میں یوسف ہی ہوں اور یہ بنیامین میرا حقیقی بھائی ہے۔ جس سے مجھ کو جدا کیا تھا۔ آج میرے پاس بیٹھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر فضل و کرم کیا۔ جدائی کو ملاپ سے' ذلت کو عزت سے' تکلیف کو راحت سے' تنگی کو عیش سے بدل دیا۔ جو غلام بنا کر چند دراہم میں فروخت کیا گیا تھا آج خدا نے اسے ملک مصر کی حکومت بخشی۔ تقویٰ اور صبر رائیگاں نہیں جاتے۔ نیک کاری بے پھل لائے نہیں رہتی۔

آیات مذکورہ کے احکام و معارف

۱۔ اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِى الْمُتَصَدِّقِيْنَ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ صدقہ و خیرات کرنے والوں کو جزائے خیر عطا فرماتے ہیں۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ صدقہ و خیرات کی ایک جزا تو عام ہے جو مومن ہو یا کافر ہر ایک کو دنیا میں ملتی ہے اور وہ ہے رد بلا اور دفع مصائب اور ایک جزاء آخرت کے ساتھ مخصوص ہے یعنی عطائے جنت اور وہ صرف اہل ایمان کا حصہ ہے۔

۲۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا فرمانے سے معلوم ہوا کہ جب انسان کسی تکلیف یا مصیبت میں گرفتار ہو اور پھر اللہ تعالیٰ اس سے نجات عطا فرما کر اپنی نعمت سے نوازیں تو اب اس گذشتہ مصائب کا ذکر کرنے کے بجائے اللہ تعالیٰ کے اس انعام و احسان ہی کا ذکر کرنا چاہئے جواب حاصل ہوا ہے مصیبت سے نجات اور انعام الٰہی کے حصول کے بعد بھی پچھلی تکلیف و مصیبت کو روتے رہنا ناشکری ہے۔ ایسے ہی ناشکر کو قرآن کریم میں کنود فرمایا گیا ہے۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ کنود اس شخص کو کہتے ہیں جو احسانات کو یاد نہ رکھے۔ صرف تکلیفوں اور مصیبتوں کو یاد رکھے۔ اسی لئے یوسف علیہ السلام کو بھائیوں کے عمل سے عرصہ دراز تک جن مصیبتوں سے سابقہ پڑا تھا ان کا اس وقت کوئی ذکر نہیں کیا بلکہ اللہ جل شانہ' کے انعام و احسان ہی کا ذکر فرمایا۔

۳۔ اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ سے معلوم ہوا کہ تقویٰ یعنی گناہوں سے بچنا اور تکلیفوں میں حکم خداوندی پر صبر و ثبات یہ دو صفتیں ایسی ہیں جو انسان کو ہر بلا اور مصیبت سے نکال دیتی ہیں۔ قرآن کریم نے کئی مواقع میں انہی دو صفتوں پر انسان کی فلاح اور کامیابی کا مدار رکھا ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ صبر و تقویٰ کی دولت ہم کو بھی عطا فرمائیں اور ہر حال میں صبر و شکر کی توفیق نصیب فرماویں۔

یا اللہ! ہم کو بھی محسنین کے گروہ میں شامل فرمالیجئے۔ یا اللہ!! ہمیں بھی درگزر کرنے اور انتقام نہ لینے کی خصلت جو آپ کو پسند ہے عطا فرما دیجئے اور اپنے کرم سے ہماری ہر مشکل کو آسان فرما دیجئے اور اپنی نعمت و احسان کو یاد رکھنے اور اس پر شکر ادا کرنے کی توفیق نصیب فرما دیجئے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَالُوْا تَاللّٰہِ لَقَدْ اٰثَرَکَ اللّٰہُ عَلَیْنَا وَاِنْ کُنَّا لَخٰطِئِیْنَ ۝۹۱ قَالَ لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ

وہ کہنے لگے کہ بخدا کچھ شک نہیں تم کو اللہ تعالیٰ نے ہم پر فضیلت عطا فرمائی اور بے شک ہم خطاوار تھے۔ یوسف (علیہ السلام) نے فرمایا کہ تم پر آج کوئی الزام نہیں

یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکُمْ وَھُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ۝۹۲ اِذْھَبُوْا بِقَمِیْصِیْ ھٰذَا فَاَلْقُوْہُ عَلٰی وَجْہِ

اللہ تعالیٰ تمہارا قصور معاف کرے اور وہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے۔ اب تم میرا یہ کرتا لیتے جاؤ اور اس کو میرے باپ کے چہرے پر ڈال دو۔

اَبِیْ یَاْتِ بَصِیْرًا ۚ وَاْتُوْنِیْ بِاَھْلِکُمْ اَجْمَعِیْنَ ۝۹۳

ان کی آنکھیں روشن ہو جائیں گی۔ اور اپنے باقی گھر والوں کو بھی سب کو میرے پاس لے آؤ۔

قَالُوْا کہنے لگے	تَاللّٰہِ اللہ کی قسم	لَقَدْ اٰثَرَکَ تجھے پسند کیا فضیلت دی	اللّٰہُ اللہ	عَلَیْنَا ہم پر	وَاِنْ اور بیشک	کُنَّا ہم تھے	لَخٰطِئِیْنَ خطا کار	
قَالَ اس نے کہا	لَا تَثْرِیْبَ ملامت نہیں	عَلَیْکُمْ تم پر	اَلْیَوْمَ آج	یَغْفِرُ بخشے	اللّٰہُ اللہ	لَکُمْ تم کو	وَھُوَ اور وہ	اَرْحَمُ سب سے زیادہ مہربان
الرّٰحِمِیْنَ مہربانی کرنے والے	اِذْھَبُوْا تم جاؤ	بِقَمِیْصِیْ میری قمیص لے کر	ھٰذَا یہ	فَاَلْقُوْہُ پس اس کو ڈالو	عَلٰی پر	وَجْہِ چہرہ	اَبِیْ میرے باپ	
یَاْتِ آئے گا	بَصِیْرًا بینا ہوکر	وَاْتُوْنِیْ اور میرے پاس آؤ۔ لے آؤ	بِاَھْلِکُمْ اپنے گھر والوں کو	اَجْمَعِیْنَ تمام۔سارے				

بھائیوں کا اعتراف جرم اور حضرت یوسف علیہ السلام کا درگزر فرمانا

جب بھائیوں کو معلوم ہوا کہ یہی یوسف ہیں۔ اعتراف خطا وجرم کے سوا ان کو کیا چارہ تھا۔ بھائیوں نے شرم وندامت سے آنکھیں نیچی کرلیں اور سر جھکا لئے اور کہنے لگے کہ بخدا اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو ہر حیثیت سے ہم پر فضیلت دی اور بلاشبہ ہم سرتاپا قصوروار تھے۔ اللہ نے ہم میں سے تم ہی کو پسند کیا اور اپنے انعام واکرام سے مالامال فرمایا۔

اس وقت وہ بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے کھڑے تھے۔ جنہوں نے ہمیشہ بغض وعداوت برتی تھی جو پہلے آپ کی جان کے درپے ہوئے تھے اور پھر چند درہموں کے عوض بیچ کر آپ کو جلاوطن کر دیا تھا۔ آج ان کے سر آپ کے سامنے جھکے ہوئے تھے اور وہ خود اپنی زبان سے اپنے جرم کا اقبال کر رہے تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے سوتیلے بھائیوں کی اس خستہ حالی اور پشیمانی کو دیکھا تو آپ کی اخلاقی برتری اور پیغمبرانہ رحمت وشفقت اس کو برداشت نہ کرسکی اور عفو ودرگزر اور حلم وکرم کے ساتھ فوراً یہ ارشاد فرمایا کہ جو کچھ ہونا تھا وہ ہو چکا میں تمہارے سر اب کوئی الزام نہیں لگاتا۔ میرا دل تمہاری طرف سے صاف ہے۔ میں تمہارا ویسا ہی احترام کرتا ہوں جیسا بڑے بھائیوں کا ہونا چاہئے۔ اب تم سے گذشتہ باتوں کی کوئی بازپرس نہیں ہوگی۔ میں تمہاری سب غلطیاں معاف کرچکا ہوں اب ہم سب کو یہ تمام داستان فراموش کردینی چاہئے۔ میں بارگاہ الٰہی میں دعا کرتا ہوں کہ وہ تمہاری اس غلطی کو معاف فرمادے کیونکہ وہی سب سے بڑھ کر رحیم وکریم ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمۃ للعالمینی

حضرت یوسف علیہ السلام نے انتقام کی قدرت رکھنے کے باوجود انہیں بالکل معاف فرمادیا۔ اس واقعہ کے تقریباً ڈیڑھ ہزار سال بعد تاریخ نے اپنے آپ کو ایک بار پھر دہرایا جب یہی الفاظ سرزمین مکہ میں رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ان کے وطنی بھائیوں کے لئے جاری ہوئے جو ہمیشہ

آپ کے خون کے پیاسے اور ایذا رسانی کے درپے رہے اور بالآخر برادران یوسف کی طرح آپ کو گھر سے بے گھر کر کے دم لیا اور ہجرت پر مجبور کیا۔ جب اس مکہ کی سرزمین میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فاتح اعظم کی حیثیت سے داخل ہوئے تو برادران یوسف کی طرح شکست خوردہ قریش سرنگوں کھڑے ہوئے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ایک ایک ظلم کا بدلہ لینے پر قادر تھے تو آپ نے ان سے پوچھا "تمہارا کیا خیال ہے کہ میں تمہارے ساتھ کیا معاملہ کروں گا۔" قریش نے عرض کیا کہ "آپ ایک عالی ظرف اور کریم بھائی ہیں اور ایک کریم بھائی کے بیٹے ہیں"۔ اس پر آپؐ نے ارشاد فرمایا میں تمہیں وہی جواب دیتا ہوں جو یوسفؑ نے اپنے بھائیوں کو دیا تھا یعنی لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ آج تم پر کوئی گرفت نہیں جاؤ ہم نے معاف کیا۔ (صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی وامی)

بھائیوں کو مصر بھیجنا کہ سب کنبہ کو لے آؤ

جب یوسف علیہ السلام بھائیوں کو تسلی دے چکے تو فرمایا کہ میں بحالت موجودہ کنعان کا سفر نہیں کر سکتا۔ تم جاؤ اور والدین اور اپنے سب متعلقین کو یہاں لے آؤ۔ اس وقت حضرت یعقوب علیہ السلام کا کنبہ اچھا خاصہ وسیع ہو چکا تھا۔ بہوئیں پوتے پوتیاں سب ملا کر ستر نفوس تھے۔ آپ نے فرمایا کہ سارے گھر والوں کو ساتھ لے کر میرے پاس چلے آؤ۔ پھر چونکہ والد بزرگوار کی نسبت حضرت یوسف علیہ السلام کو وحی سے یا بھائیوں کی زبانی معلوم ہو چکا تھا کہ والد کی بینائی مفارقت میں نہیں رہی۔ اس لئے سب سے پہلے اس کی فکر ہوئی اس لئے اپنا قمیص دے کر بھائیوں سے فرمایا کہ یہ لیتے جاؤ اور ان کے چہرہ پر ڈال دینا اور آنکھوں کو لگا دینا۔ اللہ کے فضل سے ان کی بینائی بحال ہو جائے گی۔ یہ یوسف علیہ السلام کا ایک معجزہ تھا اور ان کو باذن خداوندی معلوم ہو گیا تھا کہ جب ان کا کرتہ والد کے چہرہ پر ڈالا جائے گا تو اللہ تعالیٰ ان کی بینائی بحال کر دیں گے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا کرتہ
جس سے حضرت یعقوبؑ کی بینائی لوٹ آئی

بعض ائمہ تفسیر نے لکھا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی واپس لانے کے لئے جو کرتہ یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کو دیا تھا یہ اس کرتہ کی خصوصیت تھی کیونکہ یہ عام کپڑوں کی طرح نہ تھا۔ بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے جنت سے اس وقت لایا گیا تھا جب ان کو برہنہ کر کے نمرود نے آگ میں ڈالا تھا۔ پھر یہ جنت کا لباس ہمیشہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس محفوظ رہا۔ اور ان کی وفات کے بعد حضرت اسحاق علیہ السلام کے پاس رہا۔ ان کی وفات کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام کو ملا۔ آپ نے اس کو ایک بڑی متبرک شے کی حیثیت سے ایک نلکی میں بند کر کے یوسف علیہ السلام کے گلے میں بطور تعویذ کے ڈال دیا تھا تاکہ نظر بد سے محفوظ رہیں۔ برادران یوسف نے جب ان کا کرتہ والد کو دھوکہ دینے کے لئے اتار لیا جس میں خون کسی جانور کا لگا کر والد سے کہا تھا کہ یوسف کو بھیڑیا کھا گیا اور یوسف علیہ السلام برہنہ کر کے کنوئیں میں ڈال دیئے گئے تو اس وقت جبرئیل امین تشریف لائے اور گلے میں پڑی ہوئی نلکی کھول کر اس سے یہ کرتا برآمد کیا اور یوسف علیہ السلام کو پہنا دیا۔ اور ان کے پاس برابر محفوظ چلا آیا۔ اس وقت بھی جبرئیل امین نے یوسف علیہ السلام کو بتلایا تھا کہ یہ جنت کا لباس ہے اس کی خاصیت یہ ہے کہ نابینا کے چہرہ پر ڈالدو تو وہ بینا ہو جاتا ہے اور فرمایا اس کو اپنے والد کے پاس بھیج دیجئے جن سے اسکو چہرہ پر ڈالتے ہی وہ بینا ہو جائیں گے۔ چنانچہ یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کو یہ کرتا دیا کہ گھر پہنچ کر

حضرت یعقوب علیہ السلام کے چہرہ پر ڈال دیں۔

قدرت الٰہی کی حکمتیں

معلوم ہوا کہ اللہ عزوجل نے ہر کام کا ایک وقت مقرر کر رکھا ہے۔ کوئی کام جلدی ہو جاتا ہے کوئی دیر میں۔ دیر میں اور مصلحتوں کے علاوہ بعض دفعہ اپنے خاص بندوں کا امتحان مقصود ہوتا ہے تا کہ وہ اپنے صبر و تحمل سے کام لے کر اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑے اجر کے مستحق ہوں اور ان کے درجات بڑھیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کنعان میں (جو موجودہ ملک شام ہے) اور حضرت یوسف علیہ السلام مصر میں موجود ہیں قافلوں کی آمد و رفت بھی جاری ہے لیکن سالہا سال تک نہ ان کی خبر انکو ملتی ہے نہ ان کی خبر ان کو اللہ تبارک و تعالیٰ کو ایک مدت تک حضرت یعقوب علیہ السلام کو آزمائش میں بتلا رکھنا تھا۔ تا کہ وہ بیٹے کی جدائی کا صدمہ جھیلیں، اور اس کے ساتھ ہی اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں اور اس سے ان کے درجات بڑھیں۔

دعا کیجئے

یا اللہ! یہ آپ کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ہمت مردانہ اور قوت قلب تھی کہ باوجود چاروں طرف سے مخالفین سے گھرے ہونے کے آپ نے تبلیغ دین کا حق ادا فرمایا۔ اور صبر و استقامت کے ساتھ فرائض تبلیغ انجام دیتے رہے۔

اللہ تعالیٰ ہم ضعیف الایمان لوگوں کو ابتلاء و آزمائش سے مامون فرماویں اور اللہ تعالیٰ ہم کو بھی درگزر کرنے اور معاف کرنے کی خصلت و عادت نصیب فرماویں اور ہر حال میں اپنی مرضیات کی توفیق نصیب فرماویں۔

یا اللہ! ہماری ہر مشکل اور سختی کو اپنی رحمت سے دور فرما اور ہمارے تمام معاملات میں سہولت اور آسانی فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّىْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ﴿۹۴﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ

اور جب قافلہ چلا تو اُن کے باپ نے کہنا شروع کیا کہ اگر تم مجھ کو بڑھاپے میں بہکی باتیں کرنے والا نہ سمجھو تو ایک بات کہوں کہ مجھ کو تو یوسفؑ کی خوشبو آرہی ہے۔ وہ کہنے لگے کہ بخدا

اِنَّكَ لَفِىْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ ﴿۹۵﴾ فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ۚ

آپ تو اپنے اُسی پُرانے غلط خیال میں مبتلا ہیں۔ پس جب خوشخبری لانے والا آپہنچا تو اُس نے وہ کرتہ اُن کے مُنہ پر لا کر ڈال دیا۔ پس فوراً ہی اُن کی آنکھیں کھل گئیں۔

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۚ اِنِّىْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۹۶﴾ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَآ

آپ نے (بیٹوں سے) فرمایا کیوں میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ اللہ کی باتوں کو جتنا میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔ سب بیٹوں نے کہا کہ اے ہمارے باپ ہمارے لئے ہمارے گناہوں کی دُعائے مغفرت کیجئے

اِنَّا كُنَّا خٰطِئِيْنَ ﴿۹۷﴾ قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّىْ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۹۸﴾

ہم بیشک خطاوار تھے۔ یعقوب (علیہ السلام) نے فرمایا عنقریب تمہارے لئے اپنے رب سے دُعائے مغفرت کروں گا بیشک وہ غفور رحیم ہے۔

وَلَمَّا اور جب	فَصَلَتِ جدا جدا روانہ ہوا	الْعِيْرُ قافلہ	قَالَ کہا	اَبُوْهُمْ ان کا باپ	اِنِّىْ بیشک میں	لَاَجِدُ البتہ پاتا ہوں	رِيْحَ ہوا۔خوشبو	
يُوْسُفَ یوسف	لَوْلَا اگر نہ	اَنْ کہ	تُفَنِّدُوْنِ مجھے بہک گیا جانو	قَالُوْا وہ کہنے لگے	تَاللّٰهِ اللہ کی قسم	اِنَّكَ بیشک تو	لَفِىْ میں	ضَلٰلِكَ اپنا وہم
الْقَدِيْمِ پرانا	فَلَمَّا پھر جب	اَنْ کہ	جَآءَ آیا	الْبَشِيْرُ خوشخبری دینے والا	اَلْقٰهُ اس نے وہ (کرتہ) ڈالا	عَلٰى پر	وَجْهِهٖ اس کا منہ	
فَارْتَدَّ تو لوٹ کر ہوگیا	بَصِيْرًا دیکھنے والا	قَالَ بولا	اَلَمْ اَقُلْ کیا میں نے تمہیں کہا تھا	لَكُمْ تم سے	اِنِّىْٓ اَعْلَمُ بیشک میں جانتا ہوں			
مِنَ طرف (سے)	اللّٰهِ اللہ	مَا جو	لَا تَعْلَمُوْنَ تم نہیں جانتے	قَالُوْا وہ بولے	يٰٓاَبَانَا اے ہمارے باپ	اسْتَغْفِرْ لَنَا ہمارے لئے بخشش مانگ		
ذُنُوْبَنَا ہمارے گناہ	اِنَّا بیشک ہم	كُنَّا تھے	خٰطِئِيْنَ خطا کار (جمع)	قَالَ اس نے کہا	سَوْفَ جلد	اَسْتَغْفِرُ میں بخشش مانگوں گا	لَكُمْ تمہارے لئے	
	رَبِّىْ اپنا رب	اِنَّهٗ بیشک وہ	هُوَ وہ	الْغَفُوْرُ بخشنے والا	الرَّحِيْمُ نہایت مہربان			

حضرت یعقوبؑ کا حضرت یوسفؑ کی خوشبو پالینا

برادران یوسف کا قافلہ پیراہن یوسف لے کر کنعان کو چلا تو ادھر خدا کے برگزیدہ پیغمبر حضرت یعقوب علیہ السلام کو قدرت الٰہی نے شمیم یوسف سے مہکا دیا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے پوتوں اور گھر والوں سے فرمایا کہ اگر تم یہ نہ کہو کہ بڑھاپے میں عقل ماری گئی تو میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ مجھ کو یوسف کی خوشبو آرہی ہے۔ گھر والے کہنے لگے بخدا تم تو اپنے اسی پرانے خیال میں پڑے ہو یعنی اس قدر عرصہ گزر جانے کے بعد بھی جبکہ یوسف کا نام ونشان بھی باقی نہیں رہا۔ تمہیں یوسف ہی کی رٹ لگی ہوئی ہے۔ یوسف کی محبت اس کے زندہ ہونے اور دوبارہ ملنے کا یقین آپ کے دل میں جاگزین ہے وہی پرانے خیالات ہیں جو یوسف کی خوشبو بن کر دماغ میں آتے ہیں واقع میں نہ خوشبو ہے نہ کچھ ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام خاموش ہو رہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی کا لوٹ آنا

ادھر بیٹوں کا قافلہ مصر سے جب بخیریت پہنچ گیا اور برادران یوسف نے حضرت یوسف علیہ السلام کے ارشاد کے موافق ان کا پیرہن یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں پر ڈال دیا۔ قمیص کے منہ پر ڈالتے ہی یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں کی بینائی بحال ہوگئی اور دوبارہ حسب سابق نظر آنے لگا۔ اللہ کا شکر ادا کیا اور بیٹوں کو یاد دلایا کہ اللہ کی مہربانی سے کام اس طرح انجام پایا کرتے ہیں۔

حضرت سفیان ثوریؒ کی روایت ہے کہ جب برادران یوسف قمیص لے کر آئے اور یعقوب علیہ السلام کے چہرہ پر ڈالا تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے پوچھا کہ یوسف کیسے ہیں یعنی ان کو کس حال میں پایا۔ انہوں نے بتلایا کہ وہ مصر کے بادشاہ ہیں۔ یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اس کو نہیں پوچھتا کہ وہ بادشاہ ہیں یا فقیر پوچھنا یہ ہے کہ ان کو کون سے دین پر پایا؟ انہوں نے کہا دین اسلام پر۔ یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ اب نعمت پوری ہوئی۔

بیٹوں کی معذرت خواہی

بیٹوں نے جب سارا ماجرا بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ یوسف کو تلاش کرو۔ اللہ کی رحمت سے کیا بعید ہے کہ ہم سب کو پھر اکٹھا کر دے۔ دیکھ لو وہی صورت ہوئی اور اسی لئے میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ اللہ کی باتوں کو جتنا میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے دیکھو آخر اللہ تعالیٰ میری امید راست لایا۔ برادران یوسف کے لئے یہ وقت بھی بہت کٹھن تھا۔ شرم وندامت میں غرق سر جھکائے ہوئے حضرت یعقوب علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہمارے باپ آپ خدا کی جناب میں ہمارے گناہوں کی مغفرت کے لئے دعا فرمائیے کیونکہ اب تو یہ ظاہر ہی ہو چکا کہ ہم نے آپ کو جو کچھ یوسفؑ کے معاملہ میں تکلیف دی اس میں بلاشبہ ہم سخت خطا کار اور قصوروار ہیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کا جواب

اس پر حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ عنقریب میں اپنے رب سے تمہارے لئے مغفرت کی دعا کروں گا۔ بے شک وہ غفور الرحیم ہے۔

مفسرین لکھتے ہیں کہ برادران یوسف نے مصر میں اپنی خطا کا اعتراف کرتے ہوئے یوسف علیہ السلام سے بھی مغفرت کی دعا کی استدعا کی تھی اور کنعان میں اپنے والد یعقوب علیہ السلام سے بھی یہی درخواست کی مگر حضرت یوسف علیہ السلام نے تو اسی وقت ان کی بات منظور کرلی اور فوراً یَغۡفِرُ اللّٰہُ لَکُمۡ اللہ تمہاری مغفرت فرمائے کہہ دیا مگر حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ نہیں کیا بلکہ سَوۡفَ اَسۡتَغۡفِرُ لَکُمۡ میں عنقریب تمہارے لئے مغفرت طلب کروں گا کہہ کر صرف توقع ہی دلائی۔ اس فرق کی یہ وجہ لکھی ہے کہ برادران یوسف کی ان تمام خطا کاریوں کا معاملہ براہ راست حضرت یوسف علیہ السلام سے تعلق رکھتا تھا اس لئے حضرت یوسف علیہ السلام نے اخلاق کریمانہ کی راہ سے اسی وقت ان کو اطمینان کر دیا مگر حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ سمجھ کر کہ چونکہ اس معاملہ کا تعلق یوسف علیہ السلام سے ہے اس لئے اس کی مرضی بھی معلوم کر لینا ضروری ہے۔ اس لئے اس طرح جواب دیا کہ توقع اور امید تک بات رہے اور ساتھ ہی اپنی طبیعت کا رجحان بھی ظاہر کر دیا کہ ان کی خواہش یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری خطا کاریوں کو معاف کر دے۔

بعض مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے آئندہ کے لئے جو وعدہ دعائے مغفرت کا فرمایا تو آپ کو قبولیت کی گھڑی کا انتظار تھا کہ اس وقت اپنے خدا کے آگے تمہارے لئے ہاتھ اٹھاؤں گا یعنی جمعہ کی شب یا تہجد کے وقت کا انتظار تھا۔

ایک اہم معاشرتی اور شرعی قانون

یہاں جو حضرت یعقوب علیہ السلام کے صاحبزادوں نے حقیقت واقعہ ظاہر ہو جانے کے بعد جو اپنے بھائی اور والد سے معافی مانگی تو اس سے معلوم ہوا کہ جس شخص کے ہاتھ یا زبان سے کسی شخص کو ایذا پہنچی یا اس کا کوئی حق اس کے ذمہ رہا تو اس پر لازم ہے کہ فوراً اس حق کو ادا کر دے یا اس سے معاف کرالے۔

صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کے ذمہ کسی دوسرے کا کوئی حق مالی واجب ہو یا اس کو کوئی ایذا ہاتھ سے یا زبان سے پہنچائی ہو تو اس کو چاہئے کہ آج اس کو ادا کر دے یا معافی مانگ کر اس سے سبکدوشی حاصل کرے قبل اس کے کہ قیامت کا وہ دن آ جائے جہاں کسی کے پاس کوئی مال حق ادا کرنے کے لئے نہ ہوگا اس لئے اس کے اعمال صالحہ مظلوم کو دے دیئے جائیں گے اور یہ خالی رہ جائے گا اور اگر اس کے پاس اعمال صالحہ بھی نہیں تو دوسرے کے جو گناہ ہیں اس کے سر پر ڈال دیئے جائیں گے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ (از معارف القرآن)

وَاٰخِرُ دَعۡوٰنَا اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰی یُوْسُفَ اٰوٰٓی اِلَیْهِ اَبَوَیْهِ وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِیْنَ ﴿۹۹﴾

پھر جب یہ سب کے سب یوسفؑ کے پاس پہنچے۔ تو انہوں نے اپنے والدین کو اپنے پاس جگہ دی اور کہا سب مصر میں چلیے خدا کو منظور ہے تو امن چین سے رہیے۔

وَرَفَعَ اَبَوَیْهِ عَلَی الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَقَالَ یٰٓاَبَتِ هٰذَا تَاْوِیْلُ رُءْیَایَ

اور اپنے والدین کو تخت (شاہی) پر اونچا بٹھایا اور سب کے سب ان کے آگے سجدہ میں گر گئے اور یوسفؑ نے کہا اے میرے باپ یہ ہے میرے خواب کی تعبیر

مِنْ قَبْلُ ۫ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّیْ حَقًّا ۭ وَقَدْ اَحْسَنَ بِیْٓ اِذْ اَخْرَجَنِیْ مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ بِکُمْ

جو پہلے زمانہ میں دیکھا تھا۔ جس کو میرے رب نے سچا کر دیا اور خدا نے میرے ساتھ احسان کیا کہ ایک تو اس نے مجھے قید سے نکالا اور دوسرا یہ کہ تم سب کو

مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّیْطٰنُ بَیْنِیْ وَبَیْنَ اِخْوَتِیْ ۭ اِنَّ رَبِّیْ لَطِیْفٌ لِّمَا یَشَآءُ ۭ

باہر سے یہاں لایا (یہ سب کچھ) بعد اس کے ہوا کہ شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان میں فساد ڈلوا دیا تھا۔ بلاشبہ میرا رب جو چاہتا ہے اس کی عمدہ تدبیر کرتا ہے۔

اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ ﴿۱۰۰﴾

بلاشبہ وہ بڑا علم والا اور حکمت والا ہے۔

فَلَمَّا پھر جب	دَخَلُوْا وہ داخل ہوئے	عَلٰی یُوْسُفَ یوسف پر (پاس)	اٰوٰٓی اس نے ٹھکانہ دیا	اِلَیْهِ اپنے پاس	اَبَوَیْهِ اپنے ماں باپ	وَقَالَ اور کہا			
اُدْخُلُوْا تم داخل ہو	مِصْرَ مصر	اِنْ اگر	شَآءَ اللّٰهُ اللہ نے چاہا	اٰمِنِیْنَ امن (دلجمی) کے ساتھ	وَرَفَعَ اور اونچا بٹھایا	اَبَوَیْهِ اپنے ماں باپ			
عَلَی پر	الْعَرْشِ تخت	وَخَرُّوْا اور وہ گر گئے	لَهٗ اس کیلئے (آگے)	سُجَّدًا سجدہ میں	وَقَالَ اور اس نے کہا	یٰٓاَبَتِ اے میرے ابا	هٰذَا یہ		
تَاْوِیْلُ تعبیر	رُءْیَایَ میرا خواب	مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے	قَدْ جَعَلَهَا اسکو کر دیا	رَبِّیْ میرا رب	حَقًّا سچا	وَ اور	قَدْ اَحْسَنَ بیشک اس نے احسان کیا		
بِیْ مجھ پر	اِذْ جب	اَخْرَجَنِیْ مجھے نکالا	مِنَ سے	السِّجْنِ قید خانہ	وَجَآءَ اور لے آیا	بِکُمْ تم سب کو	مِنَ سے	الْبَدْوِ گاؤں	مِنْۢ بَعْدِ اسکے بعد
اَنْ کہ	نَّزَغَ جھگڑا ڈال دیا	الشَّیْطٰنُ شیطان	بَیْنِیْ میرے درمیان	وَبَیْنَ اِخْوَتِیْ اور میرے بھائیوں کے درمیان	اِنَّ بیشک	رَبِّیْ میرا رب			
لَطِیْفٌ عمدہ تدبیر کرنیوالا	لِّمَا یَشَآءُ جس کیلئے چاہے	اِنَّهٗ بیشک	هُوَ وہ	الْعَلِیْمُ جاننے والا	الْحَکِیْمُ حکمت والا				

حضرت یعقوب و دیگر کنبہ والوں کا مصر پہنچنا اور ان کا استقبال

گذشتہ آیات میں یہ بیان ہو چکا کہ جب بھائیوں پر حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے آپ کو ظاہر فرما دیا اور ہدایت کی کہ سب گھر والوں کو کنعان سے مصر لے آؤ۔ تو بھائیوں نے یہی کیا اور حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے سب خاندان کو لے کر مصر روانہ ہو گئے۔

جب حضرت یوسف علیہ السلام کو اطلاع ہوئی کہ آپ کے والد ماجد والد خاندان سمیت مصر کے قریب پہنچ گئے تو آپ فوراً استقبال کے لئے باہر نکلے اور حکم شاہی سے شہر کے تمام امراء اور ارکان دولت بھی آپ کے ساتھ تھے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے جب مدت دراز کے بچھڑے ہوئے لخت جگر کو دیکھا تو سینہ سے چمٹا لیا اور جب یہ مسرت افزا اور رقت آمیز ملاقات ہو چکی تو حضرت یوسف علیہ السلام نے عرض کیا کہ اب آپ عزت و احترام اور امن و حفاظت کے ساتھ شہر میں تشریف لے چلیں یعنی مصر کے دار السلطنت میں۔ حضرت یوسف علیہ السلام والد ماجد

اور تمام خاندان کو بڑے کروفر کے ساتھ شاہی سواریوں میں بٹھا کر شہر دارالسلطنت میں لائے اور شاہی محل میں اتارا۔

خواب کی تعبیر

جب ان تمام باتوں سے فراغت پائی تو اب ارادہ کیا کہ دربار منعقد کریں تاکہ مصریوں کا بھی بزرگ باپ اور خاندان سے تعارف ہو جائے اور تمام درباری ان کے عزت و احترام سے آگاہ ہو جائیں۔ چنانچہ دربار منعقد ہوا تمام درباری اپنی مقررہ نشستوں پر بیٹھ گئے حضرت یوسف علیہ السلام کے حکم سے آپ کے والدین کو تخت شاہی پر جگہ دی گئی لکھا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی حقیقی والدہ کا تو پہلے ہی انتقال ہو چکا تھا مگر ان کے انتقال کے بعد یعقوب علیہ السلام نے مرحومہ کی بہن سے نکاح کر لیا تھا جو یوسف علیہ السلام کی خالہ ہونے کی حیثیت سے بھی مثل والدہ کے تھیں اور والد کے نکاح میں ہونے کی حیثیت سے بھی والدہ ہی کہلانے کی مستحق تھیں۔ باقی تمام خاندان نے حسب مراتب نیچے جگہ پائی۔ جب یہ سب انتظامات مکمل ہو گئے تب حضرت یوسف علیہ السلام شاہی محل سے نکل کر تخت شاہی پر جلوہ افروز ہوئے۔ اس وقت تمام درباری حکومت کے دستور کے مطابق تخت شاہی کے سامنے تعظیم کے لئے سجدہ میں گر پڑے اور اس صورت کو دیکھ کر حضرت یوسف علیہ السلام کے تمام خاندان نے بھی یہی عمل کیا۔ اور درباریوں کا ساتھ دیا۔ یہ دیکھ کر حضرت یوسف علیہ السلام کو فوراً اپنے بچپنے کا خواب یاد آ گیا اور اپنے والدین سے کہنے لگے کہ اباجی! لیجئے میرے خواب کی تعبیر ظاہر ہو گئی۔ یہ ہیں گیارہ ستارے اور چاند سورج جو میرے سامنے سجدہ میں ہیں۔ میرے رب نے اس خواب کو سچا کر دکھایا اور اس کا انجام ظاہر ہو گیا۔ یہ خدا کا احسان عظیم ہے کہ اس نے میرے خواب کو سچا کر دکھایا اور اس کا احسان یہ بھی ہے کہ اس نے مجھے قید خانہ سے نجات دی اور تم سب کو یہاں لا کر مجھ سے ملا دیا اور اس جھگڑے کے بعد جو شیطان نے ہم بھائیوں میں ڈال دیا تھا جب کہ کوئی امید دوبارہ ملنے کی نہ رہی تھی کیسے اسباب ہمارے ملاپ کے فراہم کر دیئے۔ اللہ تعالیٰ جس کام کا ارادہ فرماتا ہے اس کے ویسے ہی اسباب مہیا کر دیتا ہے اور اسے آسان وسہل کر دیتا ہے۔ وہ اپنے بندوں کی مصلحتوں کو خوب جانتا ہے اور اپنے کاموں میں بڑی حکمت والا ہے۔

شریعت محمدیہ میں تعظیمی سجدہ جائز نہیں ہے

یہاں ایک بات یہ ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ یہ جو کچھ بیان کیا گیا ہے۔ وہ محض ایک گذشتہ واقعہ کی حکایت ہے۔ اسلامی احکام کی تشریح نہیں ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام اور آپ کے بیٹوں کا یہ سجدہ تعظیم کا سجدہ تھا جو بقول علامہ ابن کثیرؒ آدم علیہ السلام کے زمانہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عہد تک جائز رہا لیکن اس ملت اسلامیہ اور شریعت محمدیہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی ذات کے سوا کسی اور کے لئے سجدہ کو مطلقاً حرام قرار دیا اور اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اسے اپنے لئے ہی مخصوص کر لیا۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت معاذؓ ملک شام گئے۔ وہاں انہوں نے دیکھا کہ شامی لوگ اپنے بڑوں اور پیشواؤں کو سجدہ کرتے ہیں۔ جب یہ لوٹے تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کیا۔ آپ نے پوچھا معاذ یہ کیا بات ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے اہل شام کو دیکھا کہ وہ اپنے بڑوں اور بزرگوں کو سجدہ کرتے ہیں تو آپ تو اس کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں کسی کو کسی کے لئے سجدہ کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کے سامنے سجدہ کرے بہ سبب اس حق کے کہ جو مرد کا عورت پر ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ حضرت سلمانؓ نے اپنے اسلام کے ابتدائی زمانہ میں راستہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر آپ کے سامنے سجدہ کیا تو آپ نے فرمایا سلمان مجھے سجدہ نہ کرو۔ سجدہ اس خدا کو کرو جو ہمیشہ رہنے والا ہے اور جس کو کبھی فنا نہیں۔

پیغمبرانہ اولوالعزمی

اب یہاں ان آیات میں یوسف علیہ السلام نے اپنے والدین کے سامنے جو اپنی سرگذشت بیان فرمائی وہ قابل غور ہے۔ آج اگر کسی کو اتنے مصائب کا سامنا کرنا پڑے جتنے یوسف علیہ السلام پر گزرے اور والدین سے اتنی طویل مفارقت اور مایوسی کے بعد

ملنے کا اتفاق ہو تو وہ والدین کے سامنے اپنی سرگذشت کیا بیان کرے گا کتنا روئے گا اور رلائے گا اور کتنے دن رات مصائب کی داستان سنانے میں صرف کرے گا مگر یہاں طرفین میں اللہ کے رسول اور پیغمبر ہیں۔ان کا طرز عمل ملاحظہ کیجئے۔

اللہ تعالیٰ کے اس برگزیدہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی سرگذشت قید خانہ سے شروع کی اور قید خانہ میں داخل ہونے اور وہاں کی تکالیف کا نام نہیں لیا۔ بلکہ قید خانہ سے نکلنے کا ذکر اللہ کے شکر واحسان کے ساتھ بیان کیا۔ گویا سرگذشتہ کے پہلے جملہ میں قید خانہ سے نجات اور اس پر شکر الٰہی کے ضمن میں یہ بتلا دیا کہ میں کسی وقت قید خانہ میں بھی رہا ہوں۔ یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ یوسف علیہ السلام نے جیل خانہ سے نکلنے کا ذکر کیا لیکن بھائیوں نے جس کنوئیں میں ڈالا تھا اس کا اس حیثیت سے بھی ذکر نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کنوئیں سے نکالا۔ وجہ یہ کہ بھائیوں کی خطا آپ پہلے معاف کر چکے تھے اور فرما چکے تھے۔ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ یعنی آج تم پر کوئی ملامت نہیں۔ اس لئے مناسب نہ سمجھا کہ اب اس کنوئیں کا کسی طرح ذکر آئے تا کہ بھائی شرمندہ نہ ہوں۔ اس کے بعد دوسرے جملہ میں والدین سے ملاقات کا ذکر اللہ تعالیٰ کے شکر کے ساتھ کیا کہ کنعان کے ایک دیہات سے مصر میں پہنچا دیا اور تیسرے جملہ میں بھائیوں کے ظلم وجور کو شیطان کے حوالہ کر کے اس طرح بے باق کر دیا کہ میرے بھائی تو ایسے نہ تھے کہ جو یہ کام کرتے شیطان نے ان کو دھوکہ میں ڈال کر یہ فساد کرا دیا۔ یعنی میرے اور بھائیوں کے درمیان جو جھگڑا پیدا ہوا وہ سب شیطان کا ڈالا ہوا تھا۔ شیطان اگر درمیان میں نہ گھستا تو بھائی مجھ سے ہرگز نہ جھگڑتے۔ سبحان اللہ! کیا حسن خلق ہے! یہ ہے شان نبوت کہ مصائب اور تکالیف پر صرف صبر ہی نہیں بلکہ ہر جگہ شکر کا پہلو نکال لیتے ہیں گویا یوسف علیہ السلام نے اپنی داستان مصائب کو تین جملوں میں ختم کر کے اللہ کی عظمت بڑائی اور احسان کو اس طرح ذکر فرمایا۔

اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَآءُ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ

"یعنی بیشک میرا پروردگار جو چاہتا ہے اس کی عمدہ تدبیر کرتا ہے کام کتنا ہی مشکل کیوں نہ ہو اس کی لطیف تدبیر سے سب آسان ہو جاتا ہے بیشک وہی علم والا اور حکمت والا ہے وہ ہر چیز کی حکمت اور مصلحت کو خوب جانتا ہے۔ اس کا ہر فعل حکمت پر مبنی ہے"۔ اب چاہ کنعان سے لے کر اس وقت تک ۴۰ سال گزرے اور قسم قسم کے ابتلا پیش آئے۔ جن کی حکمتیں اور مصلحتیں اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کی وفات

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ اہل تاریخ کا بیان ہے کہ یعقوب علیہ السلام مصر میں یوسف علیہ السلام کے پاس ۲۴ برس تک نہایت خوشحالی اور فارغ البالی اور کمال راحت وعشرت کے ساتھ رہے۔ جب ان کی وفات کا وقت آیا تو یوسف علیہ السلام کو وصیت کی کہ ان کے جسد کو شام کی مقدس زمین میں ان کے باپ اسحاق علیہ السلام کی قبر کے پاس دفن کرنا چنانچہ جب یعقوب علیہ السلام نے مصر میں وفات پائی تو یوسف علیہ السلام ان کی وصیت کے موافق ایک تابوت میں ان کے جسد مبارک کو رکھ کر شام لے گئے اور دفن سے فارغ ہو کر مصر واپس آ گئے۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ کا یقین کامل ہم کو بھی نصیب [illegible] اور اپنی نعمتوں کا شکر گزار بندہ بنا کر زندہ رکھیں۔

یا اللہ! آپ ہی ہر کام میں تدبیر لطیف فرمانے والے ہیں۔ یا اللہ! ہمارے تمام دین دنیا کے کاموں کی تدبیر لطیف فرما کر راست فرما دیجئے۔ اور حسن خاتمہ کی دولت سے ہم سب کو نواز دیجئے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

رَبِّ قَدْ اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

اے میرے پروردگار تو نے مجھ کو سلطنت کا بڑا حصہ دیا اور مجھ کو خوابوں کی تعبیر دینا تعلیم فرمایا اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے

اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ۝۱۰۱

تو میرا کارساز ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی مجھ کو پوری فرمانبرداری کی حالت میں دنیا سے اُٹھالے اور مجھ کو خاص نیک بندوں میں شامل کرلے۔

رَبِّ اے میرے رب	قَدْ اٰتَیْتَنِیْ تو نے مجھے عطا کیا	مِنَ سے-ایک	الْمُلْكِ ملک	وَعَلَّمْتَنِیْ اور مجھے سکھایا	مِنْ سے	تَاْوِیْلِ انجام نکالنا (تعبیر)
الْاَحَادِیْثِ باتیں (خواب)	فَاطِرَ پیدا کرنیوالا	السَّمٰوٰتِ آسمان (جمع)	وَالْاَرْضِ اور زمین	اَنْتَ تو	وَلِیّٖ میرا کارساز	فِی الدُّنْیَا دنیا میں
وَ اور	الْاٰخِرَةِ آخرت	تَوَفَّنِیْ مجھے اٹھا	مُسْلِمًا فرمانبرداری کی حالت میں	وَاَلْحِقْنِیْ اور مجھے ملا	بِالصّٰلِحِیْنَ صالح (نیک بندوں کے) ساتھ	

حضرت یوسف علیہ السلام کی دعا

مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو سات سال کی عمر میں بھائیوں نے کنوئیں میں ڈالا۔ پھر قریب چالیس سال باپ سے جدا رہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے دوبارہ سب کو ملایا تو سب مل جل کر ۲۴ سال تک حضرت یعقوب علیہ السلام کے ساتھ مصر میں رہے۔ اس کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام کی وفات ہوگئی۔ جب کہ آپ کی عمر ۱۴۷ سال کی تھی۔ جب مصر میں حضرت یعقوب علیہ السلام کی وفات کا وقت آیا تو یوسف علیہ السلام کو وصیت کی کہ مجھے ملک شام میں پہنچا کر ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام کے پاس دفن کرنا۔ چنانچہ یوسف علیہ السلام نے ایسا ہی کیا۔ آپ کی نعش کو مصری طریقہ کے مطابق حنوط کیا گیا اور حضرت یوسف علیہ السلام مع خاندان کے افراد اور اکابرین مصر کے آپ کی نعش کو لے کر کنعان تشریف لائے اور جسم اطہر کو اپنے برگزیدہ دادا اسحاقؑ اور پردادا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پہلو میں سپرد خاک کردیا۔

الغرض حضرت یعقوب علیہ السلام کی وصیت کے مطابق آپ ملک شام میں دفن کئے گئے۔ اس کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام ۲۳ سال دین و دنیا کی نعمتوں سے مالا مال رہے۔ پھر یوسف علیہ السلام کو بھی آخرت کا شوق ہوا اور اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا کی جو اس آیت میں بیان فرمائی گئی ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی اس دعا میں حسن خاتمہ کی دعاء خاص طور پر قابل نظر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مخصوص و مقبول بندوں کا یہ رنگ ہوتا ہے کہ کتنے ہی درجات عالیہ دنیا اور آخرت کے ان کو نصیب ہوں اور کتنے ہی جاہ و منصب ان کے قدموں میں ہوں وہ کسی وقت ان پر مغرور نہیں ہوتے بلکہ ہر وقت اس کی دعائیں مانگتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ظاہری و باطنی نعمتیں موت تک برقرار رہیں بلکہ ان میں اضافہ ہوتا رہے۔ یوسف علیہ السلام کی یہ دعاء تمنائے موت نہ تھی کہ فی الوقت مجھ کو موت آجائے بلکہ مطلب یہ تھا کہ جب وقت مقرر پر میری موت آئے تو وہ موت دین اسلام ہی پر آئے اور الحاق صالحین مجھے میسر ہو بہر حال یہ موت کی دعاء نہیں بلکہ حسن خاتمہ کی دعا ہے اور یہ دعاء ہر مسلمان کو مانگنی چاہئے حسن خاتمہ کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی دعا نہیں۔ امام المفسرین امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ میں اکثر اسی دعا کا ورد رکھتا ہوں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی وفات

لکھا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے کل ۱۱۰ برس کی عمر

پائی۔ جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے اپنے بھائیوں کو یا ان کی اولاد کو وصیت فرمائی کہ اگر کبھی تم لوگ مصر کو چھوڑ کر اپنے آبائی ملک شام کو جانے لگو تو میری لاش اپنے ہمراہ لے جانا۔ حسن عقیدہ کی وجہ سے اہل مصر نے آپ کی لاش کو سنگ مرمر کے تابوت میں رکھ کر دریائے نیل کے وسط میں ایک ٹیلہ پر دفن کیا تا کہ اس کی برکت سے دریائے نیل کے ذریعہ تمام مصر سیراب ہوتا رہے۔

قوم بنی اسرائیل کی مصر میں آبادی

بعد وفات یوسف علیہ السلام کے سلطنت مصر سلاطین مصر ہی کی طرف منتقل ہوگئی کیونکہ یوسف علیہ السلام کو گو اختیار سلطنت حاصل ہو گئے تھے مگر باضابطہ تو پہلا بادشاہ ہی بادشاہ رہا تھا اسی لئے یوسف علیہ السلام عزیز مصر کہلاتے تھے۔ چنانچہ انہی سلاطین مصر کے سلسلہ میں تقریباً ۴۰۰ سال بعد وہ فرعون پیدا ہوا جو موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں تھا اور ان برادران یوسف علیہ السلام کی اولاد میں وہ بنی اسرائیل ہوئے جو موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں مصر میں تھے۔ جب موسیٰ علیہ السلام کا ظہور ہوا اور آپ بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے نکلے تو حضرت یوسف علیہ السلام کی وصیت کے مطابق آپ کی نعش کا تابوت بھی اپنے ساتھ لے لیا تھا اور بالآخر یہ مقدس امانت ارض مقدس میں سپرد خاک کی گئی۔ یوسف علیہ السلام کے وقت میں بادشاہ مصر بنی اسرائیل پر بڑا مہربان تھا مگر جو فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں ہوا وہ بنی اسرائیل کا سخت دشمن تھا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ نے جہاں اپنے فضل و کرم سے ہم کو نبی آخر الزمان اشرف الانبیاء والمرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں پیدا فرما کر شرف بخشا ہے تو ہم کو اپنے رسول پاک کا اتباع کامل نصیب فرماویں۔ حضور کی سچی محبت وعظمت نصیب فرمائیں۔

یا اللہ! ہماری دنیا میں بھی کارسازی فرمایئے اور آخرت میں بھی ہمارا بیڑا پار لگایئے۔

یا اللہ! دنیا میں ہم کو اسلام اور ایمان کی زندگی نصیب فرمایئے۔ اور آخرت میں صالحین کے ساتھ ہمارا حشر فرمایئے۔

یا اللہ! آپ نے ہم کو جو ظاہری و باطنی نعمتیں عطا فرمائی ہیں ان کو مرتے دم تک برقرار رکھئے اور ان میں اپنی رحمت سے اضافہ فرمایئے۔ اور ان پر شکر کی توفیق مرحمت فرمایئے۔

یا فاطر السمٰوٰت والارض. انت و لینا فی الدنیا والآخرۃ توفنا مسلماً و الحقنا بالصلحین . آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ وَهُمْ

(اے نبیؐ) یہ قصہ غیب کی خبروں میں سے ہے ہم وحی کے ذریعہ سے آپ کو یہ قصہ بتلاتے ہیں اور آپ اُن کے پاس اُس وقت موجود نہ تھے جبکہ اُنہوں نے اپنا ارادہ پختہ کرلیا تھا اور وہ

يَمْكُرُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ

تدبیریں کر رہے تھے۔اور اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے گو آپ کا کیسا ہی جی چاہتا ہو۔اور آپ اُن سے اس پر کچھ معاوضہ تو نہیں چاہتے۔

اَجْرٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۴﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ

یہ (قرآن) تو صرف تمام جہان والوں کیلئے نصیحت ہے۔اور بہت سی نشانیاں ہیں آسمان میں اور زمین میں جن پر اُن کا گذر ہوتا رہتا ہے

عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ﴿۱۰۶﴾ اَفَاَمِنُوْٓا

اور وہ اُن کی طرف توجہ نہیں کرتے۔اور اکثر لوگ جو خدا کو مانتے بھی ہیں تو اس طرح کہ شرک بھی کرتے جاتے ہیں۔سو کیا پھر بھی اس بات سے مطمئن ہوئے بیٹھے ہیں

اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۰۷﴾

کہ اُن پر خدا کے عذاب کی کوئی ایسی آفت آپڑے جو انکو محیط ہوجائے یا اُن پر اچانک قیامت آجاوے اور انکو خبر بھی نہ ہو۔

ذٰلِكَ یہ	مِنْ سے	اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ غیب کی خبریں	نُوْحِيْهِ ہم وہ وحی کرتے ہیں	اِلَيْكَ تمہاری طرف	وَمَا كُنْتَ اور تم نہ تھے	لَدَيْهِمْ انکے پاس	
اِذْ جب	اَجْمَعُوْٓا انہوں نے جمع کیا	اَمْرَهُمْ اپنا کام	وَهُمْ اور وہ	يَمْكُرُوْنَ چال چل رہے تھے	وَمَا اور نہیں	اَكْثَرُ النَّاسِ اکثر لوگ	
وَلَوْ اگرچہ	حَرَصْتَ تم چاہو	بِمُؤْمِنِيْنَ ایمان لانے والے	وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ اور تم نہیں مانگتے ان سے	عَلَيْهِ اس پر	مِنْ اَجْرٍ کوئی اجر		
اِنْ هُوَ یہ نہیں	اِلَّا مگر	ذِكْرٌ نصیحت	لِلْعٰلَمِيْنَ سارے جہانوں کیلئے	وَ اور	كَاَيِّنْ کتنی ہی	مِنْ اٰيَةٍ نشانیاں	فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں
وَالْاَرْضِ اور زمین	يَمُرُّوْنَ وہ گزرتے ہیں	عَلَيْهَا ان پر	وَهُمْ لیکن وہ	عَنْهَا اس سے	مُعْرِضُوْنَ منہ پھیرنے والے	وَمَا يُؤْمِنُ اور ایمان نہیں لاتے	
اَكْثَرُهُمْ ان میں اکثر	بِاللّٰهِ اللہ پر	اِلَّا مگر	وَهُمْ اور وہ	مُشْرِكُوْنَ مشرک (جمع)	اَفَاَمِنُوْٓا پس کیا وہ بے خوف ہوگئے	اَنْ تَاْتِيَهُمْ کہ ان پر آئے	
غَاشِيَةٌ چھا جانیوالی (آفت)	مِنْ سے	عَذَابِ اللّٰهِ اللہ کا عذاب	اَوْ یا	تَاْتِيَهُمُ ان پر آ جائے	السَّاعَةُ گھڑی (قیامت)	بَغْتَةً اچانک	
وَهُمْ اور وہ	لَا يَشْعُرُوْنَ انہیں خبر نہ ہو						

یہ واقعہ قرآن کریم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی دلیل ہے

قصہ یوسف علیہ السلام کے خاتمہ پر اب ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے بتلایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس سرگذشت میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے یہ سرتاسر غیب کی باتیں ہیں۔حضرت یوسف علیہ السلام کی زندگی کے یہ سارے واقعات آپ کو معلوم نہ تھے۔اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ انہیں ظاہر کیا۔برادران یوسف جب ان کے باپ سے جدا کرنے اور کنوئیں میں ڈالنے کی تدبیریں اور مشورہ کر رہے تھے تو آپ ان کے پاس موجود نہ تھے کہ ان کی باتیں سنتے اور حالات کا معائنہ کرتے۔پھر ایسے صحیح واقعات بجز وحی الٰہی کے آپ کو کس نے بتائے۔

سینکڑوں برس پہلے کا واقعہ ہے اور عرب میں عام طور پر لوگ اس سے واقف نہ تھے۔ پھر آپ رسمی طور پر لکھے پڑھے بھی نہ تھے۔ نہ کسی ظاہری معلم نہ استاد سے پڑھنے پڑھانے کی نوبت آئی۔ نہ ان حقائق کی اتنی تفصیل گذشتہ کتابوں میں ہے۔ ایسی صورت میں یہ تفصیلی واقعات سوائے خدائے ذوالجلال کے کس نے معلوم کرائے گویا یہ بات قرآن کی حقانیت اور آپ کی صداقت کی واضح دلیل ہے مگر اس کے باوجود اکثر لوگ تصدیق نہ کریں گے۔ باوجودیکہ آپ کی صداقت پر ایسے واضح دلائل موجود ہیں پھر بھی جو ایمان لانے والے نہیں وہ کسی طرح ایمان لانے والے نہیں۔

منکرین کے ایمان نہ لانے سے آپ کا کوئی نقصان نہیں ہوا

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی فرمائی جاتی ہے کہ جو آپ کو نہیں مانتے نہ مانیں۔ آپ کا کیا نقصان ہے۔ کچھ تبلیغ کا معاوضہ یا تنخواہ تو آپ ان سے چاہتے نہیں کہ وہ بند کر لیں گے۔ نصیحت اور فہمائش تھی سو وہ ہوگئی اور ہو رہی ہے آپ ہدایت و رہنمائی کا کوئی معاوضہ تو ان سے طلب نہیں کرتے۔ نہ عزت نہ حکومت نہ مال نہ کوئی اور ذاتی فائدہ جو کچھ آپ کہتے ہیں انہی کے فائدہ کے لئے کہتے ہیں۔ عذاب الٰہی سے بچانے کے لئے یہ قرآن نازل کیا گیا ہے اس میں تمام دنیا کی ہدایت کے لئے قوانین نصیحت موجود ہیں۔ تو چاہیے تو یہ تھا کہ وہ راہ راست پر آتے۔ نصیحت حاصل کرتے۔ عبرت پکڑتے اور نجات حاصل کرتے مگر انتہائی حماقت ہے کہ ایسی صورت میں بھی آپ کی نصیحت و تعلیم کی یہ لوگ یعنی مشرکین مکہ قدر نہیں کرتے۔ اگر آپ یہ چاہیں کہ منکرین حق آپ کی سچائی کی یہ واضح دلیل دیکھ کر ایمان لے آئیں تو جو ماننے والے نہیں وہ کبھی نہیں مانیں گے۔

مشرکین و منکرین کو تنبیہ

یہاں بظاہر ان آیات میں خطاب تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے مگر تنبیہ مقصود ہے مشرکین مکہ کی جنہوں نے نبوت کی آزمائش اور امتحان کے لئے یہ مطالبہ کیا تھا کہ اگر تم نبی ہو تو بتاؤ بنی اسرائیل کے مصر جانے کا کیا واقعہ ہے۔ اس کے جواب میں ان کو وہیں اسی وقت پورا قصہ سنا دیا گیا مگر یہ اپنا منہ مانگا ثبوت مل جانے پر بھی مان کر نہیں دیتے تو کتنی بڑی ہٹ دھرمی ہے۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ جیسے یہ لوگ منکر نبوت ہیں اسی طرح باوجود دلائل کے منکر توحید بھی ہیں۔ قدرت کی بہت سی نشانیاں' وحدانیت کی بہت سی گواہیاں دن رات ان منکرین کے سامنے ہیں۔ آسمان کے ہر ستارے سے' سمندر کے ہر قطرے سے' زمین کے ہر ذرہ سے۔ پہاڑوں کے پتھر سے' درختوں کے ہر پتہ سے اللہ کی ربوبیت والوہیت ٹپک رہی ہے اور توحید کے دلائل موجود ہیں مگر یہ منکرین غفلت کی حالت میں ہر چیز کی طرف سے گزر جاتے ہیں اور قدرت کی خاموش آواز کو کان دھر کر نہیں سنتے اور توحید الٰہی میں غور و فکر نہیں کرتے۔ کیا یہ اتنا وسیع آسمان کیا یہ اس قدر پھیلی ہوئی زمین کیا یہ روشن ستارے۔ یہ گردش والا چاند و سورج' یہ درخت' یہ پہاڑ' یہ کھیتیاں اور سبزیاں' یہ تلاطم برپا کرنے والے سمندر اور یہ ہمہ وقت چلنے والی ہوائیں یہ مختلف قسم کے رنگا رنگ کے میوے۔ یہ الگ الگ غلہ و اناج۔ کیا قدرت کی یہ بے شمار نشانیاں ایک عقلمند کے اس قدر بھی کام نہیں آسکتیں۔ کہ وہ ان سے اپنے خدا کی ذات کو پہچان لے اور اس کی صفات و قدرت کا قائل ہو جائے۔

گویا ایک مختصر سے جملہ سے منکرین کو ان کی غفلت پر متنبہ کیا جا رہا ہے کہ زمین اور آسمان کی ہر چیز بجائے خود محض ایک چیز ہی نہیں ہے بلکہ ایک نشانی بھی ہے جو حقیقت کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ جو لوگ ان چیزوں کو محض چیز ہونے کی حیثیت سے دیکھتے ہیں وہ انسانوں کا سا دیکھنا نہیں بلکہ جانوروں کا سا دیکھنا دیکھتے ہیں۔ درخت کو درخت پہاڑ کو پہاڑ پانی کو پانی تو جانور بھی دیکھتا ہے اور اپنی اپنی ضرورت کے لحاظ سے ہر جانور ان چیزوں کا مصرف بھی جانتا ہے مگر جس مقصد کے لئے انسان کو حواس کے ساتھ سوچنے والا دماغ بھی دیا گیا ہے وہ صرف اسی حد تک نہیں ہے کہ آدمی ان چیزوں کو

دیکھے اوران کا مصرف اور استعمال معلوم کرے بلکہ اصل مقصد یہ ہے کہ آدمی حقیقت کی جستجو کرے اوران نشانیوں کے ذریعہ سے اپنے معبود حقیقی کا سراغ لگائے اوراس کی معرفت حاصل کرے۔

توحید کے بعض دعویدار مشرک ہیں

آگے بتلایا جاتا ہے کہ اکثر لوگ جو خدا کو مانتے بھی ہیں تو اس طرح کے شرک بھی کرتے جاتے ہیں۔ پس بدون توحید کے خدا کا ماننا مثل نہ ماننے کے ہے۔ مشرکین عرب سے پوچھا جاتا کہ تم کو کس نے پیدا کیا ہے۔ اور آسمان و زمین کا خالق کون ہے؟ تو جواب دیتے ہیں کہ سب کا خالق اللہ ہے لیکن پھر بھی اس کے سوا دوسروں کو اس کے ساتھ اس کا شریک ٹھہرانے اور صفات الٰہیہ کا وجود غیر اللہ میں بھی مانتے اور اسی لئے بت پرستی کرتے بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ آیت کا اشارہ قریش مکہ کے حق میں ہوا تھا مگر اکثر مفسرین کا یہ خیال ہے کہ آیت کا مورد کوئی خاص نہیں اور خاص ہو بھی تب بھی حکم عام ہے۔ اس طرح خواہ وہ مشرکین عرب ہوں جو بت پرستی کرتے تھے یا صابئی ہوں جو ستارہ پرست تھے۔ یا مجوسی ہوں جو آتش پرست تھے یا یہودی ہوں جو حضرت عزیر کو ابن اللہ یقین کرتے تھے۔ یا عیسائی ہوں جو حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا جانتے تھے۔ سب اس آیت کے ذیل میں داخل ہیں یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے قیامت تک جو شخص بھی صفات الٰہیہ کا وجود کسی غیر میں ثابت کرے اور تصرفات خداوندی کا مالک دوسروں کو جانے۔ ایسا شرک آمیز ایمان کسی طور پر قابل قبول نہیں۔ اور نہ لائق اعتبار ہے۔ پس یہ لوگ اللہ کے ساتھ بھی کفر کرتے ہیں اور نبوت کے ساتھ بھی کفر کرتے ہیں۔

مشرکین کے لئے وعید

آگے وعید اور ترہیب کے طور پر فرمایا کہ کیا ان مشرکوں کو اس بات کا خوف نہیں کہ دنیا ہی میں اللہ کی طرف سے کوئی عذاب آ سکتا ہے جس کو ان کے باطل معبود دفع نہیں کر سکتے۔ یا موت کا وقت آ جائے اور ان کو اس کی کسی علامت کا پیشتر سے احساس بھی نہ ہو اس وقت یہ کیا کر سکتے ہیں اور کس طرح عذاب الٰہی سے بچ سکتے ہیں مطلب یہ ہے کہ ان مشرکین کو ڈرنا اور کفر کو چھوڑ دینا چاہیے۔

خلاصۂ آیات

یہاں اس بات کا صاف اعلان کیا گیا ہے کہ قرآن پاک کل دنیا کی ہدایت کے لئے بھیجا گیا ہے۔ کسی قوم اور کسی ملک کی تخصیص نہیں۔ اسی سے یہ بھی ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تمام عالم کے لئے ہے خواہ وہ عربی ہوں یا عجمی۔ نیز ان آیات میں قدرت پر گہری نظر ڈالنے اور ان سے معرفت الٰہی حاصل کرنے کی لطیف تعلیم دی گئی ہے اور شرک آمیز ایمان کے ناقابل اعتبار ہونے کی صراحت فرمائی گئی ہے۔ اس لئے مسلمانوں پر لازم ہے کہ اگر کسی فعل یا عقیدہ میں شرک کی بو بھی آتی ہو تو اس سے گریز کریں تا کہ کہیں ان کی توحید شرک آمیز نہ ہو جائے اور پھر تمام کیا کرایا برباد ہو جائے۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ نے جب ہمیں اپنے فضل و کرم سے اسلام اور ایمان کی دولت عطا فرمائی ہے تو اس پر ہم کو استقامت نصیب فرمائیں۔ اور توحید حقیقی جو ہر طرح کے شرک سے بالکل پاک ہو ہم کو نصیب فرمائیں اور اس دنیا میں بھی اپنے عذاب سے محفوظ فرماویں۔ اور آخرت میں بھی مامون فرماویں یا اللہ! ہم کو دنیا میں ہر شے سے آپ کی معرفت نصیب ہو اور آپ کے ذکر و فکر کی توفیق دائمی نصیب ہو۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ

آپ فرما دیجئے کہ یہ میرا طریق ہے میں خدا کی طرف اس طور پر بلاتا ہوں کہ میں دلیل پر قائم ہوں میں بھی اور میرے ساتھ والے بھی اور اللہ (شرک سے) پاک ہے

وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ

اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں۔ اور ہم نے آپ سے پہلے مختلف بستی والوں میں سے جتنے (رسول) بھیجے سب آدمی ہی تھے جن کے پاس ہم وحی بھیجتے تھے۔

مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ۭ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ

تو کیا یہ لوگ ملک میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھ لیتے کہ ان لوگوں کا کیسا انجام ہوا جو ان سے پہلے (کافر) ہو گزرے ہیں اور البتہ عالم آخرت ان لوگوں کیلئے نہایت

وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ حَتّٰٓي اِذَا اسْتَيْــــَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا

بہبودی کی چیز ہے جو احتیاط رکھتے ہیں سو کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے۔ یہاں تک کہ جب پیغمبر مایوس ہو گئے۔ اور ان پیغمبروں کو گمان غالب ہو گیا۔

اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَاۗءَهُمْ نَصْرُنَا ۙ فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَاۗءُ ۭ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ

کہ ہمارے فہم نے غلطی کی اُن کو ہماری مدد پہنچی پھر ہم نے جس کو چاہا وہ بچا لیا گیا اور ہمارا عذاب مجرم لوگوں سے نہیں ہٹتا۔

الْمُجْرِمِيْنَ ۝ لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ۭ مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى

ان (انبیاء وامم سابقین) کے سابقہ قصہ میں سمجھ دار لوگوں کیلئے عبرت ہے یہ قرآن (جس میں یہ قصے ہیں) کوئی تراشی ہوئی بات تو ہے نہیں

وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝

بلکہ اس سے پہلے جو کتابیں ہو چکی ہیں یہ اُن کی تصدیق کرنے والا ہے اور ہر (ضروری) بات کی تفصیل کرنے والا ہے اور ایمان والوں کیلئے ذریعۂ ہدایت اور رحمت ہے۔

قُلْ آپ کہہ دیں	هٰذِهٖ یہ	سَبِيْلِيْ میرا راستہ	اَدْعُوْٓا میں بتلاتا ہوں	اِلَى اللّٰهِ اللہ کی طرف	عَلٰي بَصِيْرَةٍ دانائی پر (سمجھ بوجھ کے مطابق)	اَنَا میں
وَمَنِ اور جو جس	اتَّبَعَنِيْ میری پیروی کی	وَ اور	سُبْحٰنَ اللّٰهِ اللہ پاک ہے	وَمَآ اَنَا اور میں نہیں	مِنَ سے	الْمُشْرِكِيْنَ مشرک جمع	وَ اور
مَآ اَرْسَلْنَا ہم نے نہیں بھیجا	مِنْ قَبْلِكَ تم سے پہلے	اِلَّا مگر-صرف	رِجَالًا مرد	نُّوْحِيْٓ ہم وحی بھیجتے تھے	اِلَيْهِمْ ان کی طرف	مِنْ سے
اَهْلِ الْقُرٰى بستیوں والے	فَلَمْ يَسِيْرُوْا پس انہوں نے سیر نہیں کی	فِي الْاَرْضِ زمین (ملک) میں	فَيَنْظُرُوْا پس وہ دیکھتے	كَيْفَ کیسا-کیا	كَانَ ہوا	
عَاقِبَةُ انجام	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے پہلے	وَ اور	لَدَارُ الْاٰخِرَةِ البتہ آخرت کا گھر	خَيْرٌ بہتر	لِّلَّذِيْنَ ان کیلئے جو
اتَّقَوْا انہوں نے پرہیز کیا	اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ پس کیا تم سمجھتے نہیں	حَتّٰٓي یہاں تک	اِذَا جب	اسْتَيْــــَٔسَ مایوس ہونے لگے	الرُّسُلُ رسول (جمع)	
وَظَنُّوْٓا اور انہوں نے گمان کیا	اَنَّهُمْ کہ وہ	قَدْ كُذِبُوْا ان سے جھوٹ کہا گیا	جَاۗءَهُمْ اُن کے پاس آئی	نَصْرُنَا ہماری مدد	فَنُجِّيَ پس بچا دیئے گئے	
مَنْ جنہیں	نَّشَاۗءُ ہم نے چاہا	وَ اور	لَا يُرَدُّ نہیں پھیرا جاتا	بَاْسُنَا ہمارا عذاب	عَنِ سے	الْقَوْمِ قوم	الْمُجْرِمِيْنَ مجرم (جمع)	لَقَدْ البتہ	كَانَ ہے
فِيْ میں	قَصَصِهِمْ ان کے قصے	عِبْرَةٌ عبرت نصیحت	لِّاُولِي الْاَلْبَابِ عقلمندوں کے لئے	مَا كَانَ نہیں ہے	حَدِيْثًا بات	يُّفْتَرٰى بنائی ہوئی

وَلٰكِنْ اور لیکن	تَصْدِيْقَ تصدیق	الَّذِيْ وہ جو	بَيْنَ يَدَيْهِ اس سے (اپنے سے) پہلی	وَتَفْصِيْلَ اور تفصیل (بیان)	كُلِّ ہر	شَيْءٍ بات
وَهُدًى اور ہدایت	وَرَحْمَةً اور رحمت	لِقَوْمٍ لوگوں کے لئے	يُؤْمِنُوْنَ جو ایمان لاتے ہیں			

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی وضاحت

یہ سورۂ یوسف مکیہ کی خاتمہ کی آیات ہیں۔اب واضح الفاظ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغ کا حکم دیا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ صاف طور پر کہہ دیجئے کہ خالص توحید کا اقرار اور شرک سے بیزاری یہی میری راہ زندگی ہے۔یہی میری سنت اور یہی میرا طریق ہے۔اللہ کی ذات وصفات پر ایمان لانے کی ہی میں دعوت دیتا ہوں اور میں بھی اسی عقیدہ وعمل پر قائم ہوں یعنی میں تمام دنیا کو دعوت دیتا ہوں کہ سب خیالات واوہام کو چھوڑ کر ایک خدائے وحدہٗ لاشریک کی طرف آ ئیں۔اس کی توحید' اس کی صفات وکمالات اور اس کے احکام وغیرہ کی صحیح معرفت صحیح راستہ سے حاصل کریں۔میں اور میرے پیروکار ساتھی اسی سیدھے راستہ پر حجت و برہان اور بصیرت ووجدان کی روشنی میں چل رہے ہیں۔ہماری یہ راہ زندگی اور دعوت توحید ایمان بلا سوچے سمجھے اندھا دھند نہیں بلکہ خوب سوچ کر دلائل و براہین کی روشنی میں ہم نے اس کو اختیار کیا اور دانش وبصیرت کے ساتھ ہی دوسروں کو اس راہ پر چلنے کو بلاتے ہیں۔ہم اللہ تعالیٰ کو تمام عیوب ونقائص سے پاک اور ہر قسم کے شرک سے مبرا جانتے ہیں اور کسی طرح ہم مشرکوں کے گروہ میں سے ہونا پسند نہیں کرتے۔

کافروں کے ایک شبہ کا جواب

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر کافروں کو شبہ تھا اور کہتے تھے کہ اللہ کا پیغمبر کوئی انسان ہو یہ کسی طرح ہو نہیں سکتا۔خدا کا پیغام آدمی کے پاس کس طرح آ سکتا ہے۔آدمی آدمی ہے اور خدا خدا ہے۔کفار کے اس شبہ کا جواب حق تعالیٰ کی طرف سے دیا جاتا ہے کہ اس سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ نے آدمیوں ہی کو پیغمبر بنایا تھا پہلے بھی آسمان کے فرشتوں کو نبی بنا کر نہیں بھیجا گیا۔انبیائے سابقین انہی انسانی بستیوں کے رہنے والے مرد تھے۔جن کے پاس اللہ تعالیٰ وحی بھیجتے چلے آئے ہیں اور وہ آدمی بھی انہیں بستیوں کے رہنے والے تھے۔کسی اجنبی نوع کے افراد نہ تھے۔نہ انسانیت عامہ سے کوئی جداگانہ شکل رکھتے تھے۔پھر ان کے موافق بھی ہوئے اور مخالف بھی۔کچھ لوگوں نے ان کی ہدایت کے موافق عمل کیا۔شرک ومعاصی کو ترک کیا اور ممنوعات سے گریز کیا۔کچھ لوگوں نے سرکشی کی پھر نافرمانوں کا کیا انجام ہوا؟ اس کو ذرا چل کر یعنی شام' عراق' فلسطین وغیرہ میں دیکھو انبیاء کے جھٹلانے والوں کا کیا نتیجہ ہوا؟ حالانکہ دنیا میں کافروں کو بھی بسا اوقات عیش نصیب ہو جاتا ہے لیکن آخرت کی بہتری تو خالص انہی کے لئے ہے جو شرک وکفر سے پرہیز کرتے ہیں۔گویا یہ تنبیہ ہے کفار مکہ کو کہ اگلوں کے احوال سے عبرت حاصل کریں۔اور اس بات کو سمجھو کہ آخرت کی بھلائی اور نیکی انہیں کے لئے ہے جو شرک اور کفر سے پرہیز کرتے ہیں اور توحید اختیار کرتے ہیں۔تو جو لوگ ہدایت انبیاء پر چلے اور ایمان کیساتھ تقویٰ اختیار کیا ان کو تو دنیوی اور اخروی فلاح حاصل ہوئی۔

کافروں کا انجام

اور جو سرکش ایمان نہ لائے اور فوری عذاب بھی ان پر نازل نہیں ہوا اور وہ برابر کفر پر جمے رہے ان کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ ان کی یہ حالت ہوئی کہ انبیا نے انتہائی تبلیغ کی۔خدا کے احکام پہنچائے۔نافرمانی اور فرمانبرداری کے نتائج دکھائے۔مگر سرکش طبقہ سرکشی سے باز نہ آیا اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ پیغمبروں کو ان کے ایمان کی طرف سے ناامیدی ہوگئی اور پیغمبروں نے یقین کرلیا

کہ اب یہ ہماری رسالت کی تصدیق نہ کریں گے اس وقت اللہ تعالیٰ کی مدداور غضب کا دریا جوش میں آیا۔غیب سے انبیاء کی مدد کی گئی ۔جن لوگوں کو بچانا مقصود تھا ان کو بچالیا گیا اور باقی گروہ کو غضب کے عذاب میں مبتلا کیا گیا۔

قرآن میں مذکورہ واقعات کا مقصد

خاتمہ پر آخری آیت میں بتلایا گیا کہ نبیوں کے واقعات' ایمان والوں کی نجات' کافروں کی ہلاکت کے قصے جو قرآن پاک میں بیان کئے گئے ہیں یہ عقلمندوں کے لئے بڑی عبرت و نصیحت والے ہیں اور اس سے عقلمندوں کو سبق لینا چاہئے کہ کفرو بداعمالی کا نتیجہ برا اور ایمان وعمل صالح کا انجام اچھا ہے اور یہ قرآن جس میں یہ قصے ہیں کوئی تراشی ہوئی اور بناوٹی بات تو ہے نہیں۔ بلکہ تمام پہلی سچائیوں کی تصدیق کرنے والا اور ہر ضروری چیز کو کھول کر بیان کرنے والا ہے۔جن قواعد وضوابط کی زندگی میں ضرورت پڑتی ہے سب کو قرآن نے بیان کیا ہے اور حق و باطل' خیر وشر کا امتیاز کر دیا۔سیدھا راستہ بتادیا اور کجراہی سے بچنے کا حکم دیا۔مفید اور مضر میں فرق کر دیا۔اب جو لوگ اس کو سچا مان کر اس کے اصول پر چلیں گے ان کے لئے قرآن رحمت مجسم ہے۔ان کے ظاہری و باطنی اخلاق کا تزکیہ ہو جائے گا کا[illegible]بی و کامرانی کی راہیں ان کے سامنے کھل جائیں گی اور دین و دنیا کی فلاح ان کو حاصل ہوگی۔گویا چار خصوصی اوصاف قرآن پاک کے یہاں بیان کئے گئے ہیں ایک گذشتہ آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے اور یہ اس کے آسمانی کتاب ہونے کی دلیل ہے۔دوسرے قرآن کے اندر اصلاح عقائد کے اصول اور عملی زندگی کو شائستہ بنانے کے کل قوانین وقواعد صاف صاف موجود ہیں۔تیسرے قرآن لوگوں کو ہدایت کی تعلیم دیتا ہے' سچائی کی تلقین کرتا ہے اور نیک بننے کی ترغیب دیتا ہے۔چوتھے جو لوگ اس کو سچا جانتے ہیں اور اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں ان کی دونوں جہان کی زندگیاں سدھر جاتی ہیں۔قرآن ان کے لئے رحمت مجسم ہے۔

دعا کیجئے

یا اللہ! آپ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ آپ نے اپنی رحمت سے ہم کو قرآن جیسی کتاب سے نوازا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اشرف الانبیاء والمرسلین کا امتی ہونا نصیب فرمایا۔ یا اللہ ہم کو ان نعمتوں کے حقوق کی ادائیگی کی توفیق عطا فرما۔اور اپنی کتاب کی سچی عظمت اور محبت عطا فرما اور ظاہر میں اور باطن میں قرآن پاک کا اتباع نصیب فرما۔ اور دین و دنیا میں اس کو ہمارے لئے باعث رحمت وہدایت بنا۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ الرَّعْدِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثٌ وَّاَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

الٓمّٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ ؕ وَالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا

الرا۔ یہ آیتیں ہیں ایک بڑی کتاب (یعنی قرآن) کی اور جو کچھ آپ پر آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا جاتا ہے یہ بالکل سچ ہے اور لیکن بہت سے آدمی ایمان نہیں لاتے۔

يُؤْمِنُوْنَ ① اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ

اللہ ایسا (قادر) ہے کہ اُس نے آسمانوں کو بدون ستون کے اُونچا کھڑا کر دیا چنانچہ تم آسمانوں کو دیکھ رہے ہو پھر عرش پر قائم ہوا

وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ

اور آفتاب و ماہتاب کو کام میں لگا دیا۔ ہر ایک ایک وقتِ معین پر چلتا رہتا ہے وہی (اللہ) ہر کام کی تدبیر کرتا ہے (اور) دلائل کو صاف صاف بیان کرتا ہے

لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ②

تاکہ تم اپنے رب کے پاس جانے کا یقین کرلو۔

الٓمّٓرٰ الف لام میم را	تِلْكَ یہ	اٰیٰتُ آیتیں	الْكِتٰبِ کتاب	وَالَّذِیْٓ اور وہ جو کہ	اُنْزِلَ اُتارا گیا	اِلَیْكَ تمہاری طرف	مِنْ رَّبِّكَ تمہارے رب کی طرف سے
الْحَقُّ حق	وَلٰكِنَّ اور لیکن (مگر)	اَكْثَرَ النَّاسِ اکثر لوگ	لَا یُؤْمِنُوْنَ ایمان نہیں لاتے	اَللّٰهُ اللہ	الَّذِیْ وہ جس نے	رَفَعَ بلند کیا	
السَّمٰوٰتِ آسمان (جمع)	بِغَیْرِ عَمَدٍ کسی ستون کے بغیر	تَرَوْنَهَا تم اسے دیکھتے ہو	ثُمَّ پھر	اسْتَوٰی قرار پکڑا	عَلَی الْعَرْشِ عرش پر		
وَسَخَّرَ اور کام پر لگایا	الشَّمْسَ سورج	وَالْقَمَرَ اور چاند	كُلٌّ ہر ایک	یَّجْرِیْ چلتا ہے	لِاَجَلٍ ایک مدت	مُّسَمًّى مقررہ	یُدَبِّرُ تدبیر کرتا ہے
الْاَمْرَ کام	یُفَصِّلُ وہ بیان کرتا ہے	الْاٰیٰتِ نشانیاں	لَعَلَّكُمْ تاکہ	تم بِلِقَآءِ ملنے کا	رَبِّكُمْ اپنا رب	تُوْقِنُوْنَ تم یقین کرلو	

سورۂ رعد کا زمانۂ نزول، وجہ تسمیہ وغیرہ

اس سورت کے دوسرے رکوع کی ایک آیت میں رعد کا لفظ آیا ہے جس کے معنی ہیں بادل کی گرج۔ علامت کے طور پر یہی سورۃ کا نام ہوگیا۔ یہ سورۃ بھی مکی ہے اور قیام مکہ کے آخری دور کی سورتوں میں سے ہے۔ ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن مجید کی تیرھویں سورت ہے لیکن بحساب نزول اس کا شمار ۹۰ لکھا ہے۔

اس میں چھ رکوع ۴۳ آیات ۸۶۳ کلمات اور ۳۶۱۴ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔

سورۂ رعد کا موضوع

تمام مکی سورتوں کی طرح اس میں بھی اسلام کے بنیادی عقائد یعنی توحید، رسالت، وحی، آخرت، جزا و سزا وغیرہ کا بیان ہے۔ اس سورۃ کا مدعا پہلی ہی آیت میں پیش کر دیا گیا ہے۔ یعنی یہ کہ جو کچھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیش کر رہے ہیں وہ سب حق ہے جس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ مگر یہ اکثر لوگوں کی غلطی اور ہٹ دھرمی ہے کہ اسے قبول نہیں کرتے اور غور و فکر نہ کرنے کی وجہ سے ایمان نہیں لاتے۔ اس سورت میں اس طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ یہ قرآن سراسر سچی اور اصلی باتوں پر منحصر ہے اور سراسر حقیقت کا اظہار ہے۔ یہ انسان کے پاس اس کے پیدا کرنے والے اور پالنے والے احکم الحاکمین کا پیغام لے کر آیا ہے۔ اللہ عزوجل نے اپنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کتاب دے کر تمام انسانوں کی

ہدایت کے لئے بھیجا ہے اس لئے بتایا گیا ہے کہ اس کی سچائی میں شبہ مت کرو۔ یہ کتاب بتاتی ہے کہ عالم کی تمام چیزوں کا بنانے والا اور پیدا کرنے والا ایک اللہ عزوجل ہے۔ لیکن جائے تعجب ہے کہ اکثر لوگ ایسی جامع اور کامل کتاب کو بھی نہیں مانتے اور جو اس کتاب کو نہیں مانتا آخر وہ پھر کس کتاب کو مانے گا۔ اس سلسلہ میں بار بار مختلف طریقوں سے توحید و رسالت کی حقانیت ثابت کی گئی ہے اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کے لئے کہا گیا کہ لوگوں کو چاہئے کہ اس کتاب پر ایمان لائیں۔ درمیان میں جابجا مخالفین اور منکرین نبوت کے شبہات و اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں۔ اور ان کے شبہات کو رفع کیا گیا ہے۔ خلاصہ یہ کہ اس سورۃ میں اللہ کی وحدانیت اور اس کی صفات کی تشریح کی گئی ہے اور پھر انسان کے لئے اللہ و رسول' قرآن' ملائکہ' آخرت' جنت' دوزخ پر ایمان لانا اس کی نجات کے لئے ضروری قرار دیا گیا ہے۔

الٓمّٓرٰ کی وضاحت

سورۃ کی ابتداء حروف مقطعات الٓمّٓرٰ سے کی گئی ہے۔ حروف مقطعات کی تشریح ابتدائے سورۂ بقرہ اور گذشتہ سورتوں کے بیان میں ہو چکی ہے۔ جس کا خلاصہ یہی ہے کہ ان حروف کے اندر جو حقائق پوشیدہ ہیں ان کا واقعی علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ یا اللہ! تعالیٰ کے بتلانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا۔ عام امت کو اس کے معنی کا علم نہیں دیا گیا اور عام امت کو اس کی تحقیق میں پڑنا مناسب بھی نہیں۔ جس جس سورۃ کے اول میں ایسی یہ حروف مقطعات آئے ہیں وہاں عموماً یہی بیان ہوتا ہے کہ قرآن کلام خدا ہے اس میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ چنانچہ یہاں بھی ان حروف کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے بتلایا جاتا ہے کہ جو کچھ اس سورۃ میں پڑھا جانے والا ہے وہ عظیم الشان کتاب کی آیتیں ہیں۔ یہ کتاب جو آپ پر پروردگار کی طرف سے اتاری گئی ہے یقیناً حق و صواب ہے لیکن جائے تعجب ہے کہ ایسی صاف اور واضح حقیقت کے ماننے سے بھی بہت لوگ انکار کرتے ہیں مشرکین مکہ اور عام کفار کا خیال تھا کہ قرآن کلام الٰہی نہیں۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نعوذ باللہ اپنے دل و دماغ سے تراشیدہ اور گھڑا ہوا ہے۔ اس خیال کو قرآن پاک میں جابجا حق تعالیٰ نے رد فرمایا ہے یہاں بھی اسی کا ازالہ کیا گیا ہے۔

قرآن کی حقانیت اور اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی تفہیم

اور سورۃ کی ابتداء ہی اس اعلان کے ساتھ ہوتی ہے کہ قرآن الہامی کتاب ہے اللہ کی جانب سے نازل ہوئی ہے اور امر حق ہے۔ اس طرح حقیقت قرآن واضح فرما دینے کے بعد اللہ تعالیٰ کی ہستی۔ اس کی وحدانیت' کمال قدرت اور عظمت و سلطنت اور آخرت کی زندگی پر ان اور اگلی آیات میں استدلال کیا جا رہا ہے اور یہ حقیقت واضح کی گئی ہے کہ آسمان و زمین کی ہر چیز کسی ایسی ہستی کی موجودگی کی شہادت دے رہی ہے۔ جس نے جو کچھ بنایا ہے عجیب مصلحتوں اور حکمتوں کے ساتھ بنایا ہے اور یہاں کا ذرہ ذرہ اس کی تدبیر اور انتظام سے چل رہا ہے اور جس نے ایسی عظیم الشان مخلوق کو پیدا کیا ہے اسے انسان کو دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے۔

تخلیق ارض وسماء سے قدرت الٰہی پر استدلال

چنانچہ بتایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان کو بلاستون کے بلند فرمایا یعنی اس دنیا کی ایسی عظیم الشان بلند و مضبوط چھت اللہ تعالیٰ نے بنائی جسے تم دیکھتے ہو اور لطف یہ کہ کوئی ستون یا کھمبا دکھائی نہیں دیتا جس پر اتنی بڑی ڈاٹ کھڑی کی گئی۔ بجز اس کے کیا کہا جائے کہ محض قدرت خداوندی کے سہارے اس کا قیام ہے۔ قرآن پاک میں ایک دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے آسمان کا تھامنا اپنی ذات کی طرف منسوب فرمایا ہے جس سے صاف معلوم ہوا کہ آسمان بلا کسی روک تھام کے محض اللہ کی قدرت سے رکا ہوا ہے۔ اسی طرح سے زمین بلاستون خالص خدا کی قدرت سے قائم ہے۔

اللہ تعالیٰ کی عرش پر جلوہ افروزی

پھر بتایا گیا کہ عرش پر جو مشابہ ہے تخت سلطنت کے اللہ تعالیٰ اس طرح قائم اور جلوہ فرما ہوا جو اس کی شان کے لائق ہے یہ جملہ

یعنی ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ قرآن پاک میں حسب موقع سات جگہ آیا ہے (۱) سورۂ اعراف میں (۲) سورۂ یونس میں (۳) آیات زیر تفسیر یعنی سورۂ رعد میں (۴) سورۂ طٰہٰ میں (۵) سورۂ فرقان میں (۶) سورۂ سجدہ میں (۷) سورۂ حدید میں۔ اس جملہ کی ضروری تشریح سورۂ اعراف آٹھویں پارہ میں کی جا چکی ہے۔

یہ جملہ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ متشابہات میں سے ہے۔ خدا تعالیٰ کا عرش عظیم پر جلوہ اور قائم فرما ہونا اس کی شان کے لائق ہے جس کی حقیقت خدا تعالیٰ کے سوا کسی کو معلوم نہیں اور عرش پر قائم ہونے کے یہ معنی نہیں کہ وہ خداوند قدوس بادشاہ کی طرح تخت پر بیٹھا ہوا ہے کیونکہ یہ تو صفت جسم ہے جو وضع اور ہیئت کے ساتھ موصوف ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے پاک اور منزہ ہے۔

بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ عرش پر قائم ہونے یا قرار پانے سے یہ مراد ہے کہ عرش سے لے کر فرش تک اور فرش سے لے کر تحت الثریٰ تک سب اسی کے قبضہ قدرت و تصرف میں ہے۔ اور یہ جملہ اللہ تعالیٰ کے تخت حکومت پر ایسی طرح قابض ہونے کو ظاہر کرتا ہے کہ اس کا کوئی حصہ اور گوشہ اس کے اقتدار سے باہر نہ رہے اور نہ قبضہ و تسلط میں کسی قسم کی مزاحمت اور گڑبڑی پائی جائے۔ سب کام اور انتظام برابر ہو۔ حق تعالیٰ کے اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ میں یہ حقیقت اور غرض و غایت بدرجۂ کمال موجود ہے یعنی آسمان و زمین پر کامل قبضہ و اقتدار اور ہر قسم کے مالکانہ و شہنشاہانہ تصرفات کا حق بے روک ٹوک اسی کو حاصل ہے۔

چاند و سورج وغیرہ سے آخرت پر استدلال

آگے فرمایا گیا کہ چاند اور سورج سب فرمان الٰہی کے تابع ہیں اور ان کی رفتار مقدار مقررہ پر ہے یعنی مقررہ رفتار سے نہ کوئی آگے ہٹتا ہے نہ پیچھے ہٹتا ہے۔ ہر ایک کی چال اور منازل کے درجات مقررہ ہیں۔ اور قیامت تک اسی چال سے چلتے رہیں گے۔ اسی طرح تمام عالم کی چیزوں کے لئے اس نے قاعدہ اور قانون مقرر کر رکھے ہیں جن کے مطابق ہر چیز اپنا اپنا کام انجام دے رہی ہے۔ اس مکمل اور حیرت انگیز نظام کی نشانیاں اللہ عزوجل نے تفصیل کے ساتھ ظاہر کر دی ہیں تا کہ ان کو دیکھ کر انسانوں کو اللہ کے پاس جانے کا یقین ہو جائے۔ یہاں جن آثار کائنات کو پیش کیا گیا ہے ان کی یہ شہادت تو بالکل ظاہر ہے کہ اس عالم کا خالق اور مدبر ایک ہی ہے لیکن یہ بات کہ موت کے بعد دوسری زندگی۔ اور عدالت الٰہی میں انسان کی حاضری اور جزا و سزا کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خبریں دی ہیں ان کے برحق ہونے پر بھی یہی آثار شہادت دیتے ہیں اور اس حقیقت پر خصوصیت کے ساتھ متنبہ کیا گیا ہے کہ اپنے رب کی ملاقات کا یقین بھی تم کو انہی نشانیوں پر غور کرنے سے حاصل ہو سکتا ہے اور وہ اس طرح کہ جب اس عظیم الشان نظام سے ہم کو یہ شہادت ملتی ہے کہ اس کا پیدا کرنے والا کمال درجہ کا حکیم ہے تو اس کی حکمت سے یہ بات بہت بعید معلوم ہوتی ہے کہ وہ انسان کو ایک ذی عقل و شعور اور صاحب اختیار و ارادہ مخلوق بنانے کے بعد اور اپنی زمین کی بے شمار چیزوں پر تصرف کی قدرت عطا کرنے کے بعد اس کے کارنامۂ زندگی کا حساب نہ لے۔ ظالموں سے بازپرس اور مظلوموں کی دادرسی نہ کرے۔ نیکو کاروں کو جزا اور بدکاروں کو سزا نہ دے اور اس انسان سے کبھی یہ پوچھے ہی نہیں کہ جو بیش قیمت امانتیں میں نے تیرے سپرد کی تھیں ان کے ساتھ تو نے کیا معاملہ کیا۔ ایک باخبر مدبر، منصف اور طاقت ور گورنمنٹ باغیوں اور مجرموں کو ہمیشہ کے لئے یونہی آزاد نہیں چھوڑے رکھتی۔ اسی طرح وفادار، امن پسند رعایا کی راحت رسانی سے چشم پوشی نہیں اختیار کرتی۔ تو پھر کیسے ممکن ہے کہ خداوند قدوس جو زمین و آسمان کے تخت کا تنہا مالک اور اپنی تدبیر و حکمت سے تمام مخلوقات کا انتظام اس خوش اسلوبی سے قائم رکھنے والا ہو وہ مطیع اور عاصی کو یونہی مہمل چھوڑ دے۔ ضرور ہے کہ ایک دن وفاداروں کو وفاداری کا صلہ ملے اور مجرم اپنی سزا کو پہنچیں۔ پھر جب اس زندگی میں مطیع اور عاصی کے درمیان ہم ایسی صاف تفریق نہیں دیکھتے تو یقیناً ماننا پڑے گا کہ اس زندگی کے بعد کوئی دوسری زندگی ہے جس میں سب کو آسمانی عدالت کے سامنے حاضر ہو کر عمر بھر کے اعمال کا پھل چکھنا ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَهُوَ الَّذِي مَدَّ الْأَرْضَ وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنْهَارًا ۖ وَمِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ جَعَلَ

اور وہ ایسا ہے کہ اُس نے زمین کو پھیلایا۔اور اس (زمین) میں پہاڑ اور نہریں پیدا کیں اور اس میں ہر قسم کے پھلوں سے دو دو قسم کے پیدا کیے

فِيهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ ۖ يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٣﴾ وَفِي الْأَرْضِ

شب (کی تاریکی) سے دن (کی روشنی) کو چھپا دیتا ہے ان امور (مذکورہ) میں سوچنے والوں کیلئے (توحید پر) دلائل (موجود) ہیں اور زمین میں

قِطَعٌ مُّتَجَاوِرَاتٌ وَجَنَّاتٌ مِّنْ أَعْنَابٍ وَزَرْعٌ وَنَخِيلٌ صِنْوَانٌ وَغَيْرُ صِنْوَانٍ يُسْقَىٰ بِمَاءٍ

پاس پاس (اور پھر) مختلف قطعے ہیں اور انگوروں کے باغ ہیں اور کھیتیاں ہیں اور کھجوریں ہیں جن میں بعضے تو ایسے ہیں کہ ایک تنہ سے اوپر جا کر دو تنے ہو جاتے ہیں اور بعضے میں دو تنے نہیں ہوتے'

وَاحِدٍ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلَىٰ بَعْضٍ فِي الْأُكُلِ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿٤﴾

سب کو ایک ہی طرح کا پانی دیا جاتا ہے۔اور ہم ایک کو دوسرے پر پھلوں میں فوقیت دیتے ہیں'ان امور میں سمجھداروں کے واسطے دلائل ہیں۔

وَهُوَ اور وہی	الَّذِيْ وہ۔جس	مَدَّ پھیلایا	الْأَرْضَ زمین	وَجَعَلَ اور بنایا	فِيْهَا اس میں	رَوَاسِيَ پہاڑ جمع	وَأَنْهٰرًا اور نہریں	وَ اور	مِنْ سے
كُلِّ ہر ایک	الثَّمَرٰتِ پھل	جَعَلَ بنایا	فِيْهَا اس میں	زَوْجَيْنِ جوڑے	اثْنَيْنِ دو دو قسم	يُغْشِي وہ ڈھانپتا ہے	الَّيْلَ رات	النَّهَارَ دن	
إِنَّ بیشک	فِيْ میں	ذٰلِكَ اس	لَاٰيٰتٍ نشانیاں	لِقَوْمٍ لوگوں کے لئے	يَتَفَكَّرُوْنَ جو غور و فکر کرتے ہیں	وَفِي اور میں	الْأَرْضِ زمین	قِطَعٌ قطعات	
مُتَجٰوِرٰتٌ پاس پاس	وَجَنّٰتٌ اور باغات	مِنْ سے۔کے	أَعْنَابٍ انگور (جمع)	وَزَرْعٌ اور کھیتیاں	وَنَخِيْلٌ اور کھجور	صِنْوَانٌ ایک جڑ سے دو شاخ والی			
وَغَيْرُ اور بغیر	صِنْوَانٍ دو شاخوں والی	يُسْقٰى سیراب کیا جاتا ہے	بِمَاءٍ پانی سے	وَاحِدٍ ایک	وَنُفَضِّلُ اور ہم فضیلت دیتے ہیں	بَعْضَهَا ان کا ایک			
عَلٰى پر	بَعْضٍ دوسرا	فِي میں	الْأُكُلِ ذائقہ	إِنَّ بیشک	فِيْ میں	ذٰلِكَ اس	لَاٰيٰتٍ نشانیاں	لِقَوْمٍ لوگوں کے لئے	يَعْقِلُوْنَ عقل سے کام لیتے ہیں

زمین کی تخلیق سے قدرت الٰہی پر استدلال

گذشتہ آیت میں توحید کا مضمون شروع ہوا تھا اور بتلایا گیا تھا کہ اونچے آسمانوں کو بغیر ستون کے پیدا کرنے والا چاند اور سورج کو مقررہ رفتار اور معین وقت تک چلانے والا۔ عالم کا انتظام کرنے والا محض اللہ تعالیٰ ہی ہے لہذا وہی لائق پرستش و الوہیت ہے۔ گذشتہ آیت میں بلند آسمانوں کا ذکر ہوا تھا اور آسمانوں کے ساتھ چاند سورج کا بیان ہوا تھا۔ اب زمین اور زمین کے مختلف احوال اور اس سے تعلق رکھنے والی مختلف چیزوں کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ گویا اللہ! عزوجل کی پہچان اور اس کی ہستی کی شہادت کی نشانیاں انسان کے گرد ہر طرف پھیلی ہوئی ہیں۔

اوپر نظر اٹھایئے تو آسمان چاند' سورج اور بے شمار ستارے زبان حال سے کہہ رہے ہیں کہ ہمارا بنانے والا بڑی قدرت و حکمت والا ہے۔ نیچے عالم دنیا پر نظر ڈالو تو اس زمینی نظام میں بہت سی نشانیاں ہیں جو اللہ کے پہچاننے کے لئے کافی ہیں۔

چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ نے کیسی وسیع زمین پھیلائی پھر اس میں جگہ جگہ اپنے اپنے مقام پر جمے ہوئے پہاڑ بنائے۔ ساتھ ہی اس میں دریا' ندی' نالے جاری کئے۔ تو گویا زمین پہاڑ اور دریاؤں کا موجود ہونا ہی اللہ کے وجود کی روشن دلیل ہے۔ پھر مزید غور کرو گے تو دیکھو گے کہ تمہارے کام کی ساری چیزیں بھی اسی زمین میں پیدا ہوتی ہیں۔ کبھی تم نے سوچا کہ انہیں کون پیدا کرتا ہے۔ انسان زیادہ سے زیادہ ہل چلا لیتا ہے بیج ڈال دیتا ہے اور کبھی

کبھی پانی بھی دے دیتا ہے۔لیکن آگے انسان بالکل بے بس ہے یہ اللہ ہی ہے کہ اس سے پھل پیدا کرتا ہے اور پھل بھی طرح طرح اور قسم قسم کے یعنی کسی کو شیریں کسی کو ترش' کوئی چھوٹا کوئی بڑا۔ پھر ہر نوع کے پھل کی دو صفتیں پیدا کیں یعنی نر و مادہ جدید سائنسی تحقیقات نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اس عالم میں کوئی پھول اور پھل ایسا نہیں جس میں دونوں صفتیں نر و مادہ نہ پائی جاتی ہوں۔ پھر دن رات کے نظام کی طرف خیال کرو اللہ نے شب و روز کا سلسلہ قائم کیا۔ دن کی روشنی کو رات کی تاریکی سے وہی چھپاتا ہے۔ اور رات کی تاریکی کو دور کر کے دن کی روشنی سے وہی اجالا کرتا ہے۔ کیا یہ آپ ہی آپ ہوتا رہتا ہے؟ نہیں ان سب انتظامات اور تصرفات کے اندر نشانیاں ہیں جنہیں وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جن میں سوچ و فکر کی عادت موجود ہے ان کا غور و فکر ان کو اس نتیجہ پر پہنچا کر رہتا ہے کہ ان سب کا بنانے والا پھر ان میں ایک دوسرے سے تعلق اور ربط پیدا کرنے والا ایک اللہ ہی ہے جس نے اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ سے یہ سلسلہ قائم کر رکھا ہے۔ پھر زمین ایک ہے لیکن اس کے ٹکڑے مختلف ہیں باوجودیکہ باہم متصل ہیں مگر خاصیت' کیفیت' مزاج اور قابلیت میں جدا جدا ہیں۔ کوئی ٹکڑا شور ہے کوئی قابل زراعت کوئی سخت کوئی نرم کوئی سیاہ کوئی سرخ ایک ٹکڑا پتھریلا ہے تو دوسرا ریتلا تیسرا چکنی مٹی کا کسی ٹکڑے کا آدھا حصہ خراب ہے آدھا اچھا غرض باوجودیکہ مادہ کی یکسانی کے خواص جدا جدا ہیں۔ ایسا کیوں ہے؟ صرف اللہ کی قدرت علم و حکمت اور اختیار و ارادہ کے سبب سے پھر زمین پر مختلف اقسام کے درخت ہیں۔ باغ ہیں طرح طرح کی کھیتیاں ہیں ایک جڑ سے دو شاخہ نکلتا ہے کبھی تنہ ایک ہوتا ہے اور اوپر چل کر دو شاخیں ہو جاتی ہیں۔ ہر شاخ کی شکل جدا پھلوں کی مقدار' نوعیت اور کیفیت میں بھی فرق۔ کوئی خوشبودار اور لذیذ ہے کوئی بدبودار اور بدمزہ باوجودیکہ غذا سب کی ایک ہے۔ ایک ہی پانی سے سیراب ہوتے ہیں۔ ایک ہی سورج سے گرمی حاصل کرتے ہیں۔ زمین بھی ایک ہی ہے پھر یہ انواع اور اقسام کے پھل پیدا ہونا اللہ کی مشیت اور قدرت کی نشانی نہیں تو کیا ہے؟ یہ سب براہین قدرت ہیں۔ دلائل ربوبیت ہیں۔ شواہد صنعت ہیں۔ آثار الوہیت ہیں۔ لیکن کوتاہ فہم' کور بصیرت اور کند ذہن رکھنے والوں کے لئے نہیں بلکہ ہوش و حواس' بصیرت و دانش رکھنے والوں کے لئے اور ان لوگوں کے لئے جو عقل سے کام لیتے ہیں۔ سوچتے ہیں سمجھتے ہیں اور غور کرتے ہیں اور مصنوعات سے صانع پر استدلال کرتے ہیں جس سے اس نتیجہ پر پہنچنا اٹل ہے کہ اللہ موجود ہے اور قادر مطلق ہے۔

انسان کی مختلف طبیعت

بعض علمائے تابعین سے منقول ہے کہ یہی مثال بنی آدم کی ہے۔ باوجودیکہ سب کی اصل ایک ہے مگر خیر و شر' ایمان و کفر میں مختلف ہیں۔ کوئی خبیث ہے اور کوئی طیب اور جس طرح پانی زمین کے مختلف قطعات میں مختلف اثر پیدا کرتا ہے اسی طرح کلام الٰہی مختلف قلوب میں مختلف اثر پیدا کرتا ہے۔ جیسا کہ خود قرآن کریم میں ارشاد ہے۔ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَاهُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَلَايَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّاخَسَارًا یعنی یہ قرآن مومنوں کے لئے شفاء اور رحمت ہے اور یہی قرآن ظالموں کو خسارہ میں بڑھاتا ہے۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ اپنی توحید و معرفت کاملہ ہم کو بھی نصیب فرمائیں اور ہم کو وہ دل و دماغ عطا فرمادیں کہ جو ہر شے میں اللہ رب العزت کی قدرت و حکمت کو دیکھیں۔ یا اللہ! یہ وسیع زمین جو آپ نے پھیلا رکھی ہے اور جس پر پہاڑ جما دیئے ہیں اور جس میں دریا' ندی نالے بہا رکھے ہیں اور جس زمین سے طرح طرح کے پھل پھلار کھے ہیں۔ باغات کھیتیاں اور چمن پیدا کر رہے ہیں یہ سب آپ کے وجود عالی کی روشن نشانیاں ہیں۔ یا اللہ! اپنی ان مصنوعات پر غور و فکر کرنے اور اس کے نتیجہ میں اپنی توحید کو مضبوط کرنے کی سمجھ اور توفیق ہم کو عطا فرما۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۬ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ

اور اگر آپ کو تعجب ہو تو واقعی اُن کا یہ قول تعجب کے لائق ہے کہ جب ہم خاک ہوگئے کیا پھر ہم (از سرنو پیدا ہوں گے یہ وہ لوگ ہیں کہ انہوں نے

كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۵﴾

اپنے رب کے ساتھ کفر کیا اور ایسے لوگوں کی گردنوں میں طوق ڈالے جائیں گے۔اور ایسے لوگ دوزخی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ ۭ وَاِنَّ رَبَّكَ

اور یہ لوگ عافیت سے پہلے آپ سے مصیبت کا تقاضا کرتے ہیں حالانکہ ان سے پہلے (اور کفار پر) واقعات عقوبت گذر چکے ہیں۔اور یہ بات بھی یقینی ہے

لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰي ظُلْمِهِمْ ۚ وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۶﴾ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ

کہ آپ کا رب لوگوں کی خطائیں باوجود ان کی بیجا حرکتوں کے معاف کر دیتا ہے اور یہ بات بھی یقینی ہے کہ آپ کا رب سخت سزا دیتا ہے۔اور یہ کفار یوں کہتے ہیں

كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ﴿۷﴾

کہ ان پر خاص معجزہ (جو ہم چاہتے ہیں) کیوں نہیں نازل کیا گیا آپ صرف ڈرانے والے ہیں اور ہر قوم کیلئے ہادی ہوتے چلے آئے ہیں۔

وَاِنْ اور اگر	تَعْجَبْ تم تعجب کرو	فَعَجَبٌ تو عجب	قَوْلُهُمْ انکا کہنا	ءَاِذَا کیا جب	كُنَّا ہوگئے ہم	تُرٰبًا مٹی	ءَاِنَّا کیا ہم یقیناً	لَفِيْ خَلْقٍ زندگی پائینگے
جَدِيْدٍ نئی	اُولٰٓئِكَ وہی	الَّذِيْنَ جو لوگ	كَفَرُوْا منکر ہوئے	بِرَبِّهِمْ اپنے رب کے	وَاُولٰٓئِكَ اور وہی ہیں	الْاَغْلٰلُ طوق جمع	فِيْٓ میں	اَعْنَاقِهِمْ انکی گردنیں
وَاُولٰٓئِكَ اور وہی ہیں	اَصْحٰبُ النَّارِ دوزخ والے	هُمْ وہ	فِيْهَا اس میں	خٰلِدُوْنَ ہمیشہ رہیں گے	وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ اور وہ تم سے جلدی مانگتے ہیں			
بِالسَّيِّئَةِ برائی۔عذاب	قَبْلَ الْحَسَنَةِ بھلائی رحمت سے پہلے	وَ اور۔حالانکہ	قَدْ خَلَتْ گزر چکی ہیں	مِنْ سے	قَبْلِهِمُ ان سے قبل	الْمَثُلٰتُ سزائیں		
وَاِنَّ اور بیشک	رَبَّكَ تمہارا رب	لَذُوْ مَغْفِرَةٍ البتہ مغفرت والا	لِّلنَّاسِ لوگوں کیلئے	عَلٰي پر	ظُلْمِهِمْ ان کا ظلم	وَاِنَّ اور بیشک	رَبَّكَ تمہارا رب	
لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ البتہ سخت عذاب دینے والا	وَيَقُوْلُ اور کہتے ہیں	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جنہوں نے کفر کیا۔کافر	لَوْ کیوں	لَآ اُنْزِلَ نہ اتری	عَلَيْهِ اس پر			
اٰيَةٌ کوئی نشانی	مِنْ سے	رَّبِّهٖ اس کا رب	اِنَّمَآ اسکے سوا نہیں	اَنْتَ تم	مُنْذِرٌ ڈرانے والے	وَ اور	لِكُلِّ قَوْمٍ ہر قوم کے لئے	هَادٍ ہادی

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر کفار کے تین شبہات

کفار مکہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت پر تین شبہات تھے اور ان تینوں شبہات کے جوابات مع وعید و تہدید کے ان آیات میں دیئے گئے ہیں۔ پہلا شبہ کفار کا یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ تعلیم دیتے ہیں کہ انسان مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہوگا اور یہ عقل میں نہیں آتا کہ جب ہم مر کر مٹی میں مل جائیں گے تو کیا پھر نئے سرے سے پیدا ہو سکتے ہیں۔تو یہ کیسے نبی ہیں جو محال اور ناممکن کی خبر دیتے ہیں اور اس پر ایمان لانے کو کہتے ہیں۔ دوسرا شبہ یہ تھا کہ اگر آپ نبی ہیں تو انکار نبوت پر جس عذاب کی آپ وعید سناتے ہیں وہ عذاب کیوں نہیں آتا؟ تیسرا شبہ یہ تھا کہ جن معجزات کی ہم فرمائش کرتے ہیں وہ کیوں نہیں ظاہر کئے جاتے۔ان تینوں شبہات کے جوابات ان آیات میں دیئے گئے ہیں۔

پہلے شبہ کا جواب

پہلا شبہ یعنی آخرت اور بعث بعدالموت سے انکار کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ یہ نادان و نافہم جو بڑے تعجب کے لہجہ میں کہتے ہیں کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ جب ہم مرکرایک بار خاک ہوگئے تو دوبارہ پھر مجسم ہوکر برآمد ہوں۔تو دراصل حیرت اور تعجب کے قابل تو خود یہ ان کا انکار ہے یہ نادان اتنا نہیں سوچتے کہ جب خود انہی کے اقرار کے مطابق خدا مخلوق کو محض عدم سے پیدا کر چکا ہے اور برابر پیدا کرتا رہتا ہے تو اس کے لئے ان کا اعادہ یعنی دوبارہ پیدا کردینا اور شکل دے دینا کیا مشکل ہے؟ موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا انکار کر کے یہ لوگ دراصل خداوند قدوس کی شہنشاہی سے منکر ہیں تو ایسے باغیوں کا انجام یہی ہونا ہے کہ گلے میں طوق اور ہاتھ پیر میں ہتھکڑیاں اور بیڑیاں پہنا کر ابدی جیل خانہ میں ڈال دیئے جائیں جو حقیقت میں ایسے ہی مجرموں کے لئے بنایا گیا ہے۔

دوسرے شبہ کا جواب

اس کے بعد دوسرے شبہ کا جواب دیا جاتا ہے۔کفار کہتے تھے کہ اگر آپ نبی ہیں تو جلدی عذاب منگا دیجئے۔اس کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ پہلے بہتیری قوموں پر عذاب آچکے ہیں۔تم پر عذاب آجانا کیا مشکل ہے مگر بات صرف اتنی ہے کہ پروردگار اپنی شان حلم اور عفو سے ہر چھوٹے بڑے جرم پر فوراً گرفت نہیں کرتا۔وہ لوگوں کے ظلم وستم دیکھتا اور درگزر کرتا رہتا ہے۔حتیٰ کہ جب مظالم اور شرارتوں کا سلسلہ حد سے گزر جاتا ہے تو پھر اس کے تباہ کن عذاب سے بچنے کی کوئی صورت نہیں رہتی۔

سب سے بڑھ کر امید افزا آیت

حضرت ابن عباسؓ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور صحابی ہیں فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں سب سے بڑھ کر پر امید اور پر تسلی یہی آیت ہے۔ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ اور بیشک آپ کا پروردگار لوگوں کے حق میں باوجود ان کی زیادتیوں کے صاحب مغفرت ہے۔

تیسرے شبہ کا جواب

تیسرا شبہ کفار کا یہ تھا کہ جو معجزہ ونشانی ہم طلب کرتے ہیں وہ کیوں نہیں ظاہر کیا جاتا۔اس کا جواب یہ دیا گیا کہ فرمائشی معجزات کا پورا کرنا یہ پیغمبر اور نبی کے اختیار میں نہیں۔یہ تو خدائے ذوالجلال کا کام ہے۔وہ جو معجزہ پیغمبر کی تصدیق کے لئے چاہے دکھلائے پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کی نبوت ثابت کرنے کے لئے صدہا معجزات ظاہر فرمائے اور کفار نے ان کو اپنی آنکھوں سے دیکھا مگر یہ لوگ ضدی وعنادی ہیں کہ جو معجزہ انہیں دکھایا جاتا ہے اسے جادو کہہ دیتے ہیں۔اور نئے معجزہ کی فرمائش کرتے ہیں اس لئے ان کی ہر ہر بات پر معجزہ دکھانا بالکل عبث ہے۔الغرض نبی کا فرض اسی قدر ہے کہ خیرخواہی کی بات سنادیں اور برائی کے مہلک انجام سے لوگوں کو آگاہ کردیں۔پہلے بھی ہر قوم کی طرف ہادی یعنی راہ بتانے والے اور نذیر یعنی ڈرانے والے آتے رہے ہیں ان میں سے یہ کسی کا دعویٰ نہیں کہ جو معجزہ معاندین طلب کریں گے وہ ضرور دکھلا کر رہیں گے۔ ہاں خدا کی راہ دکھانا ان کا کام تھا۔وہ ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کام ہے۔البتہ گذشتہ انبیاء وہ خاص خاص قوم کے لئے ہادی تھے۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کی ہر قوم کے لئے ہادی ہیں۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ کا شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو توحید ورسالت پر ایمان کی دولت عطا فرمائی۔ حق تعالیٰ ہم کو اپنی تابعداری کی توفیق کاملہ عطا فرمائیں۔اور جو اللہ اور رسول کے احکام ہم تک پہنچیں بلاچوں وچرا اور شک وشبہ کے بغیر دل وجان سے ان کو تسلیم کر کے ان پر عمل پیرا ہونے کی سعادت نصیب فرمائیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ؕ وَكُلُّ شَیْءٍ عِنْدَهٗ

اللہ تعالیٰ کو سب خبر رہتی ہے جو کچھ کسی عورت کو حمل رہتا ہے اور جو کچھ رحم میں کمی بیشی ہوتی ہے اور ہر شے اللہ کے نزدیک ایک خاص انداز سے ہے۔

بِمِقْدَارٍ ۝ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ۝ سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ

وہ تمام پوشیدہ اور ظاہر چیزوں کا جاننے والا ہے سب سے بڑا عالیشان ہے۔ تم میں سے جو کوئی بات چپکے سے کہے

وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ ۝ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْ بَيْنِ

اور جو پکار کر کہے اور جو شخص کہیں رات میں چھپ جاوے اور جو دن میں چلے پھرے یہ سب برابر ہیں ہر شخص کیلئے کچھ فرشتے ہیں جن کی بدلی ہوتی رہتی ہے

يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا

کچھ اس کے آگے اور کچھ اس کے پیچھے کہ وہ بحکم خدا اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ واقعی اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت میں تغیر نہیں کرتا

بِاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ۝

جب تک وہ لوگ خود اپنی حالت کو نہیں بدل دیتے۔ اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر مصیبت ڈالنا تجویز کر لیتا ہے تو پھر اس کے ہٹنے کی کوئی صورت نہیں۔ اور کوئی خدا کے سوا ان کا مددگار نہیں رہتا۔

اَللّٰهُ اللہ	يَعْلَمُ جانتا ہے	مَا تَحْمِلُ جو پیٹ میں رکھتی ہے	كُلُّ اُنْثٰى ہر مادہ	وَمَا اور جو	تَغِيْضُ سکڑتا ہے	الْاَرْحَامُ رحم جمع	وَمَا اور جو
تَزْدَادُ بڑھتا ہے	وَكُلُّ اور ہر	شَیْءٍ چیز	عِنْدَهٗ اس کے نزدیک	بِمِقْدَارٍ ایک اندازہ سے	عٰلِمُ الْغَيْبِ جاننے والا ہر غیب		
وَالشَّهَادَةِ اور ظاہر	الْكَبِيْرُ سب سے بڑا	الْمُتَعَالِ بلند مرتبہ	سَوَآءٌ برابر	مِّنْكُمْ تم میں	مَّنْ جو	اَسَرَّ آہستہ کہے	الْقَوْلَ بات
وَمَنْ اور جو	جَهَرَ بِهٖ پکار کر۔ اسکو	وَمَنْ اور جو	هُوَ وہ	مُسْتَخْفٍ چھپ رہا ہے	بِالَّيْلِ رات میں	وَسَارِبٌ اور چلنے والا	بِالنَّهَارِ دن میں
لَهٗ اسکے	مُعَقِّبٰتٌ پہرے دار	مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ اس (انسان) کے آگے سے	وَ اور	مِنْ خَلْفِهٖ اس کے پیچھے سے	يَحْفَظُوْنَهٗ وہ اسکی حفاظت کرتے ہیں		
مِنْ سے	اَمْرِ اللّٰهِ اللہ کا حکم	اِنَّ بیشک	اللّٰهَ اللہ	لَا يُغَيِّرُ نہیں بدلتا	مَا جو	بِقَوْمٍ کسی قوم کے پاس	حَتّٰى یہاں تک کہ
يُغَيِّرُوْا وہ بدل لیں	مَا جو	بِاَنْفُسِهِمْ اپنے دلوں میں (اپنی حالت)	وَاِذَآ اور جب	اَرَادَ ارادہ کرتا ہے	اللّٰهُ اللہ	بِقَوْمٍ کسی قوم سے	سُوْٓءًا برائی
فَلَا مَرَدَّ تو نہیں پھرنا	لَهٗ اسکے لئے	وَمَا اور نہیں	لَهُمْ انکے لئے	مِّنْ دُوْنِهٖ اس کے سوا	مِنْ وَّالٍ کوئی مددگار		

علم الٰہی کا کمال

ان آیات میں بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ وہ چیزیں جانتے ہیں تم نہیں جانتے مثلاً یہ وہی جانتا ہے کہ ماں کے پیٹ میں بچہ کیسا ہے۔ نر ہے مادہ ہے۔ پورا ہے ادھورا ہے خوبصورت ہے یا بدصورت ایک ہے یا زیادہ پوری مدت میں پیدا ہوگا یا کم زیادہ میں۔ زندہ ہوگا یا مردہ غرض وہ ہر چیز کو ہر حالت میں اس کے اندازہ اور استعداد کے موافق قائم رکھتا ہے اور ہر مخفی چیز سے واقف ہے اور ہر کھلی چیز کو بھی جانتا ہے۔

صحیح بخاری و مسلم کی روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک کی پیدائش ۴۰ دن تک اس کی ماں

کے پیٹ میں جمع ہوتی رہتی ہے پھراتنے ہی دنوں تک بصورت جمے ہوئے خون کے رہتا ہے پھراتنے ہی دنوں تک وہ گوشت کا لوتھڑا رہتا ہے۔ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ خالق کل ایک فرشتہ کو بھیجتا ہے۔ جسے چار باتوں کے لکھنے کا حکم ہوتا ہے اس کا رزق' عمر' نیک وبد ہونا۔ غرض ہر حالت' ہر کیفیت اور ہر نوعیت مقدر ہے اور کوئی چیز اس کے احاطۂ علمی سے خارج نہیں۔ لہٰذا اس نے اپنے علم کے بموجب ہر چیز کا مخصوص اندازہ کرلیا اور وہی مخصوص اندازہ اس کے لئے مقدر فرما دیا۔

انسانوں کے اقوال وافعال کا علم

علم الٰہی کا عموم بیان کر کے بلحاظ مناسبت مقام انسانوں کی نسبت فرمایا جاتا ہے کہ تمہارے ہر قول وفعل کو ہمارا علم محیط ہے جو بات تم دل میں چھپاؤ یا آہستہ کہو اور جو علانیہ پکار کر کہو نیز جو کام رات کے اندھیرے میں پوشیدہ ہو کر کرو اور جو دن دہاڑے بر سر بازار کرو۔ دونوں کی حیثیت علم الٰہی کے اعتبار سے یکساں ہے۔

انتظامات الٰہیہ کا کمال

آگے اللہ تعالیٰ کے کمال انتظام کی حالت بیان کی جاتی ہے کہ بات صرف اتنی ہی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر شخص کو ہر حال میں براہ راست خود دیکھ رہا ہے اور وہ اس کی تمام حرکات وسکنات سے واقف ہے بلکہ مزید برآں اللہ کے مقرر کیے ہوئے نگران فرشتہ بھی ہر شخص کے ساتھ لگے ہوئے ہیں اور اس کے پورے کارنامہ زندگی کا ریکارڈ محفوظ کرتے جاتے ہیں۔ تو گویا خدا کے فرشتہ بطور نگہبان اور محافظ کے بندوں کے ارد گرد مقرر ہیں جو انہیں آفتوں اور تکلیفوں سے بچاتے رہتے ہیں اور ان کے اعمال لکھتے جاتے ہیں جو پے در پے آتے جاتے رہتے ہیں۔ رات کے الگ دن کے الگ اور جیسے کہ دو فرشتے انسان کے دائیں بائیں اعمال لکھنے پر مقرر ہیں۔ داہنے والا نیکیاں لکھتا ہے بائیں جانب والا برائیاں لکھتا ہے۔ یہ فرشتے انسان سے کبھی جدا نہیں ہوتے۔ اسی طرح دو فرشتے اس کے آگے پیچھے ہیں جو اس کی حفاظت اور حراست کرتے رہتے ہیں۔ یہ بدلتے رہتے ہیں رات کے الگ دن کے الگ۔ پس ہر انسان ہر وقت چار فرشتوں میں رہتا ہے۔ دو کاتب اعمال دائیں بائیں اور دو نگہبانی کرنے والے آگے پیچھے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ تم میں فرشتے آتے جاتے رہتے ہیں۔ رات کے اور دن کے اور ان کا میل صبح اور عصر کی نماز میں ہوتا ہے۔ جب فرشتے آسمان پر چڑھ جاتے ہیں تو باوجود علم کے اللہ تبارک وتعالیٰ ان فرشتوں سے پوچھتے ہیں کہ تم نے میرے بندوں کو کس حالت میں چھوڑا۔ وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم گئے تو انہیں نماز میں پایا اور آئے تو نماز میں چھوڑ آئے۔ اسی بناء پر علماء نے لکھا ہے کہ بعد نماز فجر اور بعد نماز عصر تھوڑی دیر مسجد میں ٹھہرنا مستحب ہے تاکہ دن رات دونوں باریوں کے فرشتے گواہی دیں کہ ہم نے فلاں فلاں بندوں کے مسجد میں پایا۔

حق جل شانہٗ نے اس عالم کو عالم اسباب بنایا ہے۔ ہر چیز کے لئے ظاہر میں ایک سبب ظاہری پیدا کیا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے کچھ باطنی اسباب و ذرائع بھی پیدا کئے ہیں جن کو ہماری آنکھیں دیکھ نہیں سکتیں۔ انہی باطنی اسباب میں یہ ملائکہ ہیں جو ہماری حفاظت کا ایک باطنی سبب ہیں۔ غیبی طور پر اللہ تعالیٰ نے ان ملائکہ حفاظت کو ہم سے بلائیں دفع کرنے کا ایک سبب و ذریعہ بنایا ہے۔ مومن کا کام یہ ہے کہ ان کے وجود پر ایمان لائے جیسے ہم کراماً کاتبین کے وجود پر ایمان رکھتے ہیں اگرچہ نہ وہ ہمیں نظر آتے ہیں نہ ان کی کتابت کی حقیقت اور کیفیت کا ہم کو علم ہے۔ یہ تو بندوں کی سامان حفاظت کا ذکر تھا۔

مصائب کی وجوھات

اب آگے ان آفتوں اور مصیبتوں کا ذکر فرمایا جاتا ہے جو بداعمالیوں کی وجہ سے بندوں پر نازل ہوتی ہیں۔ اور بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی نگہبانی اور مہربانی سے جو ہمیشہ اس کی طرف

سے ہوتی رہتی ہے کسی قوم کو محروم نہیں کرتا۔ جب تک اپنی روش وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ نہ بدلے۔ جب وہ اپنی روش اللہ تعالیٰ کے ساتھ بدل دیتے ہیں اور بجائے شکر نعمت کے کفران نعمت اور غفلت و معاصی میں مبتلا ہو جاتے ہیں تب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آفت و مصیبت آتی ہے۔ جب بندے اللہ تعالیٰ کے ساتھ غیروں کا سا معاملہ کرنے لگتے ہیں۔ بندے جب اپنی حالت بدل دیتے ہیں کہ بجائے طاعت کے معصیت کرنے لگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بھی ان سے اپنے فضل و عنایت کو اٹھا لیتے ہیں جب کسی قوم میں علانیہ طور پر فسق و فجور اور بدکاری شائع ہو جائے تو وہ قوم بالآخر تباہی کا منہ دیکھتی ہے جیسا کہ حدیث میں ارشاد ہے اور تاریخ اس کی گواہ ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم سے برائی کا ارادہ کرے۔ یعنی قوم کی بدنیتی اور بداعمالی پر اپنی نعمت چھین کر ان کی ذلت و خواری کا ارادہ فرمائیں تو پھر وہ برائی کسی کے ٹالے ٹل نہیں سکتی۔ نہ کسی کی مدد اس وقت کام دیتی ہے سوائے خدا کے کوئی مددگار نہیں ہوتا جو بلا کو دفع کر سکے۔ حتیٰ کہ وہ فرشتے جو ان کی حفاظت کے لئے مقرر ہیں وہ بھی تھوڑی دیر کے لئے علیحدہ ہو جاتے ہیں۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ انسان کی حفاظت کے لئے کچھ غیبی فرشتے ہر وقت مقرر رہتے ہیں اور ان کا تبادلہ ہوتا رہتا ہے اور جب تک انسان خود اپنی حالت نہ بگاڑے اللہ تعالیٰ اس کو برباد نہیں کرتا۔ جب وہ خود اسباب ہلاکت فراہم کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اپنی نعمت چھین لیتا ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ نے جو ظاہری و باطنی دینی و دنیوی نعمتیں ہم کو عطا کر رکھی ہیں ان پر حقیقی شکر گزاری کی ہم کو توفیق بھی عطا فرمائیں تا کہ ان نعمتوں میں ترقی ہو۔

یا اللہ! امت مسلمہ کے حق میں خیر کا فیصلہ فرما دیجئے۔ اور ہمارے بگڑے ہوؤں کو سنورنے کی توفیق عطا فرما دیجئے اور دشمنان دین اسلام کے لئے عقوبت کے فیصلہ فرما دیجئے اور ان پر ایسی سزائیں جاری فرما دیجئے کہ جو کوئی ان کی مدد کو نہ پہنچ سکے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

هُوَ الَّذِیْ یُرِیْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّ طَمَعًا وَّ یُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ﴿۱۲﴾ وَیُسَبِّحُ

وہ ایسا ہے کہ تم کو بجلی دکھاتا ہے جس سے ڈر بھی ہوتا ہے اور اُمید بھی ہوتی ہے اور وہ بادلوں کو بلند کرتا ہے جو پانی سے بھرے ہوتے ہیں۔اور رعد (فرشتہ) اس کی

الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِیْفَتِهٖ ۚ وَیُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَیُصِیْبُ بِهَا مَنْ یَّشَآءُ

تعریف کے ساتھ اسکی پاکی بیان کرتا ہے اور فرشتے بھی اس کے خوف سے اور وہ بجلیاں بھیجتا ہے پھر جس پر چاہے گرا دیتا ہے

وَهُمْ یُجَادِلُوْنَ فِی اللّٰهِ ۚ وَهُوَ شَدِیْدُ الْمِحَالِ ﴿۱۳﴾ لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ؕ وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ

اور وہ لوگ اللہ کے باب جھگڑتے ہیں حالانکہ وہ بڑا شدید القوت ہے۔سچا پکارنا اُسی کے لئے خاص ہے۔اور خدا کے سوا جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں

مِنْ دُوْنِهٖ لَا یَسْتَجِیْبُوْنَ لَهُمْ بِشَیْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّیْهِ اِلَی الْمَآءِ لِیَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ

وہ ان کی درخواست کو اس سے زیادہ منظور نہیں کر سکتے جتنا پانی اُس شخص کی درخواست کو منظور کرتا ہے جو اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف پھیلائے ہوئے ہوتا کہ وہ اسکے

بِبَالِغِهٖ ؕ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِیْنَ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ ﴿۱۴﴾ وَلِلّٰهِ یَسْجُدُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا

منہ تک (اُڑکر) آجاوے اور وہ اس کے منہ تک آنے والا نہیں۔اور کافروں کی (اُن سے) درخواست کرنا محض بے اثر ہے۔اور اللہ ہی کے سامنے سب سرخم کئے ہوئے ہیں جتنے آسمانوں میں ہیں

وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ﴿۱۵﴾

اور جتنے زمین میں ہیں خوشی سے اور مجبوری سے اور ان کے سائے بھی صبح اور شام کے وقتوں میں۔

هُوَ وہ	الَّذِیْ وہ جو کہ	یُرِیْكُمُ تمہیں دکھاتا ہے	الْبَرْقَ بجلی	خَوْفًا ڈرانے کو	وَّطَمَعًا امید دلانے کو	وَیُنْشِئُ اور اٹھاتا ہے	
السَّحَابَ بادل	الثِّقَالَ بوجھل	وَیُسَبِّحُ اور پاکیزگی بیان کرتی ہے	الرَّعْدُ گرج	بِحَمْدِهٖ اسکی تعریف کے ساتھ	وَالْمَلٰٓئِكَةُ اور فرشتے		
مِنْ سے	خِیْفَتِهٖ اس کے ڈر سے	وَیُرْسِلُ اور وہ بھیجتا ہے	الصَّوَاعِقَ گرجنے والی بجلیاں	فَیُصِیْبُ پھر گراتا ہے	بِهَا اسے	مَنْ جس	
یَشَآءُ وہ چاہتا ہے	وَهُمْ اور وہ	یُجَادِلُوْنَ جھگڑتے ہیں	فِی اللّٰهِ اللہ کے بارے میں	وَهُوَ اور وہ	شَدِیْدُ سخت	الْمِحَالِ پکڑ	
لَهٗ اس کو	دَعْوَةُ پکارنا	الْحَقِّ حق	وَالَّذِیْنَ اور جن کو	یَدْعُوْنَ وہ پکارتے ہیں	مِنْ دُوْنِهٖ اس کے سوا	لَا یَسْتَجِیْبُوْنَ وہ جواب نہیں دیتے	
لَهُمْ ان کو	بِشَیْءٍ کچھ بھی	اِلَّا مگر	كَبَاسِطِ جیسے پھیلا دے	كَفَّیْهِ اپنی ہتھیلیاں	اِلَی الْمَآءِ پانی کی طرف	لِیَبْلُغَ تاکہ پہنچ جائے	
فَاهُ اسکے منہ تک	وَمَا اور نہیں	هُوَ وہ	بِبَالِغِهٖ اس تک پہنچنے والا	وَمَا اور نہیں	دُعَآءُ پکار (جمع)	الْكٰفِرِیْنَ کافر (جمع)	اِلَّا سوائے
فِیْ میں	ضَلٰلٍ گمراہی	وَلِلّٰهِ اور اللہ ہی کو	یَسْجُدُ سجدہ کرتا ہے	مَنْ جو	فِیْ میں	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضِ اور زمین
طَوْعًا خوشی سے	وَّكَرْهًا یا ناخوشی سے	وَظِلٰلُهُمْ اور ان کے سائے	بِالْغُدُوِّ صبح	وَ اور	الْاٰصَالِ شام		

قدرت الٰہیہ کا کمال

ان آیات میں اللہ تعالیٰ کے کمال عظمت قدرت وہیبت کا بیان فرمایا جارہا ہے۔مقصود جس سے وہی توحید الوہیت کا ثابت کرنا ہے یہ تو ظاہر ہے کہ الوہیت کا استحقاق اسی کو ہوسکتا ہے جس کی طاقت وقدرت سب سے بڑی ہو۔جس میں نفع ونقصان پہنچانے کی قوت ہو۔جو

مربی بھی ہو اور مصیبت کے وقت کام بھی آ سکے۔ چنانچہ ان آیات میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی یہ صفات بلا شرکت غیرے بیان فرما کر یہ ثابت کیا جاتا ہے کہ وہی معبود برحق اور الٰہ مطلق ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ تم بجلی کو چمکتے ہوئے دیکھتے ہو۔ تمہارے دل اس سے دہشت بھی کھاتے ہیں اور اس سے بارش کی امید بھی ہوتی ہے۔ جس سے بڑے بڑے فائدے پہنچنے کی امید رکھتے ہو۔ اللہ اس کے ساتھ بھاری موسلا دھار مینہ والے بادل آسمان پر اٹھاتا ہے۔ کڑک اور گرج کی آواز سنتے ہو۔ یہ رعد فرشتہ ہے جو اللہ کی تسبیح بیان کرتا ہے۔

حدیث میں آیا ہے کہ رعد ایک فرشتہ ہے جو بجلی کے کوڑے سے بادلوں کو ہانکتا ہے۔ رعد کی تسبیح اگرچہ انسان اور دیگر حیوانات نہیں سمجھتے۔ مگر ہیبت ناک آواز سب سنتے ہیں۔ بادل کی گرج اللہ کی قدرت و یکتائی کو بزبان حال بیان کرتی ہے اور دوسرے فرشتے اللہ کے ڈر سے اس کی تسبیح میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ غرض یہ کہ برق و رعد اس کے قہر کی نشانیاں ہیں جس سے بندوں کو ڈراتا ہے۔ پھر بتلایا جاتا ہے کہ گرج کے ساتھ اللہ تعالیٰ جس پر چاہے بجلی گرا بھی دیتا ہے۔ مضبوط پہاڑ، مضبوط مکان۔ اور سبز درخت کوئی چیز بھی اگر اس پر بجلی گر جائے تو سالم نہیں بچتی۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کی جبروتی طاقت ہے کہ دشمن اس کے قبضہ سے نکل نہیں سکتا۔ حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے ایک متکبر رئیس کے پاس دعوت اسلام کا پیغام بھیجا وہ متکبر بولا کہ اللہ کا رسول کون ہے؟ اور اللہ کیا چیز ہے؟ سونے کا ہے یا چاندی کا یا تانبے کا؟ تیسری مرتبہ جب اس نے یہ گستاخانہ الفاظ کہے تو فوراً ایک بادل اٹھا اور اس پر بجلی گری جس سے اس کی کھوپڑی اڑ گئی۔ اور جل کر ہلاک ہو گیا۔

انسان کی ناشکری و گمراہی

آگے بتلایا جاتا ہے کہ باوجود ان کھلم کھلا نشانیوں کے لوگ اللہ کی توحید کے بارے میں جھگڑتے ہیں اور اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں۔ دنیا کی اکثر مشرک قومیں بجلی کی کڑک و گرج کو کسی دیوتا کے حربہ کی طرف منسوب کرتی ہیں۔ حالانکہ جس خدا کے نظام کائنات کی کارفرمائیاں اتنی عجیب اور عظیم ہوں اور جس کا اختیار اور اقتدار اتنا ہمہ گیر اور کامل ہو یہ نادان اسی خدا کے مقابلہ میں دوسروں کو لاتے ہیں اور اس کی ذات و صفات میں دوسروں کو شریک کرتے ہیں۔ وہ معبودان باطلہ جن کی پرستش اہل کفر و شرک کرتے ہیں ان کے اندر ہمہ گیر قدرت اور جبروتی طاقت ہونا تو درکنار اتنی بھی ان کو قدرت نہیں کہ اپنے پرستاروں اور پکارنے والوں کی دعا ہی قبول کر سکیں اور کسی قسم کا نفع پہنچا سکیں یا نقصان پہنچا سکیں یا نقصان دفع کر سکیں۔ حقیقی دعا صرف اللہ ہی کے حضور میں ہو سکتی ہے۔ سننے کی قوت، قبول کرنے کی قوت اسی اکیلے میں ہے اس کے علاوہ کسی اور سے دعا مانگنا حماقت محض نہیں تو اور کیا ہے۔ کسی اور میں کوئی اختیار ہی کب ہے؟ غیر خدا کے آگے عرض و نیاز کرنے اور داد فریاد کرنے کی مثال دی ہے کہ جیسے کوئی احمق پیاسا پانی جیسی بے جان اور بے ارادہ چیز کی طرف اسی امید پر ہاتھ پھیلائے رہے کہ پانی از خود اس کے منہ تک پہنچ کر اس کی پیاس بجھا دے گا تو اس سے بڑھ کر حماقت کیا ہو گی۔

عقلمند کائنات میں غور کر کے معرفت الٰہی حاصل کرتے ہیں

اخیر میں بتلایا جاتا ہے کہ عالم میں انواع و اقسام کی مخلوقات ہے اور ساری کی ساری اللہ کے مقرر کردہ نظام کے تابع ہے۔ کوئی چیز اس قانون قدرت کے باہر نہیں جا سکتی جو اس کے لئے مقرر ہے۔ کوئی اللہ کو مانے یا نہ مانے لیکن ہے اس کے حکم کے ماتحت۔ شعور رکھنے والی مخلوق ہو یا بے شعور سب قانون قدرت کے زیر حکم ہیں۔ کسی چیز کی ذات ہو یا اس کا سایہ کوئی ضابطۂ الٰہی سے خارج نہیں۔ تو بعض

عقلمند عالم کے اس عجیب نظام کو دیکھ کر اللہ کو پہچان لیتے ہیں۔ اور اسکو دل سے مان لیتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ جب ہم قدرت کے مکمل نظام سے نکل نہیں سکتے تو پھر اس کے قائم کرنے والے کا زبان سے اقرار کیوں نہ کریں اور دل سے اس کو یکتا اور وحدہٗ لاشریک لہٗ کیوں نہ مانیں۔ چنانچہ وہ اپنی پیشانی عاجزی کے ساتھ اس کے سامنے زمین پر رکھتے ہیں بعض لوگ جو اللہ کی ذات کو اس پر بھی نہیں پہچانتے لیکن وہ بھی اس کے مقرر کیے ہوئے قانون کے سامنے زبردستی سر جھکائے ہوئے ہیں۔ اسی طرح زمین والوں کی پرچھائیاں بھی صبح و شام زمین پر پڑتی ہیں اور اپنی اس روش کو بدل نہیں سکتیں۔ یعنی وہ بھی اللہ کے قانون سے باہر نہیں جاسکتیں۔

خلاصۂ آیات

یہاں نہایت بلیغ طرز بیان میں توحید کی تبلیغ فرمائی جارہی ہے اور تمام کائنات کے تابع حکم الٰہی ہونے کا اظہار فرمایا گیا اور غیر اللہ سے مدد مانگنے والوں کی حماقت کا اظہار کیا گیا اور اس امر کی صراحت فرمائی گئی کہ کل دنیا اللہ کے زیر حکم ہے کوئی بالارادہ اطاعت کرتا ہے کوئی بلا ارادہ اپنی فطرت کے لحاظ سے کیونکہ مخلوق اپنے ارادہ کو بدل سکتی ہے اپنی فطرت کو نہیں بدل سکتی پس عقلمند ہیں وہ لوگ جو بالقصد اور اپنے ارادہ سے اطاعت اپنے خالق کی اختیار کریں ورنہ نیچرل اطاعت تو تمام مخلوق ہی کرتی ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی حقیقی معرفت ہم سب کو نصیب فرمائیں اور ہم کو اپنی اطاعت کاملہ کی توفیق عطا فرمائیں۔

یا اللہ! ہر معاملہ میں ہم آپ ہی سے مدد کے طلب کرنے والے ہوں اور حقیقی نفع پہچاننے والے اور نقصان سے بچانے والا آپ ہی کی ذات کو یقین کرنے والے ہوں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ قُلِ اللّٰهُ ۭ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ لَا

آپ کہیئے کہ آسمانوں اور زمین کا پروردگار کون ہے۔آپ کہہ دیجئے کہ اللہ ہے آپ یہ کہیئے کہ کیا پھر بھی تم نے خدا کے سوا دوسرے مددگار قرار دے رکھے ہیں

يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ۭ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ڏ اَمْ هَلْ

جو خود اپنی ذات کے نفع ونقصان کا بھی اختیار نہیں رکھتے۔آپ یہ بھی کہیئے کہ کیا اندھا اور آنکھوں والا برابر ہو سکتا ہے یا کہیں

تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ ڬ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَاۗءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ۭ

تاریکی اور روشنی برابر ہوسکتی ہے۔یا انہوں نے اللہ کے ایسے شریک قرار دے رکھے ہیں کہ انہوں نے بھی کسی چیز کو پیدا کیا ہو جیسا خدا پیدا کرتا ہے پھر انکو پیدا (کرنا ایک سا معلوم ہوا ہو۔

قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً فَسَالَتْ

آپ کہہ دیجئے کہ اللہ ہی ہر چیز کا خالق ہے اور وہی واحد ہے غالب ہے۔اللہ تعالیٰ نے آسمانوں سے پانی نازل فرمایا پھر نالے اپنی مقدار کے موافق چلنے لگے

اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا ۭ وَمِمَّا يُوْقِدُوْنَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَاۗءَ

پھر وہ سیلاب خس وخاشاک کا بہالایا جو اس کے اوپر ہے اور جن چیزوں کو آگ کے اندر زیور یا اور اسباب بنانے کی غرض سے تپاتے ہیں

حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ ۭ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ڛ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ

اس میں بھی ایسا ہی میل کچیل (اوپر آجاتا) ہے اللہ تعالیٰ حق اور باطل کی اسی طرح کی مثال بیان کررہا ہے سو جو میل کچیل تھا وہ تو پھینک دیا جاتا ہے

جُفَاۗءً ۚ وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ ۭ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ ۝ۭ

اور جو چیز لوگوں کے کار آمد ہے وہ دنیا میں رہتی ہے۔اللہ تعالیٰ اسی طرح مثالیں بیان کیا کرتے ہیں۔

قُلْ پوچھیں آپ	مَنْ کون	رَبُّ السَّمٰوٰتِ آسمانوں کا رب	وَالْاَرْضِ اور زمین	قُلِ کہہ دیں	اللّٰهُ اللہ	قُلْ کہہ دیں	
اَفَاتَّخَذْتُمْ تو کیا تم بناتے ہو	مِنْ دُوْنِهٖٓ اس کے سوا	اَوْلِيَاۗءَ حمایتی	لَا يَمْلِكُوْنَ وہ بس نہیں رکھتے	لِاَنْفُسِهِمْ اپنی جانوں کیلئے			
نَفْعًا کچھ نفع	وَلَا ضَرًّا اور نہ نقصان	قُلْ کہہ دیں	هَلْ کیا	يَسْتَوِي برابر ہوتا ہے	الْاَعْمٰى نابینا اندھا	وَ اور	الْبَصِيْرُ بینا دیکھنے والا
اَمْ یا	هَلْ کیا	تَسْتَوِي برابر ہو جائیگا	الظُّلُمٰتُ اندھیرے جمع	وَالنُّوْرُ اور اجالا	اَمْ کیا	جَعَلُوْا وہ بناتے ہیں	لِلّٰهِ اللہ کیلئے
شُرَكَاۗءَ شریک	خَلَقُوْا انہوں نے پیدا کیا ہے	كَخَلْقِهٖ اسکے پیدا کرنے کی طرح	فَتَشَابَهَ تو مشتبہ ہوگئی	الْخَلْقُ پیدائش	عَلَيْهِمْ ان پر		
قُلِ کہہ دیں	اللّٰهُ اللہ	خَالِقُ پیدا کرنیوالا	كُلِّ شَيْءٍ ہر شے	وَهُوَ اور وہ	الْوَاحِدُ یکتا	الْقَهَّارُ زبردست غالب	
اَنْزَلَ اس نے اتارا	مِنَ السَّمَاۗءِ آسمان سے	مَاۗءً پانی	فَسَالَتْ سو بہہ نکلے	اَوْدِيَةٌ ندی نالے	بِقَدَرِهَا اپنے اپنے اندازہ سے		
فَاحْتَمَلَ پھر اٹھالایا	السَّيْلُ نالہ	زَبَدًا جھاگ	رَّابِيًا پھولا ہوا	وَمِمَّا اور اس سے جو	يُوْقِدُوْنَ تپاتے ہیں	عَلَيْهِ اس پر	
فِي النَّارِ آگ میں	ابْتِغَاۗءَ حاصل کرنے "بنانے" کو	حِلْيَةٍ زیور	اَوْ یا	مَتَاعٍ اسباب	زَبَدٌ جھاگ	مِّثْلُهٗ اسی جیسا	كَذٰلِكَ اسی طرح

یَضْرِبُ بیان کرتا ہے	اللّٰہُ اللہ	اَلْحَقَّ حق	وَالْبَاطِلَ اور باطل	فَاَمَّا سو	اَلزَّبَدُ جھاگ	فَیَذْهَبُ دور ہو جاتا ہے	جُفَآءً سوکھ کر
وَاَمَّا اور لیکن	مَا یَنْفَعُ جو نفع پہنچاتا ہے	النَّاسَ لوگ	فَیَمْکُثُ تو ٹھہرا رہتا ہے وہ	فِی الْاَرْضِ زمین میں	کَذٰلِکَ اسی طرح		
	یَضْرِبُ بیان کرتا ہے	اللّٰہُ اللہ	الْاَمْثَالَ مثالیں				

مشرکین کی لاجوابی

گذشتہ آیات سے برابر توحید کی حقیقت کا بیان ہوتا چلا آ رہا ہے۔ جس سے شرک کا بطلان بطور خود ثابت ہو جاتا ہے۔ اب مشرکین پر اتمام حجت کے لئے ان سے مناظرہ کا حکم دیا جاتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان مشرکین سے کہیئے کہ اچھا یہ بتاؤ کہ آسمانوں اور زمین کا رب کون ہے؟ مشرکین عرب باوجودیکہ بت پرستی کرتے تھے مگر قائل وہ بھی اس بات کے تھے کہ زمین اور آسمان کا رب اللہ ہے۔ لہٰذا اس سوال کا جواب وہ انکار کی صورت میں نہیں دے سکتے تھے۔ کیونکہ یہ انکار خود ان کے اپنے عقیدے کے خلاف تھا لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پوچھنے پر وہ اقرار کی صورت میں بھی اس کا جواب دینے سے کتراتے تھے۔ کیونکہ اقرار کے بعد توحید کا ماننا لازم آ جاتا تھا اور شرک کے لئے کوئی معقول بنیاد باقی نہیں رہتی تھی۔ اس لئے وہ اس سوال کے جواب میں چپ سادھ جاتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں جگہ جگہ اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے کہ ان سے پوچھیے زمین و آسمان کا خالق کون ہے؟ کائنات کا رب کون ہے؟ تم کو رزق دینے والا کون ہے؟ پھر حکم دیا جاتا ہے کہ اے نبی آپ خود اس سوال کے جواب میں کہہ دیجئے کہ آسمان اور زمین کا رب اللہ ہے۔ یعنی اے مشرکین جب تم خود ربوبیت کا اقرار صرف خدا کے لئے کرتے ہو تو پھر مدد کے لئے دوسرے حمایتی کہاں سے تجویز کر لئے حالانکہ وہ ذرہ برابر نفع ونقصان کا اختیار نہیں رکھتے۔ اے مشرکین ذرا سوچو تو سہی کہ کتنی نامعقول بات ہے۔

مومن ومشرک کا فرق

پھر توحید پر قائم رہنے والے مومن اور مشرک کے درمیان فرق بتلایا جاتا ہے۔ جیسے بینا اور نابینا اور توحید وشرک کا مقابلہ ایسا سمجھو جیسے نور وظلمات تو کیا ایک اندھا مشرک جو شرک کی اندھیریوں میں پھنسا ہو وہ ایک مومن جو نور ایمان سے آراستہ ہے برابر ہو سکتے ہیں؟ ہرگز دونوں ایک نتیجہ پر نہیں پہنچ سکتے۔ پھر مشرکین سے ایک سوال اور کیا جاتا ہے کہ جیسی مخلوقات خدا تعالیٰ نے پیدا کی کیا تمہارے باطل معبودوں نے بھی کوئی ایسی چیز پیدا کی ہے؟ وہ تو ایک مکھی کا پر اور ایک مچھر کی ٹانگ بھی نہیں بنا سکتے۔ بلکہ تمام چیزوں کی طرح خود بھی اسی زبردست اکیلے خدا کی مخلوق ہیں۔ پھر ایسی عاجز ومجبور چیزوں کو خدائی کے تخت پر بٹھانا کس قدر گستاخی کور شور چشمی ہے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوتا ہے کہ آپ اعلان کر دیں کہ ہر چیز کا بنانے والا اللہ ہے اور وہ ذات وصفات میں یکتا ہے اور کوئی اس کے برابر نہیں وہ سب پر غالب ہے اور اس کے سوا جو ہے وہ مغلوب ہے اور مغلوب خدا معبود نہیں ہو سکتا۔ تو یہاں استحقاق الوہیت کے عام ضابطہ کا بیان فرمایا گیا ہے کہ جو خالق' مربی اور نفع نقصان پہنچانے کی طاقت رکھتا ہو وہی معبود والٰہ ہونے کا مستحق ہے۔

حق وباطل کے فرق کی دو مثالیں

ایک مثال تو یہ ہے کہ آسمان سے بارش اتری جس سے ندی نالے بہہ پڑے ہر نالہ میں اس کے ظرف اور گنجائش کے موافق پانی جاری ہوا۔ چھوٹے میں کم بڑے میں زیادہ۔ پانی جب زمین پر رواں ہوا تو کوڑا کرکٹ اور گھاس پھونس پانی کی سطح پر بہا لایا۔ دوسری مثال یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ جیسے تیز آگ میں چاندی' تانبا' لوہا اور دوسری دھاتیں پگھلاتے ہیں تا کہ زیور برتن اور ہتھیار

وغیرہ تیار کریں اس میں بھی میل کچیل اور جھاگ اوپر اٹھتا ہے مگر تھوڑی دیر بعد میل کچیل علیحدہ کر دیا جاتا ہے اور جو اصلی اور کار آمد چیز تھی وہی باقی رہ جاتی ہے جس سے مختلف طور پر لوگ نفع اٹھاتے ہیں۔ یہی مثال حق و باطل کی سمجھ لو۔ جب وحی آسمانی دین حق کو لے کر اترتی ہے تو انسانوں کے قلوب اپنے اپنے ظرف و استعداد کے موافق فیض حاصل کرتے ہیں۔ پھر حق و باطل جب باہم بھڑ جاتے ہیں تو جس طرح میل کچیل یا کوڑا کرکٹ اوپر آ جاتا ہے اور بظاہر باطل جھاگ کی طرح حق کو دبا لیتا ہے لیکن ایسا عارضی ہوتا ہے۔ تھوڑی دیر بعد جو اصلی کار آمد چیز تھی وہی رہ جاتی ہے۔

یہاں دو مثالیں دی گئی ہیں اور ان کے ذریعہ سے سمجھایا گیا کہ جب حق و باطل دنیا میں باہم ٹکراتے ہیں اور دونوں کا مقابلہ ہوتا ہے تو گو تھوڑی دیر کے لئے باطل اونچا اور اوپر ہوتا نظر آتا ہے لیکن آخر کار باطل کو منتشر کر کے حق ہی ظاہر اور غالب ہو کر رہے گا۔ کسی مومن کو باطل کی عارضی نمائش سے دھوکا نہ کھانا چاہئے۔ انجام کار حق ہی خالص چیز کی طرح ثابت و قائم رہے گا۔ تو سمجھانا ان مثالوں سے یہ مقصود ہے کہ گو حق کے ساتھ دنیا میں باطل بھی موجود ہے لیکن جس طرح تم پانی اور سونے چاندی وغیرہ کو نافع سمجھ کر ان کی قدر کرتے ہو اور کوڑا کرکٹ اور میل کچیل کی پرواہ نہیں کرتے یونہی تم حق کی قدر کرو کیونکہ وہ نافع ہے اور باطل کو میل کچیل کی طرح دور ہونے دو اور اس کی پروا نہ کرو۔

یہاں اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ ناحق اور کفر کا اگرچہ عارضی چند روزہ تسلط ہو جائے تو اہل ایمان کو اس سے شکستہ دل نہ ہونا چاہئے تھوڑی مدت میں حق نمایاں ہو کر رہے گا اور پھر حق کا ظہور دیرپا ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو توحید اور ایمان و اسلام کی دولت سے نوازا۔ اور شرک و کفر کی لعنت سے بچایا۔

یا اللہ! ہم کو تازیست حق پر قائم رہنے اور اس کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرما اور باطل سے گریز اور بچنا نصیب فرما۔

یا اللہ! ہر طرح کے نفع و نقصان کا اختیار آپ ہی کے دست قدرت میں ہے۔ ہم کو اس پر یقین کامل نصیب فرما اور نفع و نقصان کے ہر معاملہ میں اپنی ہی ذات عالی کی طرف رجوع ہونے کی ہم کو توفیق نصیب فرما۔

یا اللہ! بیشک حق اور باطل دنیا میں آپ ہی کی حکمت و مشیت سے دونوں چل رہے ہیں یا اللہ اس وقت باطل کو جو عارضی فروغ جہاں نصیب ہوا اس کو دور فرما اور حق کو غلبہ عطا فرما۔

یا اللہ! باطل کو میل کچیل کی طرح پھینکا جانا نصیب فرما اور حق کو قابل قدر جان کر اس کو اپنانا نصیب فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰى ؔ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ

جن لوگوں نے اپنے رب کا کہنا مان لیا اُن کے واسطے اچھا بدلہ ہے۔اور جن لوگوں نے اس کا کہنا نہ مانا ان کے پاس اگر تمام دنیا بھر کی چیزیں ہوں

جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ ۙ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ

اور اس کے ساتھ اُسی کی برابر اور بھی ہو تو وہ سب اپنی رہائی کیلئے دے ڈالیں۔ان لوگوں کا سخت حساب ہوگا۔اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔اور وہ برا قرار گاہ ہے۔

الْمِهَادُ ﴿۱۸﴾ اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ

جو شخص یہ یقین رکھتا ہو کہ جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل ہوا ہے وہ سب حق ہے کیا ایسا شخص اس کی طرح ہو سکتا ہے جو کہ اندھا ہے پس نصیحت تو سمجھ دار

اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۱۹﴾ الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ﴿۲۰﴾

ہی لوگ قبول کرتے ہیں۔یہ سمجھدار لوگ ایسے ہیں کہ اللہ سے جو کچھ اُنہوں نے عہد کیا ہے اسکو پورا کرتے ہیں اور اس عہد کو توڑتے نہیں۔

لِلَّذِيْنَ ان کے لئے جنہوں نے	اسْتَجَابُوْا انہوں نے مان لیا	لِرَبِّهِمْ اپنے رب (کا حکم)	الْحُسْنٰى بھلائی	وَالَّذِيْنَ اور جن لوگوں نے				
لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا نہ مانا	لَهٗ اس کا حکم	لَوْ اگر	اَنَّ یہ کہ	لَهُمْ انکے لئے انکا	مَا فِى الْاَرْضِ جو کچھ زمین میں	جَمِيْعًا سب	وَمِثْلَهٗ اور اس جیسا	
مَعَهٗ اسکے ساتھ	لَافْتَدَوْا کہ فدیہ میں دیدیں	بِهٖ اس کو	اُولٰٓئِكَ وہی ہیں	لَهُمْ ان کیلئے	سُوْٓءُ برا	الْحِسَابِ حساب	وَمَاْوٰىهُمْ اور ان کا ٹھکانہ	
جَهَنَّمُ جہنم	وَبِئْسَ اور برا	الْمِهَادُ بچھانا (جگہ)	اَفَمَنْ پس کیا جو	يَعْلَمُ جانتا ہے	اَنَّمَا کہ جو	اُنْزِلَ اُتارا گیا	اِلَيْكَ تمہاری طرف	
مِنْ سے	رَّبِّكَ تمہارا رب	الْحَقُّ حق	كَمَنْ اُس جیسا	هُوَ وہ	اَعْمٰى اندھا	اِنَّمَا اسکے سوا نہیں	يَتَذَكَّرُ سمجھتے ہیں	اُولُوا الْاَلْبَابِ عقل والے
الَّذِيْنَ وہ جو کہ	يُوْفُوْنَ پورا کرتے ہیں	بِعَهْدِ اللّٰهِ اللہ کا عہد	وَ اور	لَا يَنْقُضُوْنَ وہ نہیں توڑتے	الْمِيْثَاقَ پختہ قول وقرار			

اہل حق و اہل باطل کی علامات

گذشتہ آیات میں دو مثالوں کے ذریعے حق و باطل کا حال بیان فرمایا گیا تھا۔ اب اہل حق اور اہل باطل کی علامات و صفات اور ان کے اچھے برے اعمال اور ان کی جزا و سزا کا حال بیان فرمایا جاتا ہے۔

کہ جن لوگوں نے اپنے پروردگار کی دعوت کو برضا و رغبت قبول کیا یعنی توحید کو اختیار کر لیا اور رسالت کو بھی مان لیا اور غیر اللہ سے منہ موڑ کر اللہ کے ہو رہے اور جو آب ہدایت اللہ تعالیٰ نے آسمان سے نازل کیا تھا اس کو نوش جان کیا اور شبہات و وساوس کا جو میل کچیل اور خس و خاشاک اس میں سے باہر سے آ لگا تھا اس کو ہدایت کے اوپر سے اتار کر پھینک دیا تو ایسے لوگوں کے لئے بہتری ہی بہتری ہے۔ دنیا و آخرت کی بھلائی ہے۔ اور انجام میں اچھا بدلہ یعنی جنت مقرر ہے۔ اور جن لوگوں نے اللہ کی دعوت حق کو قبول نہیں کیا اور اپنی کفر و معصیت پر قائم رہے نہ رسول پاک کو مانا نہ قرآن کی صداقت کا اقرار کیا۔ نہ عقائد اسلامیہ کی تصدیق کی تو ان لوگوں کا نتیجہ بہت برا ہوگا۔ یہاں دنیا میں تو خیر جس طرح گزرے لیکن آخرت میں ان کی گھبراہٹ اور پریشانی کا یہ عالم ہوگا کہ اگر تمام دنیا کے خزانے ان کے ہاتھ میں ہوں بلکہ اسی قدر اور بھی تو تمنا کریں گے کہ ہم سب فدیہ میں دے کر اس پریشانی اور عذاب آخرت سے چھوٹ جائیں۔ مگر یہ کہاں ممکن ہوگا۔ اول تو ان کے پاس مال کہاں دھرا ہوگا اور اگر بفرض محال ہو بھی تو قبول کہاں سے ہو سکتا ہے۔ پھر جب ان

کے حساب کا وقت آئے گا تو ان کا حساب بھی سخت ہوگا۔ یعنی سختی سے ان کے اعمال کا محاسبہ اور مناقشہ ہوگا اور ذرہ ذرہ پر مواخذہ اور باز پرس ہوگی اور بات بات پر پوری طرح پکڑے جائیں گے۔ پھر نتیجہ میں ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اور وہ بہت بری جگہ ہے۔ کافر چونکہ چشم بصیرت سے کورا ہے اس لئے اس کو راہ ہدایت نظر نہیں آتی اور مومن بینا اور عاقل ہے وہ اپنی عقل سے حق و باطل کا فرق سمجھتا ہے اور چشم بصیرت سے آیات بینات کو دیکھتا ہے۔ ایماندار آنکھوں والے ہیں اور کافر اندھے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ بینا اور نابینا برابر نہیں۔ اسی طرح سمجھو کہ مومن اور کافر برابر نہیں ہو سکتے۔ اس لئے نصیحت تو وہی لوگ قبول کرتے ہیں جن کی آنکھوں میں بینائی ہے اور جن کی عقلیں خالص ہیں وہی نور بصیرت سے اشیاء کے حقائق اور وقائق کو دیکھتے اور سمجھتے ہیں عقلمند اور سمجھدار یہی لوگ ہیں۔

عقلمندوں کی صفات

اب ان اہل عقل کی صفات ذکر فرمائی جاتی ہیں کہ وہ کیسے ہوتے ہیں۔ ان کے اعمال کیا ہوتے ہیں۔ دنیا میں ان کی سیرت اور کردار کا کیا رنگ ہوتا ہے۔ ان اہل عقل سمجھدار اور فہیم لوگوں کی پہلی شناخت اور صفت یہ بتلائی گئی کہ وہ لوگ اللہ کے عہد کو پورا کرتے ہیں اور اس سے مراد وہ تمام عہد و پیمان ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے لئے ہیں جن میں سب سے پہلا وہ عہد ربوبیت ہے جو ازل میں تمام ارواح کو حاضر کر کے لیا گیا تھا۔ الست بربکم یعنی کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ جس کے جواب میں سب نے یک زبان ہو کر کہا تھا۔ بلیٰ یعنی کیوں نہیں آپ ضرور ہمارے رب ہیں۔ اسی طرح تمام احکام الٰہیہ کی اطاعت۔ تمام فرائض کی ادائیگی اور تمام ناجائز چیزوں سے اجتناب کی منجانب اللہ وصیت اور بندوں کی طرف سے اس کا اقرار مختلف آیات قرآن میں مذکور ہے۔

دوسری صفت یہ بتلائی گئی کہ وہ کسی عہد و میثاق کی خلاف ورزی نہیں کرتے۔ اس میں وہ عہد و پیمان بھی داخل ہیں جو بندے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہیں جن کا ذکر اوپر پہلی صفت میں ہوا اور وہ عہد بھی شامل ہیں جو امت کے لوگ اپنے نبی اور رسول سے کرتے ہیں اور وہ معاہدہ بھی شامل ہیں جو ایک انسان دوسرے انسان سے کرتا ہے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ تازیست ہم کو بھی اہل حق میں شامل رکھیں اور اہل باطل سے علیحدہ رکھیں یا اللہ ہمارا حساب آسان اور پردہ پوشی کے ساتھ فرمائیگا اور ہم سب کو اپنی جنت میں داخلہ نصیب فرمایئے گا۔

یا اللہ! ہم کو اپنے کیئے ہوئے عہد کو ہمہ وقت یاد رکھنے اور اس کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرما۔ اور بدعہدی کی مذموم خصلت سے کامل طور پر بچنے کی توفیق و ہمت عطا فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَالَّذِیْنَ یَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰہُ بِہٖٓ اَنْ یُّوْصَلَ وَیَخْشَوْنَ رَبَّھُمْ وَیَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ﴿۲۱﴾

اور یہ ایسے ہیں کہ اللہ نے جن علاقوں کے قائم رکھنے کا حکم کیا ہے ان کو قائم رکھتے ہیں اور اپنے رب سے ڈرتے رہتے ہیں اور سخت حساب کا اندیشہ رکھتے ہیں۔

وَالَّذِیْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْہِ رَبِّھِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ سِرًّا

اور یہ ایسے لوگ ہیں کہ اپنے رب کی رضامندی کے جویاں رہ کر مضبوط رہتے ہیں اور نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو روزی دی ہے اس میں سے چپکے سے

وَّعَلَانِیَۃً وَّیَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَۃِ السَّیِّئَۃَ اُولٰٓئِکَ لَھُمْ عُقْبَی الدَّارِ ﴿۲۲﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ

اور ظاہر کر کے بھی خرچ کرتے ہیں اور بدسلوکی کو حسنِ سلوک سے ٹال دیتے ہیں اُس جہان میں نیک انجام ان لوگوں کے واسطے ہے۔ یعنی ہمیشہ رہنے کی جنتیں

یَّدْخُلُوْنَھَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِھِمْ وَاَزْوَاجِھِمْ وَذُرِّیّٰتِھِمْ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ یَدْخُلُوْنَ

جن میں وہ لوگ بھی داخل ہوں گے اور ان کے ماں باپ اور بیبیوں اور اولاد میں جو لائق ہوں گے وہ بھی داخل ہوں گے اور فرشتے ان کے پاس

عَلَیْھِمْ مِّنْ کُلِّ بَابٍ ﴿۲۳﴾ سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَی الدَّارِ ﴿۲۴﴾

ہر دروازہ سے آتے ہوں گے۔ کہ تم صحیح سلامت رہو گے بدولت اس کے تم (دین حق پر) مضبوط رہے تھے سو اس جہان میں تمہارا انجام بہت اچھا ہے۔

وَ اور	الَّذِیْنَ وہ جو کہ	یَصِلُوْنَ جوڑے رکھتے ہیں	مَآ جو	اَمَرَ اللّٰہُ اللہ نے حکم دیا	بِہٖ اس کا	اَنْ کہ	یُّوْصَلَ جوڑا جائے	وَ اور
یَخْشَوْنَ وہ "ڈرتے" ہیں	رَبَّھُمْ اپنا رب	وَیَخَافُوْنَ اور خوف کھاتے ہیں	سُوْٓءَ برا	الْحِسَابِ حساب	وَالَّذِیْنَ اور وہ لوگ جو	صَبَرُوا انہوں نے صبر کیا		
ابْتِغَآءَ حاصل کرنے کیلئے	وَجْہِ خوشی	رَبِّھِمْ اپنا رب	وَاَقَامُوا اور انہوں نے قائم کی	الصَّلٰوۃَ نماز	وَ اور	اَنْفَقُوْا خرچ کیا	مِمَّا اس سے جو	
رَزَقْنٰھُمْ ہم نے انہیں دیا	سِرًّا پوشیدہ	وَّعَلَانِیَۃً اور ظاہر	وَیَدْرَءُوْنَ اور ٹال دیتے ہیں	بِالْحَسَنَۃِ نیکی سے	السَّیِّئَۃَ برائی			
اُولٰٓئِکَ وہی ہیں	لَھُمْ ان کیلئے	عُقْبَی الدَّارِ آخرت کا گھر	جَنّٰتُ باغات	عَدْنٍ ہیشگی	یَدْخُلُوْنَھَا اور اس میں داخل ہونگے			
وَمَنْ اور جو	صَلَحَ نیک ہوئے	مِنْ سے "میں"	اٰبَآئِھِمْ انکے باپ دادا	وَاَزْوَاجِھِمْ اور ان کی بیویاں	وَذُرِّیّٰتِھِمْ اور ان کی اولاد			
وَالْمَلٰٓئِکَۃُ اور فرشتے	یَدْخُلُوْنَ داخل ہوں گے	عَلَیْھِمْ ان پر	مِنْ سے	کُلِّ بَابٍ ہر دروازہ	سَلٰمٌ سلامتی	عَلَیْکُمْ تم پر		
بِمَا اس لئے کہ	صَبَرْتُمْ تم نے صبر کیا	فَنِعْمَ پس خوب	عُقْبَی الدَّارِ آخرت کا گھر					

عقلمندوں کی مزید صفات

گذشتہ آیات میں دو صفات اور شناخت سمجھدار اور عقلمند یعنی مومنین کی بیان کی گئی تھیں۔ اول یہ کہ سمجھدار لوگ ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے جو کچھ انہوں نے عہد کیا ہے اس کو پورا کرتے ہیں دوسرے یہ کہ جو عہد کرتے ہیں اس کو توڑتے نہیں۔

اب یہاں ان آیات میں ان کی مزید چند صفات اور آخرت کا انجام بیان فرمایا گیا ہے۔

صلہ رحمی کرنا

تیسری صفت بتلائی جاتی ہے کہ جس چیز کو جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اس کو جوڑے رکھتے ہیں۔ اکثر مفسرین کے نزدیک اس سے رشتہ اور قرابتداری کے حقوق کی نگہداشت مراد ہے یعنی

صلہ رحمی کرتے ہیں اور اپنے تعلقات اسی طرح قائم کرتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔

اللہ جل شانہ نے اپنے پاک کلام قرآن مجید میں متعدد جگہ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشادات میں خصوصیت سے صلہ رحمی کی تاکیدیں فرمائی ہے اور تعلقات کے توڑنے پر خصوصی وعیدیں فرمائی ہیں قرآن پاک میں کئی جگہ صلہ رحمی بالخصوص والدین کے حقوق کی رعایت کا حکم دیا گیا ہے اور اسی طرح قطع رحمی بالخصوص والدین کے ساتھ بدسلوکی پر سخت تنبیہ بھی فرمائی گئی ہے۔

خوف خداوندی

چوتھی صفت بیان کی گئی کہ وہ اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں یعنی حق تعالیٰ کی عظمت وجلال کا تصور کر کے لرزاں وترساں رہتے ہیں۔ اس لئے جو نیکیاں کرتے ہیں وہ فرمان خدا سمجھ کر کرتے ہیں اور جو بُرائیاں چھوڑتے ہیں وہ خدا کی نافرمانی سمجھ کر چھوڑتے ہیں۔

خوف آخرت

پانچویں صفت بتلائی گئی کہ وہ آخرت کے حساب کا خوف رکھتے ہیں۔ یعنی یہ اندیشہ لگا رہتا ہے کہ جب آخرت میں ذرہ ذرہ کا حساب ہوگا تو کیا صورت پیش آوے گی۔

صبر واستقلال

چھٹی صفت یہ بیان کی گئی کہ اللہ کی رضا جوئی کے لئے ہر تکلیف ومصیبت پر صبر کرتے ہیں اور ان ممنوعات سے نفس کو روکتے ہیں جن کی خواہش ہوتی ہو یعنی اپنے جذبات ومیلانات کو حدود شرعیہ کا پابند بناتے ہیں۔ کسی سختی سے گھبرا کر یا کسی لالچ میں آ کر طاعت کے راستہ سے قدم نہیں ہٹاتے اور نہ معصیت کی طرف جھکتے ہیں اور یہ سب صبر واستقلال محض حق تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کرتے ہیں۔ دکھلاوے یا اس لئے نہیں کہ دنیا انہیں بہت صابر اور مستقل مزاج کہے اور نہ اس لئے کہ بجز صبر کے چارہ نہ رہا تھا۔ مجبور ہو گئے تو صبر کر کے بیٹھ رہے مثلاً کوئی شخص چوری کی نیت سے کسی مکان میں داخل ہو گیا مگر وہاں چوری کا موقع نہ ملا صبر کر کے واپس آ گیا۔ تو غیر اختیاری صبر کوئی مدح وثواب کی چیز نہیں۔ ثواب جبھی ہے کہ جب گناہ سے بچنا خدا کے خوف اور اس کی رضا جوئی کے سبب ہو۔

نمازوں کی پابندی

ساتویں صفت یہ بیان کی گئی کہ وہ اپنی نمازوں کی پوری حفاظت کرتے ہیں یعنی ٹھیک وقت پر پابندی کے ساتھ جماعت سے نماز ادا کرتے ہیں۔ ظاہری وباطنی آداب ورعایت کے ساتھ۔

صدقات وخیرات کرنا

آٹھویں صفت یہ بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں جو کچھ دے رکھا ہے اس میں سے صدقات خیرات زکوٰۃ غرض جملہ مالی حقوق ادا کرتے ہیں۔ فقراء محتاج مساکین اپنے ہوں یا غیر ہوں ان کی برکتوں سے محروم نہیں رہتے۔ اور چھپے کھلے دن رات وقت بے وقت برابر راہ اللہ خرچ کرتے رہتے ہیں۔ حسب موقع ومصلحت کبھی اس خرچ کا اظہار بھی کر دیتے ہیں اور کبھی اسے مخفی بھی رکھتے ہیں۔

برائی کا جواب بھلائی سے دینا

نویں صفت یہ بیان فرمائی کہ وہ بدسلوکی کو اچھے برتاؤ سے دفع کرتے ہیں۔ یعنی برائی کا جواب بھلائی سے دیتے ہیں سختی کے مقابلہ میں نرمی برتتے ہیں۔ کوئی ظلم کرتا ہے تو یہ معاف کرتے ہیں بشرطیکہ معافی سے برائی کے ترقی کرنے کا اندیشہ نہ ہو۔ بدی سے بچ کر نیکی اختیار کرتے ہیں اگر کبھی کوئی برا کام ہو جاتا ہے تو اس کے مقابلہ میں بھلا کام یعنی توبہ اور اس گناہ کی تلافی کر لیتے ہیں اسی معنی میں ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم اپنے طرز عمل کو لوگوں کے طرز عمل کا تابع بنا کر نہ رکھو۔ یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ اگر لوگ بھلائی کریں گے تو ہم بھلائی کریں گے اور لوگ ظلم کریں گے تو ہم بھی ظلم کریں گے۔ تم اپنے نفس کو ایک

قاعدہ کا پابند بناؤ۔ اگر لوگ نیکی کریں تو تم نیکی کرو اور اگر لوگ تم سے بدسلوکی کریں تو تم ظلم نہ کرو۔

مذکورہ صفات والوں کا انجام

اہل فہم ودانش کی یہ صفات بیان کر کے ان کا انجام بتلایا جاتا ہے کہ ان لوگوں کو آخرت میں آرام و راحت کی دائمی زندگی نصیب ہوگی۔ یعنی جنت میں ہمیشہ رہیں گے۔ آگے جنت کی بشارت کے ساتھ ایک مزید خوشخبری سنائی جاتی ہے کہ ایسے کاملین کو جن کی صفات اوپر بیان ہوئیں جنت میں ایک نعمت و مسرت یہ حاصل ہوگی کہ وہ اور ان کے ماں باپ اولاد بیویاں جو اپنی نیکی کی بدولت دخول جنت کے لائق ہوں سب اکٹھے رہیں گے۔ حتیٰ کہ ان متعلقین میں سے اگر کوئی کم رتبہ کا ہوگا تو حق تعالیٰ اپنی نوازش ومہربانی سے درجہ بڑھا کر ان متعلقین کو بھی اس مرد کامل کے پاس پہنچا دیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایمان اور عمل صالح موجود ہو تو تعلق قرابت سے جنت کے درجات میں ترقی ممکن ہے۔ یہاں آیت میں وَمَنْ صَلَحَ اور جو نیک ہوئے کی شرط نے یہ صاف کر دیا کہ اہل جنت سے مطلق قرابت کا تعلق مغفرت کے لئے کافی نہیں۔ مغفرت تو ایمان پر مرتب ہو گی البتہ جنت میں ترقی درجات ومراتب کی گنجائش اعزہ واقربا کی شفاعت کی بناء پر ہے۔ اور اللہ کے مقبول بندوں کی رعایت وبرکت سے بلند مقام پر پہنچا دیا جائے گا۔

آخر میں ارشاد ہوتا ہے کہ ان کاملین کی تعظیم وتکریم کے لئے فرشتے ہر طرف سے آ آ کر سلام کریں گے۔ اور مبارکباد دیں گے اور کہیں گے۔ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ یعنی فرشتے کہیں گے تم نے دنیا میں اللہ کے احکام بجالانے میں اور وہاں کی عارضی تکلیفیں اٹھانے میں جو صبر سے کام لیا تھا اس کے بدلہ میں یہاں کی سلامتی، خوشی اور دائمی راحت مبارک ہو اور یہ گھر اس دنیا سے کتنا اچھا ہے۔ حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قبور شہداء پر تشریف لے جاتے تو یہی آیت پڑھتے۔ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ یعنی سلامتی تم پر تمہارے صبر کے بدلے سو عاقبت کا گھر خوب ملا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہم کو بھی ان مومنین کاملین کے گروہ میں شامل فرمائیں جن کی صفات ان آیات میں بیان ہوئیں۔ یا اللہ! ہمیں بھی ان خصائل محمودہ اور اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرما دے۔ جن کا مطالبہ یہ قرآنی آیات کر رہی ہیں۔ یا اللہ! جس انجام کی بشارت ان آیات میں دی گئی ہے۔ وہ حسن انجام ہم سب کو نصیب فرما اور ہمارے ماں باپ، بیوی بچوں اور عزیز واقربا کو بھی اپنے کرم سے جنت میں ہمارے ساتھ رہنا نصیب فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ

اور جو لوگ خداتعالیٰ کے معاہدوں کو اُن کی پختگی کے بعد توڑتے ہیں اور خداتعالیٰ نے جن علاقوں کے قائم رکھنے کا حکم فرمایا ہے

اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ ۙ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿۲۵﴾ اَللّٰهُ يَبْسُطُ

ان کو قطع کرتے ہیں اور دنیا میں فساد کرتے ہیں ایسے لوگوں پر لعنت ہوگی اور ان کیلئے اُس جہان میں خرابی ہوگی اللہ جس کو چاہے

الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ۭ وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِى الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ ﴿۲۶﴾

زیادہ رزق دیتا ہے اور تنگی کر دیتا ہے اور یہ (کفار) لوگ دنیوی زندگی پر اتراتے ہیں۔ اور یہ دنیوی زندگی آخرت کے مقابلہ میں بجز ایک متاع قلیل کے اور کچھ بھی نہیں۔

وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ جو	يَنْقُضُوْنَ توڑتے ہیں	عَهْدَ اللّٰهِ اللہ کا عہد	مِنْۢ بَعْدِ اس کے بعد	مِيْثَاقِهٖ اس کو پختہ کرنا	وَيَقْطَعُوْنَ اور وہ کاٹتے ہیں	
مَا جو	اَمَرَ اللّٰهُ اللہ نے حکم دیا	بِهٖ اس کا اَنْ کہ	يُّوْصَلَ وہ جوڑا جائے	وَيُفْسِدُوْنَ اور وہ فساد کرتے ہیں	فِى الْاَرْضِ زمین میں	اُولٰٓئِكَ یہی ہیں
لَهُمْ ان کے لئے	اللَّعْنَةُ لعنت	وَلَهُمْ اور ان کے لئے	سُوْٓءُ الدَّارِ برا گھر	اَللّٰهُ اللہ	يَبْسُطُ کشادہ کرتا ہے	الرِّزْقَ رزق
لِمَنْ يَّشَآءُ جس کے لئے وہ چاہتا ہے	وَيَقْدِرُ اور تنگ کرتا ہے	وَفَرِحُوْا اور وہ خوش ہیں	بِالْحَيٰوةِ زندگی سے	الدُّنْيَا دنیا	وَمَا اور نہیں	
	الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی	فِى (مقابلہ) میں	الْاٰخِرَةِ آخرت	اِلَّا صرف	مَتَاعٌ متاع حقیر	

بے عقلوں و بدبختوں کی صفات وانجام

گذشتہ آیات میں اہل دانش، مومنین، کاملین کی صفات اور خوبیاں اور ان کا آخری انجام بیان فرمایا گیا تھا۔ اب ان کے مقابل کم فہم، بدبخت کا ذکر فرمایا جاتا ہے اور ان کی خصلتیں اور آخری انجام بیان فرمایا جاتا ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ ان بدبختوں کا کام یہ ہے کہ حق تعالیٰ سے بدعہدی کریں۔ جن چیزوں کے جوڑنے کا حکم تھا انہیں توڑیں یعنی قرابت، رشتہ داری، دوستی کا لحاظ نہ کرنا، ہر قسم کے قول وقرار کو توڑنا، ملک میں فتنہ و فساد کی آگ بھڑکا کر امن عامہ کو تباہ کرنا، مخلوق پر ظلم کرنا، دوسروں پر اور اپنی جانوں پر ظلم کرنے سے نہ رکنا گویا نیکوں کی جو صفات اوپر بیان ہوئی تھیں ان میں ان کی ضد پائی جاتی ہے۔ تو قدرتاً ان کا انجام بھی ان سے بالکل مختلف ہونا چاہئے۔ اس لئے مومنین کے برخلاف ان کا انجام اچھا نہ ہوگا۔ ان پر اللہ کی لعنت اور پھٹکار پڑے گی اور اس جہان میں بڑی خرابی ہوگی۔ اور سب سے برے مقام پر پہنچائے جائیں گے۔ یعنی دوزخ میں۔

ایک شبہ اور اس کا جواب

گذشتہ آیات اور یہاں ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے نیک و بدخصلت لوگوں کا ذکر فرمایا اور نیک خصلت لوگوں سے اپنی رضامندی ظاہر فرمائی۔ اس پر یہ خیال کسی کو ہوسکتا تھا کہ دنیا میں اکثر بدخصلت لوگ بڑی آسائش اور خوشحالی سے بسر کرتے ہیں اور نیک لوگ عموماً تنگ حال تو جن لوگوں سے اللہ راضی نہیں ان کو دنیا میں چین آرام اور راحت و آسائش کیوں نصیب ہے؟ اس شبہ کا ازالہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ دنیا میں رزق کی کمی بیشی اور تنگی و فراخی تو اللہ کے دست قدرت میں ہے۔ خدا جس کو چاہتا ہے فراخ دست کرتا ہے اور جس کو چاہے تنگ دست بنا دیتا ہے مگر ناعاقبت اندیش لوگ دنیوی زندگی کے آرام و آسائش پر اکڑتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ آخرت کی زندگی کے مقابلہ میں اس دنیوی زندگی کی کوئی وقعت نہیں اور آخرت کے مقابلہ میں

دنیوی زندگی محض ہیچ ہے۔ الغرض دنیا کی تنگی و فراخی مقبول اور مردود ہونے کا معیار نہیں بن سکتی۔ یہ تو محض اللہ کی مشیت اور حکمت پر ہے کافروں کو دنیا پر سہارا ہو گیا اور آخرت سے غافل ہو گئے اور سمجھنے لگے کہ یہاں کی وسعت و فراخی کوئی حقیقی اور دائمی چیز ہے۔ حالانکہ مومنوں کو جو آخرت ملنے والی ہے اس کے مقابل تو یہ دنیا کوئی قابل ذکر چیز ہی نہیں۔

خلاصہ یہ کہ یہاں اس بات پر متنبہ فرمایا جارہا ہے کہ دنیا میں رزق کی کمی بیشی کا معاملہ اللہ کے ایک دوسرے ہی قانون سے تعلق رکھتا ہے۔ جس میں بے شمار مصلحتوں کے لحاظ سے کسی کو زیادہ دیا جاتا ہے کسی کو کم۔ یہ کوئی معیار نہیں ہے کہ امیری اور غریبی کے لحاظ سے انسان کی قدر و قیمت کا حساب لگایا جائے یا ان کی سعادت و شقاوت کو اس میں دخل ہو۔ انسانوں کی سعادت و شقاوت کی اصل کسوٹی یہ ہے کہ کس نے فکر و عقیدہ اور عمل کی صحیح راہ اختیار کی اور کس نے غلط۔ مگر نادان لوگ اس کی بجائے یہ دیکھتے ہیں کہ کس کو دولت زیادہ ملی اور کس کو کم۔ مال و دولت کی کثرت مقبولیت کی دلیل نہیں بلکہ یہ منجانب اللہ کافروں کے لئے استدراج اور ڈھیل ہے کہ جرم کا پیمانہ خوب لبریز ہو جائے اور جو کرنا ہے وہ دل کھول کر کر لیں پھر یک لخت ان کو گرفتار کر کے تختۂ دار پر لٹکا دیا جائے۔ اس لئے دنیا میں رزق کا کم یا زیادہ ہونا کفر و ایمان پر موقوف نہیں۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو ایسی خصلتوں اور اعمال سے بچنے کی توفیق و ہمت نصیب فرماویں جس سے وہ ناراض ہوتے ہیں۔ اور ایسے اعمال ہمارے لئے آسان فرماویں جس سے وہ خوش اور راضی ہوتے ہیں۔

یا اللہ! اپنی شان رزاقی سے ہمارے لئے دنیا میں رزق حلال مقدر فرما اور آخرت میں بھی جنت کی نعمتوں سے سرفراز فرما۔

یا اللہ! ہمارے دلوں میں آخرت کا فکر و یقین عطا فرما۔ آخرت کے مقابلہ میں ہم دنیا کو کسی بات پر ترجیح نہ دینے والے ہوں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَاۗءُ

اور یہ کافر لوگ کہتے ہیں۔ کہ ان پر کوئی معجزہ ان کے رب کی طرف سے کیوں نہیں نازل کیا گیا آپ کہہ دیجئے کہ واقعی اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں گمراہ کر دیتے ہیں

وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ ۝۲۷ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَىِٕنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ۭ اَلَا بِذِكْرِ

اور جو شخص اُن کی طرف متوجہ ہوتا ہے اسکو اپنی طرف ہدایت کر دیتے ہیں۔ مراد اس سے وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور اللہ کے ذکر سے اُن کے دلوں کو اطمینان ہوتا ہے۔ خوب سمجھ لو

اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُ ۝۲۸ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ ۝۲۹

کہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان ہو جاتا ہے جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے اُن کیلئے خوشحالی اور نیک انجامی ہے۔

كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِيْٓ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَا۟ عَلَيْهِمُ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ

اسی طرح ہم نے آپ کو ایک ایسی اُمت میں رسول بنا کر بھیجا ہے کہ اس سے پہلے اور بہت سی اُمتیں گذر چکی ہیں تا کہ آپ اُن کو وہ کتاب پڑھ کر سنا دیں جو ہم نے آپکے پاس وحی کے ذریعہ بھیجی ہے

اِلَيْكَ وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ۭ قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ مَتَابِ ۝۳۰

اور وہ لوگ ایسے بڑے رحمت والے کی ناسپاسی کرتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ وہ میرا مربی ہے۔ اُس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں میں نے اسی پر بھروسہ کر لیا اور اسی کے پاس مجھ کو جانا ہے۔

وَيَقُوْلُ اور کہتے ہیں	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا	لَوْ کیوں	لَآ اُنْزِلَ نہ اُتاری گئی	عَلَيْهِ اس پر	اٰيَةٌ کوئی نشانی	مِنْ سے	
رَبِّهٖ اس کا رب	قُلْ آپ کہہ دیں	اِنَّ بیشک	اللّٰهَ اللہ	يُضِلُّ گمراہ کرتا ہے	مَنْ يَّشَاۗءُ جس کو چاہتا ہے	وَيَهْدِيْٓ اور راہ دکھاتا ہے	
اِلَيْهِ اپنی طرف	مَنْ جو	اَنَابَ رجوع کرے	اَلَّذِيْنَ جو لوگ	اٰمَنُوْا ایمان لائے	وَتَطْمَىِٕنُّ اور اطمینان پاتے ہیں	قُلُوْبُهُمْ جن کے دل	
بِذِكْرِ اللّٰهِ اللہ کے ذکر سے	اَلَا یاد رکھو	بِذِكْرِ اللّٰهِ اللہ کے ذکر سے	تَطْمَىِٕنُّ اطمینان پاتے ہیں	الْقُلُوْبُ دل (جمع)	اَلَّذِيْنَ جو لوگ		
اٰمَنُوْا ایمان لائے	وَعَمِلُوْا اور انہوں نے عمل کئے	الصّٰلِحٰتِ نیک (جمع)	طُوْبٰى خوشحالی	لَهُمْ ان کیلئے	وَحُسْنُ اور اچھا	مَاٰبٍ ٹھکانا	
كَذٰلِكَ اسی طرح	اَرْسَلْنٰكَ ہم نے تمہیں بھیجا	فِيْٓ میں	اُمَّةٍ اس امت	قَدْ خَلَتْ گزر چکی ہیں	مِنْ قَبْلِهَآ اس سے پہلے	اُمَمٌ اُمتیں	
لِّتَتْلُوَا تا کہ تم پڑھو	عَلَيْهِمُ ان پر ان کو	الَّذِيْٓ وہ جو کہ	اَوْحَيْنَآ ہم نے وحی کیا	اِلَيْكَ تمہاری طرف	وَهُمْ اور وہ	يَكْفُرُوْنَ منکر ہوتے ہیں	
بِالرَّحْمٰنِ رحمٰن کے	قُلْ آپ کہہ دیں	هُوَ وہ	رَبِّيْ میرا رب	لَآ نہیں	اِلٰهَ کوئی معبود	اِلَّا هُوَ اس کے سوا	عَلَيْهِ اس پر
تَوَكَّلْتُ میں نے بھروسہ کیا	وَاِلَيْهِ اور اس کی طرف	مَتَابِ میرا رجوع					

کفار کی فرمائشیں اوران کا جواب

مکہ کے معاند کفار اگرچہ سینکڑوں نشانیاں اور معجزات دیکھتے تھے مگر از راہ عناد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی کہتے کہ ہم جو کہتے جائیں وہ نشانیاں دکھاؤ۔ مثلاً مکہ کے چاروں طرف پہاڑ ہیں۔ ان پہاڑوں کو اپنی جگہ سے سرکا کر کھیتی باڑی کے لئے زمین وسیع کر دو۔ یا زمین کو پھاڑ کر چشمے اور نہریں نکال دو تا کہ پانی کی کمی دور ہو جائے یا ہمارے پرانے مرے ہوئے بڑوں کو زندہ کر کے ہم سے بات چیت کرا دو۔ الغرض کفار یہ فرمائش کرتے کہ کوئی معجزہ یا نشانی ایسا دکھلاؤ جو ہم کو ایمان لانے پر مجبور کر دے۔ اس کا جواب دیا۔

جاتا ہے کہ بیشک خدا ایسے نشان دکھلانے پر قدرت رکھتا ہے لیکن اس کی حکمت اس بات کی مقتضی نہیں کہ تمہاری فرمائشیں پوری کیا کرے۔ پیغمبروں کی تصدیق کے لئے جس قدر ضرورت ہے اس سے زاید نشانات دکھلا چکا اور دکھلا رہا ہے۔ دوسرے سینکڑوں معجزات سے قطع نظر کر کے اکیلا قرآن ہی کیسا عظیم الشان معجزہ پیغمبر کی صداقت کا موجود ہے۔ جب تم ان نشانیوں کو دیکھ کر راہ راست پر نہ آئے اور حق کی طرف رجوع نہ ہوئے تو معلوم ہوا کہ قدیم قانون کے موافق خدا کی مشیت یہی ہے کہ تم کو تمہاری پسند کردہ گمراہی میں چھوڑے رکھے۔ بلاشبہ اگر تم اتنے بڑے بڑے نشان دیکھ کر اس کی طرف رجوع ہوتے تو وہ اپنی عادت کے موافق تم کو آگے بڑھاتا اور حقیقی کامیابی تک پہنچنے کی راہیں دکھاتا۔ جب تم نے خود یہ نہ چاہا تو اس کی حکمت بھی اسی کی مقتضی ہے کہ تمہیں مجبور نہ کرے۔ پھر فرمائشی نشانیاں دکھانے کی کیا ضرورت رہی۔ بلکہ نہ دکھلانے میں تمہارا فائدہ ہے کیونکہ سنت اللہ یہ ہے کہ فرمائشی نشان اسی وقت دکھلائے جاتے ہیں جب کسی قوم کو تباہ کرنا مقصود ہو۔ حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی آئی کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر تم چاہو تو ہم ان کے فرمائشی معجزات دکھلا دیں۔ ان کی چاہت کے مطابق میں صفا پہاڑ کو سونے کا کر دیتا ہوں اور زمین عرب میں میٹھے دریاؤں کی ریل پیل کر دیتا ہوں۔ پہاڑی زمین کو زرعی زمین سے بدل دیتا ہوں لیکن پھر بھی اگر یہ ایمان نہ لائے تو ایسا عذاب بھیجا جائے گا جو دنیا میں کسی پر نہ آیا ہو۔ اگر آپ چاہیں تو یہ کر دوں اور اگر چاہیں تو ان کے لئے توبہ و رحمت کا دروازہ کھلا رہنے دوں۔ تو آپ نے دوسری صورت پسند فرمائی۔ چنانچہ یہی معاندانہ فرمائشیں کرنے والے بہت سے بعد کو مسلمان ہو گئے۔

جواب کا خلاصہ طالبان حق کیلئے قرآن کافی ہے

تو حق تعالیٰ کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ کفار کی یہ تمام فرمائشیں معاندانہ ہوتی ہیں۔ طلب حق مقصود نہیں۔ اس لئے ایسی خواہشات قبول نہیں کی جاتیں۔ اگر ان کو اطمینان اور ایمان لانا مقصود ہوتا تو اس کے لئے تو قرآن کافی ہے جن کو ایمان کی خواہش ہوتی ہے اور طلب حق جن کا شعار ہوتا ہے اور خدا کی طرف رجوع ہونے والے ہوتے ہیں تو ان کو ہدایت بھی ہو جاتی ہے اور دولت ایمان نصیب ہو جاتی ہے اور وہ خدا کی یاد سے چین و اطمینان حاصل کرتے ہیں اور ذکر اللہ کا نور ان کے قلوب سے ہر طرح کی وحشت اور گھبراہٹ کو دور کر دیتا ہے۔ دولت' حکومت' منصب' جاگیر یا فرمائشی نشانات کا دیکھ لینا کوئی چیز انسان کو حقیقی سکون اور اطمینان قلب سے ہم آغوش نہیں کر سکتی۔ صرف ذکر اللہ اور یاد الٰہی سے جو تعلق مع اللہ حاصل ہوتا ہے وہی ہے جو دلوں کے اضطراب اور وحشت کو دور کر سکتا ہے۔ غرض جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح کئے ان کے لئے اس دنیا میں خوشحالی اور آخرت میں نیک انجامی کا وعدہ ہے۔ یہاں دنیا میں خوشحالی سے مراد مالی یا معاشی خوشحالی نہیں بلکہ فراغ خاطر اور قلبی چین و سکون ہی مقصود ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کوئی نئی اور انوکھی چیز نہیں ہے

آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ یہ لوگ جو آپ کی رسالت پر شبہات کرتے ہیں تو آپ کی رسالت کوئی انوکھی چیز تو ہے نہیں۔ پہلے بھی رسول ہوتے آئے ہیں۔ دنیا میں سلسلہ انبیاء پہلے سے جاری ہے تو کیا منکروں کے کہنے سے وہ انبیا ہر وقت معجزات دکھایا کرتے تھے۔ معجزہ کا ظہور بھی کبھی بوقت ضرورت ہو جاتا ہے ورنہ اصل مقصود تو پیغام الٰہی کا پہنچا دینا ہے اس لئے آپ کو ان کی طرف اس لئے رسول بنا کر بھیجا ہے تا کہ آپ ان کو وہ کتاب پڑھ کر سنا دیں جو ہم نے آپ کے پاس وحی کے ذریعہ سے بھیجی ہے اور ان معاندین کو چاہئے

تھا کہ اس نعمت عظمیٰ کی قدر کرتے اور اس کتاب پر کہ وہ معجزہ بھی ہے ایمان لے آتے مگر وہ لوگ ایسے بڑے رحمت والے کی ناشکری کرتے ہیں اور انہوں نے سخت ناشکری اور کفران نعمت پر کمر باندھ لی ہے۔ رحمٰن کا حق ماننے سے منکر ہو گئے بلکہ اس نام سے ہی وحشت کھانے لگے۔ اسی لئے کفار مکہ نے حدیبیہ کے صلح نامہ میں بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ لکھنے میں جھگڑا کیا کہ ہم نہیں جانتے رحمٰن اور رحیم کیا ہے۔

کفار سے کہہ دو کہ تم کچھ نہیں بگاڑ سکتے

اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اخیر میں خطاب ہوتا ہے کہ آپ ان کفار سے فرما دیں کہ جس رحمٰن سے تم انکار کرتے ہو وہی میرا رب ہے اور وہی اللہ ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ میرا آغاز وانجام سب اسی کے ہاتھ میں ہے میں اسی پر توکل کرتا ہوں۔ نہ تمہارے انکار وتکذیب سے مجھے ضرر کا اندیشہ ہے نہ تم مخالفت کر کے میرا کچھ کر سکتے ہو۔ البتہ تمہارا ہی ضرر ہے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے ہم کو امت مسلمہ میں پیدا فرمایا۔ یا اللہ اپنے ذکر وفکر کی توفیق دائمی ہم کو نصیب فرما اور اپنے ذکر سے ہمارے قلوب کو زندہ فرما اور دنیا میں خوش حالی اور آخرت میں نیک انجامی نصیب فرما اور قرآن پاک جیسی نعمت عظمیٰ کی ہم کو حقیقی قدر دانی عطا فرما۔

یا اللہ! ہدایت وضلالت آپ ہی کے دست قدرت میں ہے آپ جس کو چاہیں گمراہی میں پڑا رہنے دیں اور جس کو چاہیں ہدایت سے نواز دیں۔

یا اللہ! ہمارے قلوب کو نور ہدایت سے منور فرما اور عمل صالحہ کی توفیق عطا فرما اور ہر طرح کی کجی سے ہماری حفاظت فرما۔

یا اللہ! اپنے ذکر وفکر کی توفیق دائمی ہم کو نصیب فرما اور اپنے ذاکرین بندوں میں ہم کو بھی شامل ہونا نصیب فرما۔

یا اللہ! ہم کو ہر حال میں اپنی ذات عالی کی طرف رجوع ہونے کی توفیق عطا فرما اور اس رجوع کی برکت سے دین ودنیا دونوں جہان میں ہمارے لئے نیک انجامی اور خوشحالی مقدر فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعۡوٰنَآ اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ

وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى ۭ بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ

اور اگر کوئی ایسا قرآن ہوتا جس کے ذریعہ سے پہاڑ ہٹا دیئے جاتے یا اسکے ذریعہ سے زمین جلدی جلدی طے ہو جاتی یا اس کے ذریعہ سے مُردوں کے ساتھ کسی کو باتیں کرادی جاتیں

جَمِيْعًا ۭ اَفَلَمْ يَايْــــَٔسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ لَّوْ يَشَاۗءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَلَا يَزَالُ

تب بھی یہ لوگ ایمان نہ لاتے بلکہ سارا اختیار خاص اللہ ہی کو ہے۔ کیا پھر بھی ایمان والوں کو اس بات میں دل جمعی نہیں کہ اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو تمام آدمیوں کو ہدایت کر دیتا۔

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰى يَاْتِيَ

اور یہ (مکہ کے) کافر تو ہمیشہ (آئے دن) اس حالت میں رہتے ہیں کہ ان کے (بد) کرداریوں کے سبب ان پر کوئی نہ کوئی حادثہ پڑتا رہتا ہے یا اُن کی بستی کے قریب نازل ہوتا رہتا ہے

وَعْدُ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۝۳۱

یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ آجاوے گا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ وعدہ خلاف نہیں کرتے۔

وَلَوْ اور اگر	اَنَّ یہ کہ	قُرْاٰنًا ایسا قرآن	سُيِّرَتْ چلائے جاتے	بِهِ اس سے	الْجِبَالُ پہاڑ	اَوْ یا	قُطِّعَتْ پھٹ جاتی
بِهِ اس سے	الْاَرْضُ زمین	اَوْ یا	كُلِّمَ بات کرنے لگتے	بِهِ اس سے	الْمَوْتٰى مُردے	بَلْ بلکہ	لِلّٰهِ اللہ کیلئے
الْاَمْرُ کام	جَمِيْعًا تمام	اَفَلَمْ يَايْــــَٔسِ تو کیا اطمینان نہیں ہوا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا وہ لوگ جو ایمان لائے	اَنْ کہ	لَّوْ يَشَاۗءُ اللّٰهُ اگر اللہ چاہتا	لَهَدَى تو ہدایت دیدیتا	النَّاسَ لوگ
جَمِيْعًا سب	وَلَا يَزَالُ اور ہمیشہ	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وہ لوگ جو کافر ہوئے	تُصِيْبُهُمْ انہیں پہنچے گی	بِمَا صَنَعُوْا اسکے بدلے جو انہوں نے کیا			
قَارِعَةٌ سخت مصیبت	اَوْ تَحُلُّ یا اُترے گی	قَرِيْبًا قریب	مِّنْ سے	دَارِهِمْ ان کے گھر	حَتّٰى یہاں تک	يَاْتِيَ آجائے	وَعْدُ اللّٰهِ اللہ کا وعدہ
اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	لَا يُخْلِفُ خلاف نہیں کرتا	الْمِيْعَادَ وعدہ					

شانِ نزول

چند مشرکین قریش ایک روز حرم شریف میں بیٹھے تھے۔ اتفاقاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہاں تشریف لائے اور آپ نے ان کو اسلام لانے کی رغبت دلائی۔ ابن ابی امیہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اگر آپ کو ہمارا اسلام لے آنا منظور ہے تو ہم چند باتیں چاہتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ مکہ کے چاروں طرف پہاڑ کھڑے ہوئے ہیں جن میں کھیتی کرنے کو بالکل زمین نہیں ہے۔ اگر تم سچے نبی ہو تو قرآن پڑھ کر ان پہاڑوں کو مکہ سے ہٹا دو تاکہ ہمارے کھیتی کرنے کو زمین نکل آئے۔ دوسرے مکہ میں پانی کی بہت کمی ہے۔ اس میں کچھ نہریں اور چشمے ایسے بہا دو جس سے پانی کی تکلیف جاتی رہے۔ تیسرے یہ کہ ہوا کو ہمارے تابع کر دو تاکہ شام کے ملک سے ہم ضرورت کی چیزیں جلدی لے آیا کریں۔ چوتھے یہ کہ اہل عرب کے کسی بڑے بوڑھے کو قبر سے زندہ کر کے نکال دو کہ وہ تمہارے نبی ہونے کی تصدیق کر دے۔ مشرکین کے ان مطالبات کے جواب میں حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

مشرکین کی فرمائشوں کا جواب

بتلایا جاتا ہے کہ اگر کفار کی فرمائش کے بموجب ایسے محسوس معجزات جو یہ طلب کرتے ہیں ظاہر بھی کر دیئے جائیں تب بھی کیا فائدہ۔ نفس کی تاریکی دور ہونے، عقل کی آنکھیں روشن ہو جانے اور روح میں نور معرفت پیدا ہونے کے لئے تو ہر معجزہ سے بڑھ کر قرآن موجود ہے۔ یہ ہی قرآن ہے جس نے روحانی طور پر پہاڑوں کی طرح جمے ہوئے لوگوں کو ان کی جگہ سے ہٹا دیا۔ بنی نوع

ن کے قلوب کو پھاڑ کر معرفت الٰہی کے چشمے جاری کر دیئے۔ ل الی اللہ کے راستے برسوں کی جگہ منٹوں میں طے کرا دیئے۔ ہ قوموں اور دلوں میں ابدی زندگی کی روح پھونک دی۔ جب ے قرآن سے ان پر کوئی اثر نہ ہوا تو دوسرے معجزات سے کیا ہو سکتا ہ۔ فرض کرو اگر ان کی طلب کے موافق یہ قرآن مادی اور حسی طور پر ا وہ سب چیزیں دکھلا دیتا جن کی یہ فرمائش کرتے ہیں تب بھی کیا ید ہے کہ یہ ایمان لے آئیں گے اور نئی حجتیں اور کج بحثیاں شروع ر دیں گے۔ ان میں جو ضدی اور سرکش واقع ہوئے ہیں وہ کسی ان کو دیکھ کر بھی ایمان لانے والے نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ یت و گمراہی سب اللہ کے دست قدرت میں ہے۔ جسے وہ نہ ہے قیامت تک ہدایت نہیں ہو سکتی۔ لیکن وہ اسی کو چاہتا ہے جو اپنی رف سے قبول حق کی خواہش اور تڑپ رکھتا ہو۔ شاید بعض سلمانوں کو اس وقت یہ خیال گذرا ہو ایک مرتبہ ان کی فرمائش ہی ی کر دی جائے ایمان لے آئیں تو ان مسلمانوں کو سمجھایا جاتا ہے ہ خاطر جمع رکھو اگر خدا چاہے تو بدون ایک ایک نشان دکھلائے ہی ب کو راہ راست پر لے آئے لیکن یہ اس کی عادت و حکمت کے اف ہے۔ اس نے انسان کو ایک حد تک کسب و اختیار کی آزادی لر ہدایت کے کافی اسباب فراہم کر دیئے۔ جو چاہے ان سے نفع ائے۔ کیا ضرورت ہے کہ ان کی فرمائشیں پوری کی جائیں باوجود افی سامان ہدایت موجود ہونے کے اگر معاندین نہیں مانتے اور پنے ایمان کو بیہودہ فرمائشوں پر معلق کرتے ہیں تو ہم نے یہ ارادہ بھی یں کیا کہ ساری دنیا کو ضرور منوا ہی دیا جائے۔

معاندین کو عذاب ہی سیدھا کریگا

آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ کفار مکہ فرمائشی نشانوں سے ماننے والے نہیں۔ یہ تو اس طرح مانیں گے کہ برابر کوئی آفت و مصیبت خود ان پر یا ان کے آس پاس والوں پر پڑتی رہے گی مثلاً جہاد میں مسلمانوں کے ہاتھوں کچھ قتل ہوں گے کچھ قید کئے جائیں گے۔ کچھ دوسری طرح کے مصائب کا شکار ہوں گے۔ یہ ہی سلسلہ رہے گا جب تک خدا کا وعدہ پورا ہو یعنی فتح مکہ ہو اور جزیرۃ العرب شرک کی گندگی سے پاک صاف ہو جائے۔ بیشک خدا کا وعدہ اٹل ہے۔ پورا ہو کر رہے گا۔ یہاں آیت میں وعدۂ الٰہی سے مراد اکثر صحابہ و تابعین کے نزدیک فتح مکہ ہے۔ بعض کے نزدیک آخرت کا عذاب و قیامت مراد ہے۔ واللہ اعلم۔

گذشتہ اور اس آیت سے معلوم ہوا کہ دنیا میں انسان کی ہدایت کے لئے سامان تو سب کچھ مہیا کر دیا گیا ہے لیکن اس کی عقل کو اختیار دے کر آزاد چھوڑ دیا گیا ہے وہ اس کائنات کے خالق اور مالک کو اس کی قدرت اور رحمت و غضب کی نشانیاں دیکھ کر پہچانے۔ اس کی کتاب اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو مانے ان کی تعلیمات کو گرہ میں باندھے اور برضا و رغبت اللہ کا مطیع اور فرمانبردار ہو کر رہے۔ یہ سورۃ مکہ میں نازل ہوئی اور کافروں نے خود آنکھوں سے دیکھ لیا کہ اللہ کا وعدہ پورا ہو کر رہا۔ مکہ فتح ہوا اور مشرکین کا جزیرۃ العرب سے نام و نشان مٹ گیا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ کی توفیق حسن ہر حال میں ہمارے شامل حال رہے۔ اور ہم کو اپنی کتاب اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا فرمانبردار بنا کر زندہ رکھیں۔ اور دین و دنیا کی عافیت نصیب فرمائیں۔ اسلام اور دین حق کو غلبہ اور کفر و شرک کو مغلوب و پست بنا کر رکھیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ

اور بہت سے پیغمبروں کے ساتھ جو کہ آپ کے قبل ہو چکے ہیں استہزاء ہو چکا ہے۔ پھر میں ان کافروں کو مہلت دیتا رہا۔ پھر میں نے اُن پر داروگیر کی سو میری سزا کس

كَانَ عِقَابِ ۝ اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ ۚ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ ۭ قُلْ

طرح کی تھی۔ پھر کیا جو (خدا) ہر شخص کے اعمال پر مطلع ہو اور اُن لوگوں کے شرکاء برابر ہو سکتے ہیں اور ان لوگوں نے خدا کیلئے شرکاء تجویز کئے ہیں آپ کہئے

سَمُّوْهُمْ ۭ اَمْ تُنَبِّئُوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِى الْاَرْضِ اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ۭ بَلْ زُيِّنَ

کہ اُن کا نام تو لو۔ کیا تم اللہ تعالیٰ کو ایسی بات کی خبر دیتے ہو کہ دنیا میں اسکی خبر اللہ تعالیٰ کو نہ ہو یا محض ظاہری لفظ کے اعتبار سے انکو شریک کہتے ہیں۔ بلکہ کافروں کو ا

لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ

مغالطہ کی باتیں مرغوب معلوم ہوتی ہیں اور (اسی وجہ سے) یہ لوگ راہ (حق سے) محروم رہ گئے۔ اور جس کو خدا تعالیٰ گمراہی میں رکھے اس کا کو

مِنْ هَادٍ ۝ لَهُمْ عَذَابٌ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ۚ وَمَا لَهُمْ

راہ پر لانے والا نہیں۔ اُن کیلئے دنیوی زندگی میں (بھی) عذاب ہے اور آخرت کا عذاب اس سے بدرجہا زیادہ سخت ہے

مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ۝

اور اللہ سے اُن کا کوئی بچانے والا نہیں ہوگا۔

وَلَقَدِ اور البتہ | اسْتُهْزِئَ مذاق اُڑایا گیا | بِرُسُلٍ رسولوں کا | مِنْ قَبْلِكَ تم سے پہلے | فَاَمْلَيْتُ تو میں نے ڈھیل دی | لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا جنہوں نے کفر کیا

ثُمَّ پھر | اَخَذْتُهُمْ میں نے ان کی پکڑ کی | فَكَيْفَ سو کیسا | كَانَ تھا | عِقَابِ میرا بدلہ | اَفَمَنْ پس کیا جو | هُوَ وہ | قَآئِمٌ نگران | عَلٰى پر

كُلِّ نَفْسٍ ہر شخص | بِمَا كَسَبَتْ جو اس نے کمایا | وَجَعَلُوْا اور انہوں نے بنالئے | لِلّٰهِ اللہ کے | شُرَكَآءَ شریک | قُلْ آپ کہہ دیں | سَمُّوْهُمْ انکے نام لو

اَمْ یا | تُنَبِّئُوْنَهٗ تم اسے بتلاتے ہو | بِمَا وہ جو | لَا يَعْلَمُ اس کے علم میں نہیں | فِى الْاَرْضِ زمین میں | اَمْ یا | بِظَاهِرٍ محض ظاہری | مِنَ سے

الْقَوْلِ بات | بَلْ بلکہ | زُيِّنَ خوشنما بنادیئے گئے | لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ان لوگوں کیلئے جنہوں نے کفر کیا | مَكْرُهُمْ ان کے فریب | وَصُدُّوْا اور روکے گئے

عَنِ سے | السَّبِيْلِ راہ | وَمَنْ اور جو | يُّضْلِلِ گمراہ کرے | اللّٰهُ اللہ | فَمَا تو نہیں | لَهٗ اس کیلئے | مِنْ هَادٍ کوئی ہدایت دینے والا

لَهُمْ ان کیلئے | عَذَابٌ عذاب | فِى میں | الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی | وَ اور | لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ البتہ آخرت کا عذاب | اَشَقُّ نہایت تکلیف دہ

وَمَا اور نہیں | لَهُمْ ان کیلئے | مِنَ اللّٰهِ اللہ سے | مِنْ وَّاقٍ کوئی بچانے والا

کافروں اور مخالفوں کے رویوں سے حق والوں کا کچھ نہیں بگڑتا

گذشتہ آیات میں کفار اور معاندین کا ذکر تھا کہ وہ کیسے مہمل اور نامعقول مطالبات اور فرمائشی معجزات کے ظہور کا مطالبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کے اس طرز عمل سے تکلیف ہوتی ہوگی۔ اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جاتی ہے کہ آپ اپنی قوم کے غلط رویہ سے رنج وفکر نہ کریں۔ آپ سے پہلے بھی

پیغمبروں کا مذاق اڑایا گیا ہے۔ یعنی کافروں نے عقل کی تاریکی کی وجہ سے غیبی امور کا انکار کیا اور وحی و رسالت کا مذاق اڑایا ہے تو ان کفار و معاندین کا یہ معاملہ تکذیب و استہزاء کچھ آپ کے ساتھ خاص نہیں اور اسی طرح ان منکرین کے عذاب میں توقف ہونا کچھ ان کے ساتھ خاص نہیں۔ گذشتہ مجرموں کو بھی پہلے ڈھیل دی گئی۔ پھر جب پکڑا تو دیکھ لو کیسا ان کا حشر ہوا۔ آج تک ان کی تباہی کی داستانیں زبانوں پر ہیں۔ آگے پھر مضمون توحید اور مشرکین کا رد فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ جو خدا ہر شخص کے ہر عمل کی ہر وقت نگرانی رکھتا ہے ایک لمحہ کسی سے غافل نہیں۔ ہر عامل کے خیر و شر کے عمل سے باخبر ہے۔ کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں۔ کوئی کام اس کی بےخبری میں نہیں ہوتا۔ ہر حالت کا اسے علم ہے۔ ہر عمل پر وہ موجود ہے۔ تم جہاں ہو وہاں اللہ تمہارے ساتھ ہے اور تمہارے اعمال دیکھ رہا ہے تو ان صفتوں والا خدا کیا ان مشرکین کے جھوٹے معبودوں اور پتھر کی مورتیوں کے مثل ہو سکتا ہے۔ جو نہ دیکھیں نہ سنیں نہ اپنے لئے کسی چیز کے مالک نہ کسی اور کے نفع نقصان کا انہیں اختیار۔ تعجب ہے کہ ایسے خدا کی موجودگی میں انسان ایسی عاجز اور حقیر مخلوق کے آگے سر جھکائے اور اس کو خدائی کے اختیارات سونپے اس ظلم کی بھی کوئی انتہا ہے کہ علیم کل اور ہمہ صفت خدا کے شریک وہ ہوں جنہیں خود اپنے وجود کی خبر نہیں۔ اس لئے مشرکین کو مخاطب ہو کر کہا جاتا ہے کہ ذرا آگے بڑھ کر ان شرکاء کے نام تو لو اور پتے تو بتاؤ کیا خدائے قدوس کی یہ صفات سن کر جو اوپر بیان ہوئیں کوئی حیادار ان پتھر کی مورتیوں کا نام بھی لے سکتا ہے اور بےحیائی سے "لات" "عزیٰ" کے نام لینے لگو۔ تو کیا کوئی عاقل ادھر التفات کر سکتا ہے۔

شرک ایک بے حقیقت چیز ہے

آگے بتلایا جاتا ہے کہ خدا کو تمام روئے زمین پر اپنی خدائی کا کوئی شریک اور حصہ دار معلوم نہیں کیونکہ ہے ہی نہیں جو معلوم ہو تو اے نادانو! تم نے جو خدا کے ساتھ اوروں کو شریک ٹھہرایا اور ان کی عبادت کرنے لگے تو یہ محض اٹکل پچو باتیں ہیں جس کے پیچھے کوئی حقیقت نہیں تم نے اپنے آپ ان کے نام گھڑ لئے ہیں۔ تم نے ہی انہیں نفع نقصان کا مالک قرار دیا اور تم نے ہی ان کی پوجا پاٹ شروع کر دی۔ یہی تمہارے بڑے کرتے رہے۔ نہ تو تمہارے ہاتھ میں کوئی خدائی دلیل ہے نہ کوئی اور دلیل یہ تو صرف وہم پرستی اور خواہش پروری ہے شرک کی حمایت میں ان کی یہ مستعدی اور توحید کے مقابلہ میں اس قدر جدوجہد خالی نفس کا دھوکہ اور شیطان کا فریب ہے۔ اسی نے ان کو راہ حق سے روک دیا ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ جسے خدا ہدایت کی توفیق نہ دے اسے کون راہ پر لا سکتا ہے اور وہ اسی کو توفیق دیتا ہے جو باختیار خود ہدایت کے دروازہ پر اپنے اوپر بند نہ کر لے ان کافروں کے لئے دنیوی زندگی میں عذاب ہے جیسے مجاہدین اسلام کے ہاتھوں قتل، قید اور ذلت ہزیمت وغیرہ اور آخرت کا عذاب اس سے بدرجہا زیادہ سخت ہے کیونکہ شدید بھی ہے اور دائم بھی اور اللہ کے عذاب سے ان کو کوئی بچانے والا نہ ہوگا۔

خلاصہ آیات

خلاصہ یہ کہ ان آیات میں پہلے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی اور پھر شرک کا رد فرمایا گیا۔ اس آیت میں کافروں کو دنیوی عذاب کی بھی دھمکی دی گئی ہے کہ اگر رسول پاکؐ سے یونہی سرکشی کرتے رہے تو دنیا میں خراب و خستہ ہوں گے چنانچہ یہ پیشین گوئی بدرجہ اکمل پوری ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں بڑے بڑے سرداران کفر قتل، قید خوار اور ذلیل ہوئے اور کچھ مدت کے بعد تو سرزمین عرب کفر کے نام سے بھی پاک ہو گئی۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے ہم کو امت مسلمہ میں پیدا فرمایا اور قرآن پاک جیسی نعمت اور رسول پاکؐ جیسے نبی اور اسلام جیسا دین عطا فرمایا۔ یا اللہ! ان نعمتوں کی قدر دانی کی ہم کو توفیق نصیب فرما اور اپنی صحیح معرفت اور توحید حقیقی عطا فرما۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّ ظِلُّهَا ؕ تِلْكَ

جس جنت کا متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے اس کی کیفیت یہ ہے اس کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی۔ اس کا پھل اور اس کا سایہ دائم رہے گا یہ تو انجام

عُقْبَى الَّذِیْنَ اتَّقَوْا ۖۗ وَّ عُقْبَى الْكٰفِرِیْنَ النَّارُ ﴿۳۵﴾ وَ الَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَفْرَحُوْنَ

متقیوں کا اور کافروں کا انجام دوزخ ہوگا اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس سے خوش ہوتے ہیں جو آپ پر نازل کی گئی

بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَ مِنَ الْاَحْزَابِ مَنْ یُّنْكِرُ بَعْضَهٗ ؕ قُلْ اِنَّمَاۤ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ

اور ان ہی کے گروہ میں بعضے ایسے ہیں کہ اسکے بعض حصہ کا انکار کرتے ہیں۔ آپ فرمائیے کہ مجھ کو صرف یہ حکم ہوا ہے کہ میں اللہ کی عبادت کر

وَ لَاۤ اُشْرِكَ بِهٖ ؕ اِلَیْهِ اَدْعُوْا وَ اِلَیْهِ مَاٰبِ ﴿۳۶﴾ وَ كَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِیًّا ؕ وَ لَىِٕنِ

اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھیراؤں میں اللہ ہی کی طرف بلاتا ہوں اور اسی کی طرف مجھ کو لوٹ جانا ہے۔ اور اسی طرح ہم نے اس کو اس طور پر نازل کیا کہ وہ ایک خاص حکم ہے عربی زبان میں۔ اور اگر آ

اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّ لَا وَاقٍ ﴿۳۷﴾ ع

(بفرضِ محال) ان کے نفسیاتی خیالات کا اتباع کرنے لگیں بعد اس کے کہ آپ کے پاس علم پہنچ چکا ہے تو اللہ کے مقابلہ میں نہ کوئی آپ کا مددگار ہوگا اور نہ کوئی بچانے والا

مَثَلُ کیفیت	الْجَنَّةِ جنت	الَّتِیْ وہ جو کہ	وُعِدَ وعدہ کیا گیا	الْمُتَّقُوْنَ پرہیزگار	تَجْرِیْ بہتی ہیں	مِنْ تَحْتِهَا اس کے نیچے	الْاَنْهٰرُ نہریں	
اُكُلُهَا اسکے پھل	دَآئِمٌ دائم	وَظِلُّهَا اور اسکا سایہ	تِلْكَ یہ	عُقْبَى انجام	الَّذِیْنَ اتَّقَوْا پرہیزگاروں	وَعُقْبَى اور انجام	الْكٰفِرِیْنَ کافروں	
النَّارُ جہنم	وَالَّذِیْنَ اور وہ لوگ جو	اٰتَیْنٰهُمْ ہم نے انہیں دی	الْكِتٰبَ کتاب	یَفْرَحُوْنَ وہ خوش ہوتے ہیں	بِمَا اسے جو	اُنْزِلَ نازل کیا گیا		
اِلَیْكَ تمہاری طرف	وَ اور	مِنَ بعض	الْاَحْزَابِ گروہ	مَنْ جو	یُّنْكِرُ انکار کرتے ہیں	بَعْضَهٗ اس کی بعض	قُلْ آپ کہہ دیں	
اِنَّمَا اسکے سوا نہیں	اُمِرْتُ مجھے حکم دیا گیا	اَنْ کہ	اَعْبُدَ میں عبادت کروں	اللّٰهَ اللہ	وَ اور	لَاۤ اُشْرِكَ نہ شریک ٹھہراؤں	بِهٖ اس کا	اِلَیْهِ اسکی طرف
اَدْعُوْا میں بلاتا ہوں	وَاِلَیْهِ اور اسی کی طرف	مَاٰبِ میرا ٹھکانا	وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح	اَنْزَلْنٰهُ ہم نے اسکو نازل کیا	حُكْمًا حکم			
عَرَبِیًّا عربی زبان میں	وَلَىِٕنِ اور اگر	اتَّبَعْتَ تونے پیروی کی	اَهْوَآءَهُمْ ان کی خواہشات	بَعْدَ بعد	مَا جَآءَكَ جبکہ تیرے پاس آگیا			
مِنَ الْعِلْمِ علم	مَا لَكَ تیرے لئے نہیں	مِنَ اللّٰهِ اللہ سے	مِنْ وَّلِیٍّ کوئی حمایتی	وَ اور	لَا وَاقٍ نہ کوئی بچانے والا			

متقین کے اخروی انعامات

گذشتہ آیات میں کفار و مشرکین کو دنیا اور آخرت کے عذاب سے ڈرایا گیا تھا اور ان کا انجام بتلایا گیا تھا۔ اب ان کے مقابلہ میں مومنین و متقین کا انجام بتلایا جاتا ہے کہ جس جنت کا متقین سے وعدہ کیا جاتا ہے اس کی ایک صفت تو یہ ہے کہ اس کے ہر طرف نہریں جاری ہیں۔ جہاں چاہیں پانی لے جائیں پھر پانی بھی نہ بگڑنے والا۔ پھر دودھ کی نہریں ہیں اور دودھ بھی ایسا جس کا مزہ کبھی نہ بگڑے اور شراب کی نہریں جس میں صرف لذت ہی لذت ہے نہ بدمزگی نہ بیہودہ نشہ اور صاف شہد کی نہریں ہیں اور ہر قسم کے پھل ہیں اور پھر اس کے پھل اور میوہ ہمیشگی والے ہیں یعنی اس کے کھانے پینے کی چیزیں کبھی فنا ہونے والی نہیں۔ حدیث شریف میں ہے ک

جنتی جب کوئی پھل توڑیں گے تو اسی وقت اس کی جگہ دوسرا لگ جائے گا۔ اس طرح جنت کے پھلوں اور میووں کی کوئی نوع کبھی ختم نہ ہوگی اور ہمیشہ وہی ملے گا جس کی خواہش کریں گے۔ اس طرح جنت کی نہ تو کوئی نعمت فنا ہوگی اور نہ کوئی راحت زائل۔ اسی طرح جنت کی ایک کیفیت یہ بتلائی گئی کہ وہاں سایہ بھی ہمیشہ آرام دہ رہے گا۔ نہ کبھی دھوپ کی تپش ہوگی نہ سردی کی تکلیف اور سایہ کے دوام کی وجہ یہ ہے کہ وہاں آفتاب نہ ہوگا بلکہ نور کی روشنی ہوگی۔ تو ایسی دائمی نعمتوں والی جگہ جنت متقین کو نصیب ہو گی اور ان کے برخلاف کفار اور مشرکین کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا۔ جو دائمی عذاب کی جگہ ہے گویا اہل حق اور اہل باطل کا انجام ایک دوسرے کے بالمقابل بیان فرمایا۔

اہل کتاب کے منصف لوگ

اب رہے اہل کتاب جو توحید کے مدعی تھے اور آسمانی مذہب کا اپنے کو حامل سمجھتے تھے اور بظاہر قیامت حشر نشر وغیرہ کا بھی اقرار کرتے تھے ان کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ یہود و نصاریٰ میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں کہ جن کا ایمان واقعی طور پر اپنی مذہبی کتابوں پر بھی تھا اور قرآن کو بھی وہ سچی آسمانی کتاب جانتے تھے اور اس کے کل احکام کو مانتے تھے جیسے یہود میں حضرت عبداللہ بن سلام اور ان کے ساتھی وغیرہ اور نصاریٰ میں نجاشی شاہ حبش اور ان کے ہم خیال تو یہ گروہ اہل ایمان کا تھا جن کو دوگنا ثواب ملنے کی صراحت حدیث شریف میں موجود ہے۔ یہ حق پرست اہل علم وانصاف جو فی الحقیقت اپنی آسمانی کتاب کو مانتے تھے تو وہ نزول قرآن سے مسرور تھے۔ قرآن کے ہر حکم پر ان کا ایمان تھا اور وہ ہر آیت کو سبب ہدایت جان کر خوش ہوتے۔ چنانچہ اسی قسم کے منصف اور حق پرست یہود و نصاریٰ آخر کار مشرف بہ اسلام ہوئے لیکن انہی اہل کتاب یہود و نصاریٰ میں وہ جماعتیں بھی ہیں جو قرآن کے بعض حصوں کو نہیں مانتے اور ان احکام کا انکار کرتے ہیں جو ان کی خواہش کے خلاف ہیں۔ اس لئے وہ قرآن سے ناخوش ہیں۔ ایسے لوگوں کے متعلق حق تعالیٰ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوتا ہے کہ آپ ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ کوئی خوش ہو یا ناخوش میں تو اسی خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کی بندگی کرتا ہوں جس کو سب انبیاء بالاتفاق مانتے چلے آئے ہیں۔ اسی کے احکام اور مرضیات کی طرف ساری دنیا کو دعوت دیتا ہوں اور خوب جانتا ہوں کہ میرا انجام اسی کے ہاتھ میں ہے۔ میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں وہیں میرا ٹھکانا ہے اور وہی آخر کار مجھ کو غالب اور منصور اور مخالفین کو مغلوب اور رسوا کرے گا۔ لہذا کسی کے خلاف وانکار کی مجھے قطعاً پروا نہیں۔

قرآن کریم کی جامعیت

آگے بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح اور رسولوں کو خاص خاص زمانوں میں خاص خاص احکام دیئے اور دوسری کتابیں اتاریں اس وقت یہ قرآن اتارا جو عظیم الشان احکام و معارف پر مشتمل ہے اور حق و باطل کا آخری فیصلہ کرنے والا ہے پھر جس طرح ہر پیغمبر کو اسی زبان میں کتاب دی گئی جو اس کی قومی زبان تھی ایسے ہی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو عربی زبان میں قرآن دیا گیا جو نہایت وسیع، بلیغ، جامع پر مغز اور پرشوکت زبان ہے۔

اخیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے کہ آپ کسی کے انکار اور ناخوشی کی ذرہ برابر پرواہ نہ کیجئے۔ حق تعالیٰ نے جو علم عظیم آپ کو دیا ہے اس کی پیروی کرتے رہئے اگر بالفرض محال آپ ان لوگوں کی خواہشات کی طرف جھک گئے تو اللہ کے مقابلہ میں نہ کوئی آپ کا مددگار ہوگا نہ بچانے والا۔ یہ خطاب دراصل ہر طالب حق کو ہے اور حضور کو مخاطب کر کے دوسروں کو سنانا مقصود ہے۔

اس آخری آیت کا مضمون کس قدر قابل غور ہے کہ جس میں نبی علیہ السلام سے فرمایا گیا کہ قرآنی احکام آچکنے کے بعد اگر آپ ان یہود ونصاریٰ کی خواہشات کا اتباع کرنے لگیں تو اللہ کے مقابلہ میں نہ کوئی آپ کا مددگار ہوگا نہ کوئی بچانے والا۔ تو یہاں دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے دوسروں کو سنانا مقصود ہے کہ قرآنی احکام اور طریقہ محمدیہ اور سنت نبویہ کے علم کے بعد دوسرے طریقوں کو اختیار کرنا گمراہی ہے اور اس پر زبردست وعید سنائی گئی۔

وَيَهْدِىٓ إِلَيْهِ مَنْ أَنَابَ یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور ہدایت کا طالب ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنی طرف رسائی دینے کے لئے ہدایت فرما دیتے ہیں۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ نے جب اپنے فضل و کرم سے ہم کو قرآن پاک کی دولت عطا فرمائی ہے تو ہم کو اس کے اتباع کامل کی توفیق بھی عطا فرمائیں اور یہود و نصاریٰ کے طریق سے ہم کو کامل طور پر بچنے کا عزم نصیب فرمائیں۔ شریعت محمدیہ کی ہم کو ظاہر میں اور باطن میں کامل پابندی اور اتباع نصیب فرماویں۔ اور ہمارا حشر ان متقین کے گروہ میں فرماویں جن کے لئے جنت کا وعدہ ان آیات میں فرمایا گیا ہے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ؕ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ

اور ہم نے یقیناً آپ سے پہلے بہت سے رسول بھیجے اور ہم نے ان کو بیویاں اور بچے بھی دیئے اور کسی پیغمبر کے اختیار میں یہ امر نہیں

اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ﴿۳۸﴾ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ ۚ

کہ ایک آیت بھی بدون خدا کے حکم کے لاسکے۔ ہر زمانہ کے مناسب خاص خاص احکام ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ جس حکم کو چاہیں موقوف کردیتے ہیں اور جس حکم کو چاہیں قائم رکھتے ہیں

وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ ﴿۳۹﴾

اور اصل کتاب اُنہی کے پاس ہے۔

وَ اور	لَقَدْ اَرْسَلْنَا البتہ ہم نے بھیجے	رُسُلًا رسول	مِّنْ قَبْلِكَ تم سے پہلے	وَجَعَلْنَا اور ہم نے دیں	لَهُمْ ان کو	اَزْوَاجًا بیویاں
وَّذُرِّيَّةً اور اولاد	وَمَا كَانَ اور نہیں ہوا	لِرَسُوْلٍ کسی رسول کیلئے	اَنْ کہ	يَّاْتِيَ لائے	بِاٰيَةٍ کوئی نشانی	اِلَّا بغیر
بِاِذْنِ اللّٰهِ اللہ کی اجازت سے	لِكُلِّ اَجَلٍ ہر وعدہ کیلئے	كِتَابٌ ایک تحریر	يَمْحُوا مٹادیتا ہے	اللّٰهُ اللہ	مَا يَشَآءُ جو وہ چاہتا ہے	
	وَيُثْبِتُ اور باقی رکھتا ہے	وَعِنْدَهٗٓ اور اس کے پاس	اُمُّ الْكِتٰبِ اصل کتاب			

کفار ومشرکین کے اعتراضات اور جوابات

کفار اور مشرکین کا ایک شبہ یہ تھا کہ جس کو اللہ رسول بنا کر بھیجے تو اس کو فرشتوں کے مانند دنیا کی باتوں سے پاک ہونا چاہئے بلکہ وہ یہاں تک کہتے تھے کہ انسان کو پیغمبر ہونا ہی نہ چاہئے۔ فرشتہ کو رسول بنا کر بھیجنا چاہئے۔ چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر یہ اعتراض کرتے کہ یہ کیسے نبی ہیں جن کے بیوی بچے ہیں کھاتے پیتے اور بازار سے خرید وفروخت کرتے ہیں۔ کافروں کا ایک شبہ یہ بھی تھا کہ آپ ہمارے کہنے کے موافق معجزات کیوں نہیں دکھاتے۔ آپ کیسے پیغمبر ہیں کہ اتنا اختیار بھی آپ کو نہیں ہے اور ایک شبہ یہ بھی تھا کہ آپ جس عذاب آخرت اور دنیوی مصیبت کی دھمکی ہم کو دیتے ہیں اس کو ابھی کیوں نہیں لاتے۔ تاخیر کیوں ہے؟ ان تمام شبہات کا ترتیب وار جواب یہاں اور اگلی آیات میں دیا گیا ہے۔

پہلے بتلایا گیا کہ اس دنیا میں پیغمبر پہلے بھی ہوئے ہیں۔ وہ آسمان کے فرشتہ نہ تھے اس دنیا کے رہنے والے انسان تھے جو کھانا بھی کھاتے تھے۔ اپنی ضروریات بھی اپنے ہاتھوں انجام دیتے اور بیوی بچے بھی رکھتے تھے۔ وہ بازاروں میں بھی جاتے اور خرید وفروخت بھی کرتے تھے۔

نکاح اور اولاد سے نبوت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ بلکہ اس سے بشریت کی تکمیل ہوجاتی ہے۔ اسلام رہبانیت نہیں سکھاتا۔ حضرات انبیاء جسمانیت و روحانیت دونوں اعتبار سے کامل ہوتے ہیں اس لئے اہل وعیال ان کے فرائض رسالت کی ادائیگی میں حارج اور مزاحم نہیں ہوتے۔ رہا فرمائشی معجزات کا ظہور تو پہلے انبیاء میں بھی کسی کو یہ قدرت نہ تھی کہ لوگ جو نشانی اور معجزات مانگتے وہ ضرور دکھلا ہی دیتے۔ بلکہ موجودہ پیغمبر کی طرح ہر چیز میں خدائی اذن کے منتظر رہتے تھے۔ وہ وہی نشان دکھلاتے اور وہی احکام سناتے جس کی اجازت اللہ تعالیٰ سے ملتی۔ پیغمبروں کو اظہار معجزات کا کوئی ذاتی اختیار نہیں جب اللہ تعالیٰ چاہتا اپنے رسول کے ہاتھ پر معجزہ کا ظہور کرتا اور جب اس کی مصلحت نہیں ہوتی تو معجزہ کا ظہور نہیں ہوتا تو یہ اللہ عزوجل

کے قبضہ کی چیز ہے وہ جو چاہتا ہے اور جو ارادہ کرتا ہے حکم دیتا ہے۔ ہر شے کی ایک مقدار معین ہے اور ہر بات کا ایک مقررہ وقت اور مدت ہے جو کتاب یعنی لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے ہر زمانہ کے موافق خاص خاص احکام ہوتے ہیں۔ اپنی حکمت کے موافق جس حکم کو چاہے منسوخ کرے جسے چاہے باقی رکھے۔ جن اسباب کی چاہے تاثیر بدل ڈالے جن کو چاہے نہ بدلے اور خداتعالیٰ کی حکمت و مصلحت کے اعتبار سے یہ معمول مقرر ہے کہ ہر زمانہ کے مناسب خاص خاص احکام ہوتے ہیں۔ لہذا عذاب وسزا کا بھی ایک وقت معین ہے۔ وقت سے پہلے نہیں آسکتا۔ خدا تعالیٰ مالک ہے۔ مصلحت وقت کے مناسب جس شریعت اور جس حکم کو چاہے منسوخ فرمادے اور جس کو چاہے برقرار رکھے۔ مدت، وقت، ترمیم، تنسیخ سب کچھ لوح محفوظ میں موجود ہے۔

خلاصۂ کلام

خلاصہ یہ کہ کفار ومشرکین کے شبہات کے جواب میں بتلایا گیا کہ سلسلۂ رسالت تو بہت قدیم ہے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دعوئے رسالت دنیا کی تاریخ میں کوئی انوکھا واقعہ نہیں۔ پھر حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت اسحاق، حضرت اسماعیل، حضرت یعقوب، حضرت موسیٰ، حضرت داؤد، حضرت سلیمان علیہما السلام جن میں سے بعض کی نبوت کے مشرکین بھی قائل تھے۔ یہ سب حضرات انبیاء عیالدار ہی ہوئے ہیں تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عیالداری پر کفار مکہ کو کیوں اعتراض ہے۔

پھر کوئی رسول اپنی طرف سے نہ کوئی معجزہ لاسکتا ہے نہ حکم۔ ہر چھوٹی بڑی شے اللہ ہی کی قدرت ومشیت کے ماتحت ہے۔ یہیں سے یہ بات بھی ثابت ہوسکتی ہے کہ جب اظہار معجزہ انبیاء کے اختیار میں نہیں تو اظہار کرامت بھی اولیاء کے اختیارات سے باہر ہے۔ جب تک اذن الٰہی نہ ہو کسی ولی کی کرامت ظاہر نہیں ہوسکتی۔ نیز یہاں انبیاء کو ازواج واولاد عطا کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ جو لوگ عارف باللہ ہوتے ہیں ان کو دنیا میں کوئی شغل ادائے فرض خداوندی سے مانع نہیں ہوسکتا۔ باوجود معاملات دنیوی میں مشغول ہونے کے ایک ہی ذات سے ان کو لو لگی رہتی ہے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل وکرم سے ہم کو امت مسلمہ میں پیدا فرمایا۔ اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا امتی ہونے کا شرف عطا فرمایا۔ حق تعالیٰ ہم کو اپنے نبی پاک کا پورا پورا اتباع اور تابعداری نصیب فرماویں اور حضور کے لائے ہوئے دین کو دنیا کے گوشہ گوشہ میں چمکنے کی صورتیں ظاہر فرماویں اور حضور کے دین کی خدمت کسی درجہ میں ہم سب کو بھی نصیب فرماویں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِىْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا

اور جس بات کا ہم اُن سے وعدہ کر رہے ہیں اس میں کا بعض واقعہ اگر ہم آپ کو دکھلا دیں خواہ ہم آپ کو وفات دے دیں بس آپ کے ذمہ تو صرف احکام کا پہنچا دینا ہے اور داروگیر کرنا تو

الْحِسَابُ ﴿٤٠﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِى الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ۭ وَاللّٰهُ يَحْكُمُ

ہمارا کام ہے۔کیا اس امر کو نہیں دیکھ رہے کہ ہم زمین کو ہر چہار طرف سے برابر کم کرتے چلے آتے ہیں۔اور اللہ (جو چاہتا ہے) حکم کرتا ہے

لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ ۭ وَهُوَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿٤١﴾ وَقَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ

اس کے حکم کو کوئی ہٹانے والا نہیں۔اور وہ بڑی جلدی حساب لینے والا ہے اور ان سے پہلے جو (کافر) لوگ ہو چکے ہیں انہوں نے تدبیریں کیں سو اصل تدبیر تو خدا ہی کی ہے۔

جَمِيْعًا ۭ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ۭ وَسَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿٤٢﴾ وَيَقُوْلُ

اس کو سب خبر رہتی ہے جو شخص جو کچھ کرتا ہے اور ان کفار کو ابھی معلوم ہوا جاتا ہے کہ اس عالم میں نیک انجامی کس کے حصہ میں ہے۔اور یہ کافر لوگ یوں کہہ رہے ہیں

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا ۭ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۙ وَمَنْ عِنْدَهٗ

کہ (نعوذ باللہ) آپ پیغمبر نہیں۔آپ فرما دیجئے کہ میرے اور تمہارے درمیان (میری نبوت پر) اللہ تعالیٰ اور وہ شخص

عِلْمُ الْكِتٰبِ ﴿٤٣﴾

جس کے پاس کتاب (آسمانی) کا علم ہے کافی گواہ ہیں۔

وَاِنْ اور اگر	مَا نُرِيَنَّكَ تمہیں دکھا دیں ہم	بَعْضَ کچھ حصہ	الَّذِىْ وہ جو کہ	نَعِدُهُمْ ہم نے ان سے وعدہ کیا	اَوْ یا	نَتَوَفَّيَنَّكَ ہم تمہیں وفات دیں
فَاِنَّمَا تو اس کے سوا نہیں	عَلَيْكَ تم پر	الْبَلٰغُ پہنچانا	وَعَلَيْنَا اور ہم پر	الْحِسَابُ حساب لینا	اَوَ کیا	لَمْ يَرَوْا وہ نہیں دیکھتے	اَنَّا نَاْتِى کہ ہم چلے آتے ہیں
الْاَرْضَ زمین	نَنْقُصُهَا اس کو گھٹاتے	مِنْ سے	اَطْرَافِهَا اس کے کنارے	وَاللّٰهُ اور اللہ	يَحْكُمُ حکم فرماتا ہے	لَا مُعَقِّبَ کوئی پیچھے ڈالنے والا نہیں
لِحُكْمِهٖ اسکے حکم کو	وَهُوَ اور وہ	سَرِيْعُ جلد	الْحِسَابِ حساب لینے والا	وَقَدْ مَكَرَ اور چالیں چلیں	الَّذِيْنَ ان لوگوں نے جو	مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے پہلے
فَلِلّٰهِ تو اللہ کیلئے	الْمَكْرُ چال	جَمِيْعًا سب	يَعْلَمُ وہ جانتا ہے	مَا تَكْسِبُ جو کماتا ہے	كُلُّ نَفْسٍ ہر نفس	وَسَيَعْلَمُ اور عنقریب جان لیں گے
الْكُفّٰرُ کافر	لِمَنْ کس کیلئے	عُقْبَى الدَّارِ عاقبت کا گھر	وَ اور	يَقُوْلُ کہتے ہیں	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جن لوگوں نے کفر کیا	لَسْتَ تو نہیں
مُرْسَلًا رسول	قُلْ آپ کہدیں	كَفٰى کافی ہے	بِاللّٰهِ اللہ	شَهِيْدًۢا گواہ	بَيْنِيْ میرے درمیان	وَبَيْنَكُمْ اور تمہارے درمیان	وَمَنْ اور جو
عِنْدَهٗ اسکے پاس	عِلْمُ الْكِتٰبِ کتاب کا علم					

مشرکین کا سوال کہ عذاب کیوں نہیں آتا؟

شبہ یہ بھی تھا کہ اگر آپ نبی ہیں تو انکار نبوت پر جس عذاب کا وعدہ کیا جاتا ہے وہ عذاب کیوں نہیں نازل ہوتا۔اس کا جواب حق تعالیٰ کی طرف سے ان آیات میں دیا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ انکار نبوت پر جس عذاب کا وعدہ ان سے کیا جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے کہ وہ عذاب ان پر آپ کی زندگی میں آجائے یا آپ کی وفات کے بعد۔الغرض عذاب جلد آئے یا بدیر بہر صورت عذاب اپنے وقت مقرر

پر آئے گا ضرور۔ نہ آپ کو اس کے ظہور کی فکر میں پڑنا چاہئے اور نہ تاخیر اور مہلت دیکھ کر ان منکروں کو بے فکر ہونا چاہئے۔ خدا کے علم میں ہر چیز کا ایک وقت مناسب مقرر ہے جس کے پہنچنے پر وہ ضرور ظاہر ہو کر رہے گی۔ آپ اپنا فرض تبلیغ ادا کئے جایئے۔ تکذیب کرنے والوں کا حساب ہم خود بے باق کر دیں گے۔

یہاں اس واضح حقیقت کو واضح تو کر دیا کہ رسالت اور الوہیت کے حدود بالکل جداگانہ ہیں۔ خلط ملط کی کوئی گنجائش نہیں۔ رسول اور مقرب ترین رسول کا کام تبلیغ احکام اور تبلیغ دین ہے اور باقی سزا و جزا۔ سوال اور باز پرس اس کا تعلق خداوند قدوس سے ہے۔ وعدہ وعید کو پورا کرنا انبیاء کا کام نہیں۔ نہ لوگوں کے ماننے نہ ماننے سے ان کا تعلق ہے۔ حساب کرنا اور سرکشی کی صورت میں گرفت کرنا یہ تو اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے۔ اس کے بعد کافروں کی طرف روئے سخن فرمایا جاتا ہے کہ کیا اب بھی کافروں کو اپنی بربادی میں کچھ شک ہے کیا مقدمات عذاب میں سے یہ اس امر کو نہیں دیکھ رہے کہ دن بدن اسلام کو غلبہ ہو رہا ہے۔ کفر کی طاقت گھٹ رہی ہے۔ سرزمین مکہ کے چاروں طرف اسلام کا اثر پھیلتا جا رہا ہے اور کفر کی عملداری گھٹتی جاتی ہے۔ بڑے بڑے قبائل اور اشخاص کے قلوب پر اسلام کا سکہ بیٹھ رہا ہے اور ان کے دل حق و صداقت کے سامنے فتح ہو رہے ہیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ آہستہ آہستہ کفر کی حکومت کو دباتے چلے آ رہے ہیں۔ کیا یہ روشن آثار ان مکذبین کو نہیں بتلاتے کہ خدا کا فیصلہ ان کے مستقبل کے متعلق کیا ہو چکا ہے۔ ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ اسلام جس رفتار سے بڑھ رہا ہے۔ وہ کسی طاقت سے رکنے والا نہیں لہٰذا انجام بینی اسی میں ہے کہ آنے والی چیز کو آئی ہوئی سمجھیں۔ اللہ کا فیصلہ اور حکم اٹل ہے۔ جب وقت آ جائے تو پھر کس کی طاقت ہے کہ ایک منٹ کے لئے ملتوی کر کے پیچھے ڈال دے۔ جہاں حساب کا وقت آن پہنچا وہاں دیر نہ لگے گی اور یہ منکرین جو ایذائے رسول یا مخالفت اسلام میں طرح طرح کی تدبیریں کرتے ہیں تو ان سے کچھ نہیں ہوتا۔ انہوں نے چھپ چھپ کر ناپاک تدبیریں کیں۔ لیکن خدا کی تدبیر سب پر غالب رہی۔ اس نے وہ تدبیریں انہیں پر الٹ دیں۔ کیونکہ اللہ سے کوئی حرکت و سکون اور کھلا اور چھپا کام پوشیدہ نہیں۔ اس کے آگے کسی کا مکر کیا چل سکتا ہے وہ ان مکاروں کو خوب مزا چکھائے گا۔ جیسے اگلوں نے اپنے مکر کا انجام دیکھ لیا یہ موجودہ کفار بھی دیکھ لیں گے۔

حق کو جھٹلانے سے حق پر کوئی اثر نہیں پڑتا

سورۃ کے اخیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے کہ اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کہہ دیجئے کہ اے منکرین میری نبوت کو تمہارے جھٹلانے سے کچھ نہیں ہوتا جبکہ خداوند قدوس میری صداقت کے بڑے بڑے نشان دکھلا رہا ہے۔ قرآن جو اس کا کلام ہے جیسے اپنے کلام الٰہی ہونے کی شہادت دیتا ہے اسی طرح میرے پیغمبر برحق ہونے کا گواہ ہے۔ جن کو قرآن کا علم اور اس کے حقائق کی خبر ہوگئی ہے وہ تو میری نبوت کے دل سے گواہ ہیں نیز جنہیں پہلی آسمانی کتابوں اور ان کی پیش گوئیوں کی اطلاع ہے ان کے دل بھی گواہی دیتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ٹھیک ان پیش گوئیوں کے مطابق تشریف لائے ہیں جو سینکڑوں برس پیشتر حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کر چکے تھے۔

اس سورۂ رعد کی ابتدا اس طرح ہوئی تھی کہ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا تھا کہ ہمارے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو جو آیتیں پڑھ کر سنا رہے ہیں یہ اس کتاب کی آیتیں ہیں جو اللہ نے ان پر نازل کی ہے۔ اس کتاب میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ بالکل سچ ہے مگر بعض لوگ نادانی سے اس کتاب کا صاف انکار کر دیتے ہیں۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار نہیں کرتے۔ اب خاتمہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے کہ آپ کہہ دیجئے کہ اللہ عزوجل اس پر گواہ ہے کہ میں اس کا رسول برحق ہوں۔ اس طرح توحید و رسالت کی حقانیت کا مضمون اس سورۃ میں واضح فرمایا گیا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوۡرَۃُ اِبۡرٰهِيۡمَ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اِثۡنَتَانِ وَّخَمۡسُوۡنَ اٰيَةً وَّسَبۡعُ رُكُوۡعَاتٍ — بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

الۤرٰ كِتٰبٌ اَنۡزَلۡنٰهُ اِلَيۡكَ لِتُخۡرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوۡرِ ۙ بِاِذۡنِ رَبِّهِمۡ

الرا۔ یہ قرآن ایک کتاب ہے جس کو ہم نے آپ پر نازل فرمایا ہے تاکہ آپ تمام لوگوں کو ان کے پروردگار کے حکم سے تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف یعنی خدائے

اِلٰى صِرَاطِ الۡعَزِيۡزِ الۡحَمِيۡدِ ۙ﴿۱﴾ اللّٰهِ الَّذِىۡ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِ ؕ وَوَيۡلٌ

غالب ستودہ صفات کی راہ کی طرف لاویں۔ جو ایسا خدا ہے کہ اسی کی ملک ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ کہ زمین میں ہے اور بڑی خرابی

لِّلۡكٰفِرِيۡنَ مِنۡ عَذَابٍ شَدِيۡدِ ۙ﴿۲﴾

یعنی بڑا سخت عذاب ہے کافروں کو۔

الۤرٰ الف لام را	كِتٰبٌ ایک کتاب	اَنۡزَلۡنٰهُ ہم نے اسکو اتارا	اِلَيۡكَ تمہاری طرف	لِتُخۡرِجَ تاکہ تم نکالو	النَّاسَ لوگ
مِنَ الظُّلُمٰتِ اندھیروں سے	اِلَى النُّوۡرِ نور کی طرف	بِاِذۡنِ حکم سے	رَبِّهِمۡ ان کا رب	اِلٰى طرف	صِرَاطِ راستہ
الۡعَزِيۡزِ زبردست	الۡحَمِيۡدِ خوبیوں والا	اللّٰهِ اللہ	الَّذِىۡ وہ جو کہ	لَهٗ اسی کیلئے	مَا جو کچھ
فِى السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	وَمَا اور جو کچھ	فِى الۡاَرۡضِ زمین میں	وَيۡلٌ خرابی	لِّلۡكٰفِرِيۡنَ کافروں کیلئے	مِنۡ سے
عَذَابٍ عذاب	شَدِيۡدِ سخت				

سورۃ کا مقام نزول وجہ تسمیہ وغیرہ

الحمدللہ اب تیرہویں پارہ کی آخری سورۃ ابراہیم کا بیان شروع ہو رہا ہے۔ چونکہ اس سورۃ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر آیا ہے اس لئے علامت کے طور پر اس کا نام سورۃ ابراہیم ہو گیا۔ یہ سورۃ بھی مکی ہے اور مکہ کے آخری دور میں نازل ہونا بتلائی گئی ہے۔ ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن مجید کی چودھویں سورت ہے لیکن بحساب نزول اس کا شمار ۷۲ لکھا ہے۔ یعنی مکہ معظمہ میں ہجرت سے قبل ۷۵ سورتیں اس سے پہلے نازل ہو چکی تھیں۔ اور ۳۸ سورتیں اس کے بعد نازل ہوئیں۔ اس سورت میں ۷ رکوعات ۵۲ آیات ۸۳۵ کلمات اور ۳۴۰۱ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔

سورۃ ابراہیم کے مضامین

اس کے مضامین بھی وہی ہیں جو عموماً مکی سورتوں کے ہیں۔ یعنی توحید و رسالت و قیامت وغیرہ۔ ابتدا میں قرآن مجید کے نزول کی غرض سمجھائی گئی ہے اور جو اس کی ہدایتوں سے کتراتے ہیں ان کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے اور سمجھایا گیا ہے کہ یہ سلسلۂ ہدایت قدیم سے قائم ہے اور بہت سے رسول اس کے قائم رکھنے کے لئے دنیا میں آتے رہے ہیں۔ جن قوموں نے رسولوں کا کہنا نہ مانا ان کا انجام بہت برا ہوا۔ مشرکین عرب اور کفار مکہ کو خصوصاً تنبیہ کی گئی کہ تمہارے اندر دنیا میں آخری نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث کئے گئے ہیں۔ آپ کی اطاعت میں تمہارا ہی بھلا ہے۔ ورنہ اللہ کی سلطنت تو ایسی کمزور نہیں کہ تم اس کی تابعداری کرو گے تو قائم رہے گی ورنہ اس میں خلل آجائے گا۔ پھر بتایا گیا ہے کہ شیطان انسان کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑا ہوا ہے۔ اسے مختلف طریقوں سے بہکاتا ہے۔ لیکن انسان جب اس کے بہکانے کے وبال میں پھنس جاتا ہے تو وہ خود انسان پر سارا

الزام رکھ کر چل دیتا ہے اس کی چالوں سے آگاہ کیا گیا ہے کہ یہ کتنے ہی سبز باغ دکھائے اس کا کہنا نہ مانو۔ پھر سمجھایا گیا ہے کہ دنیا ہی ایسی جگہ ہے۔ جس میں تم اللہ کے حکم بردار بن کر آخرت کا عیش و آرام حاصل کر سکتے ہو ورنہ مرنے کے بعد کچھ بنائے نہ بنے گا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے فرزند اسماعیل علیہ السلام کو وادی مکہ میں لے جا کر بسانے کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ کی تابعداری میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی اور شیر خوار بچہ کو جنگل بیابان میں اللہ کے حکم سے اکیلا لے جا کر چھوڑ دیا اور پھر ان دعاؤں کا ذکر فرمایا گیا کہ جو آپ نے وہاں مانگیں۔ پھر یہ بھی سمجھایا گیا کہ اللہ عز وجل کو اپنے اعمال سے غافل نہ سمجھو۔ وہ سب اس کی نگاہ میں ہیں اور قیامت میں جو بڑا ہولناک دن ہو گا وہاں پر انسان کو اپنے اعمال کا حساب دینا پڑے گا۔ یہ ہے اس ساری سورۃ کا خلاصہ جس کی تفصیلات ان شاء اللہ آئندہ درسوں میں آپ کے سامنے آئیں گی۔

بعثت نبویؐ کے مقاصد

اب ابتدائی آیات کی تشریح بیان کی جاتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کے زمانہ میں دنیا بھر میں کوئی بھی فرقہ صحیح معنے میں خدا پرست نہ تھا۔ اہل کتاب میں یہود کی ابتری تو ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کی اصلاح کے لئے بھیجے گئے ان کو بھی نہ مانا بلکہ آمادۂ فساد و جنگ و جدال ہو گئے اور اس کے بعد تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک تک تو اور بھی بگڑ گئے تھے۔ رہے عیسائی سو تین سو برس کے بعد تو ان کے مذہب میں یہاں تک تثلیث اور الوہیت مسیح اور صلیب پرستی نے رواج پایا تھا کہ بت پرست قومیں بھی ان سے پیچھے رہ گئی تھیں۔ عرب اور روم اور ہندو ایران و چین کی بت پرستی اور آتش و عناصر پرستی کا تو کچھ ٹکانہ ہی نہ تھا۔ تمام عالم تاریکی کفر الحاد بت پرستی میں چھپا ہوا تھا۔

ایسے زمانہ میں اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر بڑا احسان ہوا کہ اس نے مکہ کے پہاڑوں میں سے ایک آفتاب ہدایت جلوہ گر کیا تاکہ لوگوں کو اندھیروں میں سے نکال کر روشنی میں لاویں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرما کر کتاب ہدایت دے کر مامور فرمایا کہ آفتاب عالم تاب یعنی قرآن پاک کی روشنی سے دنیا کو منور کردو۔ لوگوں کو کفر و الحاد ظلم واستبداد عدم مساوات اور افراط و تفریط کی تاریکی سے نکال کر توحید عدل و مساوات اور ایمان و اصلاح کی روشنی کی طرف لاؤ۔ اسی روشنی کے ذکر سے اس سورۃ کی ابتدا کی جاتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے قرآن پاک کے نزول کا مقصد فرمایا جاتا ہے۔

نزول قرآن کے مقاصد

سورۃ کی ابتدا الٓرٰ سے کی گئی ہے۔ یہ حروف مقطعات میں سے ہیں۔ جس کی تشریح سورۂ بقرہ کی ابتداء اور گذشتہ سورتوں میں ہو چکی ہے۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرما کر بتلایا جاتا ہے کہ اس کتاب یعنی قرآن پاک کی عظمت شان کا اندازہ اس بات سے کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اس کے اتارنے والے اور آپ جیسی رفیع الشان شخصیت اس کی اٹھانے والی اور مقصد بھی اس قدر اعلیٰ اور ارفع ہے۔ جس سے بلند تر کوئی مقصد نہیں ہو سکتا۔ وہ یہ کہ خدا کے حکم و توفیق سے تمام دنیا کے لوگوں کو خواہ عرب ہوں یا عجم۔ کالے ہوں یا گورے، مزدور ہوں یا سرمایہ دار۔ بادشاہ ہوں یا رعایا سب کو جہالت کی گھٹاٹوپ اندھیروں سے نکال کر معرفت اور ایمان و یقین کی روشنی میں کھڑا کرنے کی کوشش کی جائے اور صحیح معرفت الٰہی کی روشنی میں اس راستہ پر چل پڑیں جو زبردست غالب لائق حمد و تعریف شہنشاہ مطلق مالک الکل خدا کا بتایا ہوا اور اس کے مقام رضا تک پہنچانے والا ہے۔ اب اس آفتاب جہانتاب کے طلوع ہونے پر بھی جو تاریکی میں رہنا پسند

کرتے ہیں اور ایسی کتاب نازل ہونے کے بعد بھی کفر وشرک اور جہالت وضلالت کے اندھیرے سے نہ نکلے تو ان کو سخت عذاب اور ہلاکت خیز مصیبت کا سامنا ہے۔

آیت کے الفاظ میں یہ نہیں کھولا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کے ذریعہ کس طرح لوگوں کو اندھیروں سے نجات دے کر روشنی میں لائیں گے۔ لیکن اتنی بات ظاہر ہے کہ کسی کتاب کے ذریعہ کسی قوم کو درست کرنے کا طریقہ یہی ہوتا ہے کہ اس کتاب کی تعلیمات اور ہدایت کو اس قوم میں پھیلایا جائے اور ان کو اس کا پابند کیا جائے۔ مگر قرآن کریم کی ایک مزید خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس کی تلاوت اور بغیر سمجھے ہوئے اس کے الفاظ پڑھنا بھی بالخاصہ انسان کے نفس پر اثر انداز ہوتا ہے اور اس کو برائیوں سے بچنے میں مدد دیتا ہے۔ کم از کم کفر وشرک کے کیسے ہی خوبصورت جال ہوں قرآن پڑھنے والا اگرچہ بغیر مطلب و معانی سمجھے ہوئے ہی پڑھتا ہو ان کے دام میں نہیں آ سکتا۔ ہندوستان میں ہندوؤں کی تحریک شدھی سنگھٹن کے زمانہ میں اس کا مشاہدہ ہو چکا ہے۔ کہ ان کے دام میں کچھ صرف وہ لوگ آئے جو قرآن کی تلاوت سے بھی بیگانہ تھے اور آج عیسائی مشنریاں مسلمانوں کے ہر خطہ میں طرح طرح کے سبز باغ اور سنہرے جال لئے پھرتی ہیں لیکن ان کا اگر کوئی اثر پڑتا ہے تو صرف ان لوگوں پر اور ان گھرانوں پر جو قرآن کی تلاوت سے بھی غافل ہیں خواہ جاہل ہونے کی وجہ سے یا نئی تعلیم کے غلط اثرات سے۔

منکرین قرآن کے لئے ہلاکت ہے

آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن کریم اس لئے نازل کیا گیا ہے کہ سب انسانوں کو اندھیرے سے نکال کر اللہ کے راستے کی روشنی میں لے آئے مگر جو بدنصیب قرآن ہی کے منکر ہو جائیں تو وہ اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو عذاب میں ڈال رہے ہیں۔ جو لوگ قرآن کے کلام الٰہی ہونے ہی کے منکر ہیں وہ تو وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ کی وعید کے مراد ہیں ہی مگر جو اعتقاداً منکر نہیں مگر عملاً قرآن کو چھوڑے ہوئے ہیں کہ نہ تلاوت سے کوئی واسطہ ہے نہ اس کے سمجھنے اور عمل کرنے کی طرف کوئی التفات ہے وہ بدنصیب بھی مسلمان ہونے کے باوجود اس وعید سے بالکل بری نہیں"۔

الغرض ان آیات کا آخری جملہ فرمایا گیا ہے وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ یعنی جو لوگ اس نعمت قرآن سے منکر ہیں اور کفر وشرک کے اندھیرے ہی میں رہنے کو پسند کرتے ہیں تو ان کے لئے ویل ہے یعنی بڑی بربادی اور ہلاکت ہے اس عذاب شدید سے جو ان پر آنے والا ہے۔

دعا کیجئے

اے اللہ جب آپ نے اپنے فضل وکرم سے ہم کو قرآن جیسی کتاب اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے نبی عطا فرمائے ہیں تو ہم کو ان نعمتوں کی صحیح قدردانی اور شکرگزاری کی توفیق بھی عطا فرمائیے۔

اے اللہ جس مقصد کیلئے آپ نے یہ قرآن نازل فرمایا ہے اور جس روشنی اور ہدایت کو یہ دنیا میں لے کر آیا ہے۔

اے اللہ ہمارے دلوں کو اس روشنی سے منور فرما دے۔ اور ہم کو سرتاپا اس کا تابعدار بنا دے۔ اور اسکی روشنی کو جہان کے گوشہ گوشہ میں پھیلا دے۔ اور جو اسکو قبول کرلیں انکو اپنی رحمت اور ہدایتوں سے نواز دے اور جو اسکی مخالفت کریں ان کافروں کیلئے اپنا وعدۂ عذاب دنیا میں بھی دکھلا دے آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا

(بڑا سخت عذاب ہے) ان کافروں کو جو دُنیوی زندگی کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں۔ اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اس میں کجی کے متلاشی رہتے ہیں۔

عِوَجًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ فِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ۝

ایسے لوگ بڑی دُور کی گمراہی میں ہیں۔

اَلَّذِيْنَ وہ جو کہ	يَسْتَحِبُّوْنَ پسند کرتے ہیں	الْحَيٰوةَ زندگی	الدُّنْيَا دنیا	عَلَى الْاٰخِرَةِ آخرت پر	وَيَصُدُّوْنَ اور روکتے ہیں	عَنْ سے
سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کا راستہ	وَيَبْغُوْنَهَا اور اس میں ڈھونڈتے ہیں	عِوَجًا کجی	اُولٰۗىِٕكَ وہی لوگ	فِيْ میں	ضَلٰلٍ گمراہی	بَعِيْدٍ دُور

قرآن کریم کے منکروں کی خصلتیں

جن کفار اور منکرین قرآن کو سابقہ آیات میں عذاب شدید کی وعید سنائی گئی انکی علامات و آثار اس آیت میں بتلائے جاتے ہیں۔

پہلی علامت:

انکی بتلائی گئی يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ جو دنیوی زندگی کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں یعنی جنہیں ساری فکر بس اسی دنیا کی ہے۔ آخرت کی پرواہ نہیں ان کا اوڑھنا بچھونا یہی دنیا اور شب و روز اسی کی محبت اور فکر میں غرق رہتے ہیں۔ دنیا کے فائدوں لذتوں اور آسائشوں کی خاطر آخرت کا نقصان مول لے لیتے ہیں مگر آخرت کی کامیابی کے لئے دنیا کا کوئی نقصان اور کوئی خطرہ برداشت نہیں کر سکتے۔ غرض یہ کہ وہ دنیا پر شیفتہ اور فریفتہ ہوتے ہیں اور دنیا کی زندگی بہ نسبت آخرت کے زیادہ پسند کرتے ہیں اور ترجیح دیتے ہیں۔

دوسری علامت

کفار و منکرین قرآن کی یہ بتلائی گئی۔ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں یعنی وہ خود اپنی ذات ہی سے گمراہ نہ ہوں گے بلکہ دوسروں کو بھی راہ حق سے روکیں گے کبھی دنیوی لالچ دے کر کبھی باپ دادا کی تقلید کی تعلیم دے کر کبھی کوئی شیطانی کرشمہ دکھا کر گویا جیسے دنیا کی محبت میں خود پھنسے ہیں دوسروں کے لئے بھی یہی چاہتے ہیں کہ دنیا میں پھنسے رہیں۔

تیسری خصلت بتلائی گئی:

وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا اور اللہ کے سیدھے راستہ میں کجی کے متلاشی رہتے ہیں۔ یعنی انہیں یہ فکر رہتی ہے کہ خدا کے دین میں کوئی عیب نکالیں۔ اور سیدھے راستہ کو ٹیڑھا ثابت کریں تاکہ اس پر اعتراض اور طعن کا موقع ملے۔ اور اس جملہ کے یہ معنیٰ بھی ہو سکتے ہیں کہ یہ لوگ اس فکر میں لگے رہتے ہیں کہ اللہ کے راستہ یعنی قرآن و سنت میں کوئی چیز ان کے خیالات اور خواہشات کے مطابق مل جائے تو اس کو اپنی حقانیت کے استدلال میں پیش کریں۔

الغرض منکرین قرآن کی یہ تین خصلتیں بتلا کر ان کا انجام بتلایا گیا ہے کہ فی الحقیقت یہ لوگ صحیح راستے سے بھٹک کر بہت ہی دور جا پڑے ہیں۔ خدا کی سخت مار پڑے گی تب ان کی آنکھیں کھلیں گی۔

اہل اسلام کے لئے تعلیم

یہاں کفار و منکرین کی یہ تین خصلتیں بیان کرنے سے اہل اسلام کیلئے یہ تعلیم اور ہدایت ہے کہ مسلمان کے پیش نظر حیات اخروی ہونا چاہئے۔ دنیوی زندگی اس کا اصل مطمح نظر نہ بنی چاہئے پھر مسلمان کو نہ صرف خود راہ راست پر مستقیم ہونا چاہئے بلکہ دوسروں کا بھی رہنما ہونا چاہئے جہاں تک ممکن ہو حق کی تبلیغ کرے۔ پھر راہ پیمائی اور راہنمائی میں خواہش نفس کو دخیل نہ بنانا چاہئے یعنی اللہ کے احکام کو اپنی مرضی کے مطابق بنانے کی کوشش نہ کرنی چاہئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ۭ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَاۗءُ

اور ہم نے تمام (پہلے) پیغمبروں کو (بھی) اُن ہی کی قومی زبان میں پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ تا کہ اُن سے (احکام الٰہیہ کو) بیان کریں پھر جس کو اللہ تعالیٰ چاہیں گمراہ کرتے ہیں۔

وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ④ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اَنْ

اور جس کو چاہیں ہدایت کرتے ہیں۔اور وہی غالب ہے حکمت والا ہے۔اور ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر بھیجا۔کہ اپنی قوم کو

اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ڏ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

تاریکیوں سے روشنی کی طرف لاؤ۔اور ان کو اللہ کے معاملات یاددلاؤ بلاشبہ ان معاملات میں عبرتیں ہیں

لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ⑤

ہر صابر شاکر کیلئے۔

وَ اور	مَآ اَرْسَلْنَا ہم نے نہیں بھیجا	مِنْ رَّسُوْلٍ کوئی رسول	اِلَّا مگر	بِلِسَانِ زبان میں	قَوْمِهٖ اسکی قوم کی	لِيُبَيِّنَ تا کہ کھول کر بیان کردے
لَهُمْ ان کیلئے	فَيُضِلُّ پھر گمراہ کرتا ہے	اللّٰهُ اللہ	مَنْ يَّشَاۗءُ جس کو وہ چاہتا ہے	وَيَهْدِيْ اور ہدایت دیتا ہے	مَنْ يَّشَاۗءُ جس کو چاہتا ہے	
وَهُوَ اور وہ	الْعَزِيْزُ غالب	الْحَكِيْمُ حکمت والا	وَ اور	لَقَدْ اَرْسَلْنَا البتہ ہم نے بھیجا	مُوْسٰى موسیٰ	بِاٰيٰتِنَآ اپنی نشانیوں کیساتھ
اَنْ کہ	اَخْرِجْ تو نکال	قَوْمَكَ اپنی قوم	مِنَ الظُّلُمٰتِ اندھیروں سے	اِلَى النُّوْرِ نور کی طرف	وَ اور	ذَكِّرْهُمْ یاد دلا انہیں
بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ اللہ کے دن	اِنَّ بیشک	فِيْ میں	ذٰلِكَ اس	لَاٰيٰتٍ البتہ نشانیاں	لِّكُلِّ صَبَّارٍ ہر صبر کرنیوالے کیلئے	شَكُوْرٍ شکرگزار

قرآن کریم عربی میں نازل ہونے کی حکمت

گذشتہ آیات میں یہ بتایا گیا تھا کہ قرآن پاک کا نزول اس لئے ہوا ہے کہ لوگ جہل وضلالت کفر وشرک کی تاریکی سے نکل کر ایمان وہدایت کی روشنی میں آجائیں۔لیکن یہ غرض اسی وقت پوری ہوسکتی تھی کہ قرآن براہ راست جس قوم میں نازل ہوا ہے وہ اس کے مطالب اور معانی سمجھ سکے۔اگر اس قوم کی زبان کو چھوڑ کر دوسری زبان میں نازل ہوتا تو اس قوم کو مطلب سمجھنے میں بڑی دشواری ہوتی۔چنانچہ اسی مصلحت کو پیش نظر رکھ کر قرآن کو عربی زبان میں نازل فرمایا گیا۔گو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت دعوت میں روئے زمین کے تمام جن وانس شامل ہیں تاہم جس قوم میں سے آپ اٹھائے گئے اس کی زبان عربی تھی اور چونکہ عرب ہی آپ کے اولین مخاطب تھے اس لئے سہولت وخوبی کے ساتھ قرآنی تعلیمات واحکامات کو سمجھنا اور محفوظ کرنا عربوں کے لئے جب ہی ممکن تھا کہ پیغام ہدایت ان کی قومی زبان میں ہو۔چنانچہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت بابرکت میں رہ کر قرآنی علوم پر دسترس حاصل کی پھر وہ مشرق ومغرب میں پھیل پڑے اور قرآنی علوم کو عام فرمایا تو قومی زبان میں وحی بھیجنے کی حکمت کو ظاہر فرمانے کے لئے عام قانون الٰہی بتلایا جاتا ہے کہ ہر نبی کو اللہ تعالیٰ نے اس کی قومی زبان میں پیام ہدایت دے کر بھیجا تا کہ واضح طور پر کھلم کھلا قوم والوں کو پیغام الٰہی پہنچایا جاسکے اور ان کو ہدایت حاصل ہوسکے۔

ہر قوم میں ایک ہٹ دھرم طبقہ ہوتا ہے

آگے بتلایا جاتا ہے کہ باوجود اس کے کہ پیغمبر ساری تبلیغ و تلقین اسی زبان میں کرتے ہیں جسے ساری قوم سمجھتی ہے پھر بھی قوم کے ہر ایک فرد کو ہدایت نصیب نہیں ہو جاتی۔ جو لوگ کور باطن اور ازلی بدبخت ہیں ان کی تاریکی کو کوئی مشعل ہدایت دور نہیں کر سکتی۔ کیونکہ ہدایت و گمراہی تو اللہ کے قبضہ میں ہے۔ ہدایت کے سامان مکمل کر دیئے گئے۔ اب جو اس سے نفع اٹھانا چاہے اس کی دستگیری فرما کر حق تعالیٰ راہ پر لگا دیتے ہیں اور جس نے روگردانی کی اسے گمراہی میں چھوڑے رکھتے ہیں۔ تو کفار مکہ اور مشرکین عرب کو یہ بتلایا جاتا ہے کہ جب سب پیغمبر اپنی اپنی قوم میں احکام قومی زبان میں لے کر آئے تو آپ کے لئے بھی یہی قاعدہ رکھا گیا اور قرآن کریم کو عربی زبان میں نازل فرمایا گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق

آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تائید کے لئے یہ بتلایا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کوئی انوکھی چیز نہیں کہ اس کا انکار کیا جائے۔ پہلے بھی رسول ہوتے آئے ہیں۔ اسی سلسلہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو بھی مختلف معجزات و آیات دے کر نبی بنا کر بھیجا تھا اور حکم دیا تھا کہ لوگوں کے دلوں پر جو کفر و شرک، ضلالت و معصیت و جہالت کے تاریک پردے پڑے ہوئے ہیں ان کو ہدایت کی روشنی میں دور کرو اور تاریکی کے پردوں سے نکال کر نور کے پردوں میں لے آؤ۔ کفر و معاصی کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان و اطاعت کی روشنی کی طرف لاؤ۔ اور لوگوں کے دلوں سے غفلت کا زنگ دور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے انعامات و احسانات یاد دلاؤ مثلاً معجزات کے ذریعہ سے فرعون کو مغلوب کرنا، ساحروں کا ایمان لانا، طوفان ٹڈی جوئیں اور خون وغیرہ کا عذاب اہل مصر یعنی فرعونیوں پر پہنچنا۔ سمندر میں فرعون اور اس کے لشکر کا غرق ہونا اور بنی اسرائیل کو بچا لینا۔ جنگل بیابان میں ابر کو خیمہ کی طرح سایہ فگن کر دینا۔ غیب سے من و سلویٰ رزق پہنچانا وغیرہ وغیرہ۔

غرض اللہ کے احسانات ان کو یاد دلاؤ۔ جو لوگ مصائب پر صبر کرنے والے اور دکھ سکھ میں ایمان اور عمل صالح پر قائم رہنے والے ہیں ان کو گذشتہ مصائب اور پھر مصائب سے نجات کے واقعات سن کر ہدایت و نصیحت ہو گی۔

عربی زبان کی خصوصیات

ان آیات کے تحت مفسرین نے عربی زبان کی بعض خصوصیات بھی بیان کی ہیں جن کے باعث اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو اس زبان عربی میں نازل فرمایا۔ چنانچہ عربی زبان کی چند خصوصیات یہ ہیں۔ عربی زبان آسمان کی دفتری زبان ہے۔ فرشتوں کی زبان عربی ہے۔ لوح محفوظ کی زبان عربی ہے اور جنت جو اہل ایمان کا وطن اصلی اور دائمی ہے اس کی زبان عربی ہے۔ ایک حدیث میں جو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ تین وجہ سے عرب سے محبت کرو۔ ایک یہ کہ میں عربی ہوں۔ دوسرے یہ کہ قرآن عربی ہے۔ تیسرے یہ کہ اہل جنت کی زبان عربی ہے۔ روایات میں نقل کیا گیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی زبان جنت میں عربی تھی۔ زمین پر نازل ہونے اور توبہ قبول ہونے کے بعد عربی ہی زبان میں تغیرات ہو کر سریانی زبان پیدا ہو گئی تھی۔ پھر لغت عرب تمام لغات عالم میں سب سے اشرف اور اکمل اور افصح اور ابلغ ہے۔ اس لئے کتاب الٰہی قرآن کریم کا نزول اسی زبان میں اولیٰ اور انسب ہوا۔

تاریخ کی اہمیت و فائدہ کن لوگوں کو ہوتا ہے

آیت کے اخیر میں جو فرمایا یا۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّکُلِّ صَبَّارٍ شَکُوْرٍ

یعنی پچھلے واقعات خواہ وہ جو منکروں کی سزا اور عذاب سے متعلق ہوں یا اللہ تعالیٰ کے انعامات واحسانات سے متعلق ہوں بہر حال ماضی کے واقعات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کی بڑی نشانیاں اور دلائل موجود ہیں مگر اسی شخص کے لئے جو بہت صبر کرنے والا اور بہت شکر کرنے والا ہو یعنی اگرچہ کھلی ہوئی نشانیاں اور دلائل ہر غور کرنے والے کی ہدایت کے لئے ہیں۔ مگر بدنصیب کفار ان میں غور وفکر نہیں کرتے۔ ان سے کوئی فائدہ نہیں اٹھاتے۔ فائدہ صرف وہ لوگ اٹھاتے ہیں جو صبر وشکر کے جامع ہیں مراد اس سے اہل ایمان ہیں کیونکہ ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ایمان کے دو حصہ ہیں۔ آدھا صبر اور آدھا شکر۔ اور شکر کی حقیقت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کو اس کی نافرمانی اور حرام وناجائز کاموں میں خرچ نہ کرے اور زبان اور دل سے اللہ تعالیٰ کا احسان مانے اور شکر ادا کرے اور اپنے افعال و اعمال کو بھی اللہ کی مرضی کے موافق بنائے اور صبر کا خلاصہ یہ ہے کہ خلاف طبع امور پر پریشان نہ ہو۔ اپنے قول وفعل میں ناشکری سے بچے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کا دنیا میں بھی امیدوار رہے اور آخرت میں صبر کے اجر عظیم کا یقین رکھے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں عربی زبان سے خاص تعلق اور محبت نصیب فرمائیں۔ کیونکہ یہ ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان ہے اور قرآن کی زبان ہے اور جنتیوں کی زبان ہے۔

یا اللہ! آپ کا فرمان حق ہے کہ آپ جس کو چاہیں نور ہدایت سے نوازیں اور جس کو چاہیں گمراہی میں پڑا رہنے دیں۔

اے اللہ ہم آپ سے ہدایت کے طالب ہیں آپ ہدایت کے راستے ہمارے لئے آسان فرمادیجئے۔ اور ہر طرح کی کجی وگمراہی سے ہماری حفاظت فرمایئے اور ہم سب کا اسلام اور ایمان پر خاتمہ بالخیر فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ

اور اُس وقت کو یاد کیجئے کہ جب موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کا انعام اپنے اوپر یاد کرو جب کہ تم کو فرعون والوں سے نجات دی

يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَفِيْ ذٰلِكُمْ

جو تم کو سخت تکلیفیں پہنچاتے تھے اور تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے۔اور اس میں

بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ۞ وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ

تمہارے رب کی طرف سے بڑا امتحان تھا۔اور وہ وقت یاد کرو جبکہ تمہارے رب نے تم کو اطلاع فرمادی کہ اگر تم شکر کرو گے تو تم کو زیادہ نعمت دوں گا اور اگر تم

كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ۞ وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ

ناشکری کرو گے تو میرا عذاب بڑا سخت ہے۔اور موسیٰ نے فرمایا کہ اگر تم اور دنیا بھر کے آدمی سب کے سب مل کر بھی ناشکری کرنے لگو۔

جَمِيْعًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۞

تو اللہ تعالیٰ بالکل بے احتیاج ساری خوبیوں والا ہے۔

وَاِذْ اور جب	قَالَ کہا	مُوْسٰى موسیٰ	لِقَوْمِهِ اپنی قوم کو	اذْكُرُوْا تم یاد کرو	نِعْمَةَ اللّٰهِ اللہ کی نعمت	عَلَيْكُمْ اپنے اوپر		
اِذْ اَنْجٰىكُمْ جب اس نے نجات دی تمہیں	مِنْ سے	اٰلِ فِرْعَوْنَ فرعون کی قوم	يَسُوْمُوْنَكُمْ وہ تمہیں پہنچاتے تھے	سُوْٓءَ الْعَذَابِ برا عذاب				
وَيُذَبِّحُوْنَ اور ذبح کرتے تھے	اَبْنَآءَكُمْ تمہارے بیٹے	وَيَسْتَحْيُوْنَ اور زندہ چھوڑتے تھے	نِسَآءَكُمْ تمہاری عورتیں	وَفِيْ اور میں	ذٰلِكُمْ اس			
بَلَآءٌ آزمائش	مِنْ سے	رَّبِّكُمْ تمہارا رب	عَظِيْمٌ بڑی	وَاِذْ تَاَذَّنَ اور جب آگاہ کیا	رَبُّكُمْ تمہارا رب	لَئِنْ البتہ اگر		
شَكَرْتُمْ تم شکر کرو گے	لَاَزِيْدَنَّكُمْ میں ضرور تمہیں اور زیادہ دوں گا	وَلَئِنْ اور البتہ اگر	كَفَرْتُمْ تم نے ناشکری کی	اِنَّ بیشک عَذَابِيْ میرا عذاب				
لَشَدِيْدٌ بڑا سخت	وَقَالَ اور کہا	مُوْسٰى موسیٰ	اِنْ اگر	تَكْفُرُوْا ناشکری کرو گے	اَنْتُمْ تم	وَمَنْ اور جو	فِي الْاَرْضِ زمین میں	جَمِيْعًا سب
فَاِنَّ اللّٰهَ تو بیشک اللہ	لَغَنِيٌّ بے نیاز	حَمِيْدٌ سب خوبیوں والا						

قوم موسیٰ پر ہونے والے انعامات

گذشتہ آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تائید کے لئے یہ بتلایا گیا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کوئی انوکھی چیز نہیں کہ جس کا انکار کیا جاوے۔ پہلے بھی رسول ہوتے آئے ہیں۔اسی سلسلہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرمایا گیا تھا اور بتلایا گیا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کو بھی مختلف معجزات ونشانیاں دے کر اور نبی بنا کر بھیجا گیا تھا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا گیا تھا کہ اپنی قوم کو جہالت وضلالت کی تاریکیوں سے نکال کر نور ایمان کی طرف لاؤ اور ان کے دلوں سے غفلت دور کرنے کے لئے اللہ کے احسانات اور انعامات اپنی قوم کو یاد دلاؤ۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حکم الٰہی کی تعمیل کی اور اپنی قوم کو گذشتہ مصائب و انعامات کی یاد دہانی کرائی اور قوم سے جو فرمایا وہ ان آیات زیر تفسیر میں بیان فرمایا گیا ہے۔

فرعون کے مظالم سے نجات

جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ دیکھو تم میری پیدائش سے قبل مصر میں کس قدر ذلت و مصیبت میں تھے۔ اگر تمہارے ہاں کوئی لڑکا پیدا ہوتا تو فرعونی اس کو قتل کر دیا کرتے تھے اور اگر لڑکی پیدا ہوتی تو اس کو چھوڑ دیتے تھے۔ شہری حقوق سے تم کو محروم کر رکھا تھا۔ حکومت میں تمہارا کوئی حصہ نہ تھا۔ محنت و مشقت کراتے تھے اور اجرت نہ دیتے یا کم دیتے۔ تمہاری عورتوں سے ناقابل برداشت مشقت لیتے تھے اور یہ تمام مصائب پروردگار کی طرف سے آزمائشی تھے۔ کچھ زمانہ کے بعد خدا نے فرعون کے مظالم سے تم کو نجات دی۔ چین و سکون تم کو عطا کیا۔ راحت و عیش سے تم کو ہمکنار کیا۔ دشمنوں پر تم کو غالب کیا۔

اللہ کا شکر کرو تو زوال نہ ہوگا

موسیٰ علیہ السلام نے قوم سے یہ بھی فرمایا کہ یاد رکھو کہ اگر اللہ کی نعمتوں کا شکر کرو گے اس کے حکم پر چلو گے تو اس نے وعدہ کر لیا ہے کہ تم کو زوال نہ ہوگا بلکہ مزید عیش و راحت اور عزت و حکومت اور نجات آخرت تم کو حاصل ہوگی اور اگر کفران نعمت کیا۔ احکام الٰہی کو پس پشت ڈال دیا کتاب الٰہی کی پروانہ کی اور شریعت کی خلاف ورزی کی تو موجودہ نعمت' عزت وغیرہ بھی چھین لی جائے گی۔ اللہ کا عذاب سخت ہے۔ دنیا میں تباہی اور انجام کار آخرت کے عذاب سے دوچار ہونا پڑے گا۔

طاعت و معصیت میں تمہارا اپنا ہی نفع نقصان ہے

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے یہ بھی فرمایا تھا کہ لوگو خوب سمجھ لو طاعت و معصیت سے تمہارا ہی نفع نقصان وابستہ ہے۔ اللہ کی کوئی غرض اس میں نہیں۔ اگر سطح زمین کے تمام جن و انس بھی کفر کرنے لگیں اور کوئی خدا کو نہ مانے اور اس کے حکم پر نہ چلے تب بھی خدا کی خدائی میں کوئی فرق نہ آئے گا۔ اللہ تعالیٰ تو غنی یعنی تمام مخلوق سے بے احتیاج اور بے پروا ہے اور ساری خوبیوں کا مالک ہے۔ وہ اپنی ذات میں حمید ہے یعنی مستحق حمد ہے۔ کوئی اس کی حمد نہ کرے تو اللہ کے سارے فرشتے اور کائنات کا ذرہ ذرہ اس کی حمد کرتا ہے صحیح مسلم میں حدیث قدسی ہے۔ جس میں حق تعالیٰ نے فرمایا۔ "اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے پچھلے جن و انس سب کے سب ایک اعلیٰ درجہ کے متقی شخص کے نمونہ پر ہو جائیں تو اس سے میرے ملک اور بادشاہت میں کچھ بڑھ نہیں جاتا اور اگر سب اگلے پچھلے جن و انس مل کر بفرض محال ایک بدترین انسان جیسے ہو جائیں (العیاذ باللہ) تو اس سے میرے ملک میں ذرہ برابر کمی نہیں ہوتی۔"

دعوت فکر

یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پر مغز نصائح نقل کرنے سے اس طرف اشارہ ہے کہ ہر انسان کو اپنی گذشتہ قومی تاریخ پر گہری نظر ڈالنی چاہئے اور سوچنا چاہئے کہ ہماری ابتداء کی حالت کیسی پست تھی۔ پھر خدا نے ہم کو کس قدر عروج پر پہنچایا اور اب ہماری کیا حالت ہے۔ پستی و بلندی اور عروج و زوال کے اصل اسباب کیا ہیں۔ ہمارا قومی اور شخصی تنزل و ترقی کن امور سے وابستہ ہے۔ آیت کے آخری فقرے پیام دے رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمام عالم کی طاعت و معصیت سے غنی ہے۔ اس کو کسی کی طاعت سے فائدہ نہیں پہنچتا۔ نہ کسی کی نافرمانی سے نقصان۔ شکر اور کفران نعمت کا نفع نقصان خود انسان ہی کو پہنچتا ہے۔ نعمت کا شکر کرے گا یعنی اللہ کے احکام پر چلے گا تو نعمت میں مزید اضافہ ہوگا۔ کفران نعمت کرے گا تو اگرچہ فوری عذاب نازل نہ ہو مگر بالآخر نعمت چھین لی جائے گی اور دوامی خسران حاصل ہوگا۔ اسی لئے بعض بزرگوں کا قول ہے کہ اگر اسلام اور ایمان کی نعمت کا شکر کرو گے تو اللہ تعالیٰ اس میں زیادتی کرے گا اور مقام احسان

اور مشاہدہ تک پہنچادے گا۔

سرکشوں اور ناشکروں کا انجام

الحاصل ان آیات میں جہاں اہل ایمان کو صبر وشکر اور اطاعت کا سبق دینا منظور ہے وہیں اہل مکہ کو یہ بتانا مقصود ہے کہ اللہ جب کسی قوم پر احسان فرماتا ہے اور جواب میں وہ قوم الٹا سرکشی اور کفران نعمت دکھاتی ہے تو پھر ایسی قوم کو عبرتناک انجام دیکھنا پڑتا ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ اپنی جس نعمت کی قدر کرنے کا مطالبہ قریش مکہ سے فرمارہا ہے وہ خصوصیت کے ساتھ اس کی یہ نعمت ہے کہ اس نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے درمیان پیدا فرمایا اور آپ کے ذریعہ سے ان کے پاس وہ عظیم الشان تعلیم بھیجی جس کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم قریش سے بار بار فرمایا کرتے تھے کہ میری ایک بات مان لو عرب اور عجم سب تمہارے تابع ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی فہم اور سمجھ عطا فرمائیں اور ہر حال میں اپنے اطاعت گزار اور صابر وشاکر بندوں میں شامل رکھیں آمین۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنی نعمتوں کا شکر گزار بندہ بنا کر زندہ رکھیں اور سب سے بڑی نعمت دین اسلام اور ایمان کی جو ہم کو عطا فرمائی ہے۔ اس نعمت کی قدر اور اس کی شکر گزاری کی توفیق عطا فرمائیں۔

یا اللہ کفران نعمت سے اور اس کے وبال سے ہم کو کامل طور پر بچایئے اور اپنی مرضیات کے موافق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمایئے۔

یا اللہ اس وقت روئے زمین پر جہاں جہاں اہل اسلام کو کفار مشرکین یہود ونصاریٰ اور بے دینوں نے ستا رکھا ہے اور طرح طرح کی تکالیف اور مصیبتیں آئے دن پہنچاتے رہتے ہیں۔

یا اللہ اہل اسلام کو ان مصائب سے نجات عطا فرما۔ ظالموں کا ظلم وستم ان سے دور فرما اور اپنی شان قہاری و جباری سے ظالموں سے ان مظلوم اہل اسلام کا انتقام لے کر ظالموں کی قوت کو پاش پاش فرما۔

یا اللہ جو اہل اسلام ایسے ابتلا اور آزمائش میں گرفتار ہیں ان کو اپنی طرف رجوع ہونے اور آپ ہی کی امداد طلب کرنے کی توفیق عطا فرما۔ اور اپنی قدرت کاملہ سے مظلوموں کی حمایت ونصرت فرما اور ہر حال میں ان کو دین اسلام پر استقامت نصیب فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُودَ ۛ وَالَّذِينَ مِنْ

(اے کفارمکہ) کیا تمکو ان لوگوں کی خبر نہیں پہنچی جو تم سے پہلے ہوگذرے ہیں۔یعنی قوم نوحؑ اور عاد اور ثمود اور جو لوگ ان کے بعد ہوئے ہیں

بَعْدِهِمْ ۛ لَا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا اللَّهُ ۚ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَرَدُّوا أَيْدِيَهُمْ فِي

جن کا شمار بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔اُن کے پیغمبر اُن کے پاس دلائل لے کر آئے سو ان قوموں نے اپنے ہاتھ اُن پیغمبروں کے منہ میں دے دیئے

أَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوا إِنَّا كَفَرْنَا بِمَا أُرْسِلْتُمْ بِهِ وَإِنَّا لَفِي شَكٍّ مِمَّا تَدْعُونَنَا إِلَيْهِ مُرِيبٍ ﴿٩﴾

اور کہنے لگے کہ جو حکم دے کرتم کو بھیجا گیا ہے ہم اسکے منکر ہیں اور جس امر کی طرف تم ہم کو بلاتے ہو ہم اس کی جانب سے بہت بڑے شبہ میں ہیں جو (ہمکو) تردد میں ڈالے ہوئے ہے

قَالَتْ رُسُلُهُمْ أَفِي اللَّهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ يَدْعُوكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِنْ ذُنُوبِكُمْ

اُن کے پیغمبروں نے کہا کیا (تمکو) اللہ کے بارہ میں شک ہے جو کہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے وہ تم کو بلا رہا ہے تا کہ تمہارے گناہ معاف کردے۔

وَيُؤَخِّرَكُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ مُسَمًّى ۚ قَالُوا إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا تُرِيدُونَ أَنْ تَصُدُّونَا

اور معین مدت تک تم کو حیات دے انہوں نے کہا کہ تم محض ایک آدمی ہو جیسے ہم ہیں۔تم یوں چاہتے ہو کہ ہمارے باپ دادا جس چیز کی عبادت کرتے تھے

عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُنَا فَأْتُونَا بِسُلْطَانٍ مُبِينٍ ﴿١٠﴾ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ إِنْ نَحْنُ

اس سے ہم کو رُوک دو سو کوئی صاف معجزہ دکھلاؤ۔اُن کے رسولوں نے کہا کہ ہم بھی تمہارے جیسے آدمی ہی ہیں

إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَمُنُّ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۖ وَمَا كَانَ لَنَا

لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے احسان فرما دے اور یہ بات ہمارے قبضہ کی نہیں

أَنْ نَأْتِيَكُمْ بِسُلْطَانٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿١١﴾ وَمَا لَنَا

کہ ہم تم کو کوئی معجزہ دکھلاسکیں بغیر خدا کے حکم کے اور اللہ ہی پر سب ایمان والوں کو بھروسہ کرنا چاہیے۔اور ہم کو اللہ پر

أَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللَّهِ وَقَدْ هَدَانَا سُبُلَنَا ۚ وَلَنَصْبِرَنَّ عَلَىٰ مَا آذَيْتُمُونَا ۚ

بھروسہ نہ کرنے کا کون امر باعث ہوسکتا ہے حالانکہ اس نے ہم کو ہمارے راستے بتلا دیئے اور تم نے ہم کو جو کچھ ایذا پہنچائی ہے ہم اس پر صبر کریں گے۔

وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُونَ ﴿١٢﴾ ع

اور اللہ ہی پر بھروسہ کرنے والوں کو بھروسہ رکھنا چاہیے۔

اَلَمْ يَأْتِكُمْ کیا تمہیں نہیں آئی	نَبَؤُا خبر	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	مِنْ قَبْلِكُمْ تم سے پہلے	قَوْمِ نُوْحٍ نوح کی قوم	وَّعَادٍ اور عاد				
وَّثَمُوْدَ اور ثمود	وَالَّذِيْنَ اور وہ جو	مِنْۢ بَعْدِهِمْ انکے بعد	لَا يَعْلَمُهُمْ انکی خبر نہیں	اِلَّا سوائے	اللّٰهُ اللہ	جَآءَتْهُمْ انکے پاس آئے			
رُسُلُهُمْ انکے رسول	بِالْبَيِّنٰتِ نشانیوں کیساتھ	فَرَدُّوْٓا تو انہوں نے لوٹائے	اَيْدِيَهُمْ اپنے ہاتھ	فِيْٓ میں	اَفْوَاهِهِمْ انکے منہ	وَ اور			
قَالُوْٓا وہ بولے	اِنَّا كَفَرْنَا بیشک ہم نہیں مانتے	بِمَآ وہ جو	اُرْسِلْتُمْ تمہیں بھیجا گیا	بِهٖ اسکے ساتھ	وَاِنَّا اور بیشک ہم	لَفِيْ البتہ میں	شَكٍّ شک		
مِّمَّا اس سے جو	تَدْعُوْنَنَآ تم ہمیں بلاتے ہو	اِلَيْهِ اس کی طرف	مُرِيْبٍ تردد میں ڈالتے ہو	قَالَتْ کہا	رُسُلُهُمْ انکے رسول	اَفِي اللّٰهِ کیا اللہ میں			
شَكٌّ شبہ۔شک	فَاطِرِ بنانے والا	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضِ اور زمین	يَدْعُوْكُمْ وہ تمہیں بلاتا ہے	لِيَغْفِرَ لَكُمْ تاکہ بخش دے تمہیں	مِّنْ سے			
ذُنُوْبِكُمْ تمہارے گناہ	وَيُؤَخِّرَكُمْ اور مہلت دے تمہیں	اِلٰٓى تک	اَجَلٍ مُّسَمًّى ایک مدت مقررہ	قَالُوْٓا وہ بولے	اِنْ نہیں	اَنْتُمْ تم			
اِلَّا صرف	بَشَرٌ بشر	مِّثْلُنَا ہم جیسے	تُرِيْدُوْنَ تم چاہتے ہو	اَنْ کہ	تَصُدُّوْنَا ہمیں روک دو	عَمَّا اس سے جو	كَانَ يَعْبُدُ پوجتے تھے		
اٰبَآؤُنَا ہمارے باپ دادا	فَاْتُوْنَا پس لاؤ ہمارے پاس	بِسُلْطٰنٍ دلیل	مُّبِيْنٍ روشن	قَالَتْ کہا	لَهُمْ ان سے	رُسُلُهُمْ انکے رسول			
اِنْ نہیں	نَّحْنُ ہم	اِلَّا صرف	بَشَرٌ بشر	مِّثْلُكُمْ تم جیسے	وَلٰكِنَّ اور لیکن	اللّٰهَ اللہ	يَمُنُّ احسان کرتا ہے	عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ جس پر چاہے	
مِنْ سے	عِبَادِهٖ اپنے بندے	وَمَا كَانَ اور نہیں ہے	لَنَآ ہمارے لئے	اَنْ کہ	نَّاْتِيَكُمْ تمہارے پاس لائیں	بِسُلْطٰنٍ کوئی دلیل	اِلَّا مگر		
بِاِذْنِ اللّٰهِ اللہ کے حکم سے	وَعَلَى اللّٰهِ اور اللہ پر	فَلْيَتَوَكَّلِ پس بھروسہ کرنا چاہیے	الْمُؤْمِنُوْنَ مومن	وَمَا اور کیا	لَنَآ ہمارے لئے				
اَلَّا نَتَوَكَّلَ کہ ہم نہ بھروسہ کریں	عَلَى اللّٰهِ اللہ پر	وَ اور	قَدْ هَدٰىنَا اسنے ہمیں دکھادیں	سُبُلَنَا ہماری راہیں	وَلَنَصْبِرَنَّ اور ہم ضرور صبر کریں گے				
عَلٰى پر	مَآ جو	اٰذَيْتُمُوْنَا تم ہمیں ایذا دیتے ہیں	وَ اور	عَلَى اللّٰهِ اللہ پر	فَلْيَتَوَكَّلِ پس بھروسہ کرنا چاہئے	الْمُتَوَكِّلُوْنَ بھروسہ کرنیوالے			

اقوام عرب کی تاریخ سے اہل مکہ کو تنبیہ

گذشتہ آیات میں موسیٰ علیہ السلام کا ذکر تھا۔

اب از روئے سخن کفار مکہ کی طرف کیا جاتا ہے اور ان آیات میں ان کو براہ راست خطاب کیا جاتا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں طرح طرح سے شک وشبہ کرتے تھے اور اپنے باپ دادا کے مذہب کو چھوڑنا نہ چاہتے تھے۔ ان کو بتلایا جاتا ہے کہ تم سے پہلے دنیا میں اور قومیں بھی گزری ہیں۔ قوم نوح قوم ہود اور قوم صالح۔ چونکہ ان تین قوموں کا مسکن سرزمین عرب ہی تھی اور اکثر اہل عرب نے ان کے ویران مکان اور اجاڑ کھنڈر اور تباہ شدہ آثار دیکھے تھے اس لئے ان تینوں کا تو صراحۃً نام لیا اور دوسری قوموں کے متعلق فرمایا کہ یہی تین نہیں بلکہ ان کے بعد اور قومیں بھی گزری ہیں جن کا شمار اور تفصیل حالات یقینی طور پر سوائے خدا کے کوئی بھی نہیں جانتا کیونکہ ان کے حالات تفصیلاً منضبط ومنقول نہیں ہوئے۔ اللہ کے

پیغمبران کی ہدایت کے لئے ان کے پاس گئے تو انہوں نے پیغمبروں کی ہدایت کو نہ مانا اور ان کی تکذیب کی اور بولے کہ ہم کو تمہاری باتوں کا اعتبار نہیں۔ ہم تمہاری رسالت کو نہیں مانتے اور اللہ کے متعلق جو کچھ تم اوصاف بیان کرتے ہو اس میں بھی ہم کو قوی شک ہے۔ پیغمبروں نے نہایت تعجب کے لہجہ میں دریافت کیا کہ کیا تم خدا کی ہستی اور وحدانیت کے منکر ہو؟ اور کیا خدا کی صفت تخلیق میں تم کو شک ہے؟ یہ تو بدیہی چیز ہے کہ اللہ تمام عالم کا موجد اور پیدا کرنے والا ہے۔ اس کا انکار کس طرح ممکن ہے۔ رہی ہماری رسالت تو ظاہر ہے کہ کسی ذریعہ سے اللہ تعالیٰ اپنا پیام ہدایت تم کو پہنچائے گا چنانچہ ہمارے ذریعہ سے اس نے تم کو دعوت حق دی مگر اس سے اس کی اپنی کوئی غرض وابستہ نہیں بلکہ تمہارا ہی دنیا وآخرت میں نفع ہے اگر اللہ کی دعوت کو قبول کرو گے تو وہ تمہارے تمام قصوروں کو معاف فرمادے گا اور دنیوی زندگی میں بھی تم عذاب سے محفوظ ہو کر مقررہ میعاد تک زندہ رہو گے۔ مگر

کفار قوم نے اپنے پیغمبروں کو جواب دیا کہ آپ خدا کی بحث کو چھوڑ یئے۔ آپ اپنی نسبت بتلائیں کہ کیا آپ آسمان کے فرشتہ ہیں؟ یا نوع بشر کے علاوہ کوئی دوسری نوع ہیں؟ جب کچھ نہیں ہمیں جیسے آدمی ہو تو آخر کس طرح تمہاری باتوں پر یقین کر لیں۔ تمہاری خواہش یہ ہوگی کہ ہم کو باپ دادا کے قدیم دین و مذہب سے ہٹا کر اپنا تابع بنالیں۔ تو خاطر جمع رکھیں یہ کبھی نہ ہوگا اگر آپ اپنا امتیاز ثابت کرنا اور اس مقصد میں کامیاب ہونا چاہتے ہیں تو کوئی ایسا کھلا ہوا نشان یا خدائی سرٹیفکیٹ دکھلایئے جس کے سامنے سب کی گردنیں جھک جائیں اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب ہماری فرمائش کے مطابق معجزات دکھلائیں۔

کافروں کے پیغمبروں پر اعتراض اور ان کا جواب

گویا پیغمبروں کی رسالت پر کفار نے تین شبہات کئے۔

اول یہ کہ تم ہماری طرح آدمی ہو۔ نہ فرشتہ ہو نہ جن نہ اور کوئی غیبی مخلوق۔ معمولی انسان کا پیغمبر ہونا کس طرح ممکن ہے۔

دوئم یہ کہ تم نئی باتیں بنا کر اور نئی تعلیم دے کر ہم کو اپنے باپ دادا کے طریقہ سے پھیرنا چاہتے ہو۔ جن دیوتاؤں کی پرستش ہمارے بڑے کرتے چلے آئے ہیں ہم ان کو کس طرح ترک کر سکتے ہیں۔

سوئم یہ کہ اگر تم کو پیغمبری کا دعویٰ ہے تو کوئی ایسا معجزہ پیش کرو جس سے تمہارے دعوے کا ثبوت واضح ہو جائے۔

قوم کے ان شبہات و اعتراضات کا جواب پیغمبروں نے اس طرح دیا اور قوم کے کفار سے یوں کہا کہ تمہارا یہ کہنا درست ہے کہ ہم نہ فرشتہ ہیں اور نہ کوئی غیبی مخلوق۔ بلکہ نفس بشریت میں تم ہی جیسے ہیں لیکن کیا انسانوں میں احوال و مدارج کے لحاظ سے زمین و آسمان کا فرق نہیں۔ اتنا تو تم بھی دیکھتے ہو کہ حق تعالیٰ نے جسمانی' دماغی' اخلاقی اور معاشی حالات کے اعتبار سے بعض انسانوں کو بعض پر کس قدر فضیلت دی ہے۔ پھر اگر یہ کہا جائے کہ خدا نے اپنے بعض بندوں کو اپنی فطری قابلیت کی بدولت روحانی کمال اور باطنی قرب کے اس بلند مقام پر پہنچا دیا جسے مقام "نبوت" یا "منصب رسالت" کہتے ہیں تو اس میں کیا اشکال اور تعجب ہے؟ بہر حال ہمارے دعوائے نبوت سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہم اپنی نسبت انسانیت کے سوا کوئی دوسری نوع ہونے کا دعویٰ رکھتے ہیں۔ ہاں اس قدر ضرور ہے کہ حق تعالیٰ اپنے بندوں میں سے بعض پر خصوصی احسان فرماتا ہے جو دوسروں پر نہیں ہوتا۔ اب دوسرا اشکال سند اور سرٹیفکیٹ لانے کے متعلق۔ سو خدا کے حکم سے ہم پہلے ہی اپنی نبوت کی سند اور روشن نشانیاں دکھلا چکے ہیں جو آدمی ماننا چاہے اس کے اطمینان کے لئے وہ کافی سے زیادہ ہیں۔ باقی تمہاری فرمائشیں پوری کرنا تو یہ چیز ہمارے قبضہ میں نہیں۔ نہ ہماری تصدیق عقلاً اس پر موقوف ہے۔ خدا تعالیٰ اپنی حکمت کے موافق جو سند اور نشان چاہے دکھلائے گا۔ فرمائشی نشانات دیکھنے سے ایمان نہیں آتا۔ اللہ کے دینے سے آتا ہے لہٰذا ایک ایماندار کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہئے۔ اگر تم نہ مانو گے اور ہماری عداوت اور ایذا رسانی پر تلے رہو گے تو ہمارا بھروسہ خدا کی مہربانی اور امداد پر رہے گا۔ حق تعالیٰ ہم کو ہدایت و معرفت کے راستے بتا چکا ہے پھر کیسے ممکن ہے کہ ہم اس پر توکل نہ کریں۔ تم خواہ کتنی ہی ایذائیں پہنچاؤ۔ خدا کے فضل سے ہمارے توکل میں فرق نہیں پڑ سکتا۔ متوکلیں کا یہ کام نہیں کہ سختیاں دیکھ کر توکل اور استقامت کی راہ سے ہٹ جائیں۔

خلاصہ یہ کہ کفار اور مشرکین عرب کو پہلی قوموں کا اپنے انبیاء کے ساتھ سلوک اور طرز عمل بتلایا گیا۔ مقصد جس سے یہی ہے کہ تم گذشتہ کفار کی طرح مت بنو اور دین حق کو قبول کرو اور رسول وقت کی اطاعت کرو۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو کفر و شرک سے بچا کر اسلام اور ایمان کی نعمت سے نوازا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ؕ

اور اُن کفار نے اپنے رسولوں سے کہا کہ ہم تم کو اپنی سرزمین سے نکال دیں گے یا یہ ہو کہ تم ہمارے مذہب میں پھر آجاؤ۔

فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ

پس اُن رسولوں پر اُن کے رب نے وحی نازل فرمائی کہ ہم ظالموں کو ضرور ہلاک کردینگے۔اور اُن کے بعد تم کو اس سرزمین میں آباد رکھیں گے۔

ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدِ ﴿۱۴﴾ وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿۱۵﴾

یہ ہراُس شخص کیلئے ہے جو میرے رُوبرو کھڑے ہونے سے ڈرے اور میری وعید سے ڈرے اور کفار فیصلہ چاہنے لگے اور جتنے سرکش اور ضدی تھے وہ سب بے مراد ہوئے۔

مِّنْ وَّرَآئِهٖ جَهَنَّمُ وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ ﴿۱۶﴾ يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ

اُسکے آگے دوزخ ہے اور اُس کو ایسا پانی پینے کو دیا جائے گا جو کہ پیپ لہو ہوگا۔ جسکو گھونٹ گھونٹ کر کے پیوے گا اور گلے سے آسانی کیساتھ اُتارنے کی کوئی صورت نہ ہوگی اور ہر طرف سے

مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ؕ وَمِنْ وَّرَآئِهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ ﴿۱۷﴾

اس پر موت کی آمد ہوگی اور وہ کسی طرح سے مرے گا نہیں۔اور اس کو سخت عذاب کا سامنا ہوگا۔

وَقَالَ اورکہا	اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا جن لوگوں نے کفرکیا	لِرُسُلِهِمْ اپنے رسولوں کو	لَنُخْرِجَنَّكُمْ ضرور ہم تمہیں نکال دیں گے	مِنْ سے	اَرْضِنَآ اپنی زمین		
اَوْ یا	لَتَعُوْدُنَّ تم لوٹ آؤ	فِيْ مِلَّتِنَا ہمارے دین میں	فَاَوْحٰى تو وحی بھیجی	اِلَيْهِمْ ان کی طرف	رَبُّهُمْ ان کا رب	لَنُهْلِكَنَّ ضرور ہم ہلاک کردینگے	
الظّٰلِمِيْنَ ظالم	وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ اور البتہ ہم تمہیں آباد کریں گے	الْاَرْضَ زمین	مِنْۢ بَعْدِهِمْ انکے بعد	ذٰلِكَ یہ	لِمَنْ اس کیلئے جو	خَافَ ڈرا	
مَقَامِيْ میرے رُوبرو کھڑا ہونا	وَ اور	خَافَ ڈرا	وَعِيْدِ اعلان عذاب	وَاسْتَفْتَحُوْا اورانہوں نے فتح مانگی	وَخَابَ اور نامراد ہوا	كُلُّ ہر	جَبَّارٍ سرکش
عَنِيْدٍ ضدی	مِنْ وَّرَآئِهٖ اس کے پیچھے	جَهَنَّمُ جہنم	وَ اور	يُسْقٰى اسے پلایا جائیگا	مِنْ سے	مَآءٍ پانی	صَدِيْدٍ پیپ والا
يَتَجَرَّعُهٗ اسے گھونٹ گھونٹ پئے گا	وَلَا اور نہ	يَكَادُ يُسِيْغُهٗ گلے سے اتار سکے گا اسے	وَيَاْتِيْهِ اور آئے گی اُسے	الْمَوْتُ موت	مِنْ سے		
كُلِّ مَكَانٍ ہرطرف	وَمَا هُوَ اور نہ وہ	بِمَيِّتٍ مرنے والا	وَ اور	مِنْ وَّرَآئِهٖ اس کے پیچھے	عَذَابٌ عذاب	غَلِيْظٌ سخت	

قوموں کا انبیاء علیہم السلام کو جواب

گذشتہ آیات میں حضرات انبیاء کی تقریر نقل فرمائی گئی تھی اور معاندین ومخالفین کے شبہات واعتراضات کے جواب دیئے گئے تھے تو بجائے اس کے کہ منکروں کے دل کچھ نرم پڑتے اور پیغمبروں کی دی ہوئی دعوت کو قبول کرتے الٹا ضد وعناد سے کہنے لگے کہ ہم کو تو تم کیا نصیحت کرتے ہو اپنی خیر مناؤ۔ اور اب دو باتوں میں سے ایک بات ہو کر رہے گی یا تو تم چپ چاپ ہمارے مذہب میں واپس آ کر ہم میں رل مل کر رہو گے اور جن کو تم نے بہکایا ہے وہ سب ہمارے پرانے دین میں واپس آئیں گے ورنہ تم سب کو ملک بدر اور جلاوطن کیا جائے گا۔

ایک اہم وضاحت

یہاں ایک بات یہ سمجھ لینا چاہئے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام نبوت سے پہلے کبھی اپنی قوم کے دین پر نہیں ہوئے جن کو یہ کہا جا سکے کہ تم ہمارے مذہب میں واپس آجاؤ۔ انبیاء کرام شروع

ولادت سے لے کر شرک اور کفر کی آلودگی ونجاست سے ہمیشہ پاک رہے ہیں بلکہ اصل یہ ہے کہ انبیائے کرام نبوت سے پہلے اپنی قوم کے ساتھ رہتے تھے اور قبل از بعثت ان کو تبلیغ ودعوت نہیں کرتے تھے۔ اس لئے قوم والے انبیاء کو اپنا ہم مذہب جانتے تھے اور بعثت کے بعد جب انبیاء قوم کو اللہ کے احکام سناتے تو وہ لوگ یہ سمجھتے کہ اب یہ ہمارے دین سے پھر گئے اور ان کو دھمکی دیتے کہ تم ہمارے مذہب میں آجاؤ ورنہ ہم تم کو اپنے ملک سے نکال دیں گے۔ کفار مکہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قبل از بعثت اپنی ملت پر سمجھتے تھے اسی وجہ سے آپ کو بعد نبوت معاذ اللہ صابی کہتے تھے۔ یعنی آبائی دین سے پھر جانے والا اور آپ کے قتل کے درپے تھے۔ قوم کی قوم جب مخالفت پر تل جائے اور اس کے پاس سامان قوت واقتدار بھی ہر طرح کا موجود ہو تو اس کی دھمکیوں سے کسی حد تک متاثر ہونا ایک امر طبعی ہے۔ حضرات انبیاء کو ایسے ہی مواقع پر وحی الٰہی سے تسکین دی جاتی ہے کہ یہ ظالم تم کو کیا نکالیں گے اللہ تعالیٰ ہی ان ظالموں کو تباہ کر کے ہمیشہ کیلئے یہاں سے نکال دیں گے کہ پھر کبھی واپس نہ آسکیں۔ اور ان کی جگہ تم کو اور تمہارے مخلص وفاداروں کو اس سرزمین میں آباد کریں گے۔

کفار مکہ کو تنبیہ

اب یہاں بظاہر تو گذشتہ انبیاء کا ذکر ہو رہا ہے مگر کفار مکہ کو یہ سنانے سے اس امر پر متنبہ کرنا ہے کہ تمہارا مستقبل بھی عرب کی زمین میں رہنے اور بسنے کا اسی پر منحصر ہے کہ تم رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اختیار کرلو اور آپ کی مخالفت وایذا دہی سے باز آجاؤ ورنہ اگر ظلم پر اسی طرح کمربستہ رہے تو پھر تمہارا نام ونشان بھی اس سرزمین عرب سے مٹا دیا جائے گا جس سرزمین سے تم اللہ کے رسول اور اس کے متبعین کو مٹانا چاہتے ہو۔ چنانچہ اس بات کو تاریخی واقعات نے ثابت کر دکھایا۔ اور ان آیات کے نزول کے کچھ عرصہ بعد وہی کفار مکہ اور مشرکین عرب جو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور آپ کے متبعین اہل اسلام کو مکہ سے نکالنا چاہتے تھے وہ خود سرزمین عرب سے نکال دیئے گئے اور ان کا نام ونشان باقی نہ رہا اور اسلام اور اہل اسلام کا دائمی تسلط ہو گیا۔

فتح ونصرت اور بخشش کا وعدہ

الغرض حق تعالیٰ کی طرف سے فتح ونصرت کا وعدہ حضرات انبیاء سے تھا کہ تمہارے مخالفین تمہارے سامنے نیست ونابود کئے جائیں گے اور سرفرازی وسربلندی تو تم کو نصیب ہوگی اس کے بعد اس وعدہ کا دائرہ وسیع کر کے اسے ہر مومن کے لئے عام کر دیا جاتا ہے کہ مذکورہ بالا کامیابی ان لوگوں کے لئے ہے جو خدا سے ڈرتے ہیں۔ یہ خیال کر کے کہ اللہ تعالیٰ ہماری تمام حرکتوں کو برابر دیکھ رہا ہے اور ایک دن حساب دینے کے لئے اس کے سامنے کھڑا ہونا ہے جہاں اس کے بے پناہ عذاب سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا اور پیغمبروں نے جو یہ مضمون کفار کو سنایا کہ تم نے دلائل کے فیصلہ کو نہ مانا اب عذاب سے فیصلہ ہونے والا ہے یعنی عذاب آنے والا ہے تو کفار چونکہ جہل مرکب اور عناد میں غرقاب تھے اس سے بھی نہ ڈرے بلکہ کمال بے باکی سے وہ فیصلہ چاہنے لگے اور جب وہ فیصلہ آیا تو جتنے سرکش اور ضدی لوگ تھے وہ سب اس فیصلہ میں بے مراد ہوئے یعنی ہلاک ہو گئے۔

کافروں کا اخروی عذاب

اب یہاں تک تو منکرین رسالت کے عذاب دنیوی کا ذکر تھا۔ آگے عذاب اخروی کا ذکر ہے کہ علاوہ دنیوی عذاب کے اس کے آگے دوزخ کا عذاب آنے والا ہے۔ کہ جہاں شدت تشنگی کے وقت ان کو پیپ یا پیپ ولہو جیسا پانی پلایا جائے گا۔ حدیث میں ہے کہ فرشتہ لوہے کے گرز مار مار کر زبردستی منہ میں ڈالیں گے جس وقت منہ کے قریب کریں گے شدت حرارت سے دماغ تک

کی کھال اتر کر نیچے لٹک پڑے گی۔ منہ میں پہنچ کر گلے میں پھنسے گا بڑی مصیبت اور تکلیف کے ساتھ ایک ایک گھونٹ کر کے حلق سے نیچے اتاریں گے۔ پیٹ میں پہنچنا ہوگا کہ آنتیں کٹ کر باہر آ جائیں گی۔ (العیاذ باللہ) اللہ تعالیٰ عذاب جہنم سے ہم سب کو اپنی پناہ میں رکھیں۔ (آمین) صدید یعنی لہو و پیپ کا پینا کیا ہوگا۔ ہر طرف سے موت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ سر سے پاؤں تک ہر عضو بدن پر سکرات موت طاری ہوگی۔ ہر چار طرف سے مہلک عذاب کی چڑھائی ہوگی۔ اس زندگی پر موت کو ترجیح دیں گے لیکن موت بھی نہیں آئے گی جو سب تکلیف کا خاتمہ کر دے۔ ایک عذاب کے پیچھے دوسرا تازہ عذاب آتا رہے گا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ دنیا میں ہم کو مومنین اور مخلصین کے گروہ میں شامل رکھیں اور انہی کے ساتھ ہمارا حشر و نشر فرماویں۔

یا اللہ! قیامت کی ہولناکیوں سے ہم سب کو مامون و محفوظ رکھئے اور عذاب نار سے ہم سب کو اپنے کرم سے بچا کر جنت نعیم میں داخل فرمایئے۔

یا اللہ! روئے زمین پر جہاں کفار و مشرکین کا تسلط اہل اسلام پر ہے۔ یا اللہ! اہل اسلام کو کافروں کے تسلط سے نجات عطا فرما آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

مَثَلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ﰳاشْتَدَّتْ بِهِ الرِّیْحُ فِیْ یَوْمٍ عَاصِفٍؕ

جولوگ اپنے پروردگار کے ساتھ کفر کرتے ہیں ان کی حالت باعتبار عمل کے یہ ہے کہ جیسے کچھ راکھ ہو جس کو تیز آندھی کے دن میں تیزی کے ساتھ ہوا اُڑا لے جائے

لَا یَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰى شَیْءٍؕ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِیْدُ ﴿۱۸﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ

(اسی طرح) اُن لوگوں نے جو کچھ عمل کئے تھے اس کا کوئی حصہ ان کو حاصل نہ ہوگا یہ بھی بری دُور دراز کی گمراہی ہے۔ کیا (اے مخاطب) تجھ کو یہ بات معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے

السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّؕ اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ وَ یَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِیْدٍۙ ﴿۱۹﴾ وَّ مَا ذٰلِكَ

آسمانوں کو اور زمین کو بالکل ٹھیک پیدا کیا ہے اگر وہ چاہے تو تم سب کو فنا کر دے اور ایک دوسری نئی مخلوق پیدا کر دے۔ اور یہ خدا کو کچھ مشکل نہیں۔

عَلَى اللّٰهِ بِعَزِیْزٍ ﴿۲۰﴾ وَ بَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِیْعًا فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْۤا اِنَّا كُنَّا

اور خدا کے سامنے سب پیش ہوں گے پھر چھوٹے درجہ کے لوگ بڑے درجہ کے لوگوں سے کہیں گے کہ ہم دنیا میں تمہارے تابع تھے

لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍؕ قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ

تو کیا تم خدا کے عذاب کا کچھ جزو ہم سے ہٹا سکتے ہو وہ جواب میں کہیں گے کہ اگر اللہ ہم کو کوئی راہ بتلاتا تو ہم تم کو بھی وہ راہ بتلا دیتے

لَهَدَیْنٰكُمْؕ سَوَآءٌ عَلَیْنَاۤ اَجَزِعْنَاۤ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِیْصٍ ﴿۲۱﴾ؑ وَ قَالَ الشَّیْطٰنُ

ہم سب کے حق میں دونوں صورتیں برابر ہیں خواہ ہم پریشان ہوں خواہ ضبط کریں ہمارے بچنے کی کوئی صورت نہیں۔ اور جب تمام مقدمات فیصل ہو چکیں گے تو شیطان

لَمَّا قُضِیَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَ وَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْؕ وَ مَا كَانَ لِیَ

کہے گا کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے سچے وعدے کئے تھے اور میں نے بھی تم سے کچھ وعدے کئے تھے۔ سو میں نے وہ وعدے تم سے خلاف کئے تھے۔ اور میرا تم پر

عَلَیْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّاۤ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِیْ فَلَا تَلُوْمُوْنِیْ وَ لُوْمُوْۤا اَنْفُسَكُمْؕ

اور تو کچھ زور چلتا نہ تھا بجز اس کے کہ میں نے تم کو بلایا تھا سو تم نے میرا کہا مان لیا تو تم مجھ پر ملامت مت کرو اور ملامت اپنے آپ پر کرو۔

مَاۤ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَ مَاۤ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِیَّؕ اِنِّیْ كَفَرْتُ بِمَاۤ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُؕ اِنَّ

نہ میں تمہارا امدادگار ہوں اور نہ تم میرے مددگار ہو میں خود تمہارے اس فعل سے بیزار ہوں کہ تم اس سے قبل مجھ کو (خدا کا) شریک قرار دیتے تھے۔

الظّٰلِمِیْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۲۲﴾

یقیناً ظالموں کیلئے دردناک عذاب ہے۔

مَثَلُ مثال	الَّذِیْنَ وہ لوگ	کَفَرُوْا جو منکر ہوئے	بِرَبِّهِمْ اپنے رب کے	اَعْمَالُهُمْ ان کے عمل	کَرَمَادِ راکھ کی طرح	اِشْتَدَّتْ زور کی چلی	بِهِ اس پر		
الرِّیْحُ ہوا	فِیْ میں	یَوْمٍ دن	عَاصِفٍ آندھی والا	لَا یَقْدِرُوْنَ انہیں قدرت نہ ہوگی	مِمَّا اس سے جو	کَسَبُوْا انہوں نے کمایا	عَلٰی شَیْءٍ کسی چیز پر		
ذٰلِكَ یہ	هُوَ وہ	الضَّلٰلُ گمراہی	الْبَعِیْدُ دور	اَلَمْ تَرَ کیا تو نے نہ دیکھا	اَنَّ کہ	اللّٰهَ اللہ	خَلَقَ پیدا کیا	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضَ اور زمین
بِالْحَقِّ حق کیساتھ	اِنْ اگر	یَّشَاْ وہ چاہے	یُذْهِبْكُمْ تمہیں لیجائے	وَ اور	یَاْتِ لائے	بِخَلْقٍ مخلوق	جَدِیْدٍ نئی	وَمَا اور نہیں	ذٰلِكَ یہ
عَلَی اللّٰهِ اللہ پر	بِعَزِیْزٍ کچھ دشوار	وَبَرَزُوْا اور وہ حاضر ہونگے	لِلّٰهِ اللہ کے آگے	جَمِیْعًا سب	فَقَالَ پھر	الضُّعَفٰٓؤُا کمزور	لِلَّذِیْنَ ان لوگوں سے جو		
اسْتَكْبَرُوْا بڑے بنتے تھے	اِنَّا كُنَّا بیشک ہم تھے	لَكُمْ تمہارے	تَبَعًا تابع	فَهَلْ تو کیا	اَنْتُمْ تم	مُّغْنُوْنَ دفع کرتے ہو	عَنَّا ہم سے	مِنْ سے	
عَذَابِ اللّٰهِ اللہ کا عذاب	مِنْ شَیْءٍ کسی قدر	قَالُوْا وہ کہیں گے	لَوْ اگر	هَدٰىنَا ہمیں ہدایت کرتا	اللّٰهُ اللہ	لَهَدَیْنٰكُمْ البتہ ہم ہدایت کرتے تمہیں			
سَوَآءٌ برابر	عَلَیْنَا ہم پر	اَجَزِعْنَا خواہ ہم گھبرائیں	اَمْ یا	صَبَرْنَا ہم صبر کریں	مَا لَنَا نہیں ہمارے لئے	مِنْ مَّحِیْصٍ کوئی چھٹکارا	وَقَالَ اور بولا		
الشَّیْطٰنُ شیطان	لَمَّا جب	قُضِیَ فیصلہ ہوگیا	الْاَمْرُ امر	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	وَعَدَكُمْ وعدہ کیا تم سے	وَعْدَ الْحَقِّ سچا وعدہ	وَ اور		
وَعَدْتُّكُمْ میں نے وعدہ کیا تم سے	فَاَخْلَفْتُكُمْ پھر میں نے اس کے خلاف کیا تم سے	وَمَا اور نہ	كَانَ تھا	لِیَ میرا	عَلَیْكُمْ تم پر	مِّنْ سُلْطٰنٍ کوئی زور			
اِلَّا مگر	اَنْ یہ کہ	دَعَوْتُكُمْ میں بلایا تمہیں	فَاسْتَجَبْتُمْ پس تم نے کہا مان لیا	لِیْ میرا	فَلَا تَلُوْمُوْنِیْ لہذا نہ لگاؤ الزام مجھ پر تم	وَلُوْمُوْا اور تم الزام لگاؤ			
اَنْفُسَكُمْ اپنے اوپر	مَآ اَنَا نہیں میں	بِمُصْرِخِكُمْ فریادرسی کرسکتا تمہاری	وَمَا اور نہ	اَنْتُمْ تم	بِمُصْرِخِیَّ فریادرسی کرسکتے ہو میری				
اِنِّیْ كَفَرْتُ بیشک میں انکار کرتا ہوں	بِمَا اس سے جو	اَشْرَكْتُمُوْنِ تم نے شریک بنایا مجھے	مِنْ قَبْلُ اس سے قبل	اِنَّ بیشک	الظّٰلِمِیْنَ ظالم				
لَهُمْ ان کیلئے	عَذَابٌ اَلِیْمٌ دردناک عذاب								

کافروں کے کئے ہوئے فلاحی کاموں کی حقیقت

گذشتہ آیات میں کفار ومنکرین کے عذاب کا ذکر تھا۔ چونکہ بعض منکرین اپنے خیال اور زعم میں کچھ نیک کام بھی کرتے تھے جیسے صلہ رحمی مسافروں کی مہمانداری‘ غریبوں کی امداد واعانت‘ پیاسوں کے لئے سبیل وغیرہ وغیرہ تو اپنے ان اعمال پر نظر کر کے ان کو شبہ ہوسکتا تھا کہ یہ اعمال ہمارے کام آویں گے اور قیامت میں عذاب سے بچالیں گے۔ اسی طرح یہ شبہ ہوسکتا تھا کہ قیامت میں ہمارا زندہ ہی ہونا محال ہے پھر عذاب کی گنجائش کہاں۔ تو جن کافروں کو اپنی نجات کے متعلق یہ زعم تھا کہ ہمارے اعمال ہم کو نافع ہوں گے۔ یہاں ان کے اعمال کی ایک مثال بیان کی گئی اور ایک قاعدہ اور قانون کلیہ بیان فرمایا گیا۔ قانون یہ بیان فرمایا گیا کہ جو لوگ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں مانتے اور اللہ عزوجل کا انکار کر کے کسی اور کی عبادت کرتے ہیں ان کے اعمال قیامت کے دن کسی کام نہ آئیں گے اور محشر میں اس طرح اڑ جائیں گے جس طرح آندھی کے وقت جب زور کی ہوا چلے تو راکھ کے ذرات اڑ جاتے ہیں۔ اس وقت کفار نیک عمل سے بالکل خالی ہاتھ ہوں گے حالانکہ وہی موقع ہوگا جہاں نیک عمل کی سب سے زیادہ ضرورت ہوگی۔ تو وہ کیسی حسرت کا وقت ہوگا کہ جن اعمال کو ذریعہ قرب ونجات سمجھتے تھے۔ وہ راکھ کے ڈھیر کی طرح عین اس موقع پر بے حقیقت ثابت ہوئے جب کہ دوسرے لوگ اپنی نیکیوں کے ثمر شیریں سے لذت اندوز ہو رہے ہوں گے۔

اللہ کیلئے دوبارہ زندہ کرنا کوئی مشکل نہیں ہے

اور شاید کفار کو یہ خیال گزرے کہ جب مٹی سے مل کر مٹی ہو

گئے پھر دوبارہ زندگی کہاں؟ یہ قیامت و عذاب ثواب سب کہانیاں ہیں۔ ان کو بتلایا گیا کہ جس خدا نے آسمان وزمین کامل قدرت وحکمت سے پیدا کئے اسے تمہارا از سرنو دوبارہ پیدا کرنا یا کسی دوسری مخلوق کو تمہاری جگہ لے آنا کیا مشکل ہے؟ اگر آسمان وزمین کے محکم نظام کو دیکھ کر یہ یقین ہوتا ہے کہ اس کا پیدا کرنے اور قائم رکھنے والا کوئی صانع حکیم ہے تو کیسے کہا جاسکتا ہے کہ اس نے اشرف المخلوقات یعنی انسان کو محض بے نتیجہ پیدا کیا ہوگا اور اس کی پیدائش اور ایجاد سے کوئی عظیم الشان مقصد متعلق نہ ہوگا۔ یقیناً اس زندگی کے بعد کوئی دوسری زندگی ہونی چاہئے۔ جس میں آدم کی پیدائش کا مقصد عظیم پورے طریقہ سے آشکارا ہو۔

باطل معبود کوئی فائدہ نہ دیں گے

اب اگر ان کفار کا یہ خیال ہو کہ ہمارے بڑے ہم کو عذاب سے بچالیں گے یا معبودین غیر اللہ ہمارے کام آویں گے تو ان دونوں خیالات کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ جب اللہ کے سامنے سب سے بڑی عدالت میں پیشی ہوگی تو چھوٹے درجہ کے لوگ بڑے درجہ کے لوگوں سے کہیں گے کہ دنیا میں تم بڑے بن کر بیٹھے تھے اور ہم نے تمہاری تابعداری کی تھی۔ آج اس مصیبت کی گھڑی میں کچھ تو کام آؤ۔ کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ عذاب الٰہی کے کسی حصہ کو ہم سے ذرا ہلکا کردو؟ یہ میدان حشر میں کہیں گے یا دوزخ میں جانے کے بعد اس کا جواب بڑے چھوٹوں کو دیں گے کہ اس وقت اگر خدا تعالیٰ ہم کو اس عذاب سے نکلنے کی کوئی راہ بتلاتا تو ہم تمہیں وہی راہ بتا دیتے۔ اب تو تمہاری طرح ہم خود مصیبت میں مبتلا ہیں اور مصیبت بھی ایسی جس سے چھٹکارے کی کوئی صورت نہیں۔ نہ صبر کرنے اور خاموش رہنے سے فائدہ۔ نہ گھبرانے اور چلانے سے کچھ حاصل۔ تو اس سوال وجواب سے معلوم ہوگیا کہ طریق کفر کے اکابر بھی اپنے تابعین کے کچھ کام نہ آویں گے۔ رہا یہ بھروسہ کہ معبودین غیر اللہ کام آویں گے اس کا حال اس حکایت سے معلوم ہو جائے گا کہ جب قیامت میں تمام مقدمات فیصل ہوچکیں گے یعنی اہل ایمان جنت میں اور اہل کفر دوزخ میں بھیج دیئے جائیں گے۔

شیطان کی تقریر

اہل دوزخ سب شیطان ابلیس لعین کے پاس کہ وہ بھی وہاں ہوگا جا کر ملامت کریں گے کہ کم بخت تو تو ڈوبا ہی تھا ہم کو بھی اپنے ساتھ ڈبویا۔ مردود تو نے دنیا میں ہماری راہ ماری اور اس مصیبت میں گرفتار کرایا۔ اب کوئی تدبیر مثل سفارش وغیرہ کا انتظام کرتا کہ عذاب الٰہی سے رہائی ملے۔ تب ابلیس ان کے سامنے لیکچر دے گا جس کا حاصل یہ ہے کہ بیشک حق تعالیٰ نے صادق القول پیغمبروں کے توسط سے ثواب وعذاب اور دوزخ وجنت کے متعلق سچے وعدے کئے تھے جن کی سچائی دنیا میں دلائل وبراہین سے ثابت تھی اور آج مشاہدہ سے ظاہر ہے۔ میں نے اس کے بالمقابل جھوٹی باتیں کہیں اور جھوٹے وعدے کئے جن کا جھوٹ ہونا وہاں بھی ادنیٰ فکر وتامل سے واضح ہوسکتا تھا اور یہاں تو آنکھ کے سامنے ہی ہے۔ میرے پاس نہ حجت وبرہان کی قوت تھی نہ ایسی طاقت رکھتا تھا کہ زبردستی تم کو ایک جھوٹی بات کے ماننے پر مجبور کردیتا۔ بلاشبہ میں نے بدی کی تحریک کی اور تم کو اپنے مشن کی طرف بلایا۔ تم جھپٹ کر خوشی سے آئے اور میں نے جدھر شہ دی ادھر ہی اپنی رضا ورغبت سے چل پڑے اگر میں نے بہکایا تھا تو تم ایسے اندھے کیوں بن گئے کہ نہ دلیل سنی نہ دعوے کو پرکھا۔ آنکھیں بند کر کے پیچھے ہولئے۔ اب انصاف یہ ہے کہ مجھ سے زیادہ تم اپنے نفسوں پر ملامت کرو۔ میرا جرم اغوا اور بہکانا بجائے خود رہا لیکن مجھے مجرم

گردان کرتم کیسے بری ہو سکتے ہو۔آج تم کو مدد دینا تو درکنار خود تم سے مدد لینا بھی ممکن نہیں ہم اور تم دونوں اپنے اپنے جرم کے موافق سزا میں پکڑے ہوئے ہیں۔کوئی ایک دوسرے کی فریاد کو نہیں پہنچ سکتا۔تم نے اپنی حماقت سے دنیا میں مجھ کو خدائی کا شریک ٹھہرایا۔بہر حال اپنے جہل وحماقت سے جو شرک تم نے کیا تھا اس وقت میں اس سے منکر اور بیزار ہوں۔اب ہر ایک ظالم اور مشرک کو اپنے کیئے کی سزا دردناک عذاب کی صورت میں بھگتنا چاہئے۔شور مچانے اور الزام دینے سے کچھ حاصل نہیں۔

آیات کا خلاصہ ومقصد

یہ حاصل ہوا ابلیس کے جواب کا پس اس سے معبودین غیر اللہ کا بھروسہ بھی ختم ہوا۔پس مقصود ان مکالمات کے نقل کرنے سے یہ ہے کہ لوگ اس افراتفری اور کفار ومشرکین کی اس حسرت ویاس کا تصور کر کے جو آخرت میں ان کو نصیب ہوگی شیاطین الانس والجن کے اتباع سے باز رہیں۔یہ آیات بتلا رہی ہیں کہ شیطان کو بذات خود کوئی اختیار نہیں نہ وہ کسی کو کسی کام پر مجبور کر سکتا ہے اس کا کام صرف بہکانا اور پھسلانا ہے۔اس لئے ناواقف، جاہل کورانہ تقلید کرنے والے جو شیطان کے کہنے اور بہکاوے سے غلط راہ پر چلنے لگتے ہیں۔وہ جرم سے بری نہیں ہو سکتے اور اپنے پیشواؤں کے ساتھ وہ بھی جہنم میں جائیں گے۔اس لئے انسان کو خود حق ناحق اور صحیح وغلط کا امتیاز کرنا چاہئے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ شیطان لعین مردود کے فریب اور دھوکوں سے ہماری حفاظت فرمادیں اور دنیا میں ہم کو شیطانی کاموں سے بچاویں اور دین حق کا کامل اتباع ظاہر و باطن میں نصیب فرمائیں۔

یا اللہ!! آج دنیا میں ہم کو دین اور آخرت کی سمجھ اور فہم عطا فرمائیے اور گمراہ و بے دین لیڈروں اور رہنماؤں کے پھندے میں جو مسلمان پھنسے ہوئے ہیں ان کو نجات عطا فرمادے۔اور نیک و بد حق و ناحق سمجھنے اور معلوم کرنے کی تمیز عطا فرمائیے۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاُدْخِلَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا

اور جولوگ ایمان لائے اور اُنہوں نے نیک کام کئے وہ ایسے باغوں میں داخل کئے جاویں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ ان میں اپنے پروردگار کے حکم سے ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

بِاِذْنِ رَبِّهِمْ تَحِیَّتُهُمْ فِیْهَا سَلٰمٌ ﴿۲۳﴾ اَلَمْ تَرَ كَیْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَیِّبَةً كَشَجَرَةٍ

وہاں ان کو سلام اس لفظ سے کیا جائیگا السلام علیکم کیا آپ کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کیسی مثال بیان فرمائی ہے کلمہ طیبہ کی کہ وہ مشابہ ہے

طَیِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِی السَّمَآءِ ﴿۲۴﴾ تُؤْتِیْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِیْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَا

ایک پاکیزہ درخت کے جس کی جڑ خوب گڑی ہوئی ہو اور اس کی شاخیں اونچائی میں جارہی ہوں۔ وہ خدا کے حکم سے ہر فصل میں اپنا پھل دیتا ہو۔

وَیَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۵﴾ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِیْثَةٍ كَشَجَرَةٍ

اور اللہ تعالیٰ مثالیں لوگوں کے واسطے اس لئے بیان فرماتے ہیں تاکہ وہ خوب سمجھ لیں۔ اور گندہ کلمہ کی مثال ایسی ہے جیسے

خَبِیْثَةِ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ﴿۲۶﴾

ایک خراب درخت ہو کہ زمین کے اُوپر ہی اُوپر سے اُکھاڑ لیا جاوے اس کو کچھ ثبات نہ ہو۔

وَاُدْخِلَ اور داخل کئے گئے	اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا جولوگ ایمان لائے	وَعَمِلُوْا اور انہوں نے عمل کئے	الصّٰلِحٰتِ نیک	جَنّٰتٍ باغات	تَجْرِیْ بہتی ہیں		
مِنْ تَحْتِهَا ان کے نیچے	الْاَنْهٰرُ نہریں	خٰلِدِیْنَ وہ ہمیشہ رہیں گے	فِیْهَا اس میں	بِاِذْنِ حکم سے	رَبِّهِمْ اپنا رب	تَحِیَّتُهُمْ ان کا تحفہ ملاقات	
فِیْهَا اس میں	سَلٰمٌ سلام	اَلَمْ تَرَ کیا تم نے نہیں دیکھا	كَیْفَ کیسی	ضَرَبَ اللّٰهُ بیان کی اللہ نے	مَثَلًا مثال	كَلِمَةً طَیِّبَةً کلمہ طیبہ	
كَشَجَرَةٍ جیسے درخت	طَیِّبَةٍ پاکیزہ	اَصْلُهَا اس کی جڑ	ثَابِتٌ مضبوط	وَفَرْعُهَا اور اسکی شاخ	فِیْ میں	السَّمَآءِ آسمان	تُؤْتِیْ وہ دیتا ہے
اُكُلَهَا اپنا پھل	كُلَّ حِیْنٍ ہروقت	بِاِذْنِ حکم سے	رَبِّهَا اپنا رب	وَیَضْرِبُ اور بیان کرتا ہے	اللّٰهُ اللہ	الْاَمْثَالَ مثالیں	
لِلنَّاسِ لوگوں کیلئے	لَعَلَّهُمْ تاکہ وہ	یَتَذَكَّرُوْنَ وہ غوروفکر کریں	وَمَثَلُ اور مثال	كَلِمَةٍ خَبِیْثَةٍ ناپاک بات	كَشَجَرَةٍ خَبِیْثَةِ مانند درخت ناپاک		
اجْتُثَّتْ اکھاڑ دیا گیا	مِنْ سے	فَوْقِ اوپر	الْاَرْضِ زمین	مَا لَهَا نہیں اس کیلئے	مِنْ قَرَارٍ کچھ بھی قرار		

اہل ایمان کا انجام

گذشتہ آیات میں کفار و مشرکین کا ذکر ہوا تھا اور ان کا انجام بتلایا گیا تھا۔ اب ان اشقیا کے مقابلہ میں اہل ایمان' اہل ہدایت' اور اہل سعادت کا انجام بتلایا جاتا ہے کہ کفار کے برخلاف جو لوگ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئے اور ایمان لا کر اچھے اور نیک کام کئے ان کو ان کے رب کے حکم سے ایسے باغات میں داخل کیا جائے گا جو سرسبز و شاداب ہوں گے۔ یہ اہل ایمان اوپر کی منزلوں میں رہیں گے اور نیچے صاف شفاف نہریں جاری ہوں گی۔ دل کو آرام' آنکھوں کو ٹھنڈک حاصل ہوگی اور ایک بار داخل ہو جانے کے بعد پھر کبھی وہاں سے نکالے نہ جائیں گے۔ چین و آرام اور عیش و عشرت کے ساتھ ہمیشہ رہیں گے۔ ہر طرف امن و امان چین و سکون کا سماں ہوگا۔ ان میں آپس کی دعا ملاقات سلام ہوگی جو دلیل ہے ان کے آپس کی محبت اور خیر خواہی کی جو کہ مستقل طور پر خود ایک نعمت ہے۔ کفار کے بعد یہاں مومنین کی

حالت سنائی گئی تا کہ لوگ دونوں حالتوں کا موازنہ کر کے بہتر حالت کو اختیار کریں اور کفروشرک سے تائب ہو کر صاحب ایمان بن جائیں اور کلمۂ توحید وایمان کو اختیار کریں۔

کلمہ ایمان کی مثال

آگے کلمہ توحید یا کلمہ ایمان واسلام جس کی بدولت اہل سعادت جنت میں پہنچیں گے اس کی ایک مثال بیان فرمائی گئی ہے۔جس سے کلمہ ایمان کی خوبی اور اس کے مقابل کلمۂ کفر کی برائی سمجھائی گئی ہے اور ایسی باموقع ومعنیٰ خیز مثال دینے سے مقصود یہی ہے کہ عقلمند ان مثالوں میں غور کرے اور جو نفع کی چیز ہے یعنی کلمۂ توحید و ایمان اس کو اختیار کرے اور جو غیر نافع بلکہ مضر اور قابل نفرت ہے یعنی کلمۂ خبیثہ۔کلمۂ کفروشرک اس سے احتراز کرے۔

یہاں آیت میں دو مثالیں بیان فرمائی گئی ہیں یعنی ایک کلمہ طیبہ کی دوسری کلمہ خبیثہ کی۔کلمہ طیبہ کے لفظی معنی تو پاکیزہ اور ستھری بات کے ہیں۔مگر اس سے مراد بحکم حدیث کلمہ لآ الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے یعنی وہ قول حق اور عقیدۂ صالحہ جو سراسر حقیقت اور راستی پر مبنی ہو جس میں توحید کا اقرار۔انبیاء اور کتب آسمانی کا اقرار۔آخرت و جزا وسزا کا اقرار۔ایمانیات معرفت الٰہی کی باتیں۔حمد وثنا تسبیح وتہلیل یہ سب کلمۂ طیبہ میں داخل ہیں۔اور اس کی ضد یعنی کلمۂ خبیثہ ہے۔جس سے مراد ہر وہ باطل قول وعقیدہ ہے جو خدا تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہو اور انبیاء کے واسطے سے نہ آیا ہو خواہ وہ کفروشرک ہو۔الحاد وزندقہ ہو۔ نیچریت ودہریت ہو۔یہ سب کلمۂ خبیثہ میں داخل ہیں۔

یہاں کلمۂ طیبہ کی مثال یہ دی گئی کہ کلمۂ طیبہ اس درخت کی طرح ہے۔جس میں چار اوصاف ہوں۔

ا:۔اچھی ذات کا درخت ہو یعنی شکل' صورت' لذت' خوشبو' نفع' سایہ' پھل وپھول ہر لحاظ سے عمدہ ہو۔

۲:۔اس کی جڑ زمین کے اندر خوب گہری جمی ہوئی ہو کہ زور کی آندھی اور جھکڑ بھی اس کو جڑ سے نہ اکھاڑ سکے۔

۳:۔اس کی شاخیں اور ٹہنیاں خوب بلند اور پھیلی ہوئی ہوں۔

۴:۔اس میں پھل ہمیشہ آتے ہوں اور ہر وقت رہتے ہوں تو ایسا درخت بہترین درخت ہوسکتا ہے اور ایسے ہی درخت کی طرح کلمہ طیبہ بھی ہوتا ہے یعنی اس کے اندر بھی یہ چار اوصاف موجود ہیں۔

ایک اس کے اندر جو لذت وکیف اور روحانی سرور ہے وہ اصحاب ذوق ہی جانتے ہیں۔

دوسرے یہ کلمۂ طیبہ کلمۂ حق۔کلمۂ صداقت اور کلمۂ نور ہے اور اس کی جڑیں نہایت مضبوط ہیں کہ جس کو ہواؤ ہوس کا کوئی جھونکا اور شیطانی وسوسوں کی کوئی آندھی اپنی جگہ سے ہلا نہیں سکتی۔اس کی جڑیں اللہ کی معرفت ومحبت اور دلائل عقل وفطرت پر قائم ہیں اس وجہ سے یہ کلمہ مومن کے دل کی گہرائیوں میں اتر جاتا ہے۔

تیسرے کلمہ طیبہ کی شاخیں بہت بلند ہیں۔عالم قدس تک اسکی شاخوں کی رسائی ہے۔اعمال صالحہ اس کی شاخیں ہیں اور ان شاخوں کو روزانہ صبح وشام آسمانوں کے فرشتے اٹھا کر دربار الٰہی تک لے جاتے ہیں (ایمان ویقین اور حقیقت ومعرفت تک پہنچنا اسکی شاخیں ہیں) الغرض کل جہان اسی پاک کلمہ کی شاخوں کے زیر سایہ ہے۔

چوتھے اس میں ہر وقت پھل آتے رہتے ہیں۔کلمہ طیبہ کا پھل ہر وقت دنیا میں بھی اچھا ملتا ہے اور آخرت میں بھی اچھا ملے گا۔ مومن اس کلمۂ طیبہ کے پاکیزہ درخت کے ثمرات طیبہ اور انوار الٰہیہ اور برکات ربانیہ سے ہر وقت بہرہ ور اور لذت اندوز ہوتا رہتا ہے۔ شجرہ ایمان کے ثمرات کبھی منقطع نہیں ہوتے دنیا میں مادی اور روحانی ثمرات کے علاوہ آخرت میں جنت میں داخل ہونا۔وہاں کی لازوال لذتیں ونعمتیں حاصل ہونا۔نور الٰہی میں ڈوبا رہنا اور دیدار باری تعالیٰ کا نصیب ہونا یہ اس کے اخروی پھل ہیں۔الغرض نہ دنیا میں یہ کسی وقت ثمر آوری سے خالی رہتا ہے نہ آخرت میں کبھی اس کے پھل ختم ہوں گے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس کلمہ طیبہ کے

ثمرات حسنہ دنیاو آخرت میں ہم کو بھی نصیب فرمائیں۔

کلمہ کفر کی مثال

اوپر تو کلمہ طیبہ کی مثال تھی اور اسکی ضد کلمہ خبیثہ یعنی کلمہ کفرو شرک۔ تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی بدشکل درخت ہو جس میں نہ زیادہ سرسبزی ہو نہ اچھے پھل ہوں نہ خوشبو ہو نہ اچھا مزہ ہو۔ نہ اس کا سایہ ہو نہ کوئی فائدہ۔ پھر اس کی جڑ بھی اوپر ہی اوپر رکھی ہوئی ہو۔ زمین میں جمی ہوئی نہ ہو۔ ہوا کے کمزور جھونکے سے جڑ سے اکھڑ پڑے گا اور جب اس کی جڑ ہی کو ثبات نہیں تو شاخیں کہاں سے آئیں گی اس کی شاخوں کی کوئی حقیقت ہی نہیں۔

کلمہ خبیثہ کو شجرہ خبیثہ کے ساتھ مشابہت دینے میں اشارہ اس طرف ہے کہ کفر کا وجود تو ہے مگر معتد بہ اور پائیدار وجود نہیں۔ اس لئے کہ کفر کا دعویٰ کسی صحیح دلیل سے ثابت نہیں۔ دعویٰ بے دلیل ہے اس کی کوئی جڑ اور بنیاد نہیں اسی وجہ سے اس کی شاخوں اور پھلوں کا کوئی ذکر نہیں فرمایا۔ کفار کا کوئی عقیدہ دنیا میں مضبوط دلیل سے قائم نہیں۔ تھوڑا سا دھیان کرنے سے غلط معلوم ہونے لگتا ہے نہ اس پر کوئی اخروی ثمرہ مرتب ہوتا ہے۔ نہ اس سے کوئی دل میں نور پیدا ہوتا ہے اور نہ دل کو سکون و اطمینان نصیب ہوتا ہے۔ ملت کفر کا حال اس خبیث درخت کی طرح ہے۔ اس لئے کہ شجرۂ کفر بے حیائیوں اور بے غیرتیوں اور طرح طرح کی بداخلاقیوں اور قسم قسم کی بداعمالیوں کا ایک گندہ درخت ہے جس کا پھل سوائے شقاوت اور خسران ابدی کے کچھ نہیں۔ امریکہ برطانیہ اور یورپی ممالک اسی قسم کے اشجار خبیثہ کے جنگل اور دنگل ہیں۔ جہاں یہ اشجار خبیثہ صرف نفسانی شہوتوں اور دنیاوی لذتوں پر قائم ہیں اور سراسر عقل و فطرت اور غیرت کے خلاف ہیں۔ گویا جس طرح ایسا شجرۂ خبیثہ اپنے خبث کی وجہ سے قابل نفرت اور تکلیف دہ اور نہایت بودا اور کمزور ہے یونہی کلمہ کفر و شرک بھی سخت قابل نفرت اور تکلیف دہ اور اتنا کمزور کہ دلائل کے سامنے ذرا نہ ٹھہر سکے۔

چونکہ کافر کے اعمال مقبول نہیں ہوتے اس لئے اس درخت کی شاخوں کا ذکر نہیں فرمایا اور چونکہ اس کے اعمال پر رضائے الٰہی مرتب نہیں ہوتی اس لئے پھل کی نفی بھی ظاہر ہے۔

دونوں مثالوں کا حاصل

دونوں مثالوں کا حاصل یہ ہوا کہ دین اسلام کا دعویٰ توحید و ایمان پکا اور سچا ہے جس کے دلائل نہایت صاف۔ صحیح اور مضبوط ہیں اور موافق فطرت ہونے کی وجہ سے اس کی جڑیں قلوب کی گہرائیوں میں اتر جاتی ہیں اور اعمال صالحہ کی شاخیں آسمان قبولیت سے جالگتی ہیں اس طرح حق و صداقت اور توحید و معرفت کا سدا بہار درخت پھولتا پھلتا اور پائیداری کے ساتھ اونچا رہتا ہے اور اس کے برخلاف کفر و شرک کے دعوئے باطل کی جڑ بنیاد کچھ نہیں ہوتی۔ لہٰذا لوگوں کو چاہئے کہ کلمہ طیبہ کو قبول کریں اور اس کے دائمی اور غیر منقطع فوائد سے بہرہ ور ہوں۔ اور کلمہ کفر و شرک جو قابل نفرت اور تکلیف دہ چیز ہے اس سے احتراز کریں۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ اس کلمہ توحید و ایمان کی جڑوں کو ہمارے قلوب میں مضبوطی سے جمادیں اور دین و دنیا میں اس کے مفید نتائج اور فائدہ ہم کو نصیب فرمائیں اور کفر و شرک کی جڑوں کو روئے زمین سے مٹنے کی صورتیں ظاہر فرمادیں اور اس سے ہمیں نفرت اور کراہت عطا فرمائیں۔ کلمہ لآالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو قبول کر کے ہم نے جو ذمہ داری اپنے اوپر لی ہے یا اللہ ہمیں اس ذمہ داری کو پورا کرنے کی توفیق نصیب فرما۔ اور اس کلمہ کے حقوق ادا کرنے کی توفیق مرحمت فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ

اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو اس پکی بات سے دنیا اور آخرت میں مضبوط رکھتا ہے اور ظالموں کو بھٹکا دیتا ہے۔

الظّٰلِمِيْنَ ۙ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ﴿۲۷﴾

اور اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

يُثَبِّتُ مضبوط رکھتا ہے	اَللّٰهُ اللہ	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وہ لوگ جو ایمان لائے	بِالْقَوْلِ بات سے	الثَّابِتِ مضبوط	فِي میں	الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی
وَ اور	فِي الْاٰخِرَةِ آخرت میں	وَيُضِلُّ اور بھٹکا دیتا ہے	اَللّٰهُ اللہ	الظّٰلِمِيْنَ ظالم	وَيَفْعَلُ اور کرتا ہے	اَللّٰهُ اللہ　مَا يَشَآءُ جو چاہتا ہے

کلمۂ ایمان اور کلمۂ کفر کا اثر و نتیجہ

گذشتہ آیات میں کلمہ طیبہ یعنی کلمۂ توحید و ایمان کی خوبی اور کلمہ خبیثہ یعنی کلمۂ کفر و شرک کی برائی مثال کے ذریعہ سے سمجھائی گئی تھی۔

اب اس آیت میں ان دونوں کا اثر بیان فرمایا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ کلمہ طیبہ توحید اور ایمان کی باتوں سے مومنین کو دنیا اور آخرت میں مضبوط اور ثابت قدم رکھتا ہے۔ دنیا میں تو اس طرح کہ مومن کلمہ طیبہ کی برکت سے شَيَاطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ کے اغواء سے محفوظ رہتا ہے اور جب کفار کی طرف سے کوئی فتنہ پیش آتا ہے تو بتوفیق خداوندی ایمان پر ثابت قدم رہتا ہے اور جادۂ توحید سے اس کا قدم پھسلتا نہیں اور کوئی فتنہ پیش آئے تو اس کے پائے استقامت میں تزلزل نہیں آتا اور اسی طرح مرتے وقت تک ایمان پر قائم رہتا ہے اور اسی کلمہ پر اس کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور آخرت میں اس طرح کہ قبر میں جو آخرت کی پہلی منزل ہے۔ منکر نکیر کے سوالات کا صحیح جواب دیتا ہے اور قیامت کے ہوش ربا دن حساب کتاب کے وقت اس کو کوئی اندیشہ نہیں۔ الغرض مومنین دنیا کی زندگی سے لے کر محشر تک اسی کلمۂ طیبہ کی بدولت مضبوط اور ثابت قدم رہیں گے۔ دنیا میں کیسے ہی فتن و حوادث پیش آئیں۔ کتنا ہی سخت امتحان ہو۔ قبر یعنی عالم برزخ میں منکر نکیر کا سوال و جواب ہو۔ محشر کا ہولناک منظر ہوش اڑا دینے والا ہو۔ ہر موقع پر یہی کلمۂ توحید ان کی پامردی اور استقامت کا ذریعہ بنے گا۔ یہ تو کلمہ طیبہ کے اثر کا بیان تھا۔ رہے ظالمین یعنی کفار و مشرکین وہ دنیا میں بھی بھٹکے اور اخیر تک بھٹکے رہیں گے۔ کبھی حقیقی کامیابی کا راستہ ہاتھ نہ لگے گا۔ دنیا میں تو ان کا بھٹکنا ظاہر ہے کہ حق اور صدق سے منحرف رہے اور آخرت میں بھٹکنا یہ ہے کہ قبر میں جو آخرت کی پہلی منزل ہے ان سے نکیرین کے سوال کا جواب نہ بن پڑے گا۔ بلکہ حیرت زدہ ہو کر یہ کہیں گے ھاہ ھاہ لاادری افسوس افسوس میں کچھ نہیں جانتا۔ جو اور لوگ کہتے تھے وہی میں بھی کہہ دیتا تھا جو سنا وہی کہہ دیا۔ اس پر فرشتے اس کے گرز مار کر کہیں گے کہ نہ تو نے خود سمجھا اور نہ کسی سمجھنے والے کا اتباع کیا۔ فرشتوں کے اس قول سے معلوم ہوا کہ ایمان تحقیقی کی طرح ایمان تقلیدی بھی معتبر ہے۔ جیسے بعض عوام کو ایمان کی پوری حقیقت معلوم نہیں ہوتی صرف اتنا جانتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں اور دین ہمارا اسلام ہے۔ یہ ایمان تقلیدی ہے اور عند اللہ یہ بھی معتبر ہے۔

ایک شبہ اور اس کا جواب

یہاں بظاہر یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ ہی ثابت قدم رکھتے ہیں اور وہی بھٹکاتے ہیں تو پھر بھٹکنے والے پر کیا الزام ہے؟ اس کا ایک جواب تو جملہ يُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ سے ہو گیا کہ انہوں نے ظلم کیا تھا اس کی نحوست سے بچل گئے یہ حکیمانہ جواب

ہے۔ آگے حاکمانہ جواب ارشاد ہے۔ یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَآءُ یعنی اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے کسی کو دم مارنے کی مجال نہیں۔ وہ جس کو چاہے ہدایت دے اور ثابت قدم رکھے اور جس کو چاہے ہدایت نہ دے گمراہی میں پڑا رہنے دے۔ اس کی بارگاہ عالی میں یہ سوال نہیں ہوسکتا کہ مومنوں کو کیوں ثابت قدم رکھا اور ظالموں کو کیوں بھٹکایا اور گمراہ رکھا وہ علیم حکیم ہے۔ اپنی حکمت و مشیت ہے جس کے ساتھ جو مناسب ہوتا ہے وہی معاملہ فرماتا ہے۔ (معارف القرآن کاندھلویؒ) نہ اس کی مشیت پر کوئی غالب۔ نہ اس کی قدرت پر کوئی حاکم۔ نہ اس کی راہ میں کوئی حائل یا مانع۔

قبر میں سوال

اہل سنت والجماعت کے اجماعی عقیدوں میں ایک عقیدہ یہ ہے کہ قبر یعنی عالم برزخ میں مومن اور کافر سب سے سوال ہوگا اور کافر و فاسق کو ٹھیک جواب نہ دینے پر عذاب ہوگا۔ یہاں آیت میں مومن صالح اور کافر کے ثواب اور عذاب قبر کا ذکر ہے۔ مومن فاسق کا صراحۃً کوئی ذکر نہیں فرمایا اب تو قیاس کیا جائے کہ جس طرح اس کی حالت بین بین ہے۔ یعنی اعتقاد میں مومن کے مشابہ ہے اور عمل میں کافر کے مشابہ اسی طرح اس کے ساتھ معاملہ بھی قبر میں بین بین ہوگا اور یا مومن فاسق اور گناہگار کے ذکر سے اس لئے سکوت کیا گیا کہ اس کا معاملہ مشیت خداوندی میں مستور ہے۔ اس کی مشیت جو معاملہ چاہے فرمائے۔ قبر سے مراد عالم برزخ ہے جو دنیا اور آخرت کے درمیان واسطہ ہے اور اس پر ایمان لانا واجب ہے۔ کیونکہ یہ امر نصوص شریعت سے باجماع امت ثابت ہے۔ رہا بعض منکرین کا یہ کہنا کہ ہم میت کو دیکھتے ہیں مگر ہم کو تو منکر نکیر نظر نہیں آتے اور نہ ہی میت کی آواز اور ان کی گفتگو سنتے ہیں اور نہ میت کے بدن پر کوئی علامت عذاب کی دیکھتے ہیں اور نہ میت کے بدن میں کسی قسم کی جنبش یا اور کوئی علامت دیکھنے میں آتی ہے تو علمائے محققین نے منکرین کے ایسے بے سروپا اور باطل شبہات کے جواب میں لکھا ہے کہ وہ عالم ہی دوسرا ہے اس عالم کے احوال کے مشاہدہ کے لئے اس عالم کی آنکھیں چاہئیں بسا اوقات انسان کو خواب میں شدید الم لاحق ہوتا ہے اور کبھی اس کو مسرت لاحق ہوتی ہے مگر پاس والے آدمیوں کو یہ بات محسوس نہیں ہوتی اور خواب دیکھنے والا یہی سمجھتا ہے کہ میں بیداری کی حالت میں یہ چیزیں دیکھ رہا ہوں۔ حالانکہ وہ واقع میں سویا ہوا ہے۔

اصول کی بات یہ ہے کہ ایک عالم کو دوسرے عالم کے حالات پر قیاس کرنا خود غلط ہے۔ جب خالق کائنات نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے دوسرے عالم میں پہنچنے کے بعد اس عذاب ثواب کی خبر دے دی تو مسلمانوں کو اس پر اعتقاد اور ایمان رکھنا لازم ہے۔"

دعا کیجئے

یا اللہ! آپ کا بے انتہا فضل و کرم اور شکر و احسان ہے کہ دنیا میں ہم کو کلمہ طیبہ پر اعتقاد و ایمان نصیب فرمایا۔

یا اللہ! دنیا عالم برزخ۔ قیامت' حشر نشر سب جگہ اس کلمہ کی برکت سے ہم کو استقامت اور بھلائی نصیب فرما۔

یا اللہ دنیا میں کلمہ طیبہ کے پھیلنے اور کلمہ کفر و شرک کے مٹنے کی صورتیں ظاہر فرما۔

یا اللہ! ہمارا خاتمہ اس کلمہ طیبہ لآ الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر فرمانا اور ہمارا آخری کلام اس دنیا میں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہونا مقدر فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ بَدَّلُوا نِعْمَتَ اللَّهِ كُفْرًا وَأَحَلُّوا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ﴿٢٨﴾ جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا۔جنہوں نے بجائے نعمتِ الٰہی کے کفر کیا۔اور جنہوں نے اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر یعنی جہنم میں پہنچا دیا۔

وَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿٢٩﴾ وَجَعَلُوا لِلَّهِ أَنْدَادًا لِيُضِلُّوا عَنْ سَبِيلِهِ ۗ قُلْ تَمَتَّعُوا فَإِنَّ مَصِيرَكُمْ

وہ اس میں داخل ہوں گے اور وہ رہنے کی بُری جگہ ہے۔اور ان لوگوں نے اللہ کے ساجھی قرار دیئے (تا کہ دوسروں کو بھی) اس کے دین سے گمراہ کریں۔آپ کہہ دیجئے کہ چندے عیش کرلو۔کیونکہ اخیر انجام

إِلَى النَّارِ ﴿٣٠﴾ قُلْ لِعِبَادِيَ الَّذِينَ آمَنُوا يُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا

تمہارا دوزخ میں جانا ہے جو میرے خاص ایمان والے بندے ہیں اُن سے کہہ دیجئے کہ وہ نماز کی پابندی رکھیں اور ہم نے جو کچھ ان کو دیا ہے اس میں سے پوشیدہ

وَعَلَانِيَةً مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا بَيْعٌ فِيهِ وَلَا خِلَالٌ ﴿٣١﴾

اور آشکارا خرچ کریں ایسے دن کے آنے سے پہلے کہ جسمیں نہ خرید وفروخت ہوگی اور نہ دوستی۔

أَلَمْ تَرَ کیا تم نے نہیں دیکھا	إِلَى کو	الَّذِينَ وہ جنہوں نے	بَدَّلُوا بدل دیا	نِعْمَتَ اللَّهِ اللہ کی نعمت	كُفْرًا ناشکری سے	وَأَحَلُّوا اور اتارا	قَوْمَهُمْ اپنی قوم
دَارَ الْبَوَارِ تباہی کا گھر	جَهَنَّمَ جہنم	يَصْلَوْنَهَا اس میں داخل ہوں گے	وَبِئْسَ اور برا	الْقَرَارُ ٹھکانا	وَجَعَلُوا اور انہوں نے ٹھہرائے	لِلَّهِ اللہ کیلئے	
أَنْدَادًا شریک	لِيُضِلُّوا تاکہ وہ گمراہ کریں	عَنْ سے	سَبِيلِهِ اسکا راستہ	قُلْ کہدیں	تَمَتَّعُوا فائدہ اٹھالو	فَإِنَّ پھر بیشک	مَصِيرَكُمْ تمہارا لوٹنا
إِلَى طرف	النَّارِ جہنم	قُلْ کہدیں	لِعِبَادِيَ میرے بندوں سے	الَّذِينَ وہ جو کہ	آمَنُوا ایمان لائے	يُقِيمُوا قائم کریں	الصَّلَاةَ نماز
وَيُنْفِقُوا اور خرچ کریں	مِمَّا اس سے جو	رَزَقْنَاهُمْ ہم نے انہیں دیا	سِرًّا چھپا کر	وَعَلَانِيَةً اور ظاہر	مِنْ قَبْلِ اس سے قبل	أَنْ يَأْتِيَ کہ آجائے	
يَوْمٌ وہ دن	لَا بَيْعٌ نہ خرید وفروخت	فِيهِ اس میں	وَلَا خِلَالٌ اور نہ دوستی				

سرداران مکہ کے رویہ پر تنقید وتبصرہ

گذشتہ آیت میں کلمہ طیبہ یعنی کلمہ توحید وایمان کی خوبیاں اور اس کے نیک اثرات اور کلمہ خبیثہ یعنی کلمہ کفر وشرک کی برائی اور اس کے بداثرات ونتائج بیان فرمائے گئے تھے۔

اب ان سرداران اور رؤسائے قریش مکہ کی طرف اشارہ ہے کہ جنہوں نے کلمہ طیبہ کی بجائے کلمۂ خبیثہ کو اپنا شعار بنا رکھا تھا اور اس وقت جن کے ہاتھوں میں عرب کی باگ ڈور تھی ان کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ حق تعالیٰ نے ان پر کیسے احسان کئے۔ان کی ہدایت کے لئے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا قرآن اتارا۔اپنے حرم اور بیت کا مجاور بنایا۔عرب کی سرداری دی۔مگر انہوں نے ان نعمتوں اور احسانات کا بدلہ یہ دیا کہ خدا کی ناشکری پر کمر بستہ ہو گئے اس کی باتوں کو جھٹلایا۔اس کے پیغمبر سے لڑائی کی۔آخر اپنی قوم کو لے کر تباہی کے گڑھے میں جا گرے۔چاہئے تو یہ تھا کہ خدا کے احسانات سے متاثر ہو کر منعم حقیقی کی شکر گزاری اور اطاعت شعاری میں لگتے۔یہ تو نہ ہوا اُلٹے بغاوت پر کمر بستہ ہو گئے۔خدا کے مقابل دوسری چیزیں کھڑی کر دیں جن پر خدائی اختیارات تقسیم کئے اور عبادت جو خدائے واحد کا حق تھا وہ مختلف عنوانات سے ان کے لئے ثابت کرنے لگے تا کہ اس سلسلہ میں اپنے ساتھ دوسروں کی بھی راہ ماریں اور انہیں بہکا کر اپنے جال میں پھنسائے رکھیں۔پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ بہتر ہے بیوقوفوں کو

جال میں پھنسا کر چند روز جی خوش کرلو اور دنیا کے مزے اڑالو۔ مگر تا بکے آخر دوزخ کی آگ میں ہمیشہ کو رہنا ہے کیونکہ اس مزے اڑانے کا یہی نتیجہ ہوگا۔

مومنین کو نصیحت کہ نماز وانفاق پر قائم رہیں

قریش مکہ کے کفران نعمت کے ذکر کے بعد ہی روئے سخن مومنوں کی طرف متوجہ ہوگیا اور کفار کے احوال ذکر کرنے کے بعد مومنین ومخلصین کو متنبہ فرمایا جاتا ہے کہ انہیں چاہئے کہ نعمت الٰہی کی قدر بجالائیں اور ناشکری سے بچیں اور اس شکر گزاری نعمت کے سب سے بڑے اور خاص اعمال دو بتلائے گئے ایک قیام صلوٰۃ اور دوسرے اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا۔ گویا خالق کی عبادت اور مخلوق کی خدمت کی تعلیم دی گئی کہ نمازوں کو ان کے حقوق وحدود کی رعایت کے ساتھ خشوع وخضوع سے ادا کرتے رہیں اور اللہ نے جو کچھ دیا ہے اس کا ایک حصہ خفیہ یا علانیہ جیسا موقع ہو مستحقین پر خرچ کریں۔ غرض کفار جو شرک اور کفران نعمت پر تلے ہوئے ہیں۔ ان کے بالمقابل مومنین کو جان ومال سے حق تعالیٰ کی طاعت وشکر گزاری میں مستعدی دکھلانا چاہئے۔

سامان آخرت

آگے بتلایا جاتا ہے کہ نماز اور اللہ کے راستہ میں مال خرچ کرنا یہ نیکیاں اس دن کام آئیں گی جب کہ خرید وفروخت یا محض دوستانہ تعلقات سے کام نہ نکلے گا۔ یعنی آخرت میں نہ نیک عمل کسی سے خرید کرسکو گے نہ کوئی ایسا دوست بیٹھا ہے جو بدون ایمان وعمل صالح کے محض دوستانہ تعلقات کی بناء پر نجات کی ذمہ داری لے لے۔ حاصل مطلب یہ کہ آج تو اللہ تعالیٰ نے طاقت فرصت ومہلت عطا فرما رکھی ہے کہ نماز ادا کریں اور اگر پچھلی عمر میں غفلت سے کوئی نمازیں رہ گئی ہیں تو اس کی قضا ادا کرلیں۔ اسی طرح آج دنیوی حیات میں مال تمہارے قبضہ میں ہے اس کو اللہ کے لئے خرچ کر کے دائمی زندگی کا کام بنا سکتے ہو لیکن وہ دن عنقریب آنے والا ہے جب کہ دونوں قوتیں اور قدرتیں تم سے لے لی جائیں گی۔ نہ تمہارے بدن نماز پڑھنے کے لائق رہیں گے۔ اور نہ تمہاری ملک اور قبضہ میں کوئی مال رہے گا۔ جس سے ضائع شدہ حقوق کی ادائیگی کرسکو اور اس دن میں کوئی خرید وفروخت بھی نہ ہوسکے گی کہ تم کوئی ایسی چیز خرید لو کہ جس کے ذریعہ اپنی کوتاہیوں اور گناہوں کا کفارہ کرسکو اور اس دن میں آپس کی دوستیاں اور تعلقات بھی کام نہ آسکیں گے۔ کوئی عزیز دوست کسی کے گناہوں کا بار نہ اٹھا سکے گا اور نہ اس کے عذاب کو ہٹا سکے گا۔ ''اس دن'' سے مراد بظاہر حشر اور قیامت کا دن ہے اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ موت کا دن ہو کیونکہ یہ سب آثار موت ہی کے وقت سے ظاہر ہوجاتے ہیں نہ بدن میں کسی عمل کی صلاحیت رہتی ہے نہ مال ہی اپنی ملک وقبضہ میں رہتا ہے۔

صالحین کی دوستی آخرت میں مفید ہوگی

یہاں ایک بات یہ سمجھ لینے کی ہے کہ یہاں آیت میں جو یہ ارشاد ہے کہ قیامت کے روز کسی کی دوستی کسی کے کام نہ آئے گی اس کا مطلب یہ ہے کہ محض دنیاوی دوستیاں اس روز کام نہ آئیں گی لیکن جن لوگوں کی دوستی اور تعلق اللہ کے لئے اور اس کے دین کے لئے ہو ان کی دوستی اس وقت کام آئے گی کہ اللہ کے نیک اور مقبول بندے دوسروں کی شفاعت کریں گے۔ جیسا کہ احادیث کثیرہ میں منقول ہے اور خود قرآن کریم میں دوسری جگہ ارشاد ہے۔ اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ یعنی وہ لوگ جو دنیا میں باہم دوست تھے اس روز ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے کہ یہ چاہیں گے کہ دوست پر اپنا گناہ ڈال کر خود بری ہو جائیں مگر وہ لوگ جو تقوی شعار ہیں کیونکہ اہل تقوی وہاں بھی ایک دوسرے کی مدد بطریق شفاعت کرسکیں گے۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو نعمت اسلام وایمان کا حقیقی شکر گزار بندہ بنا دیں اور کفران نعمت کے وبال سے محفوظ فرمائیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِہٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّکُمْ ۚ

اللہ ایسا ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا اور آسمان سے پانی برسایا پھر اس پانی سے پھلوں کی قسم سے تمہارے لئے رزق پیدا کیا۔

وَسَخَّرَ لَکُمُ الْفُلْکَ لِتَجْرِیَ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِہٖ ۚ وَسَخَّرَ لَکُمُ الْاَنْھٰرَ ﴿۳۲﴾ وَسَخَّرَ لَکُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ

اور تمہارے نفع کے واسطے کشتی کو مسخر بنایا تا کہ وہ خدا کے حکم سے دریا میں چلے۔ اور تمہارے نفع کے واسطے نہروں کو مسخر بنایا۔ اور تمہارے نفع کے واسطے سورج اور چاند کو مسخر بنایا

دَآئِبَیْنِ ۚ وَسَخَّرَ لَکُمُ الَّیْلَ وَالنَّھَارَ ﴿۳۳﴾ وَاٰتٰکُمْ مِّنْ کُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْہُ ؕ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ

جو ہمیشہ چلتے ہی رہتے ہیں اور تمہارے نفع کے واسطے رات اور دن کو مسخر بنایا۔ اور جو جو چیز تم نے مانگی تم کو ہر چیز دی۔ اور اللہ تعالیٰ کی نعمتیں شمار کرنے لگو

لَا تُحْصُوْھَا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ کَفَّارٌ ﴿۳۴﴾

تو شمار میں نہیں لاسکتے۔ سچ یہ ہے کہ آدمی بہت ہی بے انصاف اور بڑا ہی ناشکر ہے۔

اَللّٰہُ اللہ	الَّذِیْ وہ جو	خَلَقَ اس نے پیدا کیا	السَّمٰوٰتِ آسمان	وَالْاَرْضَ اور زمین	وَاَنْزَلَ اور اتارا	مِنَ السَّمَآءِ آسمان سے	مَآءً پانی	فَاَخْرَجَ پھر نکالا	
بِہٖ اس سے	مِنَ سے	الثَّمَرٰتِ پھل	رِزْقًا رزق	لَّکُمْ تمہارے لئے	وَسَخَّرَ اور مسخر کیا	لَکُمُ تمہارے لئے	الْفُلْکَ کشتی	لِتَجْرِیَ تاکہ چلے	فِی الْبَحْرِ دریا میں
بِاَمْرِہٖ اسکے حکم سے	وَسَخَّرَ اور مسخر کیا	لَکُمُ تمہارے لئے	الْاَنْھٰرَ نہریں	وَسَخَّرَ اور مسخر کیا	لَکُمُ تمہارے لئے	الشَّمْسَ سورج	وَالْقَمَرَ اور چاند		
دَآئِبَیْنِ ایک دستور پر چلنے والے	وَسَخَّرَ اور مسخر کیا	لَکُمُ تمہارے لئے	الَّیْلَ رات	وَالنَّھَارَ اور دن	وَاٰتٰکُمْ اور اس نے تمہیں دی	مِّنْ سے			
کُلِّ ہر چیز	مَا جو	سَاَلْتُمُوْہُ تم نے اس سے مانگی	وَاِنْ اور اگر	تَعُدُّوْا گننے لگو تم	نِعْمَتَ نعمت	اللّٰہِ اللہ	لَا تُحْصُوْھَا اسے شمار میں نہ لاسکو گے		
اِنَّ بیشک	الْاِنْسَانَ انسان	لَظَلُوْمٌ بیشک بڑا ظالم	کَفَّارٌ ناشکرا						

انعامات الٰہیہ

گذشتہ آیات میں کفار کی ناشکری کا ذکر تھا۔ پھر مؤمنین کو اقامۃ الصلوٰۃ اور انفاق فی سبیل اللہ کا حکم دے کر منعم حقیقی کی شکر گزاری کی ہدایت دی گئی تھی۔ اب آگے چند عظیم الشان نعمتوں کا ذکر کیا جاتا ہے جو ہر مومن و کافر کے حق میں عام ہیں تاکہ انہیں سن کر مومنین کو شکر گزاری کی مزید ترغیب ہو اور کفار بھی غور کریں تو اپنے دل میں شرمائیں کہ وہ کیسے بڑے منعم ومحسن شہنشاہ سے بغاوت کر رہے ہیں۔ اسی ضمن میں خدا تعالیٰ کی عظمت و وحدانیت کے دلائل بھی بیان ہوگئے تاکہ ممکن ہے کہ انہیں سن کر کوئی عاقل منصف کفر وشرکیات سے باز آجائے یا عظمت و جبروت کے نشانات میں غور کر کے اس کی گرفت اور سزا سے ڈر جائے چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ وہ اللہ جس کی نعمت کا کفران کیا جا رہا ہے۔ جس کی بندگی اور اطاعت سے منہ موڑا جا رہا ہے جس کے ساتھ زبردستی کے شریک ٹھہرائے جا رہے ہیں وہ وہی تو ہے۔ جس کی نعمتیں لامتناہی ہیں مثلاً اس نے آسمانوں اور زمین کو تمہارے فائدہ کے لئے بنایا۔ بادلوں سے مینہ برسایا۔ پھر بارش کے پانی سے تمہارے لئے طرح طرح کی چیزیں پیدا کیں جن میں سے کوئی کھانے اور پینے کے کام میں آتی ہیں کوئی پہننے اوڑھنے اور بچھانے کے اور کوئی دیگر ضروریات زندگی کے سرانجام دہی کے کام آتی ہیں۔ پھر پانی پر سفر کرنے کے لئے کشتی جہاز وغیرہ بنانا سکھایا۔ ایسی تدبیریں بتائیں کہ کشتیاں پانی میں غرق نہ ہوں۔ پھر کشتی اور جہاز بنانے کے لئے لکڑی لوہا وغیرہ

اسی نے پیدا کیے۔ بڑے سے بڑے اور عجیب سے عجیب بحری جہازوں کے موجد بھی اس پر ناز نہیں کر سکتے کہ یہ ہم نے ایجاد کی ہے یا بنائی ہے کیونکہ جن چیزوں سے ان میں کام لیا گیا ہے مثلاً لوہا' لکڑی' تانبا' پیتل وغیرہ ان میں سے کون سی چیز تم نے پیدا کی ہے۔ خالق کائنات کی پیدا کی ہوئی لکڑی ولوہے وغیرہ میں تصرفات کر کے یہ ایجاد کا سہرا انسان نے اپنے سر رکھ لیا اور نہ غور کیجئے اور حقیقت کو دیکھئے تو خود انسان کا اپنا وجود اس کے ہاتھ پاؤں' اس کی عقل ودماغ یہ خود اس کا بنایا ہوا تو نہیں۔ اسی کو یہاں فرمایا کہ اللہ جل شانہٗ نے کشتیوں اور جہازوں کو تمہارے کام میں لگا دیا کہ وہ اللہ کے حکم سے دریاؤں اور سمندروں میں چلتے پھرتے ہیں۔ پھر نہروں کو تمہارے بس میں کر دیا۔ جدھر چاہتے ہو لے جاتے ہو۔ ان سے طرح طرح کے کام لیتے ہو۔ مثلاً آبپاشی کرتے ہو۔ چکیاں چلاتے ہو۔ بجلی بنا کر اس سے بکثرت سامان ضرورت فراہم کرتے ہو۔ پھر چاند اور سورج کو تمہارے فائدہ کے لئے ایک خاص چال سے چلایا۔ اگر ان کی چال بگڑ جائے تو انتظام عالم بگڑ جائے۔ نہ پھلوں میں پختگی آئے نہ کھیتیاں پکیں نہ عالم کو گرمی اور خشکی میسر آئے۔ نہ زمین کی رطوبتیں خشک ہوں۔ بکثرت بیماریاں پھیل جائیں۔ بارش بالکل نہ ہو وغیرہ وغیرہ پھر رات اور دن کو تمہارے کام میں لگا رکھا ہے۔ رات اپنے وقت پر آتی ہے اور دن اپنے وقت پر۔ رات میں بھی تمہارے سامان زندگی کی فراہمی ہوتی ہے اور دن میں بھی کاروبار حیات کی تکمیل ہوتی ہے۔ پھر یہ تو کھلی ہوئی نعمتیں ہیں اور انہی پر کیا منحصر ہے تمہاری زندگی کے لئے جو جو کچھ مطلوب تھا مہیا کیا۔ تمہاری فطرت کی ہر مانگ پوری کی تمہاری بقا کے لئے جن جن وسائل کی ضرورت تھی سب پورے کئے گویا تم نے اپنی زبان قال یا حال سے جو مانگا اور جن چیزوں کی تمہاری بقاء زندگی کو ضرورت ہوئی وہ سب خدا تعالیٰ نے تم کو عطا کیں۔ پھر محسوس نعمتوں کے علاوہ نیم محسوس اور غیر محسوس انعامات اس قدر ہیں کہ شمار کرو تو گن نہ سکو۔

انسان کی ناشکری واحسان فراموشی

اللہ تعالیٰ کی نعمتیں انسان پر اتنی ہیں کہ سب انسان مل کر ان کو شمار کرنا چاہیں تو شمار میں بھی نہیں آ سکتیں۔ غور کیجئے اول تو انسان کا اپنا وجود ہی خود ایسا ہے کہ اس کے آنکھ' کان' ناک' ہاتھ' پاؤں' معدہ' جگر' دل' دماغ بلکہ بدن کے ہر جوڑ اور رگ و ریشہ میں رب العزت کی غیر متناہی نعمتیں مستور ہیں۔ پھر آسمان اور زمین کے درمیان کی مخلوقات سمندروں اور پہاڑوں کی مخلوقات آج جدید تحقیقات کے ماہر بھی اس کا احاطہ نہیں کر سکے۔ پھر نعمتوں میں یہ مادی اور حسی نعمتیں ہی داخل نہیں بلکہ انسان کا دکھ' درد' مرض' تکلیف' مصیبت پریشانی' رنج وغم سے محفوظ رہنا یہ ہر ایک الگ الگ مستقل نعمت ہے۔ غرضکہ اللہ تعالیٰ کے تمام اور پورے عطیات' انعامات اور احسانات کا شمار اور اندازہ کس سے ہو سکتا ہے۔ لیکن انسان بڑا ظالم' بڑا احق ناشناس اور ناشکرا ہے۔ اول تو نعمت دینے والے کو پہچانتا ہی نہیں۔ غافل ہے۔ دوسرے منعم حقیقی کو چھوڑ کر دوسروں کی طرف جھکتا ہے۔ انہی کو نعمت دینے والا خیال کرتا ہے۔ جنس انسان میں بہتیرے بے انصاف اور ناسپاس ہیں جو اتنے بے شمار احسانات دیکھ کر بھی منعم حقیقی کا حق نہیں پہچانتے حالانکہ انصاف کا تقاضا یہ تھا کہ بے شمار نعمتوں کے بدلہ میں بے شمار عبادات اور بے شمار شکر لازم اور واجب ہوتا مگر اللہ جل شانہٗ نے اپنی کریمی ورحیمی سے اس میں بھی اس ضعیف الخلقت انسان کی رعایت فرمائی کہ اگر یہ حقیقت پر نظر کر کے اعتراف کر لے کہ شکر واجب سے سبکدوش ہونا اس کی قدرت میں نہیں تو حق تعالیٰ اپنے کرم وعنایت سے اسی اعتراف کو ادائے شکر کے قائم مقام قرار دے دیتے ہیں۔ (معارف القرآن مفتی صاحبؒ)

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ﴿۳۵﴾

اور جب کہ ابراہیمؑ نے کہا اے میرے رب اس شہر (مکہ) کو امن والا بنا دیجئے۔ اور مجھ کو اور میرے خاص فرزندوں کو بتوں کی عبادت سے بچائے رکھیئے۔

رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ عَصَانِيْ

اے میرے پروردگار ان بتوں نے بہتیرے آدمیوں کو گمراہ کر دیا پھر جو شخص میری راہ پر چلے گا وہ تو میرا ہی ہے۔ اور جو شخص میرا کہنا نہ مانے

فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۶﴾

سو آپ تو کثیر المغفرت کثیر الرحمت ہیں۔

وَاِذْ اور جب	قَالَ کہا	اِبْرٰهِيْمُ ابراہیمؑ	رَبِّ اے میرے رب	اجْعَلْ بنا دے	هٰذَا الْبَلَدَ یہ شہر	اٰمِنًا امن کی جگہ
وَّاجْنُبْنِيْ اور مجھے دور رکھ	وَبَنِيَّ اور میری اولاد	اَنْ کہ	نَّعْبُدَ ہم پرستش کریں	الْاَصْنَامَ بت	رَبِّ اے میرے رب	اِنَّهُنَّ بیشک وہ
اَضْلَلْنَ انہوں نے گمراہ کیا	كَثِيْرًا بہت	مِّنَ سے	النَّاسِ لوگ	فَمَنْ پس جو	تَبِعَنِيْ میری پیروی کی	فَاِنَّهٗ بیشک وہ / مِنِّيْ مجھ سے
	وَمَنْ اور جو	عَصَانِيْ میری نافرمانی کی	فَاِنَّكَ تو بیشک تو	غَفُوْرٌ بخشنے والا	رَحِيْمٌ نہایت مہربان	

کفار مکہ کو دعوت توحید

کفار مکہ اور سرداران قریش جن کی ناشکر گزاری اور شرک و کفر اور کفران نعمت کا بیان گذشتہ آیات میں ذکر ہوا تھا۔ انہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ یاد دلا کر متنبہ کیا جاتا ہے کہ تم جن کی اولاد میں ہونے کی وجہ سے کعبۃ اللہ اور حرم شریف کے مجاور بنے بیٹھے ہو انہوں نے اس کعبہ کی بنیاد خالص توحید پر رکھی تھی ان ہی کی دعاؤں سے خدا تعالیٰ نے یہ شہر مکہ آباد کیا اور پتھریلے ریگستان میں ظاہری و باطنی نعمتوں کے ڈھیر لگا دیئے۔ وہ دنیا سے یہی دعائیں اور وصیتیں کرتے رخصت ہوئے کہ ان کی اولاد شرک کا طریقہ اختیار نہ کرے۔ اب تم کو سوچنا اور شرمانا چاہیئے کہ کہاں تک ان کی وصایا کا پاس کیا یا ان کی دعا سے حصہ پایا اور کس حد تک خدا تعالیٰ کے احسانات پر شکر گزار ہوئے مشرکین مکہ مدعی تھے کہ ہم ملت ابراہیمی کے پیرو ہیں۔ اس لئے ان کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعائیں سنائی جا رہی ہیں تاکہ مکہ اور اس کے اطراف کے ناشکر کفار کو جو ابراہیمی ہونے کا دعویٰ کرتے تھے یہ معلوم ہو کہ تم حضرت ابراہیمؑ کی دعا کی برکت سے مکہ میں امن سے بیٹھے ہو۔ یہاں کوئی مار دھاڑ قتل و قتال نہیں کرتا۔ انہی کی دعا سے اس خشک ملک میں میوہ اور پھل اور تازہ ترکاریاں کھاتے ہو۔ انہی کی دعا کی برکت سے لوگ تمہاری طرف آتے ہیں۔ پھر تم کیسے نا اہل اولاد ہو جو خدا کی ناشکری اور اس کے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نافرمانی کر رہے ہو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام جب حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ حضرت ہاجرہ کو مکہ کے بیابان ریگستان میں اللہ کے حکم سے چھوڑ کر چلے تو بارگاہ الٰہی میں دعا کی اور سب سے پہلے آپ نے التجا کی کہ پروردگار اس جگہ کو مقام امن بنا دے۔ یعنی اس زمین کو آباد کر دے اور یہاں قتل و غارت کو حرام کر دے چنانچہ مکہ آباد ہوا اور قتل و غارت یہاں تک کہ وحشی جانوروں اور پرندوں کا شکار اور سبزہ درخت کا کاٹنا بھی حرم کے اندر ممنوع قرار پایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے لے کر اب تک یہی قانون جاری ہے اور جاہلیت میں بھی کسی نے اس قانون کو منسوخ نہیں کیا۔ بعض مفسرین نے مقام امن سے محفوظ مقام مراد لیا ہے یعنی ایسا مقام جس کو کوئی جابر ظالم منہدم اور غارت نہ

کر سکے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش مبارک سے پہلے ابرہہ شاہ یمن نے مکہ پر لشکر کشی کی۔ ہاتھیوں کی ایک جماعت بھی ساتھ لایا تا کہ کعبہ کو ڈھا دے مگر غیبی طاقت نے اس کو برباد کر دیا اور کعبہ محفوظ رہا۔ جس کا ذکر تیسویں پارہ کی سورۂ اَلَمْ تَرَ کَیْفَ میں فرمایا گیا ہے۔ دوسری دعا حضرت ابراھیم علیہ السلام نے یہ مانگی کہ پروردگار مجھے اور میری اولاد کو شرک یعنی بتوں کی پرستش سے محفوظ رکھنا۔ یہ پتھر کی مورتیاں بہت آدمیوں کے گمراہی کا سبب ہوئیں سو جس نے توحید خالص کا راستہ اختیار کیا اور میری بات مانی وہ میری جماعت میں شامل ہے۔ جس نے کہنا نہ مانا اور ہمارے راستہ سے الگ ہو گیا تو آپ اپنی بخشش اور مہربانی سے اس کو توبہ کی توفیق دے سکتے ہیں۔ آپ کی مہربانی ہو تو وہ ایمان لا کر اپنے کو رحمت خصوصی اور نجات ابدی کا مستحق بنا سکتا ہے۔ اے رب بلاشبہ تو بخشنے والا مہربان ہے یعنی تو رحمت و مغفرت پر قادر ہے کہ ان نافرمانوں کو توبہ کی توفیق دے دے اور کفر سے نکال کر اسلام میں داخل کر دے۔

اہم وضاحت

یہاں یہ بات سمجھ لیجئے کہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق کا اختیار ہے وہ اگر چاہے تو کافروں کو بھی بخش دے لیکن اس نے خبر دے دی کہ مشرک اور کافر اور منافق کو نہیں بخشے گا۔ مگر اس کی قدرت اور اس کا اختیار ویسا ہی ہے۔

(معارف القرآن کاندھلویؒ)

حضرت ابراھیم علیہ السلام کی دو دعائیں

یہاں حضرت ابراھیم علیہ السلام کی دو دعاؤں کا ذکر ہوا۔ ایک تو یہ کہ اس شہر مکہ کو مقام امن بنا دیجئے کہ جو اس میں داخل ہو وہ مامون و محفوظ ہو جائے۔ یعنی اس کو حرم محترم بنا دیجئے دوسری دعا یہ فرمائی کہ مجھ کو اور میری اولاد کو سب کو بت پرستی سے دور رکھئے اس دوسری دعا کے متعلق حضرات مفسرین علمائے کرام نے لکھا ہے کہ انبیاء کرام تو شرک اور معصیت سے محفوظ اور معصوم ہوتے ہیں اور حضرت ابراھیم علیہ السلام کو معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو اور میری صلبی اولاد یعنی حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق علیہ السلام کو بت پرستی سے محفوظ رکھے گا۔ پھر یہ دعا کس لئے فرمائی۔ اس کی وجہ یا تو یہ ہے کہ طبعی خوف کے اثر سے انبیاء بھی ہر وقت اپنے کو خطرہ میں محسوس کرتے رہتے ہیں یا یہ کہ اصل مقصود اپنی اولاد کو شرک و بت پرستی سے بچانے کی دعا کرنا تھا۔ اولاد کو اس کی اہمیت سمجھانے کے لئے اپنے آپ کو شامل دعا فرما لیا اور یہ دعا اس لئے بھی فرمائی کہ انبیاء کی معصومیت اور محفوظیت خود ان کی پیدا کی ہوئی نہیں اور طبعی اور ذاتی امر نہیں بلکہ اللہ جل شانہٗ کی عصمت اور اس کی حفاظت اور اس کی تائید اور توفیق پر ہے۔ تو مطلب دعاء سے یہ تھا کہ اے اللہ مجھ کو اور میری اولاد کو توحید خالص پر قائم اور ثابت قدم رکھیئے۔ اور براہ لطف و کرم شرک جلی اور خفی سے دور رکھیئے۔ چنانچہ یہ دعاء ابراہیمی بھی قبول ہوئی اور آپ کے صلبی بیٹے یا جو بیٹے اس دعا کے وقت موجود تھے وہ سب شرک سے محفوظ رہے۔ (معارف القرآن از حضرت کاندھلویؒ)

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو بھی توحید حقیقی کی دولت عطا فرمائیں اور ہم کو اور ہماری اولاد اور نسلوں کو ہر طرح کے شرک ظاہری و باطنی سے محفوظ فرمائیں۔ یا اللہ وہ شہر مکہ جس کے امن کے لئے حضرت ابراھیم علیہ السلام نے دعا فرمائی تھی اس کی عزت و حرمت کو بلند فرما اور اس کی عزت کرنے والوں کو بھی عزت و عظمت عطا فرما۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

رَبَّنَآ اِنِّیٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِیْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا

اے ہمارے رب میں اپنی اولاد کو آپ کے معظم گھر کے قریب ایک میدان میں جو زراعت کے قابل نہیں آباد کرتا ہوں اے ہمارے رب تا کہ وہ لوگ نماز کا اہتمام رکھیں

الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ

تو آپ کچھ لوگوں کے قلوب ان کی طرف مائل کر دیجئے۔اور ان کو پھل کھانے کو دیجئے۔تاکہ یہ لوگ شکر کریں۔

يَشْكُرُوْنَ ﴿۳۷﴾ رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِیْ وَمَا نُعْلِنُ ؕ وَمَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ فِی الْاَرْضِ

اے ہمارے رب آپ کو تو سب کچھ معلوم ہے جو ہم اپنے دل میں رکھیں اور جو ظاہر کر دیں اور اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز بھی مخفی نہیں نہ زمین میں

وَلَا فِی السَّمَآءِ ﴿۳۸﴾ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَهَبَ لِیْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبِّیْ لَسَمِيْعُ

اور نہ آسمان میں تمامی حمد خدا کیلئے ہے جس نے مجھ کو بڑھاپے میں اسمٰعیلؑ اور اسحٰقؑ عطا فرمائے۔حقیقت میں میرا رب دُعا کا بڑا سننے والا ہے۔

الدُّعَآءِ ﴿۳۹﴾ رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِیْ ۖ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ﴿۴۰﴾ رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ

اے میرے رب مجھ کو بھی نماز کا اہتمام کرنے والا رکھیئے اور میری اولاد میں بھی بعضوں کو۔اے ہمارے رب اور میری دُعا قبول کیجئے۔اے ہمارے رب میری مغفرت کر دیجئے

وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ﴿۴۱﴾

اور میرے ماں باپ کی بھی اور کل مؤمنین کی بھی حساب قائم ہونے کے دن۔

رَبَّنَا اے ہمارے رب	اِنِّیْ بیشک میں	اَسْكَنْتُ میں نے بسایا	مِنْ سے	ذُرِّيَّتِیْ اپنی اولاد	بِوَادٍ میدان	غَيْرِ بغیر	ذِیْ زَرْعٍ کھیتی والی	
عِنْدَ نزدیک	بَيْتِكَ تیرا گھر	الْمُحَرَّمِ احترام والا	رَبَّنَا اے ہمارے رب	لِيُقِيْمُوا تا کہ قائم کریں	الصَّلٰوةَ نماز	فَاجْعَلْ پس کردے		
اَفْئِدَةً دل	مِنَ سے	النَّاسِ لوگ	تَهْوِیْٓ وہ مائل ہوں	اِلَيْهِمْ ان کی طرف	وَارْزُقْهُمْ اور انہیں رزق دے	مِنَ سے	الثَّمَرٰتِ پھل	
لَعَلَّهُمْ تاکہ وہ	يَشْكُرُوْنَ شکر کریں	رَبَّنَا اے ہمارے رب	اِنَّكَ بیشک	تَعْلَمُ تو جانتا ہے	مَا نُخْفِیْ جو ہم چھپاتے ہیں	وَمَا اور جو		
نُعْلِنُ ہم ظاہر کرتے ہیں	وَمَا اور نہیں	يَخْفٰى چھپی ہوئی	عَلَى اللّٰهِ اللہ پر	مِنْ سے	شَیْءٍ چیز	فِی الْاَرْضِ زمین میں	وَلَا اور نہ	فِی میں
السَّمَآءِ آسمان	اَلْحَمْدُ تمام تعریفیں	لِلّٰهِ اللہ کیلئے	الَّذِیْ وہ جو	وَهَبَ لِیْ بخشا مجھے	عَلَى پر	الْكِبَرِ بڑھاپا	اِسْمٰعِيْلَ اسمٰعیل	وَاِسْحٰقَ اور اسحٰق
اِنَّ بیشک	رَبِّیْ میرا رب	لَسَمِيْعُ البتہ سننے والا	الدُّعَآءِ دُعا	رَبِّ اے میرے رب	اجْعَلْنِیْ مجھے بنا تو	مُقِيْمَ قائم کرنے والا	الصَّلٰوةِ نماز	
وَمِنْ اور سے	ذُرِّيَّتِیْ میری اولاد	رَبَّنَا اے ہمارے رب	وَتَقَبَّلْ اور قبول فرما	دُعَآءِ دُعا	رَبَّنَا اے ہمارے رب	اغْفِرْ لِیْ مجھے بخشدے		
وَلِوَالِدَیَّ اور میرے ماں باپ کو	وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ اور مومنوں کو	يَوْمَ جس دن	يَقُوْمُ قائم ہوگا	الْحِسَابُ حساب				

حضرت ابراھیم علیہ السلام کی مزید دعائیں

گذشتہ آیات سے سلسلہ کلام اس طرح چل رہا تھا کہ کفار مکہ اور رؤسائے قریش کو حضرت ابراھیم علیہ السلام کا قصہ یاد دلا کر متنبہ کیا گیا تھا کہ تم جن کی اولاد میں ہونے کی وجہ سے کعبۃ اللہ اور حرم شریف میں امن وامان سے بیٹھے ہو۔انہوں نے اس کعبہ کی بنیاد خالص توحید پر رکھی

تھی۔ ان ہی کی دعاؤں سے خدا تعالیٰ نے یہ شہر مکہ آباد کیا اور ساکنان ارض حرم کو طرح طرح کی ظاہری و باطنی نعمتوں سے نوازا۔ حضرت ابراہیمؑ تو دنیا سے یہی دعائیں اور وصیتیں کرتے ہوئے رخصت ہوئے کہ ان کی اولاد شرک کا طریقہ اختیار نہ کرے۔

اب ان آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مزید دعاؤں کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ اس وقت سرزمین مکہ کے چاروں طرف دور دور تک چٹیل ریگستان، خشک پہاڑیاں اور بے آب و گیاہ میدان تھا۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے بحکم الٰہی جب وہاں حضرت اسماعیل علیہ السلام اور آپ کی والدہ حضرت ہاجرہ کو چھوڑا تو باقتضائے بشریت دو خیال پیدا ہوئے اول تو یہ کہ یہاں دور تک کوئی آدمی نہیں ان کا دل گھبرائے گا وحشت ہو گی دوسرے یہ کہ اس لق ودق بیابان میں ظاہری سامان کھانے پینے کا نہیں اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعاء فرمائی کہ اے پروردگار میں نے اپنی ایک اولاد کو اس بنجر اور چٹیل میدان میں تیرے حکم سے تیرے معظم اور محترم گھر کے پاس بسایا ہے تا کہ یہ اور اس کی نسل تیرے گھر کا حق ادا کریں۔ تو اپنے فضل سے کچھ لوگوں کے دل ادھر متوجہ کر دے کہ وہ یہاں آئیں جس سے تیری عبادت ہو اور شہر کی رونق بڑھے نیز ان کی روزی اور دلجمعی کے لئے غیب سے ایسا سامان فرما دے کہ غلہ اور پانی جو ضروریات زندگی ہیں ان سے گزر کر عمدہ میووں اور پھلوں کی یہاں افراط ہو جائے تا کہ یہ لوگ اطمینان قلب کے ساتھ تیری عبادت اور شکر گزاری میں لگے رہیں۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے یہ دعا بھی قبول فرمائی آج تک ہر سال لاکھوں آدمی مشرق و مغرب سے کھنچ کھنچ کر وہاں پہنچتے ہیں اور اعلیٰ قسم کے میوے اور پھلوں کی مکہ میں وہ افراط ہے کہ جو شاید کہیں ہو حالانکہ خود مکہ میں ایک بھی ثمردار درخت موجود نہ ہو گا۔ بعض سلف سے منقول ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا میں اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ فرمایا یعنی کچھ آدمیوں کے قلوب ان کی طرف مائل کر دیجئے اگر کچھ کا لفظ نہ فرماتے تو مشرق و مغرب کے تمام انسان یہاں تک کہ یہودی اور عیسائی بھی کعبہ کی طرف جھک پڑتے۔

آگے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاء کا مضمون جاری ہے کہ اے ہمارے رب آپ سب جانتے ہیں جو کچھ کہ ہم ظاہر کرتے ہیں یا جو کچھ ہم پوشیدہ کرتے ہیں۔ زمین و آسمان کی کوئی چیز آپ سے پوشیدہ نہیں اس لئے آپ جانتے ہیں کہ جو باتیں میں نے عرض کی ہیں وہی میرا مقصود ہے اور کوئی بات بناوٹ کی نہیں ہے۔ پس آپ میری ان درخواستوں کو قبول فرمائیے۔ آگے کچھ دعائیں اور عرض کی گئی ہیں۔ بیچ میں حق تعالیٰ کی بعض نعمتوں پر حمد و شکر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ادا کیا تا کہ شکر کی برکت سے ان دعاؤں کو قبولیت نصیب ہو چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اس اللہ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے مجھے بڑھاپے میں اسحاق۔ سارہ کے بطن سے اور اسماعیل ہاجرہ کے بطن سے غیر متوقع طور پر عطا کئے۔ تو جیسے اولاد کے متعلق آپ نے میری دعاء سنی اور قبول فرمائی یہ دعائیں بھی قبول فرمائیے۔ اے میرے رب آپ مجھے بھی نمازوں کا قائم رکھنے والا بنائیں اور میری اولاد میں ایسے لوگ ہوتے رہیں جو نمازوں کو ٹھیک طور پر قائم رکھیں۔ اے میرے رب میری سب دعائیں قبول فرمائیے اور پھر اخیر میں یہ دعا فرمائی کہ اے ہمارے پروردگار حساب کے دن یعنی قیامت کے روز میری مغفرت کر دیجئے اور میرے ماں باپ کی اور کل مومنین کی بھی۔

آداب دعا

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا بتا رہی ہے کہ دعا میں ایک خاص ترتیب کا لحاظ رکھنا چاہئے۔ سب سے پہلے انسان اپنی ذات کے لئے دعا کرے۔ پھر قریب ترین تعلق رکھنے والوں کے لئے پھر اہل ایمان کیلئے جیسا کہ رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ

یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ سے تعلیم ملتی ہے۔

دعاء ابراہیمی

پھر حضرت خلیل علیہ السلام نے شروع دعاء میں اپنے بچہ اور اس کی والدہ کی بے بسی کا ذکر کرنے کے بعد سب سے پہلے جو دعاء کی وہ لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ ہے۔ یعنی ان کو نماز کا پابند بنادے کیونکہ نماز دنیا وآخرت کی تمام خیرات وبرکات کے لئے جامع ہے اس سے معلوم ہوا کہ اولاد کے حق میں اس سے بڑی کوئی ہمدردی اور خیر خواہی نہیں کہ ان کو نماز کا پابند بنادیا جائے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی دعا میں اَفْئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ فرمایا یعنی کچھ لوگوں کے قلوب ان کی طرف مائل کردیجئے۔ سب لوگوں کے قلوب مائل ہوجانے کی دعانہیں فرمائی۔ امام تفسیر حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ اگر دعامیں کہہ دیا جاتا کہ تمام لوگوں کے قلوب مائل کردیجئے تو ساری دنیا کے مسلم غیر مسلم یہود ونصاریٰ اور مشرق و مغرب کے سب آدمی مکہ پر ٹوٹ پڑتے جو باعث زحمت ہوجاتا اس حقیقت کے پیش نظر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعامیں یہ فرمایا کہ کچھ لوگوں کے قلوب مائل کردیجئے۔

آخر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ جامع دعاء کہ اے میرے پروردگار میری اور میرے والدین کی اور تمام مومنین کی مغفرت فرما اس دن جبکہ محشر میں تمام زندگی کے اعمال کا حساب لیا جائیگا۔

اب یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے لئے اور مومنین کے لئے دعاء مغفرت کرنا تو ایک صاف اور سیدھی بات ہے البتہ شبہ اس میں ہوسکتا ہے کہ اپنے کافر باپ کے حق میں دعائے مغفرت کیسے کردی؟ مفسرین نے اس کا جواب لکھا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ یہ دعاء اس وقت کی ہو جبکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کافروں کی سفارش اور دعاء مغفرت سے منع نہیں کیا گیا تھا۔ یا اگر یہ دعا آپ نے باپ کی زندگی میں کی تھی تو آپ کی مراد یہی ہوگی کہ باپ کو توفیق ہدایت دے کر ان کی مغفرت کا سامان کردیا جائے واللہ اعلم بالصواب۔

ان آیات سے دعاء کے آداب یہ معلوم ہوئے کہ لفظ ربنا کے ساتھ دعا مانگنی چاہئے اور دعا بار بار الحاح وزاری کے ساتھ کی جائے اور اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بھی کی جائے اس طرح دعا کی قبولیت کی بڑی امید ہوتی ہے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس مقبول دعا میں ہم کو بھی شامل فرمائیں اور یوم حساب میں ہماری اور ہمارے والدین کی اور جملہ مؤمنین ومؤمنات کی مغفرت فرمائیں۔

یا اللہ! حرم مکہ کی عزت وعظمت کو قائم اور دائم رکھیئے اور اس کی عزت وعظمت کرنے والوں کو بھی عزت عطا فرمایئے۔

یا اللہ! ہمارے دلوں کو کعبہ ابراہیمی کی طرف مائل فرما اور ہم کو اپنے اس بیت عتیق کی زندگی میں زیارت نصیب فرما اور جن کو یہ شرف نصیب ہوچکا ہے ان کو پھر بار بار وہاں کی حاضری نصیب فرما۔

یا اللہ! ہم کو اور ہماری اولاد اور نسلوں کو نماز کا قائم رکھنے والا بنایئے۔ اور دین ودنیا دونوں جہان کی صلاح وفلاح نصیب فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۬ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ﴿۴۲﴾

اور (اے مخاطب) جو کچھ یہ ظالم لوگ کر رہے ہیں اُس سے خدائے تعالیٰ کو بے خبر مت سمجھ ان کو صرف اس روز تک مہلت دے رکھی ہے جس میں اُن لوگوں کی نگاہیں پھٹی رہ جاویں گی۔

مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْئِدَتُهُمْ هَوَآءٌ ﴿۴۳﴾ وَاَنْذِرِ

دوڑتے ہوں گے اپنے سر اوپر اُٹھا رکھے ہوں گے۔ اُن کی نظر اُن کی طرف ہٹ کر نہ آوے گی اور اور اُن کے دِل بہت بدحواس ہوں گے۔ اور آپ

النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ

ان لوگوں کو اس دن سے ڈرائیے جس دن اُن پر عذاب آ پڑے گا۔ پھر یہ ظالم لوگ کہیں گے کہ اے ہمارے رب ایک مدت قلیل تک ہم کو مہلت دے دیجئے ہم آپ کا

دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ؕ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ﴿۴۴﴾ وَّسَكَنْتُمْ

سب کہنا مان لیں گے اور پیغمبروں کا اتباع کریں گے کیا تم نے اس کے قبل قسمیں نہ کھائی تھیں کہ تم کو کہیں جانا ہی نہیں ہے حالانکہ تم اُن پہلے لوگوں کے رہنے کی جگہوں میں رہتے تھے

فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ ﴿۴۵﴾

جنہوں نے اپنی ذات کا نقصان کیا تھا اور تم کو یہ بھی معلوم ہوگیا تھا کہ ہم نے اُن کے ساتھ کیونکر معاملہ کیا تھا اور ہم نے تم سے مثالیں بیان کیں۔

وَلَا اور نہ	تَحْسَبَنَّ تم ہرگز گمان کرنا	اللّٰهَ اللہ	غَافِلًا بے خبر	عَمَّا اس سے جو	يَعْمَلُ وہ کرتے ہیں	الظّٰلِمُوْنَ ظالم	اِنَّمَا صرف	يُؤَخِّرُهُمْ انہیں مہلت دیتا ہے
لِيَوْمٍ اس دن تک	تَشْخَصُ کھلی رہ جائیں گی	فِيْهِ اس میں	الْاَبْصَارُ آنکھیں	مُهْطِعِيْنَ وہ دوڑتے ہوں گے	مُقْنِعِيْ اٹھائے ہوئے			
رُءُوْسِهِمْ اپنے سر	لَا يَرْتَدُّ نہ لوٹ سکیں گی	اِلَيْهِمْ ان کی طرف	طَرْفُهُمْ اُن کی نگاہیں	وَاَفْئِدَتُهُمْ اور اُن کے دل	هَوَآءٌ اُڑے ہوئے			
وَاَنْذِرِ اور ڈراؤ	النَّاسَ لوگ	يَوْمَ وہ دن	يَاْتِيْهِمُ ان پر آئیگا	الْعَذَابُ عذاب	فَيَقُوْلُ تو کہیں گے	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	ظَلَمُوْا انہوں نے ظلم کیا	
رَبَّنَا اے ہمارے رب	اَخِّرْنَا ہمیں مہلت دے	اِلٰى طرف	اَجَلٍ ایک دن	قَرِيْبٍ تھوڑی	نُجِبْ ہم قبول کرلیں	دَعْوَتَكَ تیری دعوت		
وَنَتَّبِعِ اور ہم پیروی کریں	الرُّسُلَ رسول	اَوَ یا	لَمْ تَكُوْنُوْا تم نہ تھے	اَقْسَمْتُمْ تم قسمیں کھاتے	مِنْ قَبْلُ اس سے قبل	مَا لَكُمْ تمہارے لئے نہیں		
مِنْ زَوَالٍ کوئی زوال	وَسَكَنْتُمْ اور تم رہے تھے	فِيْ میں	مَسٰكِنِ گھر	الَّذِيْنَ جن لوگوں	ظَلَمُوْا نے ظلم کیا تھا	اَنْفُسَهُمْ اپنی جانوں پر		
وَتَبَيَّنَ اور ظاہر ہوگیا	لَكُمْ تم پر	كَيْفَ کیسا	فَعَلْنَا ہم نے کیا	بِهِمْ ان سے	وَ اور	ضَرَبْنَا ہم نے بیان کیں	لَكُمْ تمہارے لئے	الْاَمْثَالَ مثالیں

خدائی گرفت میں ڈھیل سے غفلت میں نہ پڑو

اس آخری رکوع میں ان آیات میں حق تعالیٰ متنبہ فرماتے ہیں کہ اگر ظالموں یعنی کفار و مشرکین کو سزا ملنے میں کچھ دیر ہو تو اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ خدا ان کی حرکات سے بے خبر ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان ظالموں کا کوئی چھوٹا بڑا کام خدا سے پوشیدہ نہیں۔ البتہ خدا تعالیٰ کی یہ عادت نہیں کہ مجرم کو فوراً پکڑ کر تباہ کردے۔ وہ بڑے سے بڑے ظالم کو مہلت دیتا ہے کہ یہ یا تو اپنے جرائم سے باز آ جائے یا پھر ارتکاب جرائم میں اس حد تک پہنچ جائے کہ قانونی حیثیت سے اس کے مستحق سزا ہونے میں کسی طرح کی کوئی کسر باقی نہ رہے۔ تو معلوم ہوا کہ ان معاند کافروں کو جو فوراً سزا نہیں مل رہی ہے تو یہ اس لئے ہرگز نہیں کہ حق تعالیٰ انکی طرف سے غافل ہیں اس کا

تو احتمال بھی نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مصالح کی بنا پر جزا و سزا کو ایک وقت مقرر کے لئے اٹھا رکھا ہے۔ یعنی یوم حشر کیلئے اس کے بعد یوم حشر کی ہولناکی اور دہشت انگیزی کا منظر پیش کیا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ اس روز یعنی قیامت کے دن ہول اور دہشت سے ان ظالموں کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔ اور محشر میں سخت پریشانی اور خوف و حیرت سے اوپر کو سر اٹھائے ٹکٹکی باندھے گھبرائے ہوئے چلے آئیں گے۔ جدھر نظر اٹھ گئی ادھر سے ہٹے گی نہیں۔ ہکا بکا ہو کر ایک طرف دیکھتے ہوں گے۔ ذرا پلک بھی نہ جھپکے گی۔ دلوں کا حال یہ ہوگا کہ عقل و فہم اور بہتری کی امید سے یکسر خالی اور دہشت و خوف کی زیادتی سے اڑے جا رہے ہوں گے۔ غرض ظالموں کے لئے وہ سخت حسرتناک اور ہیبت ناک وقت ہوگا۔

ناکام حسرت

حشر میں جب حقائق کا انکشاف ہو جائے گا اور غفلت کے پردہ ہر طرح چاک ہو جائیں گے تو یہ بدنصیب ظالم عرض کریں گے کہ خدایا اب ہم نے خوب مزہ چکھ لیا اب ایک بار پھر ہمیں مہلت حیات عطا ہو کہ ہم دنیا میں جا کر از سر نو زندگی بسر کریں اور اپنی پوری فرمانبرداری اور اطاعت شعاری کا ثبوت دیں۔ ان کے جواب میں ارشاد ہوگا کہ دنیا میں رہنے کی تمہیں مہلت قلیل تو نہیں بلکہ مدت طویل ملی تھی پھر تم نے اس سے کیا فائدہ اٹھایا بلکہ تم تو الٹے قسمیں کھا کھا کر بڑے زور اور دعوے کے ساتھ کہا کرتے تھے کہ یہ حشر و نشر کا قصہ سب ڈھکوسلا ہے۔ وجود جو کچھ ہے صرف اسی مادی دنیا اور اسی مادی زندگی سے ہے۔ اس کے آگے کچھ بھی نہیں۔ مزید حق تعالیٰ کی طرف سے جواب میں کہا جائے گا کہ تمہارے پچھلے ان ہی بستیوں میں یا ان کے آس پاس آباد ہوئے۔ جہاں اگلے ظالم سکونت رکھتے تھے اور انہی کی عادات و اطوار اختیار کیں۔ حالانکہ تاریخی روایات و حکایات اور متواتر خبروں سے ان پر روشن ہو چکا تھا کہ ہم اگلے ظالموں کو کیسی کچھ سزا دے چکے ہیں اور ہم نے گذشتہ امتوں کے یہ قصے کتب سماویہ میں درج کر کے انبیاء علیہم السلام کی زبانی ان کو آگاہ بھی کر دیا تھا مگر انہیں ذرہ بھر عبرت نہ ہوئی۔ اسی سرکشی عناد اور عداوت حق پر اڑے رہے۔

خلاصہ یہ کہ کفار و مشرکین کو دنیا میں سمجھایا گیا تھا کہ جن باتوں کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے وہ ناممکن نہیں ہیں اور وہ ایک دن اسی طرح پیش آنی ہیں مگر انہوں نے ایک نہ سنی اور ان کی قیامت میں یہ درخواست کہ ہم دنیا میں ایک مرتبہ پھر بھیج دیئے جائیں نامنظور ہوگی اور وہ اپنے کیئے کی سزا کو پہنچائے جائیں گے۔

غفلت شعاروں کے لئے تنبیہ

اب یہاں بظاہر خطاب کفار و مشرکین کی طرف ہے اس میں امت کے ان غفلت شعار اور آخرت سے لاپروا ہو کر زندگی گزارنے والوں کے لئے بھی تنبیہ و ہدایت ہے کہ وہ ان آیات کو سن کر ہوش میں آ جائیں اور اس دنیا کی زندگی کی اہمیت اور قدر و قیمت کو جان لیں کہ بس یہی موقع ہے کہ اللہ و رسول کی اطاعت و فرمانبرداری اختیار کر لیں ورنہ پھر آخرت میں پچھتانے اور حسرت و افسوس سے کیا حاصل ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہماری آنکھیں اس دنیا میں آخرت کی طرف سے کھول دیں اور غفلت کے پردوں کو چاک فرما دیں اور آج اس دنیاوی زندگی میں آخرت کی زندگی سنوارنے اور بنا لینے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

آگے خاتمہ کی آیات میں بعض احوال قیامت کو بیان فرما کر لوگوں کو تنبیہ کی گئی کہ کفر اور شرک سے باز آ جائیں اور قابل عبادت و اطاعت صرف ایک ذات اللہ تعالیٰ کو جانیں جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی خاتمہ کی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو اس دنیا میں غفلت میں پڑنے سے بچائیں اور ہمہ وقت آخرت کی فکر نصیب فرمائیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَقَدْ مَكَرُوا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللَّهِ مَكْرُهُمْ وَإِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُولَ مِنْهُ الْجِبَالُ ﴿٤٦﴾ فَلَا

اور اُن لوگوں نے اپنی سی بہت ہی بڑی بڑی تدبیریں کیں اور اُن کی تدبیریں اللہ کے سامنے تھیں۔ اور واقعی اُن کی تدبیریں ایسی تھیں کہ اُن سے پہاڑ بھی ٹل جاویں۔ پس اللہ تعالیٰ کو

تَحْسَبَنَّ اللَّهَ مُخْلِفَ وَعْدِهِ رُسُلَهُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿٤٧﴾ يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ

اپنے رسولوں سے وعدہ خلافی کرنے والا نہ سمجھنا۔ بیشک اللہ تعالیٰ بڑا زبردست پُورا بدلہ لینے والا ہے۔ جس روز دوسری زمین بدل دی جائے گی اس زمین کے علاوہ

وَالسَّمَاوَاتُ وَبَرَزُوا لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿٤٨﴾ وَتَرَى الْمُجْرِمِينَ يَوْمَئِذٍ مُقَرَّنِينَ فِي

اور آسمان بھی اور سب کے سب ایک زبردست اللہ کے رُوبرو پیش ہوں گے اور تو مجرموں کو زنجیروں میں جکڑے ہوئے دیکھے گا۔

الْأَصْفَادِ ﴿٤٩﴾ سَرَابِيلُهُمْ مِنْ قَطِرَانٍ وَتَغْشَىٰ وُجُوهَهُمُ النَّارُ ﴿٥٠﴾ لِيَجْزِيَ اللَّهُ كُلَّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ

اُن کے کرتے قطران کے ہوں گے اور آگ اُن کے چہروں پر لپٹی ہوگی۔ تاکہ اللہ تعالیٰ ہر (مجرم) کو اس کے کئے کی سزا دے

إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿٥١﴾ هَٰذَا بَلَاغٌ لِلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوا بِهِ وَلِيَعْلَمُوا أَنَّمَا هُوَ إِلَٰهٌ

یقیناً اللہ تعالیٰ بڑی جلد حساب لینے والا ہے۔ یہ (قرآن) لوگوں کیلئے احکام کا پہنچانا ہے اور تاکہ اس کے ذریعہ سے ڈرائے جاویں اور تاکہ اس بات کا یقین کرلیں کہ وہی ایک معبود برحق ہے

وَاحِدٌ وَلِيَذَّكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ ﴿٥٢﴾

اور تاکہ دانشمند لوگ نصیحت حاصل کریں۔

وَ اور	قَدْ مَكَرُوا انہوں نے داؤ چلے	مَكْرَهُمْ اپنے داؤ	وَ اور	عِنْدَ اللَّهِ اللہ کے آگے	مَكْرُهُمْ ان کا داؤ	وَ اور	إِنْ اگرچہ	كَانَ تھا
مَكْرُهُمْ انکا داؤ	لِتَزُولَ کہ ٹل جائے	مِنْهُ اس سے	الْجِبَالُ پہاڑ	فَلَا تَحْسَبَنَّ پس تو ہرگز خیال نہ کر	اللَّهَ اللہ	مُخْلِفَ خلاف کرے گا		
وَعْدِهِ اپنا وعدہ	رُسُلَهُ اپنے رسول	إِنَّ بیشک	اللَّهَ اللہ	عَزِيزٌ زبردست	ذُو انْتِقَامٍ بدلہ لینے والا	يَوْمَ جس دن	تُبَدَّلُ بدل دی جائے گی	
الْأَرْضُ زمین	غَيْرَ الْأَرْضِ اور زمین	وَالسَّمَاوَاتُ اور آسمان	وَبَرَزُوا وہ نکل کھڑے ہوں گے	لِلَّهِ اللہ کے آگے	الْوَاحِدِ یکتا	الْقَهَّارِ سخت قہر والا		
وَتَرَى اور تو دیکھے گا	الْمُجْرِمِينَ مجرم	يَوْمَئِذٍ اس دن	مُقَرَّنِينَ باہم جکڑے ہوئے	فِي میں	الْأَصْفَادِ زنجیریں	سَرَابِيلُهُمْ اکے کُرتے		
مِنْ سے	قَطِرَانٍ گندھک	وَ اور	تَغْشَىٰ ڈھانپ لے گی	وُجُوهَهُمُ ان کے چہرے	النَّارُ آگ	لِيَجْزِيَ تاکہ بدلہ دے	اللَّهُ اللہ	كُلَّ نَفْسٍ ہر جان
مَا جو	كَسَبَتْ اس نے کمایا	إِنَّ بیشک	اللَّهَ اللہ	سَرِيعُ الْحِسَابِ جلد حساب لینے والا	هَٰذَا بَلَاغٌ یہ پہنچا دینا	لِلنَّاسِ لوگوں کیلئے		
وَلِيُنْذَرُوا تاکہ وہ ڈرائے جائیں	بِهِ اس سے	وَلِيَعْلَمُوا اور تاکہ وہ جان لیں	أَنَّمَا اسکے سوانہیں	هُوَ وہ	إِلَٰهٌ معبود	وَاحِدٌ یکتا		
وَلِيَذَّكَّرَ اور تاکہ نصیحت پکڑیں	أُولُو الْأَلْبَابِ عقل والے							

کفار ومشرکین کی شکست وناکامی

گذشتہ آیات میں ظالمین یعنی کفار ومشرکین کا جو حال قیامت میں ہوگا اس کا ذکر فرمایا گیا تھا۔ انہیں ظالمین یعنی کفار مشرکین کے

متعلق ان آیات میں پہلے بتلایا جاتا ہے کہ یہ سب اگلے پچھلے ظالم اپنے اپنے داؤ کھیل چکے ہیں۔ انبیاء کے مقابلہ میں حق کو دبانے اور مٹانے کی کوئی تدبیر اور سازش انہوں نے اٹھا نہیں رکھی۔ ان کی سب تدبیریں اور داؤ گھات خدا کے سامنے ہیں اور ایک ایک کر کے محفوظ ہیں۔ وہ ان کا بدلہ دینے والا ہے اور ان ظالموں نے بہتیرے داؤ کر کے دیکھ لئے مگر خدا کی حفاظت کے آگے سب ناکام رہے اور جو وعدے دین حق کی نصرت کے اور انبیاء کے غلبہ کے حق تعالیٰ نے فرمائے وہ سب اسی طرح پورے ہو کر رہے۔ اور یہ مجرم نہ اس سے چھوٹ کر بھاگ سکتے ہیں اور نہ وہ خود ایسے مجرموں کو سزا دیئے بغیر چھوڑ سکتا ہے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ قیامت کو یہ زمین و آسمان جس ہیئت سے اب موجود ہیں باقی نہ رہیں گے۔ یعنی یا تو ان کی ذات ہی بدل دی جائے گی اور یا صرف صفات میں تغیر ہو جائے گا۔

روز قیامت مجرموں کی حالت

اور ان ظالمین کی مزید کیفیت بیان کی گئی کہ قیامت میں ایک ایک نوعیت کے کئی کئی مجرم اکٹھے زنجیروں میں باندھے جائیں گے اور ان دوزخیوں کے جسم پر ایسا لباس ہوگا جو آگ کو خوب اور تیزی کے ساتھ قبول کرلے اور جس وقت حساب ہوگا تو پھر دیر نہ لگے گی۔ تمام اولین و آخرین جن وانس کے ذرہ ذرہ عمل کا حساب بہت جلد ہو جائے گا۔ کیونکہ نہ خدا پر کوئی چیز مخفی ہے نہ اس کو ایک شان دوسری شان سے مشغول کرتی ہے۔

ابھی پیغام حق کو قبول کر کے ناکامی سے بچ جاؤ

آخر میں سورۃ اس پر ختم کی گئی کہ یہ قرآن لوگوں کے لئے ایک پیام ہے کہ وہ پیام اور پیامبر دونوں کی تصدیق کریں اور خواب غفلت سے بیدار ہو جائیں۔ سعادت اور شقاوت کو پہچانیں اور ظلمتوں سے نکل کر نور کی طرف آئیں اور خدا سے ڈر کر اس کی آیات میں غور کریں جس سے اس کی وحدانیت کا یقین حاصل ہو اور عقل و فکر سے کام لے کر نصیحت پر کاربند ہوں۔

زمین و آسمان کی تبدیلی

یہاں ان آیات میں جو یہ فرمایا گیا يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ یعنی قیامت کا دن ایسا ہوگا کہ اس میں موجودہ زمین بھی بدل دی جائے گی اور آسمان بھی تو زمین اور آسمان کے بدل دینے کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ ان کی صفات اور شکل و صورت بدل دی جائے جیسا کہ قرآن کریم کی دوسری آیات اور روایات حدیث میں ہے کہ پوری زمین ایک سطح مستوی بنا دی جائے گی جس میں نہ کسی مکان کی آڑ ہوگی نہ درخت کی نہ کوئی پہاڑ اور ٹیلہ رہے گا نہ غار اور گہرائی۔ بلکہ سب صاف میدان ہو جائے گا۔ اور تبدیلی زمین و آسمان کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ بالکل ہی اس زمین کے بدلہ میں دوسری زمین اور اس آسمان کی جگہ دوسرے آسمان بنا دیئے جائیں۔ روایات حدیث جو اس کے متعلق منقول ہیں ان میں بھی بعض سے صرف صفات کی تبدیلی معلوم ہوتی ہے اور بعض سے ذات کی تبدیلی۔

اس لئے مفسرین کے اس آیت میں دو قول ہو گئے:۔

پہلا قول یہ ہے کہ آیت میں تبدیلی صفات مراد ہے یعنی اصل زمین و آسمان تو رہیں گے مگر ان کی حالت اور صفت بدل دی جائے گی۔ زمین کے پہاڑ اور ٹیلے برابر کر کے تمام زمین ایک ہموار میدان بنا دی جائے گی اور زمین پر کسی درخت، مکان یا اونچ نیچ کا نشان باقی نہ رہے گا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ زمین و آسمان کی ذات میں تغیر و تبدل ہوگا۔ یعنی یہ اصل زمین اور آسمان ہی بدل دیئے جائیں گے اور نئی زمین نیا آسمان پیدا کر دیا جائے گا۔ اور وہ نئی زمین چاندی کی طرح سفید ہو گی جس پر اللہ کی کوئی معصیت نہ کی گئی ہوگی۔ واللہ اعلم بالصواب

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

پاره

رُبَمَا

سُوۡرَةُ الۡحِجۡرِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ تِسۡعٌ ‏ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ‏ تِسۡعٌ وَّتِسۡعُوۡنَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوۡعَاتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

الٓرٰ‌ تِلۡكَ اٰيٰتُ الۡـكِتٰبِ وَقُرۡاٰنٍ مُّبِيۡنٍ ﴿۱﴾ رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا

الرا۔ یہ آیتیں ہیں ایک کامل کتاب کی اور قرآن واضح کی۔کافر لوگ بار بار تمنا کریں گے کیا خوب ہوتا

لَوۡ كَانُوۡا مُسۡلِمِيۡنَ ﴿۲﴾

اگر وہ مسلمان ہوتے۔

الٓرٰ الف۔لام۔را	تِلۡكَ یہ	اٰيٰتُ آیتیں	الۡـكِتٰبِ کتاب	وَقُرۡاٰنٍ اور قرآن	مُّبِيۡنٍ واضح۔روشن	رُبَمَا بسا اوقات
يَوَدُّ آرزو کریں گے	الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا وہ لوگ جو کافر ہوئے	لَوۡ كَانُوۡا کاش وہ ہوتے	مُسۡلِمِيۡنَ مسلمان			

تفسیر وتشریح

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ اب سورہ حجر گویا چودھویں پارہ کی ابتدا سے بیان شروع ہورہا ہے اس وقت سورۂ حجر کی دو ابتدائی آیات تلاوت کی گئی ہیں جن کی تشریح سے پہلے اس سورۃ کا مقام وزمانہ نزول وجہ تسمیہ تعداد آیات' رکوعات' کلمات' حروف اور موضوع ومباحث بیان کئے جاتے ہیں۔

اس سورۃ کے چھٹے یعنی آخری رکوع میں اصحاب الحجر کا تذکرہ ہوا ہے۔

سورۂ حجر کی وجہ تسمیہ

حجر قوم ثمود کا مرکزی شہر تھا اور اس کے کھنڈر مدینہ منورہ کے شمال مغرب میں مدینہ منورہ سے تبوک وشام جاتے ہوئے شاہراہ عام پر ملتے ہیں اور قافلے اس وادی میں سے ہوکر گزرتے ہیں مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے موافق یہاں کوئی قیام نہیں کرتا۔تو چونکہ حجر کی بستی اور یہاں کے باشندوں کا ذکر اس سورۃ میں ہوا ہے اور ان کی ہلاکت کا بیان ہے اس لئے اس کا نام سورۂ حجر ہوگیا۔یہ سورۃ بھی مکی ہے یعنی مکہ معظمہ میں ہجرت سے قبل نازل ہوئی ہے۔ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن مجید کی پندرھویں سورۃ ہے لیکن بحساب نزول اس کا شمار ۵۷ لکھا ہے یعنی مکہ معظمہ میں ۵۶ سورتیں اس سے قبل نازل ہوچکی تھیں اور پھر ۵۷ سورتیں اس کے بعد نازل ہوئیں۔اس سورت میں ۶ رکوعات' ۹۹ آیات' ۶۶۳ کلمات اور ۲۹۰۷ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔

سورۂ حجر کے مضامین

اس سورۃ میں دیگر مکی سورتوں کی طرح زیادہ تر منکرین نبوت اور مکذبین رسالت کی عقوبت اور ہلاکت کا ذکر اور خدا کی وحدانیت اور قیامت وغیرہ کا بھی ذکر ہے۔انسان کو اس کی زندگی اور موت دونوں کی بابت یاد دلایا گیا ہے اور تاکید کی گئی ہے کہ دنیا کی زندگی کی طرف اتنا ہی دھیان دینا چاہئے جتنا زندگی کے قیام کے لئے ضروری ہے۔انسان کی پیدائش کا حال بتا کر توجہ دلائی گئی ہے کہ اس کا ایک دشمن اس کے ساتھ ہی پیدا ہو چکا ہے جس نے اس کے بہکانے اور ہر طرح سے برباد کرنے کا بیڑہ اٹھایا ہے اس لئے اس سے خبردار رہنے کی تاکید کی گئی ہے اور بتلایا گیا کہ جو اس کے بہکاوے میں آ کر راہ راست سے ہٹ جاویں گے مرنے کے بعد ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا اور وہ بہت بری جگہ ہے لیکن جو شیطان سے منہ موڑ کر تقویٰ اور پرہیز گاری کی زندگی بسر کریں گے ان کے واسطے جنت تیار ہے جہاں انہیں ہر طرح کا چین اور دائمی آرام نصیب ہوگا۔اس کے بعد اللہ کے فرمانبردار نیک بندوں کے کچھ حالات سنا کر ان کا رویہ اختیار کرنے کی ترغیب دی

گئی ہے اور کچھ نافرمانوں کے قصہ بیان کر کے ان سے عبرت حاصل کرنے کی نصیحت کی گئی ہے تاکہ کہیں انہیں جیسا انجام نہ ہو جائے۔اس کے بعد اللہ عزوجل کی مہربانیوں کا ذکر ہے جس نے اپنے فضل سے انسانوں کی ہدایت کے لئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا آخری رسول مقرر کیا اور قرآن عظیم عطا کیا۔اس لئے مسلمانوں کو بتایا گیا کہ تم اس کو مضبوط پکڑو۔یہ ہے خلاصہ اس سورۃ کا جس کی تفصیلات انشاء اللہ آئندہ دروس میں سامنے آئیں گی۔اب آیات زیر تفسیر کی تشریح بیان کی جاتی ہے۔

قرآن مبین

اس سورۃ کی ابتداء بھی گذشتہ سورتوں کی طرح حروف مقطعات الٓرٰ سے کی گئی ہے۔حروف مقطعات کے متعلق گذشتہ سورتوں میں بیان کیا جاچکا ہے کہ ان حروف کے اندر جو حقائق پوشیدہ ہیں ان کا واقعی علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے یا پھر اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا جن جن سورتوں کے ابتدا میں حروف مقطعات آئے ہیں۔وہاں عموماً ان حروف کے بعد یہی بیان ہوتا ہے کہ قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان کتاب ہے۔چنانچہ یہاں بھی الٓرٰ کے بعد فرمایا گیا کہ یہ اس جامع اور عظیم الشان کتاب کی آیتیں ہیں جس کے اصول نہایت صاف' دلائل روشن' احکام معقول' دعوت نمایاں اور ظاہر اور بیانات واضح اور فیصلہ کن ہیں۔قرآن پاک نے جابجا اپنے اس وصف پر زور دیا ہے کہ وہ "مبین" ہے۔یعنی ظاہر ہے نمایاں ہے۔روشن ہے۔واضح ہے یعنی اس کی کوئی بات ایسی نہیں کہ جو الجھی ہوئی ہو۔مشکل ہو۔ناقابل فہم ہو۔اس تمہید سے سورۃ شروع کرنے سے مقصود یہ ہے کہ جب قرآن پاک ایسی عظیم الشان صفات کی کتاب ہے تو جو کچھ آگے بیان کیا جانے والا ہے۔مخاطبین کو پوری توجہ سے سننا چاہئے۔

منکرین قرآن کا عبرتناک انجام

چنانچہ اس مختصر سی تمہید کے بعد فوراً ہی اصل موضوع پر کلام شروع ہو جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ آج منکرین نے قرآن و اسلام جیسی عظیم الشان نعمت الٰہیہ کی قدر نہیں کی لیکن ایسا وقت آنیوالا ہے جب یہ لوگ اپنی محرومی پر ماتم کریں گے اور حسرت سے ہاتھ مل کر کہیں گے کہ کاش ہم مسلمان ہوتے۔یہ کلمات حسرت و تاسف کافروں کی زبان پر آخرت میں جاری ہوں گے جب اپنا حشر ان پر منکشف ہو چکے گا اور طرح طرح کے عذابوں میں مبتلا ہونے لگیں گے۔

حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کے بہت سے آدمی اپنے گناہوں کی بدولت جہنم میں جائیں گے اور جب تک خدا چاہے گا وہاں رہیں گے۔تو کفار و مشرکین ان گنہ گار مسلمانوں پر طعن کریں گے کہ تمہارے ایمان و توحید نے تم کو کیا فائدہ دیا۔تم بھی آج تک ہماری طرح جہنم میں داخل ہو۔تمہارا کلمہ شہادت کچھ بھی کام نہ آیا۔اس پر معاً غیرت الٰہی حرکت میں آئے گی اور کل کلمہ گو آگ سے آزاد کر کے جنت میں پہنچا دیئے جائیں گے۔اس وقت کافروں کی زبان سے یہ پرحسرت کلمات نکلیں گے اور یہ آخری موقع ہوگا کہ جب کفار اپنے مسلمان ہونے کی تمنا کریں گے کہ کاش ہم بھی کلمہ گو ہوتے۔

یہاں آیت میں لَوْ کَانُوْا مُسْلِمِیْنَ بتلایا یعنی کاش ہم مسلمان ہوتے۔متقین' خاشعین وغیرہ نہیں۔تو اس آیت سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ مراتب' طاعت اور تقویٰ کا تو ذکر ہی نہیں۔مجرد اسلام اور اقرار کلمہ بھی کتنی بڑی رحمت اور نعمت عظیم ہے۔مفسرین نے اور بھی کئی موقع لکھے ہیں جبکہ کفار قیامت میں اس بات کی آرزو اور حسرت کریں گے کہ کاش وہ دنیا میں مسلمان ہوتے۔ایک موقع تو وہ ہوگا جب کفار یہ دیکھیں گے کہ انبیاء کے ماننے والوں کو ثواب مل رہا ہے اور ان کے نہ ماننے والوں کو عذاب مل رہا ہے تو اس وقت یہ خواہش کریں گے کہ کاش دنیا میں ہم مسلمان ہوتے۔پھر جب قیامت میں کفر و انکار کا انجام کفار اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے تو بار بار یہ تمنا کریں گے کہ کاش ہم دنیا میں مسلمان ہوتے مگر اس وقت یہ تمنا محض بے سود ہوگی اس وجہ سے کہ ماننے اور ایمان لانے کی جگہ یہ دنیا ہے نہ کہ آخرت۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ذَرْهُمْ يَأْكُلُوا وَيَتَمَتَّعُوا وَيُلْهِهِمُ الْأَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿٣﴾ وَمَا أَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ

آپ ان کو ان کے حال پر رہنے دیجئے، کہ وہ کھالیں اور چین اڑالیں اور خیالی منصوبے ان کو غفلت میں ڈالے رکھیں، انکو ابھی حقیقت معلوم ہوئی جاتی ہے۔ اور ہم نے جتنی بستیاں

إِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَعْلُومٌ ﴿٤﴾ مَا تَسْبِقُ مِنْ أُمَّةٍ أَجَلَهَا وَمَا يَسْتَأْخِرُونَ ﴿٥﴾ وَقَالُوا

ہلاک کی ہیں، اُن سب کیلئے ایک معین (وقت) نوشتہ ہوتا رہا ہے۔ کوئی امت اپنی میعاد مقرر سے نہ پہلے ہلاک کی ہوئی ہے اور نہ پیچھے رہی ہے۔ اور ان کفار نے یوں کہا

يَا أَيُّهَا الَّذِي نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ إِنَّكَ لَمَجْنُونٌ ﴿٦﴾ لَوْ مَا تَأْتِينَا بِالْمَلَائِكَةِ إِنْ كُنْتَ مِنَ

کہ اے وہ شخص جس پر قرآن نازل کیا گیا ہے تحقیق تم مجنون ہو۔ اگر تم سچے ہو تو ہمارے پاس فرشتوں کو کیوں نہیں لاتے۔

الصَّادِقِينَ ﴿٧﴾ مَا نُنَزِّلُ الْمَلَائِكَةَ إِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوا إِذًا مُنْظَرِينَ ﴿٨﴾

ہم فرشتوں کو صرف فیصلہ ہی کیلئے نازل کیا کرتے ہیں، اور اُس وقت اُن کو مہلت بھی نہیں دی جاتی۔

ذَرْهُمْ انہیں چھوڑ دو	يَأْكُلُوا وہ کھائیں	وَيَتَمَتَّعُوا اور فائدہ اُٹھالیں	وَيُلْهِهِمُ اور غفلت میں رکھے انہیں	الْأَمَلُ امید			
فَسَوْفَ پس عنقریب	يَعْلَمُونَ وہ جان لیں گے	وَمَا اور نہیں	أَهْلَكْنَا ہم نے ہلاک کیا	مِنْ کسی	قَرْيَةٍ بستی	إِلَّا مگر	
وَلَهَا اس کیلئے	كِتَابٌ ایک لکھا ہوا	مَعْلُومٌ مقررہ وقت	مَا تَسْبِقُ نہ سبقت کرتی ہے	مِنْ أُمَّةٍ کوئی امت	أَجَلَهَا اپنا مقررہ وقت		
وَمَا اور نہ	يَسْتَأْخِرُونَ وہ پیچھے رہتے ہیں	وَقَالُوا اور وہ بولے	يَا أَيُّهَا اے وہ	الَّذِي نُزِّلَ وہ جو کہ اتارا گیا	عَلَيْهِ اس پر		
الذِّكْرُ یاد دہانی	إِنَّكَ بیشک تو	لَمَجْنُونٌ دیوانہ	لَوْ کیوں	مَا تَأْتِينَا ہمارے پاس تو نہیں لے آتا	بِالْمَلَائِكَةِ فرشتوں کو	إِنْ اگر	
كُنْتَ تو ہے	مِنَ سے	الصَّادِقِينَ سچے	مَا نُنَزِّلُ ہم نازل نہیں کرتے	الْمَلَائِكَةَ فرشتے	إِلَّا مگر	بِالْحَقِّ حق کے ساتھ	
	وَمَا كَانُوا اور نہ ہوں گے	إِذًا اس وقت	مُنْظَرِينَ مہلت دیئے گئے				

کفار اپنے عمل کے ہاتھوں خود ہلاکت کو پہنچیں گے

اب اس سورۃ کا جو زمانہ نزول ہے یعنی مکہ معظمہ میں ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل وہ وہ وقت تھا جبکہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو مکہ میں دعوت حق دیتے ہوئے کافی عرصہ گزر چکا تھا مگر مخاطب قوم کے اکثر افراد اس وقت تک ہٹ دھرمی، ضد و عناد، استہزا اور مذاق اور ظلم وستم ہی سے پیش آ رہے تھے اور ظاہر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر قوم کے اصرار کفر سے غم اور فکر کی کیفیت بار بار طاری ہوتی تھی۔ جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو تسلی دی جاتی تھی اور آپ کی دعوت کا انکار کرنے والوں اور آپ کا مذاق اڑانے والوں اور آپ کی مخالفت کرنے والوں کو تنبیہ فرمائی جاتی تھی۔ چنانچہ یہاں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ آپ ان کے کفر پر زیادہ غم نہ کیجئے۔ ہمارا پیغام آپ نے انہیں پہنچا دیا ہے اب اگر یہ نہیں مانتے تو آپ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیجئے۔ جب کوئی نصیحت کارگر نہیں تو آپ ان کے غم میں نہ پڑیئے۔ چند روز یہ خوب کھا پی لیں اور دنیا کے مزے اڑا لیں اور مستقبل کے متعلق لمبی چوڑی امیدیں باندھتے رہیں۔ عنقریب وقت آیا چاہتا ہے جب حقیقت حال کھل جائے گی اور اگلا پچھلا کھایا پیا سب نکل جائے گا اور ان کافروں پر جو فی الفور گرفت نہیں ہوتی اور ان کو فوراً ہلاک

نہیں کیا جاتا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ ابھی ان کا وقت موعود نہیں آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ پہلے بہت سی قوموں اور بستیوں کو ان کی ضد و عناد اور شرارت کی وجہ سے ہلاک کر چکے ہیں۔ خدا کے علم میں ہر ایک کی ہلاکت کا ایک وقت معین تھا جس میں نہ بھول چوک ہو سکتی ہے نہ آگے پیچھے۔ نہ خدا کا وعدہ ٹل سکتا ہے جب کسی قوم کی میعاد پوری ہوئی اور عذاب کا وقت آ پہنچا تو ایک دم میں غارت کر دی گئی۔ لہٰذا موجودہ کفار بھی مہلت اور تاخیر عذاب پر مغرور نہ ہوں۔ جب ان کا وقت آئے گا خدائی سزا سے بچ نہ سکیں گے۔ جو تاخیر کی جا رہی ہے اس میں خدا کی بہت سی حکمتیں ہیں۔

کفار کی سرکشی و گستاخی

آگے اللہ تعالیٰ کفار مکہ کی سرکشی اور ان کے عناد کی خبر دیتے ہیں کہ انہوں نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے مزاح کے طور پر گستاخانہ کہا کہ تم اپنے اتباع کی طرف بلاتے ہو اور ہمارے باپ دادا کے دین کو چھڑاتے ہو۔ یہ کھلی ہوئی دیوانگی ہے۔ (العیاذ باللہ) اور پھر کفار مکہ صرف اس جاہلانہ بیہودگی پر ہی اکتفا نہ کرتے تھے بلکہ یہ بھی کہتے کہ اگر بارگاہ ربوبیت میں آپ کو ایسا ہی قرب حاصل ہے اور ساری قوم میں خدا نے منصب رسالت کے لئے آپ ہی کا انتخاب کیا ہے تو فرشتوں کی خدائی فوج آپ کے ساتھ کیوں نہ آئی جو کھلم کھلا آپ کی تصدیق کرتی اور ہم سے آپ کی بات منواتی اس کے جواب میں حق تعالیٰ بتلاتے ہیں کہ ماننے والوں کے لئے اب بھی کافی سے زائد نشان موجود ہیں باقی جن کا ارادہ ہی ماننے کا نہیں وہ فرشتوں کے آنے پر بھی نہیں مانیں گے۔ پھر ان کے اتارنے میں کیا فائدہ ہے۔ حق تعالیٰ فرشتوں کو زمین پر اپنی حکمت کے موافق کسی غرض صحیح کے لئے بھیجتے ہیں اور عموماً عادت اللہ یہ ہی رہی ہے کہ جب کسی قوم کی سرکشی انتہا کو پہنچ جاتی ہے اور سارے مراحل سمجھانے بجھانے اور ہدایت کرنے کے طے ہو جاتے ہیں تو فرشتوں کی فوج اس قوم کو ہلاک کرنے کے لئے بھیجی جاتی ہے۔ پھر اس کو قطعاً مہلت نہیں دی جاتی۔ تو اگر تمہاری خواہش کے موافق فرشتے اتارے جائیں تو اس سے صرف یہی مقصد ہو سکتا ہے کہ تم کو بلا تاخیر ہلاک کر دیا جائے جو فی الحال حکمت الٰہی کے موافق نہیں کیونکہ ابھی اس کا وقت نہیں آیا۔

دنیا کی حرص وہوس کفر کی علامت ہے

ان آیات سے معلوم ہوا کہ کھانے پینے کی لذتوں میں پڑے رہنا۔ فوری اور وقتی مقصدوں کے الٹ پھیر میں لگے رہنا۔ مدت عمر کو دور دراز کی خیالی آرزوؤں اور منصوبوں میں گزارتے رہنا۔ یہ سب خصوصیات آخرت سے غافل اور خدا فراموش قوموں کی ہیں۔ اور جس طرح گذشتہ مشرک اور جاہل قوموں کے حق میں صادق تھیں آج بھی نام نہاد "مہذب" اور "روشن خیال" مغربی قوموں پر صادق آ رہی ہیں۔

ان آیات سے صاف اشارہ اس طرف بھی ہو گیا کہ لمبی امید میں پڑے رہنا ہرگز مومن کے شایان شان نہیں۔ اور لمبی امید کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کی محبت اور حرص میں انہماک اور موت و آخرت سے بے فکری کے ساتھ دور دراز کے منصوبے بنائے جائیں۔ ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اس امت کے پہلے طبقہ کی نجات ایمان کامل اور دنیا سے اعراض کی وجہ سے ہوگی اور آخری امت کے لوگ بخل اور لمبی امید کی وجہ سے ہلاک ہوں گے۔ ایک دوسری حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ چار چیزیں بدبختی اور بدنصیبی کی علامت ہیں۔ (۱) آنکھوں سے آنسو جاری نہ ہونا یعنی اپنے گناہوں غفلتوں پر نادم ہو کر نہ رونا۔ (۲) سخت دلی (۳) لمبی امید اور (۴) دنیا کی حرص۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو اس دنیوی زندگی میں آخرت کی زندگی بنانے اور سنوارنے کی توفیق عطا فرمائیں اور دنیا کو مطلوب و مقصود بنانے سے ہم کو محفوظ فرما دیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ﴿٩﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِي شِيَعِ

ہم نے قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم اس کے محافظ ہیں۔اور ہم نے آپ کے قبل بھی پیغمبروں کو اگلے لوگوں کے گروہوں میں بھیجا تھا۔

الْأَوَّلِينَ ﴿١٠﴾ وَمَا يَأْتِيهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ﴿١١﴾ كَذَٰلِكَ نَسْلُكُهُ فِي

اور کوئی رسول اُن کے پاس ایسا نہیں آیا جس کے ساتھ انہوں نے استہزانہ کیا ہو۔اسی طرح ہم یہ استہزاء اُن مجرموں کے دلوں میں ڈال دیتے ہیں۔

قُلُوبِ الْمُجْرِمِينَ ﴿١٢﴾ لَا يُؤْمِنُونَ بِهِ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْأَوَّلِينَ ﴿١٣﴾ وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا

یہ لوگ قرآن پر ایمان نہیں لاتے اور یہ دستور پہلوں ہی سے ہوتا آیا ہے۔اور اگر ہم ان کیلئے آسمان میں کوئی دروازہ کھول دیں

مِنَ السَّمَاءِ فَظَلُّوا فِيهِ يَعْرُجُونَ ﴿١٤﴾ لَقَالُوا إِنَّمَا سُكِّرَتْ أَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ

پھر یہ دن کے وقت اس میں چڑھ جاویں۔تب بھی یوں کہہ دیں کہ ہماری نظر بندی کردی گئی ہے بلکہ ہم لوگوں پر تو بالکل

مَسْحُورُونَ ﴿١٥﴾

جادو کررکھا ہے۔

إِنَّا بیشک	نَحْنُ ہم	نَزَّلْنَا ہم نے نازل کیا	الذِّكْرَ یاددہانی	وَإِنَّا اور بیشک ہم	لَهُ اس کے	لَحَافِظُونَ نگہبان
وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا اور یقیناً ہم نے بھیجے	مِنْ سے	قَبْلِكَ تم سے پہلے	فِي میں	شِيَعِ گروہ	الْأَوَّلِينَ پہلے	وَمَا يَأْتِيهِمْ اور نہیں آیا انکے پاس
مِنْ رَسُولٍ کوئی رسول	إِلَّا مگر	كَانُوا وہ تھے	بِهِ اس سے	يَسْتَهْزِئُونَ استہزاء کرتے	كَذَٰلِكَ اسی طرح	نَسْلُكُهُ ہم اسے ڈال دیتے ہیں
فِي میں	قُلُوبِ دل	الْمُجْرِمِينَ مجرموں	لَا يُؤْمِنُونَ وہ ایمان نہیں لائیں گے	بِهِ اس پر	وَقَدْ خَلَتْ اور پڑ چکی ہے	سُنَّةُ رسم۔روش
الْأَوَّلِينَ پہلے	وَلَوْ اور اگر	فَتَحْنَا ہم کھول دیں	عَلَيْهِمْ اُن پر	بَابًا کوئی دروازہ	مِنَ سے	السَّمَاءِ آسمان	فَظَلُّوا وہ رہیں
فِيهِ اسمیں	يَعْرُجُونَ چڑھتے	لَقَالُوا تو کہیں گے	إِنَّمَا اسکے سوا نہیں	سُكِّرَتْ باندھ دی گئی	أَبْصَارُنَا ہماری آنکھیں	بَلْ بلکہ
نَحْنُ ہم	قَوْمٌ لوگ	مَسْحُورُونَ سحرزدہ				

حفاظت قرآن کا الٰہی وعدہ

گذشتہ آیات میں سرکش کفار اور مشرکین مکہ کا قول نقل کیا گیا تھا کہ وہ قرآن سن کر نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیوانہ اور مجنون کہتے تھے۔اس کا ایک جواب تو گذشتہ آیت میں دیا جا چکا تھا۔دوسرا جواب کفار کو یہ دیا گیا کہ تمہارا استہزاء اور گستاخی اور قرآن لانے والے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جنون کی نسبت کرنا قرآن اور حامل قرآن پر قطعاً اثر انداز نہیں ہوسکتا۔

یادرکھو کہ اس قرآن کے اتارنے والے اللہ تعالیٰ ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی نے اس کی ہر قسم کی حفاظت کا ذمہ لے رکھا ہے۔تم جو نزول قرآن کے منکر ہو اور قرآن کو سن کر نعوذ باللہ اسے دیوانہ کی بات کہتے ہو تو سن لو کہ دیوانہ کی بات نہیں بلکہ پیام نصیحت ہے اور پھر یہ بھی کسی انسانی دماغ کا خود ساختہ اور عقل بشری کا تراشیدہ نہیں بلکہ اللہ ہی کا نازل کردہ ہے۔جس کا ثبوت یہ ہے کہ ہمیشہ کیلئے ہر قسم کے تغیر و تبدل اور تحریف سے محفوظ ہے اور جس شان اور ہیئت سے وہ

اترا ہے بدوں ایک شوشہ یا زیر و زبر کی تبدیلی کے چار دانگ عالم میں پہنچ کر رہے گا اور قیامت تک ہر طرح کی تحریف اور کمی بیشی سے محفوظ رہے گا۔ زمانہ کتنا ہی بدل جائے مگر اس کے اصول واحکام کبھی نہ بدلیں گے۔ قومیں اور سلطنتیں قرآن کی آواز کو دبانے میں ساعی ہوں گی لیکن اس کے ایک نقطہ کو بھی کم نہ کر سکیں گی۔ چنانچہ حفاظت قرآن کے متعلق یہ عظیم الشان وعدہ الٰہی ایسی صفائی اور حیرت انگیز طریقہ سے پورا ہو کر رہا جسے دیکھ کر بڑے بڑے متعصب اور مغرور مخالفین کے سر نیچے ہو گئے۔ واقعات بتلاتے ہیں کہ ہر زمانہ میں ایک جم غفیر علماء کا جن کی تعداد اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے ایسا رہا ہے کہ جس نے قرآن کے علوم اور مطالب کی حفاظت کی۔ کاتبوں نے رسم الخط کی قاریوں نے طرز اداء کی۔ حافظوں نے اس کے الفاظ وعبارت کی۔ وہ حفاظت کی کہ نزول کے وقت سے آج تک ایک ایک زیر و زبر تبدیل نہ ہو سکا کسی نے قرآن کے رکوع گن لئے۔ کسی نے آیتیں شمار کیں کسی نے قرآن کے حروف کی تعداد بتلائی حتیٰ کہ بعض نے ایک ایک اعراب اور ایک ایک نقطہ کو شمار کر ڈالا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے آج تک کوئی لمحہ اور کوئی ساعت نہیں بتلائی جا سکتی جس میں ہزاروں لاکھوں کی تعداد حفاظ قرآن کی دنیا میں موجود نہ رہی ہو غور کرنے کی بات ہے کہ آٹھ دس سال کا بچہ جسے اپنی مادری زبان میں دو تین جز کا رسالہ یاد کرانا دشوار ہے وہ ایک اجنبی زبان کی اتنی بڑی کتاب جو متشابہات سے پر ہے کس طرح فر فر سنا دیتا ہے۔ پھر کسی مجلس میں ایک بڑے باوجاہت عالم و حافظ سے کوئی حرف چھوٹ جائے یا زیر و زبر کی فروگذاشت ہو جائے تو ایک بچہ اس کو ٹوک دیتا ہے۔ چاروں طرف سے تصحیح کرنے والے بول اٹھتے ہیں ممکن نہیں کہ پڑھنے والے کو غلطی پر قائم رہنے دیں۔

حفظ قرآن کے متعلق یہ ہی اہتمام عہد نبوت میں سب لوگ مشاہدہ کرتے تھے۔ اسی کی طرف وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ فرما کر اس وقت کے منکرین کو توجہ دلائی۔

کفار کے رویوں سے دلگیر ہونیکی ضرورت نہیں ہے

پھر آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی کہ ان کفار و مشرکین کی تکذیب واستہزاء سے آپ دلگیر نہ ہوں۔ یہ کوئی نئی بات نہیں۔ ہمیشہ منکرین کی عادت رہی ہے کہ جب کوئی پیغمبر آیا اس کی ہنسی اڑائی کبھی مجنون کہا۔ کبھی محض دق کرنے کے لئے لغو اور دور از کار مطالبے کرنے لگے۔ تو منکرین ہمیشہ یونہی جھٹلاتے اور ہنسی کرتے آئے ہیں اور سنت اللہ یہ رہی ہے کہ سرکش ضدی ہلاک کئے جاتے رہے اور انجام کار حق کا بول بالا رہا۔ آگے ان کفار معاندین کی حالت بیان کی گئی کہ ان کے عناد کی یہ کیفیت ہے کہ فرشتوں کا آسمان سے آنے کا مطالبہ تو درکنار اس سے بڑھ کر اگر خود ان کو آسمان پر بھیج دیا جائے اور یہ دن کے وقت کہ جس میں اونگھ ونیند وغیرہ کا شبہ بھی نہ ہو آسمان کو چڑھ جاویں تب بھی یوں کہہ دیں گے کہ ہماری نظر بندی کر دی گئی تھی یا ہم لوگوں پر جادو کر رکھا ہے گویا ضدی اور معاند حق کو تسلیم نہیں کر سکتے۔

تحریف قرآن کا قائل کافر ہے

معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ نے قرآن پاک کی حفاظت کی جو پیشین گوئی فرمائی ہے کہ قرآن کی کسی آیت یا حکم میں قیامت تک کسی طرح کا تغیر ترمیم اور تبدیلی و تحریف نہیں ہو سکتی۔ اس سے اس قول کا باطل ہونا بالکل ظاہر ہے جس میں کہا گیا ہے کہ موجودہ قرآن مصحف عثمانی ہے اور حضرت عثمان نے اس میں بعض سورتیں اور آیتیں کم کر دی ہیں۔ کسی جماعت یا گروہ یا فرقہ کا قرآن کریم میں کسی زیادتی اور کمی کا عقیدہ رکھنا کفر صریح ہے اور نفاق بین ہے۔ (تاریخ قرآن مولفہ مولانا عبدالقیوم ندوی)

دعا کیجئے: یا اللہ! آپ نے ہم کو جو اسلام اور ایمان کی دولت عطا فرمائی ہے اس پر ہم کو تازیست قائم رکھیئے اور اسلام اور ایمان کی برکت سے دونوں جہان میں صلاح وفلاح نصیب فرمائیے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّزَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۱۶﴾ وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ﴿۱۷﴾

اور بیشک ہم نے آسمان میں بڑے بڑے ستارے پیدا کئے اور دیکھنے والوں کیلئے اس کو آراستہ کیا۔اور اس کو ہر شیطان مردود سے محفوظ فرمایا۔

اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۸﴾ وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا

ہاں مگر کوئی بات چوری چھپے سن بھاگے تو اُس کے پیچھے ایک روشن شعلہ ہو لیتا ہے۔اور ہم نے زمین کو پھیلایا اور اس میں بھاری بھاری پہاڑ ڈال دیئے اور

رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ ﴿۱۹﴾ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ وَمَنْ

اس میں ہر قسم کی چیز ایک معین مقدار سے اُگائی۔اور ہم نے تمہارے واسطے اس میں معاش کے سامان بنائے اور ان کو

لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ ﴿۲۰﴾

بھی معاش دی کہ جن کو تم روزی نہیں دیتے۔

وَلَقَدْ جَعَلْنَا اور یقیناً ہم نے بنائے	فِيْ میں	السَّمَآءِ آسمان	بُرُوْجًا بُرج	وَّزَيَّنّٰهَا اور اُسے زینت دی	لِلنّٰظِرِيْنَ دیکھنے والوں کیلئے		
وَحَفِظْنٰهَا اور ہم نے حفاظت کی اسکی	مِنْ سے	كُلِّ ہر	شَيْطٰنٍ شیطان	رَّجِيْمٍ مردود	اِلَّا مگر	مَنْ جو	اسْتَرَقَ چوری کرے
السَّمْعَ سُنتا تو اسکا پیچھا کرتا ہے	فَاَتْبَعَهٗ اسکے پیچھے	شِهَابٌ شعلہ	مُّبِيْنٌ چمکتا ہوا	وَالْاَرْضَ اور زمین	مَدَدْنٰهَا ہم نے اس کو پھیلا دیا		
وَاَلْقَيْنَا اور ہم نے رکھے	فِيْهَا اس میں	رَوَاسِيَ پہاڑ	وَاَنْۢبَتْنَا اور ہم نے اُگائی	فِيْهَا اس میں	مِنْ سے	كُلِّ شَيْءٍ ہر شے	
مَّوْزُوْنٍ موزوں	وَجَعَلْنَا اور ہم نے بنائے	لَكُمْ تمہارے لئے	فِيْهَا اس میں	مَعَايِشَ سامان معیشت	وَمَنْ اور جو۔جس		
لَسْتُمْ تم نہیں	لَهٗ اس کیلئے	بِرٰزِقِيْنَ رزق دینے والے					

کائنات سے اللہ کی وحدانیت کا ثبوت

گذشتہ آیات میں حفاظت قرآن کے متعلق مضمون تھا جس سے مسئلہ نبوت کا اثبات فرمایا گیا تھا اب یہاں سے دلائل توحید کا بیان ہے کیونکہ منکرین رسالت توحید کے بھی منکر تھے۔توحید کے ثبوت کے لئے علاوہ دلائل عقلی کے مشاہدہ فطرت بھی شاہد ہے۔اس لئے ان آیات میں عقلی دلائل کو چھوڑ کر ان واضح براہین کو بیان فرمایا کہ جن کا اقرار کرنے پر ہر محسوس پرست بھی مجبور ہے۔یہاں اور اگلی آیات میں دلائل توحید کا بیان ترتیب وار کیا گیا ہے کہ عالم میں بہت نشانیاں موجود ہیں جو اللہ پاک کا وجود اور اس کی قدرت ثابت کر رہی ہیں۔اول کائنات سماوی کا بیان۔پھر زمین کی حالت کا اظہار اس کے بعد زمین میں نباتات کا پیدا کرنا اور اسباب معیشت قائم کرنا۔پھر نباتات کے پیدا ہونے کا اصل سبب یعنی پانی برسانا اور پانی برسنے کی تدبیر کرنا پھر دنیا کے فنا ہونے کی صراحت اور قدرت الٰہیہ کی ہمہ گیری اور سب سے اخیر میں حشر انسانی کا تذکرہ نہایت حکیمانہ انداز کے ساتھ بیان کیا گیا ہے چنانچہ پہلے آسمان کے متعلق بتلایا گیا کہ اس بلند آسمان کو دیکھو۔رات کو تمہیں ساری فضا چمکتے ہوئے ستاروں سے بھرپور نظر آئے گی۔ان کے بڑے بڑے گچھے جہاں تک نظر جاتی ہے پھیلے ہوئے ہیں اور دیکھنے والوں کو بہت اچھے معلوم ہوتے ہیں۔تو آخر سوچو کہ یہ لمبی چوڑی فضا ایسے روشن قمقموں سے کس نے سجائی ہے اور اس کی حفاظت کون کرتا ہے۔غور وفکر

کرنے والوں کے لئے اس میں کتنے نشان حق تعالیٰ کی صنعت کاملہ اور حکمت عظیمہ کے پائے جاتے ہیں۔

شیاطین سے آسمانوں کی حفاظت کا انتظام

پھر آسمانوں پر شیاطین کا کچھ عمل دخل نہیں چلتا بلکہ بعثت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے تو ان کا گزر بھی وہاں نہیں ہو سکتا۔ اب انتہائی کوشش ان کی یہ ہوتی ہے کہ ایک شیطانی سلسلہ قائم کر کے آسمان کے قریب پہنچیں اور عالم ملکوت سے نزدیک ہو کر غیبی خبروں کی اطلاعات حاصل کریں۔ اس پر بھی فرشتوں کے پہرے بٹھا دیئے گئے ہیں۔ کہ جب شیاطین ایسی کوشش کریں اوپر سے آتش بازی کی جائے۔

قرآن وحدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تکوینی امور کے متعلق جب آسمانوں پر کسی فیصلہ کا اعلان ہوتا ہے اور خداوند قدوس فرشتوں کی طرف وحی بھیجتا ہے تو وہ اعلان ایک خاص کیفیت کے ساتھ اوپر سے نیچے کو درجہ بدرجہ پہنچتا ہے۔ یہاں تک کہ آسمان دنیا تک پہنچتا ہے۔ بخاری شریف کی ایک روایت کے موافق فرشتے اس کا مذاکرہ کرتے ہیں۔ شیاطین کی کوشش ہوتی ہے کہ ان معاملات کے متعلق غیبی معلومات حاصل کریں لیکن ان کے پیچھے آگ کا دہکتا ہوا انگارا لپکتا ہے۔ جو ان غیبی پیغامات کی چوری کرنے والوں کو مجروح یا ہلاک کر کے چھوڑتا ہے۔ اس ہنگامہ دار وگیر میں جو ایک آدھ بات شیاطین کو ہاتھ لگ جاتی ہے وہ ہلاک ہونے سے پیشتر بڑی عجلت کے ساتھ دوسرے شیاطین کو اور وہ شیاطین اپنے دوست انسانوں کو پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ کاہن لوگ اسی ادھوری سی بات میں سینکڑوں جھوٹ اپنی طرف سے ملا کر عوام کو غیبی خبریں بتلاتے۔ قرآن و حدیث نے یہ واقعات بیان کر کے متنبہ کر دیا کہ کسی ادنیٰ سے ادنیٰ اور چھوٹی سے چھوٹی سچائی کا سرچشمہ بھی وہی عالم ملکوت ہے۔ شیاطین الجن والانس کے خزانہ میں بجز کذب وافترا کوئی چیز نہیں۔ نیز یہ کہ آسمانی انتظامات اتنے مکمل ہیں کہ کسی شیطان کی مجال نہیں کہ وہاں قدم رکھ سکے یا وہاں کے انتظامات اور فیصلوں پر دسترس حاصل کر سکے۔

زمین کا نظام توحید الٰہی کی واضح دلیل ہے

آسمانوں کے ذکر کے بعد زمین کے متعلق بتلایا کہ اول تو زمین کی وسعت ہی حیرت انگیز ہے۔ اس کو چاروں طرف دور دور تک پھیلا دینا ہی قدرت الٰہی کا کام ہے۔ پھر اس کی ہموار سطح چونکہ نرم مٹی کی ہے اس لئے اس میں پائیداری نہیں اس کے ٹھہراؤ اور مضبوطی کے لئے اونچے اونچے مضبوط پہاڑ کھڑے کر دیئے تاکہ ان کی سختی اور بوجھ کی وجہ سے زمین ڈگمگا نہ جائے پھر زمین سے طرح طرح کی چیزیں اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے اور ان میں سے بہت سی چیزیں تمہیں زندگی کی ضروریات بہم پہنچاتی ہیں۔ اور بہت سی جاندار چیزیں چوپائے وغیرہ ایسے ہیں کہ جن کا رزق تمہارے اوپر موقوف نہیں جن سے کام اور خدمت انسان لیتا ہے اور روزی ان کی خدا کے ذمہ ہے۔ تو مقصود یہ بتلانا ہے کہ آخر یہ زبردست زمینی نظام کیا آپ ہی آپ ہو گیا؟ نہیں یہ سب ایک علیم وحکیم خالق اور رب زمین اور آسمان کی ایجاد ہے۔ جس نے ہر شے کو اس کے مناسب مقام پر لا کھڑا کیا اور اس کے قیام وثبات کا ایک مقررہ مدت تک انتظام کر دیا کیا ایسی چیزوں کو دیکھ کر تم ان کے پیدا کرنے والے اور قائم رکھنے والے کو نہیں سمجھ سکتے؟

خلاصۂ آیات

یہاں حق تعالیٰ کے وجود، خالقیت، وحدانیت اور علم وقدرت کے واضح دلائل، آسمان اور زمین اور ان کے درمیان کی مخلوقات کے حالات ومشاہدات سے بیان کئے گئے ہیں جن میں ذرا بھی غور وخوض کیا جائے تو کسی عاقل کو انکار کی مجال نہیں رہتی۔

پہلی دلیل یہاں یہ دی گئی کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان میں بڑے بڑے ستارے پیدا کئے۔ یہاں آسمان سے مراد فضائے آسمانی ہے جس کو آج کل کی اصطلاح میں خلا کہا جاتا ہے۔ آج کل کے نیچری دہریہ سائنس دان کہتے ہیں کہ آسمان کوئی چیز نہیں۔ بہت سے بہت ایک منتہائے بصر اور حد نظر ہے۔ ہمارے علمائے محققین نے جہاں اس کے اور فلسفیانہ جوابات دیئے ہیں وہاں ایک مختصر مگر عجیب دلیل آسمان کے وجود کی یہ دی ہے کہ آسمان کا عکس دریا اور جھیل اور تمام پانیوں اور پانی کے برتنوں میں نظر آتا ہے اور عکس کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ شے موجود ہو۔ معدوم کا عکس نہیں ہوتا۔ دوسری دلیل زمین کو پیدا کرنے اس کو پھیلانے اس پر پہاڑ قائم کرنے اور زمین میں مخلوق کی روزی اور سامان زندگی کے پیدا کرنے میں دی گئی۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو بھی توحید کاملہ نصیب فرمائیں۔ اور ہر چیز میں قدرت الٰہیہ کو دیکھنے والی بصیرت عطا فرمائیں۔

یا اللہ! اپنی ذات پاک کی صفات کی معرفت کاملہ ہم کو نصیب فرما اور توحید خالص و کامل پر جینا اور اسی پر مرنا نصیب فرما۔

یا اللہ! یہ آسمان اور زمین بلاشبہ آپ ہی کے پیدا کئے ہوئے ہیں اور آپ ہی کے حکم سے قائم ہیں۔

یا اللہ! آسمانی انتظامات آپ کی قدرت سے ایسے مکمل ہیں کہ وہاں کسی شیطان کی مجال نہیں کہ کوئی دخل دے سکے۔

یا اللہ! یہ زمینی نظام کے بھی آپ ہی خالق ہیں آپ جس کی حفاظت فرمائیں شیطان لعین کی کیا مجال کہ زمین پر اس کا مکروفریب چل سکے۔ شیطان کے فریب میں تو وہی گرفتار ہوتے ہیں جو شیطانی وساوس کا اتباع کرتے ہیں اور اس کے کہنے پر چلتے ہیں۔

یا اللہ! آپ ہماری اس شیطان لعین سے حفاظت فرمایئے۔ جب تک ہم زندہ ہیں اس کے مکروفریب کو ہم سے دور رکھئے اور اس کی چالوں سے ہمیں بچایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ ۫ وَمَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۲۱﴾ وَاَرْسَلْنَا الرِّیٰحَ

اور جتنی چیزیں ہیں ہمارے پاس سب کے خزانے ہیں، اور ہم اُس (چیز) کو ایک معین مقدار سے اتارتے رہتے ہیں۔اور ہم ہی ہواؤں کو بھیجتے

لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَیْنٰكُمُوْهُ ۚ وَمَآ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِیْنَ ﴿۲۲﴾ وَاِنَّا لَنَحْنُ

رہتے ہیں جو کہ بادلوں کو پانی سے بھر دیتی ہیں، پھر ہم ہی آسمانوں سے پانی برساتے ہیں، پھر وہ پانی تم کو پینے کو دیتے ہیں، اور تم اتنا پانی جمع کر کے نہ رکھ سکتے تھے۔اور ہم ہی

نُحْیٖ وَنُمِیْتُ وَنَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِیْنَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا

ہیں کہ زندہ کرتے ہیں اور مارتے ہیں اور ہم ہی رہ جائیں گے۔اور ہم تمہارے اگلوں کو بھی جانتے ہیں اور ہم تمہارے پچھلوں کو بھی جانتے ہیں۔

الْمُسْتَاْخِرِیْنَ ﴿۲۴﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ هُوَ یَحْشُرُهُمْ ؕ اِنَّهٗ حَكِیْمٌ عَلِیْمٌ ﴿۲۵﴾ ع

اور بیشک آپ کا رب ہی اُن سب کو محشور فرمائے گا بیشک وہ حکمت والا ہے علم والا ہے۔

وَاِنْ اور نہیں	مِنْ شَیْءٍ کوئی چیز	اِلَّا مگر	عِنْدَنَا ہمارے پاس	خَزَآئِنُهٗ اسکے خزانے	وَمَا اور نہیں	نُنَزِّلُهٗ ہم اس کو اُتارتے
اِلَّا مگر اندازہ سے	مَعْلُوْمٍ مناسب	وَاَرْسَلْنَا اور ہم نے بھیجیں	الرِّیٰحَ ہوائیں	لَوَاقِحَ بھری ہوئی	فَاَنْزَلْنَا پھر ہم نے اتارا	مِنَ سے
السَّمَآءِ آسمان	مَآءً پانی	فَاَسْقَیْنٰكُمُوْهُ پھر ہم نے وہ تمہیں پلایا	وَمَا اور نہیں	اَنْتُمْ تم	لَهٗ اس کے	بِخٰزِنِیْنَ خزانہ کرنے والے
وَاِنَّا اور بیشک ہم	لَنَحْنُ البتہ ہم	نُحْیٖ زندگی دیتے ہیں	وَنُمِیْتُ اور ہم مارتے ہیں	وَنَحْنُ اور ہم	الْوٰرِثُوْنَ وارث	
وَلَقَدْ عَلِمْنَا اور تحقیق ہمیں معلوم ہیں	الْمُسْتَقْدِمِیْنَ آگے گزرنے والے	مِنْكُمْ تم میں سے	وَلَقَدْ عَلِمْنَا اور تحقیق ہمیں معلوم ہیں			
الْمُسْتَاْخِرِیْنَ پیچھے رہ جانے والے	وَاِنَّ اور بیشک	رَبَّكَ تیرا رب	هُوَ وہ	یَحْشُرُهُمْ انہیں جمع کرے گا	اِنَّهٗ بیشک وہ	
حَكِیْمٌ حکمت والا	عَلِیْمٌ علم والا					

ہر چیز اللہ تعالیٰ کی عطا ہے

ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ تمام چیزوں کا تنہا خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ہر قسم کی چیزوں کے خزانے اس کے پاس موجود ہیں۔ یعنی جو چیز جتنے مقدار میں چاہے پیدا کر دے۔ گویا تمام چیزوں کا خزانہ اس کی لامحدود قدرت ہوئی جس سے ہر چیز حکمت کے موافق ایک معین نظام کے ماتحت ٹھہرے ہوئے اندازہ پر بلا کم و کاست نکلی چلی آتی ہے۔

جو ہر حیات کا انتظام

پھر نباتات کے پیدا ہونے کا اصل سبب یعنی پانی برسانا اور پانی برسنے کی تدبیر فرمانا اس کے متعلق بتلایا گیا کہ برساتی ہوائیں بھاری بھاری بادلوں کو پانی سے بھر کر لاتی ہیں۔ ان سے پانی برستا ہے جو نہروں، چشموں اور کنوؤں میں جمع ہو کر تمہارے کام آتا ہے۔ یہی پانی تمہارے پینے کے کام بھی آتا ہے اور اسی سے دریا نہر کنوئیں چشمہ وغیرہ بن جاتے ہیں اور تمہاری ضرورتوں کے لئے پانی کا ذخیرہ جمع ہو جاتا ہے۔ یہ تمہارے بس کا نہیں کہ اپنی کھیتی باڑی کے لئے اور اپنے پینے اور دیگر استعمال کے لئے پانی کا کافی ذخیرہ اکٹھا کر لو۔ پانی آسمان سے بارش، برف، اولوں وغیرہ کی شکل میں ہواؤں کے ذریعہ زمین پر برستا ہے جس میں سے کچھ دریاؤں، نہروں وغیرہ کی شکلوں

میں زمین کی سطح پر بہنے لگتا ہے اور کچھ زمین میں جذب ہو کر اس کے اندر جمع ہو جاتا ہے جس کو تم بوقت ضرورت کنوئیں وغیرہ کھود کر حاصل کر لیتے ہو۔ اگر اللہ عزوجل اس تدبیر سے بادلوں کے ذریعہ پانی نہ برسائے تو تم پانی کا ذخیرہ اپنے لئے اکٹھا نہیں کر سکتے۔ نہ اوپر بارش کے خزانہ پر تمہارا قبضہ ہے نہ نیچے چشمہ اور کنویں تمہارے اختیار میں ہیں۔ خدا جب چاہے بارش برسائے نہ تم روک سکتے ہو نہ اپنے حسب خواہش لا سکتے ہو۔ اگر چشموں اور کنوؤں کا پانی خشک کردے یا زیادہ نیچے اتار دے کہ تمہاری دسترس سے باہر ہو جائے تو کیسے تم پانی کو حاصل کر سکتے ہو۔ تو مقصود اس بتلانے سے یہ ہے کہ قدرت کی ان تمام نشانیوں اور کارگزاریوں کو دیکھ کر انسان کا کام یہ ہے کہ اللہ عزوجل کو پہچانے اور اسی کو تمام جہان کا پیدا کرنے والا اور اس ساری کائنات کا انتظام کرنے والا اور پالنے والا مانے کیونکہ کوئی مخلوق اس قابل نہیں جو یہ سب کام کر سکے۔

جس نے حیات بخشی وہی موت دے گا اور جزا دیگا

آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ دنیا فنا ہو جائے گی ایک خدا اپنی کامل صفات کے ساتھ باقی رہے گا وہی انسانوں کو جلانے والا ہے اور وہی مارنے والا ہے۔ اور اگلا پچھلا کوئی شخص یا اس کے اعمال اللہ تعالیٰ کے احاطہ علمی سے باہر نہیں۔ حق تعالیٰ کو ازل سے ہر چیز کا تفصیلی علم ہے۔ اسی کے مطابق ہر معاملہ دنیا میں پیش آتا ہے اور اسی کے موافق آخرت میں تمام مخلوق کا انصاف کیا جائے گا۔ ایک ایک ذرہ اس کے علم میں ہے۔ جب اس کی حکمت مقتضی ہوگی تو تمام انسانوں کو بیک وقت انصاف کے لئے اکٹھا کیا جائے گا اور اپنے علم و حکمت کے مطابق ہر ایک کو اس کے اعمال کی جزا وسزا عدل وانصاف کے ساتھ دے گا۔

خلاصہ مقصود بیان یہ ہوا کہ جس رب کے کمال علم اور کمال قدرت اور کمال صنعت اور کمال انتظام کی یہ حالت ہے جو اوپر بیان ہوئی تو قیامت میں منکرین کو وہ جمع کرے گا اور ان سے ان کے انکار واستہزاء وغیرہ کا بدلہ لے گا۔

اخیر میں اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ فرما کر یہ جتلا دیا کہ اس کی حکمت یہ تقاضہ کرتی ہے کہ وہ سب کو اکٹھا کرے اور اس کا علم سب پر اس طرح حاوی ہے کہ کوئی متنفس اس سے چھوٹ نہیں سکتا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ اپنی ذات پاک کی معرفت اور ایمان کامل و یقین صادق ہم سب کو عطا فرماویں اور قیامت میں ہم کو اپنے مخلصین کے گروہ میں محشور فرماویں۔

یا اللہ! جتنی زندگی ہم کو دنیا کی آپ نے عطا فرمائی ہے وہ ایمان واسلام اور اتباع وفرمانبرداری کی زندگی ہو اور جب ہم کو موت نصیب فرماویں تو ایمان اسلام ہی پر ہمارا خاتمہ بالخیر فرماویں۔

یا اللہ! آپ کی بے شمار اور بے حساب نعمتوں کا ہم اندازہ بھی نہیں لگا سکتے۔ کوئی لمحہ اور کوئی آن ہم پر ایسا نہیں گزرتا کہ جو آپ کی نعمتوں کی بارش ہم پر نہ ہو رہی ہو۔ یا اللہ! ہمیں ان نعمتوں کا احساس نصیب فرما اور صحیح شکر گزاری کی توفیق مرحمت فرما۔

یا اللہ! ہماری موت وحیات آپ ہی کے قبضہ میں ہے اور اس دنیا سے گزر کر ہم کو پھر آپ ہی کے پاس حاضر ہونا ہے۔

یا اللہ! ہمیں جب تک آپ زندہ رکھیں صراط مستقیم پر قائم رکھئے اور جب موت دیں تو مغفرت اور رحمت سے نوازیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ ﴿۲۶﴾ وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ

اور ہم نے انسان کو بجتی ہوئی مٹی سے جو کہ سڑے ہوئے گارے کی بنی ہوئی تھی پیدا کیا۔ اور جن کو اس کے قبل آگ سے کہ وہ

مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ﴿۲۷﴾

ایک گرم ہوا تھی پیدا کر چکے تھے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا اور تحقیق ہم نے پیدا کیا	الْإِنْسَانَ انسان	مِنْ سے	صَلْصَالٍ کھنکھناتا ہوا	مِنْ حَمَإٍ سیاہ گارے سے	مَّسْنُونٍ سڑا ہوا	
وَالْجَآنَّ اور جن	خَلَقْنٰهُ ہم نے اسے پیدا کیا	مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے	مِنْ سے	نَّارِ السَّمُوْمِ آگ بے دھوئیں کی		

تخلیق انس کی ابتداء

گذشتہ آیات سے توحید باری تعالیٰ کے اثبات کا مضمون چل رہا ہے اور متعدد دلائل گذشتہ آیات میں بیان فرمائے گئے تھے۔

اب ان آیات میں انسان اور جن کی پیدائش کی ابتدء کا ذکر فرما کر اللہ تعالیٰ اپنی توحید ثابت فرماتے ہیں حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش اور فرشتوں کو تعظیمی سجدۂ آدم کا حکم اور ابلیس کا انکار ان تمام واقعات کا بیان تفصیل سے سورۂ بقرہ میں گزر چکا ہے۔ یہاں اس آیت میں اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ قدرت الٰہی نے کس طرح ایک حقیر ترین چیز سے جو ہمیشہ تمہارے قدموں سے پامال ہوتی رہتی ہے تمہاری ہستی کو پیدا کیا اور اسے اس درجہ تک بلند کیا کہ ملائکہ کی مسجود ہوئی۔

مادۂ تخلیق

حضرت آدم علیہ السلام کی ساخت میں اگرچہ ہوا۔ آگ اور پانی کے اجزاء بھی شامل ہیں مگر چونکہ خاک کا حصہ زیادہ تھا اس لئے تعمیر و تخلیق آدم کا اصل مادہ خاک کو قرار دیا قرآن پاک میں مختلف مواقع پر مختلف الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ کہیں تراب یعنی خاک کہیں طین یعنی کیچڑ کہیں حَمَإٍ مَّسْنُونٍ یعنی سڑے ہوئے گارے اور کہیں صَلْصَالٍ یعنی کھنکھناتی ہوئی پختہ مٹی اور ایک جگہ صَلْصَالٍ کو فخار یعنی ٹھیکری سے بھی تشبیہ دی گئی ہے۔ بہر حال ان تمام تصریحات میں یہی بتلایا گیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے بنایا گیا لیکن مٹی پر مختلف دور گزرنے سے مختلف حالات طاری ہوتے رہے۔ شروع میں معمولی خاک تھی پھر پانی ملایا گیا تو کیچڑ بن گئی۔ پھر کچھ مدت پڑی رہی تو سڑ گئی اور آخر میں بالکل خشک صَلْصَالٍ بن گئی پھر صَلْصَالٍ میں مزید پختگی پیدا ہوئی تو وہ فخار ٹھیکری کی طرح ہو گئی۔ پھر جیسا کہ اگلی آیات کے بیان سے معلوم ہوگا حضرت آدم کے پتلے میں روح ڈالی گئی اور فرشتوں سے سجدہ تعظیمی کرایا گیا تو یہاں مقصود یہ بتلانا ہے کہ عاقل اگر غور کرے تو بہت جلد اقرار کر سکتا ہے کہ خاک اور پانی کا از خود جمع ہونا اور اس میں روح پڑنا از خود ممکن نہیں ضرور یہ کسی حکیم و علیم اور بڑی قدرت والے خلاق عظیم کا کام ہے اس طرح نوع انسانی کی اصل اول یعنی حضرت آدم علیہ السلام کی مٹی سے پیدائش کا حال بیان کر کے توحید کا اثبات فرمایا گیا۔

تخلیق جنات

آگے دوسری آیت میں بتلایا جاتا ہے کہ صرف آدمؑ ہی کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے پیدا نہیں فرمایا بلکہ آدم علیہ السلام سے سینکڑوں ہزاروں برس پیشتر نوع جنات کی اصل اول جان کو آگ سے پیدا کر چکے ہیں۔ جمہور مفسرین کا قول یہی ہے کہ جس طرح تمام انسانوں کے باپ حضرت آدم علیہ السلام

ہیں اسی طرح تمام جنات کے باپ کا نام جان ہے۔ جان کے معنی لغت میں چھپانے والے کے ہیں۔ چونکہ جنات نظر سے مخفی ہیں اس لئے ان کو جان کہا جاتا ہے۔ جنات کی پیدائش کے متعلق قرآن پاک میں دولفظ استعمال کئے گئے ہیں۔ ایک نارالسموم یعنی وہ آگ جو دھواں نہ ہونے کی وجہ سے گرم ہو اورلو کی طرح ہو اور دوسرا لفظ مارج آیا ہے یعنی آگ کا بھڑکتا شعلہ۔ بہرحال حاصل دونوں کا ایک ہی ہے کہ جنات کی پیدائش شفاف آگ سے ہوئی ہے۔ گویا ملائکہ اور انسان کے درمیان جنات کی خلقت ہے کہ نہ انسان کی طرح کثیف مادہ سے ہوئی ہے۔ نہ فرشتہ کی طرح نور مجرد سے۔ چونکہ ہر چیز اپنی لطافت کی وجہ سے مختلف اشکال کو بآسانی قبول کرسکتی ہے اور بسہولت ترک کرسکتی ہے مثلاً پانی مٹی سے لطیف ہے اس لئے جس برتن میں ڈالا جائے اسی کی شکل قبول کر لیتا ہے پانی سے زیادہ لطیف ہوا ہے اور ہوا سے زیادہ لطیف آگ ہے اس لئے جس مخلوق کی پیدائش صاف و شفاف آگ سے ہوئی ہو اس میں تغیر اشکال کی زیادہ قابلیت ہے اور چونکہ جنات کو قوت ارادہ بھی عطا کی گئی ہے اس لئے وہ ہر شکل کو آسانی کے ساتھ اختیار کر لیتے ہیں اور پھر آسانی کے ساتھ اس کو چھوڑ بھی دیتے ہیں۔

تاہم جنات بھی بالکل انسانوں جیسے بے بس مخلوق ہیں۔ کوئی وصف ذرہ بھر بھی ان میں معبودیت کا موجود نہیں۔ فرق صرف مادہ کا ہے۔ انسان کی ترکیب اور پیدائش کی ابتدا مٹی سے ہوئی اور جنات کی آگ سے۔ ان کی مخلوقیت اور عجز کو دکھانے ہی کے لئے قرآن مجید نے ان کا ذکر انسان کی پیدائش کے ساتھ ساتھ کیا۔ بہرحال آیت سے یہ بات ثابت ہے کہ نوع جن انسانوں کے علاوہ ایک دوسری مخلوق ہے جس کی پیدائش حضرت آدم کی پیدائش سے قبل ہوئی اور انسانوں کے باپ کو ایسے مادہ سے پیدا کیا گیا جس میں مٹی کا عنصر غالب تھا اور جنوں کا باپ اس مادہ سے پیدا ہوا جس میں آگ کا عنصر غالب تھا۔ ابلیس یعنی شیطان بھی اسی نوع جنات میں سے تھا۔

مقصود بیان

یہاں ان آیات میں انسان اور جنات کی پیدائش کا حال بیان فرما کر یہ جتلانا بھی مقصود ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ان کو ابتداء پیدا کرنے پر قادر تھے تو ان کا دوبارہ پیدا کرنا قیامت میں کیا مشکل ہے۔ پس یہ بھی ایک دلیل ہے حشر کی۔ اور چونکہ اس جگہ انسان اور جن کی پیدائش کا ذکر آ گیا ہے اور یہ ہی پیدائش بنیاد ہے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو اشرف الخلوقات میں پیدا کر کے اپنے نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا امتی ہونا نصیب فرمایا اور قرآن پاک جیسی کتاب عطا فرمائی اللہ تعالیٰ ہم کو اسلام صادق اور ایمان کامل کی دولت سے مرتے وقت تک نوازیں اور ہم کو اپنے فرمانبردار بندوں میں شامل فرمادیں اور شیطان ابلیس لعین کے مکروفریب سے ہماری حفاظت فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۲۸﴾ فَاِذَا

اور وہ وقت یاد کرنے کے قابل ہے، جب آپ کے رب نے ملائکہ سے فرمایا، کہ میں ایک بشر کو بجتی ہوئی مٹی سے جو کہ سڑے ہوئے گارے کی بنی ہوگی پیدا کرنے والا ہوں

سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ﴿۲۹﴾ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ﴿۳۰﴾

سو جب میں اُس کو پورا بنا چکوں اور اس میں جان ڈال دوں، تو تم سب اس کے روبرو سجدہ میں گر پڑنا۔ سو سارے کے سارے فرشتوں نے سجدہ کیا۔

اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا لَكَ اَلَّا تَكُوْنَ مَعَ

مگر ابلیس نے کہ اُس نے اس بات کو قبول نہ کیا کہ سجدہ کرنے والوں میں شامل ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابلیس! تجھ کو کون امر باعث ہوا

السّٰجِدِيْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۳۳﴾

کہ تو سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا۔ کہنے لگا کہ میں ایسا نہیں کہ بشر کو سجدہ کروں جس کو آپ نے بجتی ہوئی مٹی سے جو کہ سڑے ہوئے گارے کی بنی ہے پیدا کیا ہے

وَاِذْ اور جب	قَالَ کہا	رَبُّكَ تیرا رب	لِلْمَلٰٓئِكَةِ فرشتوں کو	اِنِّیْ بیشک میں	خَالِقٌ بنانے والا	بَشَرًا انسان	مِنْ سے
صَلْصَالٍ کھنکتا ہوا	مِنْ سے	حَمَاٍ سیاہ گارا	مَسْنُوْنٍ سڑا ہوا	فَاِذَا پھر جب	سَوَّيْتُهٗ میں اُسے درست کرلوں	وَنَفَخْتُ اور پھونکوں	
فِيْهِ اس میں	مِنْ رُّوْحِيْ اپنی روح سے	فَقَعُوْا تو گر پڑو تم	لَهٗ اس کیلئے	سٰجِدِيْنَ سجدہ کرتے ہوئے	فَسَجَدَ پس سجدہ کیا	الْمَلٰٓئِكَةُ فرشتوں	
كُلُّهُمْ وہ سب	اَجْمَعُوْنَ سب کے سب	اِلَّآ سوائے	اِبْلِيْسَ ابلیس	اَبٰٓى اس نے انکار کیا	اَنْ کہ	يَّكُوْنَ وہ ہو	مَعَ ساتھ
السّٰجِدِيْنَ سجدہ کرنے والے	قَالَ اس نے فرمایا	يٰٓاِبْلِيْسُ اے ابلیس	مَا لَكَ تجھے کیا ہوا	اَلَّا تَكُوْنَ کہ تو نہ ہوا	مَعَ ساتھ		
السّٰجِدِيْنَ سجدہ کرنے والے	قَالَ اس نے کہا	لَمْ اَكُنْ میں نہیں ہوں	لِاَسْجُدَ کہ سجدہ کروں	لِبَشَرٍ انسان کو	خَلَقْتَهٗ تو نے اس کو پیدا کیا		
مِنْ سے	صَلْصَالٍ کھنکتا ہوا	مِنْ سے	حَمَاٍ سیاہ گارا	مَسْنُوْنٍ سڑا ہوا			

تخلیق انسان پر شیطان کا ردعمل

گذشتہ آیات میں نوع انسان کی اصل اول یعنی حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش اور نوع جنات کی اصل یعنی جان کی پیدائش کا ذکر فرمایا گیا تھا۔ ابلیس جو بعد کو شیطان کے لقب سے مشہور ہو گیا۔ اسی قوم جنات میں سے تھا جیسا کہ سورۂ کہف میں نص موجود ہے۔ تو چونکہ اوپر انسان اور جنات کی پیدائش کا ذکر آ گیا اور یہی پیدائش بنیاد ہے حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس کے قصہ کی اس لئے عبرت حاصل کرنے کے لئے اس قصہ کو بیان فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے کہا کہ میں ایک مخلوق مٹی سے پیدا کرنے والا ہوں۔ جب اس کا بدن ٹھیک ٹھاک تیار ہو جائے گا تو اس میں اپنے حکم سے روح داخل کروں گا۔ اس وقت تم سب اس کے آگے تعظیم کے لئے سجدہ میں گر پڑنا۔ چنانچہ جب وہ مٹی کا بدن ہر طرح سے درست ہو گیا اور اس میں روح داخل کر دی گئی تو اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق سارے فرشتے اس کے سامنے سجدہ میں تعظیم کے لئے گر گئے لیکن ابلیس جو خلقت میں جنات میں سے تھا اور کثرت عبادت سے اس کو فرشتوں کے ساتھ آسمان میں رہنے کا حکم مل گیا تھا وہ فرشتوں کے ساتھ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے میں

شریک نہ ہوا۔اس پر اللہ تعالیٰ نے اس سے پوچھا کہ اے ابلیس کیا وجہ کہ تو نے فرشتوں میں مل کر رہتے ہوئے میرے حکم کی تعمیل نہ کی اور دوسرے فرشتوں کے ساتھ آدم کو سجدہ نہ کیا اور تعظیم نہ بجا لایا۔تو ابلیس نے عقلی گھوڑے دوڑانے شروع کئے اور باطل قیاس آرائیوں کی بنا پر کہنے لگا کہ ایسے حقیر و ذلیل مادہ سے بنی ہوئی مخلوق کو میں سجدہ کروں جو نورانی مادہ آتش سے بنا ہوا ہے آتشی کہیں خاکی کے آگے اور نورانی کہیں ظلماتی کے آگے جھک سکتا ہے۔گویا اپنے فعل کی یہ دلیل دینے لگا کہ مادۂ لطیف مادۂ کثیف سے افضل و بہتر ہوتا ہے اور افضل کو غیر افضل کے آگے کبھی کسی اعتبار سے جھکنا نہیں چاہئے۔گویا امر الٰہی کے مقابلہ میں اپنی رائے کو چلانے لگا اور حکم الٰہی کو خلاف عقل سمجھ کر آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کیا۔

امر الٰہی کی تعمیل لازمی ہے

یہاں شیطان کا سجدہ سے انکار کرنا بتلا رہا ہے کہ امر الٰہی کی تعمیل لازم ہے۔اس میں چوں و چرا کرنا اور اس حکم کی وجہ دریافت کرنا خلاف دانش ہے۔اگرچہ ابلیس نے اپنے باطل قیاس کی بناء پر آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنا خلاف عقل جانا مگر چونکہ امر الٰہی تھا اس لئے اس کی تعمیل واجب تھی۔یہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ کوئی حکم الٰہی خلاف عقل نہیں ہوا کرتا گو بظاہر کسی کی سمجھ میں نہ آئے۔اس واقعہ سے ان خشک دماغ لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہئے جو احکام الٰہیہ کو خلاف عقل سمجھ کر ان کی تعمیل سے سینہ زوری کرتے ہیں اور ہر جگہ اپنی ناقص العقل کو دوڑاتے ہیں۔کمبخت مردود ابلیس یہ نہ سمجھا کہ میرا اولین فرض اپنے خالق مالک اور رب کا حکم بجالانا ہے۔آقا کے قطعی حکم کے بعد بندے کی مجال نہیں کہ فرمانبرداری میں چوں و چرا کرے۔اگر ایسا کرے گا تو ابلیس کا حشر جو ہوا اور جو آئندہ آیات میں بتلایا گیا ہے وہ سامنے رکھے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو ایسی عقل و فہم عطا فرماویں کہ ہم احکام الٰہیہ کے آگے چوں و چرا کرنے والے نہ ہوں۔بلکہ فراخدلی کے ساتھ حکم الٰہی کی اطاعت و فرمانبرداری کرنے والے ہوں۔یا اللہ! آپ کے احکام کی حکمت و راز خواہ ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے ہمارا وظیفہ تو آپ کی اطاعت و فرمانبرداری ہو۔

یا اللہ! ہم کو شیطانی وساوس سے محفوظ فرمایئے۔جو ہمیشہ اسی چال میں لگا رہتا ہے کہ کسی نہ کسی طرح بندوں سے نافرمانی کے کام کراوے۔ یا اللہ! اپنے فضل و کرم سے شیطان کی چالوں سے ہم کو بچایئے گا اور تادم آخر اسلام و ایمان کے ساتھ اپنی اطاعت نصیب فرمایئے گا۔یا اللہ! اب امت کے بعض افراد میں بھی یہ مرض پیدا ہونے لگا ہے کہ احکام شرعیہ کی حکمت سمجھنے کے پیچھے پڑتے ہیں اور جب ان کی کوتاہ عقل میں کسی حکم کی حکمت سمجھ میں نہیں آتی تو اس حکم سے اعراض برتنے لگتے ہیں۔

یا اللہ! اس مرض سے ہم کو بچایئے گا اور احکام شرعیہ کی اطاعت بغیر چوں چرا ہم کو نصیب فرمایئے گا۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ ﴿٣٤﴾ وَإِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ إِلَىٰ يَوْمِ الدِّينِ ﴿٣٥﴾ قَالَ رَبِّ

ارشاد ہوا تو آسمان سے نکل کیونکہ بیشک تو مردود ہوگیا۔اور بے شک تجھ پر لعنت رہے گی قیامت کے دن تک۔کہنے لگا

فَأَنظِرْنِي إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿٣٦﴾ قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنظَرِينَ ﴿٣٧﴾ إِلَىٰ يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ ﴿٣٨﴾

تو پھر مجھ کو مہلت دیجئے قیامت کے دن تک۔ارشاد ہوا تو تجھ کو معین وقت کی تاریخ تک مہلت دی گئی۔

قَالَ رَبِّ بِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَلَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٣٩﴾ إِلَّا عِبَادَكَ

کہنے لگا کہ اے میرے رب بسبب اس کے کہ آپ نے مجھے گمراہ کیا ہے میں قسم کھاتا ہوں کہ میں دنیا میں اُن کی نظر میں معاصی کو مرغوب کر کے دکھاؤں گا

مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ ﴿٤٠﴾ قَالَ هَٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيمٌ ﴿٤١﴾ إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ

اور اُن سب کو گمراہ کروں گا۔بجز آپ کے اُن بندوں کے جو اُن میں منتخب کیے گئے ہیں۔ارشاد ہوا،کہ یہ ایک سیدھا رستہ ہے،جو مجھ تک پہنچتا ہے۔واقعی میرے

لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ إِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغَاوِينَ ﴿٤٢﴾ وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ

ان بندوں پر تیرا ذرا بھی بس نہ چلے گا،ہاں مگر جو گمراہ لوگوں میں سے تیری راہ پر چلنے لگے۔اور اُن سب سے جہنم کا وعدہ ہے۔

أَجْمَعِينَ ﴿٤٣﴾ لَهَا سَبْعَةُ أَبْوَابٍ لِّكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُومٌ ﴿٤٤﴾

جس کے سات دروازے ہیں،ہر دروازے کیلئے اُن لوگوں کے الگ الگ حصے ہیں۔

قَالَ اس نے کہا	فَاخْرُجْ پس نکل جا	مِنْهَا یہاں سے	فَإِنَّكَ بیشک تو	رَجِيمٌ مردود	وَإِنَّ اور بیشک	عَلَيْكَ تجھ پر	اللَّعْنَةَ لعنت	إِلَىٰ تک
يَوْمِ الدِّينِ روز انصاف	قَالَ اس نے کہا	رَبِّ اے میرے رب	فَأَنظِرْنِي تو مجھے مہلت دے	إِلَىٰ تک	يَوْمِ يُبْعَثُونَ جس دن اُٹھائے جائیں			
قَالَ اس نے کہا	فَإِنَّكَ بیشک تو	مِنَ سے	الْمُنظَرِينَ مہلت دیئے جانے والے	إِلَىٰ تک	يَوْمِ دن	الْوَقْتِ وقت	الْمَعْلُومِ معلوم	
قَالَ اس نے کہا	رَبِّ اے میرے رب	بِمَا جیسا کہ	أَغْوَيْتَنِي تو نے مجھے گمراہ کیا	لَأُزَيِّنَنَّ تو میں ضرور آراستہ کروں گا	لَهُمْ ان کیلئے			
فِي الْأَرْضِ زمین میں	وَلَأُغْوِيَنَّهُمْ اور میں ضرور گمراہ کروں گا اُنکو	أَجْمَعِينَ سب	إِلَّا سوائے	عِبَادَكَ تیرے بندے	مِنْهُمُ ان میں سے			
الْمُخْلَصِينَ مخلص	قَالَ اس نے کہا	هَٰذَا یہ	صِرَاطٌ راستہ	عَلَيَّ مجھ تک	مُسْتَقِيمٌ سیدھا	إِنَّ بیشک	عِبَادِي میرے بندے	
لَيْسَ نہیں	لَكَ تیرے لئے	عَلَيْهِمْ اُن پر	سُلْطَانٌ کوئی زور	إِلَّا مگر	مَنِ جو	اتَّبَعَكَ تیری پیروی کی	مِنَ سے	الْغَاوِينَ بہکے ہوئے
وَإِنَّ اور بیشک	جَهَنَّمَ جہنم	لَمَوْعِدُهُمْ ان کیلئے وعدہ گاہ	أَجْمَعِينَ سب	لَهَا اس کیلئے	سَبْعَةُ سات	أَبْوَابٍ دروازے		
لِّكُلِّ بَابٍ ہر دروازہ کے لئے	مِّنْهُمْ اُن سے	جُزْءٌ ایک حصہ	مَّقْسُومٌ تقسیم شدہ					

شیطان کا مردود وملعون ہونا: گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا۔ابلیس جو جنات میں سے تھا اور اپنی کثرت عبادت کی وجہ سے فرشتوں کے اندر جاملا تھا وہ فرشتوں کے ساتھ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے میں شریک نہ ہوا اور جب اللہ تعالیٰ نے اس سے پوچھا کہ اے ابلیس تو نے فرشتوں

کے ساتھ مل کر آدم کو سجدہ کیوں نہ کیا تو ابلیس نے جواب دیا تھا کہ آدم تو ایسے حقیر و ذلیل مادہ یعنی سڑی ہوئی مٹی سے بنایا گیا ہے اور میں نورانی مادہ آتش سے پیدا ہوا ہوں تو میں نورانی ہو کر ظلماتی کو سجدہ کیسے کرتا۔ اس پر جو حق تعالیٰ کا ارشاد ہوا اور ابلیس نے جو پھر اس کا جواب دیا اور پھر حق تعالیٰ کی طرف سے جو جواب الجواب دیا گیا وہ ان آیات میں بیان فرمایا گیا ہے اور بتلایا گیا کہ جب ابلیس حقیقت امر کو نہ سمجھ سکا اور حکم الٰہی کے مقابلہ میں اپنی رائے اور قیاس باطل چلانے لگا تو خدائے تعالیٰ نے حکم دیا کہ تو اس بلند مقام اور مرتبہ کے قابل نہیں اس لئے یہاں سے نکل جا تو مردود بارگاہ ہو گیا۔ اب یہ کہاں سے نکلنے کا حکم ہوا اس میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ بعض کا قول ہے کہ جنت سے نکلنے کا حکم ہوا۔ بعض کے نزدیک گروہ ملائکہ سے لیکن اکثر مفسرین کے نزدیک آسمان سے نکل جانے کا حکم ہوا۔

شیطان کا منشور انسانوں کو گمراہ کرنا ہے

اب ابلیس ملعون کی آنکھیں کھلیں اور سوچا کہ یہ تو معاملہ ہی دگرگوں ہو گیا۔ آدم کی وجہ سے مجھے یہ دائمی ذلت نصیب ہوئی اس لئے اس سے اور اس کی اولاد سے سمجھوں گا تو جھٹ بارگاہ خداوندی میں روز حشر تک زندہ رہنے کی درخواست پیش کر دی جس سے مطلب اس کا یہ تھا کہ اگر وقت حشر تک زندہ رکھنے کا خدا نے وعدہ فرما لیا تو پھر موت کبھی نہ آئے گی کیونکہ حشر کے بعد تو موت کبھی نہ آئے گی کیونکہ حشر کے بعد تو موت آ ہی نہیں سکتی۔ تو اللہ تعالیٰ تو سب ڈھکی چھپی باتوں کا جاننے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حشر تک تو مہلت نہ دی البتہ ابتدائے قیامت یعنی نفخۂ اولیٰ تک مہلت عطا فرما دی اور فرمایا کہ اچھا تجھے وقت معلوم یعنی فناء عالم کے دن تک مہلت ہے جس وقت تمام مخلوق فنا ہو جائے گی ان کے ساتھ تو بھی مرے گا اور دوبارہ صور پھونکے جانے کے بعد سب کے ساتھ تو بھی زندہ ہو گا۔ اب ابلیس کا حال اس وقت وہی ہوا جو کسی مجرم کا اپنے خلاف فیصلہ سن کر ہو سکتا ہے۔ احکم الحاکمین کا تو وہ کچھ کر نہیں سکتا تھا لیکن اپنے مقابلہ میں جیتنے والے حریف کی جان کا دشمن ہو گیا اور قسم کھا کر بولا کہ اے رب چونکہ آپ نے مجھے آدم کی وجہ سے مردود بارگاہ کر دیا ہے اس لئے میں بھی اولاد آدم کی نظر فریبی۔ دلکشی اور گمراہی کے سامان فراہم کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑوں گا۔ اور سب کو بہکاؤں گا۔ ہاں آپ کے مخلص اور برگزیدہ تو میری دسترس سے باہر ہوں گے۔ ان پر تو میرا بس نہیں چلے گا لیکن اوروں کو سیدھی راہ سے ہٹانے میں جان توڑ کوشش کروں گا۔

اللہ والوں پر شیطان کامیاب نہیں ہو سکتا

اس پر احکم الحاکمین کی طرف سے ارشاد ہوا کہ میرا راستہ جو سیدھا مجھ تک پہنچاتا ہے صاف ہے جو لوگ اس راستہ کو اختیار کر لیں گے ان پر تیرا بس نہ چلے گا ہاں جو راہ مستقیم چھوڑ کر تیری پیروی کریں گے وہ ضرور گمراہ ہوں گے اور تم سب یعنی تو اور تیری پیروی کرنے والے سب جہنم رسید ہوں گے۔ جس کے سات دروازہ ہیں اور ہر گروہ کے لئے ایک ایک دروازہ مخصوص ہو جائے گا اور ہر گروہ اپنے اپنے دروازہ سے جہنم رسید ہو گا مثلاً مشرکوں اور کافروں کا دروازہ۔ سرکشوں اور حال مستوں کا دروازہ، ڈاکوؤں اور قاتلوں کا دروازہ، شہوت پرستوں اور زنا کاروں کا دروازہ، چوروں اور دھوکہ بازوں کا دروازہ وغیرہ وغیرہ۔

مقصود بیان: اس جگہ حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس کا یہ قصہ بیان کرنے سے مقصود کفار و مشرکین کو اس حقیقت پر متنبہ کرنا ہے کہ تم اپنے ازلی دشمن شیطان ابلیس کے پھندے میں پھنس گئے ہو اور اس کے مکر و فریب میں گرفتار ہو۔ اللہ کے نبی تو تمہیں اس کے پھندے سے نکال کر صراط مستقیم کی طرف لانے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن تم احمق لوگ ہو کہ اپنے دشمن کو دوست اور اپنے خیر خواہ کو دشمن سمجھتے ہو اسی کے ساتھ یہ حقیقت بھی اسی قصہ سے ان پر واضح کی گئی ہے کہ تمہارے لئے راہ نجات صرف ایک ہے اور وہ ایک اللہ کی اطاعت و بندگی ہے۔ اس راہ کو چھوڑ کر تم جس راہ پر بھی جاؤ گے وہ شیطان کی راہ ہے جو سیدھی جہنم کی طرف جاتی ہے۔ تیسری بات جو اس قصہ کے ذریعہ سے ان کو سمجھائی گئی ہے یہ ہے کہ اپنی اس غلطی کے ذمہ دار تم خود ہو۔ شیطان کا کام اس سے زیادہ نہیں ہے کہ وہ دنیا کی دلفریبیوں سے تم کو دھوکہ دے کر تمہیں صراط مستقیم سے منحرف کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ تو اس سے دھوکہ کھانا تمہارا خود اپنا فعل ہے اور جس کی ذمہ داری تمہارے سوا کسی اور پر نہیں۔

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ ﴿۴۵﴾ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِیْنَ ﴿۴۶﴾ وَنَزَعْنَا مَا فِیْ

بیشک خدا سے ڈرنے والے باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔تم اُن میں سلامتی اور امن سے داخل ہو۔اور اُن کے دلوں میں جو کینہ تھا

صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ ﴿۴۷﴾ لَا یَمَسُّهُمْ فِیْهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا

ہم وہ سب دُور کردیں گے، کہ سب بھائی بھائی کی طرح رہیں گے تختوں پر آمنے سامنے بیٹھا کریں گے۔وہاں اُن کو ذرا بھی تکلیف نہ پہنچے گی اور نہ وہ وہاں سے

بِمُخْرَجِیْنَ ﴿۴۸﴾ نَبِّئْ عِبَادِیْٓ اَنِّیْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴿۴۹﴾ وَاَنَّ عَذَابِیْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِیْمُ ﴿۵۰﴾

نکالے جاویں گے۔آپ میرے بندوں کو اطلاع دے دیجئے کہ میں بڑا مغفرت والا رحمت والا بھی ہوں۔اور یہ کہ میری سزا دردناک سزا ہے۔

اِنَّ بیشک	الْمُتَّقِیْنَ پرہیزگار	فِیْ میں	جَنّٰتٍ باغات	وَّعُیُوْنٍ اور چشمے	اُدْخُلُوْهَا تم ان میں داخل ہوجاؤ	بِسَلٰمٍ سلامتی کے ساتھ
اٰمِنِیْنَ بےخوف وخطر	وَنَزَعْنَا اور ہم نے کھینچ لیا	مَا جو	فِیْ میں	صُدُوْرِهِمْ ان کے سینے	مِّنْ سے	غِلٍّ کینہ	اِخْوَانًا بھائی بھائی
عَلٰی پر	سُرُرٍ تخت	مُّتَقٰبِلِیْنَ آمنے سامنے	لَا یَمَسُّهُمْ انہیں نہ چھوئے گی	فِیْهَا اس میں	نَصَبٌ کوئی تکلیف	وَّمَا اور نہ
هُمْ وہ	مِّنْهَا اس سے	بِمُخْرَجِیْنَ نکالے جائیں گے	نَبِّئْ خبر دیدو	عِبَادِیْ میرے بندے	اَنِّیْ کہ بیشک	اَنَا میں	الْغَفُوْرُ بخشنے والا
الرَّحِیْمُ نہایت مہربان	وَاَنَّ اور یہ کہ	عَذَابِیْ میرا عذاب	هُوَ وہ	الْعَذَابُ عذاب	الْاَلِیْمُ دردناک	

اہل ایمان متقیوں کی جزائے خیر کا بیان

گذشتہ آیات میں ابلیس کی پیروی کرنے والوں کو یعنی کفار اور مشرکین کو جہنم میں داخل کئے جانے کی وعید سنائی گئی تھی۔

سرکشوں اور نافرمانوں کی سزا کی صراحت کے بعد مناسب تھا کہ اہل ایمان اور متقی پرہیزگار فرمانبرداروں کی جزاء خیر کو بیان کر دیا جائے اس لئے ان آیات میں اہل ایمان، متقین ومومنین کے حسن عمل کے ثواب کی تصریح فرمائی اور بتلایا جاتا ہے کہ متقین یعنی وہ اہل ایمان جو شیطان کی پیروی سے بچے رہے ہوں اور جنہوں نے اللہ سے ڈرتے ہوئے عبدیت کی زندگی دنیا میں گزاری ہو اور کفر وشرک اور گناہوں سے پرہیز کیا وہ حسب مراتب جنت کے باغوں میں رہیں گے جہاں بڑے قرینہ سے چشمیں ونہریں بہتی ہوں گی اور اس خوشخبری کے ساتھ ان کو جنت میں داخل کیا جائے گا کہ تم تمام آفات وعیوب سے صحیح وسالم اور آئندہ ہمیشہ کے لئے ہر قسم کی فکر پریشانی گھبراہٹ اور خوف وہراس سے بے کھٹکے رہو اور جنت میں پہنچ کر اہل جنت میں باہم کوئی گذشتہ کدورت باقی نہ رہے گی۔ بالکل پاک صاف کر کے داخل کئے جائیں گے۔ نہ وہاں ایک کو دوسرے پر حسد ہوگا بلکہ بھائی بھائی ہو کر انتہائی محبت والفت سے رہیں گے۔ ہر ایک دوسرے کو دیکھ کر مسرور ومحظوظ ہوگا اور عزت وکرامت کے تختوں پر بیٹھ کر آمنے سامنے باتیں کریں گے۔

جنت کی راحت وعیش لازوال ہوگی

انہیں نہ وہاں کسی مشقت واذیت سے پالا پڑے گا نہ وہاں سے نکالے جائیں گے۔ کیسی ہی عظیم ترین لذت وراحت ہو مگر دو چیزیں اس کو مکدر کر دیتی ہیں ایک تو لذت وراحت کے ساتھ کسی اذیت، تکلیف، مرض، دکھ یا کسی

اور نا گوار خاطر بات کا ظاہر ہونا۔ دوسرے زوال اور فناء نعمت کا اندیشہ۔ اللہ تعالیٰ نے جنتیوں کے لئے دونوں اندیشوں کو دور فرما کر اطمینان دلایا کہ جنتیوں کو وہاں نہ کوئی تکلیف پہنچے گی اور نہ وہاں سے کبھی نکالے جائیں گے۔ اس کی تشریح ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ اہل جنت سے کہہ دیا جائے گا کہ اب تم ہمیشہ تندرست رہو گے کبھی بیمار نہ پڑو گے۔ اور اب تم ہمیشہ زندہ رہو گے کبھی موت تم کو نہ آئے گی۔ اور اب تم ہمیشہ جوان رہو گے کبھی بڑھاپا تم پر نہ آئے گا اور اب تم ہمیشہ آرام سے مقیم رہو گے کبھی سفر کی تکلیف تمہیں اٹھانی نہ پڑے گی۔ اس کی مزید تشریح قرآن پاک کی بعض دیگر آیات و نیز احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوتی ہے جن میں بتایا گیا ہے کہ جنت میں اہل جنت کو اپنی معاش اور اپنی ضروریات کی فراہمی کے لئے کوئی تکلیف و محنت نہ کرنی پڑے گی۔ سب کچھ انہیں بلاسعی و مشقت ملے گا۔ تو دونوں قسم کے لوگوں کے حالات بیان فرما دیئے گئے۔

بخشش الٰہی کا اعلان

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ میرے بندوں کو یہ بتلا دیجئے کہ میں ہی بڑا مغفرت اور نہایت معاف کرنے والا بھی ہوں اور نیز یہ کہ میری سزا بھی دردناک سزا ہے۔ یعنی میں مغفرت و رحمت میں بھی کامل ہوں اور تعذیب میں بھی۔ تو مقصود یہ نکلا کہ جن لوگوں نے نفسانیت یا کسی دھوکے سے ابلیس لعین کا اتباع کیا ہے وہ توبہ کر لیں میں معاف کر دوں گا اور اگر انہوں نے توبہ نہ کی تو پھر میں سزا بھی ایسی دوں گا جیسی دینی چاہئے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ نے اپنے جن متقین اہل جنت بندوں کا ذکر ان آیات میں فرمایا ہے یا اللہ اپنے فضل و کرم سے ہم کو بھی ان متقین بندوں میں شامل فرما لیجئے تا کہ ان کے ساتھ ہمیں بھی امن و سلامتی کے ساتھ آپ کی جنت میں داخل ہونا نصیب ہو۔

یا اللہ! ہمارے حق میں اپنی صفت و شان غفور الرحیمی ظاہر فرمایئے اور ہم سب کی اپنی رحمت سے مغفرت فرما دیجئے۔

یا اللہ! اپنے عذاب سے ہمیں اس دنیا میں بھی محفوظ فرمایئے اور آخرت میں بھی مامون فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ إِبْرٰهِيمَ ﴿۵۱﴾ إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلٰمًا قَالَ إِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُونَ ﴿۵۲﴾

اور آپ ان کو ابراہیمؑ کے مہمانوں کی بھی اطلاع دیجئے۔ جبکہ وہ ان کے پاس آئے پھر انہوں نے السلام علیکم کہا۔ ابراہیمؑ کہنے لگے کہ ہم تو تم سے خائف ہیں

قَالُوا لَا تَوْجَلْ إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِيمٍ ﴿۵۳﴾ قَالَ أَبَشَّرْتُمُونِي عَلٰى أَنْ مَسَّنِيَ الْكِبَرُ

انہوں نے کہا کہ آپ خائف نہ ہوں ہم آپ کو ایک فرزند کی بشارت دیتے ہیں جو بڑا عالم ہوگا۔ ابراہیمؑ کہنے لگے، کہ کیا تم مجھ کو اس حالت پر بشارت دیتے ہو

فَبِمَ تُبَشِّرُونَ ﴿۵۴﴾ قَالُوا بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِنَ الْقٰنِطِينَ ﴿۵۵﴾ قَالَ وَمَنْ يَقْنَطُ

کہ مجھ پر بڑھاپا آگیا، سو کس چیز کی بشارت دیتے ہو۔ وہ بولے کہ ہم آپ کو امر واقعی کی بشارت دیتے ہیں سو آپ ناامید نہ ہوں۔ ابراہیمؑ نے فرمایا کہ بھلا

مِنْ رَحْمَةِ رَبِّهٖ إِلَّا الضَّآلُّونَ ﴿۵۶﴾ قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ أَيُّهَا الْمُرْسَلُونَ ﴿۵۷﴾ قَالُوا إِنَّا أُرْسِلْنَا

اپنے رب کی رحمت سے کون ناامید ہوتا ہے بجز گمراہ لوگوں کے۔ فرمانے لگے کہ اب تم کو کیا مہم درپیش ہے اے فرشتو! فرشتوں نے کہا کہ ہم ایک مجرم

إِلٰى قَوْمٍ مُجْرِمِينَ ﴿۵۸﴾ إِلَّا آلَ لُوطٍ إِنَّا لَمُنَجُّوهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۵۹﴾ إِلَّا امْرَأَتَهُ قَدَّرْنَا

قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ مگر لوطؑ کا خاندان، کہ ہم اُن سب کو بچالیں گے۔ بجز اُن کی بی بی کے کہ اُس کی نسبت ہم نے تجویز کر رکھا ہے کہ وہ

إِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِينَ ﴿۶۰﴾

ضرور اسی مجرم قوم میں رہ جائے گی۔

وَنَبِّئْهُمْ اور انہیں خبردو	عَنْ سے	ضَيْفِ مہمان	اِبْرٰهِيْمَ ابراہیم	اِذْ جب	دَخَلُوْا وہ داخل ہوئے	عَلَيْهِ اُس پر	
فَقَالُوْا تو انہوں نے کہا	سَلٰمًا سلام	قَالَ اس نے کہا	اِنَّا بیشک ہم	مِنْكُمْ تم سے	وَجِلُوْنَ ڈرنے والے ہیں	قَالُوْا انہوں نے کہا	
لَا تَوْجَلْ ڈرو نہیں	اِنَّا نُبَشِّرُكَ بیشک ہم تمہیں خوشخبری دیتے ہیں	بِغُلٰمٍ ایک لڑکا	عَلِيْمٍ علم والا	قَالَ اس نے کہا			
اَبَشَّرْتُمُوْنِيْ کیا تم مجھے خوشخبری دیتے ہو	عَلٰى پر	اَنْ کہ	مَسَّنِيَ مجھے پہنچ گیا	الْكِبَرُ بڑھاپا	فَبِمَ سو کس بات		
تُبَشِّرُوْنَ تم خوشخبری دیتے ہو	قَالُوْا وہ بولے	بَشَّرْنٰكَ ہم نے تمہیں خوشخبری دی	بِالْحَقِّ سچائی کیساتھ	فَلَا تَكُنْ آپ نہ ہوں			
مِنَ سے	الْقٰنِطِيْنَ مایوس ہونے والے	قَالَ اس نے کہا	وَمَنْ اور کون	يَّقْنَطُ مایوس ہوگا	مِنْ سے	رَّحْمَةِ رحمت	رَبِّهٖ اپنا رب
اِلَّا سوائے	الضَّآلُّوْنَ گمراہ	قَالَ اس نے کہا	فَمَا خَطْبُكُمْ پس کیا ہے تمہارا کام	اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ اے بھیجے ہوئے	قَالُوْا وہ بولے		
اِنَّا ہم بیشک	اُرْسِلْنَآ بھیجے گئے	اِلٰى طرف	قَوْمٍ ایک قوم	مُّجْرِمِيْنَ مجرم	اِلَّآ سوائے	اٰلَ لُوْطٍ گھروالے لوط کے	اِنَّا ہم
لَمُنَجُّوْهُمْ البتہ ہم انہیں بچالیں گے	اَجْمَعِيْنَ سب	اِلَّا سوائے	امْرَاَتَهٗ اس کی عورت	قَدَّرْنَآ ہم نے فیصلہ کرلیا ہے			
اِنَّهَا بیشک وہ	لَمِنَ سے	الْغٰبِرِيْنَ پیچھے رہ جانے والے					

رحمت وغضب الٰہی کا مظاہرہ

گذشتہ آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوا تھا کہ اللہ عزوجل کی رحمت وغضب دونوں صفات کی طرف بندوں کو متوجہ کریں اور ان کو بتا دیں کہ جہاں اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت و رحمت والے ہیں وہیں ان کا عذاب بھی سخت ہے اور بڑی دردناک سزا دینے والے بھی ہیں۔ چونکہ گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ کی رحمت وغضب کا ذکر آ گیا تھا اس لئے آگے ان آیات میں اس دنیا ہی میں اللہ تعالیٰ کی رحمت وغضب کے نمونہ دو قصوں کے ضمن میں ذکر فرمائے جاتے ہیں۔ جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور لوط علیہ السلام اور ان کے متبعین کے لئے رحمت اور دوسری طرف قوم لوط پر عذاب وہلاکت کی تصویر پیش کی گئی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فرشتوں کے ذریعہ بیٹے کی بشارت

یہ قصہ سورۂ ہود میں قدرے تفصیل سے ذکر ہو چکا ہے یہاں اختصار کے ساتھ بیان فرمایا گیا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ ایک روز حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے خیمہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ کے پاس چند مسافر آئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مہمان نوازی تو مشہور ہے۔ فوراً ان مہمانوں کے لئے کھانا تیار کرایا اور کھانا لا کر رکھا۔ مہمانوں نے کھانا کھانے سے ہاتھ روکا۔ دراصل یہ مہمانوں کی صورت میں آنے والے اللہ کے فرشتے تھے۔ اس لئے انہیں کھانے سے کیا کام۔ ان کے کھانا نہ کھانے سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خطرہ محسوس ہوا کیونکہ اس زمانہ میں دستور تھا کہ کوئی شخص اگر کسی سے دل میں دشمنی رکھتا تھا تو اس کے گھر کا کھانا نہ کھاتا تھا۔ یہی علامت عداوت کی تھی۔ تو ان مہمانوں کے کھانا نہ کھانے سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کا اظہار ان مہمانوں سے فرمایا کہ ہم تو تم سے خائف ہیں۔ اس پر فرشتوں نے حقیقت حال کا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اظہار کیا اور بتلایا کہ ہم فرشتے ہیں اور منجانب اللہ آپ کے پاس ایک بشارت اور خوشخبری لے کر آئے ہیں اور وہ یہ کہ آپ کی زوجہ حضرت سارہ جن سے کوئی اولاد نہ تھی ان سے ایک نہایت دانا اور عالم فرزند پیدا ہوگا۔ مراد اس سے حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں۔ تو چونکہ غیر متوقع اور غیر معمولی طور پر خوشخبری سنی۔ حضرت ابراہیمؑ کو اپنی پیرانہ سالی دیکھتے ہوئے کچھ عجیب سی معلوم ہوئی اور اس خوشخبری پر حیرت بھی ہوئی اور تعجب بھی کہ کیا بوڑھوں کے ہاں بھی اولاد ہو سکتی ہے۔ بہرحال فرشتوں نے پھر اطمینان دلایا کہ یہ بشارت بالکل سچی ہے اور جو کچھ ہم کہہ رہے ہیں وہی ہو کر رہے گا اور حضرت ابراہیمؑ سے کہنے لگے کہ آپ اللہ کی رحمت پر یقین رکھئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کے جواب میں فرمایا کہ میں اللہ کی رحمت سے مایوس یا ناامید نہیں ہوں۔ یہ مایوسی تو گمراہوں کو ہوا کرتی ہے جو اللہ عزوجل کو نہیں مانتے میں تو اپنے رب رحیم وکریم پر پورا یقین رکھتا ہوں۔

قوم لوط کی ہلاکت کا فیصلہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پھر فرشتوں سے پوچھا کہ کیا تم محض یہ بشارت ہی سنانے کے لئے بھیجے گئے ہو یا کوئی اور مہم ہے جس پر مامور ہو کر آئے ہو۔ غالباً قرائن سے حضرت ابراہیم علیہ السلام سمجھے کہ اصل مقصد ان فرشتوں کی تشریف آوری میں کوئی اور ہے۔ اس پر فرشتوں نے جواب دیا کہ اب ہمیں لوط علیہ السلام کی قوم کی طرف جانا ہے وہ ایک بری لت میں مبتلا ہیں اور حضرت لوط علیہ السلام کا کہنا نہیں مانتے ہم اس قوم کو جا کر ہلاک کریں گے۔ مگر لوط علیہ السلام اور ان کے گھرانے والے جس میں ان کے متبعین بھی آ گئے ان سب کو بچا دیں گے۔ سوائے ان کی بیوی کے کہ وہ نہ بچ سکے گی۔ اس کی بابت اللہ عزوجل نے ہمیں فیصلہ سنا دیا ہے کہ وہ حضرت لوط سے چھوٹ کر ہلاک ہونے والوں میں رہ جائے گی۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو دنیا اور آخرت میں اپنی رحمتوں میں ڈھانپے رکھیں۔ اور اپنے غصہ وغضب سے اپنی پناہ میں رکھیں۔

یا اللہ! اپنی رحمت سے ہم کو اس دنیا اور اس زندگی میں ان اعمال کی توفیق عطا فرما دیجئے جن کے باعث آپ ہم سے راضی رہیں اور ان اعمال سے یا اللہ ہم کو بچائیے جن کے باعث آپ کا غصہ وغضب قوموں پر نازل ہوا کرتا ہے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوۡطِ ۣالۡمُرۡسَلُوۡنَ ﴿۶۱﴾ قَالَ اِنَّكُمۡ قَوۡمٌ مُّنۡكَرُوۡنَ ﴿۶۲﴾ قَالُوۡا بَلۡ جِئۡنٰكَ بِمَا

پھر جب وہ فرشتے خاندان لوطؑ کے پاس آئے۔ کہنے لگے تم تو اجنبی آدمی ہو۔ انہوں نے کہا نہیں بلکہ ہم آپ کے پاس وہ چیز لے کر آئے ہیں جس میں

كَانُوۡا فِيۡهِ يَمۡتَرُوۡنَ ﴿۶۳﴾ وَاَتَيۡنٰكَ بِالۡحَـقِّ وَاِنَّا لَصٰدِقُوۡنَ ﴿۶۴﴾ فَاَسۡرِ بِاَهۡلِكَ بِقِطۡعٍ مِّنَ الَّيۡلِ

یہ لوگ شک کیا کرتے تھے۔ اور ہم آپ کے پاس یقینی ہونے والی چیز لے کر آئے ہیں اور ہم بالکل سچے ہیں۔ سو آپ رات کے کسی حصہ میں اپنے گھر والوں کو لے کر چلے جایئے

وَاتَّبِعۡ اَدۡبَارَهُمۡ وَلَا يَلۡتَفِتۡ مِنۡكُمۡ اَحَدٌ وَّامۡضُوۡا حَيۡثُ تُؤۡمَرُوۡنَ ﴿۶۵﴾ وَقَضَيۡنَاۤ اِلَيۡهِ ذٰلِكَ

اور آپ سب کے پیچھے ہو لیجئے اور تم میں سے کوئی پیچھا پھر کر بھی نہ دیکھے اور جس جگہ کا تم کو حکم ہوا ہے اس طرف سب چلے جانا۔ اور ہم نے لوطؑ کے پاس یہ حکم بھیجا کہ

الۡاَمۡرَ اَنَّ دَابِرَ هٰٓؤُلَاۤءِ مَقۡطُوۡعٌ مُّصۡبِحِيۡنَ ﴿۶۶﴾ وَجَآءَ اَهۡلُ الۡمَدِيۡنَةِ يَسۡتَبۡشِرُوۡنَ ﴿۶۷﴾

صبح ہوتے اُن کی بالکل جڑ ہی کٹ جائے گی۔ اور شہر کے لوگ خوب خوشیاں کرتے ہوئے پہنچے۔ لوطؑ نے فرمایا کہ یہ لوگ میرے مہمان ہیں

قَالَ اِنَّ هٰٓؤُلَاۤءِ ضَيۡفِىۡ فَلَا تَفۡضَحُوۡنِ ﴿۶۸﴾ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخۡزُوۡنِ ﴿۶۹﴾ قَالُوۡۤا اَوَلَمۡ نَـنۡهَكَ

سو مجھ کو فضیحت مت کرو۔ اور اللہ سے ڈرو اور مجھ کو رسوا مت کرو۔ وہ کہنے لگے کیا ہم آپ کو دنیا بھر کے لوگوں (کو مہمان بنانے)

عَنِ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۷۰﴾ قَالَ هٰٓؤُلَاۤءِ بَنٰتِىۡۤ اِنۡ كُنۡتُمۡ فٰعِلِيۡنَ ﴿۷۱﴾ لَعَمۡرُكَ اِنَّهُمۡ لَفِىۡ سَكۡرَتِهِمۡ

سے منع نہیں کر چکے۔ لوطؑ نے فرمایا کہ یہ میری بیٹیاں (جو تمہارے گھروں میں ہیں) موجود ہیں اگر تم میرا کہنا کرو۔ آپ کی جان کی قسم وہ اپنی مستی میں مدہوش تھے۔

يَعۡمَهُوۡنَ ﴿۷۲﴾ فَاَخَذَتۡهُمُ الصَّيۡحَةُ مُشۡرِقِيۡنَ ﴿۷۳﴾ فَجَعَلۡنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمۡطَرۡنَا عَلَيۡهِمۡ حِجَارَةً

پس سورج نکلتے نکلتے اُن کو آواز سخت نے آدبایا۔ پھر ہم نے اُن بستیوں کا اُوپر کا تختہ تو نیچے کردیا اور اُن لوگوں پر کنکر کے پتھر برسانا شروع کئے۔

مِّنۡ سِجِّيۡلٍ ﴿۷۴﴾ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلۡمُتَوَسِّمِيۡنَ ﴿۷۵﴾ وَاِنَّهَا لَبِسَبِيۡلٍ مُّقِيۡمٍ ﴿۷۶﴾ اِنَّ

اس واقعہ میں کئی نشانیاں ہیں اہل بصیرت کیلئے۔ اور یہ بستیاں ایک آباد سڑک پر ملتی ہیں۔ ان بستیوں میں

فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۷۷﴾

اہل ایمان کیلئے بڑی عبرت ہے۔

فَلَمَّا پس جب	جَآءَ آئے	اٰلَ لُوۡطِ لوطؑ کے گھر والے	الۡمُرۡسَلُوۡنَ بھیجے ہوئے	قَالَ اس نے کہا	اِنَّكُمۡ بیشک تم	قَوۡمٌ لوگ
مُّنۡكَرُوۡنَ اوپرے	قَالُوۡا وہ بولے	بَلۡ بلکہ	جِئۡنٰكَ ہم آئے ہیں تمہارے پاس	بِمَا اسکے ساتھ جو	كَانُوۡا وہ تھے	فِيۡهِ اس میں
يَمۡتَرُوۡنَ شک کرتے	وَاَتَيۡنٰكَ اور ہم تمہارے پاس آئے ہیں	بِالۡحَـقِّ حق کے ساتھ	وَاِنَّا اور ہم بیشک	لَصٰدِقُوۡنَ البتہ سچے		
فَاَسۡرِ پس لے نکلیں آپ	بِاَهۡلِكَ اپنے گھر والوں کو	بِقِطۡعٍ ایک حصہ	مِّنَ سے	الَّيۡلِ رات	وَاتَّبِعۡ اور خود چلیں	اَدۡبَارَهُمۡ انکے پیچھے

وَلَا اور نہ	یَلْتَفِتْ پیچھے مڑ کر دیکھے	مِنْكُمْ تم میں سے	اَحَدٌ کوئی	وَّامْضُوْا اور چلے جاؤ	حَيْثُ جیسے	تُؤْمَرُوْنَ تمہیں حکم دیا گیا	
وَقَضَيْنَآ اور ہم نے فیصلہ بھیجا	اِلَيْهِ اس کی طرف	ذٰلِكَ اس	الْاَمْرَ بات	اَنَّ کہ	دَابِرَ جڑ	هٰٓؤُلَآءِ یہ لوگ	مَقْطُوْعٌ کٹی ہوئی
مُّصْبِحِيْنَ صبح ہوتے	وَجَآءَ اور آئے	اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ شہر والے	يَسْتَبْشِرُوْنَ خوشیاں مناتے	قَالَ اس نے کہا	اِنَّ کہ		
هٰٓؤُلَآءِ یہ لوگ	ضَيْفِيْ میرے مہمان	فَلَا تَفْضَحُوْنِ پس مجھے رسوا نہ کرو تم	وَاتَّقُوا اور ڈرو	اللّٰهَ اللہ	وَلَا تُخْزُوْنِ اور مجھے خوار نہ کرو		
قَالُوْا وہ بولے	اَوَ کیا	لَمْ نَنْهَكَ ہم نے تجھے منع نہیں کیا	عَنِ سے	الْعٰلَمِيْنَ سارے جہان	قَالَ اس نے کہا	هٰٓؤُلَآءِ یہ	
بَنٰتِيْٓ میری بیٹیاں	اِنْ اگر	كُنْتُمْ تم ہو	فٰعِلِيْنَ کرنے والے	لَعَمْرُكَ تمہاری جان کی قسم	اِنَّهُمْ بیشک وہ	لَفِيْ البتہ میں	
سَكْرَتِهِمْ اپنے نشہ	يَعْمَهُوْنَ مدہوش تھے	فَاَخَذَتْهُمُ پس انہیں آلیا	الصَّيْحَةُ چنگھاڑ	مُشْرِقِيْنَ سورج نکلتے وقت	فَجَعَلْنَا پس ہم نے کردیا		
عَالِيَهَا اس کے اوپر کا حصہ	سَافِلَهَا اس کے نیچے کا حصہ	وَاَمْطَرْنَا اور ہم نے برسائے	عَلَيْهِمْ ان پر	حِجَارَةً پتھر	مِّنْ سے		
سِجِّيْلٍ سنگ گل	اِنَّ بیشک	فِيْ میں	ذٰلِكَ اس	لَاٰيٰتٍ نشانیاں	لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ غور وفکر کرنے والوں کیلئے	وَاِنَّهَا اور بیشک وہ	
لَبِسَبِيْلٍ راستہ پر	مُّقِيْمٍ سیدھا	اِنَّ بیشک	فِيْ میں	ذٰلِكَ اس	لَاٰيَةً نشانی	لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ایمان والوں کیلئے	

قوم لوط کی بدمستی

گذشتہ آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کے قصہ کا ذکر بطور نظیر و نمونہ فرمایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ رحمت والے بھی ہیں اور عذاب دینے والے بھی ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے بشارت اور حضرت لوط علیہ السلام اور آپ کے متبعین کے لئے نجات اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نمونہ تھے۔ قوم لوط کے قصہ کا بقیہ حصہ ان آیات میں بیان فرمایا گیا ہے جس میں مجرمین پر غضب اور ان کی ہلاکت کا نمونہ دکھلایا گیا ہے چنانچہ فرشتے بشکل انسانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے تھے وہ آپ کے پاس سے روانہ ہو کر لوط علیہ السلام کی بستی میں پہنچے۔ اس کے آگے کا حال ان آیات میں بیان فرمایا گیا ہے۔

اس جگہ قصہ لوط علیہ السلام کو ترتیب واقعات کے ساتھ نہیں بیان کیا گیا بلکہ واقعات کے بیان میں تقدیم و تاخیر کردی گئی ہے مفصل قصہ سورۂ ہود میں گزر چکا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نرالی شان

یہاں درمیان واقعہ کے ایک جملہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو براہ راست خطاب فرمایا گیا ہے۔

لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی عمر یا جان کی قسم قوم لوط اپنے جوش شہوت بدمستی اور سرشاری میں اندھی تھی۔ اس آیت کے متعلق حضرت ابن عباسؓ کا قول نقل کیا گیا ہے کہ ذات محمدی سے زیادہ اشرف و اکرم خدا تعالیٰ نے کسی اور کو پیدا نہیں کیا۔ میں نے نہیں سنا کہ سوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ نے کسی اور پیغمبر یا فرشتہ کی زندگی کی قسم کھائی ہو مگر یہاں ایک شریعت کا مسئلہ سمجھ لیجئے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا انسانوں کو کسی اور کی قسم کھانا حرام ہے۔ بہت سی حدیثوں میں اس کی حرمت ثابت ہوتی ہے بندوں کو لائق نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی قسم کھائیں مگر خدا تعالیٰ اپنی مخلوقات میں سے جس چیز کی چاہے قسم کھائیں۔

سامان عبرت

الغرض یہاں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت لوطؑ کے قصہ کو بیان کر کے اخیر میں فرمایا اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ یقیناً اس میں ایمان داروں کے لئے عبرت کی نشانی ہے کہ اللہ اپنے نیک

اور مخلص بندوں کو بغیر ظاہری اسباب کے بھی نوازتا ہے اور تباہ کار سرکش کافر باوجود ظاہری اسباب نہ ہونے کے بھی تباہ کر دیئے جاتے ہیں۔ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی بستیاں جن کا تختہ الٹا گیا۔ آج بھی یہ مقام سطح سمندر سے کافی گہرائی میں موجود ہیں جس کے ایک بہت بڑے رقبہ پر ایک خاص قسم کا پانی سمندر کی سی صورت اختیار کیئے ہوئے ہے۔ اور اس پانی میں اب بھی یہ خاصیت ہے کہ کوئی مچھلی' مینڈک وغیرہ جانور اس میں زندہ نہیں رہ سکتا اسلیئے اس کو بحر میت انگریزی میں (Dead Sea) کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ تو اہل بصیرت کے لئے ایک نشان تو ان واقعات میں یہ ہے کہ برے فعل کا نتیجہ آخر کار برا ہوتا ہے۔ اگر کچھ دن کی مہلت اور ڈھیل مل جائے تو اس سے دھوکہ نہ کھانا چاہیئے۔ دوسرے یہ کہ دائمی اور باقی رہنے والی عزت وراحت صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان اور ان کی اطاعت پر موقوف ہے۔ تیسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو انسانی قدرت پر قیاس کر کے فریب میں مبتلا نہ ہونا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے وہ سب کچھ ظاہری اسباب کے خلاف بھی جو چاہے کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان واقعات سے عبرت ونصیحت حاصل کرنے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ اور اپنی اور اپنے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعات کاملہ نصیب فرمائیں۔ آمین۔

دعا کیجئے

مجرم اور نافرمان قوموں کے حالات سے اور ان کی خصلت وعادات سے اللہ تعالیٰ ہم کو اور تمام امت مسلمہ کو محفوظ فرمائیں اور ہر طرح کی چھوٹی بڑی نافرمانی سے بچنا نصیب فرمائیں۔

یا اللہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے طفیل میں ہم کو دنیا اور آخرت دونوں جہان میں ہر طرح کے عذاب' ذلت اور آفت سے اپنی حفاظت میں رکھیئے۔ اور ان مجرم قوموں کے انجام سے عبرت ونصیحت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمایئے اور اپنی اور اپنے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت کاملہ نصیب فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاِنْ كَانَ اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ لَظٰلِمِيْنَ ﴿٧٨﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ ۘ وَاِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ ﴿٧٩﴾

اور اصحاب ایکہ (بَن والے) بڑے ظالم تھے۔ سو ہم نے اُن سے بدلہ لیا اور دونوں بستیاں صاف سڑک پر ہیں۔

وَلَقَدْ كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٨٠﴾ وَاٰتَيْنٰهُمْ اٰيٰتِنَا فَكَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ﴿٨١﴾

اور حجر والوں نے پیغمبروں کو جھوٹا بتلایا۔ اور ہم نے اُن کو اپنی نشانیاں دیں سو وہ لوگ اُن سے روگردانی کرتے رہے۔

وَكَانُوْا يَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا اٰمِنِيْنَ ﴿٨٢﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِيْنَ ﴿٨٣﴾ فَمَآ

اور وہ لوگ پہاڑوں کو تراش تراش کر اُن میں گھر بناتے ہیں کہ امن میں رہیں۔ سو اُن کو صبح کے وقت آواز سخت نے آن پکڑا۔ سو

اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٨٤﴾

اُن کے ہنر اُن کے کچھ بھی کام نہ آئے۔

وَاِنْ اور تحقیق	كَانَ تھے	اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ ایکہ والے	لَظٰلِمِيْنَ ظالم	فَانْتَقَمْنَا ہم نے بدلہ لیا	مِنْهُمْ ان سے	وَاِنَّهُمَا اور بیشک وہ دونوں
لَبِاِمَامٍ راستہ پر	مُّبِيْنٍ کھلے	وَلَقَدْ كَذَّبَ اور البتہ جھٹلایا	اَصْحٰبُ الْحِجْرِ حجر والے	الْمُرْسَلِيْنَ رسول	وَاٰتَيْنٰهُمْ اور ہم نے انہیں دیں	
اٰيٰتِنَا اپنی نشانیاں	فَكَانُوْا پس وہ تھے	عَنْهَا اس سے	مُعْرِضِيْنَ منہ پھیرنے والے	وَكَانُوْا يَنْحِتُوْنَ اور وہ تراشتے تھے	مِنَ سے	
الْجِبَالِ پہاڑ	بُيُوْتًا گھر	اٰمِنِيْنَ بے خوف وخطر	فَاَخَذَتْهُمُ پس انہیں آلیا	الصَّيْحَةُ چنگھاڑ	مُصْبِحِيْنَ صبح ہوتے	فَمَا اَغْنٰى تو نہ کام آیا
	عَنْهُمْ ان کے	مَا جو	كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ وہ کمایا کرتے تھے			

اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ کے واقعہ سے کفار مکہ کو تنبیہ

ان آیات میں اصحاب ایکہ اور اصحاب حجر یعنی حضرت شعیب اور حضرت صالح علیہما السلام کی قوم کا تذکرہ ہے جن کا تفصیلی بیان سورۂ اعراف اور سورۂ ہود میں ہو چکا ہے۔ ایکہ کے معنی ہیں گنجان گھنے درخت۔ یہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم تھی ان کی بستی کے پاس درختوں کے بہت جھنڈ تھے اس لئے ان کو اصحاب ایکہ یعنی بن اور جنگل والے کہا جاتا تھا۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اہل مدین ہی کو اصحاب ایکہ کہتے ہیں لیکن بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اصحاب مدین اور اصحاب ایکہ جدا جدا قومیں تھیں۔ مگر دونوں کی ہدایت کے لئے حضرت شعیب علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا گیا تھا۔ یہ اصحاب ایکہ اور اہل مدین دونوں ظالم تھے اور مشرک بھی تھے۔ رہزنی بھی کرتے تھے اور ناپ تول میں بے ایمانی بھی کرتے تھے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کو بہت سمجھایا نہ مانے۔ سرکشی اور تکذیب کی تو عذاب نازل ہوا۔ سات روز سخت گرمی پڑی۔ دم گھٹنے لگے جانیں لبوں پر آ گئیں۔ آٹھویں روز ابر کا ایک ٹکڑا اٹھا۔ لوگوں کو بارش کی امید ہوئی لیکن مینہ کی بجائے ابر سے آگ کے شعلے برسے۔ سب جل کر خاکستر ہو گئے۔ مدینہ منورہ سے شام کو جانے والے راستہ میں اس تباہ کار قوم کے آثار دیکھے جاتے ہیں۔ اللہ نے یہ سزا ان کی بدکاری کی پاداش میں دی۔ دوسری قوم جس کا یہاں ذکر فرمایا

گیا ہے اصحاب حجر ہے یعنی حجر کے رہنے والے جس سے مراد قوم ثمود ہے جو صالح علیہ السلام کی امت تھی۔ یہ قوم بھی بدکار تھی اور انہوں نے پہاڑوں میں گھر تراشے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کو ان کی ہدایت کے لئے نبی بنا کر بھیجا انہوں نے آپ کی تکذیب کی اور معجزہ طلب کیا۔ جس پر اونٹنی پہاڑ سے بطور معجزہ پیدا ہوئی۔ مفصل قصہ سورۂ اعراف میں گزر چکا ہے۔ بالآخر انہوں نے بھی اپنے پیغمبر وقت کی تکذیب و نافرمانی کی جس پر عذاب الٰہی آیا اور سب مر گئے۔ قوم ثمود کے کچھ افراد مسلمان ہو گئے تھے اور حضرت صالح علیہ السلام پر ایمان لے آئے تھے۔ ان اہل ایمان نے اپنی بستی الگ بنائی تھی۔ ان کا کنواں بھی علیحدہ تھا۔

غزوۂ تبوک کو جاتے وقت جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر وادی حجر کی طرف سے ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سر مبارک نیچا کر لیا اور سواری کو تیز کر دیا اور صحابہ کرام سے فرمایا جو بستی عذاب الٰہی سے ہلاک کر دی گئی ہے اس کی طرف مت جاؤ اور ادھر سے گزرو تو روتے ہوئے اور اگر رونا نہ آئے تو خوف الٰہی سے رونی شکل بنا لو تاکہ وہ عذاب جو ان پر آیا تھا اس سے تم محفوظ رہو۔ قوم ثمود کے کنویں سے بعض صحابہ نے پانی بھر کر اس سے آٹا گوندھا اور ہانڈیاں پکائی تھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپ نے ہانڈیاں الٹوا دیں اور آٹا اونٹوں کو کھلوا دیا اور آگے بڑھ کر وہاں قیام کیا جہاں حضرت صالحؑ اور آپ کے ساتھی مومن رہتے تھے۔ وہیں سے پانی بھرا اور استعمال کیا۔ یہ آپ نے مسلمانوں کو ادب سکھلایا کہ آدمی اس قسم کے مقامات میں پہنچ کر عبرت حاصل کرے اور خدا کے خوف سے لرزاں و ترساں رہو۔ محض سیر و تماشہ نہ سمجھے۔

غرض کہ ان آیات میں اصحاب ایکہ اور اصحاب حجر پر جو عذاب نازل ہوا تھا اس کی طرف کفار مکہ کو خیال دلایا جا رہا ہے۔

مسلمانوں کو ہدایت

ان آیات میں جہاں منکرین کو تنبیہ ہے کہ عذاب الٰہی بلاوجہ نہیں آتا بلکہ اعمال کی پاداش ہوتی ہے اور جس قوم پر عذاب الٰہی آتا ہے تو پھر ان کے دنیوی علوم و فنون ان کی ہنرمندی اور صناعیاں ان کی دولت ثروت اور ان کی انجینئری اور ان کی ایجادیں کوئی چیز بھی انہیں خدائی گرفت سے پناہ نہیں دے سکتیں۔ وہیں در پردہ ان آیات میں مسلمانوں کے لئے بھی ہدایت ہے کہ تم کو بھی اقوام کے عروج و زوال اور واقعات عالم کو نظر عبرت سے دیکھنا اور غور کرنا چاہئے۔ اللہ کی نشانیوں سے عبرت نہ حاصل کرنا اور آیات قدرت پر غور و خوض نہ کرنا اور ان سے صحیح نتیجہ اخذ نہ کرنا ہی اعراض اور روگردانی ہے۔ نشانہائے قدرت کو صرف ظاہری آنکھوں سے دیکھنا کافی نہیں بلکہ نور بصیرت سے دیکھنا لازم ہے۔ قوم ثمود نے آیات قدرت کو آنکھوں سے تو دیکھا مگر نور بصیرت سے نہ دیکھا اور روگردانی کی۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ان نافرمان قوموں کے حالات اور انجام سے ہم کو نصیحت اور سبق حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور ہم کو اپنا اور اپنے نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا فرمانبردار اور اطاعت گزار بنا کر دنیا میں زندہ رکھیں۔

یا اللہ! اپنی شان مغفرت و رحمت کا معاملہ ہمارے ساتھ فرما۔ اور ہماری کوتاہیوں اور خطاؤں کو اپنی رحمت سے معاف فرما اور دین و دنیا میں اپنے عذاب سے محفوظ و مامون فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ وَاِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ فَاصْفَحِ

اور ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور اُن کی درمیانی چیزوں کو بغیر مصلحت کے پیدا نہیں کیا۔اور ضرور قیامت آنے والی ہے سو آپ خوبی کے ساتھ

الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ ۝ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ۝ وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ

درگذر کیجئے۔ بلاشبہ آپ کا رب بڑا خالق بڑا عالم ہے۔اور ہم نے آپ کو سات آیتیں دیں جو (نماز میں) مکرر پڑھی جاتی ہیں

الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ۝ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ

اور قرآن عظیم دیا۔آپ اپنی آنکھ اُٹھا کر بھی اس چیز کو نہ دیکھئے جو کہ ہم نے مختلف قسم کے کافروں کو برتنے کیلئے دے رکھی ہے

وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَقُلْ اِنِّىْٓ اَنَا النَّذِيْرُ الْمُبِيْنُ ۝

اور اُن پر غم نہ کیجئے اور مسلمانوں پر شفقت رکھیئے۔اور کہہ دیجئے کہ میں کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں۔

وَمَا اور نہیں	خَلَقْنَا پیدا کیا ہم نے	السَّمٰوٰتِ آسمان	وَالْاَرْضَ اور زمین	وَمَا اور جو	بَيْنَهُمَآ ان کے درمیان	اِلَّا مگر	بِالْحَقِّ حق کے ساتھ
وَاِنَّ اور بیشک	السَّاعَةَ قیامت	لَاٰتِيَةٌ ضرور آنیوالی	فَاصْفَحِ پس درگزر کرو	الصَّفْحَ درگزر کرنا	الْجَمِيْلَ اچھا	اِنَّ بیشک	رَبَّكَ تمہارا رب
هُوَ وہ	الْخَلّٰقُ پیدا کرنے والا	الْعَلِيْمُ جاننے والا	وَلَقَدْ اور تحقیق	اٰتَيْنٰكَ ہم نے تمہیں دیں	سَبْعًا سات	مِّنَ سے	
الْمَثَانِيْ بار بار دہرائی جانیوالی	وَالْقُرْاٰنَ اور قرآن	الْعَظِيْمَ عظمت والا	لَا تَمُدَّنَّ ہرگز نہ بڑھائیں آپ	عَيْنَيْكَ اپنی آنکھیں			
اِلٰى طرف	مَا مَتَّعْنَا جو ہم نے برتنے کو دیا	بِهٖٓ اس کو	اَزْوَاجًا کئی جوڑے	مِّنْهُمْ اُن کے	وَلَا تَحْزَنْ اور نہ غم کھائیں	عَلَيْهِمْ ان پر	
وَاخْفِضْ اور جھکا دیں آپ	جَنَاحَكَ اپنے بازو	لِلْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں کیلئے	وَقُلْ اور کہہ دیں	اِنِّىْٓ بیشک میں	اَنَا میں	النَّذِيْرُ الْمُبِيْنُ ڈرانے والا علانیہ	

مکی زندگی کے مایوس کن حالات میں تسلی واطمینان

شروع سورۃ میں کفار مکہ کے شدت عناد اور جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخالفت کا بیان تھا اور اسی کے ساتھ اجمالاً آپ کی تسلی کا مضمون بھی ارشاد فرمایا تھا۔ پھر درمیان میں اور مضامین مناسبت سے مذکور ہوئے تھے۔اب خاتمہ سورۃ پر اسی عناد و مخالفت کے بارہ میں تفصیلاً مضمون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کا مذکور ہے اور خطاب براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا جارہا ہے کہ یہ عقلوں کو دنگ کردینے والا عظیم الشان نظام کائنات' آسمان' زمین سورج اور چاند یونہی بے مقصد اور خود بخود نہیں۔ یہ سب ایک حکیمانہ نظم کے ماتحت ایک خاص مقصود کی طرف لے جانے والا ہے اور وہ منزل آخرت کی ہے جہاں سب کا حساب کتاب امتحان یقینی ہے قیامت ضرور آنے والی ہے جو ان سب کے آخری فیصلہ کا دن ہے۔ آپ ان کفار کے عناد و مخالفت سے زیادہ غم میں نہ پڑیئے۔ آپ حسن خوبی کے ساتھ درگزر کرتے رہئے۔ اللہ جو سب کا پیدا کرنے والا ہے وہ سب کی حالت جانتا ہے آپ کے صبر اور ان کے ایذا کی سب خبر ہے۔ ہر ایک کو اس کے عمل کا بدلہ دیگا یہ تسلی اور تسکین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے ساتھ مومنین کو اس وقت دی جارہی ہے جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے متبعین اہل اسلام سب کے سب مکہ میں انتہائی خستہ حالی میں مبتلا تھے اور تمام مسلمان مکے اور اطراف کی بستیوں میں انتہائی مظلومی کی زندگی بسر کررہے تھے۔ ہر طرف سے مطعون تھے۔ ہر جگہ تذلیل وتحقیر کا نشانہ بنے ہوئے تھے اور ساتھ ہی مظلوموں کو جسمانی اذیتوں سے بھی ستایا جارہا تھا۔ دوسری طرف سرداران قریش اور کفار مکہ دنیا کی

نعمتوں سے مالا مال اور اپنی خوشحالی میں مگن تھے۔ ان حالات میں فرمایا جا رہا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ اور آپ کے ساتھی شکستہ خاطر نہ ہوں آپ کو تو ہم نے وہ دولت عطا کی ہے جس کے مقابلہ میں دنیا کی ساری نعمتیں ہیچ ہیں۔

سورۂ فاتحہ عظیم دولت ہے

اور وہ دولت یہ ہے کہ ہم نے آپ کو سات آیتیں دیں جو نماز میں بار بار پڑھی جاتی ہیں اور قرآن عظیم عطا کیا۔ سبعاً من المثانی یعنی وہ سات آیتیں جو مکرر پڑھی جاتی ہیں اس سے مراد جمہور مفسرین کے نزدیک سورۂ فاتحہ ہے۔ جس کو الحمد شریف بھی کہتے ہیں جو ہر نماز کی ہر رکعت میں دہرائی جاتی ہے۔ احادیث صحیحہ میں تصریح ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ فاتحہ کو فرمایا کہ یہی سبع مثانی ہے۔ اس سورۃ کو ام القرآن بھی اسی لحاظ سے کہتے ہیں کہ گویا یہ ایک خلاصہ اور متن ہے جس کی تفصیل اور شرح پورے قرآن کو سمجھنا چاہئے۔ یہاں خصوصیت کے ساتھ سورۂ فاتحہ کا ذکر اس لئے کیا کہ وہ قرآن کی تمام تعلیم کا خلاصہ اور قرآن کے تمام علوم و مطالب کا اجمالی نقشہ تنہا اس سورۃ میں موجود ہے۔ نیز حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ نے توراۃ، انجیل، زبور، قرآن کسی کتاب میں اس کا مثل نازل نہیں فرمایا۔ یہاں سے یہ بات بھی متحقق ہوگئی کہ سورۂ فاتحہ کی سات آیتیں ہیں اور یہی وجہ ہے کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سورۂ فاتحہ سات وقفوں کے ساتھ پڑھا کرتے تھے اور ہر آیت کا آخری لفظ کسی قدر کھینچ کر ختم کرتے تھے۔ ایسا نہیں فرماتے تھے کہ صرف تین وقفوں میں پوری سورۃ ختم کر دیں جیسا کہ بعض عوام نے طریقہ اختیار کر لیا ہے اور فی الحقیقت سورۂ فاتحہ پڑھنے کا قدرتی اور صحیح طریقہ یہی ہو سکتا ہے کہ ہر آیت پر وقفہ کرے کیونکہ سورۂ فاتحہ ایک دعاء ہے اور اس کی ہر آیت سائل کی زبان سے نکلی ہوئی طلب اور الحاح کی ایک صدا کا حکم رکھتی ہے۔ جب ایک سائل کسی کے آگے کھڑا ہوتا ہے اور اس کی مدح و ثنا کر کے حرف مطلب زبان پر لاتا ہے تو ایسا نہیں کرتا کہ ایک مسلسل تقریر کرنا شروع کر دے اور ایک ہی سانس میں سب کچھ کہہ جائے بلکہ طلب اور نیاز کے لہجہ میں ٹھہر ٹھہر کر ایک ایک بات کہے گا۔ طلب و نیاز اور عجز و الحاح کی حالت اسے اجازت ہی نہ دے گی کہ ایک ہی سانس میں سب کچھ کہہ جائے۔ موقع کی مناسبت سے یہ بات سورۂ فاتحہ کے متعلق ضمناً عرض کر دی گئی۔

کفار کا سامان عیش توجہ کے لائق نہیں ہے

اصل مضمون آیات کا آگے یہ ہے کہ یہ مشرکین یہود و نصاریٰ اور دوسرے دشمنان خدا اور رسول کو دنیا کی چندروزہ زندگی کا جو سامان عیش و بہار ملا ہے وہ التفات کے لائق نہیں۔ اس کی طرف نظر نہ کی جائے۔ یہ تو سر تا سر عارضی اور فانی چیزیں انہیں مستعار عنایت ہوئی ہیں۔ تھوڑے دنوں مزہ اڑالیں خدائے تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وہ دولت قرآن دی ہے۔ جس کے آگے سب دنیاوی دولتیں گرد ہیں۔ چنانچہ روایت حدیث میں آیا ہے کہ جس کو خدا تعالیٰ نے قرآن دیا پھر کسی کی اور نعمت دیکھ کر ہوس کرے تو اس نے قرآن کی قدر نہ جانی۔ آگے ارشاد ہوتا ہے کہ آپ معاندین کے پیچھے اپنے کو زیادہ فکر و غم میں مبتلا نہ کیجئے اور یہ غم نہ کھائیے کہ یہ مسلمان کیوں نہیں ہوتے۔ بس آپ فرض تبلیغ ادا کرتے رہیں ان پر غم و تاسف نہ کیجئے۔ آپکی شفقت و ہمدردی کے مستحق تو مومنین ہیں ان کے ساتھ شفقت نرمی۔ ملاطفت اور تواضع کا سلوک رکھئے اور آپ کہہ دیجئے کہ کوئی مانے یا نہ مانے میں خدا کا پیغام صاف صاف پہنچائے دیتا ہوں۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ دنیا داروں کی کثرت مال کی مسلمانوں کو کوئی پرواہ نہ کرنی چاہئے۔ ان کی دولتمندی، فراخ حالی اور عیش و نشاط کی زندگی کو دیکھ کر لالچ اور آرزو کو دل میں بھی نہ آنے دینا چاہئے۔ روحانی سعادت اور قرآنی ہدایت مادی دولت و ثروت سے کہیں وزنی اور قابل قدر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو دین کی فہم اور سمجھ عطا فرماویں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

كَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِيْنَ ﴿۹۰﴾ الَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ ﴿۹۱﴾ فَوَرَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ

جیسا ہم نے ان لوگوں پر (عذاب) نازل کیا تھا جنہوں نے (کتاب الٰہی کے) حصے کر رکھے تھے۔ یعنی آسمانی کتاب کے مختلف اجزاء قرار دیئے تھے۔ سو آپ کے پروردگار

اَجْمَعِيْنَ ﴿۹۲﴾ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۹۴﴾ اِنَّا

کی قسم ہم اُن سب سے اُن کے اعمال کی ضرور باز پرس کریں گے۔ پس اے نبی آپ کو جس بات کا حکم کیا گیا ہے اُس کو صاف صاف سُنا دیجئے۔ اور اُن مشرکوں کی پروانہ کیجئے۔

كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ﴿۹۵﴾ الَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَلَقَدْ

یہ لوگ جو ہنستے ہیں (اور اللہ تعالٰی کے ساتھ دوسرا معبود قرار دیتے ہیں، اُن سے آپ کیلئے ہم کافی ہیں سو ان کو ابھی معلوم ہوا جاتا ہے۔

نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ﴿۹۷﴾ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۹۸﴾

اور واقعی ہم کو معلوم ہے کہ یہ لوگ جو باتیں کرتے ہیں اُن سے آپ تنگ دل ہوتے ہیں۔ سو آپ اپنے پروردگار کی تسبیح و تحمید کرتے رہئے اور نمازیں پڑھنے والوں میں رہیے۔

وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ﴿۹۹﴾

اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہئے یہاں تک کہ آپ کو موت آجاوے۔

كَمَا جیسے	اَنْزَلْنَا ہم نے نازل کیا	عَلَى پر	الْمُقْتَسِمِيْنَ تقسیم کرنے والے	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	جَعَلُوْا اُنہوں نے کردیا	الْقُرْاٰنَ قرآن	
عِضِيْنَ ٹکڑے ٹکڑے	فَوَرَبِّكَ سو تیرے رب کی قسم	لَنَسْئَلَنَّهُمْ ہم ضرور پوچھیں گے ان سے	اَجْمَعِيْنَ سب	عَمَّا اکی بابت جو	كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ وہ کرتے تھے		
فَاصْدَعْ پس صاف صاف کہہ دیں آپ	بِمَا جس کا	تُؤْمَرُ تمہیں حکم دیا گیا	وَاَعْرِضْ اور اعراض کریں	عَنِ سے	الْمُشْرِكِيْنَ مشرک		
اِنَّا بیشک ہم	كَفَيْنٰكَ کافی ہیں تمہارے لئے	الْمُسْتَهْزِءِيْنَ مذاق اڑانے والے	الَّذِيْنَ جو لوگ	يَجْعَلُوْنَ بناتے ہیں	مَعَ اللّٰهِ اللہ کے ساتھ		
اِلٰهًا معبود	اٰخَرَ کوئی دوسرا	فَسَوْفَ پس عنقریب	يَعْلَمُوْنَ وہ جان لیں گے	وَلَقَدْ نَعْلَمُ اور البتہ ہم جانتے ہیں	اَنَّكَ بیشک تم	يَضِيْقُ تنگ ہوتا ہے	
صَدْرُكَ تمہارا سینہ	بِمَا اس سے	يَقُوْلُوْنَ جو وہ کہتے ہیں	فَسَبِّحْ تو تسبیح کریں	بِحَمْدِ حمد کے ساتھ	رَبِّكَ اپنا رب	وَكُنْ اور ہو	مِّنَ سے
السّٰجِدِيْنَ سجدہ کرنے والے	وَاعْبُدْ اور عبادت کریں	رَبَّكَ اپنا رب	حَتّٰى یہاں تک کہ	يَاْتِيَكَ آئے آپ کے پاس	الْيَقِيْنُ یقینی بات		

پہلی قوموں کی طرح تم پر بھی عذاب آسکتا ہے

یہ سورۂ حجر کی آخری آیات ہیں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطبت ہے اور اسی پر سورۃ کو ختم فرمایا گیا ہے۔ گذشتہ آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوا تھا کہ آپ اعلان کر دیجئے کہ میں کھلم کھلا اے منکرین تم کو عذاب خدا سے ڈرانے والا ہوں اور خدا کی طرف سے تم کو یہ مضمون پہنچاتا ہوں کہ وہ عذاب جس سے ہمارا نبی ڈراتا ہے ہم تم پر اے کفار مکہ ضرور کسی وقت نازل کریں گے جیسا ہم نے وہ عذاب ان لوگوں پر مختلف اوقات گذشتہ میں نازل کیا ہے جنہوں نے احکام الٰہی کے ٹکڑے ٹکڑے کر رکھے تھے۔ یعنی آسمانی کتاب کے وہ اجزا جو ان کی مرضی اور مطلب کے موافق تھے ان کو تسلیم کر رکھا تھا اور جو مرضی کے خلاف ہوا اس سے انکار کر دیا۔ یا ان کو چھپالیا یا بدل ڈالا یا مطلب الٹا بیان کیا۔ مراد اس سے سابق یہود و نصاریٰ ہیں جن پر مخالفت انبیاء علیہم السلام سے عذابوں کا ہونا

مثلاً سور اور بندروں کی شکل ہو جانا اور قتل وقید وغیرہ کی ذلت کے واقعات مشہور ومعروف تھے۔ مطلب یہ کہ کفار مکہ پر عذاب کا نازل ہونا کوئی امر بعید نہیں۔ پہلے ہو چکا ہے پس اگر تم پر بھی ہو جائے تو تعجب کیا ہے۔

آپ کھلم کھلا اعلان حق کرتے رہیں

آگے حق تعالیٰ اپنی ذات پاک کی قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ ہم سب ان اگلوں اور پچھلوں سے ان کے اعمال کی قیامت کے روز ضرور باز پرس کریں گے۔ پھر ہر ایک کو اس کے مناسب سزا دیں گے اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوتا ہے کہ اب حکم الٰہی اور خدائی پیغامات کو علی الاعلان ظاہر کیجئے۔ کسی سے ڈرنے اور خوف کھانے کی ضرورت نہیں۔ آپ اب برسر عام بے خوف وخطر تبلیغ کیجئے۔ یہ مشرکین آپ کا کچھ بگاڑ نہ سکیں گے۔ یہ لوگ جو آپ کے اور خدا کے مخالف ہیں۔ یعنی رسول کے ساتھ استہزا کرتے ہیں اور خدا کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے ہیں تو ان دونوں باتوں کا انجام یہ لوگ دیکھ لیں گے۔

حضرت ابن عباسؓ کے قول سے ثابت ہے کہ اس آیت فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ یعنی آپ کو جس بات کا حکم کیا گیا ہے اس کو صاف صاف سنا دیجئے اور ان مشرکوں کی پرواہ نہ کیجئے کے نزول سے قبل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم موقع اور وقت کو دیکھ کر چپکے چپکے تبلیغ فرمایا کرتے تھے لیکن اس آیت کے نزول کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضور کے جانثار صحابہ کرام علی الاعلان احکام الٰہی کا اظہار کرنے لگے چونکہ ابتداء میں مسلمانوں کی حالت بہت کمزور تھی اور تعداد بھی کم تھی اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اندیشہ تھا کہ اگر علی الاعلان توحید کا اظہار کیا گیا تو کفار میں سے عام لوگ مذاق اڑائیں گے اور مجموعی طاقت کے ساتھ کمزور مسلمانوں کو دکھ پہنچائیں گے۔ اور بعض بیچاروں میں اذیت کفار برداشت کرنے کی طاقت نہیں اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم چپکے چپکے ہی تبلیغ کو مناسب خیال فرماتے تھے اور علی الاعلان اظہار کے لئے وقت خاص اور حکم خاص کے منتظر تھے چنانچہ جب یہ حکم مل گیا تو کھلم کھلا علی الاعلان تبلیغ شروع فرما دی۔ چونکہ کفار کے انکار واستہزا اور پیام حق کا مذاق اڑانے سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دلگیر ہوتے تھے کہ یہ طبعی بات تھی اس لئے بطور تسلی کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا جاتا ہے کہ ہم کو معلوم ہے کہ جو یہ کفار کفر واستہزا کی باتیں کرتے ہیں اور ان کی ہٹ دھرمی سے آپ کو جو تنگ دلی ہوتی ہے تو ان کی طرف سے توجہ ہٹا کر ہمہ تن خدا کی تسبیح اور حمد وثنا میں مشغول رہیے۔ خدا کا ذکر نماز، سجدہ، عبادت الٰہی وہ چیزیں ہیں جن کی تاثیر سے قلب مطمئن اور منشرح رہتا ہے اور فکر وغم دور ہوتے ہیں تو آپ زندگی کے اخیر لحہ تک عبادت میں لگے رہئے۔ اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ جب کوئی مہم اور فکر کی بات پیش آتی تو آپ نماز میں مشغول ہو جاتے۔

فرضیت عبادات کی اہمیت

اس آخری آیت سے علما نے استدلال کیا ہے کہ نماز وغیرہ عبادت فرض انسان پر فرض اور ضروری ہے جب تک کہ اس کی عقل باقی رہے اور ہوش وحواس ثابت ہوں جیسی اس کی حالت ہو اسی کے مطابق نماز ادا کرے۔ تندرست ہو تو کھڑے ہو کر نہ ہو سکے تو بیٹھ کر اور یہ بھی نہ ہو سکے تو لیٹ کر۔ بہرحال انسان جب تک زندہ ہے عبادت الٰہی واجب ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَۃُ النَّحْلِ مَکِّیَّۃٌ وَھِیَ مِائَۃٌ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ ثَمَانٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰیَۃً وَّسِتَّۃَ عَشَرَ رُکُوْعًا

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

اَتٰۤی اَمْرُ اللّٰہِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْہُ ؕ سُبْحٰنَہٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ① یُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِکَۃَ بِالرُّوْحِ

منکرو خدائے تعالیٰ کا حکم آ پہنچا سو تم اس میں جلدی مت مچاؤ، وہ لوگوں کے شرک سے پاک اور برتر ہے۔ وہ فرشتوں کو وحی یعنی اپنا حکم دے کر اپنے بندوں

مِنْ اَمْرِہٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖۤ اَنْ اَنْذِرُوْۤا اَنَّہٗ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّاۤ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ②

میں سے جس پر چاہیں نازل فرماتے ہیں یہ کہ خبر دار کر دو کہ میرے سوا کوئی لائق عبادت نہیں سو مجھ سے ڈرتے رہو۔

اَتٰۤی اَمْرُ اللّٰہِ آ پہنچا اللہ کا حکم	فَلَا تَسْتَعْجِلُوْہُ سو اس کی جلدی نہ کرو	سُبْحٰنَہٗ وہ پاک	وَتَعٰلٰی اور برتر	عَمَّا اس سے جو	یُشْرِکُوْنَ وہ شریک بناتے ہیں			
یُنَزِّلُ وہ نازل کرتا ہے	الْمَلٰٓئِکَۃَ فرشتے	بِالرُّوْحِ وحی کے ساتھ	مِنْ سے	اَمْرِہٖ اپنے حکم	عَلٰی پر	مَنْ یَّشَآءُ جسے چاہتا ہے		
مِنْ عِبَادِہٖۤ اپنے بندے سے	اَنْ کہ	اَنْذِرُوْۤا تم ڈراؤ	اَنَّہٗ کہ وہ	لَا نہیں	اِلٰہَ کوئی معبود	اِلَّاۤ سوائے	اَنَا میرے	فَاتَّقُوْنِ پس مجھ سے ڈرو

سورۂ نحل کی وجہ تسمیہ اور زمانہ نزول وغیرہ

اس سورۃ کے نویں رکوع کی ایک آیت میں لفظ نحل آیا ہے جس کے معنیٰ ہیں شہد کی مکھی اور قدرت کی عجیب وغریب صنعت کے بیان کے سلسلہ میں شہد کی مکھیوں کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ اسی مناسبت سے اسی لفظ نحل کو علامت کے طور پر اس سورۃ کا نام قرار دیا گیا۔ یہ سورۃ بھی مکی ہے۔ ہجرت حبشہ کے بعد مکہ مکرمہ کے آخری دور میں اس کا نزول ہوا ہے۔ ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن پاک کی سولہویں سورت ہے لیکن بحساب نزول اس کا شمار ۷۳ لکھا ہے یعنی مکہ معظمہ میں ۷۲ سورتیں اس سے قبل نازل ہو چکی تھیں۔ اور ۱۷ سورتیں اس کے بعد مکہ معظمہ میں نازل ہوئیں اور پھر ۲۴ سورتیں ہجرت کے بعد۔ اس سورۃ میں ۱۶ رکوع، ۱۲۸ آیات، ۱۸۱۷ کلمات اور ۷۹۷۴ حروف ہیں۔

سورۃ النحل کے مضامین

اس سورۃ میں دوسری مکی سورتوں کی طرح توحید کا اثبات، شرک کا ابطال، دعوت پیغمبر کو نہ ماننے کے برے نتائج اور حق کی مخالفت و مزاحمت پر کفار و مشرکین کو زجر و توبیخ کی گئی ہے۔ سورۃ کا آغاز بغیر کسی خاص تمہید کے ایک تنبیہی جملے سے ہوتا ہے جس میں منکرین کو مخاطب کیا گیا ہے۔ کفار مکہ بار بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے تھے کہ جب ہم تمہیں اور تمہارے دین کو جھٹلا چکے ہیں اور کھلم کھلا تمہاری مخالفت کر رہے ہیں تو آخر وہ خدا کا عذاب آ کیوں نہیں جاتا۔ جس کی تم ہمیں دھمکیاں دیتے ہو۔ سورۃ کی ابتداء اسی کے جواب سے کی گئی ہے کہ اے کم عقلو خدا کا عذاب ٹوٹ پڑنے کے لئے جلدی نہ مچاؤ بلکہ جو مہلت دی جا رہی ہے اس سے فائدہ اٹھاؤ اور بات سمجھنے کی کوشش کرو۔ اس کے بعد فوراً ہی تفہیم کی تقریر شروع ہو جاتی ہے اور مندرجہ ذیل مضامین بار بار یکے بعد دیگرے سامنے آتے ہیں:۔

(۱) معقول دلیلوں اور کائنات میں پھیلی ہوئی نشانیوں کی شہادتوں سے ثابت کیا گیا ہے کہ شرک باطل ہے اور توحید ہی حق ہے۔

(۲) منکرین کے اعتراضات، شکوک، حجتوں اور حیلوں کا ایک ایک کر کے جواب دیا گیا ہے۔

(۳) باطل پر اصرار اور حق کا انکار کرنے والوں کو برے نتائج سے ڈرایا گیا ہے۔

(۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دین یعنی اسلام انسانی زندگی میں کیا خوبیاں پیدا کرتا ہے۔ اس کا دلنشین انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

(۵) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کی تسلی اور ہمت افزائی کی جاتی ہے اور ساتھ ساتھ یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ مخالفین کی مزاحمتوں اور منکرین کی سختیوں کے مقابلہ میں ان کا کیا رویہ ہونا چاہئے۔ یہی مضامین اس تمام سورت میں بیان فرمائے گئے ہیں جن کی تفصیلات ان شاءاللہ آئندہ درسوں میں آپ کے سامنے آئیں گی۔

کفار مکہ کے سوال اور ان کے جوابات

اب ان آیات کی تفسیر وتشریح اس طرح ہے کہ حضور اقدس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کفار مکہ کو بار بار عذاب الٰہی اور روز قیامت سے ڈراتے تھے جس کے جواب میں کفار مکہ کہتے کہ تم جس عذاب اور روز قیامت سے ڈراتے ہو وہ کہاں ہے؟ اگر سچے ہو تو لے آؤ ہم بھی دیکھیں کیا ہوتا ہے؟ کافروں کا دوسرا قول یہ بھی تھا کہ اگر عذاب قیامت آ بھی گیا تو ہمارا کیا بگڑے گا۔ ہمارے ہزاروں سفارشی ہیں۔ بکثرت دیوتاؤں کی ہم پرستش کرتے ہیں۔ بھینٹ چڑھاتے ہیں۔ نذریں دیتے ہیں وہ ہم کو عذاب سے بچالیں گے۔ کفار کا تیسرا قول یہ بھی تھا کہ اگر بالفرض تم کو ہم سچا مان بھی لیں تو اس کی وجہ بتاؤ کہ فرشتے ہمارے پاس کیوں نہیں آتے؟ ہم کو براہ راست عذاب کی اطلاع کیوں نہیں دی جاتی؟ تمہارے ہی پاس اللہ کے فرشتے پیام لے کر آتے ہیں۔ ہمارے پاس کیوں نہیں آتے۔ ان کے ان تینوں اقوال کا جواب ان ابتدائی آیات میں دیا گیا ہے جن کا حاصل ارشاد یہ ہے کہ خدا کا قطعی فیصلہ اور یہ حکم کہ پیغمبر علیہ السلام کی جماعت غالب اور منصور اور حق کے مخالف مغلوب اور ذلیل ہوں گے جنہیں دنیا میں مسلمان مجاہدین کے ہاتھوں اور آخرت میں براہ راست احکم الحاکمین کے دربار سے شرک وکفر کی سزا ملے گی۔ اس حکم کے وقوع کا وقت قریب آ پہنچا اور قیامت کی گھڑی بھی دور نہیں ہے جس چیز کا آنا یقینی ہو اسے آیا ہوا ہی سمجھنا چاہئے پھر جلدی مچانے کی کیا ضرورت ہے۔ پھر جب حق کا غالب ہونا اور کفر وشرک پر سزا ملنا یقینی ہے تو اے کفار! توحید کی راہ اختیار کرو اور مشرکانہ طور وطریق سے علیحدہ ہو جاؤ۔ جنہیں تم خدائی کا شریک ٹھہراتے ہو۔ ان میں سے کوئی خدا کے حکم کو ٹال نہیں سکتا۔ تمہارے دیوتاؤں کا سفارشی ہونا اور باطل معبودوں کا عذاب الٰہی سے بچالینا یہ تو ناممکن ہے کیونکہ اللہ اپنی الوہیت' ربوبیت کمال قدرت اور ہمہ گیر طاقت میں ہر طرح کے شرک سے پاک ہے۔ وہ مختار کل ہے اس کے کام میں کوئی دخل نہیں دے سکتا۔ اب رہی تیسری بات تو اس کا جواب یہ دیا گیا کہ خدا ہر کس وناکس کے پاس اپنے فرشتہ نہیں بھیجا کرتا۔ وہ بندے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں جن کو خدا تعالیٰ ساری مخلوق میں سے اپنی حکمت کے موافق اپنے کامل اختیار سے چن لیتا ہے۔ انہی کے پاس فرشتے کلام الٰہی لے کر بحکم خدا آتے ہیں جو توحید کی تعلیم' شرک کا رد اور تقویٰ کی طرف دعوت دیتے ہیں۔

کافروں کی شکست اور احتساب کا وعدہ

اکثر مفسرین کا کہنا ہے کہ یہاں آیت میں اَمْرُ اللّٰہِ یعنی خدا تعالیٰ کے حکم سے مراد وہ وعدہ ہے جو اللہ نے اپنے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا ہے کہ ان کے دشمنوں کو زیر ومغلوب کیا جاوے گا اور مسلمانوں کو فتح ونصرت اور عزت وشوکت حاصل ہوگی اور بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ اس آیت میں حکم اللہ سے مراد قیامت ہے اور اس کے آپہنچنے کا مطلب یہی ہے کہ اسکا وقوع قریب ہے۔

یہاں اس ابتدائی جملہ میں ایک پیشین گوئی ہے اوراس قدر وثوق اور یقین کے ساتھ ہے جوقرآن مجید کی آیتوں کے سوا کسی جگہ نہیں ملتی۔ایسے ماحول میں جہاں دشمنوں نے آپ کو چاروں طرف سے گھیر رکھا ہو اور ہر طرح کی ایذا رسانی پر تلے ہوئے ہوں اس طرح بے دھڑک ان سے کہہ دینا کہ عنقریب تم دنیا ہی میں اپنی سزا کو پہنچنے والے ہو۔تم سب فنا کے گھاٹ اتارے جاؤ گے اوراہل اسلام کوعزت وشوکت حاصل ہوگی اور سارے عرب پراسلام کوغلبہ نصیب ہوگا۔ یہ اللہ کے رسول کے سوااور کوئی نہیں کہہ سکتا۔جس وقت یہ آیات نازل ہوئی ہیں توان کفار کا سان وگمان بھی نہ تھا کہ یہ تھوڑے سے مسلمان مکہ مکرمہ کے سارے طاقتورلوگوں پر غالب آ جائیں گے۔مگر دنیا نے دیکھ لیا کہ نہ صرف مکہ مکرمہ سے بلکہ سارے جزیرۂ عرب سے مشرکین کفار ہمیشہ کے لئے مٹا دیئے گئے۔نیز یہاں آیت میں توحید کا روایتی اورنقلی ثبوت پیش کیا گیا کہ دنیا میں اللہ کے جتنے بھی نبی اور رسول آئے دنیا کے کسی خطہ میں کسی قوم میں کسی زمانہ میں سب نے یہی عقیدۂ توحید لا الٰہ الا اللہ پیش کیا۔اوراسی کی دعوت دی۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے ہم کواسلام وایمان کی نعمت اور توحید کی دولت سے نوازا۔اور کفر وشرک کی نجاست سے بچایا۔

یا اللہ! ہمیں توحید کی حقیقت نصیب فرما اوراسی پر زندہ رہنا اوراسی پر مرنا نصیب فرما۔

یا اللہ اس وقت امت مسلمہ کے بعض افراد بھی قیامت اور آپ کے عذاب سے کچھ ایسے بے خوف ہو گئے ہیں اور غفلت میں پڑ گئے ہیں کہ بے دھڑک آپ کی نافرمانی میں ملوث ہیں۔

یا اللہ! ہم کو ہدایت اسلام کے بعد ہر طرح کی گمراہی سے بچالے اور خوف آخرت ہمارے دلوں میں عطا فرما دے تا کہ ہم آپ کی ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے دنیا میں اپنے کو بچالیں اور آپ کی سچی بندگی اختیار کر کے آپ کی اطاعت کاملہ میں لگ جائیں۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ تَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ﴿۳﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ

آسمانوں کو اور زمین کو حکمت سے بنایا، وہ ان کے شرک سے پاک ہے۔ انسان کو نطفہ سے بنایا پھر وہ یکایک کھلم کھلا جھگڑنے لگا۔

نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ﴿۴﴾ وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ

اور اُسی نے چوپایوں کو بنایا اُن میں تمہارے جاڑے کا بھی سامان ہے اور بھی بہت سے فائدے ہیں

وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۵﴾ وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ ﴿۶﴾ وَتَحْمِلُ

اور ان میں سے کھاتے بھی ہو اور ان کی وجہ سے تمہاری رونق بھی ہے جبکہ شام کے وقت لاتے ہو اور جبکہ صبح کے وقت چھوڑ دیتے ہو۔ اور وہ تمہارے

اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ؕ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۷﴾

بوجھ بھی ایسے شہر کو لے جاتے ہیں جہاں تم بدون جان کو محنت میں ڈالے ہوئے نہیں پہنچ سکتے تھے واقعی تمہارا رب بڑی شفقت اور رحمت والا ہے۔

وَّالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً ؕ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۸﴾ وَعَلَى

اور گھوڑے اور خچر اور گدھے پیدا کیے تا کہ تم ان پر سوار ہو اور نیز زینت کیلئے بھی، اور وہ ایسی ایسی چیزیں بناتا ہے جن کی تم کو خبر بھی نہیں۔ اور

اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَآئِرٌ ؕ وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۹﴾

سیدھا راستہ اللہ تک پہنچتا ہے اور بعضے راستے ٹیڑھے بھی ہیں، اور اگر خدا چاہتا تو تم سب کو مقصود تک پہنچا دیتا۔

خَلَقَ اس نے پیدا کئے	السَّمٰوٰتِ آسمان	وَالْاَرْضَ اور زمین	بِالْحَقِّ حق کے ساتھ	تَعٰلٰی برتر	عَمَّا اس سے جو	یُشْرِکُوْنَ وہ شریک کرتے ہیں		
خَلَقَ پیدا کیا اس نے	الْاِنْسَانَ انسان	مِنْ سے	نُّطْفَةٍ نطفہ	فَاِذَا پھر ناگہاں	هُوَ وہ	خَصِيْمٌ جھگڑالو	مُّبِيْنٌ کھلا	وَالْاَنْعَامَ اور چوپائے
خَلَقَهَا اسنے انکو پیدا کیا	لَكُمْ تمہارے لئے	فِيْهَا ان میں	دِفْءٌ گرم سامان	وَّمَنَافِعُ اور فائدے	وَمِنْهَا ان میں سے	تَاْكُلُوْنَ تم کھاتے ہو		
وَلَكُمْ اور تمہارے لئے	فِيْهَا ان میں	جَمَالٌ خوبصورتی شان	حِيْنَ جس وقت	تُرِيْحُوْنَ شام کو چرا کر لاتے ہو	وَحِيْنَ اور جس وقت			
تَسْرَحُوْنَ صبح کو چرانے لے جاتے ہو	وَتَحْمِلُ اور وہ اٹھاتے ہیں	اَثْقَالَكُمْ تمہارے بوجھ	اِلٰى طرف	بَلَدٍ شہر	لَّمْ تَكُوْنُوْا نہ تھے تم			
بٰلِغِيْهِ ان تک پہنچنے والے	اِلَّا بغیر	بِشِقِّ ہلکان کر کے	الْاَنْفُسِ جانیں	اِنَّ بیشک	رَبَّكُمْ تمہارا رب	لَرَءُوْفٌ انتہائی شفیق	رَّحِيْمٌ رحم کرنیوالا	
وَالْخَيْلَ اور گھوڑے	وَالْبِغَالَ اور خچر	وَالْحَمِيْرَ اور گدھے	لِتَرْكَبُوْهَا تا کہ تم ان پر سوار ہو	وَزِيْنَةً اور زینت	وَيَخْلُقُ اور وہ پیدا کرتا ہے			
مَا جو	لَا تَعْلَمُوْنَ تم نہیں جانتے	وَ اور	عَلَى اللّٰهِ اللہ پر	قَصْدُ سیدھی	السَّبِيْلِ راہ	وَمِنْهَا اور اس سے	جَآئِرٌ ٹیڑھی	وَلَوْ شَآءَ اور اگر وہ چاہے
لَهَدٰىكُمْ تو وہ تمہیں ہدایت دیتا	اَجْمَعِيْنَ سب							

اثبات توحید کے چار عقلی دلائل

گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنی وحی اپنے انبیاء کے پاس بھیجتا ہے اور توحید کی تعلیم شرک کا رد اور تقویٰ کی طرف دعوت یہ

ہمیشہ سے انبیاء علیہم السلام کا مشترکہ و متفقہ نصب العین رہا ہے۔ گویا اثبات توحید کی یہ نقلی دلیل گذشتہ آیات میں بیان فرمائی گئی تھی۔ اب آگے ان آیات میں عقلی دلائل بیان کئے جاتے ہیں۔

پہلی دلیل:۔ یہ فرمائی گئی کہ اللہ نے زمین و آسمان کا نظام ایسا درست اور استوار بنایا ہے جسے دیکھ کر لامحالہ یقین کرنا پڑتا ہے کہ تمام کائنات کا سلسلہ صرف ایک ہی مالک مختار کے ہاتھ میں ہونا چاہئے۔ اگر کئی بااختیار خداؤں کے ہاتھوں میں باگ ہوتی تو یہ محکم انتظام اتنی مدت تک ہرگز قائم نہ رہتا۔ آپس میں ٹکر ہو جاتی بلکہ کئی آزاد خداؤں کی کشمکش باہمی سرے سے اس نظام عام کو موجود ہی نہ ہونے دیتی۔ تو جب اللہ کے سوا کوئی اور خالق نہیں تو لازمی نتیجہ نکلتا ہے کہ وہی وحدہٗ لاشریک ہے۔

دوسری دلیل:۔ یہ بیان فرمائی کہ اللہ نے انسان کو ایک قطرۂ ناچیز سے بنایا۔ یعنی نطفہ تھا اس کا خون بنا خون کا لوتھڑا بنا۔ لوتھڑے کا جسم تیار ہوا۔ پھر جسم کے اندرونی بیرونی اعضاء کی تکمیل ہوئی۔ ہر عضو کو اس کے مقام پر رکھا۔ ظاہری و باطنی حواس پیدا کئے۔ عقل کی روشنی سے اس کے دماغ کو منور کیا اور روح حیات پھونک کر جیتا جاگتا انسان بنا ڈالا۔ تو انسان اگر خود اپنی خلقت میں غور کرے تو حق تعالیٰ کی عجیب و غریب صنعت و قدرت کا سبق ملے گا مگر انسان ہے کہ اپنی اصل اپنی تخلیق اور کیفیت تخلیق کو بھول کر اللہ کی کارسازی، وحدانیت، ربوبیت یہاں تک کہ اس کی ہستی میں جھگڑنے لگا۔ کسی نے خدا کو مجبور محض جانا کسی نے ایک کی بجائے متعدد معبود بنا لئے اور کسی نے یہاں تک رسائی کی کہ اللہ تعالیٰ کے وجود ہی کا انکار کر دیا۔ کیا انسان کی پیدائش اس کی ایجاد اور ترقی اپنی زبان فطرت سے اللہ کی وحدانیت ہمہ گیر طاقت اور لاشریک ذات پر شہادت نہیں دے رہی۔ کیا انسان کو بنانے والا اس کو عقل و شعور، حواس اور علم عطا کرنے والا اور پھر اس میں ترقی دینے والا کوئی اور بھی ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر اس کی توحید میں یہ جھگڑا کیوں ہے۔

تیسری دلیل:۔ یہ بیان فرمائی گئی کہ اللہ نے چوپائے یعنی اونٹ، گائے، بھیڑ، بکری تمہارے لئے پیدا کئے۔ جن کے موٹے موٹے چار فوائد تو ہر شخص جانتا ہے۔ ایک بھیڑ و اونٹ وغیرہ کے اون سے سردی سے بچنے کے لئے لباس تیار کیا جاتا ہے۔ کمبل دھسے ڈیرے خیمہ وغیرہ اور مختلف قسم کے لباس تیار کرتے ہیں۔ دوسرا فائدہ ان کا دودھ پیا جاتا ہے۔ گوشت کھایا جاتا ہے۔ چربی علاوہ کھانے کے دوسرے کاموں میں آتی ہے۔ پھر تیسرا نمایاں فائدہ یہ ہے کہ جس شخص کے پاس مویشی بکثرت ہوتے ہیں تو اس کو ایک خاص امتیاز اور عزت حاصل ہوتی ہے۔ صبح کو اس کے جانور جنگل کو چرنے جاتے ہیں شام کو واپس آتے ہیں مالک خود بھی ان کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ دوسرے لوگ بھی کہتے ہیں کہ خدا نے فلاں کو کیسا دھن دولت دیا ہے عرب کے پورے ملک میں مویشیوں کی کثرت امتیاز خصوصی سمجھا جاتا تھا۔ چوتھا فائدہ یہ ہے کہ مویشی بار برداری کے کام آتے ہیں۔ اونٹ وغیرہ کے ذریعہ سے آدمی اپنا اسباب تجارت یا سامان ضرورت لاد کر دور دراز کے مقامات پر پہنچ جاتا ہے۔ جہاں پیادہ جانے اور سر پر بوجھ اٹھا کر لے جانے میں سخت تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا۔ یہ خدا کی کتنی بڑی شفقت و مہربانی ہے کہ ان حیوانات کو تمہاری خدمت میں لگا دیا اور ان سے کام لینے کی اجازت دی اور بعض بڑی سخت اور مشکل مہمات ان جانوروں کے ذریعہ سے آسان کر دیں۔

چوتھی دلیل:۔ یہ بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے گھوڑے گدھے اور خچر بھی تمہارے فائدہ کے لئے پیدا کئے اور ان سے تمہاری شان و شوکت کا مظاہرہ ہوتا ہے اور تمہاری سواری کے کام آتے ہیں۔ اگر اللہ ان جانوروں کو پیدا نہ کرتا اور سواری کے لائق جسمانی ساخت

ان کو نہ دیتا تو ظاہر ہے کہ یہ فوائد انسان کو حاصل نہ ہوتے۔اس کے بعد اجمالاً اشارہ ان جانوروں یا سواریوں کی طرف بھی کر دیا جن پر سوار ہونے کا رواج اس وقت عرب میں نہ تھا یا نزول قرآن کے وقت تک ان کی ایجاد ہی نہ ہوئی تھی۔ مثلاً ریل، موٹر، ہوائی جہاز وغیرہ۔ تو جن حیوانات کا اوپر ذکر ہوا ان کے علاوہ حق تعالیٰ تمہارے نفع کے لئے وہ چیزیں پیدا کرتا رہتا ہے یا پیدا کرتا رہے گا جن کی تمہیں فی الحال خبر بھی نہیں۔اس میں وہ سب سواریاں بھی آ گئیں جو قیامت تک بنتی اور ایجاد ہوتی رہیں گی۔

یہ چاروں دلائل توحید کو ثابت کرنے کے لئے بیان کئے گئے۔اب جہاں خدا تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا۔ پرورش کیا۔اس کی بقا و آسائش کے سامان بنائے وہیں اصل مقصد یعنی اپنی بارگاہ قدس تک پہنچنے کا سیدھا راستہ بھی بتا دیا اور جس طرح زمینی راستہ طے کر کے منزل مقصود تک انسان پہنچتا ہے۔ ایسے ہی خدا کی طرف پہنچنے کا سیدھا راستہ بھی کھلا ہوا ہے۔جس کی سمجھ سیدھی ہو گی وہ مذکورہ بالا دلائل و بصائر میں غور کر کے حق تعالیٰ کی قدرت و عظمت و وحدانیت پر ایمان لائے گا اور توحید و تقویٰ کی سیدھی راہ پر چل کر بے کھٹکے خدا تک پہنچ جائے گا لیکن جس کی عقل سیدھی نہیں اسے سیدھی سڑک پر چلنے کی توفیق کہاں ہو سکتی ہے وہ ہمیشہ غلط اور باطل خیالات کی پیچدار پگڈنڈیوں میں پڑا بھٹکتا رہے گا۔

انبیاء کو مبعوث کرنے کی حکمت

اب یہاں یہ سوال ہو سکتا تھا کہ اللہ کو احکام نازل کرنے اور انبیاء مبعوث فرمانے کی کیا ضرورت تھی وہ سب کو بلاواسطہ ہدایت کر دیتا تو کوئی گمراہ نہ رہتا۔اس کا جواب دیا جاتا ہے کہ خدا کچھ اس بات سے عاجز نہیں تھا کہ ساری دنیا کے انسانوں کو ایک ہی راہ حق پر لگا دیتا لیکن اس کی حکمت مقتضی نہیں ہوئی کہ سب کو ایک ہی ڈھنگ اور راستہ اختیار کرنے پر مجبور کر دے بلکہ اس کی مشیت یہی ہوئی کہ انسان کو ایک خاص حد تک کسب و اختیار کی آزادی دے کر آزمائے کہ وہ کس راستہ پر چلتا ہے اسی آزادی کے استعمال کیلئے اس کو علم کے ذرائع دیئے گئے عقل و فکر کی صلاحیتیں دی گئیں خواہش اور ارادہ کی طاقتیں بخشی گئیں۔اپنے اندر اور باہر کی بے شمار چیزوں پر تصرف کے اختیارات عطا کئے گئے کہ آیا وہ خالق اور مخلوق کا ٹھیک ٹھیک حق پہچان کر خدا کی رحمت و کرامت کا مستحق بنتا ہے یا کجروی اور غلط کاری سے اپنے کو اس کے غصہ و غضب کا مظہر ٹھہراتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ حق تعالیٰ چاہتے کہ سب کو سیدھے راستہ پر مجبور کر کے ڈال دیں تو یہ بھی ان کے اختیار میں تھا۔مگر حکمت و مصلحت کا تقاضہ یہ تھا کہ جبر نہ کیا جائے بلکہ دونوں راستے سامنے کر دیئے جائیں۔ چلنے والا سمجھے غور کرے اور جس راستہ پر چلنا چاہے چلا جائے۔ صراط مستقیم اللہ اور جنت تک پہنچائے گا اور ٹیڑھے راستہ جہنم تک پہنچائیں گے۔انسان کو اختیار دے دیا کہ جس کا چاہے انتخاب کر لے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو حقیقی توحید اور اپنی ذات پاک کی صحیح معرفت نصیب فرماویں۔اور دنیا میں جتنی چیزیں ہم کو عطا فرمائی ہیں ان سے اپنی مرضیات حاصل کرنے کی توفیق عطا فرماویں۔

یا اللہ! آپ نے اپنے فضل سے ہم کو جو دین اسلام کی صراط مستقیم دکھلا دی ہے اس پر ہم کو تا زندگی قائم رکھیے۔اسی پر جینا اور اسی پر مرنا نصیب فرمائیے۔آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ ﴿۱۰﴾

وہ ایسا ہے جس نے تمہارے واسطے آسمان سے پانی برسایا جس سے تم کو پینے کو ملتا ہے اور اس (کے سبب) سے درخت (سبزہ و گھاس پیدا ہوتے) ہیں جن میں تم چرنے چھوڑ دیتے ہو۔

يُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُوْنَ وَالنَّخِيْلَ وَالْاَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ اِنَّ فِيْ

(اور) اس (پانی) سے تمہارے لئے کھیتی اور زیتون اور کھجور اور انگور اور ہر قسم کے پھل اُگاتا ہے، بیشک اس میں

ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۙ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ

سوچنے والوں کیلئے دلیل ہے۔اور اس نے تمہارے لئے رات اور دن اور سورج اور چاند کو مسخر بنایا

وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَمَا ذَرَاَ لَكُمْ

اور ستارے اُس کے حکم سے مسخر ہیں۔ بیشک اس میں عقل مند لوگوں کیلئے چند دلیلیں ہیں۔اور اُن چیزوں کو بھی جن کو تمہارے لئے

فِي الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۳﴾

زمین میں اس طور پر پیدا کیا کہ اُن کے اقسام مختلف ہیں، بیشک اس میں سمجھ دار لوگوں کیلئے دلیل ہے۔

هُوَ وہی	الَّذِیْ جس نے	اَنْزَلَ نازل کیا	مِنَ سے	السَّمَآءِ آسمان	مَآءً پانی	لَكُمْ تمہارے لئے	مِنْهُ اس سے	شَرَابٌ پینا	وَمِنْهُ اور اس سے
شَجَرٌ درخت	فِيْهِ اس میں	تُسِيْمُوْنَ تم چراتے ہو	يُنْۢبِتُ وہ اُگاتا ہے	لَكُمْ تمہارے لئے	بِهٖ اس سے	الزَّرْعَ کھیتی	وَالزَّيْتُوْنَ اور زیتون		
وَالنَّخِيْلَ اور کھجور	وَالْاَعْنَابَ اور انگور	وَ اور	مِنْ سے	كُلِّ ہر	الثَّمَرٰتِ پھل	اِنَّ بیشک	فِيْ ذٰلِكَ اس میں	لَاٰيَةً البتہ نشانیاں	
لِقَوْمٍ لوگوں کیلئے	يَّتَفَكَّرُوْنَ غور وفکر کرتے ہیں	وَسَخَّرَ اور مسخر کیا	لَكُمْ تمہارے لئے	الَّيْلَ رات	وَالنَّهَارَ اور دن	وَالشَّمْسَ اور سورج			
وَالْقَمَرَ اور چاند	وَالنُّجُوْمُ اور ستارے	مُسَخَّرٰتٌ مسخر	بِاَمْرِهٖ اس کے حکم سے	اِنَّ بیشک	فِيْ میں	ذٰلِكَ اس	لَاٰيٰتٍ البتہ نشانیاں		
لِقَوْمٍ لوگوں کیلئے	يَّعْقِلُوْنَ وہ عقل سے کام لیتے ہیں	وَمَا اور جو	ذَرَاَ پیدا کیا	لَكُمْ تمہارے لئے	فِي الْاَرْضِ زمین میں	مُخْتَلِفًا مختلف			
اَلْوَانُهٗ اس کے رنگ	اِنَّ بیشک	فِيْ ذٰلِكَ اس میں	لَاٰيَةً البتہ نشانیاں	لِقَوْمٍ لوگوں کیلئے	يَّذَّكَّرُوْنَ وہ سوچتے ہیں				

اثبات توحید کی دو اور عقلی دلیلیں

گذشتہ آیات میں توحید کے چار دلائل بیان فرمائے گئے تھے۔ اب آگے مزید دلائل ان آیات میں بیان فرمائے گئے ہیں۔ گویا پانچویں دلیل یہ دی جارہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے آسمان سے مینہ برسایا اور پانی اتارا جس کا پہلا فائدہ یہ ہے کہ تم اس پانی کو پیتے ہو اور پی کر جیتے ہو۔ جہاں کنوؤں اور نہروں کا پانی نہیں وہاں تو اسی پر زندگی ہے۔ اور کنوؤں و نہروں کا پانی بھی اگر برسات نہ ہو تو خشک ہو جاوے۔ دوسرا فائدہ یہ کہ اس پانی سے زمین سرسبز ہوتی ہے۔ سبزہ اور گھاس اگتا ہے جس سے تمہارے چوپایوں کی زندگی ہے۔ تیسرا فائدہ یہ فرمایا کہ کھیتیاں بھی پانی ہی سے پیدا ہوتی ہیں گویا طرح طرح کے اجناس اور غلہ جو انسان کی روزی ہیں ان کا پانی سے پیدا فرمانا

ذکر کیا۔ چوتھا فائدہ ہر قسم کے پھل مثلاً زیتون کھجور اور انگور وغیرہ کی پیدائش بھی پانی ہی پر موقوف ہے۔ اس طرح کھانے پینے کی ساری لذتوں اور نعمتوں کا آخری سرا اسی خالق اور قادر مطلق کے دست قدرت میں ہے۔ غور کرنے والوں کے لئے خدا کی قدرت کاملہ اور صفت عجیبہ کا کتنا بڑا نشان ہے کہ ایک زمین ایک آفتاب ایک ہوا ایک پانی سے کیسے قسم قسم اور رنگ برنگ کے پھول و پھل پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ یہاں تک پانچ دلائل توحید باری تعالیٰ بیان ہوئے۔

آگے دلیل فرمائی جاتی ہے کہ رات اور دن برابر ایک دوسرے کے پیچھے لگے چلے آتے ہیں تا کہ دنیا کا کاروبار چلے اور لوگ سکون و آرام حاصل کرسکیں۔ رات انسان کو آرام کے سامان مہیا کرتی ہے اور دن اس کے کام کا راستہ ہموار کرتا ہے۔ اسی طرح چاند سورج ایک معین نظام کے ماتحت نکلتے اور چھپتے رہتے ہیں۔ رات دن کے آنے جانے اور چاند سورج کے طلوع و غروب کے ساتھ انسانوں کے بیشمار فوائد وابستہ ہیں بلکہ غور سے دیکھا جائے تو ان کے بغیر انسان کی زندگی محال ہے۔ خدا تعالیٰ نے اپنے اقتدار کامل سے چاند، سورج اور کل ستاروں کو مزدوروں کی طرح ہمارے کاموں پر لگا رکھا ہے مجال نہیں کہ ذرا سستی یا سرتابی کرسکیں۔ یہ تمام دلائل قدرت ہیں۔ براہین الوہیت ہیں۔ آثار ربوبیت اور علامات توحید ہیں۔ مگر انہی لوگوں کے لئے جن کو فہم و دانائی کا کوئی حصہ ملا ہے۔ جو عقل و بصیرت رکھتے ہیں۔ جو سوچتے سمجھتے اور غور و خوض کرتے ہیں۔

اس سارے نظام کے جزئیات و تفصیلات پر اگر انسان عقل و تدبر سے کام لے تو خود بول اٹھے بیشک جس نے ایسے کامل اور مستحکم انتظامات کر رکھے ہیں وہی ذات واحد قادر مطلق اور حکیم کل اور سب کی پروردگار ہے۔

الغرض حق جل شانہٗ نے اپنی الوہیت اور وحدانیت عقلی طور پر ثابت کرنے کے لئے اول آسمان و زمین کی پیدائش اور ان کے عجائب و غرائب سے استدلال فرمایا۔ کیونکہ مخلوقات میں زمین و آسمان نہایت عظیم ہیں۔ پھر آسمان و زمین کے بعد انسان کی پیدائش اور اس کے احوال سے استدلال فرمایا کہ ایک قطرۂ آب سے کیسا عجیب و غریب انسان پیدا فرمایا پھر احوال انسانی کے بعد حیوانات کے احوال سے استدلال فرمایا کہ جو انسان کے کام آتے ہیں پھر ان چوپایوں کی پیدائش سے استدلال فرمایا کہ جو انسان کے لئے سواری اور بار برداری اور زیب و زینت کا ذریعہ ہیں پھر عجائب حیوانات کے بعد عجائب نباتات سے اپنی قدرت و حکمت پر استدلال فرمایا کہ یہ قسم قسم کے نباتات اس کی قدرت کاملہ کی روشن دلیل ہیں پھر احوال نباتات کے بعد چاند و سورج اور ستاروں و سیاروں کے احوال سے استدلال فرمایا تا کہ کوئی نادان یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ کھیتوں اور پھلوں کا پکنا چاند و سورج اور ستاروں کی تاثیر سے ہے۔ نہیں بلکہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت اور ارادہ سے ہے۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ اپنے ذات و صفات کی توحید خالص اور یقین کامل ہم سب کو نصیب فرماویں۔

یا اللہ! آپ نے اپنی شان ربوبیت سے جو یہ نظام قائم کر رکھا ہے اس سے اپنی ذات عالی پر ہم کو ایمان صادق نصیب فرمایئے۔ اور ہم کو اپنی اطاعت و بندگی کی توفیق کاملہ نصیب فرمایئے۔ اور اپنے انعامات و احسانات پر شکر گزاری کا جذبہ مرحمت فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَهُوَ الَّذِيْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا

اور وہ ایسا ہے کہ اُس نے سمندر کو مسخر بنایا تا کہ اس میں سے تازہ تازہ گوشت کھاؤ اور اس میں سے زینت کی وہ چیز نکالو جسکو تم پہنتے ہو،

وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۴﴾ وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ

اور تم کشتیوں کو دیکھتے ہو کہ وہ پانی چیرتی ہوئی چلی جارہی ہیں اور تا کہ تم خدا کی روزی تلاش کرو اور تا کہ تم شکر کرو۔ اور اس نے زمین میں پہاڑ رکھ دیئے

رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَاَنْهٰرًا وَّسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵﴾ وَعَلٰمٰتٍ ۭ وَبِالنَّجْمِ هُمْ

تا کہ وہ تم کو لے کر ڈگمگانے نہ لگے، اور اس نے نہریں اور راستے بنائے تا کہ تم منزل مقصود تک پہنچ سکو۔ اور بہت سی نشانیاں بنائیں اور ستاروں سے بھی

يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۶﴾ اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ

لوگ رستہ معلوم کرتے ہیں۔ سو کیا جو پیدا کرتا ہو، وہ اس جیسا ہو جاوے گا۔ جو پیدا نہیں کر سکتا، پھر کیا تم نہیں سمجھتے۔ اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو گننے لگو،

لَا تُحْصُوْهَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۸﴾

تو نہ گن سکو گے واقعی اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے بڑی رحمت والے ہیں۔

وَهُوَ اوروہی	اَلَّذِيْ جو۔جس	سَخَّرَ مسخرکیا	اَلْبَحْرَ دریا	لِتَاْكُلُوْا تاکہ تم کھاؤ	مِنْهُ اس سے	لَحْمًا گوشت	طَرِيًّا تازہ	وَتَسْتَخْرِجُوْا اورتم نکالو
مِنْهُ اس سے	حِلْيَةً زیور	تَلْبَسُوْنَهَا تم وہ پہنتے ہو	وَتَرَى اورتم دیکھتے ہو	اَلْفُلْكَ کشتی	مَوَاخِرَ پانی چیرنے والی	فِيْهِ اس میں		
وَلِتَبْتَغُوْا اورتاکہ تلاش کرو	مِنْ سے	فَضْلِهٖ اس کافضل	وَلَعَلَّكُمْ اورتاکہ تم	تَشْكُرُوْنَ شکرکرو	وَاَلْقٰى اورڈالے	فِي الْاَرْضِ زمین میں		
رَوَاسِيَ پہاڑ	اَنْ تَمِيْدَ کہ جھک نہ پڑے	بِكُمْ تمہیں لےکر	وَاَنْهٰرًا اورنہریں۔دریا	وَسُبُلًا اورراستے	لَعَلَّكُمْ تاکہ تم	تَهْتَدُوْنَ راہ پاؤ		
وَعَلٰمٰتٍ اورعلامتیں	وَبِالنَّجْمِ اورستارہ	هُمْ وہ	يَهْتَدُوْنَ راستہ پاتے ہیں	اَفَمَنْ کیا۔پس جو	يَخْلُقُ پیداکرے	كَمَنْ اس جیساجو		
لَا يَخْلُقُ پیدانہیں کرتا	اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ کیا۔پس تم غورنہیں کرتے	وَاِنْ اوراگر	تَعُدُّوْا تم شمارکرو	نِعْمَةَ اللّٰهِ اللہ کی نعمت				
	لَا تُحْصُوْهَا اس کوپورانہ گن سکوگے	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	لَغَفُوْرٌ البتہ بخشنے والا	رَحِيْمٌ نہایت مہربان				

سمندر توحید الٰہی کی دلیل ہے

گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ کی الوہیت کاملہ اس کی وحدانیت اور شان ربوبیت کے متعدد دلائل بیان فرمائے گئے وہی سلسلہ ان آیات میں بھی جاری ہے۔ چنانچہ دلائل قدرت اور علامات توحید میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ سمندر بھی اسی کے قانون تکوینی کے محکوم و مسخر ہیں یعنی ایسے ٹھاٹھیں مارنے والے خوفناک سمندر کو بھی جس کے سامنے ضعیف انسان کی کچھ بساط نہیں تمہارے کام میں لگا دیا کہ اس میں بے تکلف مچھلی کا شکار کر کے نہایت لذیذ اور تر و تازہ گوشت حاصل کرتے ہو۔ اب سمندر کا پانی کتنا کھاری اور شور ہوتا ہے مگر مچھلی جو اس سے نکلتی ہے اس کا گوشت کھاری اور کڑوا نہیں۔ یہ بھی خدا تعالیٰ کی کمال قدرت کی دلیل ہے ایسے کھاری اور کڑوے پانی میں سے ایک لذیذ چیز تمہارے کھانے کیلئے نکال دی اور اس کے بعض حصوں میں سے موتی اور مونگے نکالتے ہو جس کے قیمتی زیور تیار کئے جاتے ہیں۔ بھلا سمندر کی موجوں کو دیکھو جن کے سامنے بڑے بڑے جہازوں کی ایک تنکے کے برابر حقیقت نہیں لیکن ایک چھوٹی سی کشتی کس طرح ان موجوں کو

چیرتی پھاڑتی چلی جاتی ہے۔ یہ خدا کی قدرت کا نمونہ ہے کہ اس نے انسان کو عقل دی اور ایسی چیزیں تیار کر لینے کی ترکیب سجھائی جن کے ذریعہ سے گویا سمندروں کو مسخر کر لیا گیا اور جہازوں اور کشتیوں پر تجارتی مال لاد کر ایک ملک سے دوسرے ملک اور ایک براعظم سے دوسرے براعظم میں پہنچاتے ہو اور خدا کے فضل سے روزی حاصل کرتے ہو۔ پس خدا کا احسان مان کر اس کی نعمتوں کے شکر گزار رہو۔

پہاڑ بھی توحید الٰہی کی دلیل ہیں

آگے اللہ تعالیٰ کی ایک دوسری قدرت کو ظاہر فرمایا جا رہا ہے کہ یہ اللہ ہی کی قدرت ہے کہ خدا تعالیٰ نے زمین پر بھاری پہاڑ رکھ دیئے۔ اور زمین کو بھاری اور وزنی بنانے کے لئے پہاڑوں کی میخیں قائم کیں۔ روایات اور آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین ابتدائے آفرینش میں مضطربانہ طور پر ہلتی اور کانپتی تھی۔ خدا تعالیٰ نے اس میں پہاڑ پیدا کئے جن سے اس کی کپکپی بند ہوئی۔ آج کل جدید سائنس نے بھی اقرار کیا ہے کہ پہاڑوں کا وجود بڑی حد تک زلزلوں کی کثرت سے مانع ہے۔ پہاڑوں کو قائم کر کے جابجا دریا اور چشمے جاری فرمائے۔ ندیوں اور نہروں کا سرچشمہ کہیں پہاڑوں میں ہوتا ہے لیکن وہ میدانوں اور پہاڑوں کو قطع کرتی ہوئی سینکڑوں ہزاروں میل کی مسافت پر پہنچتی ہیں۔ پھر پہاڑ، ٹیلے، چشمہ، درخت، وادی میدان وغیرہ مختلف قسم کی علامتیں قائم کر دی ہیں۔ جن سے مسافروں کے قافلہ ٹھیک راستہ کا پتہ چلا لیتے ہیں اگر زمین کی ساری سطح یکساں سپاٹ ہوتی کہیں درخت میدان، پہاڑ وغیرہ کے نشان نہ ہوتے تو مسافروں کو منزل پر پہنچنا مشکل ہو جاتا۔ پھر رات کے وقت سمندر، دریا اور خشکی کے سفر میں بعض ستاروں کے ذریعہ راستہ کا پتہ لگا لیا جاتا ہے۔ "قطب نما" سے جو رہنمائی ہوتی ہے وہ بھی بالواسطہ ستارہ سے تعلق رکھتی ہے۔ اب سوچنا چاہیے کہ یہ کس قدر حماقت، جہالت اور ظلم ہے کہ جو مکھی کا ایک پر اور مچھر کی ایک ٹانگ، جو کا ایک دانہ، ریت کا ایک ذرہ یا درخت کا ایک پتہ اور پانی کا ایک قطرہ پیدا کرنے پر قادر نہ ہوں انہیں معبود ٹھہرا کر خداوند قدوس کے برابر کر دیا جائے جو مذکورہ بالا عجیب و غریب مخلوقات کا پیدا کرنے والا اور ان کے محکم نظام کو قائم رکھنے والا ہے۔ اس گستاخی کو دیکھو اور خدا کے انعامات خیال کرو۔ حقیقت میں انسان بڑا ہی ناشکرا ہے۔ یہ انسان صرف اپنے ہی وجود پر نظر ڈالے کہ اللہ نے اسے صحت دی، قوت اور طاقت دی عقل دی، سننے کے لئے کان دیئے بولنے کے لئے زبان دی۔ دیکھنے کو آنکھیں دیں۔ پکڑنے کے لئے ہاتھ دیئے۔ چلنے کے لئے پیر دیئے غرض کہ بے شمار نعمتیں تم کو دیں کہ اگر گننا چاہو تو تمہاری طاقت سے باہر ہے کہ ان کو گن بھی سکو۔ تمہاری زندگی کا ہر سانس اس کی کسی نہ کسی نعمت کا رہین منت ہے تو ان بے شمار نعمتوں کا شکر پوری طرح کس سے ادا ہو سکتا ہے۔ لہٰذا ادائے شکر میں جو کوتاہی رہ جاتی ہے۔ خداوند کریم و رحیم اس سے بھی درگزر کرتا ہے اور تھوڑے سے شکر پر بہت سا اجر عطا فرما دیتا ہے کیونکہ وہ غفور و رحیم ہے اور اسی صفت غفران کے تقاضا سے وہ کفار اور مشرکین تک کی توبہ قبول کر کے انہیں اسلام اور ایمان قبول کر لینے پر بخش دیتا ہے اور صفت رحم کے تقاضہ سے وہ مشرکوں اور کافروں کو ان کی زندگی میں دنیوی نعمتوں سے یکسر محروم نہیں کرتا۔

خلاصۂ کلام

الغرض حق تعالیٰ یہ دلائل دے کر اور اپنی مختلف نعمتیں بتلا کر اس پر متنبہ فرماتے ہیں کہ عقل کا تقاضا یہ ہے کہ اے انسانو تم ایسے خالق، رازق اور منعم کی پرستش و بندگی کرو کہ جس کی نعمتوں کو تم شمار بھی نہیں کر سکتے اور پھر جو ایسا کریم اور مہربان ہے کہ باوجود تمہاری تقصیرات کے اور شب و روز کی نافرمانی کے اپنی نعمتیں تم پر بند نہیں کرتا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ﴿١٩﴾ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ

اور اللہ تعالیٰ تمہارے پوشیدہ اور ظاہری احوال سب جانتے ہیں۔اور جن کی یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے

شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ﴿٢٠﴾ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿٢١﴾ اِلٰهُكُمْ

اور وہ خود ہی مخلوق ہیں۔مُردے ہیں زندہ نہیں اور اُن کو خبر نہیں کہ مردے کب اٹھائے جائیں گے۔تمہارا معبود

اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ﴿٢٢﴾

برحق ایک ہی معبود ہے تو جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے اُن کے دل منکر ہو رہے ہیں اور وہ تکبر کرتے ہیں۔

لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ﴿٢٣﴾

ضروری بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کے سب احوال پوشیدہ و ظاہر جانتے ہیں یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔

وَاللّٰهُ اور اللہ	يَعْلَمُ جانتا ہے	مَا تُسِرُّوْنَ جو تم چھپاتے ہو	وَمَا اور جو	تُعْلِنُوْنَ تم ظاہر کرتے ہو	وَالَّذِيْنَ اور جنہیں	يَدْعُوْنَ وہ پکارتے ہیں
مِنْ دُوْنِ سوائے	اللّٰهِ اللہ	لَا يَخْلُقُوْنَ وہ پیدا نہیں کرتے	شَيْئًا کچھ بھی	وَهُمْ اور وہ	يُخْلَقُوْنَ پیدا کئے گئے	اَمْوَاتٌ مُردے	غَيْرُ نہیں
اَحْيَآءٍ زندہ	وَمَا يَشْعُرُوْنَ اور وہ نہیں جانتے	اَيَّانَ کب	يُبْعَثُوْنَ وہ اٹھائے جائیںگے	اِلٰهُكُمْ تمہارا معبود	اِلٰهٌ معبود	وَاحِدٌ ایک
فَالَّذِيْنَ پس جو لوگ	لَا يُؤْمِنُوْنَ ایمان نہیں رکھتے	بِالْاٰخِرَةِ آخرت پر	قُلُوْبُهُمْ انکے دل	مُّنْكِرَةٌ منکر	وَهُمْ اور وہ	
مُّسْتَكْبِرُوْنَ تکبر کرنیوالے	لَا جَرَمَ یقینی بات	اَنَّ کہ	اللّٰهَ اللہ	يَعْلَمُ جانتا ہے	مَا جو	يُسِرُّوْنَ وہ چھپاتے ہیں	وَمَا اور جو
يُعْلِنُوْنَ وہ ظاہر کرتے ہیں	اِنَّهٗ بیشک وہ	لَا يُحِبُّ پسند نہیں کرتا	الْمُسْتَكْبِرِيْنَ تکبر کرنے والے			

شکر گزار اور ناشکرے سب اللہ کے علم میں ہیں

گذشتہ آیات سے دلائل توحید اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ذکر ہوتا چلا آرہا ہے۔

ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ حق تعالیٰ تمام ظاہری و باطنی احوال سے خبردار ہے اور وہ خوب جانتا ہے کہ کون شخص اس کی نعمتوں پر کس حد تک دل سے اور کس حد تک جوارح سے شکر گزار بنتا ہے اور کون ایسا ہے جس کا ظاہر و باطن ادائے حق نعمت سے خالی رہتا ہے یا مذکورہ بالا دلائل و نعمتوں کو سن کر کون ہے جو سچے دل سے اس پر ایمان لاتا ہے۔اور کون ہے جو ظاہر میں دلائل سے لاجواب ہو کر بھی حق کو قبول نہیں کرتا۔خدا کے علم میں جس کا جو حال ہوگا اسی کے موافق معاملہ کرے گا۔

شرک اور مشرکین کی مذمت

آگے شرک اور مشرکین کی مذمت کی جاتی ہے کہ خدا تو وہ ہے جس کے عظیم الشان اور لاتعداد انعامات کا اوپر ذکر ہوا مگر مشرکین کی حماقت دیکھو کہ ایسے خالق و رازق اور مختار و مالک خدا کا شریک ان بتوں کو ٹھہرادیا جو گھاس کا ایک تنکا پیدا نہیں کر سکتے بلکہ خود اپنے وجود تک کے لئے بھی دوسروں کے محتاج ہیں کہ گھڑ کر بنائے جاتے ہیں۔تو وہ کوئی چیز تو کیا پیدا کرتے خود پیدا کئے جاتے ہیں۔یہ مشرکین جن کو وہ خدا کے سوا پوجتے ہیں سب مردے بے جان ہیں۔پس جس چیز کا وجود دوسرے کا عطا کیا ہوا

ہو اور وہ جب چاہے چھین لے اسے خدا کس طرح کہہ سکتے ہیں؟ یا عبادت کے لائق کیسے ہوسکتا ہے؟ ایسے بے خبروں کو معبود تسلیم کر لینا جہل اور حماقت کی انتہا ہے۔ مشرکین کے تجویز کئے ہوئے بت یہ عجیب خدا ہیں کہ جنہیں کچھ خبر نہیں کہ قیامت کب ہوگی اور وہ خود یا ان کے پرستار کب حساب کے لئے اٹھائے جائیں گے۔ جو دلائل و حقائق اوپر بیان ہوئے ایسے صاف اور واضح ہیں جس میں ادنیٰ غور کرنے سے انسان توحید کا یقین کرسکتا ہے لیکن غور و فکر تو وہ کرے جسے اپنی عاقبت کی فکر اور انجام کا ڈر ہو۔ جن کو آخرت اور موت کے بعد دوسری زندگی کا یقین ہی نہیں نہ انجام کی طرف دھیان ہے وہ دلائل پر کب کان دھرتے اور ایمان و کفر کے نیک و بد انجام کی طرف کب التفات کرتے ہیں۔ پھر دلوں میں توحید کا اقرار اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے تواضع سے گردن جھکانے کا خیال آئے تو کہاں سے آئے؟ آگے مشرکین کو جتلایا جاتا ہے کہ خوب سمجھ لو کبر و غرور کوئی اچھی اور پسندیدہ چیز نہیں۔ اس کا نتیجہ بھگتنا پڑے گا توحید کا انکار جو تم اے مشرکین دلوں میں رکھتے ہو اور غرور و تکبر جس کا اظہار تمہاری چال ڈھال اور طور و طریق سے ہو رہا ہے سب خدا کے علم میں ہے۔ وہی ہر کھلے چھپے جرم کی سزا تم کو دے گا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے جو توحید کی دولت ہم کو عطا فرمائی ہے اس پر ہمیشہ ہم کو قائم رکھیں اور اسی پر ہمارا خاتمہ فرماویں۔ بیشک ہمارا معبود برحق بس ایک ہی معبود ہے جس کے وحدہ لاشریک لہٗ ہونے کی ہم گواہی دیتے ہیں۔

یا اللہ ہم کو اپنے شکر گزار بندوں میں شامل فرما لیجئے اور اپنی بے انتہا نعمتوں پر شب و روز اور ہر لحہ ہم کو حقیقی شکر گزاری کی توفیق عطا فرما دیجئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَإِذَا قِيلَ لَهُم مَّاذَا أَنزَلَ رَبُّكُمْ قَالُوا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿٢٤﴾ لِيَحْمِلُوا أَوْزَارَهُمْ

اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ تمہارے رب نے کیا چیز نازل فرمائی ہے تو کہتے ہیں کہ وہ تو محض بے سند باتیں ہیں جو پہلوں سے چلی آرہی ہیں۔ نتیجہ اس کا یہ ہوگا کہ ان لوگوں کو

كَامِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۙ وَمِنْ أَوْزَارِ الَّذِينَ يُضِلُّونَهُم بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ أَلَا سَاءَ مَا يَزِرُونَ ﴿٢٥﴾ قَدْ مَكَرَ

قیامت کے دن اپنے گناہوں کا پورا بوجھ اور جن کو یہ لوگ بے علمی سے گمراہ کر رہے تھے اُن کے گناہوں کا بھی کچھ بوجھ اپنے اوپر اٹھانا پڑے گا خوب یاد رکھو کہ جس گناہ کو یہ اپنے اوپر لاد رہے ہیں وہ بُرا بوجھ ہے۔

الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ فَأَتَى اللَّهُ بُنْيَانَهُم مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِن فَوْقِهِمْ

جو لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں انہوں نے بڑی بڑی تدبیریں کیں، سو اللہ تعالیٰ نے اُن کا بنا بنایا گھر جڑ بنیاد سے ڈھا دیا پھر اوپر سے اُن پر چھت آپڑی

وَأَتَاهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ ﴿٢٦﴾ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُخْزِيهِمْ وَيَقُولُ أَيْنَ شُرَكَائِيَ

اور اُن پر عذاب اس طرح آیا کہ اُن کو خیال بھی نہ تھا۔ پھر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اُن کو رسوا کرے گا اور یہ کہے گا کہ میرے شریک جن کے بارے میں

الَّذِينَ كُنتُمْ تُشَاقُّونَ فِيهِمْ ۚ قَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ إِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوءَ عَلَى

تم لڑا جھگڑا کرتے تھے کہاں ہیں جاننے والے کہیں گے کہ آج پوری رسوائی اور عذاب کافروں پر ہے۔

الْكَافِرِينَ ﴿٢٧﴾ الَّذِينَ تَتَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنفُسِهِمْ ۖ فَأَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِن

جن کی جان فرشتوں نے حالت کفر میں قبض کی تھی، پھر کافر لوگ صلح کا پیغام ڈالیں گے کہ ہم تو کوئی بُرا کام نہ کرتے تھے

سُوءٍ ۚ بَلَىٰ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٢٨﴾ فَادْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا ۖ

کیوں نہیں بیشک اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب اعمال کی پوری خبر ہے۔ سو جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ اس میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہو،

فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ ﴿٢٩﴾

غرض تکبر کرنے والوں کا وہ بُرا ٹھکانا ہے۔

وَإِذَا اور جب	قِيلَ کہا جائے	لَهُمْ ان سے	مَاذَا کیا	أَنزَلَ نازل کیا	رَبُّكُمْ تمہارا رب	قَالُوا وہ کہتے ہیں	أَسَاطِيرُ کہانیاں
الْأَوَّلِينَ پہلے لوگ	لِيَحْمِلُوا انجام کار وہ اٹھائیں گے	أَوْزَارَهُمْ اپنے بوجھ	كَامِلَةً پورے	يَوْمَ الْقِيَامَةِ قیامت کے دن	وَمِنْ اور کچھ	أَوْزَارِ بوجھ	
الَّذِينَ ان کے جنہیں	يُضِلُّونَهُم وہ گمراہ کرتے ہیں	بِغَيْرِ عِلْمٍ علم کے بغیر	أَلَا خوب سن لو	سَاءَ برا	مَا يَزِرُونَ جو وہ لادتے ہیں		
قَدْ مَكَرَ تحقیق مکاری کی	الَّذِينَ وہ لوگ جو	مِن قَبْلِهِمْ ان سے پہلے	فَأَتَى پس آیا	اللَّهُ اللہ	بُنْيَانَهُم ان کی عمارت	مِنَ سے	الْقَوَاعِدِ بنیاد
فَخَرَّ پس گر پڑی	عَلَيْهِمُ ان پر	السَّقْفُ چھت	مِنَ سے	فَوْقِهِمْ ان کے اوپر	وَأَتَاهُمُ اور آیا ان پر	الْعَذَابُ عذاب	مِنَ سے
حَيْثُ جہاں سے	لَا يَشْعُرُونَ انہیں خیال نہ تھا	ثُمَّ پھر	يَوْمَ الْقِيَامَةِ قیامت کے دن	يُخْزِيهِمْ وہ انہیں رسوا کرے گا	وَيَقُولُ اور کہے گا		

اَیْنَ کہاں	شُرَکَآءِیَ میرے شریک	اَلَّذِیْنَ وہ جو کہ	کُنْتُمْ تم تھے	تُشَآقُّوْنَ جھگڑتے	فِیْھِمْ ان میں	قَالَ کہیں گے	اَلَّذِیْنَ وہ لوگ جو		
اُوْتُوا الْعِلْمَ دیے گئے علم	اِنَّ بیشک	اَلْخِزْیَ رسوائی	اَلْیَوْمَ آج	وَ اور	اَلسُّوْٓءَ برائی	عَلَی پر	اَلْکٰفِرِیْنَ کافر	اَلَّذِیْنَ وہ جو کہ	تَتَوَفّٰھُمُ انکی جان نکالتے ہیں
اَلْمَلٰٓئِکَۃُ فرشتے	ظَالِمِیْ ظلم کرتے ہوئے	اَنْفُسِھِمْ اپنے اوپر	فَاَلْقَوُا پس ڈالیں گے	اَلسَّلَمَ پیغام اطاعت	مَاکُنَّا نَعْمَلُ ہم نہ کرتے تھے				
مِنْ سُوْٓءٍ کوئی برائی	بَلٰی ہاں ہاں	اِنَّ بیشک	اَللّٰہَ اللہ	عَلِیْمٌ جاننے والا	بِمَا وہ جو	کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ تم کرتے تھے	فَادْخُلُوْا سو تم داخل ہو		
اَبْوَابَ دروازے	جَھَنَّمَ جہنم	خٰلِدِیْنَ ہمیشہ رہو گے	فِیْھَا اسمیں	فَلَبِئْسَ البتہ برا	مَثْوَی ٹھکانہ	اَلْمُتَکَبِّرِیْنَ تکبر کرنیوالے			

شانِ نزول

اب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو دین حق کی دعوت دیتے ہوئے مکہ مکرمہ میں کئی سال گزر چکے تھے چنانچہ جب عرب میں دین اسلام کا چرچا پھیلا تو مکہ کے لوگ باہر جہاں کہیں آتے جاتے تو ان سے پوچھا جاتا کہ تمہارے ہاں جو اللہ کے نبی ہونے کا دعویٰ کر کے نئے دین کی تعلیم دیتے ہیں اور قرآن کو اللہ کا کلام بتلاتے ہیں تو وہ اللہ کا کلام بتلایا ہوا کیسا ہے؟ اور اس میں کیا تعلیم دی گئی ہے؟ اور اللہ نے اس میں کیا بیان کیا ہے؟ غرض اسی قسم کے سوالات ناواقف بغرض تحقیق کفار مکہ سے پوچھتے تو ان کے سوالات کے جواب میں وہ ایسی باتیں کہتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اور آپ کی لائی ہوئی کتاب قرآن کریم اور آپ کے تعلیم کردہ دین کے متعلق طرح طرح کے شکوک وشبہات اور اعتراضات ان ناواقفوں کے دلوں میں بیٹھ جاتے۔

قرآن کریم کے بارے میں سرداروں کی خیانت

اسی طرح ایام حج میں جب اہل عرب مکہ میں آ کر کفار مکہ سے بغرض تحقیق دریافت کرتے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جو مدعی نبوت ہیں اور قرآن کو کلام الٰہی بتاتے ہیں اس کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے۔ تو سرداران قریش جو جواب دیتے وہ ان آیات میں بیان فرمایا گیا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ ناواقف اشخاص بغرض تحقیق جب ان مکذبین یعنی کفار مکہ سے کہتے ہیں کہ تمہارے رب نے کیا چیز اتاری ہے۔ اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس دعوے میں کہاں تک سچے ہیں؟ تو یہ مکذبین کہتے ہیں کہ (معاذ اللہ) قرآن میں رکھا ہی کیا ہے بجز اس کے کہ کتب سابقہ اور گذشتہ قوموں کی کچھ پرانی بے سند باتیں اور چند قصے کہانیاں نقل کر دی گئی ہیں۔ نبوت و رسالت اور قیامت اور جنت وجہنم کے کچھ افسانے اس میں بتلائے جاتے ہیں۔ حق تعالیٰ کی طرف سے کفار کے اس قول کی مذمت کی جاتی ہے اور اس پر تنبیہ کی جاتی ہے کہ ان کفار کے اس کہنے سے غرض یہ ہے کہ اپنے ساتھ دوسروں کو بھی گمراہ کریں اور اس طرح اپنے کفر کی پوری پوٹ کے ساتھ کچھ بوجھ ان لوگوں کے بہکانے کا بھی سر پر رکھیں جنہیں اپنی نادانی اور جہالت سے گمراہ کر رہے ہیں۔

سابقہ اقوام کے منکروں سے عبرت پکڑو

آگے بتلایا جاتا ہے کہ لوگوں کو گمراہ کرنے اور پیغام حق کو پست کرنے کی جو تدبیریں آج کی جا رہی ہیں ان سے پہلے دوسری قومیں بھی انبیاء علیہم السلام کے مقابلہ میں ایسی تدبیریں گذشتہ دور میں کر چکی ہیں۔ انہوں نے مکر وتلبیس کے بڑے اونچے محل کھڑے کر دیئے پھر جب خدا کا حکم پہنچا تو اس نے پکڑ کر بنیادیں ہلا دیں۔ آخر عذاب الٰہی کے ایک جھٹکے میں ان کے تیار کئے ہوئے محل ان ہی پر آ پڑے۔ مطلب یہ ہے کہ ان کی تدبیریں خود ان ہی پر الٹ دی گئیں اور جو سامان

مخالفین نے غلبہ اور حفاظت کا کیا تھا وہ فنا اور ہلاکت کا سبب بن گیا اور جیسا کہ گذشتہ دور میں انبیاء علیہم السلام کی مخالفت کرنے والے ناکام ہوئے اور دنیا میں ان پر خدا کا عذاب آیا اسی طرح یہ کفار مکہ بھی ناکام ہوں گے۔

قیامت میں کفار کا انجام

آگے قیامت میں کفار کی کیا حالت ہوگی اور ان کا انجام کیا ہوگا یہ بتلایا جاتا ہے کہ آخرت میں یہ منکرین پوری اور انتہائی طور پر ذلت اور رسوائیوں کے شکار ہوں گے اور منجملہ دوسری رسوائیوں کے ایک رسوائی یہ ہوگی کہ حق تعالیٰ ان کفار سے فرمائے گا کہ اب بتلاؤ وہ تمہارے معبود کدھر گئے جن کو دنیا میں تم نے الوہیت اور ربوبیت کا شریک سمجھ رکھا تھا اور جن کی خاطر تم ہمارے پیغمبروں اور اہل ایمان سے ہمیشہ لڑتے جھگڑتے تھے؟ آج وہ کہاں ہیں اور تمہاری مدد کو کیوں نہیں آتے؟ آج ان کو اپنی مدد کے لئے بلاؤ کہ وہ تمہیں عذاب سے بچالیں اور اس ذلت اور مصیبت سے نکال لیں؟ وہ منکرین اس کا تو کیا جواب دیتے البتہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اور صلحاء اور عام اہل ایمان بول اٹھیں گے کہ آج کے دن جیسا کہ ہم دنیا میں کہا کرتے تھے اور سمجھتے رہتے تھے پوری ذلت اور رسوائی اور ساری سختی اور مصیبت منکرین حق ہی کے لئے ہے جو مرتے دم تک کفر پر رہے۔ اس پر ہیبت اور ہولناک منظر سے دوچار ہو کر منکرین حق اب خوشامدانہ لہجہ میں عرض کرنا شروع کریں گے کہ بھلا ہماری کیا مجال تھی جو ہم شرک میں مبتلا ہوتے۔ کہاں تو دنیا میں اتنا اکڑے ہوئے رہتے تھے اور کہاں اب خوشامد پر اتر آئیں گے۔ اس وقت ساری فوں فاں نکل جائے گی اور جو شرارت اور بغاوت دنیا میں کرتے تھے سب کا انکار کر کے اطاعت و وفاداری کا اظہار کریں گے کہ ہم نے کبھی کوئی بری حرکت نہیں کی ہمیشہ نیک چلن رہے اس پر ان سے کہا جائے گا کہ کیا جھوٹ بول کر خدا کو فریب دینا چاہتے ہو جس کے علم میں تمہاری ساری حرکات ہیں۔ آج تمہارا کوئی مکر و جھوٹ خدائی سزا سے نہیں بچا سکتا وقت آ گیا ہے کہ اپنی کرتوت کا مزہ چکھو پھر جہنم کے اندر مختلف دروازوں سے داخل ہونے کا حکم ہوگا اور ہر ایک چھوٹا بڑا مغرور کافر اپنے اپنے کفر و تکبر کی حیثیت کے موافق دوزخ کے جدا جدا طبقوں میں ہمیشہ کے لئے داخل ہو جائے گا۔

الغرض حاصل ان آیات کا یہ ہوا کہ اے کفار مکہ تم نے اپنے سے پہلے کافروں کا حال خسارہ وعذاب دنیا وآخرت کا سن لیا اسی طرح جو تدبیر ومکر دین حق کے مقابلہ میں تم کر رہے ہو اور خلق کو گمراہ کرنا چاہتے ہو یہی انجام تمہارا ہوگا۔ سو بحمد اللہ تعالیٰ ان آیات کے نزول کے چند ہی سال بعد کفار ومشرکین نہ صرف مکہ بلکہ تمام جزیرۃ العرب سے نیست ونابود ہو گئے اور جس دین حق کو وہ مٹانا چاہتے تھے وہ غالب ہو کر رہا۔ اور خود وہ مٹ گئے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ اسلام اور اہل اسلام کو دین و دنیا میں عزت و برتری اور غلبہ وشوکت نصیب فرمائیں اور کفار ومشرکین کو پست' مغلوب اور ذلیل وخوار فرمائیں۔ اس دنیا میں بھی کفار ومشرکین عذاب الٰہی سے دوچار ہوں اور آخرت میں بھی جہنم رسید ہوں۔

یا اللہ! جن کفار ومشرکین نے آپ کے کلام کی ناقدری کی اور آپ کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مخالفت اور نافرمانی کی اس کے نتیجہ میں وہ دنیا میں بھی ذلیل وخوار ہوں اور آخرت کا عذاب بھی مول لیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَقِيلَ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا مَاذَا أَنْزَلَ رَبُّكُمْ قَالُوا خَيْرًا لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا

اور جو لوگ شرک سے بچتے ہیں ان سے کہا جاتا ہے کہ تمہارے رب نے کیا چیز نازل فرمائی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ بڑی خیر نازل فرمائی ہے جن لوگوں نے نیک کام کیے ہیں اُن کیلئے اس دنیا میں

حَسَنَةٌ وَلَدَارُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِينَ ﴿۳۰﴾ جَنَّاتُ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا تَجْرِي

بھی بھلائی ہے، اور عالم آخرت تو اور زیادہ بہتر ہے اور واقعی وہ متقین کا اچھا گھر ہے۔ وہ گھر ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں جن میں یہ داخل ہوں گے۔

مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ لَهُمْ فِيهَا مَا يَشَاءُونَ كَذَٰلِكَ يَجْزِي اللَّهُ الْمُتَّقِينَ ﴿۳۱﴾ الَّذِينَ تَتَوَفَّاهُمُ

اُن باغوں کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی جس چیز کو ان کا جی چاہے گا وہاں ان کو ملے گی، اسی طرح کا عوض اللہ تعالیٰ سب متقین کو دے گا۔ جن کی روح

الْمَلَائِكَةُ طَيِّبِينَ يَقُولُونَ سَلَامٌ عَلَيْكُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۳۲﴾

فرشتے اس حالت میں قبض کرتے ہیں کہ وہ پاک ہوتے ہیں اور کہتے جاتے ہیں السلام علیکم تم جنت میں چلے جانا اپنے اعمال کے سبب۔

وَقِيلَ اور کہا گیا	لِلَّذِينَ اتَّقَوْا ان لوگوں سے جنہوں نے پرہیزگاری کی	مَاذَا کیا	أَنْزَلَ اتارا	رَبُّكُمْ تمہارا رب	قَالُوا وہ بولے	خَيْرًا بہترین	
لِلَّذِينَ ان کیلئے جو لوگ	أَحْسَنُوا بھلائی کی	فِي هَٰذِهِ اس میں	الدُّنْيَا دنیا	حَسَنَةٌ بھلائی	وَلَدَارُ الْآخِرَةِ اور آخرت کا گھر	خَيْرٌ بہتر	
وَلَنِعْمَ اور کیا خوب	دَارُ الْمُتَّقِينَ پرہیزگاروں کا گھر	جَنَّاتُ باغات	عَدْنٍ ہیشگی	يَدْخُلُونَهَا وہ ان میں داخل ہوں گے	تَجْرِي بہتی ہیں		
مِنْ تَحْتِهَا انکے نیچے سے	الْأَنْهَارُ نہریں	لَهُمْ ان کیلئے	فِيهَا وہاں	مَا يَشَاءُونَ جو وہ چاہیں گے	كَذَٰلِكَ ایسی ہی	يَجْزِي جزا دیتا ہے	اللَّهُ اللہ
الْمُتَّقِينَ پرہیزگار	الَّذِينَ وہ جو کہ	تَتَوَفَّاهُمُ ان کی جان نکالتے ہیں	الْمَلَائِكَةُ فرشتے	طَيِّبِينَ پاک ہوتے ہیں	يَقُولُونَ وہ کہتے ہیں		
سَلَامٌ سلامتی	عَلَيْكُمْ تم پر	ادْخُلُوا تم داخل ہو	الْجَنَّةَ جنت	بِمَا اسکے بدلے جو	كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ تم کرتے تھے		

قرآن کے مومنین کے لئے بشارت

گذشتہ آیات میں کافروں کا احمقانہ قول، جاہلانہ عقائد اور بداعمالی کا تذکرہ کر کے ان کے انجام اور نتائج بد کو بیان فرمایا گیا تھا۔

ان آیات میں کافروں کے مقابلہ میں متقین کا قول، ان کے صالح اعمال، ان کی نیک انجامی، اور دنیا و آخرت کی بھلائی وخوبی کا ذکر فرمایا جارہا ہے۔ گذشتہ آیات میں بیان ہو چکا کہ کفار سے پوچھا جاتا کہ کیا چیز اتری ہے۔ تو وہ کہتے اَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ یعنی اگلوں کے بے سند قصے۔ اب ان کے مقابل گروہ مومنین کا قول بیان فرمایا جاتا ہے کہ جب ان سے قرآن کی بابت سوال کیا جاتا ہے کہ تمہارے پروردگار نے کیا چیز نازل کی تو وہ نہایت عقیدت وادب سے کہتے ہیں کہ نیک بات جو سراپا خیر وبرکت ہے۔ ایسے متقین کو بشارت دیجاتی ہے کہ انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ جس نے بھلائی کی دنیا میں اسے بھلائی کا خوشگوار پھل مل کر رہے گا خدا کے ہاں کسی کی محنت اور ذرہ برابر نیکی ضائع نہیں جاتی اور آخرت کی بھلائیوں اور نعمتوں کا تو پوچھنا ہی کیا۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں آیت میں دنیا کی بھلائی سے مراد یہاں کی کل نعمتیں ہوسکتی ہیں۔ مثلاً حکومت، سلطنت، فتح، مال غنیمت، نیک نامی، فارغ البالی، اطمینان قلب وغیرہ وغیرہ اور پھر عالم آخرت اس سے بھی بڑھ چڑھ کر بہتر اس لحاظ سے ہوگا کہ اول تو وعدۂ اجر وثواب کے ظہور کا مقام وہی ہوگا اور پھر وہاں کی نعمتیں کیا بلحاظ تعداد کیا بلحاظ مقدار اور کیا بلحاظ دوام وقیام اور کیا بلحاظ کیفیت و نوعیت۔ دنیا کی نعمتوں سے کوئی نسبت ہی نہ رکھتی ہوں گی۔ دنیا و

مافیہا کی نعمتیں آخرت کی چھوٹی چھوٹی چیزوں کے مقابلہ میں بھی ہیچ ہیں۔ جنت کے باغات میں یہ متقین ہمیشہ رہنے کے لئے داخل ہوں گے جہاں جس قسم کی راحت اور روحانی مسرت چاہیں گے وہاں حاصل ہوں گی۔

جنت کی حقیقت

یہاں اس آیت میں جنت کی اصولی حقیقت کو ایک مختصر سے جملے لَهُمْ فِيهَا مَا يَشَاءُونَ یعنی سب کچھ وہاں عین ان کی خواہش کے مطابق ہوگا میں ظاہر فرمائی گئی ہے۔ ایک ایک نعمت اور اس کی جزئیات اور تفصیلات کہاں تک بیان کئے جا سکتے تھے۔ بس ایک جامع بات ہر مذاق اور ہر درجہ کے جنتی کے متعلق بتلائی گئی کہ جنتی وہاں جو کچھ چاہے گا وہی اسے ملے گا اور کوئی چیز اس کی مرضی اور پسند کے خلاف واقع نہیں ہوگی۔

انعامات ملنے کی شرط تقویٰ ہے

آگے بتلایا جاتا ہے کہ اس طرح کا عوض اللہ تعالیٰ اہل تقویٰ کو دیتا ہے۔ اب یہاں یہ بشارت اور وعدہ اہل تقویٰ یعنی متقین کیلئے ہے کہ متقیوں کو یہ نعمتیں نصیب ہوں گی۔ جس قدر تقویٰ ہوگا اسی قدر اجر ملے گا۔ شرک و کفر سے تقویٰ کبیرہ گناہوں سے تقویٰ تمام معاصی سے تقویٰ ہر اس چیز سے تقویٰ جو یاد الٰہی سے غافل کرنے والی ہے۔ پھر اس سے بھی آگے بڑھ کر غیر اللہ کے خیال سے تقویٰ اور ذات الٰہی یا صفات خداوندی میں کامل استغراق اور اپنی ہستی کو بھی فراموش کر دینا۔ یہ تمام مراتب تقویٰ ہیں۔ متقین کا لفظ عام ہے اور ان جملہ مراتب کو شامل ہے۔

متقین کی صفت

آگے ایک صفت متقین کی بیان فرمائی کہ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو آخر وقت تک توحید و ایمان پر قائم رہتے ہیں اور ان کی جانیں موت کے وقت تک کفر و شرک کی نجاست سے پاک اور فسق و فجور کے میل کچیل سے صاف رہیں اور حق تعالیٰ کی صحیح معرفت و محبت کی وجہ سے نہایت خوش دلی اور انشراح بلکہ اشتیاق کے ساتھ اپنی جان جان پیدا کرنے والے کے حوالہ کی اور جس وقت فرشتے ان متقین کی روح قبض کرنے آتے ہیں تو مومنین کی تعظیم و اکرام سے سلام کرتے ہیں اور جنت کی خوشخبری سناتے ہیں اور بشارت دیتے ہیں کہ اپنے نیک اعمال کے صلہ میں جنت میں داخل ہوں۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ ایک حیثیت سے روحانی طور پر تو انسان مرنے کے بعد ہی جنت یا دوزخ میں داخل ہو جاتا ہے۔ ہاں جسمانی حیثیت سے پوری طرح دخول حشر کے بعد ہو گا تو ممکن ہے کہ فرشتوں کی اس بشارت میں دونوں قسم کے دخول کی طرف اشارہ ہو۔ مفسرین نے ایک فائدہ یہاں یہ بھی لکھا ہے کہ فرشتوں کا یہ کہنا کہ تم داخل ہو جاؤ جنت میں اپنے اعمال کے سبب اس تصریح میں اور ان نصوص کے درمیان جن میں یہ کہا گیا ہے کہ جنت تو صرف فضل و رحمت الٰہی سے ملے گی کوئی تعارض و تناقض نہیں۔ سبب حقیقی تو بے شک وہی رحمت الٰہی ہے لیکن سبب قریب اور سبب عادی ان لوگوں کا یعنی متقین کا حسن عمل ہے۔

خلاصۂ کلام

ان آیات سے دو خاص امور اور ضروری باتیں معلوم ہوئیں۔ اول یہ کہ مومنین پر لازم ہے کہ اللہ کے بھیجے ہوئے احکام کو ہر حال میں اچھا اور مفید اور خیر و برکت والے ہی کہیں۔ اس سے عبرت حاصل کرنی چاہئے۔

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ جو لوگ خدا سے رشتہ جوڑ لیتے ہیں اور تقویٰ اختیار کر لیتے ہیں ان کو خدا تعالیٰ کا وعدہ دنیا میں بھی بھلائی عطا کرنے کا ہے اور آخرت میں بھی۔ اللہ تعالیٰ ہم کو بھی تقویٰ اختیار کرنے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ اور دنیا و آخرت دونوں جہان کی بھلائی نصیب فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ

یہ لوگ اسی بات کے منتظر ہیں کہ اُن کے پاس فرشتے آجاویں یا آپ کے پروردگار کا حکم آجاوے، ایسا ہی ان سے پہلے جو لوگ تھے انہوں نے بھی کیا تھا،

مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۳۳﴾ فَاَصَابَهُمْ

اور اُن پر اللہ تعالیٰ نے ذرا ظلم نہیں کیا لیکن وہ آپ ہی اپنے اوپر ظلم کررہے تھے۔آخر اُن کے اعمال بد کی اُن کو

سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا

سزائیں ملیں اور جس عذاب پر وہ ہنستے تھے اُن کو اُسی نے آن گھیرا۔اور مشرک لوگ یوں کہتے ہیں کہ

لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ

اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو خدا کے سوا کسی چیز کی نہ ہم عبادت کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہم اس کے بدوں کسی چیز کو حرام کہہ سکتے،

مِنْ شَيْءٍ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۳۵﴾

جو لوگ ان سے پہلے ہوئے ہیں ایسی ہی حرکت انہوں نے بھی کی تھی سو پیغمبروں کے ذمہ تو صرف صاف صاف پہنچا دینا ہے۔

هَلْ کیا	يَنْظُرُوْنَ وہ انتظار کرتے ہیں	اِلَّا مگر	اَنْ یہ کہ	تَاْتِيَهُمُ ان کے پاس آئیں	الْمَلٰٓئِكَةُ فرشتے	اَوْ يَاْتِيَ یا آئے	اَمْرُ حکم	
رَبِّكَ تیرا رب	كَذٰلِكَ ایسا ہی	فَعَلَ کیا	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے پہلے	وَ اور	مَا ظَلَمَهُمُ نہیں ظلم کیا ان پر	اللّٰهُ اللہ	
وَلٰكِنْ اور بلکہ	كَانُوْا وہ تھے	اَنْفُسَهُمْ اپنی جانیں	يَظْلِمُوْنَ ظلم کرتے	فَاَصَابَهُمْ پس انہیں پہنچیں	سَيِّاٰتُ برائیاں	مَا عَمِلُوْا جو انہوں نے کیا		
وَحَاقَ اور گھیر لیا	بِهِمْ ان کو	مَا جو	كَانُوْا وہ تھے	بِهٖ اس کا	يَسْتَهْزِءُوْنَ مذاق اڑاتے	وَقَالَ اور کہا	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	اَشْرَكُوْا انہوں نے شرک کیا
لَوْ اگر	شَآءَ اللّٰهُ چاہتا اللہ	مَا نہ	عَبَدْنَا ہم پرستش کرتے	مِنْ دُوْنِهٖ اس کے سوائے	مِنْ شَيْءٍ کوئی۔ کسی شے	نَحْنُ وَلَا اور نہ ہم		
اٰبَآؤُنَا ہمارے باپ دادا	وَلَا حَرَّمْنَا اور نہ حرام ٹھہراتے ہم	مِنْ دُوْنِهٖ اس کے سوا	مِنْ شَيْءٍ کوئی شے	كَذٰلِكَ اسی طرح	فَعَلَ کیا			
الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	مِنْ قَبْلِهِمْ اُن سے پہلے	فَهَلْ پس کیا	عَلٰى پر	الرُّسُلِ رسول	اِلَّا مگر	الْبَلٰغُ پہنچا دینا	الْمُبِيْنُ صاف صاف	

اہل کفر کی غفلت وضد

گذشتہ آیات میں مومنین متقین سے پہلے کفار کی اپنی گمراہی اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے کا ذکر تھا۔ مقام کی مناسبت سے اور ترہیب و ترغیب کے مضمون کی تکمیل کے لئے درمیان میں متقین کا ذکر آ گیا تھا۔اب پھر آگے کفار کے عناد و اصرار پر وعید ہے کہ جو محض دنیوی سامانوں پر غافل ہو کر آخرت کو بھلائے بیٹھے ہیں۔اور اپنا انجام سدھارنے کی کوئی فکر نہیں کرتے اور باوجود حق کے واضح ہو جانے کے اپنی ضد و ہٹ پر قائم ہیں۔ایسے منکرین و معاندین کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ کیا یہ لوگ اس کے منتظر ہیں کہ جس وقت فرشتے جان نکالنے کو آجائیں گے یا خدا کے حکم کے موافق قیامت قائم ہو جائے گی یا مجرموں کی سزادہی کا حکم پہنچ جائے گا اور جوتہ سر پر پڑنے لگے گا تب ایمان لا کر اپنی حالت درست کریں گے۔ حالانکہ اس وقت کا ایمان توبہ یا رجوع کچھ نافع نہ ہوگا۔ ضرورت تو اس کی ہے کہ موت سے پہلے بعد الموت کی تیاری کی جائے اور عذاب آنے سے پیشتر بچاؤ کی تدبیر کرلیں۔

ان کا انجام بھی سابقہ منکر اقوام کی طرح ہوگا

آگے بتلایا جاتا ہے کہ اگلے معاندین بھی اسی طرح غرور وغفلت کے نشہ میں پڑے رہے تھے۔ باطل پرستی پر جمے رہے توبہ کے وقت توبہ نہ کی۔ اخیر تک انبیاء کی تکذیب ومخالفت پر تلے رہے اور ان کی باتوں کی ہنسی اڑاتے رہے۔ آخر جو کیا تھا سامنے آیا اور عذاب الٰہی وغیرہ کی جن خبروں سے ٹھٹھا کیا کرتے تھے وہ آنکھوں سے دیکھ لیں ان کا استہزا اور تمسخر انہی پر الٹ پڑا۔ بھاگ کر جان بچانے کی کوئی سبیل نہ رہی۔ اپنی شرارتوں کا خمیازہ بھگتنا پڑا۔ جو بویا تھا سو کاٹا۔ خدا کو ان سے کوئی بیر نہ تھا۔ نہ اس کے یہاں ظلم وتعدی کا امکان ہے۔ ان لوگوں نے اپنے پاؤں پر خود کلہاڑی ماری۔ کسی کا کیا بگڑا انہی کا نقصان ہوا۔ ان آیات میں مکہ والوں کو اور ان کے ذریعہ دنیا بھر کے انسانوں کو جتلایا جا رہا ہے کہ پہلی قوموں نے اللہ کے رسولوں کا کہنا نہ مان کر اپنا کام دنیا ہی میں بگاڑ لیا اور آخر ان کی سرکشی ونافرمانی اپنا رنگ لائی۔ قانون الٰہی نے اپنا کام کیا اور انہیں اپنے کرتوتوں کا نتیجہ بھگتنا پڑا سو ایسا ہی اے کفار تمہارا بھی یہی حال ہوگا۔ اگر کفر وعناد پر اسی طرح اصرار رہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی پر اسی طرح جمے رہے۔

مشرکین کی ایک جاہلانہ دلیل کا رد

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جب کفار ومشرکین کو بری باتوں سے منع فرماتے اور ان کے کفر وشرک پر رد فرماتے اور عذاب الٰہی سے ڈراتے تو مشرکین ایک جواب یہ بھی دیا کرتے کہ شرک اگر برائی ہے تو خدا کیوں ہمیں برائی کرنے دیتا ہے۔ ہمارا یہ شرک کرنا بتوں کو پوجنا اور اسی طرح بتوں کے نام کی چیزوں کو تعظیماً حرام سمجھنا کچھ آج سے نہیں بلکہ باپ دادا کے زمانہ دراز سے چلا آتا ہے۔ اگر یہ امر خدا کو منظور نہ ہوتا تو نہ انہیں کرنے دیتا نہ ہمیں کرنے دیتا کیونکہ بندے اسکے بس میں ہیں۔ اگر خدا چاہے تو اب بھی ہمیں روک سکتا ہے۔ اس ہنگامہ کی جگہ جو تم نے بپا کر رکھا ہے (العیاذ باللہ) کیوں خدا سے نہیں کہتے کہ ہمیں روک دے۔ یہ ان کی حجت معاندانہ تھی جس سے انکار نبوت بھی مقصود تھا۔ مشرکوں کا یہ قول قرآن پاک میں جا بجا نقل کیا گیا ہے۔ آٹھویں پارہ سورۂ انعام کی ایک آیت میں فرمایا گیا "جو لوگ شرک کرتے ہیں اب کہیں گے کہ اللہ اگر چاہتا تو شرک نہ ہم کرتے نہ ہمارے باپ دادا کرتے اور نہ ہم کسی چیز کو حرام کر سکتے۔" چنانچہ یہاں بھی آیت میں ان کا یہی قول نقل کیا ہے اور پھر اس کا جواب دیا گیا ہے۔ مشرکین اپنے شرک اور اعمال شرکیہ کا جواز ثابت کرنے کے لئے کہتے کہ اگر غیر اللہ کی پرستش یا بعض جانوروں مثل بحیرہ، سائبہ وغیرہ کو حرام ٹھہرالینا برے اور بے سند کام ہوتے جنہیں خدا پسند نہ کرتا تو ہم کو کرنے کیوں دیتا۔ ضرور تھا کہ جب ہم اس کی مرضی کے خلاف کام کریں تو اس سے روک دے۔ نہ کریں تو فوراً سزا دے اگر ایسا نہیں ہوا تو یہ دلیل ہے کہ خدا کو وہ کام ناپسند نہیں۔ مشرکین کے اس باطل دلیل اور لچر پوچ عذر کا تفصیلی جواب آٹھویں پارہ سورۂ انعام والی آیت سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِن شَيْءٍ میں گزر چکا۔

یہاں اس آیت میں اجمالی جواب دیا جاتا ہے کہ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے جو انہوں نے کہدی پہلے بھی لوگ ایسی ہی روش اختیار کر چکے ہیں لیکن یہ روش گمراہی اور ہٹ دھرمی کی روش ہے۔ اللہ کے رسول اس لئے نہیں آتے کہ لوگوں سے برائی کرنے کی طاقت سلب کر لیں اور انہیں ایسا بنا دیں کہ برائی کر ہی نہ سکیں۔ وہ تو پیام حق پہنچانے والے ہیں اور پیام پہنچانے والے کا کام صرف یہ ہے کہ صاف صاف اور روشن طریقہ پر پیام پہنچا دے۔ اب اسے ماننا یا نہ ماننا یہ سننے والوں کا کام ہے۔ پیام پہنچانے والا اس کے لئے ذمہ دار نہیں کہ سب کو منوا ہی دے۔ جب اللہ کی مشیت یہی ہوئی کہ انسان کو کسی ایک حالت پر مجبور نہ کر دیا جائے بلکہ ہر طرح کی حالت اختیار کرنے کی قدرت دی جائے تو اللہ کے رسولوں سے کیوں اس کی توقع کی جائے کہ لوگوں سے یہ قدرت سلب کر لیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ فَمِنْهُمْ

اور ہم ہرامت میں کوئی نہ کوئی پیغمبر بھیجتے رہے ہیں کہ تم اللہ کی عبادت کرواور شیطان سے بچتے رہو،سو اُن میں بعضے وہ ہوئے ہیں

مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ ۚ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا

کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی اور بعضے اُن میں وہ ہوئے جن پر گمراہی کا ثبوت ہوگیا،توزمین مین چلوپھرو پھر دیکھو

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۳۶﴾ اِنْ تَحْرِصْ عَلٰى هُدٰىهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ

کہ جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا۔ان کے راہ راست پر آنے کی اگر آپ کو تمنا ہو،تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو ہدایت نہیں کیا کرتا

مَنْ يُّضِلُّ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۳۷﴾

جس کو گمراہ کرتا ہےاوران کا کوئی حمایتی نہ ہوگا۔

وَ اور	لَقَدْ بَعَثْنَا تحقیق ہم نے بھیجا	فِیْ میں	كُلِّ اُمَّةٍ ہرامت	رَسُوْلًا کوئی رسول	اَنِ کہ	اعْبُدُوا عبادت کروتم	اللّٰهَ اللہ	وَاجْتَنِبُوا اور بچو
الطَّاغُوْتَ طاغوت (سرکش)	فَمِنْهُمْ سوان میں سے بعض	مَنْ هَدَى جسے ہدایت دی	اللّٰهُ اللہ	وَمِنْهُمْ اوران میں سے	مَنْ بعض			
حَقَّتْ ثابت ہوگئی	عَلَيْهِ اس پر	الضَّلٰلَةُ گمراہی	فَسِيْرُوْا پس چلو پھرو	فِي الْاَرْضِ زمین میں	فَانْظُرُوْا پھر دیکھو	كَيْفَ کیسا	كَانَ ہوا	
عَاقِبَةُ انجام	الْمُكَذِّبِيْنَ جھٹلانے والے	اِنْ اگر	تَحْرِصْ تم حرص کرو	عَلٰى هُدٰىهُمْ ان کی ہدایت کیلئے	فَاِنَّ اللّٰهَ تو بیشک اللہ			
لَا يَهْدِيْ ہدایت نہیں دیتا	مَنْ جسے	يُضِلُّ وہ گمراہ کرتا ہے	وَمَا اور نہیں	لَهُمْ ان کیلئے	مِنْ کوئی	نّٰصِرِيْنَ مددگار		

انبیائے کرام علیہم السلام کے ساتھ قوموں کے رویے

چونکہ کفار کے عناد اُن کے باطل اقوال اور بیہودہ مجادلہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج پہنچتا تھا اس لئے گذشتہ آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے ساتھ حقیقت رسالت کو بھی ظاہر فرمایا گیا تھا کہ پیغمبروں کے ذمہ تو احکام الٰہی کا صرف صاف صاف بندوں تک پہنچادینا ہےاور نیک وبد کو بتلا دینا ہے۔ آگے کوئی مانے یا نہ مانے یہ اس کا فعل ہے۔پیغمبر اس کے ذمہ دار نہیں اوران کفار کا معاملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی نئی بات نہیں۔گذشتہ آیات میں بھی کفار نے اپنے پیغمبروں کے ساتھ یہی کیا تھا۔اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ ان کفار کے ساتھ توحید اور دین حق کی طرف بلانا کوئی نئی بات نہیں بلکہ اس کی تعلیم بھی قدیم سے چلی آئی ہے چنانچہ امم سابقہ سے ہرامت میں کوئی نہ کوئی ہادی یا پیغمبر اس بات کی تعلیم کے لئے آتا رہا ہے کہ بندے خاص اللہ کی عبادت کریں اور شیطان کے راستہ کفر وشرک وغیرہ سے بچتے رہیں۔سو یہ توحید اور دین حق کی تعلیم کوئی نئی تعلیم نہیں۔شروع سے چلی آرہی ہے۔پھر ہر پیغمبر کی آمد کے بعد اس کی قوم دو حصوں میں تقسیم ہوئی۔بعض نے اپنے پیغمبر کی بات کو مانا اور یہ مان لینا اللہ کی توفیق سے تھا اور بعض اپنی گمراہی پر جمے رہے۔مطلب یہ کہ کفار اور انبیاء میں یہ معاملہ اسی طرح چلا آرہا ہےاور ہدایت وگمراہی کے متعلق اللہ تعالیٰ کا معاملہ بھی ہمیشہ سے یوں ہی جاری ہے۔تو یہاں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تسکین دی گئی کہ آپ زیادہ غم وتردد نہ کیجئے۔ضلالت و

ہدایت کے یہ معاملات تو قدیم سے چلے آ رہے ہیں۔

زمین میں پھر کر دیکھو جھوٹوں کا کیا انجام ہوا

آگے مشرکین سے خطاب فرما کر کہا جاتا ہے کہ تم زمین پر چل پھر کر دیکھ لو کہ پیغمبروں کو جھٹلانے والوں کا کیسا برا انجام ہوا۔ تاریخ اور آثار سے مدد لے کر دیکھو کہ وہ سرکش اور نافرمان قوموں کا کیا انجام بیان کر رہے ہیں۔ کسی پر کچھ مصیبت آئی۔ کسی پر کچھ۔ جب کسی قوم کی شرارت حد کو پہنچی تو انتقام الٰہی کا بھی وقت آ گیا اور مختلف طور پر دنیا میں عذاب اترے کوئی دشمن کی تیغ بے دریغ کا لقمہ بنا۔ کوئی قحط اور زلزلوں سے ہلاک ہوئے۔ کسی کو آتش فشاں پہاڑوں کے پھٹنے سے جلایا گیا۔ کسی کو مہلک وباؤں سے ختم کیا گیا۔ (العیاذ باللہ) آگے پھر خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوتا ہے اور آپ کی افراط شفقت علی الخلق کی بنا پر آپ کو اس حقیقت پر توجہ دلائی جا رہی ہے کہ جو لوگ خود اپنی ہدایت کی پروا نہیں کرتے ان کے لئے قانون الٰہی بدلا نہیں جائے گا۔ اور وہ بوجہ اپنے عناد کے بدستور یونہی گمراہی میں پڑے رہیں گے۔

معلوم ہوا کہ حق سے عناد بڑی خطرناک چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے قلوب کو اپنی رحمت سے عناد عن الحق سے محفوظ فرماویں۔ کفار مکہ جو عناد اور مخالفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جمے رہے ان کو ہدایت نصیب نہ ہوئی اور جو عناد کو چھوڑ کر حقیقت کے طالب ہوئے ان کو ہدایت اسلام قبول کرنے اور ایمان لانے کی دولت نصیب ہو گئی۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ ہم کو سید الانبیاء والمرسلین نبی آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا امتی ہونا نصیب فرمایا۔ یا اللہ! ہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور اطاعت کی توفیق کاملہ عطا فرما۔

یا اللہ! ہمارے دلوں میں ہمیشہ حق کی طلب رہے اور یا اللہ اپنی رحمت سے ہم کو ہدایت کے راستہ پر قائم رکھئے۔ اور ہر طرح کی کجروی اور گمراہی سے ہماری حفاظت فرمایئے۔

یا اللہ! دنیا میں آپ نے جتنے بھی پیغمبر بھیجے سب ہی نے یہ ہدایت کی کہ آپ کی عبادت اور بندگی کی جائے اور شیطان لعین کے مکر و فریب سے بچا جائے۔ مگر افسوس ہے کہ امت مسلمہ کے بعض افراد بھی اس وقت شیطان کے داؤ گھات میں پھنس گئے اور اس کے چکموں میں آ کر دنیا کے پیچھے پڑ گئے اور آخرت سے غافل ہو گئے اور آپ کی نافرمانی میں لگ گئے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع اور پیروی چھوڑ بیٹھے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یا اللہ! ہدایت آپ ہی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ ہمارے دلوں کو ہدایت پر جمائے رکھئے اور شیطان لعین کے مکر و فریب سے ہماری حفاظت فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَّلٰكِنَّ

اور یہ لوگ بڑے زور لگا لگا کر اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ جو مر جاتا ہے اللہ اس کو دوبارہ زندہ نہ کرے گا کیوں نہیں کرے گا، اُس وعدہ کو تو اللہ نے اپنے ذمہ لازم کر رکھا ہے

اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۸﴾ لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِيْ يَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا

لیکن اکثر لوگ یقین نہیں لاتے۔ تاکہ جس چیز میں یہ لوگ اختلاف کیا کرتے تھے، اُن کے روبرو اس کا اظہار کردے اور تاکہ کافر لوگ یقین کر لیں

اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰذِبِيْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۴۰﴾

کہ واقعی وہی جھوٹے تھے۔ ہم جس چیز کو چاہتے ہیں پس اس سے ہمارا اتنا ہی کہنا ہوتا ہے کہ تو ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے۔

وَاَقْسَمُوْا اور انہوں نے قسم کھائی	بِاللّٰهِ اللہ کی	جَهْدَ سخت	اَيْمَانِهِمْ اپنی قسم	لَا يَبْعَثُ نہیں اٹھائے گا	اللّٰهُ اللہ	مَنْ يَّمُوْتُ جو مر جاتا ہے	
بَلٰى کیوں نہیں	وَعْدًا وعدہ	عَلَيْهِ اس پر	حَقًّا سچا	وَلٰكِنَّ اور لیکن	اَكْثَرَ اکثر	النَّاسِ لوگ	لَا يَعْلَمُوْنَ نہیں جانتے
لِيُبَيِّنَ تاکہ ظاہر کردے	لَهُمْ ان کیلئے	الَّذِيْ جو	يَخْتَلِفُوْنَ اختلاف کرتے ہیں	فِيْهِ اس میں	وَلِيَعْلَمَ اور تاکہ جان لیں		
الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا جن لوگوں نے کفر کیا	اَنَّهُمْ کہ وہ	كَانُوْا كٰذِبِيْنَ جھوٹے تھے	اِنَّمَا اسکے سوا نہیں	قَوْلُنَا ہمارا فرمانا			
لِشَيْءٍ کسی چیز کو	اِذَآ اَرَدْنٰهُ جب ہم اس کا ارادہ کریں	اَنْ نَّقُوْلَ کہ ہم کہتے ہیں	لَهٗ اسکو	كُنْ "ہوجا"	فَيَكُوْنُ تو وہ ہو جاتا ہے		

شانِ نزول

ان آیات کے متعلق ایک خصوصی شانِ نزول بھی بیان کیا گیا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ کسی مسلمان کا کسی کافر پر کچھ روپیہ قرض تھا۔ مسلمان نے مطالبہ کیا۔ کافر نے انکار کیا۔ مسلمان نے دورانِ گفتگو کہا کہ مجھے بروزِ قیامت خدا سے ایسی ایسی امیدیں ہیں۔ کافر نے نہایت تعجب سے کہا کہ تجھے خیال ہے کہ مر کر گل سڑ جانے کے بعد تو پھر زندہ ہوگا۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ صحیحین یعنی بخاری و مسلم کی روایت میں اتنا زائد ہے کہ اس کافر نے کہا کہ اچھا جب میں دوبارہ زندہ کیا جاؤں اس وقت تیرا قرضہ ادا کردوں گا۔ اسی پر ان آیات کا نزول ہوا۔

بتلایا گیا کہ یہ مشرکین بڑے زور و شور اور دعوے کے ساتھ خدا کو شاہد کر کے کہتے ہیں کہ کیسا حشر و نشر؟ یہ کچھ بھی ہونا ہوانا نہیں۔ جو مر گیا وہ گل سڑ کر ختم ہو گیا۔ لہٰذا نہ قیامت آوے گی اور نہ کوئی دوبارہ زندہ ہوگا۔ کفار و مشرکین کے اس قول کی تردید فرمائی جاتی ہے کہ تمہارے اس انکار قیامت سے ہوتا کیا ہے۔ تمہاری قسمیں سراسر جھوٹی ہیں اور بیشک اللہ تعالیٰ دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے گا۔ اس نے اس کا وعدہ کیا ہے اور وعدہ بھی ایسا پکا وعدہ کہ جو اس پر بطورِ حق کے لازم ہے کہ ریزہ ریزہ ہڈیوں کا جمع کر کے دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ مگر بہت سے لوگ جہالت سے اس پر یقین نہیں لاتے۔

بعث بعد الموت کی حکمت

آگے قیامت میں دوبارہ زندہ کئے جانے کی حکمت بیان کی جاتی ہے کہ وہیں تو ان کافروں پر پوری طرح ظاہر ہو کر رہے گا کہ اس دارِ ابتلاء میں جن جن مسائل کے باب میں وہ اہلِ حق سے لڑتے جھگڑتے تھے ان میں وہ کس قدر ناحق اور جھوٹ پر تھے اور خدا کے پیغمبر جو بیان کرتے تھے وہ سب حق تھا اور جوان

باتوں کے مخالف تھے وہ سب غلطی پر تھے۔ غرضکہ کہ قیامت کے قائم ہونے میں دو حکمتیں ہیں۔ اول تو یہ کہ حق و باطل کے بارہ میں دنیا میں جو اختلاف تھا اس کا فیصلہ ہو جائے اور سب کو کھلی آنکھوں حق و باطل نظر آ جائے اور دوسری حکمت یہ ہے کہ صدق و کذب کا فیصلہ ہو جائے رہا کفار کا یہ شبہ کہ ریزہ ریزہ ہڈیاں کس طرح جمع کی جائیں گی اور کس طرح ان کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ تو اللہ تعالیٰ کے لئے یہ بات کچھ دشوار نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کو کسی کام کے لئے کچھ کرنا نہیں پڑتا اس کی قدرت تو ایسی عظیم ہے کہ وہ جس چیز کو پیدا کرنا چاہے بس اس کا محض ارادہ کافی ہے۔ ادھر ارادۂ الٰہی کسی چیز سے متعلق ہوا ادھر فی الفور وہ شے عدم سے وجود میں آ گئی۔ تو اتنی بڑی قدرت کاملہ رکھنے والے کے روبرو بے جان میں دوبارہ جان کا پڑ جانا کیا دشوار ہے یا تعجب کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ کو ہر طرح کی قدرت حاصل ہے وہ کسی بات سے عاجز نہیں۔ جب وہ قادر مطلق معدوم سے کہتا ہے کہ ہو جا تو وہ فوراً عدم سے نکل کر وجود میں آ جاتا ہے تو ایسی ذات عالی قادر مطلق کو مردوں کو زندہ کرنا کیا دشوار ہے۔ جب زندہ کرنا چاہے گا فوراً زندہ ہو جائیں گے۔

قیامت کا آنا حق ہے

یہاں مشرکین کے اس شبہ اور قول کا جواب دیا گیا کہ جو وہ قسمیں کھا کر کہتے کہ دوبارہ زندہ ہونا نہیں ہے۔ تو معلوم ہوا کہ قیامت کا آنا حق ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا پکا وعدہ ہے اور حق و ناحق کے فیصلہ کے لئے اور فرمانبرداروں اور نافرمانوں کی جزا و سزا کے لئے قیامت کا قائم ہونا ضروری ہے اور جس قادر مطلق نے پہلی بار انسان کو ایک قطرۂ ناچیز سے پیدا کیا اس کے لئے مرجانے کے بعد دوبارہ زندہ کر کے کھڑا کر دینا کوئی مشکل نہیں۔ اور یہ قیامت و آخرت کی دوسری زندگی ہی کا اعتقاد و یقین ہے کہ جو انسان دنیا میں نیکی و بدی کی پرواہ کرتا ہے ورنہ بس انسان کا مطمح نظر دنیا ہی رہ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ آخرت کا یقین و اعتقاد کامل ہمارے دلوں میں اتار دیں۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو اپنی اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بتلائی ہوئی باتوں پر پورا پورا ایمان اور یقین کامل نصیب فرمائیں۔ اور اس یقین کے ساتھ ہم کو قیامت کے دن کے لئے عمل صالح کا ذخیرہ جمع کرنے کی توفیق عطا فرماویں۔

یا اللہ! بیشک آپ قدرت عظیمہ کے مالک ہیں اور جو چاہیں وہ کن سے کر سکتے ہیں۔

یا اللہ! ہم کو میدان حشر میں مومنین صالحین کے زمرہ میں شامل ہو کر کھڑا ہونا نصیب فرمائیے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً

اور جن لوگوں نے اللہ کے واسطے اپنا وطن چھوڑ دیا بعد اس کے کہ اُن پر ظلم کیا گیا ہم اُن کو دنیا میں ضرور اچھا ٹھکانا دیں گے،

وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۴۲﴾

اور آخرت کا ثواب بدرجہا بڑا ہے، کاش اُن کو خبر ہوتی۔ وہ ایسے ہیں جو صبر کرتے ہیں اور اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ جو	هَاجَرُوْا انہوں نے ہجرت کی	فِي اللّٰهِ اللہ کیلئے	مِنْ بَعْدِ اسکے بعد	مَا ظُلِمُوْا کہ اُن پر ظلم کیا گیا	لَنُبَوِّئَنَّهُمْ ضرور ہم انہیں جگہ دینگے	
فِي الدُّنْيَا دنیا میں	حَسَنَةً اچھی	وَلَاَجْرُ اور بیشک اجر	الْاٰخِرَةِ آخرت	اَكْبَرُ بہت بڑا	لَوْ کاش	كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ وہ جانتے
الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	صَبَرُوْا انہوں نے صبر کیا	وَ اور	عَلٰى رَبِّهِمْ اپنے رب پر	يَتَوَكَّلُوْنَ بھروسہ کرتے ہیں		

شانِ نزول

یہاں ذکر ان مومنین سابقین صادقین کا ہے جنہوں نے کفار مکہ کے مظالم سے تنگ آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے نہ صرف شہر مکہ بلکہ ملک حجاز اور سارے علاقہ عرب کو چھوڑ کر ایک دور دراز ملک حبشہ کی جانب ہجرت کی تھی۔ تاریخ اسلام کی یہ پہلی ہجرت تھی اور دوسری ہجرت مدینہ طیبہ کی تھی۔ جب کفار مکہ نے مسلمانوں کو بے حد ستانا شروع کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو اجازت دے دی کہ جو کوئی چاہے وہ اپنی جان اور ایمان کے بچاؤ کے لئے حبشہ کو چلا جائے۔ اس اجازت کے بعد ایک چھوٹا سا قافلہ ۱۲ مرد اور ۴ عورتوں کا رات کی تاریکی میں مکہ سے نکلا اور جہاز میں سوار ہو کر حبشہ کو روانہ ہو گیا۔ اس مختصر قافلہ کے سردار حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اور آپ کی بیوی سیدہ حضرت رقیہؓ آپ کے ساتھ تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوط اور ابراہیم علیہما السلام کے بعد یہ پہلا جوڑا ہے جنہوں نے راہ خدا میں ہجرت کی ہے۔ ان کے پیچھے اور بھی مسلمان ۸۳ مرد اور ۱۸ عورتیں مکہ سے نکلے اور حبش روانہ ہوئے۔ ان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی حضرت جعفر طیارؓ بھی تھے قریش نے سمندر تک ان کا تعاقب کیا مگر یہ کشتیوں میں بیٹھ کر روانہ ہو چکے تھے۔

حضرات مہاجرین کے لئے بشارت

ان حضرات مہاجرینؓ نے اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے اپنے وطن مکہ کو چھوڑا۔ حق کی حمایت اور خدا کی رضا جوئی کے لئے سفر کی صعوبت اٹھائی۔ گھر بار مال وجائیداد اعزہ واقارب سب کو خیر باد کہا ان حضرات کو بشارت دی جا رہی ہے اور ان کا اجر بیان فرمایا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان مہاجرین کو دنیا میں بھی اچھا ٹھکانہ دیں گے اور آخرت میں بھی ان کے لئے بہت بڑا اجر ہے۔

ہجرت کی دو شرطیں

یہاں آیت میں ہجرت کی دو شرطیں بیان فرمائیں ایک راہ خدا میں ہجرت ہو۔ ہجرت یعنی ترک وطن سے مقصود محض رضائے الٰہی کا حصول ہو کوئی دنیوی طمع دامن گیر نہ ہو۔

دوسری شرط یہ ہے کہ مظلوم ہونے کے بعد ہجرت ہو۔ ظلم کا لفظ عام ہے جسمانی ہو۔ مالی ہو یا مذہبی یا اور کسی طرح کا تو جب یہ حضرات صحابہؓ ہر طرح کے ظلم اور سختی کو برداشت کرتے رہے بالآخر وطن محبوب اور خویش و اقارب کے چھوٹنے کی بھی پرواہ

نہیں کی۔ رضائے الٰہی کے راستہ سے ذرا قدم نہ ڈگمگایا۔ ہر طرف سے منہ موڑ کر ایک خدا کے ہو رہے۔ خالص اسی کی امداد اوراٹل وعدوں پر بھروسہ کیا یہاں تک کہ دیکھ لیا کہ جو خدا کا ہو رہتا ہے کس طرح خدا اس کا ہو جاتا ہے۔

ہجرت کا حکم

حبشہ کی ہجرت کے بعد پھر روز بروز مصائب و تکالیف اور کافروں کی طرف سے ایذا رسانی میں اضافہ ہوتا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کو ہجرت کر جانے کی اجازت دی اور خود بھی ایک روز بحکم خداوندی حضرت ابو بکر صدیقؓ کو ساتھ لے کر راہ خدا میں اٹھ کھڑے ہوئے اور گھر بار چھوڑ کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ مدینہ پہنچ کر اعلان عام فرما دیا کہ جہاں کہیں جو مسلمان ہو اس کے بس میں ہو تو مدینہ کو چلا آئے۔ فتح مکہ کے پہلے پہلے یہ حکم جاری رہا لیکن جب مکہ فتح ہو گیا اور اسلامی حکومت وہاں قائم ہو گئی اور اسلامی قوانین پر عمل کرنے میں مزاحمت کا خطرہ نہ رہا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا۔ **لاھجرۃ بعد الفتح** یعنی فتح مکہ کے بعد اب ہجرت کا وجوب نہ رہا۔ البتہ جہاد کا حکم باقی رہا۔ اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ ہجرت کا حکم بالکل منسوخ ہو گیا۔ ہاں صرف مدینہ کو ہجرت کا وجوب جاتا رہا۔ باقی حکم ہجرت بدستور باقی ہے جہاں فرائض و واجبات شرعیہ میں مزاحمت ہوتی ہو حکومت وقت یا اہل وطن اسلامی قوانین پر عمل کرنے سے روکتے ہوں اور مسلمانوں کا جان و مال محفوظ نہ ہو اور دفع کی طاقت بھی نہ ہو تو وہاں سے ہجرت کر جانا اور کہیں امن کی جگہ جا کر رہنا ضروری ہے۔ آیت میں اگرچہ سبب نزول خاص ہے مگر حکم عام ہے۔ جو لوگ اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے صعوبتیں برداشت کرتے ہیں خدا تعالیٰ دنیا میں بھی ان کو عافیت، چین و سکون اور راحت و عزت وغیرہ عطا فرماتا ہے اور آخرت کا بہت بڑا اجر تو ہے ہی۔ چنانچہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جنہوں نے حبشہ یا بعد میں مدینہ منورہ کی ہجرت کی تو جو وعدہ اللہ تعالیٰ نے ان مہاجرین سے فرمائے تھے سب نے مشاہدہ کر لیا کہ وہ دنیا میں کس طرح پورے ہوئے مدینہ منورہ کو ان کا کیسا اچھا ٹھکانہ بنا دیا۔ مکہ کے ایذا دینے والے پڑوسیوں کے بجائے غمخوار، ہمدرد، غمگسار، جاں نثار پڑوسی ملے۔ دشمنوں پر فتح و غلبہ نصیب ہوا۔ ہجرت کے کچھ ہی عرصہ گزرنے کے بعد ان پر رزق کے دروازے کھول دیئے گئے۔ فقراء و مساکین مالدار ہو گئے دنیا کی بڑی بڑی سلطنتیں فتح ہوئیں اور ان کے خزانے ان مہاجرین اولین کے قدموں میں آ پڑے۔ ان کو اور ان کی نسلوں کو اللہ نے عزت و شرف بخشا۔ یہ تو دنیا میں ہونے والے وعدے تھے جو پورے ہو چکے اور اب آخرت کا وعدہ بھی پورا ہونا یقینی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات مہاجرین اولین کے درجات عالیہ اور بلند فرمائیں اور ان حضرات کے نقش قدم پر چلنے کی ہم کو توفیق عطا فرمائیں۔

دعا کیجئے

جن حضرات صحابہ کرام مہاجرین اولین کی بشارت اور تسلی کے لئے یہ آیات نازل ہوئیں حق تعالیٰ ان کے درجات عالیہ کو مزید بلند فرمائیں۔ یا اللہ آپ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہم کو بھی جو مصائب پیش آئیں ان کو برداشت کرنے کی صلاحیت عطا فرما اور ہر حال میں ہم کو دین اسلام پر قائم رہنے کی سعادت عطا فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْٓ اِلَیْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۳﴾

اور ہم نے آپ کے قبل صرف آدمی ہی رسول بنا کر معجزات اور کتابیں دے کر بھیجے ہیں کہ اُن پر وحی بھیجا کرتے تھے سو اگر تم کو علم نہیں،

بِالْبَیِّنٰتِ وَالزُّبُرِ ؕ وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْكَ الذِّكْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۴۴﴾

تو اہل علم سے پوچھ دیکھو، اور آپ پر بھی یہ قرآن اتارا ہے تاکہ جو مضامین لوگوں کے پاس بھیجے گئے اُن کو آپ اُن سے ظاہر کر دیں اور تاکہ وہ فکر کیا کریں۔

وَمَا اور نہیں	اَرْسَلْنَا ہم نے بھیجے	مِنْ قَبْلِكَ تم سے پہلے	اِلَّا رِجَالًا مردوں کے سوا	نُّوْحِیْٓ ہم وحی کرتے ہیں	اِلَیْهِمْ اُن کی طرف
فَسْـَٔلُوْٓا پس پوچھو	اَهْلَ الذِّكْرِ یاد رکھنے والے	اِنْ اگر	كُنْتُمْ تم ہو	لَا تَعْلَمُوْنَ نہیں جانتے	بِالْبَیِّنٰتِ نشانیوں کے ساتھ
وَالزُّبُرِ اور کتابیں	وَاَنْزَلْنَآ اور ہم نے نازل کی	اِلَیْكَ تمہاری طرف	الذِّكْرَ یادداشت	لِتُبَیِّنَ تاکہ واضح کردو	لِلنَّاسِ لوگوں کیلئے
مَا نُزِّلَ جو نازل کیا گیا	اِلَیْهِمْ اُن کی طرف	وَلَعَلَّهُمْ اور تاکہ وہ	یَتَفَكَّرُوْنَ وہ غور وفکر کریں		

مشرکین کا اعتراض

گذشتہ آیات میں پہلے کفار مکہ کے بعض شبہات کفریہ نقل فرما کر ان کے جوابات دیئے گئے تھے۔ یہاں مشرکین مکہ کے اعتراض کو نقل کئے بغیر اس کا جواب دیا جا رہا ہے۔ اعتراض وہی ہے جو پہلے بھی تمام انبیاء علیہم السلام پر ہو چکا تھا اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پر بھی کفار مکہ نے بارہا کیا کہ تم ہماری ہی طرح کے انسان ہو پھر ہم کیسے مان لیں کہ خدا نے تم کو پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ گویا کفار عرب کو اپنی جہالت کے سبب نبوت اور بشریت میں منافات نظر آتی تھی۔ اسی بناء پر قریش نے کہا تھا کہ اللہ کی شان اس سے برتر اور اعلیٰ ہے کہ کسی آدمی کو اپنا پیغمبر بنا کر بھیجے۔ اگر اس کو رسول بھیجنا ہوتا تو کم از کم کسی فرشتہ کو رسول بناتا۔ گویا نہ صرف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ہی کا انکار کیا بلکہ انسان کے نبی ہونے کو خلاف عقل سمجھا۔ چونکہ یہ بات کفار کی کج فہمی پر مبنی تھی اس لئے انکے اس خیال کی تردید ان آیات میں فرمائی جاتی ہے۔

جواب

انہی منکرین کو سنانے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد ہو رہا ہے کہ یہ لوگ جو آپ کی رسالت کا اس بنا پر انکار کرتے ہیں کہ رسالت اور بشریت میں منافات سمجھتے ہیں محض مہمل بات ہے کیونکہ ہم نے آپ کے قبل بھی صرف آدمی ہی رسول بنا کر معجزات و کتابیں دے کر بھیجے ہیں۔ عادت اللہ یونہی جاری رہی کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کی ہدایت کے لئے فرشتے نازل نہیں کئے بلکہ انسانوں ہی کو رسول بنا کر بھیجا تو جتنے رسول سابق میں اللہ تعالیٰ نے بھیجے وہ سب انسان ہی تھے اور مرد تھے۔ پس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت میں کیا تعجب ہے۔

کوئی عورت نبی نہیں ہوئی

یہاں آیت میں رجالاً کا لفظ آیا ہے۔ اس سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ مرتبہ نبوت مردوں ہی کے لئے محدود رہا ہے اور کسی عورت کو اس منصب نبوت و رسالت پر فائز نہیں کیا گیا۔ کسی عورت کو اللہ تعالیٰ نے نبی اور رسول نہیں بنایا اور نہ ان کی طرف وحی نبوت و رسالت بھیجی۔ حضرت مریم اور موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی طرف جس وحی کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے وہ وحی الہام اور وحی ولایت تھی نہ کہ وحی نبوت و رسالت کیونکہ وحی کا لفظ قرآن کریم میں مختلف معنی میں استعمال ہوا ہے۔ (معارف القرآن از حضرت کاندھلویؒ)

اہل علم سے پوچھ کراطمینان کرلو

آ گے مشرکین سے خطاب ہے اور ارشاد ہو رہا ہے کہ جنہیں تم بھی اہل علم سمجھتے ہو یعنی اہل کتاب یہود و نصاریٰ ان ہی سے اس مسئلہ کے متعلق پوچھ گچھ کر کے اپنا اطمینان کرلو کہ جن میں گذشتہ دور میں پیغمبر آتے رہے اور تحقیق کرلو کہ فی الواقع پہلے بھی آدمی ہی پیغمبری کے منصب پر معجزے اور کتابیں دے کر بھیجے گئے یا نہیں۔ اگر قرآن اور قول رسول کا تمہیں یقین نہیں تو دوسرے اہل کتاب سے دریافت کرلو جن کے علم کے تم معتقد ہو۔ سب کے سب تو جھوٹ نہیں بولیں گے۔ انسانوں کا نبی ہونا تو ان کو بھی مسلم ہے پھر جس طرح ہم نے دوسرے انبیاء کو اپنی کتابیں اور معجزات دے کر بھیجا تھا اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل کیا تا کہ آپ احکام وقوانین الٰہیہ کی تشریح وتفصیل سے خلق کو روشناس کر دیں تا کہ لوگ اس کے مضامین میں غور وفکر کریں اور ہدایت پا جائیں غور وفکر سے انسان حق کی راہ پاتا ہے اور عناد وغفلت آدمی کو تباہ وبرباد کر کے چھوڑتی ہے۔

ایک اہم ضابطہ

یہاں آیت میں یہ جملہ فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (اگر تم کو علم نہیں تو دوسرے اہل علم سے پوچھ دیکھو۔) اس کے متعلق حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس جگہ اگرچہ ایک خاص مضمون کے بارہ میں آیا ہے مگر آیت کے الفاظ عام ہیں جو تمام معاملات کو شامل ہیں۔ اس لئے قرآنی اسلوب کے اعتبار سے درحقیقت یہ اہم ضابطہ ہے جو عقلی بھی ہے نقلی بھی کہ جو لوگ احکام کو نہیں جانتے وہ جاننے والوں سے پوچھ کر عمل کریں۔ اور نہ جاننے والوں پر فرض ہے کہ جاننے والوں کے بتلانے پر عمل کریں۔ اسی کا نام تقلید ہے۔ یہ قرآن کا واضح حکم بھی ہے اور عقلاً بھی اس کے سوا عمل کو عام کرنے کی کوئی صورت نہیں ہوسکتی۔ امت میں عہد صحابہؓ سے لے کر آج تک بلا اختلاف اسی ضابطہ پر عمل ہوتا آیا ہے۔ جو تقلید کے منکر ہیں وہ بھی اس تقلید کا انکار نہیں کر سکتے کہ جو لوگ عالم نہیں وہ علماء سے فتویٰ لے کر عمل کریں۔ اور تقلید اسی کا نام ہے کہ نہ جاننے والا کسی جاننے والے کے اعتماد پر کسی حکم کو شریعت کا حکم قرار دے کر عمل کرے۔ (معارف القرآن-مفتی اعظمؒ)

دعا کیجئے

اللہ تبارک وتعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل وکرم سے ہم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں پیدا فرمایا۔

اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کامل نصیب فرماویں اور یہ قرآن پاک جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اس کے احکامات کا ہم کو پورا فرمانبردار بنادیں اور قرآن پاک میں غور وفکر کی دولت نصیب فرماویں اور جو بات ہم کو معلوم نہ ہو وہ علمائے دین سے دریافت کر کے اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ ہم کو صحیح عقائد اور دین کی صحیح فہم وسمجھ عطا فرمائیں اور صراط مستقیم پر استقامت اخیر دم تک نصیب فرمائیں آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَفَاَمِنَ الَّذِیْنَ مَکَرُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ یَّخْسِفَ اللّٰہُ بِہِمُ الْاَرْضَ اَوْ یَاْتِیَہُمُ الْعَذَابُ مِنْ

جولوگ بُری بُری تدبیریں کرتے ہیں کیا ایسے لوگ پھر بھی اس بات سے بےفکر ہیں کہ اللہ تعالیٰ اُن کو زمین میں دھنسادے یا اُن پر ایسے موقع سے عذاب آپڑے

حَیْثُ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۴۵﴾ اَوْ یَاْخُذَہُمْ فِیْ تَقَلُّبِہِمْ فَمَا ھُمْ بِمُعْجِزِیْنَ ﴿۴۶﴾ اَوْ یَاْخُذَھُمْ

جہاں سے اُن کو گمان بھی نہ ہو۔ یا اُن کو چلتے پھرتے پکڑلے سو یہ لوگ خدا کو ہرگز ہرا نہیں سکتے۔ یا اُن کو گھٹاتے گھٹاتے پکڑلے،

عَلٰی تَخَوُّفٍ ؕ فَاِنَّ رَبَّکُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ﴿۴۷﴾

سو تمہارا رب شفیق مہربان بڑا ہے۔

اَفَاَمِنَ کیا بے خوف ہوگئے ہیں	الَّذِیْنَ جن لوگوں نے	مَکَرُوا داؤ کئے	السَّیِّاٰتِ برے	اَنْ کہ	یَّخْسِفَ دھنسادے	اللّٰہُ اللہ	بِہِمُ ان کو	الْاَرْضَ زمین
اَوْ یا	یَاْتِیَہُمُ ان پر آئے	الْعَذَابُ عذاب	مِنْ حَیْثُ اس جگہ سے	لَا یَشْعُرُوْنَ وہ خبر نہیں رکھتے	اَوْ یا	یَاْخُذَہُمْ انہیں پکڑلے	فِیْ میں	
تَقَلُّبِہِمْ ان کو چلتے پھرتے	فَمَا پس نہیں	ھُمْ وہ	بِمُعْجِزِیْنَ عاجز کرنے والے	اَوْ یا	یَاْخُذَھُمْ انہیں پکڑلے وہ	عَلٰی پر	تَخَوُّفٍ ڈرانا	
	فَاِنَّ پس بیشک	رَبَّکُمْ تمہارا رب	لَرَءُوْفٌ انتہائی شفیق	رَحِیْمٌ نہایت رحم کرنے والا				

کیا یہ منکر عذاب الٰہی سے نہیں ڈرتے

کفار و مشرکین مکہ کے شبہات و اعتراضات کا بیان کافی گذشتہ آیات سے ہوتا چلا آ رہا ہے۔ ان کے ایک ایک اعتراض کا جواب دیا گیا اور ان کو تنبیہ بھی فرمائی گئی۔ اور ان کو عذاب قیامت سے بھی ڈرایا گیا۔ اسی سلسلہ میں ان کفار و مشرکین کو جو دین اسلام اور پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف طرح طرح کی سازشیں کرتے رہتے تھے اور اسلام کو مٹانے کے لئے مکروفریب کی تدبیریں کرتے رہتے تھے اور اپنی طاغوتی جعلسازیوں میں منہمک رہتے تھے اور نتائج کی طرف سے غافل ہو کر اپنی دماغ آرائیوں کو قدرت الٰہیہ کے مقابلہ میں برسرکار لاتے تھے ایسے گمراہ و مغرور منکرین کو ان آیات میں تنبیہ فرمائی جاتی ہے اور دنیوی عذاب سے ڈرایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ اگلے انبیاء اور ان کی قوموں کا حال سننے اور قرآن ایسی مکمل یادداشت پہنچ جانے کے بعد بھی کیا کفار مکہ حق کے مقابلہ میں اپنی مکاریوں اور داؤ فریب سے باز نہیں آتے۔ کیا ان کو ان چار باتوں میں سے کسی کا خطرہ نہیں رہا اور کیا ان کے پاس ان چاروں خطرات و مہلکات سے بچنے کی طاقت ہے۔

(۱) ہوسکتا ہے کہ اللہ ان کو زمین میں دھنسادے۔ زمین پھٹ جائے الٹ جائے اور وہ نیچے دب جائیں اور زمین کے اندر گھس جائیں۔ گذشتہ تاریخ دیکھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ بکثرت افراد خدا کے اس عذاب میں ماخوذ ہوئے ہیں۔ کیا قارون کا زمین میں دھنس جانا مشہور نہیں۔

(۲) کیا یہ امکان نہیں کہ کوئی ناگہانی عذاب غیرمحسوس طور پر آجائے اور ایسی طرح سے اور ایسی جگہ سے آجائے جس کا انہیں وہم و گمان بھی نہ ہو مثلاً آسمان سے آگ برسنے لگے یا اولے گرنے لگیں یا تند آندھی طوفان بارش آجائے جس سے یہ سرکش تباہ و برباد ہوجائیں۔ مختلف اقوام ان غیبی عذابوں سے ہلاک ہو چکی ہیں پھر یہ کیوں مطمئن اور بےباک ہیں۔

(۳) خدا تو اس پر بھی قادر ہے کہ تمہیں چلتے پھرتے کام کاج کرتے یا بستروں پر کروٹیں بدلتے ہوئے ایک دم پکڑ لے اور بالکل عاجز اور بے بس کر دے۔ اس کو سب قدرت ہے وہ ہر وقت غیبی گرفت کر سکتا ہے۔ اس کے قابو سے کوئی بھی کسی وقت باہر نہیں ہو سکتا۔ پھر یہ بے باکی کیوں ہے؟ وہ کونسی طاقت ہے جو اللہ کی گرفت سے بچا سکتی ہے؟

(۴) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ ناگہانی بلا نازل نہ کرے بلکہ پہلے علامات اور آثار عذاب نمایاں ہوں مرنے سے پہلے لوگوں میں بے چینی خوف و ہراس پیدا ہو پھر رفتہ رفتہ سب کو ہلاک کر دے۔ مثلاً قحط پڑ جائے وبا پھیل جائے دشمنوں کا تسلط آہستہ آہستہ قائم ہو جائے اور اس طرح تدریجاً معتوب قوم ختم ہو جائے۔

الغرض خدا تعالیٰ ارضی و سماوی اور فضائی آفتوں میں مبتلا کر کے ناگہانی طور پر ہلاک کر سکتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ علامات و آثار نمودار کرنے کے بعد آہستہ آہستہ ہلاک و برباد کر دے یعنی خدا سب کچھ کر سکتا ہے مگر اپنی مہربانی اور کرم سے ایسا نہیں کرتا۔ اس کی نرمی اور مہربانی مانع ہے کہ مجرمین پر فوراً عذاب نازل کر دے اس کی شفقت اور رحمت مقتضی ہے کہ مجرمین کو مہلت اور اصلاح کا موقع دیا جائے۔ اس لئے فوراً عذاب کی گرفت میں نہیں لے لیتا بلکہ رجوع اور توبہ کے لئے بار بار مہلت دیتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ سرکش منکروں اور نافرمانوں کو حق تعالیٰ اپنی ہمہ گیر طاقت اور محیط کل قدرت سے ڈرا کر راہ راست پر چلنے کی تاکید فرما رہے ہیں۔

یہاں دنیا کے مختلف اقسام عذاب کا ذکر کرنے کے بعد خاتمہ آیات پر فَإِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ جو فرمایا کہ تمہارا رب بڑا شفیق اور مہربان ہے تو اس میں اول تو لفظ رب سے اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ دنیا کے عذاب انسان کو متنبہ کرنے کے لئے شان ربوبیت کے تقاضے سے ہیں۔ پھر حق تعالیٰ کا شفیق اور مہربان ہونا بتلا کر اس طرف اشارہ فرما دیا کہ دنیا کی تنبیہات بھی شفقت و رحمت ہی کے داعیہ سے ہیں تاکہ غافل انسان متنبہ ہو کر اپنے اعمال کی اصلاح کر لے اللہ تعالیٰ اپنے عذاب و گرفت کا خوف ہمارے دل میں بھی پیدا فرمائیں۔ تاکہ ہم بداعمالیوں سے رک جائیں۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ اپنی رحمت و شفقت سے اپنے ہر چھوٹے بڑے عذاب سے ہم کو اور تمام امت مسلمہ کو محفوظ و مامون فرمائیں۔

یا اللہ ہم کو اپنی بداعمالیوں پر تنبہ نصیب فرما اور سچی توبہ اور آپ کی طرف رجوع ہونے سے ان کا تدارک نصیب فرما۔

یا اللہ! اپنے جملہ احکام کا ہم کو مطیع فرمانبردار بنا کر زندہ رکھئے اور اسلام و ایمان کی برکت سے دین و دنیا کی عافیت نصیب فرمایئے۔ آمین۔

وَآخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَوَلَمْ یَرَوْا اِلٰی مَا خَلَقَ اللّٰہُ مِنْ شَیْءٍ یَّتَفَیَّؤُا ظِلٰلُہٗ عَنِ الْیَمِیْنِ وَ الشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰہِ

کیا ان لوگوں نے اللہ کی ان پیدا کی ہوئی چیزوں کو نہیں دیکھا جن کے سائے کبھی ایک طرف کو کبھی دوسری طرف کو اس طور پر جھکتے جاتے ہیں کہ خدا کے تابع ہیں

وَھُمْ دٰخِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَلِلّٰہِ یَسْجُدُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّۃٍ

اور وہ چیزیں بھی عاجز ہیں۔اور اللہ ہی کی مطیع ہیں جتنی چیزیں چلنے والی آسمانوں میں اور زمین میں موجود ہیں اور (بالخصوص)

وَّالْمَلٰٓئِکَۃُ وَھُمْ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ ﴿۴۹﴾ یَخَافُوْنَ رَبَّھُمْ مِّنْ فَوْقِھِمْ وَیَفْعَلُوْنَ

فرشتے اور وہ تکبر نہیں کرتے۔وہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں جو کہ اُن پر بالا دست ہے اور اُن کو جو کچھ حکم کیا جاتا ہے

مَا یُؤْمَرُوْنَ ﴿۵۰﴾

وہ اس کو کرتے ہیں

اَوَ کیا	لَمْ یَرَوْا انہوں نے نہیں دیکھا	اِلٰی طرف	مَا خَلَقَ جو پیدا کیا	اللّٰہُ اللہ	مِنْ شَیْءٍ جو چیز	یَتَفَیَّؤُا ڈھلتے ہیں	ظِلٰلُہٗ اس کے سائے
عَنِ سے	الْیَمِیْنِ دائیں	وَالشَّمَآئِلِ اور بائیں	سُجَّدًا سجدہ کرتے ہوئے	لِلّٰہِ اللہ کیلئے	وَھُمْ اور وہ	دٰخِرُوْنَ عاجزہ کرنے والے	
وَلِلّٰہِ اور اللہ کیلئے	یَسْجُدُ سجدہ کرتا ہے	مَا جو	فِی میں	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَمَا اور جو	فِی الْاَرْضِ زمین میں	مِنْ سے	دَآبَّۃٍ جاندار
وَالْمَلٰٓئِکَۃُ اور فرشتے	وَھُمْ اور وہ	لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ تکبر نہیں کرتے	یَخَافُوْنَ وہ ڈرتے ہیں	رَبَّھُمْ اپنا رب	مِنْ سے	فَوْقِھِمْ اُنکے اوپر	
وَیَفْعَلُوْنَ اور وہ (وہی) کرتے ہیں	مَا جو	یُؤْمَرُوْنَ انہیں حکم دیا جاتا ہے					

ہر چیز اللہ تعالیٰ کی مطیع ہے

گذشتہ آیات میں دنیا میں عذاب الٰہی کی مختلف صورتیں بیان فرما کر منکرین کو جتلایا گیا تھا کہ خدا تعالیٰ ارضی وسماوی اور فضائی آفتوں میں مبتلا کر کے اچانک ہلاک کر سکتا ہے اور یہ بھی اس کی قدرت میں ہے کہ آثار وعلامات نمودار کر کے آہستہ آہستہ ہلاک وبرباد کر دے۔غرض اس کے قابو سے کوئی بھی کسی وقت باہر نہیں ہو سکتا۔اب آگے ان آیات میں اپنی قدرت کاملہ کے آثار بیان فرما کر تمام موجودات وکائنات کا فرمان پذیر اور مطیع حکم ہونا بیان فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ تکوینی طور پر ہر چیز خدا کے سامنے عاجز اور مطیع ہے حتیٰ کہ سایہ دار چیزوں کا سایہ بھی اسی کے حکم اور قانون قدرت کے موافق گھٹتا بڑھتا یا ادھر ادھر ڈھلتا رہتا ہے۔قوانین الٰہی کے عجائبات میں سے ایک عجیب و غریب منظر اجسام کے سائے کا بھی ہے۔یہ کبھی بڑھتا ہے کبھی گھٹتا ہے کبھی ظاہر ہوتا ہے کبھی غائب ہو جاتا ہے کبھی کھڑا ہوتا ہے کبھی جھکتا ہے کبھی داہنے ہاتھ ہوتا ہے کبھی بائیں۔اس کی ان تمام حالتوں کا قانون اس درجہ قطعی اس درجہ یکساں اور اس درجہ منظم ہے کہ اس میں فرق اور فتور پڑنے کا کوئی وہم وگمان بھی نہیں کر سکتا۔چنانچہ جس وقت تک گھڑیاں ایجاد نہیں ہوئی تھیں یہی "سایہ" گھڑی کا کام دیتا تھا اور اسی سے دھوپ گھڑی بنی تھی۔آج کل بھی میدانوں اور دیہاتوں میں جہاں گھڑی نہیں ہوتی دیہاتی سایہ دیکھ کر معلوم کر لیتے ہیں کہ کتنا دن چڑھ چکا ہے۔تو یہاں آیت میں "سایہ" کا ذکر کر کے منکرین کو توجہ دلائی جارہی

ہے کہ یہ ہر وقت تمہارے جسم کے ساتھ ساتھ چل رہا ہے۔ ہمیشہ اس پر تمہاری نگاہیں رہتی ہیں پس غور کرو کہ اس کی حقیقت کیا ہے؟ کس طرح یہ شہادت دے رہا ہے کہ یہاں کی ہر چیز کسی مدبر اور حکیم ہستی کے احکام کے آگے سربسجود ہے اور اس قادر مطلق نے جس چیز کے لئے جو حکم نافذ کر دیا ہے ممکن نہیں کہ اس کی تعمیل میں بال برابر بھی انحراف ہو۔ پھر کچھ سایہ جیسے بیجان چیز ہی کی تخصیص نہیں بلکہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں جاندار چلنے والی چیزیں ہیں وہ بھی سب اللہ کے سامنے عاجز و مقہور ہیں۔ مجال نہیں کہ اس کے حکم سے ذرا سرتابی کریں۔ فرشتے جیسی مقرب و معظم ہستیاں بھی اس کے آگے سربسجود ہیں کوئی شیخی یا غرور ان میں نہیں جو اپنے مالک کے آگے سر جھکانے سے رکیں۔ فرشتے باوجود اس قدر قرب و جاہت کے اپنے رب کے جلال سے ڈرتے رہتے ہیں۔ اور جو حکم پاتے ہیں فوراً بجالاتے ہیں۔ تو حاصل ارشاد یہ ہوا کہ جب جاندار اور بے جان سب اس کے حکم سے ذرا سرتابی نہیں کر سکتے تو اسے عذاب دینا جس کی مختلف صورتیں گذشتہ آیات میں بیان ہوئی تھیں کیا مشکل ہے۔ اور اس کی مخالفت کر کے اس کے عذاب سے بے فکر ہو جانے کا بجز حماقت کے اور کیا منشا ہو سکتا ہے۔ پس منکرین کو عذاب الٰہی سے دنیا میں کسی وقت بھی بے فکر نہ ہونا چاہئے۔

ہر چیز کا سجدہ

یہاں ان آیات میں جو یہ فرمایا گیا:

وَلِلّٰهِ یَسۡجُدُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں جو جاندار آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں۔ تو ہر چیز کے سجدہ سے کیا مراد ہے؟ اس کے متعلق مفسرین کا کہنا ہے کہ فرشتوں کا سجدہ کرنا تو بالکل بدیہی بات ہے۔ حقیقی سجدہ۔ فرمان پذیری، مسخر حکم ہونا اور اطاعت امر سب کچھ فرشتوں میں موجود ہے۔ رہا دیگر اشیا کا سجدہ کرنا تو ظاہر ہے کہ حقیقی معنیٰ مراد نہیں بلکہ ہر شے اپنی پیدائش اور نظم خاص پر چلنے کے لحاظ سے قانون الٰہی سے سرتابی نہیں کر سکتی۔ سرتابی نہ کرنا قانون الٰہی پر چلنا اور نظام قدرت کا تابع اور مطیع ہونا اسی کو سجدہ سے تعبیر فرمایا تو حاصل آیات کا یہ ہے کہ مخلوق چھوٹی یا بڑی کوئی سی بھی ہو عالم ارواح یا عالم اجسام میں کہیں بھی ہو سب کی سب عظمت الٰہی اور قانون قدرت کی مسخر و مطیع ہیں اس لئے انسانوں کا منصب سوائے اس کے کچھ نہیں کہ اس کی بندگی کریں۔ اور جو کچھ وہ حکم دے بر سر چشم بجالائیں۔

دعا کیجئے

جس طرح نظام قدرت کے ہم تکوینی طور پر مسخر و محکوم ہیں حق تعالیٰ ہم کو تشریعی طور پر بھی اپنے احکامات کا مطیع و فرمانبردار بنا کر رکھیں۔ اپنی ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے ہم کو بچاویں اور ظاہر میں اور باطن میں ہم کو شریعت مطہرہ کی کامل پابندی نصیب فرماویں۔

یا اللہ! جس طرح کائنات کی ہر چیز آپ کے حکم اور قانون قدرت کی مسخر ہے۔ کوئی نظام قدرت سے سرتابی نہیں کر سکتا۔

یا اللہ! ہم اشرف المخلوقات ہو کر آپ کے احکام کی جو سرتابی اور نافرمانی کرتے ہیں تو یہ سراسر ظلم ہے۔

یا اللہ! ہم کو اپنے اوپر اس طرح ظلم کرنے سے بچالیجئے اور اپنی اطاعت کاملہ کو ہر حال میں نصیب فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰـهَيْنِ اثْنَيْنِ ۚ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ﴿۵۱﴾ وَلَهٗ

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ دو معبود مت بناؤ بس ایک معبود ہی ہے تو تم لوگ خاص مجھ ہی سے ڈرا کرو۔ اور اُسی کی ہیں سب چیزیں

مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا ۭ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَمَا بِكُمْ

جو کچھ کہ آسمانوں میں اور زمین میں ہیں اور لازمی طور پر اطاعت بجالانا اُسی کا حق ہے، کیا پھر بھی اللہ کے سوا اوروں سے ڈرتے ہو۔ اور تمہارے پاس

مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْــَٔــرُوْنَ ﴿۵۳﴾ ۚ ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ

جو کچھ بھی نعمت ہے وہ سب اللہ ہی کی طرف سے ہے، پھر جب تم کو تکلیف پہنچتی ہے تو اُسی سے فریاد کرتے ہو۔ پھر جب تم سے اُس تکلیف کو ہٹا دیتا ہے تو تم میں کی ایک جماعت

اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۴﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۭ فَتَمَتَّعُوْا ۣ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۵﴾

اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے لگتی ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ ہماری دی ہوئی نعمت کی ناشکری کرتے ہیں، خیر چند روزہ عیش اڑا لو اب جلدی تم کو خبر ہوئی جاتی ہے

وَقَالَ اور کہا	اللّٰهُ اللہ	لَا تَتَّخِذُوْا نہ تم بناؤ	اِلٰـهَيْنِ دو معبود	اثْنَيْنِ دو	اِنَّمَا اسکے سوا نہیں	هُوَ وہ	اِلٰهٌ وَّاحِدٌ معبود یکتا	فَاِيَّايَ پس مجھ ہی سے
فَارْهَبُوْنِ تم مجھ سے ڈرو	وَلَهٗ اور اسی کیلئے	مَا جو	فِی السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	وَالْاَرْضِ اور زمین	وَلَهُ اور اسی کیلئے	الدِّيْنُ اطاعت وعبادت		
وَاصِبًا لازم	اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تو کیا اللہ کے سوا	تَتَّقُوْنَ تم ڈرتے ہو	وَمَا اور جو	بِكُمْ تمہارے پاس	مِّنْ نِّعْمَةٍ کوئی نعمت	فَمِنَ اللّٰهِ اللہ کی طرف سے		
ثُمَّ پھر	اِذَا جب	مَسَّكُمُ تمہیں پہنچتی ہے	الضُّرُّ تکلیف	فَاِلَيْهِ تو اس کی طرف	تَجْــَٔــرُوْنَ تم روتے (چلاتے) ہو	ثُمَّ پھر	اِذَا جب	
كَشَفَ کھولدے (دُور کردیتا ہے)	الضُّرَّ سختی	عَنْكُمْ تم سے	اِذَا جب	فَرِيْقٌ ایک فریق	مِّنْكُمْ تم میں سے	بِرَبِّهِمْ اپنے رب کے ساتھ		
يُشْرِكُوْنَ وہ شریک کرتا ہے	لِيَكْفُرُوْا تاکہ وہ ناشکری کریں	بِمَآ اس سے جو	اٰتَيْنٰهُمْ ہم نے انہیں دیا	فَتَمَتَّعُوْا تو تم فائدہ اٹھالو	فَسَوْفَ پس عنقریب	تَعْلَمُوْنَ تم جان لوگے		

دلائل توحید

گزشتہ آیات میں یہ فرمایا گیا تھا کہ تمام عالم ایک خدا کے قبضۂ قدرت میں ہیں اور سب اسی کے آگے سر تسلیم جھکائے ہوئے ہیں۔ تمام آسمانی اور زمینی مخلوق اسی ایک خدا کے سامنے عاجز و مقہور ہے۔ اب یہاں سے مضمون کا رخ پھر توحید کی طرف پھیرا جاتا ہے اور شرک کی مذمت اور برائی ظاہر فرمائی جاتی ہے اور ان آیات میں اپنا وہ حکم نقل فرمایا جاتا ہے جو مختلف انبیاء کی زبانی بندوں تک اللہ تعالیٰ نے بھیجا تھا تاکہ انسان خالص توحید کو اختیار کریں اور عقائد، اعمال اور اقوال میں شرک سے پرہیز کریں۔ اور عبادت خالص اس مالک کی کریں جو سارے جہان کا مالک ہے۔ کسی دوسرے کو اس کی خدائی میں شریک نہ کریں اس کے بعد توحید الوہیت کی دو کھلی ہوئی دلیلیں بیان کی جاتی ہیں جن سے غیر اللہ کی الوہیت و عبادت کی نفی اور وحدانیت الٰہی کا ثبوت ہوتا ہے۔ پہلی دلیل تو یہ ہے کہ معبود وہی ہوسکتا ہے جو دنیا کی ہر چیز کا خالق و مالک اور مطلق حکمران ہو۔ اس کے قبضۂ تصرف سے کوئی شے باہر نہ ہو۔ ہر چیز دوامی طور پر اس کی فرمان پذیر اور مطیع حکم ہو اور جو چیز مخلوق ہو خالق نہ ہو۔ مملوک ہو مالک نہ ہو۔ محکوم ہو حاکم نہ ہو۔ وہ کسی طرح الوہیت اور معبودیت کا استحقاق نہیں رکھتی۔ چونکہ زمین و آسمان کی ہر چیز کا مالک۔ خالق حاکم اور متصرف خدا ہی ہے لہٰذا اس کے سوا کوئی

بھی الوہیت کا مستحق نہیں۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ الوہیت و معبودیت کا حق اسی کو پہنچتا ہے جس کے ہاتھ میں نفع یا نقصان پہنچانے کی طاقت ہو۔ انسان کو جس قسم کی بھی نعمت حاصل ہے اور اس کا سرچشمہ ذات خداوندی ہی ہے۔ اس طرح ہر نعمت اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔ پھر جب کوئی تکلیف یا مصیبت پڑتی ہے تو اس حالت میں لوگ سب کو بھول کر اللہ ہی کو پکارتے ہیں اور انجام کار وہی اس تکلیف کو دور کرتا ہے۔ تو جب سب بھلائیاں اور نعمتیں اسی کی طرف سے ہیں اور ہر ایک برائی یا سختی کا دفع کرنا بھی اسی کے قبضہ میں ہے تو دوسرا کون ہے جو اس کی الوہیت میں حصہ دار بن سکے یا جس سے انسان خوف کھائے یا امیدیں باندھے۔ جہاں سختی دور ہوئی منعم حقیقی کو بھلا بیٹھے۔ نہ محسن حقیقی کا احسان مانا' نہ یہ اندیشہ کیا کہ ناشکری کی سزا میں پکڑے جائیں گے یا کفران نعمت' سلب نعمت کا موجب ہو جائے گا۔ گویا خدائے وحدہ لاشریک لہٗ نے جو انعام فرمایا تھا بالکل اس کے انکار پر تل گئے۔ بہتر ہے چند روز کی انہیں مہلت دی جاتی ہے خوب دنیا کے مزے اڑالیں آخر معلوم ہو جائے گا کہ اس مشرکانہ کفران نعمت کی کیسی سزا ملتی ہے۔

فخر المفسرین امام رازیؒ نے ان آیات کی تفسیر کے تحت لکھا ہے کہ آج یکم محرم ۶۰۳ھ کو جب میں اس آیت کی تفسیر لکھ رہا ہوں۔ صبح کے وقت شدید زلزلہ آیا اور لوگ دعا و تضرع میں مصروف ہو گئے لیکن جب زلزلہ ختم ہو گیا تو اسے بھول بھال کر پھر غفلت میں پڑ گئے اور اپنے دھندوں میں لگ گئے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ نفع نقصان پہنچانے کی طاقت صرف خداوند تعالیٰ ہی کو ہے اس لئے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ غیر اللہ سے طمع نہ رکھے نہ خوف بلکہ امید اور خوف تنہا ذات الٰہی کو قرار دے یہ بھی ان آیات سے معلوم ہوا کہ غفلت کفر و شرک اور نافرمانی کے ساتھ دنیا کی نعمتیں اور راحتیں وبال جان ثابت ہوں گی اور آخرت کی دائمی اور غیر متناہی نعمتوں سے محرومی کا باعث ہوں گی۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو توحید کی دولت عطا فرمائی۔ اور تمام نعمتوں سے بڑھ کر ایمان کی دولت نصیب فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اپنی بخشی ہوئی ہر نعمت کا شکر گزار بندہ بنا کر زندہ رکھیں اور اپنی ذات پاک کے نفع و نقصان کا مالک ہونے کا کامل یقین عطا فرمائیں۔

یا اللہ ہم کو آپ ہی کی ذات کا خوف ہو اور آپ ہی سے امید ہو۔ یا اللہ غیروں پر نظر کرنے سے ہمیں بچا لیجئے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے جو احکامات الٰہیہ ہم کو پہنچے ہیں ان پر دل و جان سے ظاہر میں اور باطن میں عمل پیرا ہونے کی توفیق و سعادت نصیب فرمائیے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَيَجْعَلُونَ لِمَا لَا يَعْلَمُونَ نَصِيبًا مِّمَّا رَزَقْنَاهُمْ ۗ تَاللَّهِ لَتُسْأَلُنَّ عَمَّا كُنتُمْ تَفْتَرُونَ ﴿٥٦﴾

اور یہ لوگ ہماری دی ہوئی چیزوں میں سے ان کا حصہ لگاتے ہیں، جن کے متعلق اُن کو کچھ علم نہیں، قسم ہے خدا کی تم سے تمہاری ان افتراء پردازیوں کی ضرور باز پُرس ہوگی۔

وَيَجْعَلُونَ لِلَّهِ الْبَنَاتِ سُبْحَانَهُ ۙ وَلَهُم مَّا يَشْتَهُونَ ﴿٥٧﴾ وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم بِالْأُنثَىٰ

اور اللہ تعالیٰ کیلئے بیٹیاں تجویز کرتے ہیں سبحان اللہ! اور اپنے لئے چاہتی چیز۔ اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی خبر دی جائے تو سارے دن

ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ ﴿٥٨﴾ يَتَوَارَىٰ مِنَ الْقَوْمِ مِن سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ ۚ

اُس کا چہرہ بے رونق رہے اور وہ دل ہی دل میں گھٹتا رہے۔ جس چیز کی اس کو خبر دی گئی ہو اس کی عار سے لوگوں سے چھپا چھپا پھرے (سوچ کہ) آیا

أَيُمْسِكُهُ عَلَىٰ هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ ۗ أَلَا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ﴿٥٩﴾ لِلَّذِينَ

اس کو ذلت پر لئے رہے یا اس کو مٹی میں گاڑ دے، خوب سن لو اُن کی یہ تجویز بہت ہی بُری ہے۔ جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے

لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ ۖ وَلِلَّهِ الْمَثَلُ الْأَعْلَىٰ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٦٠﴾

ان کی بُری حالت ہے اور اللہ تعالیٰ کیلئے تو بڑی اعلیٰ درجہ کی صفات ثابت ہیں اور وہ بڑے زبردست اور حکمت والے ہیں۔

وَ اور	يَجْعَلُونَ وہ مقرر کرتے ہیں	لِمَا اس کیلئے جو	لَا يَعْلَمُونَ وہ نہیں جانتے	نَصِيبًا حصہ	مِمَّا اس سے جو	رَزَقْنَاهُمْ ہم نے انہیں دیا
تَاللَّهِ اللہ کی قسم	لَتُسْأَلُنَّ تم سے ضرور پوچھا جائے گا	عَمَّا اس سے جو	كُنتُمْ تَفْتَرُونَ تم جھوٹ باندھتے ہیں	وَ اور	يَجْعَلُونَ وہ بناتے (ٹھہراتے)	
لِلَّهِ اللہ کیلئے	الْبَنَاتِ بیٹیاں	سُبْحَانَهُ وہ پاک ہے	وَلَهُمْ اور اپنے لئے	مَا جو	يَشْتَهُونَ ان کا دل چاہتا ہے	وَإِذَا اور جب
بُشِّرَ خوشخبری دی جائے	أَحَدُهُمْ ان میں سے کسی کو	بِالْأُنثَىٰ لڑکی کی	ظَلَّ ہو جاتا (پڑ جاتا) ہے	وَجْهُهُ اس کا چہرہ	مُسْوَدًّا سیاہ	وَهُوَ اور وہ
كَظِيمٌ غصہ سے بھر جاتا ہے	يَتَوَارَىٰ چھپتا پھرتا ہے	مِنَ سے	الْقَوْمِ قوم	مِن سے۔ سبب	سُوءِ برائی	مَا جو
بُشِّرَ بِهِ خوشخبری دی گئی جس کی	أَيُمْسِكُهُ یا اس کو رکھے	عَلَىٰ هُونٍ رسوائی کیساتھ	أَمْ یا	يَدُسُّهُ دبا دے (دفن کردے)	فِي التُّرَابِ مٹی میں	أَلَا یاد رکھو
سَاءَ برا ہے	مَا يَحْكُمُونَ جو وہ فیصلہ کرتے ہیں	لِلَّذِينَ جو لوگ	لَا يُؤْمِنُونَ ایمان نہیں رکھتے	بِالْآخِرَةِ آخرت پر	مَثَلُ حال	السَّوْءِ برا
وَلِلَّهِ اور اللہ کیلئے	الْمَثَلُ الْأَعْلَىٰ شان بلند	وَهُوَ اور وہ	الْعَزِيزُ غالب	الْحَكِيمُ حکمت والا		

مشرکین کے شرکیہ اعمال وعقائد

ایام جاہلیت میں مشرکین عرب مختلف دیوتاؤں اور دیویوں کی پرستش کرتے تھے۔ انہوں نے ہر ایک کا فرضی نام بھی رکھ چھوڑا تھا اور کارخانہ قدرت میں دخل دینے کی ایک مخصوص نوعیت بھی ہر ایک کے لئے جدا جدا مقرر کر رکھی تھی۔ کسی کو بارش کی دیوی کہتے کسی کو کھیتی کا دیوتا کسی کو روشنی کا مالک۔ کسی کو حسن و جمال کی مالکہ۔ ان فرضی معبودوں کی اصل حقیقت سے وہ قطعاً ناواقف تھے۔ ان کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ وہ فرضی نام جن کو باپ دادا سے سنتے چلے آئے ہیں کیا ان کی کچھ حقیقت بھی تھی اور ان کا واقعی اقتدار بھی کچھ ہے یا نہیں اور ہے تو کس طرح ہے۔ انہی فرضی معبودوں کے بت بنا رکھے تھے جن کے نام پر بھینٹ چڑھاتے اور نذر و نیاز ان کے سامنے پیش کرتے۔ مال و اولاد اور کھیتیوں

میں سے ان کے حصہ مقرر کرتے۔ کوئی جانور یا کوئی بیٹا ان کے نام سے نامزد کر دیتے۔ ان کے نام پر سانڈ چھوڑ دیتے اور قریش کے قبائل بنوخزاعہ اور بنو کنانہ میں ایک بلا یہ زائد تھی اور ان کا یہ عقیدہ تھا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں جو مختلف کاموں پر مقرر ہیں۔ (العیاذ باللہ) ان نظر نہ آنے والی دیویوں کو کارخانہ قدرت میں دخل ہے جو کچھ چاہتی ہیں کرتی ہیں۔ (استغفر اللہ) ہندوستان کے بعض کفار و مشرکین کا عقیدہ جیسے کالی مائی' بھوانی دیوی' لکشمی دیوی وغیرہ بھی اسی طرح کی خرافات پر مبنی ہے۔

مشرکین کے عقائد و اعمال کا رد

ان آیات میں مشرکین کے انہی عقائد و اعمال کی تردید فرمائی جا رہی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ یہ مشرکین ہماری ان نعمتوں میں جو ہم نے انہیں دے رکھی ہیں ان معبودوں کا بھی حصہ لگاتے ہیں جن کے معبود ہونے پر ان کے پاس کوئی دلیل نہیں۔ یہ جو اپنے کھیت میں مواشی میں تجارت میں اللہ کے سوا کسی دوسرے کی نذر نیاز ٹھہراتے ہیں جنہیں یہ مشرکین جہالت اور بے خبری سے معبود یا مالک نفع و ضرر سمجھتے ہیں حالانکہ ان کی کوئی دلیل یا سند ان کے پاس نہیں۔ پھر شرکاء بھی تجویز کئے گئے تو پتھر کے بت جو ہر قسم کے علم و شعور سے کورے ہیں۔ تو مشرکین کو مخاطب کر کے کہا جاتا ہے کہ قیامت میں ان افترا پردازیوں کی تم سے ضرور باز پرس ہوگی۔ خدا کے دیئے ہوئے مال میں کیا حق تھا کہ دوسروں کو شریک بناؤ۔ عرب کے بعض مشرکین قبائل جو فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے (نعوذ باللہ) ان کا رد فرمایا جاتا ہے کہ اللہ اس سے پاک اور منزہ ہے کہ اس کے لئے اولاد ثابت کی جائے اور وہ بھی بیٹیاں۔ تعجب ہے یہ لوگ حق تعالیٰ کی نسبت ایسی جرأت کس طرح کرتے ہیں۔ خود اپنے لئے بیٹیاں دیئے جانے پر رضامند نہیں جب مانگیں گے بیٹا مانگیں گے۔ ان کی اپنی حالت تو یہ ہے کہ اگر ان میں سے کسی کو خبر دی جائے کہ تیرے گھر میں لڑکی پیدا ہوئی ہے تو نفرت و غم سے تیوری چڑھ جائے اور دن بھر چہرہ ناخوشی سے بے رونق اور دل گھٹتا رہے کہ یہ مصیبت کہاں سے سر آئی۔ رسمی ننگ و عار کے تصور سے کہ لڑکی زندہ رہی تو کسی کو داماد بنانا پڑے گا لوگوں کو منہ دکھانا نہیں چاہتا۔ ادھر ادھر چھپتا پھرتا ہے اور شب و روز ادھیڑ بن میں لگا رہتا ہے اور تجویز میں سوچتا ہے کہ دنیا کی عار قبول کر کے لڑکی کو زندہ رہنے دے یا زمین میں دبا کر ہلاک کر ڈالے عرب میں ایام جاہلیت میں بہت سے سنگدل لڑکیوں کو مار ڈالتے تھے یا زندہ زمین میں گاڑ دیتے تھے۔ اسلام نے اس رسم قبیح کو مٹایا اور ایسے قلع قمع کیا کہ اسلام کے بعد سارے ملک عرب میں اس بے رحمی کی ایک مثال بھی پیش نہیں کی جاسکتی۔ دنیا کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ علاوہ عرب کے اور مشرک قوموں نے بھی اپنی بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر نقص و عیب سے پاک ہے

الغرض مشرکین کی حالت اپنی بیٹیوں کے متعلق بیان کر کے حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ لڑکیوں کے متعلق جو ظالمانہ فیصلہ ان کا تھا اس سے زیادہ برا فیصلہ یہ ہے کہ خدا کے لئے اولاد تجویز کریں۔ پھر اولاد بھی لڑکی جس سے خود یہ مشرکین اتنا گھبراتے ہیں۔ گویا اچھی چیز اپنے لئے اور ناقص چیز خدا کے لئے (العیاذ باللہ) آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ مشرکین جنہیں اپنے ظلم اور گستاخیوں کے انجام پر یقین نہیں بری مثال یا بری صفت و حالت ان ہی کی ہے وہی اولاد کے محتاج ہیں دکھ اور ضعیفی وغیرہ میں کام آنے کے لئے ان کو لڑکوں کا سہارا چاہئے۔ غرض ہر نہج سے بری مثال اور نقص و عیب کی نسبت ان ہی کی طرف ہونی

چاہئے۔حق تعالیٰ کی طرف ان صفات کی نسبت کرنا جومخلوق کا خاصہ ہیں اور معاذ اللہ بیٹے بیٹیاں تجویز کر کے حقیر اور پست مثالیں دینا اس کی شان عظیم اور رفیع کے منافی ہے۔اس کے لئے تو وہی مثالیں اور صفات ثابت کی جاسکتی ہیں جو اعلیٰ سے اعلیٰ اور ہر بلند چیز سے بلند تر ہوں۔اخیر میں فرمایا کہ وہ خداوند زبردست تو ایسا ہے کہ تمہاری گستاخیوں کی سزا ہاتھوں ہاتھ دے سکتا ہے لیکن فوراً سزا دینا اس کی حکمت کے مناسب نہیں لہٰذا مہلت اور ڈھیل دی جاتی ہے کہ اب بھی باز آجائیں۔اور رویہ درست کرلیں۔

معارف ومسائل

مفسرین نے لکھا ہے کہ اول آیت سے یہ مسئلہ مستنبط ہوتا ہے کہ اللہ کے سوا اور کسی کے نام کی نذر بھینٹ یا قربانی یا کوئی جانور چھوڑنا وغیرہ سب حرام ہے۔ہاں نذر و نیاز خدا کے واسطے کی جائے تو اس کا ثواب خواہ اپنے لئے مخصوص کرے یا کسی دوسرے زندہ یا مردہ کو بخش دے یہ جائز ہے اور یہ اس آیت کی ممانعت میں نہیں آتا۔نیز ان آیات کے تحت حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ ان آیات میں اشارہ پایا گیا کہ گھر میں لڑکی پیدا ہونے کو مصیبت و ذلت سمجھنا جائز نہیں۔یہ کفار کا فعل اور ان کی خصلت ہے۔مسلمان کو چاہئے کہ لڑکی پیدا ہونے سے زیادہ خوشی کا اظہار کرے تاکہ اہل جاہلیت کے فعل پر رد ہو جاوے اور ایک حدیث میں ہے کہ وہ عورت مبارک ہوتی ہے جس کے پیٹ سے پہلے لڑکی پیدا ہو۔قرآن کریم کی آیت یَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ یعنی اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بیٹیاں عطا کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بیٹے عطا کرتا ہے۔تو یہاں بھی اناث یعنی بیٹیوں کو مقدم کرنے سے اس کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے کہ پہلے پیٹ سے لڑکی پیدا ہونا افضل ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تبارک وتعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو شرک وکفر سے بچا کر توحید کی دولت عطا فرمائی۔

یا اللہ! ہم کو توحید کی حقیقت نصیب فرما اور اسی پر ہم کو جینا اور مرنا نصیب فرما۔

یا اللہ! جاہلیت کی رسموں سے ہم کو کامل طور پر بچنے کی توفیق عطا فرما اور جملہ احکام الٰہیہ پر ہم کو دل و جان سے ایمان ویقین اور ان پر عمل پیرا ہونا نصیب فرما۔

یا اللہ! اسلام نے تو دنیا سے تمام قبیح رسموں کو مٹایا مگر آج اسلام کا دعویٰ کرنے والوں میں بعض جاہلیت کی باتیں پھر گھس آئی ہیں۔

یا اللہ! ہم کو اسلام حقیقی اپنانا نصیب فرما۔اسی پر جینا اور اسی پر مرنا مقدر فرما اور زندگی کے ہر شعبہ میں جاہلیت کی رسموں سے بچنے اور اتباع سنت اختیار کرنے کی سعادت عطا فرما۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ

اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں پر اُن کے ظلم کے سبب داروگیر فرماتے تو سطح زمین پر کوئی حرکت کرنے والا نہ چھوڑتے لیکن ایک میعادِ معین تک مہلت دے رہے ہیں

مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ

پھر جب اُن کا وقت معین آ پہنچے گا اس وقت ایک ساعت نہ پیچھے ہٹ سکیں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کیلئے وہ امور تجویز کرتے ہیں

مَا يَكْرَهُوْنَ وَتَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ اَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى ۭ لَا جَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ

جن کو خود ناپسند کرتے ہیں اور اپنی زبان سے جھوٹے دعوے کرتے جاتے ہیں کہ اُن کے لئے ہر طرح کی بھلائی ہے، لازمی بات ہے کہ اُن کے لئے دوزخ ہے

وَاَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ ﴿۶۲﴾

اور بے شک وہ لوگ سب سے پہلے بھیجے جاویں گے۔

وَلَوْ اور اگر	يُؤَاخِذُ گرفت کرے	اللّٰهُ اللہ	النَّاسَ لوگ	بِظُلْمِهِمْ ان کے ظلم کے سبب	مَا تَرَكَ نہ چھوڑے وہ	عَلَيْهَا اس (زمین) پر	مِنْ کوئی
دَآبَّةٍ چلنے والا	وَّلٰكِنْ اور لیکن	يُّؤَخِّرُهُمْ وہ ڈھیل دیتا ہے انہیں	اِلٰٓى تک	اَجَلٍ ایک مدت	مُّسَمًّى مقررہ	فَاِذَا پھر جب	جَآءَ آگیا
اَجَلُهُمْ ان کا وقت	لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ نہ پیچھے ہٹیں گے	سَاعَةً ایک گھڑی	وَ اور	لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ نہ آگے بڑھیں گے	وَيَجْعَلُوْنَ اور وہ بناتے (ٹھہراتے ہیں)		
لِلّٰهِ اللہ کیلئے	مَا جو	يَكْرَهُوْنَ وہ اپنے لئے ناپسند کرتے ہیں	وَتَصِفُ اور بیان کرتی ہیں	اَلْسِنَتُهُمُ ان کی زبانیں	الْكَذِبَ جھوٹ	اَنَّ کہ	
لَهُمُ ان کیلئے	الْحُسْنٰى بھلائی	لَا جَرَمَ لازمی بات	اَنَّ کہ	لَهُمُ ان کیلئے	النَّارَ جہنم	وَاَنَّهُمْ اور بیشک وہ	مُّفْرَطُوْنَ آگے بھیجے جائیں گے

اللہ تعالیٰ کا حلم و کرم

گذشتہ آیات میں مشرکین کے عقائد باطلہ اور اقوال فاسدہ بیان کر کے یہ ظاہر فرمایا گیا تھا کہ خدا تعالیٰ زبردست تو ایسا ہے کہ ان مشرکین کی گستاخیوں کی سزا ہاتھوں ہاتھ دے سکتا ہے مگر فوراً دینا اس کی حکمت کے مناسب نہیں لہذا ڈھیل دی جاتی ہے کہ اب بھی باز آجاویں اور اپنی حالت درست کر لیں اسی سلسلہ میں اب یہ بتایا جاتا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ کو لوگوں کی گستاخی اور ناانصافی پر دنیا میں فوراً پکڑنا اور سزا دینا شروع کر دے تو چند گھنٹے میں زمین کی یہ آبادی نہیں رہ سکتی کیونکہ دنیا میں بڑا حصہ ظالموں اور بدکاروں کا ہے اور چھوٹی موٹی خطا قصور سے تو کوئی خالی نہیں ہوگا۔ جب خطا کار اور بدکار فوراً ہلاک کر دیئے گئے تو صرف معصوم انبیاء کے زمین پر بھیجنے کی بھی ضرورت نہیں رہتی بلکہ ان کا ملائکہ معصومین کے ساتھ رہنا زیادہ موزوں ہے۔ جب نیک و بد انسان دونوں زمین پر نہ رہے تو دوسرے حیوانات کا رکھنا بھی بے فائدہ ہوگا کیونکہ وہ سب بنی آدم ہی کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ نیز فرض کیجئے خدا نے انسانوں کے ظلم اور سرکشی پر بارش بند کر دی تو کیا آدمیوں کے ساتھ جانور نہیں مریں گے بہر حال اگر اللہ تعالیٰ بات بات پر دنیا میں گرفت فرمائے اور فوراً سزا دے تو اس دنیا کا سارا قصہ منٹوں میں ختم ہو جائے۔ مگر وہ اپنے علم و حکمت سے ایسا نہیں کرتا بلکہ مجرموں کو توبہ و اصلاح کا موقع دیتا ہے اور وقت موعود تک انہیں ڈھیلا چھوڑتا ہے جب وقت آ پہنچا پھر ایک سیکنڈ ادھر ادھر نہیں ہو سکتا۔

مشرکین کی گستاخیاں

آگے مشرکین کی حالت پھر بیان کی جاتی ہے کہ جو چیزیں بری سمجھ کر اپنے لئے پسند نہیں مثلاً بیٹیاں' یا اپنی ملک میں کسی اجنبی کی شرکت وہ خداوند قدوس کے لئے ثابت کرتے ہیں اور پھر باوجود ایسی گستاخیوں کے زبان پر یہ جھوٹا دعویٰ ہے کہ ہم تو دنیا میں بھی بھلی چیزوں کے لائق ہیں اور اگر آخرت وغیرہ کے قصہ سچ ہوئے تو وہاں بھی خوب چین اڑائیں گے۔ ان گستاخیوں کے ساتھ ایسی باطل آرزوئیں رکھنا ہی اس کی دلیل ہے کہ ان کے لئے کوئی خوبی اور بھلائی تو کیا ہوتی۔ البتہ دوزخ تیار ہے جس کی طرف وہ بڑھائے جا رہے ہیں۔

عذاب الٰہی سے ڈرتے رہو

خلاصہ یہ کہ یہاں اللہ تعالیٰ کے حلم وکرم' لطف ورحم کا بیان ہو رہا ہے کہ بندوں کے گناہ دیکھتا ہے اور پھر بھی انہیں مہلت دیتا ہے اگر فوراً ہی پکڑ لے تو پھر روئے زمین پر کوئی چلتا پھرتا نظر نہ آئے۔

ان آیات کے تحت جو بات خوف کھانے اور ڈرنے کی ہے وہ یہ ہے جیسا کہ مفسرین نے لکھا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ باوجود حلم اور اپنے جود وکرم کے دنیا میں کسی قوم پر عذاب عام نازل کرنا چاہتا ہے تو حدیث میں ہے کہ وہ عذاب ان سب کو پہنچ جاتا ہے جو اس قوم میں موجود ہوں ولیکن قیامت کے دن گنہگار اور بے گناہ ہر ایک اپنی اپنی نیت پر اٹھائے جائیں گے۔ (مسلم) جب ظلم ومعصیت عام ہو جائے تو اللہ کی طرف سے جو عذاب آتا ہے وہ عام ہوتا ہے۔ ظالم اور غیر ظالم سب کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔ ظالم اپنے ظلم کے سبب ہلاک ہوتا ہے اور غیر ظالم ظلم کی نحوست کی وجہ سے ہلاک ہوتے ہیں۔ ظالم کی ہلاکت بطور انتقام ہوتی ہے اور غیر ظالم ظلم کی نحوست کی وجہ سے ہلاک ہوتے ہیں جیسا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد نویں پارہ سورۃ انفال میں ہے۔ وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً (اور ڈرتے رہو اس وبال سے جو خاص انہی لوگوں پر واقع نہ ہوگا جو تم میں سے ظلم کے مرتکب ہوئے ہیں) اس طرح عذاب عام کی لپیٹ میں دنیا میں تو سب اچھے برے آجاتے ہیں مگر قیامت کے دن اپنی اپنی نیتوں کے مطابق قبروں سے اٹھائے جائیں گے۔

(معارف القرآن از حضرت کاندھلویؒ)

اللہ تعالیٰ اپنے جود وکرم سے ہم کو عذاب عام میں گرفتار ہونے سے بچائیں۔ آمین۔

دعا کیجئے

اے اللہ یہ آپ کا کرم اور رحم ہے جو ہم اس روئے زمین پر سانس لے رہے ہیں۔

اے اللہ آپ نے اپنے فضل سے جو ہماری پردہ پوشی دنیا میں فرمائی ہے تو آخرت میں بھی ہمارے عیوب کی ستاری فرمائیں اور اپنی مغفرت سے نواز دیں۔ یا اللہ! ہر طرح کے ظاہری وباطنی فتنہ سے اور اس کے وبال سے ہماری حفاظت فرمایئے۔

یا اللہ! ہم کو ہمہ وقت سچی توبہ واستغفار کرنے کی توفیق عطا فرمایئے اور ہماری توبہ کو اپنی رحمت سے قبول فرماتے ہوئے ہر طرح کے عذاب سے امن عطا فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ

بخدا آپ سے پہلے جو امتیں ہو گذری ہیں، اُن کے پاس بھی ہم نے رسولوں کو بھیجا تھا سو اُن کو بھی شیطان نے اُن کے اعمال مستحسن کر کے دکھلائے پس وہ آج اُن کا رفیق ہے

وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۳﴾ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى اخْتَلَفُوْا فِيْهِ

اور اُن کے واسطے دردناک سزا ہے۔ اور ہم نے آپ پر یہ کتاب صرف اس واسطے نازل کی ہے کہ جن امور میں لوگ اختلاف کر رہے ہیں آپ لوگوں پر اس کو ظاہر فرما دیں

وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۶۴﴾ وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ

اور ایمان والوں کی ہدایت اور رحمت کی غرض سے۔ اور اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی برسایا پھر اُس سے زمین کو اس کے مُردہ ہونے کے بعد زندہ کیا

بَعْدَ مَوْتِهَا اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿۶۵﴾

اس میں ایسے لوگوں کے لئے بڑی دلیل ہے جو سنتے ہیں۔

تَاللّٰهِ اللہ کی قسم	لَقَدْ اَرْسَلْنَا تحقیق ہم نے بھیجے	اِلٰى طرف	اُمَمٍ امتیں	مِنْ قَبْلِكَ تم سے پہلے	فَزَيَّنَ پھر اچھا کر دکھایا	لَهُمْ ان کیلئے		
الشَّيْطٰنُ شیطان	اَعْمَالَهُمْ ان کے اعمال	فَهُوَ پس وہ	وَلِيُّهُمُ ان کا رفیق	الْيَوْمَ آج	وَ اور	لَهُمْ ان کیلئے	عَذَابٌ اَلِيْمٌ عذاب دردناک	
وَمَا اور نہیں	اَنْزَلْنَا اتاری ہم نے	عَلَيْكَ تم پر	الْكِتٰبَ کتاب	اِلَّا مگر	لِتُبَيِّنَ اس لئے کہ تم واضح کر دو	لَهُمْ ان کیلئے	الَّذِى جو۔ جس	
اخْتَلَفُوْا انہوں نے اختلاف کیا	فِيْهِ اس میں	وَهُدًى اور ہدایت	وَرَحْمَةً اور رحمت	لِقَوْمٍ ان لوگوں کیلئے	يُؤْمِنُوْنَ وہ ایمان لائے ہیں			
وَاللّٰهُ اور اللہ	اَنْزَلَ اتارا	مِنَ سے	السَّمَآءِ آسمان	مَآءً پانی	فَاَحْيَا پھر زندہ کیا	بِهِ اس سے	الْاَرْضَ زمین	بَعْدَ بعد
	مَوْتِهَا اس کی موت	اِنَّ بیشک	فِىْ میں	ذٰلِكَ اس	لَاٰيَةً نشانی	لِقَوْمٍ لوگوں کے لئے	يَسْمَعُوْنَ وہ سنتے ہیں	

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی

گذشتہ آیات میں مشرکین عرب اور کفار مکہ کی گستاخیوں اور ان کے لغو اور بیہودہ اقوال کا ذکر فرمایا گیا تھا۔ ان کی ان حرکتوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج پہنچتا تھا اس لئے آگے آپ کی تسلی فرمائی جاتی ہے جس کے ضمن میں اثبات رسالت وحقانیت قرآن کو بھی ظاہر کیا جاتا ہے۔ پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کے کفر و جہالت پر غم نہ کیجئے۔ آپ سے پہلے بھی اقوام اور امتوں کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء بھیجے۔ خیر و شر' نیک و بد' حق و باطل کی انہوں نے تفریق کی۔ مگر جو لوگ شیطانی پھندوں میں گرفتار تھے وہ باغواء شیطانی اپنے غلط اور باطل اعمال کو حق سمجھتے رہے اور ہدایت یاب نہ ہوئے اور وہ لوگ پیغمبروں کی تعلیمات سے غیر متاثر رہ کر اپنی کفریات ہی کو پسند کرتے رہے تو شیطان جس نے اگلوں کو بہکایا تھا وہی ان کفار مکہ کا رفیق بنا ہوا ہے۔ لہٰذا جو حشر ان کا ہوا ان کا بھی یہی ہوگا۔ جو سزا انہیں ملی لامحالہ انہی کی سی سزا یہ بھی پائیں گے۔ آپ ان کے لئے غم و تردد میں نہ پڑیئے اور یہ قرآن اس لئے آپ پر نازل کیا گیا ہے کہ جن سچے اصولوں میں لوگ اختلاف کر رہے ہیں اور جھگڑے ڈال رہے ہیں مثلاً توحید و رسالت قیامت و آخرت' حشر و نشر جزا و سزا احکام حلال و حرام وغیرہ ان سب کو وضاحت اور تحقیق کے ساتھ بیان کر دیں کوئی اشکال اور خفا باقی نہ رہے۔ گویا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بذریعہ قرآن تمام نزاعات کا دو ٹوک فیصلہ سنا دیں

اور بندوں پر خدا کی حجت تمام کر دیں۔ آگے ماننا نہ ماننا خود مخاطبین کا کام ہے۔ جسے توفیق ہوگی قبول کرے گا۔ آپ کو پریشان اور رنجیدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ آپ نے تو کتاب الٰہی کے ذریعہ حق کو باطل سے خیر کو شر سے' صحیح کو غلط سے جدا کر دیا اور اختلاف کی بیخ کنی کردی تو یہ فیصلہ بیان تو سب کے لئے ہے لیکن اس کی ہدایت سے منتفع ہونا اور رحمت الٰہیہ کی آغوش میں آنا اور اس آفتاب ہدایت کی روشنی سے فائدہ اٹھانا صرف انہی کا حصہ ہے جو اس فیصلہ کو صدق دل سے تسلیم کرتے ہیں اور برضا ورغبت ایمان لاتے ہیں یعنی اس قرآنی تعلیم سے فائدہ اٹھانے والا گروہ صرف اہل ایمان کا ہے اس لئے یہ کتاب الٰہی مجسم ہدایت اور پیکر رحمت انہی مومنین کے لئے ثابت ہوگی جو راہ راست پر آنے والے۔ قوانین الٰہیہ پر کاربند رہنے والے اور ضوابط شریعت پر چلنے والے ہیں۔

مومن وکافر کی مثال

مومنین کے لئے قرآن پاک کا رحمت ہونا اور مردہ دلوں کو زندہ کرنے کو ایک مثال سے سمجھایا جاتا ہے کہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے باران رحمت کہ جس سے خشک زمین ہری بھری ہو جاتی ہے گویا مردہ زمین میں جان پڑ جاتی ہے۔ سبزہ اور کھیت لہلہانے لگتے ہیں۔ اسی طرح قرآن سے مردہ روحوں میں جان پڑ جاتی ہے دل میں پاک جذبات پیدا ہونے لگتے ہیں۔ جان بخش ہواؤں کے جھونکے دل و جان کو تر و تازہ رکھتے ہیں۔ اخیر میں اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَۃً لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ یعنی اس میں ایسے لوگوں کے لئے توحید کی بڑی دلیل ہے جو دل سے ان باتوں کو سنتے ہیں فرما کر اس طرف بھی اشارہ فرما دیا کہ جس طرح پانی کو آسمان سے برسا کر زمین کی زندگی کا سبب بنایا اسی طرح قرآن پاک کو آسمان سے نازل فرما کر جاہل مردہ دلوں کی زندگی کا ذریعہ قرار دیا تا کہ دل کے کانوں سے سننے والے زندہ ہو جائیں لیکن جس طرح پتھریلی زمین پانی جذب ہی نہیں کرتی پانی کا ریلا ادھر سے ادھر بہ جاتا ہے اسی طرح کور باطن' غافل دل والے قرآن سے کوئی اثر نہیں لیتے بلکہ جس طرح گندہ اور بدبودار زمین میں پانی برسنے سے مزید تعفن پھیلتا ہے اسی طرح بدباطن کج فہم اور عنادی طبیعت والوں کے دلوں میں قرآن کے سننے سے مزید گمراہی اور بدکاری کی ضد بڑھتی ہے۔

شیطان کی تحریک

ان آیات سے معلوم ہوا کہ شیطانی تحریک اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ ایسی چیزوں کی جو واقعی حسن و زیبائی سے خالی ہیں ظاہری اور عارضی خوشنمائی دے دیتی ہیں۔ چنانچہ جتنے بھی شیطانی اعمال ہیں ان کا جائزہ لے ڈالئے سب میں یہی چیز مشترک ملے گی۔ شرابی کو فوری اور عارضی لذت شراب میں محسوس ہوتی ہے۔ سینما باز سینما میں' جواری کو جوئے میں' وعلیٰ ہذا القیاس اس سے بچنے کا آسان اور موثر طریقہ صرف اپنی عقل اور قوت فکر کا صحیح استعمال ہے اور قرآنی تعلیمات وہدایات سے رہنمائی حاصل کرنے اور ان پر عمل پیرا ہونے میں ہے۔ جہاں انسان نے غور وتامل سے کام لیا اور اشیاء کا اصلی حسن وقبح اس کی نظر میں ظاہر ہونے لگا شیطانی ترغیبات کی کشش بھی اس کے لئے از خود مفقود ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ شیطانی مکر وفریب سے ہماری حفاظت فرمائیں۔ اور ہر حال میں ہم کو اپنی اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری نصیب فرمائیں۔ آمین۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ شیطانی ترغیبات وتحریکات سے ہماری کامل طور پر حفاظت فرمائیں اور اس قرآن پاک کے ذریعہ سے ہمارے قلوب کو ہدایت ورحمت نصیب فرماویں اور ہمارے مردہ دلوں کو قرآن پاک سے زندگی عطا فرماویں اور اس کی ظاہر میں اور باطن میں ہم کو پابندی اور اتباع نصیب فرماویں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۚ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا

اور (نیز) تمہارے لئے مواشی میں بھی غور درکار ہے، اُن کے پیٹ میں جو گوبر اور خون ہے اس کے درمیان میں سے صاف اور گلے میں آسانی سے اترنے

خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ ﴿۶۶﴾ وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ

والا دودھ ہم تم کو پینے کو دیتے ہیں، اور کھجور اور انگوروں کے پھلوں سے تم لوگ نشہ کی چیز اور عمدہ کھانے کی چیزیں بناتے ہو،

سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾

بے شک اس میں اُن لوگوں کے لئے بڑی دلیل ہے جو عقل رکھتے ہیں۔

وَاِنَّ اور بیشک	لَكُمْ تمہارے لئے	فِيْ میں	الْاَنْعَامِ چوپائے	لَعِبْرَةً البتہ عبرت	نُسْقِيْكُمْ ہم پلاتے ہیں تم کو	مِمَّا اس سے جو	فِيْ میں	
بُطُوْنِهٖ ان کے پیٹ	مِنْ بَيْنِ درمیان سے	فَرْثٍ گوبر	وَدَمٍ اور خون	لَبَنًا دودھ	خَالِصًا خالص	سَآئِغًا خوشگوار		
لِلشّٰرِبِيْنَ پینے والوں کیلئے	وَمِنْ سے	ثَمَرٰتِ پھل	النَّخِيْلِ کھجور	وَالْاَعْنَابِ اور انگور	تَتَّخِذُوْنَ تم بناتے ہو	مِنْهُ اس سے		
سَكَرًا شراب	وَّرِزْقًا اور رزق	حَسَنًا اچھا	اِنَّ بیشک	فِيْ میں	ذٰلِكَ اس	لَاٰيَةً نشانی	لِّقَوْمٍ لوگوں کیلئے	يَّعْقِلُوْنَ عقل رکھتے ہیں

ربوبیت الٰہیہ کی بخشائشیں دودھ وغیرہ

ان آیات میں ربوبیت الٰہی کی بخشائشوں اور اس کی صنعت و حکمت کی کرشمہ سازیوں پر توجہ دلائی جاتی ہے جس میں توحید اور صفات باری تعالیٰ کا کامل ثبوت ہے۔ اور وہ دلائل موجود ہیں کہ جن سے خدا تعالیٰ کا وجود اور اس کا وحدہ لاشریک ہونا اور ہر چیز کا اس کے دست قدرت میں ہونا ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ ان آیات میں بھیڑ بکری، گائے بھینس وغیرہ کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے کہ یہ بھی اپنے خالق کی قدرت وحکمت کی نشانیاں ہیں اور وہ اس طرح کہ یہ جانور جو گھاس چارہ کھاتے ہیں تو غذا پیٹ میں پہنچ کر تین چیزوں میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ قدرت نے ان حیوانات کے جسم کے اندرونی حصہ میں ایسی مشین لگا دی ہے جو غذا کے کچھ اجزاء کو تحلیل کر کے فضلہ یعنی گوبر و مینگنی کی شکل میں باہر پھینک دیتی ہے اور کچھ اجزاء کو خون بنا کر رگوں اور نسوں میں پھیلا دیتی ہے جو ان کی حیات اور بقا کا سبب بنتا ہے اور اسی مادہ میں سے جس کے بعض اجزاء گوبر اور بعض خون بن گئے ان دو گندی چیزوں کے درمیان ایک تیسری چیز دودھ تیار کرتی ہے جو نہایت پاک طیب اور خوشگوار چیز ہے۔ تو غور کا مقام ہے کہ جانور کے پیٹ کے اندر جہاں گندی چیزیں گوبر اور خون وغیرہ پیدا ہوتے ہیں وہیں سے دودھ جیسی پاکیزہ اور نفیس نعمت انسان کے لئے تیار ہوتی ہے اور اس طرح کہ نہ اس کی سفیدی میں فرق آئے نہ حلاوت میں نہ مزہ میں۔ معدے میں غذا پہنچی وہاں سے خون رگوں کی طرف دوڑ گیا۔ پیشاب نے مثانہ کا راستہ پکڑا گوبر اپنے مخرج کی طرف جمع ہوا۔ نہ ایک دوسرے سے ملے نہ ایک دوسرے کو بدلے۔ گویا ایک ہی کارخانہ میں ایک ہی مادہ سے ایک طرف تو غلاظت بنتی اور نکلتی رہتی ہے۔ دوسری طرف ایک ایسا جوہر غذا ولذت بھی بنتا اور نکلتا ہے جو پینے والے کے حلق میں آرام گلے سے اتر جائے۔ اور تیسری طرف خون بنتا ہے تو وہ کون ہے جس کی حکمت نے یہ عجیب وغریب کارخانہ یا مشین بنائی۔ کیا یہ ایک کھلی ہوئی دلیل کسی صناع اعظم اور حکیم وقدیر رب العالمین کے وجود پر نہیں۔ جانوروں کے گوبر اور خون کے درمیان سے صاف شفاف دودھ نکلنے کے متعلق حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ جانور جو گھاس کھاتا ہے جب وہ اس کے معدہ میں جمع ہو جاتی ہے تو معدہ اس کو پکاتا ہے معدہ کے اس عمل سے غذا کا فضلہ علیحدہ ہو کر نیچے بیٹھ

جاتا ہے اوپر دودھ ہوتا ہے اور اس کے اوپر خون' پھر قدرت نے یہ کام جگر کے سپرد کیا ہے کہ ان تینوں قسموں کو الگ الگ ان کے مقامات میں تقسیم کر دیتا ہے خون کو الگ کر کے رگوں میں منتقل کر دیتا ہے۔ دودھ کو الگ کر کے جانوروں کے تھنوں میں پہنچا دیتا ہے اب صرف فضلہ باقی رہ جاتا ہے جو گوبر کی صورت میں علیحدہ نکلتا ہے۔

پھر انسانی غذا میں دودھ سے بہتر کوئی دوسری غذا نہیں۔ اسی لئے قدرت نے ہر انسان وحیوان کی پہلی غذا دودھ ہی بنائی ہے جو ماں کی چھاتیوں سے اسے ملتی ہے۔ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب دودھ پیو تو یہ دعا کرو۔ **اللھم بارک لنافیه وزدنامنه** یعنی اے اللہ ہمارے لئے اس میں برکت دیجئے اور زیادہ عطا فرمائیے۔ اور فرمایا کہ جب تم کوئی کھانا کھاؤ تو یہ کہو **اللھم بارک لنا فیه و اطعمنا خیرامنه** یعنی اے اللہ اس میں ہمارے لئے برکت عطا فرما اور آئندہ اس سے اچھا کھانا نصیب فرما۔

پھل اور میوے

اس نعمت کے بیان کیساتھ ہی دوسری نعمت بیان ہوئی کہ اللہ نے طرح طرح کے میوے اور پھل پیدا کئے جن میں نہایت لطیف' خوش مزہ انگور و کھجور بھی ہیں۔ یہ پھل مٹی پانی اور ہوا سے پیدا ہوتے ہیں۔ ان میں سے کچھ تو ویسے ہی کھا لئے جاتے ہیں اور کچھ شراب' شربت' سرکہ وغیرہ بنانے کے کام میں آتے ہیں۔ ان کے عرق سے نشہ کی چیز بنا لیتے ہیں اور اچھی اور جائز غذائیں بھی ان سے بنتی ہیں تو غور کرو کہ ان کا مادہ اصل میں کیا تھا اور پھر خدا تعالیٰ نے اس کو کیا بنا دیا۔ تم ایک خشک گٹھلی مٹی میں دبا دیتے ہو۔ مٹی وہی گٹھلی ان نعمتوں کی شکل میں تمہیں واپس دے دیتی ہے۔ تو وہ کون ہے جس کی ربوبیت اور حکمت وقدرت مٹی کے ذروں سے یہ خوش ذائقہ اور غذائیت کے خزانہ اگلوا رہی ہے؟ جن لوگوں کو عقل کا حصہ دیا گیا ہے وہ خدا کی قدرت وعظمت کو ان چیزوں اور نعمتوں سے بھی پہچان سکتے ہیں۔

ایک اہم تنبیہ

یہاں مفسرین نے ایک تنبیہ لکھی ہے کہ یہ آیات مکی ہیں اور شراب مکہ میں حرام نہ ہوئی تھی۔ پینے والے اس وقت تک بے تکلف پیتے تھے۔ ہجرت کے بعد مدینہ میں شراب کی حرمت کے احکام نازل ہوئے پھر یہاں خطاب صرف مومنین کو نہیں بلکہ مشرکین وکفار مکہ کو بھی ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے بطور انعام واحسان کے اس جگہ نشہ آور چیز یعنی شراب کا تذکرہ فرمایا ہے مگر ایک لطیف اشارہ جیسا کہ مفسرین نے لکھا ہے یہاں اس آیت میں بھی شراب کی حرمت کی طرف موجود ہے۔ کیونکہ یہاں سکر یعنی نشہ آور چیز کو وَرِزْقًا حَسَنًا یعنی اچھی پاکیزہ روزی کے مقابلہ میں ذکر فرمایا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شراب اچھی اور پاکیزہ روزی نہیں اور یہی معنی حرام کے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس امت پر خاص عنایت فرمائی کہ ان کی عقلوں کی حفاظت کیلئے شراب کو صاف صاف اور صریحاً حرام قرار دے دیا۔

خلاصۂ آیات

الغرض بتلانا یہ مقصود ہے کہ ہر خاص وعام کو خواہ مومن ہو یا مشرک وکافر کہ یہ سب خدا کی قدرت کا کرشمہ ہے کہ شکم حیوان سے جو خون اور گوبر کا منبع ہے اس سے خالص دودھ نکلتا ہے اور اس عمدہ غذا سے تم کو سیراب کرتا ہے۔ جس میں نہ خون کی رنگت ہے نہ گوبر کی بدبو جس سے خدا تعالیٰ کی کمال قدرت کا ظہور ہوتا ہے کہ دو ناپاک اور بدبودار چیزوں کے درمیان سے کیسی عمدہ اور لذیذ غذا پیدا فرما دی۔ یہ صنعت سوائے خداوند قدیر کے کون کر سکتا ہے پس جس نے تمہارے لئے یہ نعمت پیدا کی اسی کا احسان مانو اور اسی کی پرستش کرو۔

یہاں ان چیزوں کے ذکر سے مقصود یہ ہے کہ جتنی نعمتیں ہیں وہ سب خدا کی پیدا کی ہوئی ہیں۔ پھر تعجب ہے کہ آدمی کس طرح منعم حقیقی کے احسانات بھلا کر دوسروں کا غلام بن جاتا ہے۔ گویا تعلیم توحید کے ساتھ شرک کے رد کی طرف بھی اشارہ فرما دیا۔ نیز ان آیات سے معلوم ہوا کہ لذیذ اور شیریں کھانے پینے کا استعمال زہد کے خلاف نہیں ہے جبکہ اس کو حلال طریقہ سے حاصل کیا گیا ہو اور اس میں اسراف وفضول خرچی نہ کی گئی ہو۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِىْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ ﴿۶۸﴾

اور آپ کے رب نے شہد کی مکھی کے جی میں یہ بات ڈالی کہ تو پہاڑوں میں گھر بنالے اور درختوں میں اور لوگ جو عمارتیں بناتے ہیں اُن میں

ثُمَّ كُلِىْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِىْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ؕ يَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ

پھر ہر قسم کے پھلوں سے چوستی پھر۔ پھر اپنے رب کے راستوں میں چل جو آسان ہیں اُس کے پیٹ میں سے پینے کی ایک چیز نکلتی ہے جس کی رنگتیں

مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۶۹﴾

مختلف ہوتی ہیں کہ اُس میں لوگوں کے لئے شفاء ہے، اس میں ان لوگوں کے لئے بڑی دلیل ہے، جو سوچتے ہیں۔

وَاَوْحٰى اور الہام کیا	رَبُّكَ تمہارا رب	اِلَى طرف	النَّحْلِ شہد کی مکھی	اَنِ کہ	اتَّخِذِىْ تو بنالے	مِنَ سے	الْجِبَالِ پہاڑ	بُيُوْتًا گھر	وَّمِنَ اور میں
الشَّجَرِ درخت	وَمِمَّا اس سے جو	يَعْرِشُوْنَ چھتریاں بناتے ہیں	ثُمَّ پھر	كُلِىْ کھا	مِنْ سے	كُلِّ الثَّمَرٰتِ ہر قسم کے پھل	فَاسْلُكِىْ پھر چل		
سُبُلَ راستے	رَبِّكِ اپنا رب	ذُلُلًا نرم وہموار	يَخْرُجُ نکلتی ہے	مِنْ سے	بُطُوْنِهَا ان کے پیٹ	شَرَابٌ پینے کی ایک چیز	مُّخْتَلِفٌ مختلف	اَلْوَانُهٗ اسکے رنگ	
فِيْهِ اس میں	شِفَآءٌ شفا	لِّلنَّاسِ لوگوں کیلئے	اِنَّ بیشک	فِىْ میں	ذٰلِكَ اس	لَاٰيَةً نشانی	لِّقَوْمٍ لوگوں کیلئے	يَّتَفَكَّرُوْنَ سوچتے ہیں	

شہد کی تیاری

گذشتہ آیات میں پہلے کتاب اللہ کے نازل ہونے کی مناسبت سے آسمان سے پانی اتارنے کا ذکر فرمایا تھا پھر پانی کی مناسبت سے دودھ کا تذکرہ فرمایا۔ پھر پھلوں کے رس سے شراب و شربت اور سرکہ وغیرہ بنانے کا تذکرہ ہوا۔ گویا مشروبات کی تین قسم یعنی پانی، دودھ شراب کا تذکرہ ہوا۔ ۲۶ ویں پارہ سورۂ محمد دوسرے رکوع میں جنت میں مشروبات کی چار قسم بیان ہوئی ہیں۔ پانی، دودھ، شراب و شہد۔ تو یہاں تین قسم یعنی پانی، دودھ و شراب کا تذکرہ فرما کر اب چوتھی قسم یعنی شہد کا تذکرہ فرمایا جاتا ہے اور اس سے توحید اور قدرت خداوندی پر استدلال کیا جاتا ہے۔

شہد مہال کی مکھی سے پیدا ہوتا ہے۔ مہال کی مکھی مختلف پھلوں اور پھولوں سے رس چوس کر ہضم کرتی ہے اس کے معدہ میں یہی رس ہضم ہو کر شہد کی شکل میں خارج ہوتا ہے۔ اب ذرا اللہ تعالیٰ کی قدرت پر غور کرنا چاہئے کہ شہد کے چھتے میں تمہارے لئے شب و روز کس طرح شہد تیار ہوتا رہتا ہے۔ تم دنیا کے سارے پھول اور پھل جمع کر کے چاہو کہ شہد کا ایک قطرہ بنا لو تو کبھی نہ بنا سکو گے لیکن ایک چھوٹی سی مکھی بناتی رہتی ہے اور اس نظم وضبط، محنت واستقلال، ترتیب وتناسب، اجتماع واشتراک اور یکسانیت و ہم آہنگی کے ساتھ بناتی رہتی کہ اس کی ہر بات ہماری عقل کو درماندہ کر دینے والی ہے۔ سب سے پہلے قدرت خداوندی نے شہد کی مکھی کو فطری طور پر یہ بات تعلیم کی کہ وہ پہاڑوں میں درختوں میں اونچے مکانوں میں چھتوں میں اور دوسرے بلند مقام میں اپنا گھر بنائے تاکہ زمین سے جو بخارات خارج ہوتے رہتے ہیں وہ شہد کو خراب نہ کر سکیں۔ پھر گھر بھی بنائے تو کس کاریگری اور باریک صنعت اور کیسے خوبصورت اور ہندسی پیمانہ کے موافق کہ کوئی بڑے سے بڑا انجینئر بھی ان کی پیمائش میں فرق ثابت نہیں کر سکتا۔ ساری مکھیاں ایک بڑی مکھی کے ماتحت رہ کر پوری فرمانبرداری کے ساتھ کام کرتی ہیں۔ ان کے سردار کو یعسوب

کہا جاتا ہے جس کے ساتھ مکھیوں کا جلوس چلتا ہے جب کسی جگہ مکان بناتی ہیں تو سب خانے مسدس کی شکل پر ہوتے ہیں اور بغیر کسی مسطر اور پرکار کے اس قدر صحیح ٹھیک ایک ہی شکل پر تمام خانوں کو رکھتی ہیں کہ آدمی کو حیرت زدہ کر دیتا ہے پھر ان مکھیوں کو ہر قسم کے پھلوں اور پھولوں سے رس چوسنے کی تعلیم دی گئی۔ غور کا مقام ہے کہ پھل مختلف خاصیت اور مختلف ذائقہ کے ہوتے ہیں کوئی خوشگوار کوئی ناگوار کوئی شیریں کوئی تلخ لیکن شہد کی مکھی خوشگوار پھلوں کا شیریں عرق ہی چوستی ہے اور شہد کا جو رنگ مقرر ہے سفید، سرخ یا زرد اس میں کوئی فرق نہیں آتا۔ اس کے بعد چھتے کے اندر آنے جانے کے جو راستہ مقرر ہیں انہی میں سے داخل ہونے اور نکلنے کا القا ہوا۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ جو راستہ اندر داخل ہونے کا ہے اس سے مکھی باہر آئے یا نکلنے کے راستہ سے اندر داخل ہو۔ پھر کچھ مکھیاں بطور خادم چھتہ کے دروازوں پر مقرر ہوتی ہیں جو داخل ہونے والی ہر مکھی کو سونگھ کر اندر گھسنے دیتی ہیں۔ اگر کسی گندی چیز پر بیٹھ کر مکھی رس چوس کر آتی ہے تو اس کو مار کر نکال دیتی ہیں اندر داخل ہونے نہیں دیتیں۔ یہ سب کچھ القا فطری ہے۔ ان تمام تیاریوں کے بعد شہد بنتا ہے۔

شہد کی خصوصیات وفضائل

شہد کا رنگ مختلف ہوتا ہے۔ سفید، سرخ، زرد کہتے ہیں کہ رنگوں کا اختلاف موسم، غذا اور مکھی کی عمر کے اختلاف سے پیدا ہوتا ہے۔ لکھا ہے کہ نوجوان مکھی سے سفید اور کامل جوان سے زرد اور بوڑھی سے سرخ شہد پیدا ہوتا ہے۔ پھر بہت سی بیماریوں میں یہ شہد خالص یا کسی دوسری دوا میں شامل کر کے دیا جاتا ہے جو باذن اللہ مریضوں کی شفایابی کا ذریعہ بنتا ہے۔ حدیث صحیح میں ہے کہ ایک شخص کو دست آ رہے تھے ان کے بھائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے آپؐ نے شہد پلانے کی رائے دی۔ شہد پینے کے بعد اسہال میں ترقی ہوگئی انہوں نے پھر حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضرت دست زیادہ آنے لگے تو آپؐ نے فرمایا صدق اللہ و کذب بطن اخیک (اللہ سچا ہے اور تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے) پھر شہد پلاؤ۔ دوبارہ پلانے سے بھی وہی کیفیت ہوئی۔ آپ نے پھر وہی فرمایا۔ آخر تیسری مرتبہ پلانے سے دست بند ہوگئے اور طبیعت صاف ہوگئی۔

قدرت الٰہی کی نشانی

یہاں جو قرآن میں فرمایا ہے فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ کہ اس میں لوگوں کے لئے شفا ہے یہ باعتبار بعض امراض کے ہے۔ رہی یہ بات کہ یہ خاصیت تو اکثر ادویہ میں ہے کہ بعض امراض کے لئے نافع ہے تو پھر شہد کی کیا خصوصیت ہوئی تو وجہ اس کی یہ ہے کہ مکھی شہد کی ایک زہری جانور ہے چنانچہ اس کے کاٹنے سے سخت تکلیف کا ہونا اس کی ظاہر دلیل ہے پس ایسے زہریلے جسم سے تریاق وشفا کا پیدا کرنا یہ قدرت خداوندی ہے۔ اخیر میں فرمایا کہ اس کے اندر بڑی نشانی ہے توحید الٰہی اور قدرت خداوندی کی ان لوگوں کے لئے جو غور وفکر سے کام لیتے ہیں کہ مکھی جیسی بے طاقت اور حقیر چیز کا تمہارے لئے شہد بنانا یہ غور و فکر کرنے والوں کے لئے اللہ کی عظمت و خالقیت کی بڑی نشانیاں ہیں۔ اسی سے لوگ اپنے خدا کے قادر، حکیم، علیم، کریم و رحیم ہونے پر دلیل حاصل کر سکتے ہیں۔

فوائد

(۱) ایک یہ کہ ان آیات سے معلوم ہوا کہ عقل و شعور انسانوں کے علاوہ دوسرے جانداروں میں بھی ہے البتہ عقل کے درجات مختلف ہیں۔ انسانوں کی عقل تمام ذی حیات اشیاء کی عقول سے زیادہ کامل ہے اسی وجہ سے وہ احکام شرعیہ کا مکلف ہے اور یہی وجہ ہے کہ اگر جنون کی وجہ سے انسان کی عقل میں

فطور آ جائے تو دوسری مخلوقات کی طرح وہ بھی مکلف نہیں رہتا۔

(۲) شہد کی مکھی کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس کی فضیلت میں حدیث وارد ہوئی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

ترجمہ ''دوسرے ایذا رساں جانداروں کی طرح مکھیوں کی بھی تمام قسمیں جہنم میں جائیں گی جو وہاں جہنمیوں پر بطور عذاب مسلط کر دی جائیں گی مگر شہد کی مکھی جہنم میں نہیں جائے گی۔(نوادر الاصول بحوالہ قرطبیؒ)

نیز ایک اور حدیث میں آپ نے اس کو مارنے سے منع فرمایا ہے۔(ابوداؤد)

(۳) فِیْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دوا سے مرض کا علاج کرنا جائز ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بطور انعام ذکر کیا ہے۔ ارشاد خداوندی فِیْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ کہ اس میں بہت سی بیماریوں کے لئے شفاء ہے۔ اس پر بعض اللہ کے اہل یقین اور اہل دل بندے وہ بھی ہیں جن کو شہد کے کسی بھی مرض کے لئے شفاء ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ ان کو اپنے رب کے قول کے اس ظاہر ہی پر اس قدر مستحکم یقین اور مضبوط اعتقاد ہے کہ وہ پھوڑے اور آنکھ کا علاج بھی شہد سے کرتے ہیں اور جسم کے دوسرے امراض کا بھی۔ حضرت ابن عمرؓ کے متعلق روایات میں ہے کہ ان کے بدن پر اگر پھوڑا بھی نکل آتا تو اس پر شہد کا لیپ کر کے علاج کرتے۔ بعض لوگوں نے ان سے اس کی وجہ پوچھی تو جواب میں فرمایا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس کے متعلق یہ نہیں فرمایا کہ فِیْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ بات یہ ہے کہ حق تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتے ہیں جیسا ان بندوں کا اپنے رب کے متعلق اعتقاد اور حسن ظن ہوتا ہے۔ حدیث قدسی میں ارشاد ہے۔ انا عندظن عبدی بی یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ بندہ جو کچھ مجھ سے گمان رکھتا ہے میں اس کے پاس ہوتا ہوں یعنی اس کے مطابق کر دیتا ہوں۔ حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے اوپر دو شفاؤں کو لازم پکڑو۔ یعنی شہد اور قرآن۔ اور ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ علی الصبح ہر روز تین انگلیاں شہد کی چاٹ لیا کرو۔ اللہ تعالیٰ اپنے کلام پر اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر ہمیں بھی یقین کامل نصیب فرمائیں۔ مگر اس وقت روحانیت کی کمی اور مادیت کی ترقی نے ہمارے ایمان و یقین کو کمزور بنا رکھا ہے اور ایک حکیم و ڈاکٹر کے قول پر جتنا ہمارا اعتماد ہوتا ہے اتنا اللہ اور اس کے ارشاد پر نہیں۔ الا ماشاء اللہ۔

دعا کیجئے

یا اللہ! اپنی شب و روز کی نعمتوں پر ہم کو غور و فکر کی توفیق عطا فرما اور اپنی نعمتوں پر حقیقی شکر گزاری کی سعادت نصیب فرما۔

یا اللہ! اپنے کلام کی عظمت و توقیر ہم کو نصیب فرما اور ہمارے دلوں میں اپنے کلام پر یقین کامل نصیب فرما اور ہماری توحید کو مضبوط اور خالص بنا۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰىكُمْ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ

اور اللہ تعالیٰ نے تم کو پیدا کیا پھر تمہاری جان قبض کرتا ہے اور بعض تم میں وہ ہیں جو ناکارہ عمر تک پہنچائے جاتے ہیں جس کا یہ اثر ہوتا ہے کہ ایک چیز سے

عِلْمٍ شَيْـًٔا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ﴿٧٠﴾ وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰي بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ ۚ

باخبر ہو کر پھر بے خبر ہو جاتا ہے، بیشک اللہ تعالیٰ بڑے علم والے بڑی قدرت والے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے تم میں بعضوں کو بعضوں پر رزق میں فضیلت دی ہے،

فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَاۗدِّيْ رِزْقِهِمْ عَلٰي مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَاۗءٌ ۭ اَفَبِنِعْمَةِ

سو جن لوگوں کو فضیلت دی گئی ہے وہ اپنے حصہ کا مال اپنے غلاموں کو اس طرح کبھی دینے والے نہیں کہ وہ سب اس میں برابر ہو جائیں، کیا پھر بھی

اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿٧١﴾

خدائے تعالیٰ کی نعمت کا انکار کرتے ہیں۔

وَاللّٰهُ اور اللہ	خَلَقَكُمْ پیدا کیا تمہیں	ثُمَّ پھر	يَتَوَفّٰىكُمْ وہ موت دیتا ہے تمہیں	وَمِنْكُمْ اور تم میں سے بعض	مَّنْ جو	يُّرَدُّ اِلٰٓى لوٹایا (پہنچایا) جاتا ہے طرف			
اَرْذَلِ الْعُمُرِ ناکارہ۔ ناقص عمر	لِكَيْ تاکہ	لَا يَعْلَمَ وہ بے علم ہو جائے	بَعْدَ بعد	عِلْمٍ علم	شَيْـًٔا کچھ	اِنَّ بیشک	اللّٰهَ اللہ	عَلِيْمٌ جاننے والا	
قَدِيْرٌ قدرت والا	وَاللّٰهُ اور اللہ	فَضَّلَ فضیلت دی	بَعْضَكُمْ تم میں سے بعض	عَلٰي پر	بَعْضٍ بعض	فِي میں	الرِّزْقِ رزق	فَمَا پس نہیں	
الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	فُضِّلُوْا فضیلت دیے گئے	بِرَاۗدِّيْ لوٹا دینے والے	رِزْقِهِمْ اپنا رزق	عَلٰي پر۔ کو	مَا مَلَكَتْ جو مالک ہوئے	اَيْمَانُهُمْ انکے ہاتھ			
	فَهُمْ پس وہ	فِيْهِ اس میں	سَوَاۗءٌ برابر	اَفَبِنِعْمَةِ پس۔ کیا۔ نعمت سے	اللّٰهِ اللہ	يَجْحَدُوْنَ وہ انکار کرتے ہیں			

انسان کے حالات سے
توحید وقدرت خداوندی پر استدلال

انسان کو پیدا کرنے موت دینے اور بعض کو بہت بوڑھا ناکارہ بنا دینے کا سارا کام صرف اسی خالق اکبر حق تعالیٰ ہی کا ہے۔ کوئی اس میں اس کا شریک وسہیم نہیں۔ یہ نہیں کہ پیدائش کا دیوتا کوئی اور، موت کا کوئی اور زندہ رکھنے کا کوئی اور۔ انسان کو متنبہ فرمایا جاتا ہے کہ خود اپنے اندرونی حالات میں غور کرے کہ وہ کچھ نہ تھا۔ خدا نے وجود بخشا۔ پھر موت بھیجی اور دی ہوئی زندگی واپس لے لی یہ کچھ نہ کر سکا اور بعضوں کو موت سے پہلے ہی پیرانہ سالی کے ایسے درجہ میں پہنچا دیا کہ ہوش وحواس ٹھکانے نہ رہے۔ نہ ہاتھ پاؤں میں طاقت رہی۔ بالکل نکما ہو گیا۔ نہ کوئی بات سمجھتا ہے نہ سمجھی ہوئی بات یاد رکھتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ علم وقدرت اسی خالق و مالک کے خزانہ میں ہے۔ جب اور جس قدر چاہے دے اور جب چاہے واپس کر لے۔ بعض اہل علم نے انسانی عمر کے چار حصہ کئے ہیں۔ پہلا حصہ ۳۳ برس تک کا ہے۔ یہ سن بڑھوتری اور جسمانی ترقی کا ہوتا ہے پھر ۳۳ سے ۴۰ تک دوسرا حصہ یہ وقوف کا سن ہے۔ اس میں نہ ترقی ہوتی ہے نہ تنزل مگر عقل کامل ہو جاتی ہے۔ تیسرا حصہ ۴۰ سے ۶۰ تک کا ہے۔ یہ بڑھاپے کا زمانہ ہے۔ اس میں انحطاط اور قوت کا زوال ہونے لگتا ہے مگر آہستہ آہستہ۔ افعال جسمانی ودماغی سے انسان مجبور نہیں ہوتا۔ چوتھا حصہ ۶۰ سے اوپر کا ہے اور یہی ارذل العمر کہلاتا ہے جس کو یہاں آیت میں بیان فرمایا گیا ہے۔ جس میں انسان کے تمام جسمانی ودماغی قویٰ مختل ہو جاتے ہیں۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اس عمر سے پناہ مانگتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اللھم انی اعوذبک من سوء العمر اور ایک روایت میں ہے۔ اللھم انی

اعوذبک من ان اردالیٰ ارذل العمر یعنی یا اللہ میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں بری عمر سے اور پناہ مانگتا ہوں ارذل العمر سے۔ یعنی پیرانہ سالی کے ایسے انتہائی درجہ میں پہنچنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی جس میں نہ قوت جسمانیہ رہتی ہے نہ قوت عقلیہ جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ آدمی ایک چیز سے باخبر ہو کر پھر بے خبر ہو جاتا ہے وہ تمام معلومات بھول کر بالکل بچے کے مانند ہو جاتا ہے۔ جس کو نہ علم و خبر نہ فہم و فراست۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت و فضل و کرم سے ایسی ناکارہ کر دینے والی پیرانہ سالی سے ہم کو محفوظ فرمائیں۔ حضرت عکرمہؓ فرماتے ہیں کہ قرآن کی تلاوت کرنے والے کی یہ حالت نہ ہوگی۔ یا اللہ ہم کو دائمی توفیق تلاوت قرآن کی نصیب فرما اور مرتے دم تک اس کی برکتیں ورحمتیں عطا فرما۔ آمین۔

الغرض انسان کو اپنی پیدائش اور موت اور بڑھاپے پر غور کرنے کو فرمایا گیا کہ اس میں کس طرح خدا کی عظیم الشان قدرت اور بے مثال حکمت نظر آتی ہے۔

معاشی حالات کے تفاوت پر غور کی دعوت

آگے ایک دوسری بات کی طرف متوجہ فرمایا جا رہا ہے کہ انسانوں میں کوئی غنی ہے کوئی فقیر اور یہ بھی حق تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔ اگر یہ بات عقل و علم پر موقوف ہوتی تو کوئی بدعقل اور جاہل مالدار نہ ہوتا اور عالم و دانا مفلس و فقیر نہ ہوتا حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہے حق تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے کسی کو مالدار اور با اقتدار بنایا جس کے ہاتھ تلے بہت سے غلام نوکر چاکر ہیں کسی کو غریب بنایا جس کے سر پر کوئی مالک اور آقا ہوتا ہے۔ تو عام طور پر اس کو اہل کفر گوارا نہیں کرتے کہ اپنی دولت و عزت اور کھانے پہننے میں اپنے غلاموں اور زیردستوں کو برابر کا شریک کر لیں۔ اس لئے یہاں بطور الزام مشرکوں سے فرمایا جاتا ہے کہ جب مالک اور مملوک میں اور آقا اور غلام میں تمہارے نزدیک بھی مساوات ممکن نہیں اور تم خود اس کو گوارا نہیں کرتے تو پھر بھلا اللہ کے زیردست بندوں کو اس کا شریک کس قاعدہ سے قرار دیتے ہو؟ یہ تو اللہ کے احسان کا صریحی انکار ہے کہ روزی تو دے خدا اور اس کے ساتھ برابر کا حق دار سمجھو دوسروں کو گویا یہاں بھی اثبات توحید کے ساتھ شرک کی برائی اور مذمت اور اس کا باطل ہونا سمجھایا گیا۔

اس آیت سے اس حقیقت پر پوری طرح روشنی پڑ گئی کہ مال و دولت میں عدم مساوات فطری و طبعی ہے۔ اور تقسیم دولت میں مساوات کا دعویٰ بجائے خود بے بنیاد اور خلاف فطرت ہے یہیں سے سوشلزم اور کمیونزم کا بطلان بھی ہو گیا اور اس کا خلاف فطرت ہونا بھی معلوم ہوا۔

اسلام‘ سرمایہ داری اور کمیونزم کی افراط و تفریط سے پاک ہے

قرآن حکیم نے ظالمانہ نظام سرمایہ داری اور احمقانہ نظام اشتراکیت کی دونوں انتہاؤں کے درمیان افراط و تفریط سے پاک ایک ایسا نظام بنایا ہے کہ رزق و دولت میں فطری تفاوت کے باوجود کوئی فرد یا جماعت عامہ مخلوق کو اپنا غلام نہ بنا سکے اور مصنوعی گرانی اور قحط میں مبتلا نہ کر سکے۔ سود اور جوئے اور رشوت کو حرام قرار دے کر ناجائز سرمایہ داری کی بنیاد منہدم کر دی پھر ہر مسلمان کے مال میں غریبوں کا حق متعین کر کے شریک کر دیا جو غریبوں پر احسان نہیں بلکہ ادائیگی فرض ہے۔ پھر مرنے کے بعد مرنے والے کی تمام ملکیت کو افراد خاندان میں تقسیم کر کے ارتکاز دولت کا خاتمہ کر دیا۔ قدرتی چشموں‘ سمندروں اور پہاڑی جنگلوں کی خودرو پیداوار کو تمام خلق خدا کا مشترک سرمایہ قرار دیدیا جس پر کسی فرد یا جماعت کا قبضہ مالکانہ جائز نہیں جبکہ سرداری نظام میں یہ سب چیزیں صرف سرمایہ داروں کی ملکیت قرار دی گئی ہیں۔ خالق کائنات نے جہاں عقلی و جسمانی قوتوں میں بعض کو بعض پر فضیلت دی اور اس کے تابع رزق اور مال میں تفاوت قائم فرمایا۔ وہیں معاش کا ایسا نظام محکم بھی قائم فرمایا کہ ایسا نہ ہونے پائے کہ دولت کے خزانوں اور کسب معاش کے مرکزوں پر چند افراد یا کوئی جماعت قبضہ کر لے اور باقی مخلوق کو اپنا معاشی غلام بنانے پر مجبور کرے۔" (معارف القرآن از حضرت مفتی صاحبؒ)

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاللّٰہُ جَعَلَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ لَکُمْ مِّنْ اَزْوَاجِکُمْ بَنِیْنَ وَحَفَدَۃً

اور اللہ تعالیٰ نے تم ہی میں سے تمہارے لئے بیبیاں بنائیں اور اُن بیبیوں سے تمہارے بیٹے اور پوتے پیدا کیے اور تم کو اچھی اچھی چیزیں کھانے کو دیں

وَّرَزَقَکُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ یُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰہِ ھُمْ یَکْفُرُوْنَ ﴿۷۲﴾

کیا پھر بھی بے بنیاد چیز پر ایمان رکھیں گے اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری کرتے رہیں گے۔

وَیَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَا لَا یَمْلِکُ لَھُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَیْئًا

اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی عبادت کرتے رہیں گے جو اُن کو نہ آسمان میں سے رزق پہنچانے کا اختیار رکھتی ہیں اور نہ زمین میں سے

وَّلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ﴿۷۳﴾ فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰہِ الْاَمْثَالَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۷۴﴾

اور نہ قدرت رکھتی ہیں۔ سو تم اللہ کیلئے مثالیں مت گھڑو، اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور تم نہیں جانتے۔

وَاللّٰہُ اور اللہ	جَعَلَ بنایا	لَکُمْ تمہارے لئے	مِنْ سے	اَنْفُسِکُمْ تم میں سے	اَزْوَاجًا بیویاں	وَجَعَلَ اور بنایا (پیدا کیا)	
لَکُمْ تمہارے لئے	مِنْ سے	اَزْوَاجِکُمْ تمہاری بیویاں	بَنِیْنَ بیٹے	وَحَفَدَۃً اور پوتے	وَرَزَقَکُمْ اور تمہیں عطا کیا	مِنَ سے	
الطَّیِّبٰتِ پاک چیزیں	اَفَبِالْبَاطِلِ تو کیا باطل کو	یُؤْمِنُوْنَ وہ مانتے ہیں	وَبِنِعْمَتِ اور نعمت	اللّٰہِ اللہ	ھُمْ وہ	یَکْفُرُوْنَ انکار کرتے ہیں	
وَیَعْبُدُوْنَ اور پرستش کرتے ہیں	مِنْ سے	دُوْنِ اللّٰہِ اللہ کے سوا	مَا جو	لَا یَمْلِکُ اختیار نہیں	لَھُمْ ان کیلئے	رِزْقًا رزق	مِنَ سے
السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضِ اور زمین	شَیْئًا کچھ	وَ اور	لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ نہ وہ قدرت رکھتے ہیں	فَلَا تَضْرِبُوْا پس تم نہ چسپاں کرو		
لِلّٰہِ اللہ کیلئے۔ پر	الْاَمْثَالَ مثالیں	اِنَّ بیشک	اللّٰہَ اللہ	یَعْلَمُ جانتا ہے	وَاَنْتُمْ اور تم	لَا تَعْلَمُوْنَ نہیں جانتے	

ازواج واولاد اور پاکیزہ رزق کی نعمت

گذشتہ آیات سے اللہ تعالیٰ کے احسانات کا تذکرہ ہوتا چلا آ رہا ہے جس سے یہی ظاہر کرنا مقصود ہے کہ جب یہ تمام احسانات کرنے والے اللہ تعالیٰ ہیں تو پھر کسی دوسرے کو اس کی ربوبیت والوہیت میں شریک کیسے کیا جاسکتا ہے۔ گذشتہ آیات میں انسان کی پیدائش وموت اور تغیرات جسمانی ودماغی، فضیلت معاش اور اس کی حکمت کو بیان فرما کر اللہ تعالیٰ کے ان احسانات وانعامات سے توحید کا اثبات اور شرک کا بطلان فرمایا گیا تھا۔

اب ان آیات میں بعض دوسرے احسانات کو بیان فرمایا جا رہا ہے چنانچہ ایک احسان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو بیویاں عطا کیں۔ تاکہ خانہ داری کا انتظام مال کی حفاظت بچوں کی نگہداشت قلبی انس وسکون حاصل کرسکیں۔ اگر عورت نہ ہوتی تو مرد کا وجود کیسے ہوتا۔ پھر غیر مانوس اور کسی اجنبی نوع کی بیویاں نہیں دیں بلکہ انسانی نوع کی تمہاری ہی شناسا جنس میں سے عطا کیں تاکہ کامل طور پر انس حاصل ہو سکے۔ پھر بیویاں دینے ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ بیٹے، پوتے اور نواسے بھی دیئے تاکہ آڑے اور ضرورت کے وقت میں تمہارے معین ومددگار ہوسکیں۔ پھر بقائے حیات کے لئے رزق ضروری تھا۔ رزق دو طرح کا ہوسکتا ہے۔ پاک و ناپاک۔ تو خدائے تعالیٰ نے بقائے حیات کے لئے پاک رزق میں سے مخصوص قسم یعنی حلال طیب چیزیں عطا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ کے یہ تمام احسانات ہیں کیا ان کے ہوتے ہوئے دوسروں کو اس کی ربوبیت والوہیت میں شریک کرنا کیسے جائز ہوسکتا ہے غلط بات کا

یقین کرنا اور یہ کہنا کہ فلاں دیوتا نے ہم کو بیٹا بیٹی یا مال و دولت عطا کیا۔ اور اللہ کی نعمت کی ناشکری کرنا ظلم اور ناحق شناسی نہیں تو اور کیا ہے۔ بھلا ایسی بے بس اور بے کس چیزوں کی قولی اور عملی پرستش کرنا جن میں نہ خود کچھ طاقت ہے نہ دوسرے کو وہ کچھ دے سکتے ہیں حماقت اور باطل پرستی نہیں تو اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

مشرکین کا غلط عقیدہ اور اس کی تردید

مشرکین غیر اللہ کی پرستش اور دیوتاؤں سے منتیں اور مرادیں مانگنے کے ثبوت میں شیطانی قیاس اور طاغوتی وساوس سے کام لیتے اور عوام کو اپنا ہمنوا بنانے کے لئے اپنے مطلب کی ایک مثال گھڑ کر کہا کرتے تھے کہ اللہ کی مثال ایسی ہے جیسے دنیوی بادشاہ' بادشاہ تک ہر کس و ناکس کی رسائی نہیں ہوتی اور نہ اس سے براہ راست ہر شخص اپنی حاجت طلب کر سکتا ہے۔ اس لئے بادشاہ اپنے نائب اور عمال حکومت مقرر کر دیتا ہے اور بہت کچھ اختیارات ان کو دے دیتا ہے تاکہ عام رعایا ان کی طرف اپنی ضروریات و حاجات کو پورا کرنے کے لئے رجوع کرے اور وہ عطا کردہ اختیارات سے یا تو خود رعایا کی حاجت پوری کر دیں یا بادشاہ تک عرضی پہنچا دیں۔ پھر حاکم کے پیشکاروں کو حاکم کی مرضی میں اور وزیروں کو بادشاہ کے مزاج میں بڑا دخل ہوتا ہے وہ جس کی عرضی چاہتے ہیں منظور کرا دیتے ہیں اس لئے ان کو راضی رکھنا بادشاہ کی رضامندی سے بھی زیادہ ضروری ہے۔ خدا تعالیٰ کی عظمت شان تو دنیا کے تمام بادشاہوں سے بڑھ چڑھ کر ہے پھر ہماری وہاں تک رسائی قطعاً ناممکن ہے۔ ہمارے دیوتا کارخانۂ قدرت کے اہل کار ہیں۔ ان کو خدا نے کافی اختیارات دے رکھے ہیں اور جن باتوں کا ان کو اختیار ہے اس میں سفارش کر سکتے ہیں اور منظور بھی کرا سکتے ہیں کیونکہ بارگاہ خداوندی میں ان کی کامل رسائی ہے اس لئے ان کی خوشنودی حاصل کرنی اور ان کی عبادت کرنی اور ان سے مرادیں مانگنی بہت زیادہ اہم فرض ہے۔ مشرکین کا یہ عقیدہ اور مثال چونکہ بالکل لغو تھا۔ خالق کو مخلوق پر قادر کو مجبور پر' عالم کل کو جاہل پر قیاس کرنا صراحۃً باطل ہے۔ بادشاہ اپنی مجبوری اور کمزوری اور محیط کل علم نہ ہونے کی وجہ سے وزرا اور مصاحبین کا دست نگر ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ قادر مطلق اور عالم کل ہے اس کو اس سلسلہ نیابت کی کیا ضرورت ہے۔ مشرکین کے قول کی تردید میں یہ بتلایا جاتا ہے۔ فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ کہ اللہ تعالیٰ کے لئے دنیوی بادشاہوں کی سی مثال مت گھڑو۔ اس کی مثال ناممکن ہے۔ لہٰذا اللہ کی مشابہت و مماثلت کا خیال بھی مت کرو۔ اللہ تعالیٰ اپنی عظمت شان اور بے مثال ہونے کو جانتا ہے تم اس کی حقیقت' واقعی حالت اور حقیقی صفات سے ناواقف ہو۔ لہٰذا ناواقفیت و جہالت کے ہوتے ہوئے تشبیہ و تمثیل دینا ناجائز ہے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل و کرم سے شرک و کفر سے بچا کر ہم کو توحید کی دولت عطا فرمائی۔

یا اللہ اس دولت ایمان کی ہم کو وقعت اور قدر اور صحیح شکر گزاری کی توفیق عطا فرما۔

یا اللہ! آپ نے دنیا کی نعمتیں جس میں بی بی بچے اہل و عیال سبھی شامل ہیں جو ہم کو عطا فرمائی ہیں ان کو آخرت اور اپنی رضامندی کے حصول کا ذریعہ بنایئے اور اپنی ہر ظاہری و باطنی نعمت کی شکر گزاری کی توفیق عطا فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا

اللہ تعالیٰ ایک مثال بیان فرماتے ہیں کہ ایک غلام ہے مملوک کہ کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا اور ایک شخص ہے جس کو ہم نے اپنے پاس سے خوب روزی دی ہے

فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا ۭ هَلْ يَسْتَوٗنَ ۭ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾

تو وہ اُس میں سے پوشیدہ اور علانیہ خرچ کرتا ہے، کیا اس قسم کے شخص آپس میں برابر ہوسکتے ہیں، ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کیلئے لائق ہیں بلکہ ان میں اکثر تو جانتے ہی نہیں۔

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰى

اور اللہ تعالیٰ ایک مثال بیان فرماتے ہیں کہ دو شخص ہیں جن میں ایک تو گونگا ہے گویا کوئی کام نہیں کرسکتا، اور وہ اپنے مالک پر ایک وبال جان ہے

مَوْلٰىهُ ۙ اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ ۭ هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ ۙ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ

وہ اس کو جہاں بھیجتا ہے، کوئی کام درست کر کے نہیں لاتا، کیا یہ شخص اور ایسا شخص باہم برابر ہوسکتے ہیں جو اچھی باتوں کی تعلیم کرتا ہو

وَهُوَ عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۷۶﴾ع

اور خود بھی ایک معتدل طریقہ پر ہو۔

ضَرَبَ بیان کیا	اللّٰهُ اللہ	مَثَلًا ایک مثال	عَبْدًا ایک غلام	مَمْلُوْكًا مِلک میں آیا ہوا	لَا يَقْدِرُ وہ اختیار نہیں رکھتا	عَلٰى پر	شَيْءٍ کسی شے
وَمَنْ اور جو	رَزَقْنٰهُ ہم نے اسے رزق دیا	مِنَّا اپنی طرف سے	رِزْقًا رزق	حَسَنًا اچھا	فَهُوَ سو وہ	يُنْفِقُ خرچ کرتا ہے	مِنْهُ اس سے
سِرًّا پوشیدہ	وَجَهْرًا اور ظاہر	هَلْ کیا	يَسْتَوٗنَ وہ برابر ہیں	اَلْحَمْدُ تمام تعریف	لِلّٰهِ اللہ کیلئے	بَلْ بلکہ	اَكْثَرُهُمْ ان میں سے اکثر
لَا يَعْلَمُوْنَ نہیں جانتے	وَضَرَبَ اور بیان کیا	اللّٰهُ اللہ	مَثَلًا ایک مثال	رَجُلَيْنِ دو آدمی	اَحَدُهُمَا ان میں سے ایک	اَبْكَمُ گونگا	
لَا يَقْدِرُ وہ اختیار نہیں رکھتا	عَلٰى شَيْءٍ کسی شے پر	وَهُوَ اور وہ	كَلٌّ بوجھ	عَلٰى پر	مَوْلٰىهُ اپنا آقا	اَيْنَمَا جہاں کہیں	يُوَجِّهْهُّ وہ بھیجے اسکو
لَا يَاْتِ وہ نہ لائے	بِخَيْرٍ کوئی بھلائی	هَلْ کیا	يَسْتَوِيْ برابر	هُوَ وہ۔یہ	وَمَنْ اور جو	يَاْمُرُ حکم دیتا ہے	بِالْعَدْلِ عدل کے ساتھ
وَهُوَ اور وہ	عَلٰى پر	صِرَاطٍ راہ	مُّسْتَقِيْمٍ سیدھی				

اللہ تعالیٰ کے صحیح تعارف کے لئے دو مثالیں

گذشتہ آیات میں شرک کا بطلان فرماتے ہوئے مشرکین سے کہا گیا تھا کہ تم اللہ تعالیٰ کے لئے ایسی غلط اور مہمل مثالیں مت گھڑو کہ اللہ تعالیٰ کی مثال بادشاہان دنیا کی سی ہے کہ ہر شخص ان سے عرض حاجت نہیں کرسکتا اس لئے اس کے نائب ہوتے ہیں کہ عوام ان سے عرض حاجت کرتے ہیں پھر وہ سلاطین سے عرض کرتے ہیں۔ گویا مشرکین کی یہ دلیل غیر اللہ اور اپنے دیوتاؤں سے مرادیں مانگنے اور حاجتیں طلب کرنے میں جس کا رد گذشتہ آیت میں فرمایا گیا تھا اور مشرکین کو تنبیہ کی گئی تھی کہ تم نہیں جانتے کہ خدا کے لئے کس طرح کی مثال پیش کرنی چاہئے جو اصل حقیقت اور صحیح مطلب کو سمجھانے والی ہو۔ اگر صحیح مثال چاہو تو غور سے سنو اور تمثیل کی غرض کو سمجھو چنانچہ ان آیات میں دو مثالیں یہاں بیان فرمائی جاتی ہیں تا کہ معلوم ہوجائے کہ اللہ

کے آگے تمام مخلوق عاجز اور بے بس ہے اور اس کے حکم کے بغیر کوئی ذرہ حرکت نہیں کر سکتا۔

پہلی مثال: فرض کرو دو شخص ہیں۔ ایک شخص وہ ہے جو آزاد نہیں غلام ہے اور مملوک ہے کسی طرح کی قدرت اور اختیار نہیں رکھتا ہر ایک تصرف میں مالک کی اجازت کا محتاج ہے۔ بغیر اجازت مالک کچھ نہیں کر سکتا۔ دوسرا شخص وہ ہے جو آزاد ہے۔ خود مختار ہے اور جسے خدا نے مقدرت اور روزی بھی بہت کچھ عنایت فرمائی ہے۔ جس میں سے دن رات جس طرح چاہتا ہے اور جتنا چاہتا ہے خرچ کرتا ہے کوئی اس کا ہاتھ نہیں روک سکتا۔ اور نہ کوئی اس سے باز پرس کرنے والا ہے کہ یہ کیوں کیا اور یہ کیوں نہ کیا۔ تو کیا یہ دونوں شخص برابر ہو سکتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ دونوں شخص قدرت اور اختیار میں برابر نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح سمجھ لو کہ حق تعالیٰ ہر چیز کا مالک حقیقی ہے۔ سب تعریفیں اور خوبیاں اس کے خزانہ میں ہیں جس کو جو چاہے دے کوئی مزاحمت کرنے والا نہیں۔ ذرہ ذرہ پر بھی اختیار اور کامل قبضہ رکھتا ہے تو یہ کس قدر ظلم ہوگا کہ ایک پتھر کے بت کو جو کسی چیز کا مالک نہیں اس کے برابر کر دیا جائے جو ہر چیز کا مالک ہے اس مثال کو بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ الحمد للہ یہ اتنی کھلی ہوئی اور بدیہی توضیح ہے جس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا مگر اس وضاحت کے باوجود اکثر مشرکین اس قدر جاہل واقع ہوئے ہیں کہ اکثر کو اس نمایاں فرق کا بھی پتہ نہیں۔

دوسری مثال: فرض کرو دو شخص ہیں ایک گونگا ہے تو لازمی طور پر بہرا بھی ہوگا گویا نہ اپنی کہہ سکے نہ دوسرے کی سن سکے۔ پھر نکما بھی ہے۔ جس کام کو بھیجو بگاڑ کر آتا ہے۔ کوئی کام ٹھیک کر ہی نہیں سکتا۔ دوسرا شخص وہ ہے جو دانشمند، سمجھدار اور ہوشیار ہے۔ خود بھی سیدھی چال چلتا ہے دوسروں کو بھی صحیح اعتدال کی راہ چلنے کا مشورہ دیتا ہے۔ ان دونوں میں مساوات کس طرح ہو سکتی ہے؟ جب یہ دونوں شخص برابر نہیں ہو سکتے تو ایک خود تراشیدہ پتھر کی مورتی کو (العیاذ باللہ) خدائی کا درجہ کیونکر دیا جا سکتا ہے۔

یہاں مشرکین کو یہ بتلایا گیا کہ اگر مثالوں ہی سے بات سمجھنی ہے تو اللہ تعالیٰ صحیح مثالوں سے تم کو حقیقت سمجھاتا ہے تم جو مثالیں دے رہے ہو وہ غلط ہیں اس لئے تم ان سے غلط نتیجے نکال بیٹھتے ہو۔ تو در پردہ یہاں اس بات کی طرف ایماء ہے کہ کفار و مشرکین جن معبودوں کو پکارتے ہیں اور ان پر بھینٹ چڑھاتے ہیں اور نذر و نیاز مانتے ہیں اور بعض چیزوں کا ان کو مختار جانتے ہیں یہ بالکل لغو اور بے بنیاد عقیدہ ہے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو توحید کی دولت عطا فرمائی اور کفر و شرک کی گندگی سے بچایا۔

یا اللہ ہم کو حق پر قائم رہنے اور باطل سے بچنے کی تا زندگی توفیق عطا فرمایئے۔ اور ایمان و اسلام پر تا زیست زندہ رہنا اور اسی پر مرنا نصیب فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ

اور آسمانوں اور زمین کی (تمام) پوشیدہ باتیں اللہ ہی کے ساتھ خاص ہیں، اور قیامت کا معاملہ بس ایسا (جھٹ پٹ) ہوگا جیسے آنکھ جھپکنا بلکہ اس سے بھی

اَقْرَبُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۷۷﴾ وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ

جلدی، یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹ سے اس حالت میں نکالا

لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۙ وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۸﴾ اَلَمْ

کہ تم کچھ بھی نہ جانتے تھے، اور اس نے تم کو کان دیئے اور آنکھ اور دل تاکہ تم شکر کرو۔ کیا لوگوں نے

يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِيْ جَوِّ السَّمَآءِ ؕ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

پرندوں کو نہیں دیکھا کہ آسمانوں کے (تلے) فضا میں مسخر ہو رہے ہیں، اُن کو کوئی نہیں تھامتا بجز اللہ کے، اس میں ایمان والے لوگوں

لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۷۹﴾

کے لئے چند دلیلیں ہیں۔

وَلِلّٰهِ اور اللہ کیلئے	غَيْبُ پوشیدہ باتیں	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضِ اور زمین	وَمَا اور نہیں	اَمْرُ السَّاعَةِ کام (آنا) قیامت			
اِلَّا مگر	كَلَمْحِ الْبَصَرِ جیسے جھپکنا آنکھ	اَوْ یا	هُوَ وہ	اَقْرَبُ اس سے بھی قریب	اِنَّ بیشک	اللّٰهَ اللہ	عَلٰى پر	كُلِّ ہر
شَىْءٍ شے	قَدِيْرٌ قدرت والا	وَاللّٰهُ اور اللہ	اَخْرَجَكُمْ تمہیں نکالا	مِّنْ سے	بُطُوْنِ پیٹ	اُمَّهٰتِكُمْ تمہاری مائیں		
لَا تَعْلَمُوْنَ تم نہ جانتے تھے	شَيْـًٔا کچھ بھی	وَجَعَلَ اور اس نے بنایا	لَكُمُ تمہارے لئے	السَّمْعَ کان	وَالْاَبْصَارَ اور آنکھیں			
وَالْاَفْـِٕدَةَ اور دل	لَعَلَّكُمْ تاکہ تم	تَشْكُرُوْنَ تم شکر ادا کرو	اَلَمْ يَرَوْا کیا انہوں نے نہیں دیکھا	اِلٰى طرف	الطَّيْرِ پرندہ			
مُسَخَّرٰتٍ حکم کے پابند	فِيْ میں	جَوِّ السَّمَآءِ آسمان کی فضا	مَا نہیں	يُمْسِكُهُنَّ تھامتا انہیں	اِلَّا اللّٰهُ سوائے اللہ	اِنَّ بیشک		
فِيْ میں	ذٰلِكَ اس	لَاٰيٰتٍ نشانیاں	لِّقَوْمٍ لوگوں کیلئے	يُّؤْمِنُوْنَ ایمان لاتے ہیں				

الوہیت کی خصوصیات

ان آیات میں الوہیت باری تعالیٰ کی بعض خصوصیات بیان فرمائی جاتی ہیں ایک خصوصیت کمال علم کی بیان فرمائی گئی کہ اللہ ہی کو ان تمام چیزوں کا علم ہے جن کی واقفیت مخلوق کو نہیں۔ یعنی آسمان و زمین کی تمام پوشیدہ باتیں جو کسی کو معلوم نہیں باعتبار علم کے اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ خاص ہیں۔ پس صفت علم میں وہ کامل ہیں اور منجملہ غیبی چیزوں کے قیامت بھی ہے یعنی تمام انسانوں کا دوبارہ زندہ ہو کر جمع ہونا۔ تو قیامت کب ہوگی اور کیسے ہوگی؟ اس کا علم خدا ہی کو ہے ہاں اتنی بات بتا دی گئی کہ قیامت جلد آئے گی تو یہاں کمال علم اور کمال قدرت کا اظہار منظور ہے کہ نہ صرف حق تعالیٰ کو اس کا علم ہے کہ قیامت کب آوے گی بلکہ وہ ان کے قبضہ قدرت میں بھی ہے

کہ جب قیامت کا مقرر وقت آ جائے گا تو پھر اس کے واقع ہونے میں اتنی دیر بھی نہ لگے گی جتنی پلک جھپکنے میں لگتی ہے۔ اور پھر حق تعالیٰ کا ارادہ ہوتے ہی چشم زدن میں ساری دنیا دوبارہ موجود ہو جائے گی۔ تو گویا علم غیب اور قدرت کا کمال دونوں اللہ تعالیٰ کی خصوصیات ہیں۔ مشرکین کے باطل معبود نہ تو علم رکھتے ہیں نہ قدرت اس لئے ان کو استحقاق الوہیت نہیں۔

قدرت الٰہیہ کے چند دلائل

آگے منجملہ دلائل قدرت کے یہ بتلایا جاتا ہے کہ اے انسانو وقت پیدائش تم بالکل جاہل تھے۔ نہ کچھ جانتے تھے اور نہ کچھ سمجھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے تم کو علم کے ذرائع عطا کئے۔ کان سننے کے لئے' آنکھیں دیکھنے کے لئے اور دل سمجھنے کے لئے دیئے تا کہ تم اس کی اس امتیازی بخشش کا شکر ادا کرو۔ اگر انسان کے آنکھ کان اور عقل نہ ہو تو ساری ترقیات کا دروازہ ہی بند ہو جائے۔ جوں جوں بچہ بڑا ہوتا جاتا ہے اس کی علمی اور عملی قوتیں بتدریج بڑھتی جاتی ہیں۔ اس کی شکر گزاری تو یہ تھی کہ ان قوتوں کو مولیٰ کی اطاعت میں خرچ کرتے اور حق شناسی میں سمجھ بوجھ سے کام لیتے نہ یہ کہ بجائے احسان ماننے کے الٹے بغاوت پر کمر بستہ ہو جائیں اور منعم حقیقی کو چھوڑ کر اینٹ و پتھروں کی پرستش کرنے لگیں۔ پھر دیکھنے اور سمجھنے کی بات ہے کہ پرندے ایسے ہی گوشت پوست اور ہڈیوں سے بنے ہوئے ہیں جیسے انسان اور دوسرے چرندے و درندے بنے ہوئے ہیں۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ دیگر حیوانوں کی طرح یہ بھی زمین سے اوپر نہ اڑ سکتے اور جسم ثقیل کی وجہ سے نیچے گر پڑتے مگر یہ خدا کی قدرت ہے کہ پرندے وسط ہوا میں معلق اڑتے پھرتے ہیں قدرت نے ان کے پر بازو اور دم وغیرہ کی ساخت ایسی بنائی ہے کہ نہایت آسانی سے آسمانی فضا میں اڑتے رہتے ہیں یہ نہیں ہوتا کہ ان کا جسم ثقیل نیچے آ پڑے یا زمین کی عظیم الشان کشش انہیں اپنی طرف کھینچ لے اور اڑان سے روک دے۔ کیا خدا کے سوا کسی اور کا ہاتھ ہے جس نے ان کو بے تکلف فضائے آسمانی میں روک رکھا ہے۔ اہل بصیرت کے لئے اس میں اللہ کی قدرت کاملہ کی نشانیاں موجود ہیں۔ یوں تو ہر شخص پرندوں کو اڑتا دیکھتا ہے مگر جن لوگوں کو نور فطرت نصیب ہوا ہے۔ وہ مادیات سے بالاتر مسبب الاسباب کو دیکھ کر ذات وصفات میں اللہ تعالیٰ کو واحد بے ہمتا یقین کرتے ہیں۔

یہاں نہایت لطیف پیرایہ میں ضمناً پرند پرستی کی بھی تردید آ گئی۔ مشرک قوموں نے پرندوں تک کو بغیر معبود بنائے نہیں چھوڑا۔ باز' شکرا' الو' مور اور بہت سے پرندوں کی پرستش ہو چکی ہے۔ اور نیل کنٹھ کا تقدس تو اب بھی ہندوستان میں دیکھا جا سکتا ہے۔ تو یہاں یہ تنبیہ ہوئی کہ یہ پرند غریب معبود ہونے کی صلاحیت تو کیا رکھتے اپنے کو ہوا میں سنبھال بھی نہیں سکتے۔ بغیر حکم خداوندی کے۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو انسانی جامہ پہنا کر پیدا فرمایا۔ اور پھر اسلام و توحید کی دولت ہم کو عطا فرمائی۔ اور کفر و شرک کی نجاست سے ہم کو بچایا۔

یا اللہ! ہم کو وہ دل و دماغ عطا فرما کہ جو ہم ہر چیز میں آپ کی قدرت کی نشانی و دلیل دیکھیں جس سے ہم کو آپ کی معرفت نصیب ہو۔ یا اللہ اپنی ہر ظاہری و باطنی نعمت کی ہم کو شکر گزاری کی توفیق عطا فرما اور ہر نعمت کا حق بجالانے کی سعادت نصیب فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاللّٰہُ جَعَلَ لَکُمْ مِّنْ بُیُوْتِکُمْ سَکَنًا وَّجَعَلَ لَکُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُیُوْتًا

اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے واسطے تمہارے گھروں میں رہنے کی جگہ بنائی اور تمہارے لئے جانوروں کی کھال کے گھر بنائے

تَسْتَخِفُّوْنَهَا یَوْمَ ظَعْنِکُمْ وَیَوْمَ اِقَامَتِکُمْ ۙ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَآ

جن کو تم اپنے کوچ کے دن اور مقام کے دن ہلکا پاتے ہو، اور اُن کی اُون اور اُن کے رُوؤں اور اُن کے بالوں سے گھر کا سامان

اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰی حِیْنٍ ﴿۸۰﴾ وَاللّٰہُ جَعَلَ لَکُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّجَعَلَ لَکُمْ مِّنَ الْجِبَالِ

اور فائدہ کی چیزیں ایک مدت کے لئے بنائیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے اپنی بعض مخلوقات کے سائے بنائے اور تمہارے لئے پہاڑوں میں

اَکْنَانًا وَّجَعَلَ لَکُمْ سَرَابِیْلَ تَقِیْکُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِیْلَ تَقِیْکُمْ بَاْسَکُمْ ؕ کَذٰلِکَ

پناہ کی جگہیں بنائیں اور تمہارے لئے ایسے کرتے بنائے جو گرمی سے تمہاری حفاظت کریں اور ایسے کرتے بنائے جو تمہاری لڑائی سے تمہاری حفاظت کریں

یُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْکُمْ لَعَلَّکُمْ تُسْلِمُوْنَ ﴿۸۱﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَیْکَ الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ﴿۸۲﴾

اللہ تعالیٰ تم پر اسی طرح اپنی نعمتیں پوری کرتا ہے تاکہ تم فرمانبردار رہو۔ پھر اگر یہ لوگ اعراض کریں تو آپ کے ذمہ تو صاف صاف پہنچا دینا ہے۔

یَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰہِ ثُمَّ یُنْکِرُوْنَهَا وَاَکْثَرُهُمُ الْکٰفِرُوْنَ ﴿۸۳﴾ ع

وہ لوگ خدا کی نعمت کو پہچانتے ہیں پھر اس کے منکر ہوتے ہیں اور زیادہ ان میں ناسپاس ہیں۔

وَاللّٰہُ اور اللہ	جَعَلَ بنایا	لَکُمْ تمہارے لئے	مِنْ سے	بُیُوْتِکُمْ تمہارے گھروں	سَکَنًا سکونت کی جگہ	وَجَعَلَ اور بنایا	لَکُمْ تمہارے لئے
مِنْ جُلُوْدِ کھالوں سے	الْاَنْعَامِ چوپائے	بُیُوْتًا گھر	تَسْتَخِفُّوْنَهَا تم ہلکا پاتے ہو انہیں	یَوْمَ ظَعْنِکُمْ اپنے کوچ کے دن	وَیَوْمَ اور دن		
اِقَامَتِکُمْ اپنا قیام	وَمِنْ اور سے	اَصْوَافِهَا اس کی اُون	وَ اور	اَوْبَارِهَا ان کی پشم	وَاَشْعَارِهَا اور ان کے بال	اَثَاثًا سامان	
وَمَتَاعًا اور برتنے کی چیزیں	اِلٰی تک	حِیْنٍ ایک وقت	وَاللّٰہُ اور اللہ	جَعَلَ بنایا	لَکُمْ تمہارے لئے	مِمَّا اس سے جو	خَلَقَ اس نے پیدا کیا
ظِلٰلًا سائے	وَجَعَلَ اور بنایا	لَکُمْ تمہارے لئے	مِنَ سے	الْجِبَالِ پہاڑوں	اَکْنَانًا پناہ گاہیں	وَجَعَلَ اور بنایا	لَکُمْ تمہارے لئے
سَرَابِیْلَ کرتے	تَقِیْکُمُ بچاتے ہیں تمہیں	الْحَرَّ گرمی	وَسَرَابِیْلَ اور کرتے	تَقِیْکُمْ بچاتے ہیں تمہیں	بَاْسَکُمْ تمہاری لڑائی		
کَذٰلِکَ اسی طرح	یُتِمُّ وہ مکمل کرتا ہے	نِعْمَتَهٗ اپنی نعمت	عَلَیْکُمْ تم پر	لَعَلَّکُمْ تاکہ تم	تُسْلِمُوْنَ فرمانبردار بنو	فَاِنْ پھر اگر	
تَوَلَّوْا وہ پھر جائیں	فَاِنَّمَا تو اسکے سوا نہیں	عَلَیْکَ تم پر	الْبَلٰغُ پہنچا دینا	الْمُبِیْنُ کھول کر (صاف صاف)	یَعْرِفُوْنَ وہ پہچانتے ہیں		
	نِعْمَتَ نعمت	اللّٰہِ اللہ	ثُمَّ پھر	یُنْکِرُوْنَهَا منکر ہو جاتے ہیں اسکے	وَاَکْثَرُهُمُ اور اُن کے اکثر	الْکٰفِرُوْنَ کافر۔ ناشکرے	

اللہ تعالیٰ نے گھروں کا سکون عطا کیا

گذشتہ آیات میں منجملہ دلائل قدرت کے انسان کی پیدائش کا حال بتلایا گیا تھا کہ تم ماں کے پیٹ سے اس حال میں پیدا ہوئے تھے کہ نہ کچھ جانتے تھے اور نہ کچھ سمجھتے تھے۔ پھر اللہ نے ذریعہ علم یعنی آنکھ، کان، دل و دماغ عطا کئے اور نہ فقط علم و یقین کے ذرائع عطا

کیے بلکہ مادی زندگی کو باقی رکھنے اور آسائش کے ساتھ گزارنے کے اسباب بھی فراہم کر دیئے۔ چنانچہ ان آیات میں ایسے ہی متعدد انعامات و احسانات کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔

سب سے پہلے یہ بتلایا گیا کہ اللہ نے تمہارے لئے تمہارے گھروں کو جائے سکون بنایا۔ یعنی تمہارے رہنے سہنے آرام و راحت حاصل کرنے کے لئے تمہیں مکانات دے رکھے ہیں۔ اس میں اینٹ، پتھر مٹی چونے اور لکڑی کے گھر جو بیشتر انسانی آبادی کے مسکن ہیں سب آ گئے جو انسان کے لئے راحت قلب اور سکون خاطر کا کتنا بڑا ذریعہ اور سبب ہیں۔ اس کی قدر کوئی اس غریب سے پوچھے جو بیچارہ بے گھر ہو اور اپنا چھوٹا بڑا کوئی مکان نہ رکھتا ہو۔ چونکہ بچپن سے ہر شخص اپنی حیثیت و بساط کے لائق چھوٹے بڑے مکان ہی میں رہتا ہے اس لئے اس کا اندازہ ہی نہیں ہونے پاتا کہ مکان کتنی بڑی نعمت ہے۔ بہر حال قرآن کریم نے اسے وجہ سکون اور مایہ تسکین فرمایا اور یہ انسان کی حالت حضر کا ذکر ہوا اس کے معاً بعد خیموں کی سفری زندگی کا بیان فرمایا کہ اینٹ پتھر کے مکانوں کو کہیں منتقل نہیں کر سکتے اس لئے جانوروں کی کھالوں کے ڈیرے خیمہ بنانے سکھا دیئے جو بسہولت منتقل کئے جا سکتے ہیں۔ سفر و حضر میں جہاں چاہو نصب کر لو اور جب چاہو لپیٹ کر رکھ دو۔ عرب اہل بادیہ تو نسلاً بعد نسلاً ڈیرہ خیموں ہی میں زندگی بسر کرتے تھے اس لئے اس کا ان کے لئے نعمت ہونا مثل مکان ہی کے تھا۔ اس کے علاوہ بھیڑ بکریوں کے بال اور اون اور اونٹوں کے رووں سے بہت سے گھر کے سامان تیار کئے جاتے ہیں جو ایک وقت معین یا مدت دراز تک کام دیتے ہیں اس میں کمبل، دھسے، شال، دوشالیں، تھیلے، مشکیزے اور دیگر گھریلو سامان سب آ گیا۔ اگر خدا تعالیٰ آنکھ، کان اور ترقی کرنے والا دل و دماغ نہ دیتا تو کیا یہ سامان میسر آ سکتے تھے۔

ٹھنڈے سائے اور پانی عطا کئے

پھر ایک دوسری نعمت کا ذکر فرمایا کہ جو عرب جیسے گرم ملک کے لئے خاص نعمت ہے۔ یعنی بہت سی چیزوں کے گھرے سایہ بنائے مثلاً درخت، مکان، پہاڑ، بادل وغیرہ کا سایہ قانون قدرت کے موافق زمین پر پڑتا ہے جس میں مخلوق آرام پاتی ہے اور ٹھنڈ میں بیٹھنے کا ذریعہ ہوتا ہے۔ پھر پہاڑوں میں پناہ لینے اور چھپنے کی جگہ بنائیں۔ مثلاً غار کہ سردی گرمی سے بارش سے دشمن سے جنگلی جانوروں سے سب ہی سے پناہ کا کام دیتے ہیں پھر گرمی سے بچاؤ کے لئے تمہیں کرتے بنانے سکھائے جن کو پہن کر دھوپ کی تپش سے اپنے بدن کو محفوظ رکھتے ہو۔ پھر لوہے کے حلقوں کو جوڑ کر ایک اور قسم کے کرتے بنانے سکھائے جنہیں زرہ کہتے ہیں وہ لڑائی کے وقت تمہارے بدن کو زخمی ہونے سے بچاتے ہیں۔ یہ سب اللہ کی مختلف نعمتوں ہی کی تفصیل ہو رہی ہے کہ دیکھو کس طرح تمہاری ہر قسم کی ضروریات کا اپنے فضل سے انتظام فرمایا اور کیسی علمی اور عملی قوتیں مرحمت فرمائیں۔ جن سے کام لے کر انسان عجیب و غریب تصرفات کرتا رہتا ہے۔ تو کم از کم ان نعمتوں ہی کے اعتراف میں تم فرمانبردار بنو اور اس کے احسانات کے آگے گردنیں جھکا دو اور اس منعم حقیقی اور محسن اعظم کے مطیع و فرمانبردار ہو کر رہو۔

احسان فراموشوں کا معاملہ خدا کے سپرد کیجئے

• آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد ہوتا ہے کہ اگر اس قدر احسانات سن کر بھی خدا کے سامنے نہ جھکیں تو آپ کچھ غم نہ کھایئے۔ آپ اپنا فرض ادا کر چکے کھول کھول کر تمام ضروری باتیں سنا دی گئیں آگے ان کا معاملہ خدا کے سپرد کیجئے۔

بے شک بعض بندے شکر گزار بھی ہیں لیکن اکثروں کا حال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے انعامات کو دیکھنے اور اس کے احسانات کو سمجھتے ہیں مگر جب شکر گزاری اور اظہار اطاعت کا وقت آتا ہے تو سب بھول جاتے ہیں اور اپنی عملی زندگی میں اللہ منعم حقیقی کی طرف سے انجان بن کر غیر اللہ کے ساتھ معاملہ اللہ کا سا کرنے لگتے ہیں۔

گھر بنانے کا فلسفہ و مقصد

ان آیات کے تحت حضرت مفتی صاحبؒ لکھتے ہیں کہ یہاں آیات میں پہلا ہی جملہ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا فرمایا یعنی اللہ نے تمہارے لئے تمہارے گھروں کو جائے سکون بنایا۔ اس میں حق تعالیٰ نے انسان کے بیت یعنی گھر کو سکن فرما کر گھر بنانے کا فلسفہ اور حکمت واضح فرمادی کہ اس کا اصل مقصد جسم اور قلب کا سکون ہے۔ عادتاً انسان کا کسب وعمل گھر سے باہر ہوتا ہے اس کے گھر کا اصلی منشا یہ ہے کہ جب حرکت عمل سے تھک جائے تو اس میں جا کر آرام کرے اور سکون حاصل کرے اگرچہ بعض اوقات انسان اپنے گھر میں بھی حرکت وعمل میں مشغول رہتا ہے مگر یہ عادتاً کم ہے اس کے علاوہ سکون اصل میں قلب ودماغ کا سکون ہے وہ انسان کو اپنے گھر میں ہی حاصل ہوتا ہے اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ انسان کے مکان کی سب سے بڑی صفت یہ ہے کہ اس میں سکون ملے۔ آج کی دنیا میں تعمیرات مکان کا سلسلہ اپنے عروج پر ہے اور ان میں ظاہری ٹیپ ٹاپ میں بہت کچھ خرچ بھی کیا جاتا ہے لیکن ان میں ایسے مکانات بہت کم ہیں جن میں قلب اور جسم کا سکون حاصل ہو۔ بعض اوقات تو مصنوعی تکلفات خود ہی آرام وسکون کو برباد کر دیتے ہیں اور وہ بھی نہ ہو تو گھر میں جن لوگوں سے سابقہ پڑتا ہے وہ اس سکون کو ختم کر دیتے ہیں۔ ایسے عالی شان مکانات سے وہ کچا مکان اور جھونپڑا اچھا ہے جس کے رہنے والے کو قلب وجسم کو سکون حاصل رہا ہو۔ قرآن کریم ہر چیز کی روح اور اصل کو بیان کرتا ہے۔ انسان کے گھر کا اصل مقصد اور سب سے بڑی غرض وغایت سکون کو قرار دیا۔ اسی طرح ازدواجی زندگی کا اصل مقصد بھی سکون قرار دیا۔ لِتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا فرمایا۔ جس ازدواجی زندگی سے یہ مقصد حاصل نہ ہو وہ اس کے لئے فائدے سے محروم ہے۔ آج کی دنیا میں رسمی اور غیر رسمی تکلفات اور ظاہری ٹیپ ٹاپ کی حد نہیں رہی اور مغربی تمدن ومعاشرت نے مکانوں میں ظاہری زیب وزینت کے سارے سامان جمع کر دیئے مگر سکون قلب وجسم سے قطعاً محروم کر ڈالا۔ (از معارف القرآن حضرت مفتی صاحبؒ)

خلاصۂ مقصود

الغرض یہاں بھی ان نعمتوں کے ذکر سے مقصود یہی نکلا کہ یہ تمام نعمتیں جو اللہ تعالیٰ نے عطا کی ہیں ان کو دیکھ کر انسان کو چاہیے کہ اس منعم حقیقی کے سامنے جھک جائے اور جس خدا نے اس کی حفاظت اور آرام وآرائش کے لئے سروسامان مہیا فرمایا ہے اس کے سامنے سر نیاز رکھ دے۔ اسکی توحید الوہیت اور ربوبیت کو قبول کرے اور اسی کی طاعت وبندگی کو اختیار کرے۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ اپنی دینی ودنیاوی نعمتوں کا ہم کو وہ احساس عطا فرمائیں کہ جو ہم کو مولائے کریم کی نعمتوں کی حقیقی شکر گزاری کی توفیق نصیب ہو۔ یا اللہ! ہم کو اپنا مطیع اور فرمانبردار بندہ بنا کر زندہ رکھئے اور اسی حالت پر موت نصیب فرمایئے۔ یا اللہ! ہماری غفلت کو دور فرمادے اور ہمارے دلوں کو نور بصیرت عطا فرمادے تا کہ ہم آپ کو منعم حقیقی جان کر ہمہ وقت آپ کی رضامندی کے جویاں رہیں اور آپ کی ناراضگی سے بچتے رہیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَلَا هُمْ

اور جس دن ہم ہر امت میں سے ایک ایک گواہ قائم کریں گے پھر اُن کافروں کو اجازت نہ دی جائے گی اور نہ اُن کو حق تعالیٰ کے راضی کرنے کی

يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۸۵﴾

فرمائش کی جائے گی۔اور جب ظالم لوگ عذاب کو دیکھیں گے تو وہ عذاب نہ اُن سے ہلکا کیا جائے گا اور نہ وہ کچھ مہلت دیئے جائیں گے۔

وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا شُرَكَآءَهُمْ قَالُوْا رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ شُرَكَآؤُنَا الَّذِيْنَ كُنَّا نَدْعُوْا مِنْ

اور جب وہ مشرک لوگ اپنے شریکوں کو دیکھیں گے تو کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار وہ ہمارے شریک یہی ہیں کہ آپ کو چھوڑ کر ہم اُن کی پوجا کرتے ہیں

دُوْنِكَ ۚ فَاَلْقَوْا اِلَيْهِمُ الْقَوْلَ اِنَّكُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۸۶﴾ وَاَلْقَوْا اِلَى اللّٰهِ يَوْمَئِذِ ۣ السَّلَمَ

سو وہ ان کی طرف کلام کو متوجہ کریں گے کہ تم جھوٹے ہو۔اور یہ لوگ اس روز اللہ کے سامنے اطاعت کی باتیں کرنے لگیں گے

وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۸۷﴾ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ

اور جو کچھ افتراپردازیاں کرتے تھے وہ سب گم ہوجاویں گے۔جو لوگ کفر کرتے تھے اور اللہ کی راہ سے روکتے تھے اُن کے لئے ہم ایک سزا پر

عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ ﴿۸۸﴾

دوسری سزا بمقابلہ اُن کے فساد کے بڑھادیں گے۔

وَيَوْمَ اور جس دن	نَبْعَثُ ہم اٹھائیں گے	مِنْ سے	كُلِّ ہر	اُمَّةٍ امت	شَهِيْدًا ایک گواہ	ثُمَّ پھر	لَا يُؤْذَنُ نہ اجازت دی جائیگی
لِلَّذِيْنَ وہ لوگ	كَفَرُوْا انہوں نے کفر کیا	وَ اور	لَا هُمْ نہ وہ	يُسْتَعْتَبُوْنَ عذر قبول کئے جائیں گے	وَاِذَا اور جب	رَاَ دیکھیں گے	
اَلَّذِيْنَ وہ لوگ جو	ظَلَمُوْا انہوں نے ظلم کیا	الْعَذَابَ عذاب	فَلَا يُخَفَّفُ پھر نہ ہلکا کیا جائے گا	عَنْهُمْ اُن سے	وَلَا اور نہ		
هُمْ وہ	يُنْظَرُوْنَ مہلت دی جائے گی	وَاِذَا اور جب	رَاَ دیکھیں گے	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	اَشْرَكُوْا انہوں نے شرک کیا	شُرَكَآءَهُمْ اپنے شریک	
قَالُوْا وہ کہیں گے	رَبَّنَا اے ہمارے رب	هٰٓؤُلَآءِ یہ ہیں	شُرَكَآؤُنَا ہمارے شریک	الَّذِيْنَ وہ جو کہ	كُنَّا نَدْعُوْا ہم پکارتے ہیں	مِنْ دُوْنِكَ تیرے سوا	
فَاَلْقَوْا پھر وہ ڈالیں گے	اِلَيْهِمُ ان کی طرف	الْقَوْلَ قول	اِنَّكُمْ بیشک تم	لَكٰذِبُوْنَ البتہ تم جھوٹے	وَاَلْقَوْا اور وہ ڈالیں گے	اِلَى طرف	
اللّٰهِ اللہ	يَوْمَئِذِ اُس دن	السَّلَمَ عاجزی	وَضَلَّ اور گم ہوجائے گا	عَنْهُمْ اُن سے	مَا جو	كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ افترا کرتے (جھوٹ گھڑتے تھے)	
اَلَّذِيْنَ وہ لوگ جو	كَفَرُوْا انہوں نے کفر کیا	وَصَدُّوْا اور روکا	عَنْ سے	سَبِيْلِ راہ	اللّٰهِ اللہ	زِدْنٰهُمْ ہم بڑھادیں گے	عَذَابًا عذاب
فَوْقَ پر	الْعَذَابِ عذاب	بِمَا کیونکہ	كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ وہ فساد کرتے تھے				

کفرونا شکری کا انجام

گذشتہ آیات میں مختلف احسانات وانعامات کا تذکرہ کر کے توحید کی طرف مائل اور شکر گزاری اور فرمانبرداری پر آمادہ کیا۔اب اخیر میں تنبیہ و وعید ترہیب وتوبیخ کا رنگ اختیار کر کے اتمام تبلیغ فرماتا ہے اور کفرونا شکری کا انجام بتلایا جاتا ہے تاکہ جو دلائل قدرت سے یا انعامات و

احسانات سننے کے بعد بھی توحید ورسالت کے اقرار پر مائل نہ ہوسکے وہ انجام اور سزا کو سن کر شاید مائل باقرار توحید ہو جاویں۔ چنانچہ ان آیات میں کفار ومشرکین کو سنایا جاتا ہے کہ یاد رکھو وہ دن بھی آنے والا ہے جب تمام اگلی پچھلی امتیں احکم الحاکمین کی آخری عدالت میں کھڑی ہوں گی اور ہر امت کا نبی یا جانشین نبی بطور گواہ کھڑا کیا جائے گا تا کہ اپنی امت کے نیک وبد اور مطیع اور عاصی کی نسبت شہادت دے کہ کس نے کیسا معاملہ حق کے پیغام اور پیغامبر کے ساتھ کیا ہے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ کو ضرورت نہیں کہ کوئی شہادت پیش کرے مگر چونکہ اتمام حجت مقصود ہوگا اس لئے انبیاء اور ان کے خلفاء کی شہادت پیش فرمائے گا۔ انبیاء کہیں گے کہ ہم نے تیرا حکم پہنچا دیا مگر انہوں نے نہ مانا اور شرک ومعصیت میں بتلا رہے۔ اس وقت منکروں کو اجازت نہ ہوگی کہ کچھ لب کشائی کر سکیں یا اب بعد از وقت توبہ کر کے سزا سے چھوٹ جائیں اور لب کشائی کاہے میں کریں گے درآنحالیکہ انہیں اپنے مجرم ہونے اور کسی قسم کی معذرت نہ چل سکنے کا پورا انکشاف ہو جائے گا۔ وہ یہ بھی سمجھ لیں گے کہ یہ دار جزا ہے دار عمل نہیں جو اب توبہ کر کے خطائیں معاف کرا لیں۔ جب میدان حشر میں لے جا کر کھڑے کئے جائیں گے اور عذاب الٰہی سامنے نمودار ہوگا اس وقت مایوس ہو کر درخواستیں کریں گے اور کچھ مہلت کے طالب ہوں گے تا کہ نیکی کر کے رہائی پا سکیں اور بدرجہ مجبوری تخفیف عذاب کے آرزو مند ہوں گے مگر دونوں میں سے ایک خواہش بھی پوری نہ کی جائے گی اور جہنم آ موجود ہوگی جو ستر ہزار لگاموں والی ہوگی اور جس کی ہر لگام پر ستر ہزار فرشتہ متعین ہوں گے اس میں ایک گردن نکلے گی جو اس طرح پھن پھنائے گی کہ تمام اہل محشر خوف زدہ ہو کر گھٹنوں کے بل گر پڑیں گے۔ اس وقت جہنم اپنی زبان سے باواز بلند اعلان کرے گی کہ میں ہر ایک سرکش ضدی کے لئے مقرر کی گئی ہوں جس نے خدا کے ساتھ کسی اور کو شریک کیا ہو اور ایسے ایسے کام کئے ہوں چنانچہ وہ کئی قسم کے گنہ گاروں کا ذکر کرے گی جیسے کہ حدیث میں ہے پھر وہ ان تمام لوگوں کو لپٹ جائے گی اور میدان حشر میں سے مجرمین کو اس طرح اچک لے گی جیسے پرند دانہ چگتا ہے۔

جھوٹے معبود کچھ کام نہ آئیں گے

آگے بتلایا جاتا ہے کہ جب وہ لوگ جنہوں نے دنیا میں شرک کیا تھا اور جن معبودوں کی پرستش کرتے تھے اور جن کو اللہ کی الوہیت و ربوبیت میں شریک بنا رکھا تھا ان کو سامنے دیکھ کر کہیں گے کہ پروردگار اصل گمراہ کرنے والے یہ ہیں۔ تجھے چھوڑ کر ہم ان کو پکارتے تھے ہم تو ان کی بدولت مارے گئے۔ اس سے مشرکین کا شاید یہ مطلب ہو کہ ہم بذات خود بے قصور ہیں۔ اس پر ان کے وہ معبود مشرکین کو صاف جواب دیں گے کہ تم جھوٹے ہو جو ہم کو خدا کا شریک ٹھہرا لیا۔ ہم نے کب کہا تھا کہ ہماری عبادت کرو۔ فی الحقیقت تم اپنے اوہام وخیالات کو پوجتے تھے جس کے نیچے کوئی حقیقت نہ تھی۔ غرض جن کو مشرکین نے معبود بنا رکھا تھا سب اپنی علیحدگی اور بیزاری کا اظہار کریں گے۔ اور ان مشرکین کی ساری طمطراق اور افتراء پردازیاں جو دنیا میں اس وقت کر رہے تھے اس وقت غائب ہو جائیں گی۔ سب عاجز اور مقہور ہو کر خدا کے سامنے اپنی اطاعت اور فرمانبرداری کا اظہار کریں گے۔ یہ تو ان لوگوں کی حالت کا تذکرہ تھا جو خود گمراہ اور مشرک تھے۔ لیکن وہ لوگ جو گمراہ بھی تھے اور گمراہ کن بھی خود بھی کافر تھے اور دوسروں کو بھی راہ حق سے روکتے تھے اور کفر پر آمادہ کرتے تھے ایسے لوگوں کو دوگنی سزا ملے گی ایک تو گمراہ ہونے کی دوسرے گمراہ کرنے کی۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ جس طرح جنت میں اہل جنت کے منازل ومدارج میں فرق ہوگا اسی طرح جہنمیوں کو عذاب میں بھی فرق ہوگا۔ سب کافروں کو ایک ہی طرح کا عذاب نہ ہوگا۔ کسی کا عذاب سخت کسی کا زیادہ سخت اور کسی کا سخت ترین۔

دعا کیجئے: اللہ تبارک وتعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو کفر وشرک سے بچا کر ایمان اور اسلام کی دولت عطا فرمائی۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِم مِّنْ أَنفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا

اور جس دن ہم ہر ہر امت میں ایک ایک گواہ جو اُن ہی میں کا ہوگا اُن کے مقابلہ میں قائم کریں گے اور ان لوگوں کے مقابلہ میں آپ کو

عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ ۚ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً

گواہ بنا کر لائیں گے اور ہم نے آپ پر قرآن اُتارا ہے کہ تمام باتوں کا بیان کرنے والا ہے اور مسلمانوں کے واسطے بڑی ہدایت اور بڑی رحمت

وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ ﴿٨٩﴾

اور خوشخبری سنانے والا ہے۔

وَيَوْمَ اور جس دن	نَبْعَثُ ہم اٹھائیں گے	فِي میں	كُلِّ أُمَّةٍ ہر امت	شَهِيدًا ایک گواہ	عَلَيْهِم ان پر	مِّنْ أَنفُسِهِمْ ان ہی میں سے	
وَجِئْنَا اور ہم لائیں گے	بِكَ آپ کو	شَهِيدًا گواہ	عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ اُن سب پر	وَنَزَّلْنَا اور ہم نے نازل کی	عَلَيْكَ آپ پر	الْكِتَابَ الکتاب	
تِبْيَانًا (مفصل) بیان	لِّكُلِّ شَيْءٍ ہر شے کا	وَهُدًى اور ہدایت	وَرَحْمَةً اور رحمت	وَبُشْرَىٰ اور خوشخبری	لِلْمُسْلِمِينَ مسلمانوں کیلئے		

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور امت محمدیہ کی شہادت

گذشتہ آیات میں قیامت کے دن میں کفار و مشرکین کو عذاب کی وعید سنائی گئی تھی اور بتلایا گیا تھا کہ ہر امت کا نبی گواہ کھڑا کیا جائے گا جو اپنی امت پر شہادت دے گا۔ اب آگے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کا ذکر فرمایا جاتا ہے۔ جب ہر امت کا نبی اور جانشین اپنی امت کے کافروں کے کفر پر شہادت دے گا اور اپنے فریضۂ تبلیغ کو ادا کرنے کا اظہار کرے گا تو کافر منکر ہو جائیں گے اور کہیں گے یہ غلط کہتے ہیں۔ ہم کو انہوں نے خدا کا حکم نہیں پہنچایا۔ اس وقت رسول مقبول اشرف الانبیاء والمرسلین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء کی تصدیق اور کافروں کی تکذیب فرمائیں گے۔ دوسری آیت میں اس طرح آیا ہے کہ انبیاء کی تصدیق امت محمدیہ کے نیک آدمی کریں گے کیونکہ قرآن پاک کی صراحت سے ان کو معلوم ہو چکا ہے کہ مختلف انبیاء نے اپنی اپنی امتوں کو دعوت توحید دی تھی اور تبلیغ دین کی تھی اور پھر امت محمدیہ کی تصدیق خود حضور اقدس نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم بہ نفس نفیس فرمائیں گے۔ بعض مفسرین نے وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ اور ان لوگوں کے مقابلہ میں آپ کو گواہ بنا کر لائیں گے۔ اس کی تفسیر میں لکھا ہے کہ جیسے ہر ایک پیغمبر اپنی امت کے معاملات کے متعلق بارگاہ احدیت میں بیان دے گا اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس امت کی حالت پر بیان دیں گے۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ امت کے اعمال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔ آپ اعمال خیر دیکھ کر خدا کا شکر ادا کرتے ہیں اور بداعمالیوں پر مطلع ہو کر نالائقوں کے لئے استغفار فرماتے ہیں۔

مرزا بیدل کا واقعہ

اس موقع پر حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حکایت جو آپ نے اپنے ایک وعظ میں بیان فرمائی تھی وہ نقل کی جاتی ہے۔ یہ حکایت حضرت اقدسؒ نے اپنے وعظ آداب التبلیغ میں اس طرح بیان فرمائی تھی۔ ''شاید آپ سوچتے ہوں گے کہ ہمارے گناہوں سے کس کو آزار پہنچتا ہے۔ تو آپ

ایک حکایت سے اس کا اندازہ کر لیجئے۔ مرزا بیدل شاعر دہلوی کی حکایت ہے کہ ان کے اشعار تصوف کا رنگ لئے ہوئے تھے۔ کسی ایرانی نے ان کے اشعار کو دیکھ کر پسند کیا اور ان کو بزرگ سمجھ کر سفر کر کے ان کے پاس دہلی آیا۔ جب ان کے پاس پہنچا تو اتفاق سے مرزا بیدل شاعر حجام سے داڑھی منڈوا رہے تھے اس کو یہ دیکھ کر غصہ آ گیا اور جھلا کر اس نے پوچھا آغا ریش میتراشی۔ شاعر نے جواب دیا آرے ریش میتراشم ولے دلے کسی نمی خراشم وہ بیچارہ مخلص تھا اس نے آزادانہ جواب دیا آرے دل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میتراشی شاعر نے تو عرفی تصوف کے طور پر جواب دیا تھا کہ دلے کسی نمی خراشم ایرانی نے جواب دیا ظالم تو تو سب سے بڑے دل کو چھیل رہا ہے اور دعویٰ کرتا ہے کہ دلے کسی نمی خراشم۔ بلے دل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میتراشی۔ تم یہ داڑھی پر استرہ نہیں پھرا رہے ہو بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر چھری چلا رہے ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب اعمال پیش ہوتے ہیں اور آپ کو معلوم ہوتا ہے کہ میری امت کا ایک شخص یہ حرکت کرتا ہے کیا اس سے آپ کا دل نہیں دکھتا۔ اور کیا آپ کا دل دکھانا چھوٹی بات ہے آپ کا قلب تو سید القلوب ہے۔ جب تم سید القلوب کو تکلیف دیتے ہو پھر یہ دعویٰ کیسے کرتے ہو کہ ہم کسی کا دل نہیں دکھاتے ہیں۔ یہ سن کر مرزا بیدل کی آنکھ کھلی اور چیخ مار کر بیہوش ہو گیا۔ ہوش میں آیا تو توبہ کی اور بزبان حال یا قال یہ کہتا تھا۔

جزاک اللہ کہ چشمم باز کر دی
مرا با جان جاں ہمراز کر دی

"یعنی میں تو اندھا تھا۔ میری کبھی ادھر نظر ہی نہیں گئی کہ مجھ سے اتنے بڑے قلب کو ایذا ہو رہی ہے۔ یہاں تک میرے ذہن کی رسائی ہی نہیں ہوئی۔ تو نے میری آنکھیں کھول دیں خدا تجھ کو اس کی جزا دے" یہ حکایت بیان فرما کر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ اب اس حکایت سے سمجھ لیجئے کہ جب آپ سے کوئی امر غیر مشروع سرزد ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے آزار ہوگا یا نہیں۔"

تو یہاں آیت میں فرمایا وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ اور ان سب کے مقابلہ میں آپ کو گواہ بنا کر لائیں گے تو یہاں هَٰؤُلَاءِ سے عام طور پر مراد امت محمدی سے لی گئی ہے۔ گو بعض نے هَٰؤُلَاءِ سے مراد انبیاء سابقین کو لیا ہے جیسا اوپر عرض کیا گیا۔ تو مراد یہاں یہ ہے کہ آپ کی شہادت عالمگیر ہوگی۔ سب کے مقابلہ میں حجت ہوگی چونکہ آپ کی امت دعوت تو ساری انسانی آبادی ہے جو قیامت تک پیدا ہونے والی ہے۔ اس لئے آپ کی شہادت بھی عالمگیر ہی ہوگی۔

قرآن کریم میں ہدایت کا مکمل سامان موجود ہے

آگے فرمایا گیا کہ اس ہماری اتاری ہوئی کتاب میں ہم نے آپ سے سب کچھ بیان کر دیا ہے یعنی قرآن کریم میں تمام علوم ہدایت اور اصول دین اور فلاح دارین سے متعلق ضروری امور کا نہایت مکمل اور واضح بیان ہے۔ اس میں قیامت کے یہ واقعات بھی آ گئے جن کا ذکر اوپر ہوا تو اگرچہ قرآنی ہدایات عام ہیں لیکن چونکہ اس سے فائدہ اٹھانے والے صرف مسلمان ہی ہیں اس لئے انہیں کے لئے مخصوص ہدایت نامہ اور رحمت و بشارت ہے۔

یہاں اس آیت میں قرآن پاک کا اپنے فرمانبرداروں کے لئے تین باتوں کا صاف اور صریح اعلان ہے۔

(۱) وَهُدًى یعنی بڑی ہدایت۔

(۲) وَرَحْمَةً یعنی بڑی رحمت۔

(۳) وَبُشْرَىٰ یعنی خوشخبری سنانے والا۔ مگر شرط فرمانبرداری کی ہے۔

مسلمانوں کے لئے مقام فکر

حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اس آیت مذکورہ بالا کی تشریح

میں لکھا ہے کہ ''آیت میں اگرچہ ذکر کافروں کا ہے تاہم قرآن کی تصدیق نہ کرنا' اس میں تدبر نہ کرنا' اس پرعمل نہ کرنا' اس کی تلاوت نہ کرنا' اس کی تصحیح قرأت کی طرف توجہ نہ کرنا اس کے احکام سے اعراض کر کے دوسری لغویات یا حقیر چیزوں کی طرف متوجہ ہونا۔ یہ سب صورتیں درجہ بدرجہ ہجران قرآن کے تحت میں داخل ہوسکتی ہیں۔'' تو اب غور کا مقام ہے کہ جب حشر کے میدان میں شافع محشر صلی اللہ علیہ وسلم دربار خداوندی میں یہ شکایت فرمائیں گے تو کیا صورت ہوگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس الزام سے بچنے کی اور کیا تدارک اور تدبیر ہوسکے گی اس وقت خداوند قدوس ذوالجلال والاکرام کے گرفت سے بچنے کی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس قرآن کریم کی طرف سے ہماری آنکھیں اس دنیا میں کھول دیں اور اس کے حقوق پہچاننے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور میدان حشر میں ہم کو رسول اللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ندامت وشرمندگی سے بچالیں۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم پر اپنا کرم ورحم فرمائیں اور ہم کو اپنی کتاب اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا مطیع وفرمانبردار بنا کر زندہ رکھیں اور اسی پر موت نصیب فرمائیں۔ یا اللہ اس قرآن پاک کو ہمارے لئے ہدایت ورحمت وبشارت کا ذریعہ بنا دیجئے اور اس سے غفلت وکوتاہی سے ہمیں بچالیجئے۔

یا اللہ! ہم سے اب تک جو حقوق قرآن میں لاپروائی ہوئی ہمارے اس جرم عظیم کو معاف فرما دیجئے اور ہمیں اپنی اس کوتاہی پر ندامت کے ساتھ اس کے تدارک کی توفیق عطا فرما دیجئے۔

یا اللہ! میدان حشر میں ہمیں شافع محشر صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب فرمایئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خفگی اور اپنی ناراضگی سے بچالیجئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ

بے شک اللہ تعالیٰ عدل کا اور احسان کا اور اہل قرابت کو دینے کا حکم فرماتے ہیں اور کھلی برائی اور مطلق برائی اور ظلم کرنے سے منع فرماتے ہیں۔

وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۹۰﴾

اللہ تعالیٰ تم کو اس لئے نصیحت فرماتے ہیں کہ تم نصیحت قبول کرو۔

اِنَّ بیشک	اللّٰهَ اللہ	يَاْمُرُ حکم دیتا ہے	بِالْعَدْلِ عدل کا	وَالْاِحْسَانِ اور احسان	وَاِيْتَآئِ اور دینا	ذِي الْقُرْبٰى رشتہ دار	وَيَنْهٰى اور منع کرتا ہے
عَنِ سے	الْفَحْشَآءِ بے حیائی	وَالْمُنْكَرِ اور ناشائستہ	وَالْبَغْيِ اور سرکشی	يَعِظُكُمْ تمہیں نصیحت کرتا ہے	لَعَلَّكُمْ تاکہ تم	تَذَكَّرُوْنَ دھیان کرو	

قرآن کریم کی اہم ترین اور جامع آیت

یہ آیت شریفہ جہاں تک کہ تعلیمات اسلام کا تعلق ہے۔ قرآن مجید کی اہم ترین اور کلیدی آیات میں سے ہے۔ ایک معجزانہ جامعیت کے ساتھ اس کے اندر دین وشریعت کے اہم ترین اوامر ونواہی دونوں آ گئے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے ہر خیر وشر کے بیان کو اس آیت کے اندر اکٹھا کر دیا ہے اور کوئی عقیدہ خلق' نیت عمل' معاملہ اچھا یا برا ایسا نہیں جو امراً ونہیاً اس کے تحت میں داخل نہ ہو گیا ہو۔ حضرات تابعین کے بھی خیال میں سارے دستور حیات کا ایک جامع اور مکمل خاکہ اس آیت کے اندر آ گیا ہے اور شاید یہی وجہ ہے کہ خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے وقت سے یہ آیت اہل سنت کے خطبات جمعہ میں داخل ہوگئی تاکہ ہر ہفتہ متواتر امت کے کان اس صدائے حق سے آشنا ہوتے رہیں اور اس وقت سے آج تک یہ آیت امت کے اکثر وبیشتر خطبات جمعہ وعیدین کا جزو بنی ہوئی چلی آ رہی ہے۔

تمام نیکیوں کی بنیاد عدل' احسان اور ایتاء ہے

اس آیت کی جامعیت سمجھانے کیلئے تو ایک مستقل تصنیف کی ضرورت ہے تاہم تھوڑا سا اندازہ یوں کیا جا سکتا ہے کہ آیت میں تین چیزوں کا امر فرمایا ہے۔ عدل' احسان' ایتاء ذی القربیٰ۔ جن پر پورے انسانی معاشرہ کی درستی کا انحصار ہے۔ پہلی چیز عدل ہے۔ عدل کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کے تمام عقائد' اعمال' اخلاق' معاملات' جذبات' اعتدال اور انصاف کی ترازو میں تلے ہوں۔ افراط وتفریط سے کوئی پلہ جھکنے یا اٹھنے نہ پائے۔ سخت سے سخت دشمن کے ساتھ بھی معاملہ کرے تو انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے اس کا ظاہر وباطن یکساں ہو۔ جو بات اپنے لئے پسند نہ کرتا ہو اپنے بھائی کے لئے بھی پسند نہ کرے۔ دوسری چیز احسان فرمائی۔ احسان کے معنیٰ یہ ہیں کہ انسان بذات خود نیکی اور بھلائی کا پیکر بنکر دوسروں کا بھلا چاہے۔ اس لفظ احسان میں نیک برتاؤ' فیاضانہ معاملہ' ہمدردانہ رویہ' رواداری' خوش خلقی' درگزر' باہمی مراعات' ایک دوسرے کا پاس لحاظ' دوسرے کو اس کے حق سے کچھ زیادہ دینا اور خود اپنے حق سے کچھ کم پر راضی ہو جانا یہ سب احسان میں داخل ہے۔ گویا عدل وانصاف سے یہ ایک زائد چیز ہے اور مقام عدل وانصاف سے ذرا اور بلند مقام ہے۔ تیسری بات وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى فرمائی گئی یعنی اہل قرابت کو دینے کا حکم۔ عدل واحسان تو اپنے نفس اور ہر ایک خویش و بیگانہ اور دوست دشمن سے متعلق تھیں۔ لیکن اقارب کا حق اجنبیوں سے کچھ زائد ہے۔ جو تعلقات قرابت قدرت نے باہم

رکھ دیئے ہیں انہیں نظرانداز نہ کیا جائے بلکہ اقارب کی ہمدردی اوران کے ساتھ مروت واحسان اجنبیوں سے کچھ زائد بڑھ کر ہونا چاہئے صلۂ رحمی ایک مستقل نیکی ہے جو اقارب اور رشتہ داروں کے لئے درجہ بدرجہ استعمال ہونی چاہئے چنانچہ متعدد احادیث میں اس کی تصریح ہے کہ آدمی کے اولین حقدار اس کے والدین' اس کے بیوی بچے اوراس کے بھائی بہن ہیں پھر وہ جوان کے بعد قریب تر ہوں اور پھر وہ جو ان کے قریب تر ہوں۔ گویا احسان کے بعد ذِی الْقُرْبٰی کا بالتخصیص ذکر کر کے متنبہ فرمادیا کہ عدل وانصاف تو سب کے لئے یکساں ہے لیکن مروت واحسان کے وقت بعض مواقع بعض سے زیادہ رعایت واہتمام کے قابل ہیں۔فرق مراتب کو فراموش کرنا ایک طرح قدرت کے قائم کئے ہوئے قوانین کو بھلا دینا ہے۔اب ان تینوں لفظوں کی ہمہ گیری پیش نظر رکھتے ہوئے سمجھ دار آدمی فیصلہ کرسکتا ہے کہ وہ کونسی فطری خوبی' بھلائی اور نیکی دنیا میں ایسی رہ گئی ہے جو ان تین فطری اصولوں کے باہر ہو۔

برائیوں کی جڑ فحشاء منکر اور بغی ہے

تو یہاں تین بھلائیوں کا حکم دیا گیا تھا اس کے بعد تین ہی چیزوں سے منع ہی فرمایا گیا جو انفرادی حیثیت سے افراد کو اور اجتماعی حیثیت سے پورے معاشرے اور قوم کو خراب کرنے والی ہیں وہ تین چیزیں۔فحشاء،منکر،اور بغی فرمائیں۔پہلی چیز فحشاء ہے۔جس کا اطلاق تمام بیہودہ اور شرمناک افعال پر ہوتا ہے۔ہر وہ برائی جو اپنی ذات میں نہایت قبیح ہو فحش ہے۔مثلاً زنا' چوری' شراب نوشی' برہنگی' عریانی' گانا بجانا' گالیاں بکنا' بدکلامی کرنا' اسی طرح علی الاعلان برے کام کرنا اور برائیوں کو پھیلانا بھی فحش ہے۔جس میں جھوٹ' تہمت تراشی' بدکاریوں پر ابھارنے والے افسانے' ڈرامے' فلمیں' عورتوں کا ناچ گانا وغیرہ۔سب فحش میں داخل ہیں۔دوسری چیز منکر فرمائی جس سے مراد ہر وہ برائی ہے جسے انسان بالعموم برا جانتے ہیں۔ہمیشہ سے برا کہتے رہے ہیں اور تمام شرائع الٰہیہ نے جس سے منع کیا ہے۔تیسری چیز بغی ہے یعنی اپنی حد سے تجاوز کرنا اور سرکشی کر کے حد سے نکل جانا اور دوسروں کے حقوق پر دست درازی کرنا خواہ وہ حقوق خالق کے ہوں یا مخلوق کے۔اسی طرح ہر طرح کا ظلم وتعدی اور دوسروں کے جان ومال عزت وآبرو وغیرہ لینے کے واسطے ناحق دست درازی کرنا یہ سب بغی میں داخل ہیں۔

آیت کے اخیر میں یَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ فرما کر یہ بھی جتلا دیا کہ یہ آیت تم کو اس لئے سنائی جارہی ہے کہ تم اپنے حقوق وفرائض کو سمجھو اور ہر وقت یاد رکھو کہ تمہیں کیا کام کرنے ہیں اور کیا نہیں کرنے ہیں۔

اکثم صیفی کے مسلمان ہونے کا واقعہ

اس آیت کے تحت علامہ ابن کثیرؒ نے حضرت اکثم بن صیفیؓ کا واقعہ نقل کیا ہے کہ وہ تو اسی آیت کی بنا پر اسلام میں داخل ہوئے۔واقعہ اس طرح لکھا ہے کہ اکثم بن صیفی اپنی قوم کے سردار تھے جب ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوئے نبوت اور اشاعت اسلام کی خبر ملی تو ارادہ کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں مگر قوم کے لوگوں نے کہا آپ ہی سب کے بڑے اور سردار ہیں۔آپ کا خود جانا مناسب نہیں۔اس پر اکثم نے کہا کہ اچھا تو قبیلہ کے دو آدمی منتخب کرو جو وہاں جائیں اور حالات کا جائزہ لے کر مجھے بتلائیں چنانچہ یہ دونوں قاصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم اکثم بن صیفی کی طرف سے دو باتیں دریافت کرنے کے لئے آئے ہیں۔اکثم کے دو سوال یہ ہیں۔

من انت؟ وما انت؟ آپ کون ہیں اور آپ کیا ہیں؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ پہلے سوال کا جواب تو یہ ہے کہ میں محمد بن عبداللہ ہوں اور دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ اس کے بعد آپ نے سورۂ نحل کی یہی زیر تفسیر آیت اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ تلاوت فرمائی۔ ان دونوں قاصدوں نے درخواست کی کہ یہ جملے ہمیں پھر سنایئے۔ آپ اس کی تلاوت فرماتے رہے یہاں تک کہ ان قاصدوں کو آیت یاد ہوگئی۔

قاصد واپس اکثم بن صیفی کے پاس آئے اور بتلایا کہ ہم نے پہلے سوال میں یہ چاہا تھا کہ آپ کا نسب معلوم کریں مگر آپ نے اس پر زیادہ توجہ نہ دی صرف والد کا نام بتلا دینے پر اکتفا کیا مگر جب ہم نے دوسروں سے آپ کے نسب کی تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ وہ بڑے عالی نسب شریف ہیں پھر بتلایا کہ ہمیں کچھ کلمات بھی انہوں نے سنائے تھے وہ ہم بیان کرتے ہیں۔ ان قاصدوں نے آیت مذکورہ اکثم بن صیفی کو سنائی۔ آیت سنتے ہی انہوں نے کہا کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مکارم اخلاق کی ہدایت کرتے ہیں اور برے اور رذیل اخلاق سے روکتے ہیں تم سب ان کے دین میں جلد داخل ہو جاؤ تا کہ تم دوسرے لوگوں سے مقدم اور آگے رہو۔ پیچھے اور تابع بن کر نہ رہو۔

الغرض قرآن کریم کی یہ ایک نہایت جامع ترین آیت ہے جس میں پوری اسلامی تعلیمات کو معجزانہ طریقہ پر چند الفاظ میں سمو دیا گیا ہے۔ اور غور کیا جائے تو اس آیت نے جو چھ احکام دیئے ہیں۔ تین ایجابی کرنے کے اور تین تحریمی ممانعت کے تو انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کی فلاح کا نسخہ اکسیر ہے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہمیں بھی اس آیت مقدسہ کو ہمہ وقت پیش نظر رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور جن نیکیوں اور بھلائیوں اور مکارم اخلاق اور محاسن اعمال کا مطالبہ یہ آیت شریفہ ہم سے کرتی ہے ان کی توفیق کاملہ عطا فرمائیں۔ اور جن برائیوں اور بداخلاقیوں سے یہ آیت روکتی ہے اور منع کرتی ہے ان تمام برے کاموں سے ہمیں بچنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔

یا اللہ! اس ملک پاکستان کی اس آیت کے اوامر ونواہی کی توفیق مرحمت فرما کر بقا اور سلامتی عطا فرما اور ہر چھوٹے بڑے حاکم ومحکوم کو اس آیت کے احکام پر عمل پیرا ہونے کی توفیق نصیب فرما۔

یا اللہ! ہم نے جو آپ کے کلام پاک سے اب تک اعراض کر کے آپ کے بعض اوامر کی نافرمانی کی اور بعض نواہی سے اجتناب نہ کیا تو اس بنا پر ہم نے اپنی جانوں پر بڑا ظلم کیا۔

یا اللہ! اب ہم کو اس قرآن پاک کے حقوق کی بصیرت عطا فرما دے اور اس ملک میں قرآنی احکام کا نفاذ فرما دے۔ اور قرآنی برکات وثمرات اس ملک کو دیکھنا نصیب فرما دے۔ اور ملک میں جو فسق وفجور کی فضا پھیل رہی ہے اس کو مٹا کر دین داری کی فضا پھیلا دے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عَاهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَقَدْ

اور تم اللہ کے عہد کو پورا کرو جبکہ تم اُس کو اپنے ذمہ کرلو، اور قسموں کو بعد اُن کے مستحکم کرنے کے مت توڑو

جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۹۱﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ

اور تم اللہ تعالیٰ کو گواہ بھی بنا چکے ہو بیشک اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔ اور تم اُس عورت کے مشابہ مت بنو جس نے اپنا سوت کاتا

غَزْلَهَا مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا ؕ تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًاۢ بَيْنَكُمْ اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ هِيَ اَرْبٰى

اور پیچھے بوٹی بوٹی کر کے نوچ ڈالا، کہ تم اپنی قسموں کو آپس میں فساد ڈالنے کا ذریعہ بنانے لگو محض اس وجہ سے کہ ایک گروہ دوسرے گروہ سے

مِنْ اُمَّةٍ ؕ اِنَّمَا يَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ بِهٖ ؕ وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۹۲﴾

بڑھ جاوے بس اس سے اللہ تعالیٰ تمہاری آزمائش کرتا ہے، اور جن چیزوں میں تم اختلاف کرتے رہے قیامت کے دن اُن سب کو تمہارے سامنے ظاہر کردے گا۔

وَاَوْفُوْا اور پورا کرو	بِعَهْدِ اللّٰهِ اللہ کا عہد	اِذَا جب	عَاهَدْتُّمْ تم عہد کرو	وَلَا تَنْقُضُوا اور نہ توڑو	الْاَيْمَانَ قسمیں	بَعْدَ بعد		
تَوْكِيْدِهَا ان کو پختہ کرنا	وَ اور	قَدْ جَعَلْتُمُ تحقیق تم نے بنایا	اللّٰهَ اللہ	عَلَيْكُمْ اپنے اوپر	كَفِيْلًا ضامن	اِنَّ بیشک	اللّٰهَ اللہ	
يَعْلَمُ جانتا ہے	مَا تَفْعَلُوْنَ جو تم کرتے ہو	وَلَا تَكُوْنُوْا اور تم نہ ہو جاؤ	كَالَّتِيْ اس عورت کی طرح	نَقَضَتْ اس نے توڑا	غَزْلَهَا اپنا سوت			
مِنْۢ بَعْدِ بعد	قُوَّةٍ قوت (مضبوطی)	اَنْكَاثًا ٹکڑے ٹکڑے	تَتَّخِذُوْنَ تم بناتے ہو	اَيْمَانَكُمْ اپنی قسمیں	دَخَلًا دخل کا بہانہ			
بَيْنَكُمْ اپنے درمیان	اَنْ کہ	تَكُوْنَ ہو جائے	اُمَّةٌ ایک گروہ	هِيَ وہ	اَرْبٰى بڑھا ہوا (غالب)	مِنْ سے	اُمَّةٍ دوسرا گروہ	اِنَّمَا اسکے سوا نہیں
يَبْلُوْكُمُ آزماتا ہے تمہیں	اللّٰهُ اللہ	بِهٖ اس سے	وَلَيُبَيِّنَنَّ اور وہ ضرور ظاہر کریگا	لَكُمْ تم پر	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ روزِ قیامت	مَا جو	كُنْتُمْ تم تھے	
فِيْهِ اس میں	تَخْتَلِفُوْنَ اختلاف کرتے تم							

شانِ نزول

گذشتہ آیت میں جن چیزوں کے کرنے یا چھوڑنے کا حکم تھا ان میں سے ایک خاص امر یعنی وفائے عہد کو بالتخصیص یہاں ان آیات زیر تفسیر میں بیان فرمایا جاتا ہے۔

مفسرین نے ایک خاص شان نزول بھی ان آیات کے متعلق نقل کیا ہے کہ ایک جماعت نے مکہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان پر قائم رہنے کا قول و قرار کیا تھا اور قسمیں کھائی تھیں لیکن جب ظاہری طور پر قریش کا غلبہ اور مسلمانوں کا ضعف دیکھا تو جو لوگ ضعیف الایمان تھے ان کے دلوں میں شیطان نے وسوسے ڈالے اور عہد تڑوا کر گمراہ کرنا چاہا۔ ان کو ایفائے عہد پر ثابت قدم رکھنے کے لئے یہ ہدایت آمیز حکم نازل ہوا۔ اس سے عمومی طور پر معاہدہ اور قسم کے پورا کرنے کی تعلیم بھی ثابت ہوتی ہے اور نزول اگرچہ مخصوص ہو لیکن حکم میں ہر معاہدہ اور محالفہ کی پابندی رکھنے کا عموم ہے۔

تین قسم کے معاہدے اور ان کی پابندی کی اہمیت

یہاں علی الترتیب تین قسم کے معاہدوں کو ان کی اہمیت کے لحاظ سے الگ الگ بیان کر کے ان کی پابندی کا حکم دیا گیا ہے۔

ایک وہ عہد جو انسان نے خدا کے ساتھ باندھا ہو اور یہ اپنی اہمیت میں سب سے بڑھ کر ہے دوسرا وہ عہد جو ایک انسان یا

جماعت نے دوسرے انسان یا جماعت سے باندھا ہو اور اس پر اللہ کی قسم کھائی ہو یا کسی نہ کسی طور پر اللہ کا نام لے کر اپنے قول کی پختگی کا یقین دلایا ہو۔ یہ دوسرے درجہ کی اہمیت رکھتا ہے۔ تیسرا وہ عہد و پیمان جو اللہ کا نام لئے بغیر کیا گیا ہو۔ اس کی اہمیت اوپر کی دونوں قسموں کے بعد ہے۔ لیکن پابندی ان سب کی ضروری ہے اور خلاف ورزی ان میں سے کسی کی بھی روا نہیں ہے۔ چنانچہ یہاں حکم دیا جاتا ہے کہ جب خدا کا نام لے کر اور قسمیں کھا کر معاہدے کرتے ہو تو خدا کے نام پاک کی حرمت قائم رکھو۔ کسی قوم سے یا کسی شخص سے معاہدہ ہو (بشرطیکہ خلاف شرع نہ ہو) مسلمان کا فرض ہے کہ اسے پورا کرے خواہ اس میں کتنی ہی مشکلات اور صعوبتوں کا سامنا کرنا پڑے۔ خصوصاً جب خدا کا نام لے کر اور حلف کر کے ایک معاہدہ کیا ہے تو سمجھنا چاہئے کہ قسم کھانا گویا خدا کو اس معاملہ میں گواہ یا ضامن بنانا ہے۔ وہ جانتا ہے جب تم اسے گواہ بنا رہے ہو اور یہ بھی جانتا ہے کہ کہاں تک اس گواہی کا لحاظ رکھتے ہو۔ اگر تم نے خیانت یا بدعہدی کی وہ اپنے علم محیط کے موافق سزا دے گا کیونکہ تمہاری کسی قسم کی کھلی چھپی بات اس سے مخفی نہیں رہ سکتی۔

بدعہدی کی مثال

پھر بدعہدی کی برائی ایک مثال سے سمجھائی جاتی ہے کہ عہد باندھ کر توڑ ڈالنا ایسی حماقت اور دیوانگی ہے جیسے کوئی عورت دن بھر محنت کر کے سوت کاتے پھر کتا کتایا سوت شام کے وقت توڑ پھوڑ کر پارہ پارہ کر دے چنانچہ مکہ میں ایک دیوانی عورت مشہور تھی جو ایسا ہی کیا کرتی تھی۔ مطلب یہ ہے کہ معاہدات کو محض کچے دھاگے کی طرح سمجھ لینا کہ جب چاہا کاتا اور جب چاہا انگلیوں کی ادنیٰ حرکت سے بے تکلف توڑ ڈالا سخت ناعاقبت اندیشی اور دیوانگی ہے۔

عہد شکنی کی بدترین صورت

آگے خصوصیت کے ساتھ عہد شکنی کی ایک بدترین قسم پر ملامت کی گئی ہے کہ باہمی اصلاح کی بجائے تم معاہدوں اور قسموں کو فریب و دغا مکاری اور حیلہ سازی کا آلہ مت بناؤ کہ جو آپس میں فساد پھیلے یعنی قسمیں کھانے سے تمہاری مراد عہد کا استحکام نہ ہو بلکہ یہ مقصود ہو کہ تمہاری قسموں سے مطمئن ہو کر دوسرا آدمی دھوکہ کھا جائے۔ تمہاری عہد شکنی کا اصل مبنیٰ یہ ہے کہ تعداد اور مال و جاہ میں کفار تم کو بڑھے چڑھے نظر آتے ہیں اور مسلمان فقر و افلاس میں مبتلا دکھائی دیتے ہیں لیکن یاد رکھو کہ یہ تمہاری آزمائش ہے۔ تمہارے ایمان اور ایقان کے استحکام کو اللہ آزمانا چاہتا ہے۔ یہاں امتحان ہے نتیجہ امتحان قیامت کے دن کھل جائے گا جس وقت سب جھگڑے چکا دیئے جائیں گے۔ تو یہاں آیت کا اصل منشاء ان بعض نو مسلموں کو عہد بیعت پر ثابت قدم رہنے کی تاکید کرنی ہے جو کفار کی کثرت و دولت دیکھ کر اپنی ایمانی کمزوری کی وجہ سے اسلام سے انحراف کرنے کا وسوسہ دل میں لاتے تھے۔

الغرض کسی سے عہد معاہدہ کرنے کے بعد عہد شکنی کرنا بڑا گناہ ہے۔ اسی طرح جس جائز کام کی قسم کھائی اس کے خلاف کرنا بھی گناہ کبیرہ ہے۔ یہاں ایک اور عظیم گناہ اور وبال سے بچنے کی ہدایت ہے وہ یہ کہ قسم کھاتے وقت ہی اس قسم کے خلاف کرنے کا ارادہ ہو۔ صرف مخاطب کو فریب دینے کے لئے قسم کھائی جائے تو یہ عام قسم توڑنے سے زیادہ خطرناک گناہ ہے جس کے نتیجہ میں یہ خطرہ ہے کہ ایمان کی دولت ہی سے محروم ہو جائے۔ ایفائے عہد کی تاکید قرآن کریم میں متعدد جگہ فرمائی گئی ہے۔ اور جتنا اس صفت کو ایک مسلمان کے لئے لازمی اور ضروری بتلایا گیا ہے افسوس ہے کہ ہم اسی قدر اس سے بے پروا اور مستغنی ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

دعا کیجئے: یا اللہ! اب امت مسلمہ میں بھی دینی کمزوری کی وجہ سے یہ بدعہدی کا مرض گھس آیا ہے جو یقیناً آپ کی ناراضگی کا باعث ہے۔ یا اللہ! ہمیں قرآنی احکام کی ہر حال میں پابندی نصیب فرما اور ہر حال میں ایفائے عہد پر ثابت قدم فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ

اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو تم سب کو ایک ہی طریقہ کا بنا دیتے لیکن جس کو چاہتے ہیں بے راہ کر دیتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں راہ پر ڈال دیتے ہیں

وَلَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ

اور تم سے تمہارے سب اعمال کی ضرور باز پرس ہوگی۔اور تم اپنی قسموں کو آپس میں فساد ڈالنے کا ذریعہ مت بناؤ کبھی کسی اور کا قدم جمنے کے بعد نہ پھسل جاوے

قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا وَتَذُوْقُوا السُّوْٓءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَلَكُمْ عَذَابٌ

پھر تم کو اس سبب سے کہ تم راہ خدا سے مانع ہوئے تکلیف بھگتنا پڑے،اور تم کو بڑا عذاب ہوگا۔

عَظِيْمٌ ﴿۹۴﴾ وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ

اور تم لوگ عہد خداوندی کے عوض میں تھوڑا سا فائدہ مت حاصل کرو پس اللہ کے پاس کی جو چیز ہے وہ تمہارے لئے بدرجہا بہتر ہے اگر

كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۹۵﴾ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ۭ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا

تم سمجھنا چاہو۔اور جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جائے گا اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ دائم رہے گا،اور جو لوگ ثابت قدم ہیں

اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾

ہم اُن کے اچھے کاموں کے عوض اُن کا اجر اُن کو ضرور دیں گے۔

وَلَوْ اور اگر	شَآءَ اللّٰهُ اللہ چاہتا	لَجَعَلَكُمْ تو البتہ بنا دیتا تمہیں	اُمَّةً وَّاحِدَةً ایک امت	وَّلٰكِنْ اور لیکن	يُّضِلُّ گمراہ کرتا ہے
مَنْ يَّشَآءُ جسے وہ چاہتا ہے	وَ اور	يَهْدِيْ ہدایت دیتا ہے	مَنْ يَّشَآءُ جس کو وہ چاہتا ہے	وَلَتُسْـَٔلُنَّ اور تم سے ضرور پوچھا جائیگا	
عَمَّا اسکی بابت	كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ تم کرتے تھے	وَ اور	لَا تَتَّخِذُوْٓا تم نہ بناؤ	اَيْمَانَكُمْ اپنی قسمیں	دَخَلًا دخل کا بہانہ	بَيْنَكُمْ اپنے درمیان
فَتَزِلَّ کہ پھسلے	قَدَمٌ کوئی قدم	بَعْدَ ثُبُوْتِهَا اپنے جم جانے کے بعد	وَتَذُوْقُوا اور تم چکھو	السُّوْٓءَ برائی (وبال)	بِمَا اس لئے کہ
صَدَدْتُّمْ روکا تم نے	عَنْ سے	سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کا راستہ	وَلَكُمْ اور تمہارے لئے	عَذَابٌ عذاب	عَظِيْمٌ بڑا	وَ اور	لَا تَشْتَرُوْا تم نہ لو
بِعَهْدِ اللّٰهِ اللہ کے عہد کے بدلے	ثَمَنًا مول	قَلِيْلًا تھوڑا	اِنَّمَا بیشک جو	عِنْدَ اللّٰهِ اللہ کے ہاں	هُوَ وہی	خَيْرٌ بہتر	لَّكُمْ تمہارے لئے
اِنْ اگر	كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ تم جانو	مَا جو	عِنْدَكُمْ تمہارے پاس	يَنْفَدُ وہ ختم ہو جاتا ہے	وَمَا اور جو	عِنْدَ اللّٰهِ اللہ کے پاس
بَاقٍ باقی رہنے والا	وَلَنَجْزِيَنَّ اور ہم ضرور دیں گے	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	صَبَرُوْٓا انہوں نے صبر کیا	اَجْرَهُمْ ان کا اجر	بِاَحْسَنِ اس سے بہتر
مَا جو	كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ وہ کرتے تھے				

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات کا مضمون اس پر ختم ہوا تھا کہ یہ دنیا دارا امتحان ہے اور اس امتحان کا نتیجہ قیامت کے دن کھل جائے گا جس وقت حق و باطل کے سب جھگڑے چکا دیئے جائیں گے۔نیز گذشتہ آیات کے شان نزول کے سلسلہ میں یہ بتایا گیا تھا کہ مکہ میں ایک جماعت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام پر قائم رہنے کا قول وقرار کیا تھا اور قسمیں کھائی تھیں۔

کفر واسلام کے اختلاف کا فلسفہ

ان آیات میں حق وباطل یعنی کفر واسلام کے اختلاف کا فلسفہ بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ بھی قدرت تھی کہ اختلاف نہ رہنے دیتا۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو دنیا بھر کا ایک ہی مذہب ومسلک ہوتا مگر حکمت الٰہی اس کو مقتضی نہ تھی اور حق وباطل کا ساتھ ساتھ رہنا اور خیر وشر کا دوش بدوش چلنا قانون الٰہی کے مطابق ہے۔ اگر دنیا میں سب حق پر ہوجائیں اور شر کا وجود عالم سے مٹ جائے تو نظم دنیا درہم برہم ہوجائے۔ اچھائی برائی کا امتیاز نہ رہے۔ آدمی معذور ہوجائے دنیا دار امتحان نہ رہے۔ انسانی ارادہ مختار نہ رہے۔ مجبور ہوجائے پھر قیامت میں کسی سے باز پرس نہ ہوسکے۔ اسی لئے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اگر خدا چاہتا تو سب کو ایک گروہ کردیتا سب کا عقیدہ اور مذہب ایک ہوجاتا۔ مگر حق و باطل کا یہ اختلاف بھی اللہ کی طرف سے ہے۔ گمراہی اور ہدایت تو اسی کے دست قدرت میں ہے جس کو چاہتا ہے وہ ہدایت کردیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے۔ انسان کو عقل و خیر وشر پہچاننے کے لئے عطا کردی اور اس کو ارادہ کی آزادی بھی بخش دی۔ پس دنیا میں ہدایت وگمراہی کو اختیار کرنا آدمی کا کام ہے۔ اسی لئے قیامت کے دن اس سے باز پرس ہوگی۔

ایمان واسلام پر استقامت کا حکم

چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض قبائل نے بیعت کر کے زبان سے تو اسلام کا اقرار کرلیا تھا مگر ایمان ان کے دلوں میں جاگزین نہ ہوا تھا۔ ان کی تہدید کے لئے مکرر تہدید آمیز حکم دیا کہ دیکھو اگر قدم جمانے کے بعد تم لغزش کھاؤ گے اور عہد و پیمان توڑو گے اور اسلام سے انحراف کرو گے تو تم پر آخرت میں جو سخت عذاب ہوگا وہ تو ہوگا ہی دنیا میں بھی اپنے کئے کا سخت مزہ چکھو گے۔ تمہارے دیکھا دیکھی دوسرے بھی بیعت شکست کریں گے اور تم سے بدعہدی سیکھ کر اوروں کو بھی عہد شکنی کی جرات ہوگی۔ اس لئے گمراہ ہونے اور گمراہ کرنے کا وبال تم پر ہوگا۔ پھر قریش مکہ کمزور ایمان رکھنے والے مسلمانوں کو لالچ دیتے اور کہتے کہ اگر پھر ہمارا دین قبول کرلو گے تو ہم تم کو امیر بنا دیں گے۔ ایک تو مسلمانوں کا ضعف دوسرے کفار مکہ کی ایذا رسانی اور پھر اس پر لالچ دنیوی مال دولت کا اس لئے کمزور ایمان والوں کو صبر سے کام لے کر ایمان پر پختہ اور ثابت قدم رہنے کی تاکید فرمائی اور عہد الٰہی کو دنیوی مال دولت کے عوض فروخت کرنے اور معاہدہ بیعت کی خلاف ورزی کرنے کی ممانعت فرمادی اور جذبہ طمع کی بیخ کنی اس طرح فرمائی کہ دنیوی عیش اگرچہ بیش از بیش ہو مگر فنا ہونے والا اور ایک دن ختم ہونے والا ہے۔ انسان دنیا سے خالی ہاتھ جاتا ہے۔ دنیا بے ثبات ہے۔ البتہ آخرت کا ثواب دائمی ہے۔ اس کو فنا نہیں۔ رہا شدائد ومصائب کا ہجوم تو آخرت کا ثواب حاصل کرنے کے لئے اس کو برداشت کرنا جان و مال کا نقصان اٹھانا اور ہر سختی پر صبر کرنا یہ نیکوکاروں کا شیوہ ہے۔ اس لئے صبر سے کام لے کر ایمان پر پختہ رہنا چاہئے اور جو لوگ خدا کے عہد پر ثابت قدم رہیں گے اور تمام مشکلات اور صعوبتوں کو صبر کے ساتھ برداشت کریں گے ان کا اجر ضائع ہونے والا نہیں۔ ایسے بہترین عمل کا بدلہ ضرور اللہ تعالیٰ سے مل کر رہے گا۔

پس مقصود یہ نکلا کہ وفائے عہد کر کے آخرت کی دولت کثیرہ غیر فانیہ کو حاصل کرو اور قلیل وفانی کے لئے نقض عہد مت کرو۔ ان آیات میں جہاں ابتدائی دور کے مسلمانوں کو تلقین تھی وہیں قیامت تک کے مسلمانوں کو ہدایت ہے کہ اسلام کے راستہ میں کیسی ہی تکلیفیں اٹھانی پڑیں مگر ان کی پرواہ نہ کرنی چاہئے۔ انتہائی جرات سے سب کو برداشت کرنا چاہئے۔ اور ایمان اور اسلام پر مضبوطی سے ثابت قدم رہنا چاہئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ

جو شخص کوئی نیک کام کرے گا خواہ مرد ہو یا عورت ہو بشرطیکہ صاحب ایمان ہو تو ہم اس شخص کو بالطف زندگی دیں گے اور اُن کے اچھے کاموں کے عوض

اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۷﴾ فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ

میں اُن کا اجر دیں گے۔تو جب آپ قرآن پڑھنا چاہیں تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کریں۔

الرَّجِيْمِ ﴿۹۸﴾ اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۹۹﴾ اِنَّمَا

یقیناً اُس کا قابو اُن لوگوں پر نہیں چلتا جو ایمان رکھتے ہیں اور اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔بس اُس کا قابو تو صرف

سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

اُن ہی لوگوں پر چلتا ہے جو اُس سے تعلق رکھتے ہیں اور ان لوگوں پر جو اللہ کے ساتھ شرک کرتے ہیں۔

مَنْ جو۔جس	عَمِلَ عمل کیا	صَالِحًا کوئی نیک	مِنْ ذَكَرٍ مرد ہو	اَوْ یا	اُنْثٰى عورت	وَهُوَ جبکہ وہ	مُؤْمِنٌ مومن	فَلَنُحْيِيَنَّهٗ تو ہم اسے ضرور زندگی دینگے
حَيٰوةً زندگی	طَيِّبَةً پاکیزہ	وَ اور	لَنَجْزِيَنَّهُمْ ہم ضرور انہیں دیں گے	اَجْرَهُمْ ان کا اجر	بِاَحْسَنِ اس سے بہت بہتر	مَا جو	كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ وہ کرتے تھے	
فَاِذَا پس جب	قَرَاْتَ تم پڑھو	الْقُرْاٰنَ قرآن	فَاسْتَعِذْ تو پناہ لو	بِاللّٰهِ اللہ کی	مِنَ سے	الشَّيْطٰنِ شیطان	الرَّجِيْمِ مردود	اِنَّهٗ بیشک وہ
لَيْسَ نہیں	لَهٗ اس کیلئے	سُلْطٰنٌ کوئی زور	عَلَى پر	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	اٰمَنُوْا ایمان لائے	وَ اور	عَلٰى رَبِّهِمْ اپنے رب پر	يَتَوَكَّلُوْنَ وہ بھروسہ کرتے ہیں
اِنَّمَا اسکے سوا نہیں	سُلْطٰنُهٗ اس کا زور	عَلَى پر	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	يَتَوَلَّوْنَهٗ اس کو دوست بناتے ہیں	وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ جو	هُمْ وہ		
بِهٖ (اللہ) اس کے ساتھ	مُشْرِكُوْنَ شریک ٹھہراتے ہیں							

نیک اعمال کے اجر کیلئے ضابطہ

گذشتہ آیت میں صابرین یعنی جو لوگ احکام دین پر قائم وثابت قدم رہے اور اس کے لئے ہر سختی اور کڑی جھیل گئے ان کے اجر کا ذکر فرمایا گیا تھا۔اب آگے تمام اعمال صالحہ کے متعلق عام ضابطہ اور قانون الٰہی بیان فرمایا جاتا ہے کہ جو کوئی مرد یا عورت نیک کاموں کی عادت رکھے بشرطیکہ وہ کام صرف صورتاً نہیں بلکہ حقیقتاً نیک ہوں یعنی ایمان اور معرفت صحیحہ اور اخلاص کی روح اپنے اندر رکھتے ہوں تو ہم اس کو ضرور پاک ستھری اور بالطف زندگی عنایت کریں گے۔مثلاً دنیا میں حلال روزی' قناعت و غنائے قلبی' سکون وطمانیت' ذکر اللہ کی لذت' حب الٰہی کا مزہ' طاعت وبندگی کی خوشی' کامیاب مستقبل کا تصور' تعلق مع اللہ کی حلاوت جس کے متعلق ایک بزرگ کا قول ہے کہ اگر سلاطین کو خبر ہو جائے کہ شب بیداروں کو رات کے اٹھنے میں کیا دولت ولذت حاصل ہوتی ہے تو اس کے چھیننے کے لئے اسی طرح لشکر کشی کریں جیسے ملک گیری کے لئے کرتے ہیں بہرحال مومنین ومتقین کی پاکیزہ زندگی اسی دنیا سے شروع ہو جاتی ہے۔قبر میں پہنچ کر اس کا رنگ اور زیادہ نکھر جاتا ہے۔آخر انتہا اس حیاۃ طیبہ پر ہوتی ہے جس کے متعلق بتلایا گیا کہ زندگی بلاموت کے غنا بلافقر کے صحت بلا بیماری کے۔ ملک بلا زوال کے اور سعادت بلاشقاوت کے' اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہم سب کو آخرت کی یہ زندگی نصیب فرمائیں۔

قرأت قرآن کے بعض آداب

اب چونکہ عمل صالح اور اس پر اجر کا ذکر ہوا اور نیک کاموں کی ترغیب دی گئی اور قرآن ہی تمام نیکیوں کا سرچشمہ ہے۔حدیث شریف میں ہے۔ خیر کم من تعلم القرآن و علمه' تم میں بہتر وہ ہے کہ جو قرآن

سیکھے اور سکھلائے تو معلوم ہوا کہ مومن کے لئے قرأت قرآن بہترین نیکی ہے اس لئے یہاں قرأت قرآن کے بعض آداب کی تعلیم فرمائی جاتی ہے تاکہ مومن بے احتیاطی سے اس بہترین کام کا اجر نہ ضائع کر بیٹھے۔ شیطان کی کوشش ہمیشہ یہ رہتی ہے کہ لوگوں کو نیک کاموں سے روکے خصوصاً قرأت قرآن جیسے نیک کام کو جو تمام نیکیوں کا سرچشمہ ہے کب ٹھنڈے دل سے گوارا کر سکتا ہے۔ ضرور اس کی کوشش ہوگی کہ مومن کو اس سے باز رکھے اور اس میں کامیاب نہ ہو اور ایسی آفات میں مبتلا کر دے جو قرأت قرآن کا حقیقی فائدہ حاصل ہونے سے مانع ہوں۔ ان سب شیطانی تدبیروں اور پیش آنے والی خرابیوں سے حفاظت کا یہی طریقہ ہو سکتا ہے کہ جب مومن قرات قرآن کا ارادہ کرے پہلے صدق دل سے حق تعالیٰ پر بھروسہ کرے اور شیطان مردود کی زد سے نکل کر خداوند قدوس کی پناہ میں آ جائے۔ اصلی استعاذہ یعنی پناہ میں آنا تو دل سے ہے مگر زبان اور دل کو موافق کرنے کے لئے ہدایت کی گئی کہ ابتدائے قرات میں زبان سے بھی اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم پڑھے۔ آیت میں اگرچہ خطاب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے مگر مراد خطاب تمام امت ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو محفوظ من اللہ تھے۔ شیطان آپ کے پاس بھی نہ آ سکتا تھا۔ اس لئے مقصود خطاب تمام اہل اسلام ہیں اور جب کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے شیطان سے بچ کر اللہ کی پناہ میں آنے کا حکم دیا۔ باوجودیکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اغواء شیطانی کا اندیشہ بھی نہ تھا تو پھر عام مسلمان جو معصوم اور محفوظ من اللہ نہیں ہیں ضرور شیطان سے بچاؤ کی تدبیر کرنے کے مکلف ہیں۔ اسی نکتہ کو پیش نظر رکھ کر عام طور پر قرآن پاک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کیا گیا اگرچہ مقصد روئے سخن مسلمانوں کی طرف ہے۔ چونکہ آیت میں انتہائی زور اور تاکید کے ساتھ شیطان سے بچ کر اللہ کی پناہ میں داخل ہونے اور اعوذ پڑھنے کا حکم دیا گیا اس لئے کسی کو شبہ ہو سکتا تھا کہ شیطان بھی کوئی عظیم الشان ہستی ہے جو نعوذ باللہ خدا کی حریف اور مد مقابل ہو سکتی ہے۔ اس وہم و گمان کو دور کرنے کے لئے شیطان کی طاقت کی کیفیت بیان فرمائی کہ شیطان کا زور ایک قسم کے آدمیوں پر ہرگز نہیں چل سکتا اور ایک قسم کے آدمی شیطان کے پنجہ میں گرفتار ہوتے ہیں۔ جس نے خدا پر بھروسہ کیا اور اللہ کی پناہ ڈھونڈی اس پر شیطان زور سے حاوی نہیں ہو سکتا۔ یعنی ان اہل ایمان پر جن کو نہ اللہ کے سوا کسی سے حقیقی طمع و امید ہوتی ہے اور نہ سوائے خدا کے کسی سے ضرر کا اندیشہ۔ ظاہری اسباب میں مشغول رہتے ہوئے بھی جن کا اعتماد اعانت اور توکل اللہ ہی پر ہوتا ہے ان پر تو شیطان اپنا تسلط اور قبضہ نہیں جما سکتا۔ اور جو لوگ از خود شیطان کو اپنا رفیق بنالیں اور بجائے ایک خدا پر بھروسہ کرنے کے شرک اختیار کرلیں یا شیطانی اغواء سے دوسری چیزوں کو خدا کا شریک مانیں۔ انہی پر شیطان کا پورا قبضہ اور تسلط ہے کہ جدھر چاہتا ہے انگلیوں پر نچاتا ہے۔

حیوٰۃ طیبہ سے کیا مراد ہے......؟

یہاں آیت میں ایمان اور عمل صالح کے ساتھ جس حیوٰۃ طیبہ کا وعدہ کیا گیا ہے اس سے یہ مراد نہیں کہ اس کو کبھی دنیا میں فقر یا مرض یا کوئی تکلیف و آزار نہ ہوگا بلکہ مطلب یہ ہے کہ اطاعت کی برکت سے اس کے قلب میں ایسا نور پیدا ہوگا جس سے وہ ہر حال میں شاکر و صابر اور رضا و تسلیم سے رہے گا۔ یہاں ایمان اور عمل صالح پر جس حیوٰۃ طیبہ کا وعدہ کیا گیا ہے اس سے ان تمام بدفہم، کم نظر، کوتاہ عقل اور بے صبر لوگوں کی غلط فہمی بھی دور ہو جانی چاہئے جو یہ سمجھتے ہیں کہ سچائی اور دیانت، پرہیزگاری اور تقویٰ کی روش اختیار کرنے سے آدمی کی آخرت چاہے بن جاتی ہو مگر اس کی دنیا تو نہیں سنورتی۔ تو یہاں آیت میں اس خیال کی صاف تردید فرمادی گئی ہے کہ ایمان اور عمل صالح سے محض آخرت ہی نہیں بنتی دنیا بھی سنورتی ہے۔

اعمال کے اجر میں عورت و مرد برابر ہیں

ان آیات کی تصریح نے اس حقیقت کو بھی روشن کر دیا کہ اجر اعمال کے لحاظ سے عورت اسلام کی نظر میں مرد سے کم نہیں اور مشرک قوموں نے عورت کو اللہ کی پست اور حقیر مخلوق جو ٹھہرالیا تھا یا اب بھی ٹھہراتے ہیں اس کی پوری تردید ہوگئی۔ اور آج کی جاہلیت جدید جو دنیا کو مغربی تاثرات کی بنا پر اس عقیدہ کی جانب لے جا رہی ہے کہ نظام فطرت میں عورت نہیں بلکہ مرد پست و حقیر ہے تو قرآن مجید کی یہ آیات اس وہم کی تردید کے لئے بھی کافی ہوگی۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ شیطانی مکروفریب سے ہم ضعیف الایمانوں کی بھی حفاظت فرماویں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَإِذَا بَدَّلْنَا آيَةً مَّكَانَ آيَةٍ ۙ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوا إِنَّمَا أَنتَ مُفْتَرٍ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ

اور جب ہم کسی آیت کو بجائے دوسری آیت کے بدلتے ہیں اور حالانکہ اللہ تعالیٰ جو حکم بھیجتا ہے اُس کو وہی خوب جانتا ہے تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ افترا کرنے والے ہیں

لَا يَعْلَمُونَ ﴿١٠١﴾ قُلْ نَزَّلَهُ رُوحُ الْقُدُسِ مِن رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِينَ آمَنُوا وَهُدًى

بلکہ انہیں میں اکثر لوگ جاہل ہیں۔آپ فرما دیجئے کہ اس کو روح القدس آپ کے رب کی طرف سے حکمت کے موافق لائے ہیں تاکہ ایمان والوں کو

وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ ﴿١٠٢﴾ وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّهُمْ يَقُولُونَ إِنَّمَا يُعَلِّمُهُ بَشَرٌ ۗ لِّسَانُ

ثابت قدم رکھے اور ان مسلمانوں کیلئے ہدایت اور خوشخبری ہو جاوے۔اور ہم کو معلوم ہے کہ یہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ ان کو تو آدمی سکھلا جاتا ہے

الَّذِي يُلْحِدُونَ إِلَيْهِ أَعْجَمِيٌّ وَهَٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِينٌ ﴿١٠٣﴾ إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ

جس شخص کی طرف اس کی نسبت کرتے ہیں اُس کی زبان تو عجمی ہے اور یہ قرآن صاف عربی ہے۔جو لوگ اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے

بِآيَاتِ اللَّهِ لَا يَهْدِيهِمُ اللَّهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿١٠٤﴾ إِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِينَ

اُن کو اللہ تعالیٰ کبھی راہ پر نہ لاویں گے اور ان کیلئے دردناک سزا ہوگی۔پس جھوٹ افترا کرنے والے تو یہی لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی

لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَاذِبُونَ ﴿١٠٥﴾

آیتوں پر ایمان نہیں رکھتے اور یہ لوگ ہیں پورے جھوٹے۔

وَاِذَا اور جب	بَدَّلْنَا ہم بدلتے ہیں	اٰيَةً کوئی حکم	مَّكَانَ جگہ	اٰيَةٍ دوسرا حکم	وَاللّٰهُ اور اللہ	اَعْلَمُ خوب جانتا ہے	بِمَا اسکو جو	يُنَزِّلُ وہ نازل کرتا ہے
قَالُوْا وہ کہتے ہیں	اِنَّمَا اسکے سوا نہیں	اَنْتَ تو	مُفْتَرٍ تم گھڑ لیتے ہو	بَلْ بلکہ	اَكْثَرُهُمْ ان میں اکثر	لَا يَعْلَمُوْنَ علم نہیں رکھتے	قُلْ آپ کہہ دیں	
نَزَّلَهٗ اسے اتارا ہے	رُوْحُ الْقُدُسِ روح القدس (جبرئیل)	مِنْ سے	رَّبِّكَ سے	بِالْحَقِّ حق کے ساتھ	لِيُثَبِّتَ تاکہ ثابت قدم کرے			
الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	اٰمَنُوْا ایمان لائے	وَهُدًى اور ہدایت	وَبُشْرٰى اور خوشخبری	لِلْمُسْلِمِيْنَ مسلمانوں کیلئے	وَ اور	لَقَدْ نَعْلَمُ ہم خوب جانتے ہیں		
اَنَّهُمْ کہ وہ	يَقُوْلُوْنَ وہ کہتے ہیں	اِنَّمَا اسکے سوا نہیں	يُعَلِّمُهٗ اس کو سکھاتا ہے	بَشَرٌ ایک آدمی	لِسَانُ زبان	الَّذِيْ وہ جو کہ		
يُلْحِدُوْنَ کجراہی (نسبت) کرتے ہیں	اِلَيْهِ اس کی طرف	اَعْجَمِيٌّ عجمی	وَهٰذَا اور یہ	لِسَانٌ زبان	عَرَبِيٌّ عربی	مُّبِيْنٌ واضح	اِنَّ بیشک	
الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	لَا يُؤْمِنُوْنَ ایمان نہیں لاتے ہیں	بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اللہ کی آیتوں پر	لَا يَهْدِيْهِمُ ہدایت نہیں دیتا نہیں	اللّٰهُ اللہ	وَلَهُمْ اور ان کیلئے			
عَذَابٌ اَلِيْمٌ دردناک عذاب	اِنَّمَا اسکے سوا نہیں	يَفْتَرِي بہتان باندھتا ہے	الْكَذِبَ جھوٹ	الَّذِيْنَ وہ لوگ	لَا يُؤْمِنُوْنَ جو ایمان نہیں لاتے			
بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اللہ کی آیتوں پر	وَاُولٰٓئِكَ اور یہی لوگ	هُمْ وہ	الْكٰذِبُوْنَ جھوٹے					

مشرکین کے اعتراض کا جواب

گذشتہ آیات میں یہ حکم دیا گیا تھا کہ قرآن پڑھتے وقت شیطان مردود کے کید سے اللہ کی پناہ مانگ لی جائے کیونکہ شیطان سب سے

بڑھ کر جس چیز کا درپے ہے وہ یہی ہے کہ ابن آدم قرآن سے ہدایت نہ حاصل کرنے پائے۔اس لئے آدمی کو اللہ سے مدد مانگتے رہنا چاہئے کہ کہیں شیطان کی دراندازیاں اسے اس سرچشمۂ ہدایت کے فیض سے محروم نہ کردیں کیونکہ جس نے قرآن سے ہدایت نہ پائی وہ پھر کہاں سے ہدایت پاسکے گا۔تو استعاذہ یعنی اللہ کی پناہ میں آنے کا حکم اوپر ہوا تھا تاکہ کہیں شیطان اس بہترین کام یعنی قرأت قرآن میں رکاوٹ اور خرابی نہ ڈالے۔

اب آگے بعض شیطانی رکاوٹوں کا ذکر فرمایا جاتا ہے جو قرآن کے متعلق وہ پیدا کرتا تھا اور مشرکین مکہ جو اعتراضات قرآن مجید پر کرتے تھے ان کا جواب دیا جارہا ہے۔واقعہ یہ ہے کہ پورا قرآن ایک مرتبہ تو نازل ہوا نہیں موقع بموقع آیات نازل ہوتی تھیں ان میں بعض وقتی احکام بھی آتے تھے پھر دوسرے وقت حالات کے تبدیل ہونے پر دوسرا حکم آجاتا تھا۔مثلاً ابتدا میں قتال سے ممانعت اور ہاتھ روکے رہنے کا حکم تھا۔ایک زمانہ کے بعد قتال کی اجازت دی گئی۔ یا ابتداء میں حکم تھا قُمِ الَّیۡلَ اِلَّا قَلِیۡلًا نِّصۡفَهٗۤ یعنی رات کو اللہ کی عبادت میں کھڑے رہو۔ ہاں تھوڑا حصہ اگر شب کا آرام کرو تو مضائقہ نہیں۔تھوڑی مدت کے بعد اس حکم میں تخفیف ہوگئی جیسا کہ سورۂ مزمل ہی میں بعد کی آیات نازل ہوئیں تو کفار ایسی چیزوں کو سن کر اعتراض کرتے کہ یہ خدا کا کلام کیسے ہوسکتا ہے؟ کیا (معاذ اللہ) خدا نے پہلے بے خبری سے ایک بات کا حکم دیدیا تھا؟ پھر خبر ہوئی تو دوسرا حکم اتارا۔معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلام آپ خود بنالاتے ہیں ورنہ خدا کے احکام ایسے نہیں ہو سکتے کہ کبھی کچھ کبھی کچھ۔ کفار کے اس قول کی تردید میں اور ان کے اعتراض کے جواب میں یہ آیات نازل ہوئیں اور بتلایا گیا کہ تمہارا یہ اعتراض محض جہالت سے ہے۔اللہ اپنے نازل کردہ احکام کے مصالح کو بخوبی جانتا ہے یہ اعتراض کرنے والے کیا جانیں۔پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ آپ ان کفار کے اعتراض کے جواب میں فرمادیں کہ یہ میرا یا کسی بشر کا بنایا ہوا کلام نہیں۔یہ تو وہ کلام ہے جو بلاشبہ میرے رب نے روح القدس یعنی پاک فرشتہ جبرئیل امین کے ذریعہ سے عین حکمت اور مصلحت کے موافق مجھ پر نازل فرمایا۔اس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں نہ کذب وافترا کو دخل ہے۔

روح القدس

یہاں آیت میں وحی لانے والے فرشتہ کا نام لینے کی بجائے ان کا لقب روح القدس یعنی پاک روح استعمال کیا گیا ہے جس سے اس حقیقت پر متنبہ کرنا مقصود ہے کہ اس کلام الٰہی کو ایسی روح لے کر آرہی ہے جو بشری کمزوریوں اور نقائص سے پاک ہے۔وہ نہ خائن ہے کہ اللہ کچھ بھیجے اور وہ اپنی طرف سے کمی بیشی کر کے کچھ اور بنادے۔نہ کذاب و مفتری ہے کہ خود کوئی بات گھڑ کے اللہ کے نام سے بیان کردے۔نہ بدنیت ہے کہ اپنی کسی نفسانی غرض کی بناء پر دھوکے اور فریب سے کام لے وہ تو سراسر ایک مقدس اور مطہر روح ہے جو اللہ کا کلام پوری امانت کے ساتھ لاکر پہنچاتی ہے۔

قرآن کریم کو تدریجاً نازل کرنے کے فوائد

اب رہا یہ کہ ایک آیت کی جگہ دوسری آیت نازل کرنا یا ایک حکم کے بعد دوسرا حکم بھیجنا تو اس کا کھلا ہوا فائدہ منجملہ دیگر فوائد کے یہ ہے کہ جن لوگوں کے دلوں میں نور ایمان متمکن ہے ان کا ایمان اور قوانین شریعت کی پابندی اس ترمیم و تنسیخ کی وجہ سے پختہ اور راسخ ہو جاتی ہے۔ اگر ایک دم احکام نازل کردیئے جاتے تو ممکن تھا ان کے ایمان میں تزلزل پیدا ہو جاتا کیونکہ ان سے آبائی رسم ورواج کے خلاف فوری احکام کی یکدم تعمیل نہ ہو سکتی پھر یہ بھی مقصود تھا کہ قرآن سے لوگوں کو ہدایت ہو اور ہدایت بغیر تدریجی ترمیم و تنسیخ کے ممکن نہ تھی۔ تیسرے یہ بھی غرض تھی کہ وہ لوگ جو واقعی مسلم ہیں جنہوں نے اپنی جان و مال

یہاں تک کہ خواہشات نفس کو اللہ کے حکم کے تابع بنا دیا ہے ان کو دوامی نجات کی خوشخبری بھی پہنچ جائے۔ اگر نسخ نہ ہوتا تو ان کا مسلم مخلص ہونا کیسے ظاہر ہوتا۔ یہ کیسے واضح ہوتا کہ وہ اللہ کے ہر حکم کو ہر وقت ماننے والے ہیں۔ لیکن اس فائدہ کو سمجھنے کے لئے نور ایمان اور ضیاء اسلام کی دل میں ضرورت ہے۔ جس کے دل میں زنگ وکدورت بھری ہوئی ہے اور روح میں کفر بیٹھا ہوا ہے اس کو یہ فائدہ کیسے سمجھ میں آ سکتا ہے۔

مشرکین کی بہتان طرازی کا جواب

آگے ایک واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں بعض رومی اور فارسی غلام بھی تھے جن کو صاف طور پر فصیح عربی میں بات چیت بھی کرنی نہ آتی تھی البتہ عیسائی اور مجوسی مذہب سے ان کو واقفیت ضرور تھی خواہ سن سنا کر یا کتابیں پڑھ کر۔ مکہ مکرمہ کے جاہلوں میں وہی عالم سمجھے جاتے تھے۔ یہ غلام کبھی کبھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جایا کرتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے پاس گاہے گاہے تبلیغ کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔ قریش کو جب نکتہ چینی کا اور کوئی موقع نہ ملا اور قرآن کے اعجاز کے مقابلہ میں لاجواب ہوئے تو کہنے لگے کہ یہ اللہ کا کلام نہیں بلکہ فلاں فلاں غلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھا جاتا ہے اور پھر یہ خدا کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ اس قول کی تردید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس شخص کی طرف یہ لوگ قرآن کو منسوب کرتے ہیں۔ اس کی اصلی زبان تو عجمی ہے عربی سے وہ صحیح طور پر واقف بھی نہیں اور قرآن کی زبان فصیح و بلیغ عربی ہے۔ ناواقف آدمی جو خود زبان پر قدرت نہیں رکھتا وہ کس طرح ایسا بلیغ کلام بنا سکتا ہے۔ مگر جن لوگوں کے دلوں میں جوہر ایمان نہ ہو جو صداقت وحقانیت کی کھلی نشانیاں دیکھ کر بھی سچ نہ جانتے ہوں اور اپنی کٹ حجتی پر قائم ہوں ان کو اللہ ہدایت نہیں فرماتا۔

صداقت قرآن کی ایک اور دلیل

قرآن کے منزل من اللہ ہونے کی ایک اور دلیل آگے بیان کی جاتی ہے کہ افترا پردازی اور دروغ بانی تو وہ لوگ کرتے ہیں جن کو آیات الٰہی پر ایمان نہیں۔ یعنی جو اللہ کی الوہیت اور ربوبیت کے قائل نہیں ہوتے اور جو احکام الٰہی سے سرتابی کرتے ہیں اور آدمیوں میں باہمی معاملات میں جھوٹ بولتے' دغا فریب کرتے اور بدسلوکی سے پیش آتے ہیں اور چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت سے پہلے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ کسی کی امانت میں خیانت نہیں کی۔ کسی سے فریب نہیں کیا۔ یہاں تک کہ قوم کی طرف سے صادق الامین کے معزز لقب سے مشہور ہوئے تو پھر خدا پر وہ بہتان کیسے باندھ سکتے ہیں۔ کمزور ترین جھوٹ نہ بولنے والا ایسی عظیم الشان دروغ بانی کس طرح کر سکتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ یہ کفار خود جھوٹے ہیں جو صادق الامین کو نعوذ باللہ مفتری وکذاب خیال کرتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور قرآن کے کلام اللہ ہونے کی واضح دلیل بیان فرمائی گئی اور یہ بھی صراحت فرمائی گئی کہ جو لوگ خود ایمان لانا نہ چاہیں اور ہٹ دھری پر قائم رہیں وہ اللہ کی طرف سے ہدایت یافتہ نہیں ہو سکتے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ اس قرآن پاک کو ہمارے لئے بھی ہدایت وبشارت بنائیں اور ہم اس کے جملہ احکام پر صادق دل سے ایمان لانے والے اور اس پر عمل پیرا ہونے والے ہوں۔ یا اللہ! ہمارے لئے سچی ہدایت مقدر فرما دیجئے اور شیطانی کذب و افتراء سے ہم کو بچایئے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ

جو شخص ایمان لائے پیچھے اللہ کے ساتھ کفر کرے مگر جس شخص پر زبردستی کی جائے بشرطیکہ اُس کا قلب ایمان پر مطمئن ہو

مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۰۶﴾ ذٰلِكَ

لیکن ہاں جو جی کھول کر کفر کرے تو ایسے لوگوں پر اللہ کا غضب ہوگا اور اُن کو بڑی سزا ہوگی۔ یہ اس سبب سے ہوگا

بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۷﴾

کہ انہوں نے دنیوی زندگی کو آخرت کے مقابلہ میں عزیز رکھا اور اس سبب سے ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ایسے کافروں کو ہدایت نہیں کیا کرتا۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿۱۰۸﴾

یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں پر اور کانوں پر اور آنکھوں پر مہر لگادی ہے اور یہ لوگ بالکل غافل ہیں۔

لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۰۹﴾

لازمی بات ہے کہ آخرت میں یہ لوگ بالکل گھاٹے میں رہیں گے۔

مَنْ جو	كَفَرَ منکر ہوا	بِاللّٰهِ اللہ کا	مِنْ بَعْدِ بعد	اِيْمَانِهٖٓ اس کے ایمان	اِلَّا سوائے	مَنْ جو	اُكْرِهَ مجبور کیا گیا	وَقَلْبُهٗ جبکہ اس کا دل
مُطْمَئِنٌّۢ مطمئن	بِالْاِيْمَانِ ایمان پر	وَلٰكِنْ اور لیکن (بلکہ)	مَنْ جو	شَرَحَ کشادہ کرے	بِالْكُفْرِ کفر کیلئے	صَدْرًا سینہ	فَعَلَيْهِمْ تو ان پر	
غَضَبٌ غضب	مِنَ اللّٰهِ اللہ کا	وَلَهُمْ اور ان کیلئے	عَذَابٌ عَظِيْمٌ بڑا عذاب	ذٰلِكَ یہ	بِاَنَّهُمُ اس لئے کہ وہ	اسْتَحَبُّوا انہوں نے پسند کیا		
الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا زندگی دینا	عَلَى پر	الْاٰخِرَةِ آخرت	وَاَنَّ اور یہ کہ	اللّٰهَ اللہ	لَا يَهْدِى ہدایت نہیں دیتا	الْقَوْمَ لوگ	الْكٰفِرِيْنَ کافر	اُولٰٓئِكَ یہی لوگ
الَّذِيْنَ وہ جو کہ	طَبَعَ اللّٰهُ اللہ نے مہر لگادی	عَلٰى پر	قُلُوْبِهِمْ ان کے دل	وَسَمْعِهِمْ اور ان کے کان	وَاَبْصَارِهِمْ اور ان کی آنکھیں	وَاُولٰٓئِكَ اور یہی لوگ		
هُمُ وہ	الْغٰفِلُوْنَ غافل	لَا جَرَمَ کچھ شک نہیں	اَنَّهُمْ کہ وہ	فِى الْاٰخِرَةِ آخرت میں	هُمُ وہ	الْخٰسِرُوْنَ خسارہ اٹھانے والے		

انتہائی بے بسی کی حالت میں ایک رخصت کا بیان

گذشتہ آیات میں کفار ومنکرین توحید ورسالت کے حق میں وعیدیں مذکور ہوئیں۔ ایک تو مجرم وہ تھے جو سینکڑوں دلائل و آیات سن کر بھی ایمان واسلام کو قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھے۔ مگر ان سے بھی بڑھ کر مجرم وہ ہیں جو اسلام اور ایمان کو قبول کر لینے کے بعد شیطانی شبہات ووساوس سے متاثر ہو کر حق سے منکر ہو جائیں اور ایمان لانے کے بعد پھر مرتد ہو جائیں۔ العیاذ باللہ ایسے لوگوں کی سزا آگے ان آیات میں بیان فرمائی گئی ہے۔ درمیان میں ایک استثنا بیان کر دیا گیا یعنی اگر کوئی مسلمان صدق دل سے برابر ایمان پر قائم ہے۔ ایک لحہ کے لئے بھی ایمانی روشنی اور قلبی طمانیت اس کے قلب سے جدا نہیں ہوئی صرف کسی خاص حالت میں بہت ہی سخت دباؤ اور سختی سے مجبور ہو کر شدید ترین خوف کے وقت جان بچانے اور گلو خلاصی کے لئے محض زبان سے منکر ہو جائے یعنی کوئی کلمہ اسلام کے خلاف نکال دے

بشرطیکہ اس وقت بھی اس کے قلب میں ایمان واسلام کی طرف سے کوئی تردد نہ ہو محض زبانی لفظ سے کراہت ونفرت ہو تو ایسا شخص مرتد نہیں بلکہ مسلمان ہی سمجھا جائے گا۔

رخصت کی حدود

یہاں آیت میں جو یہ استثناء بیان کیا گیا ہے۔اس میں ان اہل ایمان کے معاملہ سے بحث کی گئی ہے جن پر اس وقت کفار کی طرف سے مظالم توڑے جا رہے تھے اور نا قابل برداشت اذیتیں دے دے کر کفر پر مجبور کیا جا رہا تھا۔ان کے متعلق بتایا گیا کہ اگر کسی وقت کفار کے ظلم سے مجبور ہو کر محض جان بچانے کے لئے کلمہ کفر زبان سے ادا کر دیا جبکہ قلب عقیدہ کفر سے محفوظ ہے۔تو یہ کلمہ کفر معاف کر دیا جائے گا۔لیکن اگر کسی نے دل سے کفر قبول کر لیا تو دنیا میں چاہے جان بچ جائے آخرت میں خدا کے عذاب الیم سے نہ بچا جا سکے گا۔

یہاں آیت میں جو یہ اجازت دی گئی ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ جان بچانے کے لئے کلمہ کفر کہہ دینا چاہئے۔ بلکہ یہ صرف رخصت ہے اگر ایمان دل میں رکھتے ہوئے کوئی مسلمان مجبوراً ایسا کہہ دے تو مواخذہ نہ ہوگا۔ورنہ مقام عزیمت یہی ہے کہ خواہ جسم کا تکا بوٹی کر دیا جائے مگر وہ کلمۂ حق ہی کا اعلان کرتا رہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی جان نثاریاں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین میں دونوں قسم کی نظیریں پائی جاتی ہیں۔حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان مبارک ہستیوں میں سے ہیں جنہوں نے شروع ہی میں چند نفوس کے بعد اسلام قبول کر لیا تھا۔یہ ایک عورت کے غلام تھے اس کو جو معلوم ہوا کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتے ہیں تو اس کی سزا میں لوہے کو گرم کر کے ان کے سر کو اس سے داغ دیتی تھی۔لوہے کی زرہ پہنا کر ان کو دھوپ میں ڈال دیا جاتا تھا۔جس سے گرمی اور تپش کی وجہ سے پسینوں پر پسینے بہتے تھے اور بالکل سیدھا گرم ریت پر لٹا دیا جاتا تھا جس کی وجہ سے کمر کا گوشت تک گل گیا تھا۔ایک مرتبہ آگ کے انگاروں پر ڈال کر گھسیٹا گیا اور آپ کی کمر کی چربی اور خون سے وہ آگ بجھی مگر اس سب کے باوجود سختی سے دین اسلام پر جمے رہے۔حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ جو مشہور صحابی ہیں اور جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارک میں مسجد نبوی کے ہمیشہ موذن رہے شروع میں ایک کافر کے غلام تھے۔ اسلام لانے پر طرح طرح کی اذیتیں کافر دیتے تھے۔سخت گرمی میں دوپہر کے وقت تپتی ہوئی ریت پر سیدھا لٹا کر پتھر کی چٹان سینہ پر رکھ دی جاتی تھی کہ حرکت نہ کر سکیں اور اسی حال میں مر جائیں یا زندگی چاہیں تو اسلام سے ہٹ جائیں۔مگر اس حالت میں بھی احد احد ہی کہتے تھے۔یعنی معبود ایک ہی ہے رات کو زنجیروں میں باندھ کر کوڑے لگائے جاتے اور اگلے دن ان زخموں کو گرم زمین پر ڈال کر اور زیادہ زخمی کیا جاتا تا کہ بے قرار ہو کر اسلام سے پھر جاویں یا تڑپ تڑپ کر مر جاویں۔مشرکین مکہ ان کے گلے میں رسی ڈال کر مکے کی دونوں پہاڑیوں کے درمیان کھینچے کھینچے پھرتے تھے اور مطالبہ کیا جاتا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرو اور لات وعزیٰ کی پرستش اختیار کرو۔مگر دنیا کا کوئی ظلم وستم آپ کو اسلام اور کلمۂ توحید سے نہ ہٹا سکا۔حضرت عمارؓ کے والد حضرت یاسرؓ کو اتنی ایذائیں دی گئیں کہ حضرت یاسر اسی حالت تکلیف میں وفات پا گئے اور آپ کی والدہ حضرت سمیہؓ کی شرمگاہ میں ملعون ابوجہل نے برچھا مارا جس سے وہ شہید ہو گئیں مگر اسلام سے نہ ہٹیں۔ حالانکہ بوڑھی تھیں۔ضعیف تھیں مگر اس ملعون نے کسی چیز کا خیال نہ کیا اور اسلام میں سب سے پہلی شہادت انہی کی ہے۔تو جان دے دی مگر اسلام سے پھرنا منظور نہ کیا۔ یہ ہیں وہ مثالیں جس پر ظالم عیسائی کہتے ہیں کہ اسلام تلوار سے پھیلا ہے۔ایک طرف تو یہ عزیمت کی نظیریں ہیں۔ دوسری طرف حضرت عمار بن یاسرؓ کی مثال رخصت بھی موجود ہے کہ جن کی آنکھوں کے سامنے ان کے والد اور والدہ کو

سخت اذیت دے دے کر شہید کر دیا گیا پھر خود حضرت عمارؓ کو اتنی ناقابل برداشت اذیت دی گئی کہ آخر کار انہوں نے جان بچانے کے لئے وہ سب کچھ کہہ دیا جو کفار ان سے کہلوانا چاہتے تھے۔ پھر وہ روتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہؐ مجھے نہ چھوڑا گیا جب تک کہ میں نے آپ کو برا اور ان کے معبودوں کو اچھا نہ کہہ دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ تمہارے دل میں کیا تھا؟ حضرت عمارؓ نے عرض کیا میرا دل اس وقت بھی ایمان سے لبریز تھا۔ آپ نے فرمایا ایسی سخت صورتوں میں اگر وہ ظالم تم سے ایسا کہلوائیں تو دوبارہ پھر کہہ دینا۔

مرتد کی سزا

ان آیات میں بتلایا گیا کہ جو لوگ اللہ اور رسول پر ایمان لانے کے بعد اللہ اور رسول کے ساتھ کفر کریں یعنی مرتد ہو جائیں تو ان لوگوں کے لئے اللہ کا غضب ہے اور بڑا سخت عذاب ہے بجز اس کے کہ جس پر جبر کیا جائے اور زبردستی ان کی زبان سے کلمہ کفر نکلوایا جائے اور وہ کفر کا کلمہ تو اپنی زبان سے نکال لے لیکن اس کا دل نور ایمانی سے منور اور حلاوت ایمان سے پرسکون اور مطمئن ہو یعنی اس کے اعتقاد میں کسی قسم کی خرابی نہ آئی ہو تو وہ سزا سے بری ہے۔ لیکن جو جی کھول کر کفر کرے اور کفر کو دل سے پسند بھی کرے تو وہ مستحق عذاب الیم ہے۔ اور یہ عذاب عظیم انہیں اس وجہ سے دیا جائے گا کہ انہوں نے آخرت کی ابدی زندگی کے مقابلہ میں دنیا کی فانی زندگی کو پسند کیا اور دنیا کے عیش و آرام میں مبتلا ہو کر آخرت کی کچھ پروا نہ کی تو اللہ تعالیٰ ایسے کافروں کو توفیق ہدایت نہیں عطا فرماتا اور وہ ضلالت و گمراہی کے گڑھے میں گر کر مستحق عذاب قرار پاتا ہے۔ یہ لوگ دنیا طلبی اور ہواپرستی کے نشہ میں ایسے مست و بے ہوش ہیں کہ ان کے ہوش میں آنے کی کوئی امید نہیں۔ خدا کی بخشی ہوئی تو تیں انہوں نے سب بیکار کر دیں آخر کانوں سے حق کی آواز سننے۔ آنکھوں سے حق کے نشان دیکھنے اور دلوں سے حق بات سمجھنے کی توفیق سلب ہوگئی تو ظاہر ہے کہ جو لوگ اپنی بے اعتدالیوں اور غلط کاریوں سے خدا کی بخشی ہوئی قوتیں تباہ کر ڈالیں اور دنیا ہی کو قبلہ مقصود بنالیں تو ان سے بڑھ کر خراب انجام کس کا ہوگا۔

جبر واکراہ سے مقصود

جبر واکراہ جس کی یہاں اجازت کا بیان ہوا اس کی شرائط اور تفصیل فقہا نے کتب فقہ میں تفصیلاً لکھی ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص قدرت رکھتا ہو وہ اگر قتل یا قطع عضو کی دھمکی دے تو کلمۂ کفر کا تلفظ زبان سے جائز ہو جائے گا لیکن جبکہ ڈرانے والا اس پر قادر نہ ہو یا خوف صرف مار پیٹ کا دلایا جائے تو یہ عذر کافی نہ ہوگا۔ یہاں آیات میں اشارہ اس طرف بھی ہے کہ مسلمان کا مرکز توجہ صرف آخرت ہونی چاہئے۔ دنیوی زندگی کو آخرت پر ترجیح دینا مسلمان کا شیوہ نہیں بلکہ یہ کفار کی خصلت ہے۔

دعا کیجئے: یا اللہ! ایمان اور اسلام کے بعد ہمارے قلوب شر کی طرف مائل نہ ہوں اور اسلام اور ایمان ہی کی زندگی پر جینا اور اسی پر مرنا نصیب ہو۔ یا اللہ! ہم کو دنیوی زندگی پر آخرت کو ترجیح دینے کی توفیق ہر حال میں نصیب ہو۔

یا اللہ! ایمان اور اسلام کے بعد ہمارے قلوب شر کی طرف مائل نہ ہوں اور اسلام اور ایمان ہی کی زندگی پر جینا اور اسی پر مرنا نصیب ہو۔ یا اللہ! مظلومین کی آپ نے ہمیشہ حمایت فرمائی ہے۔ اب بھی مسلم مظلومین کی مدد فرما دے۔ اور ان کے دشمنوں کو ملیامیٹ فرما دے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَصَبَرُوْٓا اِنَّ رَبَّكَ

پھر بیشک آپ کا رب ایسے لوگوں کیلئے کہ جنہوں نے کافروں کی ایذارسانی کے بعد ہجرت کی پھر جہاد کیا اور قائم رہے تو آپ کا رب

مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۰﴾ يَوْمَ تَاْتِيْ كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا وَتُوَفّٰى كُلُّ

ان (اعمال) کے بعد بڑی مغفرت کرنے والا بڑی رحمت کرنے والا ہے۔ جس روز ہر شخص اپنی ہی طرفداری میں گفتگو کرے گا اور ہر شخص کو اس کے کئے کا

نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً

پورا بدلہ ملے گا اور ان پر ظلم نہ کیا جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ ایک بستی والوں کی حالت عجیبہ بیان فرماتے ہیں کہ وہ امن واطمینان میں تھے

يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ

اُن کے کھانے پینے کی چیزیں بڑی فراغت سے ہر چہار طرف سے اُن کے پاس پہنچا کرتی تھیں سو انہوں نے خدا کی نعمتوں کی بے قدری کی اس پر اللہ تعالیٰ نے

وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ

اُن کو ان حرکات کے سبب ایک محیط قحط اور خوف کا مزا چکھایا۔ اور ان کے پاس اُن ہی میں کا ایک رسول بھی آیا، سو اُس کو انہوں نے جھوٹا بتلایا،

الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

تب اُن کو عذاب نے آن پکڑا جبکہ وہ بالکل ہی ظلم پر کمر باندھنے لگے۔

ثُمَّ پھر	اِنَّ بیشک	رَبَّكَ تمہارا رب	لِلَّذِيْنَ ان لوگوں کیلئے	هَاجَرُوْا انہوں نے ہجرت کی	مِنْۢ بَعْدِ اس کے بعد	مَا کہ	فُتِنُوْا ستائے گئے وہ		
ثُمَّ پھر	جٰهَدُوْا انہوں نے جہاد کیا	وَصَبَرُوْا اور انہوں نے صبر کیا	اِنَّ بیشک	رَبَّكَ تمہارا رب	مِنْۢ بَعْدِهَا اس کے بعد	لَغَفُوْرٌ البتہ بخشنے والا			
رَحِيْمٌ نہایت مہربان	يَوْمَ جس دن	تَاْتِيْ آئے گا	كُلُّ ہر	نَفْسٍ شخص	تُجَادِلُ جھگڑا کرتا	عَنْ سے	نَفْسِهَا اپنی طرف	وَتُوَفّٰى اور پورا دیا جائیگا	
كُلُّ ہر	نَفْسٍ شخص	مَا جو	عَمِلَتْ اس نے کیا	وَهُمْ اور وہ	لَا يُظْلَمُوْنَ ظلم نہ کئے جائیں گے	وَ اور	ضَرَبَ اللّٰهُ بیان کی اللہ نے	مَثَلًا ایک مثال	
قَرْيَةً ایک بستی	كَانَتْ وہ تھی	اٰمِنَةً بے خوف	مُّطْمَئِنَّةً مطمئن	يَّاْتِيْهَا اسکے پاس آتا تھا	رِزْقُهَا اس کا رزق	رَغَدًا بافراغت	مِّنْ سے		
كُلِّ مَكَانٍ ہر جگہ	فَكَفَرَتْ پھر اس نے ناشکری کی	بِاَنْعُمِ نعمتوں سے	اللّٰهِ اللہ	فَاَذَاقَهَا تو چکھایا اسکو	اللّٰهُ اللہ	لِبَاسَ لباس	الْجُوْعِ بھوک		
وَالْخَوْفِ اور خوف	بِمَا اسکے بدلے جو	كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ وہ کرتے تھے	وَ اور	لَقَدْ جَآءَهُمْ بیشک انکے پاس آیا	رَسُوْلٌ ایک رسول	مِّنْهُمْ ان میں سے			
فَكَذَّبُوْهُ سو انہوں نے اسے جھٹلایا	فَاَخَذَهُمُ تو انہیں آ پکڑا	الْعَذَابُ عذاب	وَهُمْ اور وہ	ظٰلِمُوْنَ ظالم					

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں ایسے لوگوں کے لئے وعید بیان کی گئی تھی جو ایمان اختیار کر لینے کے بعد پھر کفر کو اختیار کر لیں۔ یعنی مرتد ہو جائیں۔ مگر اس وعید سے ان کو مستثنیٰ رکھا گیا تھا جو مجبور ہو کر محض جان بچانے کے لئے کلمۂ کفر زبان سے کہدیں اور دل میں ایمان راسخ اور برقرار ہو جیسا کہ حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ گذشتہ آیات کے سلسلہ میں بیان ہوا تھا۔ ابتدائے اسلام میں

جہاں حضرت عمار کے والدین حضرت یاسرؓ اور حضرت سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسی مثالیں موجود ہیں کہ جنہوں نے جان دے دی اور کلمۂ توحید سے نہ ہٹے۔ وہیں کچھ ایسی بھی مثالیں تھیں کہ جب کفار مکہ کو بعض حضرات کے اسلام کی خبر ہوئی تو کم بختوں نے ایسی سخت تکلیفیں دینی شروع کیں کہ مجبوراً ان غریبوں کو کفار کے شر سے محفوظ رہنے کے لئے صورۃً ان کی موافقت کرنی پڑی۔ جیسے عمارؓ کی جان بچانے کے لئے وقتی طور پر کافروں کے جبر و اکراہ پر کلمہ کفر زبان سے کہہ دیا اور ایمان و اسلام کو دل میں قائم رکھا۔

ایمان پر استقامت کے انعامات

یہاں پہلی آیت میں یہ بتلایا گیا کہ ایمان ایسی دولت ہے کہ جو کافر یا مرتد سچا ایمان لے آئے تو اس کے پچھلے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ نیز مہاجرین اولین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے متعلق بتلایا گیا کہ انہوں نے کافروں کی ایذا رسانی اور ظلم و ستم کے بعد وطن سے ہجرت کی اور پھر ترک وطن ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ خدا کی راہ میں خدا کے دین کے لئے اپنی قوم کے کافروں سے جہاد بھی کیا تا کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو اور کفر ذلیل و خوار ہو اور اس راہ میں جو بھی مصائب پیش آئے ان پر صبر کیا اور ان مصائب میں اسلام پر ثابت قدم رہے اور پائے استقامت میں کوئی تزلزل نہیں آیا تو ایسوں کے لئے حق تعالیٰ کی مغفرت و رحمت میں کوئی شبہ نہیں۔ رحمت الٰہیہ سے ان کو جنت اور اس میں بڑے بڑے درجہ ملیں گے اور اہل ایمان کے لئے یہ وعدہ اور اہل کفر کے لئے وعید۔ اس کے پورے ظہور کا وقت قیامت کے دن ہوگا جس دن کہ کوئی کسی کے کام نہ آئے گا اور ہر ایک اپنی اپنی فکر میں ہوگا کہ کسی طرح جھوٹے سچے عذر کر کے اپنی رہائی حاصل کرے لیکن اس وقت کی ساری عذر و معذرت بے سود ہوگی اور ہر جان کو اس کے عمل کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور کسی پر کوئی ظلم نہ کیا جائے گا۔ نہ ثواب میں کمی ہوگی اور نہ عذاب میں زیادتی ہوگی۔

کفر کی پاداش میں دنیوی عذاب کا نزول

آگے بتلایا جاتا ہے کہ کفر پر دنیوی آفات کا نزول بھی بعید نہیں چنانچہ کفار مکہ کو ایک مثال دے کر تنبیہ کی جاتی ہے کہ اگر تمہاری یہی حالت رہی تو تمہارے ساتھ بھی یہی معاملہ ہو سکتا ہے جو اس مثال میں بیان فرمایا گیا۔ مثال یہ بیان فرمائی گئی کہ ایک بستی تھی جس کے رہنے والوں کو اطمینان و چین کے ساتھ بافراغت ہر طرف سے آسائش کی روزی ملتی تھی۔ نہ باہر سے دشمن کا کھٹکا۔ نہ اندر سے کسی طرح کی فکر و تشویش۔ خوب امن چین سے زندگی گزرتی تھی۔ کھانے کے لئے غلے اور پھل وغیرہ کھنچے چلے آتے تھے۔ ہر چیز کی افراط تھی گھر بیٹھے دنیا کی نعمتیں ملتی تھیں لیکن اس بستی کے رہنے والوں نے خدا کے انعامات کی قدر نہ پہچانی اور دنیا کے مزوں میں پڑ کر ایسے غافل اور بدمست ہوئے کہ منعم حقیقی کا دھیان بھی نہ آیا۔ بلکہ اس کے مقابلہ میں بغاوت و سرکشی کی ٹھان لی۔ آخر خدا تعالیٰ نے ان کی ناشکری اور کفران نعمت کا مزہ چکھایا یعنی امن چین کی جگہ خوف و ہراس نے اور فراغت کی روزی کی جگہ بھوک اور قحط کی مصیبت نے ان کو اس طرح گھیر لیا جیسا کپڑا پہننے والے کے بدن کو گھیر لیتا ہے۔ دشمن کا خوف اور فقر و فاقہ کی تکلیف ہر وقت چاروں طرف سے ان کو محیط ہو گئی۔ مزید ان بستی والوں کا حال بیان کیا جاتا ہے کہ ظاہری نعمتوں کے علاوہ جو اوپر مذکور ہوئیں ایک بڑی زبردست باطنی نعمت بھی ان کو دی گئی تھی یعنی انہی بستی والوں کی قوم اور نسب میں سے ایک رسول بھیجا گیا جس کا اتباع کر کے وہ خدا کی

خوشنودی کے بڑے اونچے مقامات حاصل کر سکتے تھے لیکن انہوں نے اتباع وتصدیق کی جگہ اس رسول کی تکذیب ومخالفت پر کمر باندھ لی اور اس طرح پستی میں گرتے چلے گئے آخر قدیم سنت اللہ کے موافق ظالموں اور گنہگاروں کو عذاب الٰہی نے آ پکڑا پھر کسی کی کوئی تدبیر پیش نہ گئی۔

قریہ سے مراد کون سا شہر ہے؟

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہاں آیات میں کسی معین بستی کا تذکرہ نہیں محض بطور تمثیل کسی تباہ شدہ بستی کا حوالہ دے کر یا ایک ایسی بستی کا وجود فرض کر کے کفار مکہ کو آگاہ کیا گیا ہے کہ تم نے ایسا کیا تو تمہارے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ ہوسکتا ہے۔ کفران نعمت اور تکذیب وعداوت رسول کی سزا سے بے فکر نہ ہوں لیکن بعض علمائے مفسرین کے نزدیک اس مثال میں بستی سے مراد خود مکہ معظمہ ہے جہاں ہر قسم کا امن وچین تھا۔ اور باوجود وادی غیر ذی زرع ہونے کے طرح طرح کے پھل اور میوے کھنچے چلے آتے تھے۔ عام ملک عرب میں تجارت کمیاب تھی مگر مکہ والے بڑے بڑے تاجر تھے۔ اگرچہ ملک میں عمومی طور پر امن مفقود تھا ہروقت خونریزی ہوتی تھی مگر مکہ والے اس سے بے خوف تھے۔ جو یہاں آ جائے امن میں سمجھا جاتا تھا۔ اہل مکہ نے ان نعمتوں کی قدر نہ جانی۔ شرک وعصیان بے حیائی اور اوہام پرستی میں منہمک ہوگئے۔ پھر خدا تعالیٰ نے سب سے بڑی نعمت پیغمبر آخر الزمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں بھیجی مگر کفار مکہ نے انکار وتکذیب میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا۔ آخر خدا تعالیٰ نے امن واطمینان اور فراخ روزی کی جگہ سات سال کا قحط ان پر مسلط کر دیا جس میں کتے اور مردار تک کھانے کی نوبت آ گئی پھر چونکہ روز بروز اسلام کا غلبہ نظر آ رہا تھا اس لئے ہروقت مسلمانوں کا خوف سینہ پر سوار رہنے لگا تھا اور بالآخر بدر کے معرکہ میں غازیان اسلام کے ہاتھوں خدا کا عذاب کفار مکہ پر ٹوٹ پڑا اور ہروقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے لشکر سے خوف زدہ رہنے لگے۔ بالآخر شہر مکہ پر چڑھائی کی گئی اور فتح کر لیا گیا یہ تھا ان کی بداعمالیوں کا ثمرہ کہ ظلم اور زیادتی پر اڑے ہوئے تھے اور خدا کے رسول کی تکذیب کرتے رہے تھے۔

ہجرت، جہاد اور صبر

یہاں ان آیات میں اہل ایمان کے تین اعمال یعنی **ہجرت، جہاد اور صبر** کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

ہجرت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو دارالکفر سے دارالاسلام میں اس ارادہ سے چلے جانا کہ وہاں فرائض الٰہیہ کو آزادی کے ساتھ ادا کیا جائے۔ دوسرے تمام ممنوعات ومکروہات کو چھوڑ دینا یہاں تک کہ اپنی انانیت ومرضی کو بھی ترک کر دینا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کونسی ہجرت افضل ہے؟ فرمایا جو بات تمہارے پروردگار کو ناگوار ہو اس کو ترک کر دینا بہترین ہجرت ہے۔ دریافت کیا گیا حضورؐ مہاجر کون ہے؟ فرمایا جس نے ممنوعات الٰہیہ کو ترک کر دیا وہی مہاجر ہے۔ اس قسم کی ہجرت میں انتقال مکانی کی ضرورت نہیں۔ ہر جگہ اور ہروقت کوشش کرنے والے کو یہ ہجرت نصیب ہوسکتی ہے۔

اسی طرح جہاد کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو اس نیت سے کفار سے لڑنا کہ توحید الٰہی کی اشاعت ہو۔ فساد کی بیخ کنی ہو۔ دنیا میں امن پھیل جائے کوئی کسی پر ظلم نہ کر سکے۔ مخلوق الٰہی چین سے زندگی بسر کرے۔ دوسرے اللہ کی فرمانبرداری میں اپنے نفس سے جنگ کرنا۔ خواہشات کو قربان کرنا ہر کام اللہ کے واسطے کرنا۔ رضائے مولا کے حصول کے لئے اپنے ارادہ کو فنا کر

دینا اور تسلیم کے درجہ میں پہنچ جانا۔ یہی جہاد اکبر ہے۔

اسی طرح صبر کے بھی دو معنیٰ ہیں۔ ایک ان شدائد و مصائب کو بخوشی برداشت کرنا جو راہ خدا میں پیش آئیں۔ دوسرے ان حدود پر اپنے نفس کو روکنا جہاں اللہ نے رکنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ گویا حد شریعت سے تجاوز نہ کرنے کا نام صبر ہے۔ خواہ نفس کو کتنی ہی تکلیف ہو۔

یہاں ان آیات میں ہجرت، جہاد اور صبر کی کوئی خاص قسم ذکر نہیں فرمائی اس لئے ہر قسم اس کے ذیل میں داخل ہے۔ اور یہاں جو مثال دی گئی تو اس مثال سے مقصود یہ ظاہر کرنا ہے کہ کفر و انکار کے نتائج اس دنیا میں بھی کیسے سخت اور ہولناک ہو سکتے ہیں اور تاریخ گواہ ہے کہ یہ انجام ظاہر ہو کر رہے ہے۔

ان آیات سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ دنیا میں امن و فراغت سے رہنا سہنا اور کافی سامان معیشت بہم پہنچتے رہنا حق تعالیٰ کی بڑی نعمتوں میں سے ہے جو تحقیر کے لئے نہیں بلکہ شکر گزاری کے قابل ہے۔ نیز یہ بھی ظاہر ہو رہا ہے کہ دنیوی نعمتوں کی ناشکری بھی عذاب کا مستحق بنا دیتی ہے تو معلوم ہوا کہ جب مخلوق احسان کا بدلہ ناشکری سے کرتی ہے تو اس سے نعمت چھین لی جاتی ہے۔ اس قانون میں مسلمانوں کو بھی در پردہ تنبیہ ہے کہ خدا تعالیٰ تم کو اپنی نعمتوں سے سرفراز فرمائے تو تمہارا فرض ہے کہ شکر کرو اور ناشکری سے بچو اور سب سے بڑی نعمت جو مسلمانوں کو عطا ہوئی ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے تو جتنی بڑی یہ نعمت ہے اتنا ہی بڑا شکر بھی واجب ہے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ روز جزا میں اپنی مغفرت و رحمت ہم سب کو نصیب فرمائیں۔

یا اللہ تمام منہیات اور ممنوعات شرعیہ کو ترک کرنے کی ہجرت ہم سب کو نصیب فرما اور ہر حال میں ظاہراً و باطناً حدود شرعیہ کی پابندی نصیب فرما۔

یا اللہ! ہم کو اپنی دینی و دنیوی نعمتوں کا شکر گزار بندہ بنا کر زندہ رہنا نصیب فرما۔

یا اللہ! آپ نے نہایت اعلیٰ نعمت سید الرسل، اشرف الانبیاء والمرسلین نبی آخر الزمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے کی جو ہم کو عطا فرمائی ہے تو اس نعمت عظمیٰ کی حقیقی قدر دانی اور سچی شکر گزاری کی توفیق عطا فرما۔ اور آپ کا پکا و سچا وفادار امتی ہو کر زندہ رہنا اور اسی پر مرنا نصیب فرما۔

یا اللہ! اپنے راستہ میں اپنی رضا کے لئے اسلامی و حقیقی جہاد ہم کو بھی زندگی میں نصیب فرما۔

یا اللہ! آپ کی فرمانبرداری اور حصول رضاء میں ہم کو اپنے نفس سے جنگ کرنا اور ناجائز خواہشات کو ترک کرنا جو جہاد اکبر ہے وہ نصیب فرما۔ اور دشمنان دین سے بھی اسلام کو بلند و بالا کرنے کے لئے جہاد کرنا نصیب فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۪ وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۱۴﴾

سو جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے تم کو حلال اور پاک دی ہیں اُن کو کھاؤ، اور اللہ کی نعمت کا شکر کرواگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ

تم پر تو صرف مُردار کو حرام کیا ہے اور خون کو اور خنزیر کے گوشت کو اور جس چیز کو غیر اللہ کے نامزد کر دیا گیا ہو، پھر جو شخص کہ بالکل بے قرار ہو جائے

غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ

بشرطیکہ طالب لذت نہ ہو اور نہ حد سے تجاوز کرنے والا ہو تو اللہ تعالیٰ بخش دینے والا مہربانی کرنے والا ہے۔ اور جن چیزوں کے بارہ میں محض تمہارا جھوٹا زبانی دعویٰ ہے

هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ

اُن کی نسبت یوں مت کہہ دیا کرو کہ فلانی چیز حلال ہے اور فلانی چیز حرام ہے۔ جس کا حاصل یہ ہوگا کہ اللہ پر جھوٹی تہمت لگا دو گے بلا شبہ جو لوگ اللہ پر جھوٹی تہمت لگاتے ہیں

الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۪ وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۱۷﴾

وہ فلاح نہ پائیں گے۔ یہ چند روزہ عیش ہے اور اُن کیلئے دردناک عذاب ہے۔

فَكُلُوْا پس تم کھاؤ	مِمَّا اس سے جو	رَزَقَكُمُ اللّٰهُ تمہیں دیا اللہ نے	حَلٰلًا حلال	طَيِّبًا پاک	وَاشْكُرُوْا اور شکر کرو	نِعْمَتَ نعمت	اللّٰهِ اللہ	اِنْ اگر
كُنْتُمْ تم ہو	اِيَّاهُ صرف اس کی	تَعْبُدُوْنَ تم عبادت کرتے ہو	اِنَّمَا اس کے سوانہیں	حَرَّمَ حرام کیا	عَلَيْكُمُ تم پر	الْمَيْتَةَ مردار	وَالدَّمَ اور خون	
وَ اور	لَحْمَ گوشت	الْخِنْزِيْرِ خنزیر	وَمَا اور جس	اُهِلَّ پکارا جائے	لِغَيْرِ اللّٰهِ اللہ کے علاوہ	بِهٖ اس پر	فَمَنِ پس جو	اضْطُرَّ لاچار ہوا
غَيْرَ بَاغٍ نہ سرکشی کرنیوالا	وَ اور	لَا عَادٍ نہ حد سے بڑھنے والا	فَاِنَّ اللّٰهَ تو بے شک اللہ	غَفُوْرٌ بخشنے والا	رَّحِيْمٌ نہایت مہربان	وَ اور	لَا تَقُوْلُوْا تم نہ کہو	
لِمَا وہ جو	تَصِفُ بیان کرتی ہیں	اَلْسِنَتُكُمُ تمہاری زبانیں	الْكَذِبَ جھوٹ	هٰذَا یہ	حَلٰلٌ حلال	وَّهٰذَا اور یہ	حَرَامٌ حرام	
لِتَفْتَرُوْا کہ بہتان باندھو	عَلَى پر	اللّٰهِ اللہ	الْكَذِبَ جھوٹ	اِنَّ بیشک	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	يَفْتَرُوْنَ بہتان باندھتے ہیں	عَلَى پر	
اللّٰهِ اللہ	الْكَذِبَ جھوٹ	لَا يُفْلِحُوْنَ فلاح نہ پائیں گے	مَتَاعٌ فائدہ	قَلِيْلٌ تھوڑا	وَّلَهُمْ اور ان کیلئے	عَذَابٌ عذاب	اَلِيْمٌ دردناک	

عبادت گزاری کے تقاضے

گذشتہ آیات میں ایک مثال دے کر یہ سمجھایا گیا تھا کہ جب مخلوق اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کرتی ہے تو پھر بطور سزا کے وہ نعمتیں چھین لی جاتی ہیں اور خدا کے ساتھ کفر و شرک کرنا جس میں کفر بالرسول بھی داخل ہے گویا خدا کی نعمتوں کی سب سے بڑی ناقدری کرنا ہے۔ اس طرح کفر و شرک کا مذموم ہونا سمجھایا گیا تھا اور ناشکری سے ڈرایا گیا تھا۔

اب آگے اسی سلسلہ میں بتلایا جاتا ہے کہ جس کو خدا کی پرستش کا دعویٰ ہو اسے لائق ہے کہ خدا کی دی ہوئی حلال وطیب روزی سے کھائے پیئے اور اس کا احسان مان کر شکر گزار بندہ بنے۔ حلال کو حرام نہ سمجھے اور حرام کو حلال نہ جانے اور نعمتوں سے فائدہ اٹھاتے وقت منعم حقیقی کو نہ بھولے بلکہ اس پر اور اس

کے بھیجے ہوئے پیغمبر پر ایمان لائے اور اسی کے احکام وہدایت کی پابندی کرے۔ واضح رہے کہ مشرکین عرب بھی دعویٰ دین ابراہیمی پر ہونے کا کرتے تھے اور اس طرح خدا کی پرستش کے بھی اپنے زعم میں دعوے دار تھے۔ تو ان کو حقیقت سے آگاہ کیا جاتا ہے کہ اگر تم بزعم خود خدا کی عبادت کے دعوے دار ہو تو جو چیزیں اللہ نے تم کو حلال اور پاک دی ہیں ان کو حرام مت سمجھو جیسا کہ مشرکین نے بعض حلال چیزوں کو حرام بنا رکھا تھا۔ بلکہ ان کو کھاؤ اور اللہ کی نعمت کا شکر ادا کرو اور جس طرح حلال کو اپنے اوپر حرام نہ کرے اسی طرح حرام چیزوں کو حلال نہ ٹھہرائے۔

حرام وحلال کی تعیین کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے

اب آگے چند حرام چیزوں کا ذکر فرمایا جاتا ہے کہ تم پر صرف مردار کو حرام کیا ہے اور خون کو اور خنزیر کے گوشت کو اور جس چیز کو غیر اللہ کے نامزد کر دیا گیا ہو۔ انہی چار چیزوں کا ذکر سورۂ بقرہ اور سورۂ مائدہ اور سورۂ انعام میں گزر چکا ہے۔ جہاں ان کی تفصیلات ذکر ہو چکی ہیں۔ غرض یہاں یہ تنبیہ کی گئی کہ کسی چیز کو حلال یا حرام ٹھہرانا اسی کا حق ہے جس نے یہ چیزیں پیدا کی ہیں۔ چنانچہ اشیاء مذکورہ حرام ہیں لیکن جب کوئی بھوک سے مرنے لگے تو لاچاری کی حالت میں جان بچانے کے لئے اجازت ہے کہ قدر ضرورت ان اشیاء میں سے کھالے بشرطیکہ طالب لذت نہ ہو اور نہ حد ضرورت سے تجاوز کرنے والا ہو۔ آگے یہی مضمون تحریم و تحلیل اور وضاحت کے ساتھ بیان ہوتا ہے کہ بغیر کسی مستند دلیل کے کسی چیز کے متعلق منہ اٹھا کر کہہ دینا کہ حلال ہے یا حرام بڑی سخت جسارت اور کذب و افتراء ہے۔ حلال وحرام تو وہی ہو سکتا ہے جسے خدا تعالیٰ نے حرام یا حلال کیا ہو۔ اگر کوئی محض اپنی رائے سے کسی چیز کو حلال یا حرام ٹھہراتا ہے اور خدا کی طرف اس کی نسبت کرتا ہے جیسے مشرکین کرتے تھے۔ تو فی الحقیقت یہ خدا پر بہتان باندھنا ہے۔ اس لئے مشرکین مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ وہ جو ازراہ جھوٹ و بہتان جس چیز کو چاہیں حلال یا حرام کہہ کر خدا کی طرف منسوب کر دیتے ہیں تو ان کو عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ یہ روش اختیار کر کے کسی بھلائی کو نہیں پہنچ سکتے۔ تھوڑے دن دنیا کا مزہ اڑا لیں پھر ہمیشہ کا جیل خانہ تیار ہے۔

یہاں بھی اللہ تعالیٰ کا رزق کھا کر اس کی شکر گزاری کی تعلیم دی گئی ہے اور اس بات کی صاف تصریح کر دی گئی کہ خدا کے سوا حلال وحرام کرنے کا حق کسی کو بھی نہیں بالفاظ دیگر جائز و ناجائز کا قانون و فیصلہ کرنا صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ دوسرا جو بھی جائز و ناجائز کا فیصلہ اپنی طرف سے کرنے کی جرأت کرے گا تو اس کا یہ خود مختارانہ فعل اللہ پر جھوٹ اور بہتان قرار دیا جائے گا اور ایسا کرنے والوں کے لئے صاف فرمایا گیا کہ وہ ہرگز فلاح نہیں پانے والے اور آخر کار ان کے لئے دردناک سزا کی وعید بیان فرمائی گئی۔

دعا کیجئے: یا اللہ! جو حلال، پاک اور طیب رزق آپ نے ہم کو عطا فرما رکھا ہے اس کو کھا کر اس پر شکر گزاری کی توفیق ہم کو نصیب فرما۔ اور اپنی اطاعت وفرمانبرداری کے کام کرنا نصیب فرما یا اللہ آپ کا عطا کردہ رزق کھا کر اور پھر آپ ہی کی نافرمانی کرنا یہ ظلم عظیم ہے۔ یا اللہ! ہم کو اس ظلم اور کفران نعمت سے کامل طور پر بچنا نصیب فرمائیے۔

یا اللہ! آپ نے جو اشیاء حرام فرما دی ہیں ان سے ہمیں آخر دم تک پرہیز اور بچنا نصیب فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ ۖ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ

اور یہودیوں پر ہم نے وہ چیزیں حرام کردی تھیں جس کا بیان ہم اس کے قبل آپ سے کر چکے ہیں اور ہم نے اُن پر کوئی زیادتی نہیں کی لیکن وہ خود ہی

كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿۱۱۸﴾ ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِينَ عَمِلُوا السُّوْءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوا مِنْ بَعْدِ

اپنے اوپر زیادتی کیا کرتے تھے۔ پھر آپ کا رب ایسے لوگوں کیلئے جنھوں نے جہالت سے بُرا کام کرلیا پھر اس کے بعد توبہ کرلی

ذٰلِكَ وَأَصْلَحُوا إِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۱۱۹﴾

اور اپنے اعمال درست کرلئے تو آپ کا رب اس کے بعد بڑی مغفرت کرنے والا بڑی رحمت کرنے والا ہے۔

وَ اور	عَلَى پر	الَّذِينَ هَادُوا جولوگ یہودی ہوئے	حَرَّمْنَا ہم نے حرام کیا	مَا قَصَصْنَا جو ہم نے بیان کیا	عَلَيْكَ تم پر	مِنْ قَبْلُ اس سے قبل		
وَ اور	مَا ظَلَمْنٰهُمْ نہیں ہم نے ظلم کیا ان پر	وَلٰكِنْ بلکہ	كَانُوا وہ تھے	أَنْفُسَهُمْ اپنے اوپر	يَظْلِمُونَ ظلم کرتے	ثُمَّ پھر	إِنَّ بیشک	رَبَّكَ تمہارا رب
لِلَّذِينَ ان لوگوں کیلئے جو	عَمِلُوا عمل کئے	السُّوْءَ برے	بِجَهَالَةٍ نادانی سے	ثُمَّ پھر	تَابُوا انہوں نے توبہ کی	مِنْ بَعْدِ اس کے بعد	ذٰلِكَ اس	
وَأَصْلَحُوا اور انہوں نے اصلاح کی	إِنَّ بیشک	رَبَّكَ تمہارا رب	مِنْ بَعْدِهَا اس کے بعد	لَغَفُورٌ بخشنے والا	رَحِيمٌ نہایت مہربان			

تحریم اشیاء کی ایک خاص قسم

گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ کسی چیز کے حلال یا حرام کرنے کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ اور کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ جس چیز کو چاہا حرام کرلیا اور جس چیز کو چاہا حلال کرلیا۔ چنانچہ مردار، خون، خنزیر کا گوشت اور جس چیز کو غیر اللہ کے نامزد کردیا گیا ہو ان کا حرام ہونا بیان فرمایا گیا۔ مگر سخت ترین مجبوری کی حالت میں جب جان جانے کا اندیشہ ہو تو جان بچانے کے لئے بقدر ضرورت ان حرام چیزوں کا کھالینا بھی جائز بتلایا گیا تھا۔ اسی سلسلہ میں ایک قسم حرمت کی ان آیات میں بیان فرمائی گئی۔ مثلاً یہود پر ان کی شرارتوں کی سزا میں ہر ناخن یعنی کھر والا جانور جس کی انگلیاں پھٹی نہ ہوں۔ جیسے اونٹ، شتر مرغ، بطخ، خرگوش وغیرہ حرام کردیا گیا تھا۔ نیز گائے بکری کی جو چربی پشت یا انتڑیوں پر نہ لگی ہو یا ہڈی کے ساتھ نہ ملی ہو ان پر حرام کردی گئی تھی جیسے گردہ کی چربی، جس کا بیان سورۃ الانعام میں ہوا۔ یہود کی شرارت اور نافرمانیوں کی وجہ سے ان پر یہ چیزیں حرام ہوئی تھیں جو ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ظلم نہ تھا بلکہ ان کے کرتوت کی سزا تھی۔

مقصد یہاں یہ بیان کرنے سے یہ ہے کہ جو چیز اللہ تعالیٰ نے سب کے لئے یا کسی خاص قوم کے لئے معین وقت تک حرام کی ہے عین حکمت ہے کسی بشر کو حق نہیں کہ اس میں تصرف کرکے حرام کو حلال یا حلال کو حرام بنائے۔

ایک وہم کا ازالہ

اب یہاں ایک وہم پیدا ہوسکتا تھا کہ جب یہودیوں کی سرکشی و معصیت سے خدا تعالیٰ نے درگزر نہ فرمایا اور دنیا ہی میں ان پر سختی کردی تو کیا پھر مسلمان گنہ گاروں کو معافی سے مایوس ہو جانا چاہئے اور کیا ان کے گناہوں کی پاداش بھی ملنی یقینی ہے؟ یہاں پہلی آیت سے یہ شبہ ہوسکتا تھا اس لئے اس شبہ کے ازالہ کے لئے اگلی آیت نازل فرمائی گئی جس میں بتلایا گیا کہ جو لوگ نادانستہ جہالت سے گناہ کر بیٹھیں اور پھر سچے دل سے توبہ کرلیں اور اخلاص سے توبہ کرنے کی علامت یہ ہے کہ وہ آئندہ اس گناہ

سے بچیں اور اپنے اعمال درست کرلیں تو خدا چونکہ غفور و رحیم ہے اس لئے ان کی توبہ قبول فرمائے گا اور مواخذہ نہ کرے گا۔

توبہ اور اس کی شرائط

اب یہاں اس دوسری آیت میں تین امور قابل تشریح ہیں:۔

(۱) ناواقفیت اور نادانی سے کئے ہوئے گناہ کی توبہ قبول ہوتی ہے۔ یہاں جہالت یا نادانی سے اس لئے فرمایا کہ خدا کی جو نافرمانی اور گناہ آدمی کرتا ہے خواہ جان بوجھ کر ہی کرے وہ فی الحقیقت نادان اور بے عقل بن کر ہی کرتا ہے اگر ذرا عقل سے کام لے اور گناہ کے بدنتائج تصور کرے تو ہرگز' معصیت پر اقدام نہیں کرسکتا۔ تو معلوم ہوا کہ کوئی گناہ بغیر نادانی کے نہیں ہوتا۔

(۲) دوسرے توبہ۔ لغت میں توبہ کے معنی ہیں رجوع کرنا اور لوٹنا' بندہ اگر اپنے گناہ سے لوٹ جائے اور رجوع کرلے تو اس کو تائب کہا جاتا ہے توبہ کا اظہار اگرچہ قول وفعل دونوں سے ہوتا ہے مگر دراصل توبہ دل سے ہوتی ہے گویا دل سے گناہ نہ کرنے کا عہد اور اعمال واقوال سے اس کا مظاہرہ کیا جائے گا تو ایسے شخص کو تائب کہا جاتا ہے اور کبھی اظہار کا موقع نہیں ملتا مثلاً دل سے توبہ کرنے کے بعد ناگہانی طور پر کوئی شخص مرجاوے تو اگرچہ اس کو اپنی توبہ کے ظاہر کرنے کا وقت نہیں ملا مگر عنداللہ وہ تائب قرار پائے گا۔

(۳) تیسری چیز جو یہاں آیت میں فرمائی گئی وہ توبہ کے بعد اصلاح عمل بشرط قدرت ضروری ہے۔ توبہ کرنے والے کی علامت یہ ہے کہ وہ اپنی حالت کی اصلاح کرلے۔ اصلاح کا باب بہت وسیع ہے قول فعل اعتقاد ہر ایک کی اصلاح کو یہ لفظ شامل ہے۔ عبادات ہوں یا معاملات۔ حقوق الٰہی ہوں یا حقوق العباد۔ یا اپنے نفس کے حقوق سب کے اندر اصلاحی جذبہ کارفرما ہونا چاہئے۔ اس لئے مقصود یہ نکلا کہ جو لوگ اب تک گناہ کرتے رہے ہیں ان کو چاہئے کہ توبہ کرلیں اور اپنی حالت درست کرلیں تاکہ ان کو معاف کردیا جائے اور ان پر رحم کیا جائے۔ اسی طرح کفار ومشرکین بھی اگر کفریات سے توبہ کرکے مسلمان ہوجائیں اور آئندہ کے لئے اپنی حالت درست کرلیں تو حق تعالیٰ تمام گذشتہ گناہ معاف فرمادیتے ہیں خواہ کتنے ہی سخت کیوں نہ ہوں۔

اب توبہ کی حقیقت کیا ہے؟ یہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں مختصراً سن لیجئے:۔

فرماتے ہیں" جاننا چاہئے کہ اول توبہ سے نور معرفت پیدا ہوتا ہے اور آدمی اس نور کی روشنی سے دیکھتا ہے کہ گناہ زہر قاتل ہے اور جب دیکھتا ہے کہ اس نے اس زہر کو بہت کھایا ہے اور اب ہلاکت کے نزدیک پہنچ گیا ہے تو بالضرور اس میں پشیمانی اور خوف پیدا ہوجاتا ہے جیسے وہ آدمی جس نے زہر کھایا ہو پشیمان ہوتا ہے اور ڈرتا ہے اور اس پشیمانی کی وجہ سے حلق میں انگلی ڈالتا ہے تاکہ قے کردے اور پھر اس کی وجہ سے دوا کی تدبیر کرتا ہے تاکہ اس زہر کا جو اثر پیدا ہوا ہے وہ رفع ہوجائے اسی طرح آدمی جب دیکھتا ہے کہ میں نے شہوت پرستی کی' وہ زہر آلود شہد کی طرح تھی کہ اس وقت تو شیریں معلوم ہوتا ہے لیکن آخر کو سانپ کی طرح کاٹتا ہے تو وہ گنہگار انسان اپنے گذشتہ گناہوں پر پشیمان ہوتا ہے اور اس کی جان میں خوف کی آگ لگ جاتی ہے اور اس میں جو خواہش وگناہ کی حرص ہوتی ہے وہ اس آگ میں جل جاتی ہے اور وہ خواہش حسرت سے مبدل ہوجاتی ہے اور وہ گذشتہ گناہوں کی تلافی کا قصد و ارادہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ آئندہ کبھی بھی گناہ کے نزدیک نہ جائے گا اور وہ لباس جفا کو اتار ڈالتا ہے اور بساط وفا کو بچھا لیتا ہے اور اپنے تمام حرکات وسکنات کو بدل ڈالتا ہے جیسے کہ وہ پہلے بالکل گھمنڈ' خوشی اور غفلت میں تھا اسی طرح اب سراپا گریہ' حسرت اور اندوہ بن جاتا ہے اور پہلے اہل غفلت کے پاس بیٹھا کرتا تھا اب اہل معرفت کی صحبت میں بیٹھتا ہے۔ پس توبہ حقیقت میں پشیمانی ہے اور اس کی اصل معرفت اور ایمان کا نور ہے اور اس کی فرع حالات کا تبدیل کردینا اور معصیت ومخالفت سے تمام اعضاء کو باز رکھ کر حق تعالیٰ کی موافقت وعبادت کرنا ہے"۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّ إِبْرٰهِيْمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِلّٰهِ حَنِيْفًا ۖ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ شَاكِرًا لِأَنْعُمِهِ ۖ

بیشک ابراہیم بڑے مقتدا تھے اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار تھے بالکل ایک طرف کے ہو رہے تھے، اور وہ شرک کرنے والوں میں سے نہ تھے۔ اللہ کی نعمتوں کے شکر گذار تھے

اِجْتَبٰهُ وَهَدٰىهُ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۲۱﴾ وَاٰتَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۖ وَإِنَّهُ فِي الْاٰخِرَةِ

اللہ تعالیٰ نے اُن کو منتخب کر لیا تھا اور اُن کو سیدھے راستہ پر ڈال دیا تھا۔ اور ہم نے اُنکو دنیا میں بھی خوبیاں دی تھیں اور وہ آخرت میں بھی

لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۲۲﴾ ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۖ وَمَا كَانَ مِنَ

اچھے لوگوں میں ہوں گے۔ پھر ہم نے آپ کے پاس وحی بھیجی کہ آپ ابراہیم کے طریقہ پر جو کہ بالکل ایک طرف کے ہو رہے تھے چلئے اور وہ شرک

الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۲۳﴾ إِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۖ وَإِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ

کرنے والوں میں سے نہ تھے۔ بس ہفتہ کی تعظیم تو صرف اُن ہی لوگوں پر لازم کی گئی تھی جنھوں نے اس میں خلاف کیا تھا، بیشک آپ کا رب قیامت کے دن اُن میں باہم

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۲۴﴾

فیصلہ کردے گا جس بات میں یہ اختلاف کیا کرتے تھے۔

إِنَّ بیشک	إِبْرٰهِيْمَ ابراہیم	كَانَ تھے	أُمَّةً ایک جماعت (امام)	قَانِتًا فرمانبردار	لِلّٰهِ اللہ کے	حَنِيْفًا یک رخ	وَ اور	لَمْ يَكُ نہ تھے
مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ مشرک سے	شَاكِرًا شکر گزار	لِأَنْعُمِهِ اسکی نعمتوں کیلئے	اِجْتَبٰهُ اُس نے اُسے چن لیا	وَهَدٰىهُ اور اس کی رہنمائی کی	إِلٰى طرف			
صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ سیدھی راہ	وَاٰتَيْنٰهُ اور اس کو دی ہم نے	فِي الدُّنْيَا دنیا میں	حَسَنَةً بھلائی	وَإِنَّهُ اور بیشک وہ	فِي الْاٰخِرَةِ آخرت میں			
لَمِنَ البتہ۔ سے	الصّٰلِحِيْنَ نیکوکار	ثُمَّ پھر	أَوْحَيْنَا وحی بھیجی ہم نے	إِلَيْكَ تمہاری طرف	أَنِ کہ	اتَّبِعْ پیروی کرو تم	مِلَّةَ دین	
إِبْرٰهِيْمَ ابراہیم	حَنِيْفًا یک رخ	وَمَا كَانَ اور نہ تھے وہ	مِنَ سے	الْمُشْرِكِيْنَ مشرک	إِنَّمَا اس کے سوا نہیں	جُعِلَ مقرر کیا گیا		
السَّبْتُ ہفتہ کا دن	عَلَى پر	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	اخْتَلَفُوْا انہوں نے اختلاف کیا	فِيْهِ اس میں	وَإِنَّ اور بیشک	رَبَّكَ تمہارا رب		
لَيَحْكُمُ البتہ فیصلہ کریگا	بَيْنَهُمْ ان کے درمیان	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ روز قیامت	فِيْمَا اس میں جو	كَانُوْا وہ تھے	فِيْهِ اس میں	يَخْتَلِفُوْنَ اختلاف کرتے		

ملت ابراہیمی کے تقاضے

کفار مکہ اگرچہ بت پرست اور مشرک تھے لیکن کعبہ کو مانتے تھے اور چونکہ کعبہ کی تعمیر حضرت ابراہیمؑ نے کی تھی اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی اپنا پیشوا جانتے تھے اور باوجود بت پرستی کے مدعی تھے کہ ہم ابراہیم علیہ السلام کے پیرو ہیں اور ان کی نسل سے ہیں۔ اسی طرح یہود بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قائل تھے اور اپنے خرافات کو ملت ابراہیمی کی طرف منسوب کرتے تھے۔ توراۃ میں جو کچھ احکام میں سختی ہوئی اور پاک چیزیں ان پر حرام ہوئیں ان کو سنت ابراہیمیہ سمجھتے تھے۔ اس لئے ان دونوں فریق کے سنانے کو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی صفات حمیدہ اور آپ کے طریقہ کو بیان فرمایا جاتا ہے۔ یہ جتلانے کے لئے کہ تم اے مشرکین و یہود دین اور ملت ابراہیمی پر ہونے کا دعویٰ رکھتے ہو حالانکہ ملت ابراہیمی سے تمہیں نسبت دور کی بھی نہیں رہی۔ چنانچہ ان آیات میں مشرکین عرب کو خطاب کیا

جاتا ہے کہ تم کس منہ سے حضرت ابراہیم کے پیرو ہونے کا دعویٰ کرتے ہو۔ تم تو ہر معاملہ میں ان کی بالکل ضد اور خلاف ہو۔ وہ قانت یعنی فرمانبردار تھے تم نافرمان ہو۔ وہ مومن حنیف تھے یعنی اللہ کی طرف یکسوئی سے لگے ہوئے اور ایک رخ تھے اور تم ادھر سے منہ موڑے ہوئے دنیا طلبی پر گرے ہوئے ہو۔ وہ موحد تھے تم مشرک ہو۔ وہ شکر گزار بندے تھے تم ناشکرے ہو۔ تمہارے اور ان کے درمیان رشتہ اشتراک ہی کیا؟ تو اس جگہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی متعدد صفات کو بیان فرمایا جارہا ہے کہ بلاشبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام لوگوں کے امام و پیشوا تھے اور اپنے اللہ کے سچے فرمانبردار تھے اور سب بتوں سے کنارہ کشی اختیار کر کے ہمہ تن اللہ ہی کی طرف مائل ہو گئے تھے اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے۔ نیز وہ اللہ کی نعمتوں کے شکر گزار تھے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان کو برگزیدہ کیا اور دین کا سیدھا راستہ ان کو بتادیا اور اللہ نے ان کو دنیا میں بھی خیر و برکت عطا فرمائی تھی اور بلاشبہ وہ آخرت میں بھی اللہ کے بڑے مرتبہ والے بندوں میں سے ہوں گے۔

مقصد یہ ہے کہ ایسے مقبول کا جو طریقہ ہوگا وہ بالکل مقبول ہوگا۔ اس کو اختیار کرنا چاہئے اور وہ طریقہ اب منحصر ہے طریقہ محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں۔ پس حلال و حرام کے بیان اور اصول دین میں اصل ملت ابراہیمی ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی ملت کی اقامت و اشاعت اور بسط و تفصیل کیلئے تشریف لائے ہیں۔ اگر اصلی دین پر چلنا ہے تو اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ اختیار کرو۔

اہل اسلام پر اہل کتاب کے اعتراض کا جواب

جب اہل اسلام نے دعویٰ کیا کہ ہمارا دین ملت ابراہیمی کے موافق ہے اور صحیح معنی میں ہم حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیشوا مانتے ہیں تو اہل کتاب یعنی یہود نے اعتراض کیا کہ اہل اسلام طریقہ ابراہیمی سے علیحدہ ہیں کیونکہ حضرت ابراہیم کی شریعت میں ہفتہ یعنی سنیچر کا دن قابل عظمت مانا جاتا تھا اور اہل اسلام نے سنیچر کا دن ترک کر کے جمعہ کا دن مقرر کیا۔ اس کا بھی جواب دیا گیا کہ اصل ملت ابراہیمی میں ہفتہ کی عظمت کا حکم نہ تھا اس لئے ملت اسلامیہ میں بھی نہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے تقریباً ۵۰۰ سال بعد کا تھا۔ یہود نے اپنے پیغمبر حضرت موسیٰ کے حکم سے اختلاف کر کے اس معاملہ میں باہم جھگڑا کیا۔ پہلے شریعت موسوی میں بھی جمعہ کا دن قابل عظمت قرار دیا گیا تھا اور اس دن کو مخصوص عبادت کا دن مقرر کیا گیا تھا لیکن یہود نے اختلاف کیا اور مصر ہوئے کہ ہم تو سنیچر کے دن کی تعظیم کریں گے جس میں خدا تعالیٰ مخلوق کو پیدا کر کے فارغ ہوا۔ ان کی درخواست پر ہفتہ کی تعظیم مقرر کر دی گئی اور حکم ہوا کہ اس روز یعنی سنیچر میں مچھلی کا شکار نہ کیا جائے۔ مگر یہ حکم کسی نے مانا' کسی نے نہ مانا' نہ ماننے والے دنیا میں بندر اور سور بنا دیئے گئے اور آخرت میں جو فیصلہ ہوگا وہ الگ رہا اور ایک اسی پر کیا منحصر ہے آخرت میں تو سارے جھگڑے اور اختلافات چکا دیئے جائیں گے اور ہر شخص آنکھوں سے دیکھ لے گا کہ کون غلطی پر تھا کون راستی پر۔

خلاصہ یہ کہ کفار مکہ کا یہ دعویٰ غلط ہے کہ ہم ابراہیم علیہ السلام کے پیرو ہیں کیونکہ پیروی کا ثبوت عمل سے ہوتا ہے قول سے ہوتا ہے اور عقیدہ سے ہوتا ہے ان مشرکین کا نہ عقیدہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح ہے نہ قول و فعل میں مشابہت ہے پھر فقط دعویٰ ہی دعویٰ کرنا محض غلط ہے۔ ہاں ملت اسلامیہ کی تعلیم ضرور شریعت ابراہیمی کی طرح ہے۔ شریعت اسلامیہ انہی عقائد انہی اصول اعمال کی ہدایت کرتی ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا شعار تھے۔

یہاں آیت میں اس بات کی طرف بھی ضمنی اشارہ ہے کہ اتباع کے معنی ہیں عقائد و اعمال میں اتحاد و یگانگت اور ناحق و باطل سے روگردانی کر کے حق کی طرف مائل ہونے سے آخرت کے اجر کے علاوہ دنیا میں بھی بھلائی نصیب ہوتی ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ

آپ اپنے رب کی راہ کی طرف علم کی باتوں اور اچھی نصیحتوں کے ذریعہ سے بلائیے اور ان کے ساتھ اچھے طریقے سے بحث کیجئے

إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ﴿۱۲۵﴾ وَإِنْ عَاقَبْتُمْ

آپ کا رب خوب جانتا ہے اُس شخص کو بھی جو اُس کے راستہ سے گم ہوا اور وہی راہ پر چلنے والوں کو بھی خوب جانتا ہے۔اور اگر بدلہ لینے لگو

فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِلصَّابِرِينَ ﴿۱۲۶﴾ وَاصْبِرْ وَمَا

تو اتنا ہی بدلہ لو جتنا تمہارے ساتھ برتاؤ کیا گیا ہے اور اگر صبر کرو تو وہ صبر کرنے والوں کے حق میں بہت ہی اچھی بات ہے۔اور آپ صبر کیجئے اور آپ کا

صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِمَّا يَمْكُرُونَ ﴿۱۲۷﴾ إِنَّ اللَّهَ مَعَ

صبر کرنا خدا ہی کی توفیق سے ہے اور اُن پر غم نہ کیجئے اور جو کچھ یہ تدبیریں کیا کرتے ہیں اُس سے تنگ دل نہ ہو جیئے اللہ تعالیٰ ایسے

الَّذِينَ اتَّقَوْا وَالَّذِينَ هُمْ مُحْسِنُونَ ﴿۱۲۸﴾

لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے، جو پرہیزگار رہتے ہیں اور جو نیک کردار ہوتے ہیں۔

اُدْعُ تم بلاؤ	اِلٰی طرف	سَبِیْلِ راستہ	رَبِّكَ اپنا رب	بِالْحِكْمَةِ حکمت (دانائی) سے	وَالْمَوْعِظَةِ اور نصیحت	الْحَسَنَةِ اچھی		
وَجَادِلْهُمْ اور بحث کرو ان سے	بِالَّتِیْ ایسے جو	هِیَ وہ	اَحْسَنُ سب سے بہتر	اِنَّ بیشک	رَبَّكَ تمہارا رب	هُوَ وہ	اَعْلَمُ خوب جاننے والا	
بِمَنْ اس کو جو	ضَلَّ گمراہ ہوا	عَنْ سے	سَبِیْلِهٖ اس کا راستہ	وَهُوَ اور وہ	اَعْلَمُ خوب جاننے والا	بِالْمُهْتَدِیْنَ راہ پانے والوں کو		
وَاِنْ اور اگر	عَاقَبْتُمْ تم تکلیف دو	فَعَاقِبُوْا تو انہیں تکلیف دو	بِمِثْلِ ایسی ہی	مَا عُوْقِبْتُمْ جو تمہیں تکلیف دی گئی	بِهٖ اس سے			
وَلَئِنْ اور اگر	صَبَرْتُمْ تم صبر کرو	لَهُوَ تو وہ	خَیْرٌ بہتر	لِلصّٰبِرِیْنَ صبر کرنے والوں کیلئے	وَاصْبِرْ اور صبر کرو	وَمَا اور نہیں		
صَبْرُكَ تمہارا صبر	اِلَّا مگر	بِاللّٰهِ اللہ کی مدد سے	وَلَا تَحْزَنْ اور غم نہ کھاؤ	عَلَیْهِمْ اُن پر	وَلَا تَكُ اور نہ ہو	فِیْ میں	ضَیْقٍ تنگی	
مِمَّا اس سے جو	یَمْكُرُوْنَ وہ فریب کرتے ہیں	اِنَّ بیشک	اللّٰهَ اللہ	مَعَ ساتھ	الَّذِیْنَ وہ لوگ جو	اتَّقَوْا انہوں نے پرہیزگاری کی		
وَالَّذِیْنَ اور وہ لوگ جو	هُمْ وہ	مُحْسِنُوْنَ نیکوکار						

دعوت حق کا لائحہ عمل: گذشتہ آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صفات حمیدہ بیان کر کے مشرکین مخاطبین کو آگاہ کیا گیا تھا کہ یہ پیغمبر اصل ملت ابراہیمی لے کر آئے ہیں اگر کامیابی چاہتے ہو اور "حنیف" ہونے کے دعوے میں سچے ہو تو اس راستہ پر چل پڑو۔ اب آگے سورۃ کے خاتمہ پر خود پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تعلیم دی جا رہی ہے کہ لوگوں کو کس طرح راستہ پر لانا چاہئے اس کے تین طریقہ بتلائے گئے:۔ ۱-حکمت ۲-موعظت حسنہ ۳-جدال احسن حکمت سے مراد یہ ہے کہ نہایت پختہ اور اٹل مضامین مضبوط دلائل اور براہین کی روشنی میں حکیمانہ انداز سے پیش کئے جائیں جن کو سن کر فہم وادراک اور علمی ذوق رکھنے والا طبقہ گردن جھکا سکے۔

موعظت حسنہ سے مراد موثر اور رقت انگیز نصائح ہیں۔ جن میں نرم خوئی اور دلسوزی کی روح بھری ہو۔ اخلاص، ہمدردی اور شفقت و حسن اخلاق سے خوبصورت اور معتدل پیرایہ میں جو نصیحت کی جاتی ہے بسا اوقات پتھر کے دل بھی موم ہو جاتے ہیں اور لوگ ترغیب و ترہیب کے مضامین سن کر منزل مقصود کی طرف بے تانہ دوڑنے لگتے ہیں۔

دنیا میں ہمیشہ سے ایک ایسی جماعت بھی موجود رہی ہے جس کا کام ہر چیز میں الجھنا اور بات بات میں حجتیں نکالنا اور کج بحثی کرنا ہے۔ یہ لوگ نہ حکمت کی باتیں قبول کرتے ہیں نہ وعظ و نصیحت سنتے ہیں بلکہ چاہتے ہیں کہ ہر مسئلہ میں بحث و مناظرہ کا بازار گرم ہو۔ اس لئے تیسری صورت وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ یعنی ان کے ساتھ اچھے طریقہ سے بحث کیجئے فرما دیا کہ اگر ایسا موقع پیش آئے تو بہترین طریقہ سے تہذیب، شائستگی، حق شناسی اور انصاف کے ساتھ بحث کرو۔ اپنے حریف مقابل کو الزام دو تو بہترین اسلوب سے دو۔ خواہ مخواہ دل آزار اور جگر خراش باتیں مت کرو کہ جن سے قضیہ بڑھے اور معاملہ طول کھینچے۔

دعوت کی راہ میں استقامت اور صبر ضروری ہے

آگے مزید ہدایت کی جاتی ہے کہ طریق دعوت اور تبلیغ میں آپ کو اللہ کے بتائے ہوئے راستہ پر چلنا چاہئے اس فکر میں پڑنے کی ضرورت نہیں کہ کس نے مانا کس نے نہیں مانا۔ نتیجہ کو خدا کے سپرد کیجئے وہی راہ پر آنے والوں اور نہ آنے والوں کے حالات کو بہتر جانتا ہے۔ جیسا مناسب ہوگا ان کے ساتھ معاملہ کرے گا۔ آگے خطاب محض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں۔ عام امت سے ہے کہ اگر دعوت و تبلیغ کی راہ میں تم کو سختیاں اور تکلیفیں پہنچائی جائیں تو قدرت حاصل ہونے پر برابر کا بدلہ لے سکتے ہو۔ اجازت ہے لیکن صبر کا مقام اس سے بلند تر ہے۔ اگر صبر کرو گے تو اس کا نتیجہ تمہارے حق میں اور دیکھنے والوں کے بلکہ خود زیادتی کرنے والوں کے حق میں بہتر ہوگا۔ یہاں یہ خوب سمجھ لیا جائے کہ شریعت نے عام فطرت بشری کا لحاظ کر کے انتقام لینا جائز رکھا ہے مگر یہ مقام رخصت ہے۔ عزیمت کے درجہ میں بہتر اور افضل تو انتقام نہ لینا ہی ہے۔ صبر و تحمل اور عفو و درگزر کا مقام بلند ہے۔ لیکن اگر اس پر قدرت نہ ہو اور مجرم کو سزا دینے ہی پر تل جاؤ تو یہ بہرحال لازم ہے کہ سزا بس جرم ہی کے متناسب ہو اس سے زائد ہرگز نہ ہونے پائے۔ انتقام کا وقت بھی نازک ہوتا ہے۔ مظلوم کا نفس جوش انتقام میں عموماً حد سے آگے بڑھ جاتا ہے اور اب خود ظالم ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید نے اس اشتعال کے وقت جذبات پر قابو رکھنے کی بار بار تاکید کی ہے اور انتقام کو حدود کے اندر رکھنے کا خاص اہتمام فرمایا ہے۔ بعض مفسرین نے یہاں یہ لکھا ہے کہ یہ آیت آیت قتال سے منسوخ ہے۔ لیکن فخر المفسرین امام رازیؒ نے فرمایا کہ اس کو جہاد و قتال کے مسئلہ سے کوئی سروکار نہیں اس میں تو دعوۃ الی اللہ کی ایک اخلاقی تعلیم حسن ادب کی اور لوگوں کے ساتھ زیادتی نہ کرنے کی دی گئی ہے۔ اور حکم قتال و جہاد وہ اپنی جگہ قائم ہے اب چونکہ مظالم و شدائد پر صبر کرنا سہل کام نہیں خدا ہی مدد فرمائے تو ہو سکتا ہے کہ آدمی ظلم سہتا رہے اور اف نہ کرے۔ اس لئے آگے یہ بھی بتلا دیا کہ انسان جس قدر خدا سے ڈر کر تقویٰ و پرہیزگاری اور نیکی و حسن سلوک اختیار کرے گا اسی قدر خدا کی امداد و اعانت اس کے ساتھ ہوگی۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تقویٰ اور احسان دونوں کے اعلیٰ ترین مقام پر سرفراز تھے اس لئے حق تعالیٰ کی معیت بھی سب سے بڑھ کر آپ کو حاصل تھی اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یقین دلایا گیا کہ ان مخالفین اور منکرین کی بڑی سے بڑی چالیں بھی آپ کو ضرر نہ پہنچا سکیں گی۔ اس لئے آپ ان لوگوں کی مخالفت پر غم نہ کیجئے۔ اس سے آپ کا کوئی ضرر نہ ہوگا کیونکہ آپ تقویٰ اور احسان کے ساتھ موصوف ہیں اور اللہ تعالیٰ ایسوں کے ساتھ ہوتا ہے جو تقویٰ اختیار کئے رہتے ہیں اور نیک کردار ہوتے ہیں۔

دعوت الی اللہ کا مقام

ان آیات کے تحت حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر معارف القرآن میں تحریر فرمایا ہے کہ ان

آیات میں دعوت و تبلیغ کا مکمل نصاب اس کے اصول و آداب کی پوری تفصیل چند کلمات میں سموئی ہوئی ہے۔

دعوت الی اللہ دراصل انبیاء کرام علیہم السلام کا منصب ہے۔ امت کے علماء اس منصب کو ان کا نائب ہونے کی حیثیت سے استعمال کرتے ہیں تو لازم یہ ہے کہ اس کے آداب اور طریقے بھی انہی سے سیکھیں جو دعوت ان طریقوں پر نہ رہے وہ دعوت کی بجائے عداوت اور جنگ و جدال کا موجب ہو جاتی ہے۔ قرآن کریم انبیاء علیہم السلام کی دعوت و تبلیغ اور کفار کے مجادلات سے بھرا ہوا ہے۔ اس میں کہیں نظر نہیں آتا کہ کسی اللہ کے رسول نے حق کے خلاف ان پر طعنہ زنی کرنے والوں کے جواب میں کوئی ثقیل کلمہ بھی بولا ہو۔ دعوت پیغمبرانہ کے اصول میں جو قرآن کریم میں حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے لئے سورۂ طٰہٰ میں نقل کی گئی ہے کہ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى یعنی فرعون سے نرم بات کہو شاید وہ سمجھ لے یا ڈر جائے۔ یہ ہر داعی حق کو ہر وقت سامنے رکھنا ضروری ہے کہ فرعون جیسا سرکش کافر جس کی موت بھی علم الٰہی میں کفر ہی پر ہونے والی تھی اس کی طرف بھی جب اللہ تعالیٰ اپنے داعی کو بھیجتے ہیں تو نرم گفتاری کی ہدایت کے ساتھ بھیجتے ہیں۔ آج ہم جن لوگوں کو دعوت دیتے ہیں وہ فرعون سے زیادہ گمراہ نہیں اور ہم میں سے کوئی موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے برابر ہادی و داعی نہیں تو جو حق اللہ تعالیٰ نے اپنے دونوں پیغمبروں کو نہیں دیا کہ مخاطب سے سخت کلامی کریں۔ اس پر فقرے کسیں۔ اس کی توہین کریں۔ وہ حق ہمیں کہاں سے حاصل ہو گیا۔ دعوت و تبلیغ میں ہر مخاطب اور ہر موقع کے مناسب کلام کرنے میں حکیمانہ اصول اور عنوان و تعبیر میں حکمت و مصلحت کی رعایتیں بھی جو انبیاء علیہم السلام نے اختیار فرمائی ہیں اور دعوت الی اللہ کو مقبول و موثر اور پائیدار بنانے کے لئے جو طرز عمل اختیار فرمایا ہے وہی دراصل دعوت کی روح ہے۔ اس کی تفصیلات تو تمام تعلیمات نبوی علیہ السلام میں پھیلی ہوئی ہیں۔ نمونہ کے طور پر چند چیزیں دیکھئے۔

(۱) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت و تبلیغ اور وعظ و نصیحت میں اس کا بڑا لحاظ رہتا تھا کہ مخاطب پر بار نہ ہونے پائے۔ صحابہ کرام جیسے عشاق رسول جن سے کسی وقت بھی اس کا احتمال نہ تھا کہ وہ آپ کی باتیں سننے سے اکتا جائیں گے ان کے لئے بھی آپ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ وعظ و نصیحت روزانہ نہیں بلکہ ہفتہ کے بعض دنوں میں فرماتے تھے تاکہ لوگوں کے کاروبار کا حرج اور ان کی طبیعت پر بار نہ ہو۔ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہفتہ کے بعض ایام ہی میں وعظ فرماتے تھے تاکہ ہم اکتا نہ جائیں اور دوسروں کو بھی آپ کی طرف سے یہی ہدایت تھی۔

(۲) حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں پر آسانی کرو دشواری پیدا نہ کرو اور ان کو اللہ کی رحمت کی خوشخبری سناؤ۔ مایوس یا متنفر نہ کرو۔

(۳) حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ تمہیں چاہئیے کہ ربانی حکماء علماء اور فقہاء بنو صحیح بخاری میں یہ قول نقل کر کے لفظ ربانی کی یہ تفسیر فرمائی کہ جو شخص دعوت و تبلیغ اور تعلیم میں تربیت کے اصول کو ملحوظ رکھ کر پہلے آسان آسان باتیں بتلائے جب لوگ اس کے عادی ہو جائیں تو اس وقت دوسرے احکام بتلائے جو ابتدائی مرحلہ میں مشکل ہوتے ہیں وہ عالم ربانی ہے۔

آج کل جو وعظ و تبلیغ کا اثر بہت کم ہوتا ہے اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ عموماً اس کام کے کرنے والے ان اصول و آداب کی رعایت نہیں کرتے۔ لمبی تقریریں وقت بے وقت نصیحت۔ مخاطب کے حالات کو معلوم کئے بغیر اس کو کسی کام پر مجبور کرنا ان کی عادت بن گئی ہے۔

(۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت و اصلاح کے کام میں اس کا بھی بڑا اہتمام تھا کہ مخاطب کی سبکی یا رسوائی نہ ہو اس لئے جب کسی شخص کو دیکھتے کہ کسی غلط اور برے کام میں مبتلا ہے تو اس کو براہ راست خطاب کرنے کی بجائے مجمع عام کو مخاطب کر کے

فرماتے تھے کہ لوگوں کو کیا ہو گیا کہ فلاں کام کرتے ہیں۔ اس عام خطاب میں جس کو سنانا اصل مقصود ہوتا وہ بھی سن لیتا اور دل میں شرمندہ ہو کر اس کے چھوڑنے کی فکر میں لگ جاتا۔ انبیاء علیہم السلام کی عام عادت یہی تھی کہ مخاطب کو شرمندگی سے بچاتے تھے۔

(۵) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دعوت کا خط ہرقل شاہ روم کے نام بھیجا اس میں اول تو شاہ روم کو ''عظیم الروم'' کے لقب سے یاد فرمایا۔ جس میں اس کا جائز اکرام ہے کیونکہ اس میں اس کے عظیم ہونے کا اقرار بھی ہے مگر رومیوں کے لئے اپنے لئے نہیں اس کے بعد ایمان کی دعوت اس عنوان سے دی گئی ہے:۔ ''اے اہل کتاب! اس کلمہ کی طرف جلدی سے آ جاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے یعنی یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کریں گے۔''

جس میں پہلے آپس کا ایک مشترکہ نقطہ وحدت ذکر کیا کہ توحید کا عقیدہ ہمارے اور تمہارے درمیان میں مشترک ہے اس کے بعد عیسائیوں کی غلطی پر متنبہ فرمایا۔

حضرت امام شافعیؒ نے فرمایا:۔ ''علم تو اہل علم و فضل کے مابین ایک رحم متصل (رشتہ اخوت و برادری) ہے۔ تو وہ لوگ جنہوں نے علم ہی کو عداوت بنالیا ہے وہ دوسروں کو اپنے مذہب کی اقتداء کی دعوت کس طرح دیتے ہیں۔ ان کے پیش نظر دوسرے پر غلبہ پانا ہی ہے تو پھر ان سے باہمی انس و مودت اور مروت کا تصور کیسے کیا جا سکتا ہے۔ اور ایک انسان کے لئے اس سے بڑھ کر شر اور برائی کیا ہو گی کہ وہ اس کو منافقین کے اخلاق میں مبتلا کر دے اور مومنین و متقین کے اخلاق سے محروم کر دے۔''

امام غزالیؒ نے فرمایا کہ علم دین اور دعوت حق میں اشتغال رکھنے والا یا تو اصول صحیحہ کے تابع اور مہلک خطرات سے مجتنب رہ کر سعادت ابدی حاصل کر لیتا ہے یا پھر اس مقام سے گرتا ہے تو شقاوت ابدی کی طرف جاتا ہے۔ اس کا درمیان میں رہنا بہت مستبعد ہے۔ کیونکہ جو علم نافع نہ ہو وہ عذاب ہی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔ ''سب سے زیادہ سخت عذاب میں قیامت کے دن وہ عالم ہو گا جس کے علم سے ''اللہ تعالیٰ نے اس کو نفع نہ بخشا ہو''۔

ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے۔ ''علم دین کو اس غرض سے نہ سیکھو کہ اس کے ذریعہ دوسرے علماء کے مقابلہ میں فخر و عزت حاصل کر و یا کم علم لوگوں سے جھگڑے کرو یا اس کے ذریعہ لوگوں کی توجہ اپنی طرف کر لو اور جو ایسا کرے گا وہ آگ میں ہے''۔

اسی لئے ائمہ فقہا اور اہل حق کا مسلک اس معاملہ میں یہ تھا کہ علمی مسائل میں جھگڑا اور جدال ہرگز جائز نہیں سمجھتے تھے۔ دعوت حق کے لئے اتنا کافی ہے کہ جس کو خطاء پر سمجھے اس کو نرمی اور خیر خواہی کے عنوان سے دلائل کے ساتھ اس کی خطاء پر متنبہ کر دے۔ پھر وہ قبول کرے تو بہتر ورنہ سکوت اختیار کرے۔ جھگڑے اور بدگوئی سے کلی احتراز کرے۔

حضرت امام مالکؒ کا ارشاد ہے:۔ ''امام مالکؒ نے فرمایا کہ علم میں جھگڑا اور جدال نور علم کو انسان کے قلب سے نکال دیتا ہے۔ کسی نے عرض کیا کہ ایک شخص جس کو سنت کا علم ہو کیا وہ حفاظت سنت کے لئے جدال کر سکتا ہے۔ فرمایا نہیں۔ بلکہ اس کو چاہیئے کہ مخاطب کو صحیح بات سے آگاہ کر دے پھر قبول کرے تو بہتر ورنہ سکوت اختیار کرے''۔

حضرت امام شافعیؒ نے فرمایا۔ ''جس شخص کو کسی غلطی پر متنبہ کرنا ہے۔ اگر تم نے اس کو تنہائی میں نرمی کے ساتھ سمجھایا تو یہ نصیحت ہے اور اگر علانیہ لوگوں کے سامنے اس کو رسوا کیا تو یہ فضیحت ہے''۔

آج کل تو ایک دوسرے کے عیوب کو اخباروں، اشتہاروں کے ذریعہ منظر عام پر لانے کو دین کی خدمت سمجھ لیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے دین اور اس کی دعوت کی صحیح بصیرت اور آداب کے مطابق اس کی خدمت کی توفیق عطا فرمائیں۔

الغرض یہاں خاتمہ سورۃ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ادائے رسالت کے حقوق و آداب کی تعلیم و تلقین ہے جس کے عموم میں تمام مومنین شریک ہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

پارہ

سُبْحٰنَ الَّذِیْ

سُوۡرَةُ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ مَکِّیَّةٌ وَّهِیَ مِائَةٌ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ اِحۡدٰی عَشۡرَةَ اٰیَةً وَّاثۡنَا عَشَرَ رُکُوۡعًا

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِهٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا

وہ ذات پاک ہے جو اپنے بندہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو شب کے وقت مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک

الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ ①

جس کے گرداگرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں لے گیا تا کہ ہم اُن کو اپنے کچھ عجائبات قدرت دکھلا دیں اللہ تعالیٰ بڑے سننے والے بڑے دیکھنے والے ہیں۔

سُبۡحٰنَ پاک	الَّذِیۡ وہ جو	اَسۡرٰی لے گیا	بِعَبۡدِهٖ اپنے بندہ کو	لَیۡلًا راتوں رات	مِنَ سے	الۡمَسۡجِدِ مسجد	الۡحَرَامِ حرام	اِلٰی تک	
الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا مسجد اقصا	الَّذِیۡ جس کو	بٰرَکۡنَا برکت دی ہم نے	حَوۡلَهٗ اس کے اردگرد	لِنُرِیَهٗ تاکہ دکھادیں ہم اسکو	مِنۡ سے				
اٰیٰتِنَا اپنی نشانیاں	اِنَّهٗ بیشک وہ	هُوَ وہ	السَّمِیۡعُ سننے والا	الۡبَصِیۡرُ دیکھنے والا					

تفسیر وتشریح

اس سورۃ کے پہلے ہی رکوع میں بنی اسرائیل کا ذکر آیا ہے اس لئے علامت کے طور پر یہی نام سورۃ کو دیا گیا اور چونکہ اس سورۃ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسراء اور معراج کا بیان ہے۔ اس لئے اس سورۃ کا دوسرا نام سورۃ الاسراء بھی ہے۔ جمہور علماء مفسرین کے نزدیک یہ سورۃ بھی مکی ہے۔ یہ پہلی ہی آیت اس بات کی نشاندہی کر رہی ہے کہ یہ سورۃ معراج کے موقع پر نازل ہوئی۔ معراج کا واقعہ حدیث وسیرت کی اکثر کتب کے مطابق مکہ مکرمہ میں ہجرت سے قبل پیش آیا تھا۔ اس لئے یہ سورۃ بھی انہی سورتوں میں سے ہے جو مکی دور کے آخری زمانہ میں ہجرت سے قبل نازل ہوئیں۔

مکی دور کی دوسری سورتوں کی طرح اس میں بھی توحید و رسالت کی حقانیت اور کفر وشرک کا بطلان قیامت وآخرت اور جزا وسزا۔ وغیرہ کا بیان بڑے دلنشین اور نصیحت آمیز طریقہ پر فرمایا گیا ہے۔

اس معراج کے واقعات جو احادیث میں بیان فرمائے گئے ہیں وہ مختصراً اس طرح ہیں کہ ایک رات آپؐ حطیم کعبہ میں لیٹے ہوئے تھے کہ جبرئیل ومیکائیل علیہما السلام آئے اور کہا کہ ہمارے ساتھ چلئے۔ آپؐ کو براق پر سوار کیا گیا جس کی تیز رفتاری کا یہ حال تھا کہ جس جگہ اس کی نظر پڑتی تھی وہیں قدم پڑتا تھا۔ اسی سرعت رفتار کے ساتھ اول آپ کو ملک شام میں مسجد اقصیٰ تک لے گئے۔ یہاں پر اللہ تعالیٰ نے تمام انبیائے سابقین کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اکرام کے لئے بطور معجزہ جمع فرما دیا تھا۔ جبرئیل علیہ السلام نے یہاں پہنچ کر اذان دی اور نماز کے لئے تمام انبیاء ورسل کی صفیں تیار ہو کر کھڑی ہوئیں لیکن سب اس کا انتظار کر رہے تھے کہ نماز کون پڑھائے۔ جبرئیل امین نے آپ کا دست مبارک پکڑ کر آگے کر دیا۔ آپؐ نے تمام انبیاء و مرسلین اور ملائکہ کو نماز پڑھائی۔ یہاں تک عالم دنیا کی سیر تھی جو براق پر ہوئی۔ اس کے بعد بترتیب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمانوں کی سیر کرائی گئی پہلے آسمان پر آدم علیہ السلام سے

ملاقات ہوئی۔ دوسرے پر حضرت عیسیٰ وحضرت یحییٰ علیہما السلام سے تیسرے پر حضرت یوسف علیہ السلام سے۔ اور چوتھے پر حضرت ادریس علیہ السلام سے۔ پانچویں پر حضرت ہارون علیہ السلام سے۔ چھٹے پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اور ساتویں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ اس کے بعد آپ سدرۃ المنتہیٰ کی طرف تشریف لے چلے۔ راستہ میں حوض کوثر پر گزر ہوا پھر جنت میں داخل ہوئے وہاں دست قدرت کے وہ عجائب وغرائب دیکھے جو نہ کسی آنکھ نے آج تک دیکھے اور نہ کسی کان نے سنے اور نہ کسی انسان کے وہم وگمان کی وہاں تک رسائی ہوئی۔ پھر دوزخ آپ کے سامنے پیش کی گئی جو ہر قسم کے عذاب اور سخت وشدید آگ سے بھری ہوئی تھی۔ جس کے سامنے لوہے پتھر جیسی سخت چیزوں کی بھی کوئی حقیقت نہیں۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آگے تشریف لے چلے اور جبرئیل امین یہیں ٹھہر گئے کیونکہ ان کو اس درجہ سے آگے بڑھنے کا حکم نہیں تھا۔ اور اس وقت آپ کو خداوند جل وعلا کی زیارت ہوئی۔ صحیح یہ ہے کہ زیارت فقط قلب سے نہیں بلکہ آنکھوں سے ہوئی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور تمام محققین صحابہؓ اور ائمہ کی یہی تحقیق ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں گر پڑے اور خداوند قدوس سے ہمکلامی کا شرف حاصل ہوا۔ اسی وقت نمازیں فرض کی گئیں۔ جس کی تفصیلات احادیث میں اس طرح آئی ہے کہ رات دن میں پچاس نمازیں فرض ہوئیں۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں واپس ہوا اور موسیٰ علیہ السلام پر گزرا تو انہوں نے پوچھا کہ آپ کو کیا حکم ہوا میں نے کہا کہ ۵۰ نمازوں کا رات دن میں حکم ہوا۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ آپ کی امت سے پچاس نمازیں ہرگز رات دن میں نہ پڑھی جاویں گی۔ واللہ میں آپ سے پہلے لوگوں کا تجربہ کر چکا ہوں۔ اور بنی اسرائیل کو خوب بھگت چکا ہوں۔ اپنے رب کے پاس واپس جایئے اور اپنی امت کے لئے تخفیف کی درخواست کیجئے۔ میں واپس گیا سو اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں کم کر دیں۔ میں پھر موسیٰ کے پاس آیا انہوں نے پھر اسی طرح کہا میں پھر لوٹا سو دس اور کم کر دیں۔ میں پھر موسیٰ کے پاس آیا انہوں نے پھر اسی طرح کہا میں پھر لوٹا تو مجھ کو ہر روز میں ۱۰ نمازوں کا حکم ہوا۔ میں پھر موسیٰ کے پاس آیا انہوں نے پھر اسی طرح کہا میں پھر لوٹا سو ہر روز میں پانچ نمازوں کا حکم رہ گیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ آپ کی امت ہر روز میں پانچ نمازیں بھی نہ پڑھ سکے گی۔ اور میں آپ کے قبل لوگوں کا تجربہ کر چکا ہوں اور بنی اسرائیل کو دیکھ چکا ہوں۔ پھر اپنے رب کے پاس جایئے اور تخفیف اپنے لئے اور مانگئے آپؐ نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے بہت درخواست کی یہاں تک کہ میں اب شرما گیا اور اب راضی ہوتا ہوں اور تسلیم کرتا ہوں۔ آپؐ فرماتے ہیں جب موسیٰ کو یہ جواب دیکر آگے روانہ ہوا تو ایک پکارنے والے نے حق تعالیٰ کی جانب سے پکارا کہ میں نے اپنا فرض جاری کر دیا اور اپنے بندوں سے تخفیف کر دی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ارشاد ہوا کہ یہ پانچ ہیں اور ثواب میں پچاس ہیں۔ میرے یہاں بات نہیں بدلی جاتی یعنی پچاس کا اجر مقدر تھا اس میں تبدیلی اور کمی نہیں ہوئی۔ اس کے بعد آپؐ واپس ہوئے اور پھر براق پر سوار ہو کر مکہ معظمہ کی طرف تشریف لے چلے۔ راستہ میں مختلف مقامات پر قریش کے تین تجارتی قافلوں پر گزرے جن میں سے بعض کو آپؐ نے سلام کیا اور انہوں نے آپ کی آواز پہچانی اور مکہ واپس ہونے کے بعد اس کی شہادت دی۔ صبح سے پہلے ہی یہ سفر مبارک تمام ہو گیا۔

جب صبح ہوئی اور یہ خبر قریش میں پھیلی تو ان کا ایک عجیب عالم تھا۔ کوئی تالیاں بجاتا تھا۔کوئی تعجب سے سر پر ہاتھ رکھے ہوئے تھا اور کوئی تمسخر سے ہنس رہا تھا۔ پھر سب نے بغرض امتحان آپ سے سوالات شروع کئے اور اس طرح کے سوالات کئے کہ مسجد اقصیٰ کے کتنے دروازے ہیں کتنے طاق ہیں۔ وغیرہ وغیرہ ظاہر ہے کہ یہ چیزیں کون شمار کرتا ہے اس لئے آپ کو سخت اضطراب ہوا مگر بطور معجزہ مسجد اقصیٰ آپ کے سامنے کر دی گئی۔ آپ شمار کرتے اور بتاتے جاتے تھے۔ اب تو قریش بھی چپ ہوئے کہ حالات و صفات تو بالکل درست بیان کئے ہیں۔ اس پر حضرت ابوبکر صدیق سے خطاب کر کے کہنے لگے کہ کیا تم تصدیق کرتے ہو کہ آپ ایک رات میں مسجد اقصیٰ تک پہنچ بھی گئے اور لوٹ بھی آئے۔ حضرت صدیق نے فرمایا کہ میں اس سے بھی زیادہ بعید چیزوں میں آپ کی تصدیق کرتا ہوں۔ میں ایمان لاتا ہوں کہ صبح و شام ذرا سی دیر میں آپ کو آسمانی خبریں پہنچ جاتی ہیں۔ تو پھر اس میں کیا تردد ہو سکتا ہے۔ قریش نے پھر بغرض امتحان اپنے تجارتی قافلوں کے متعلق دریافت کیا۔ اس کے بھی آپ نے جوابات دیئے اور پھر ان قافلوں نے بھی آپ کے بیانات کی تصدیق کی۔ تو اب ان معاندین کے لئے بھی اس کے سوا انکار کا کوئی راستہ باقی نہ رہا کہ آپ کے اس سفر کو سحر اور معاذ اللہ آپ کو جادوگر کہہ کر واپس ہو گئے۔ یہ واقعات بہت ہی مختصراً تحریر کئے گئے ہیں۔ تفصیلات احادیث میں موجود ہیں۔ سورۂ نجم ۲۷ ویں پارہ میں انشاء اللہ اس کی مزید تفصیلات بیان کی جائیں گی۔ معراج کے اجمالی ذکر کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کا ذکر شروع فرمایا گیا ہے۔ جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ بیت المقدس کو جو اہل اسلام کا قبلہ اول تھا یہود ملعون کی قوم کے تسلط سے نجات عطا فرما دے اور اس متبرک مقام کا قبضہ پھر اہل اسلام کو عطا فرما دے۔

یا اللہ یہ ہماری شامت اعمال ہی کا نتیجہ ہے کہ جو ہم کو ایسا روز بد دیکھنا پڑا کہ ہم اپنے قبلہ اول کی بھی حفاظت نہ کر سکے۔ یہ امت مسلمہ میں افتراق اور اختلاف ہی کا سبب ہے کہ آج کئی سال کا عرصہ گزر جانے پر بھی تمام امت مسلمہ متحد ہو کر یہود سے جہاد کرنے پر تیار نہ ہو سکی اور دشمنان دین کے مادی وسائل سے مرعوب رہ کر زبانی قیل و قال میں الجھ کر رہ گئی۔

انا للہ و انا الیہ راجعون.

یا اللہ اب امت مسلمہ کو حقیقی جذبہ جہاد اسلامی عطا فرما دے اور اپنے بھولے ہوئے سبق کو پھر یاد کر لینے کی توفیق مرحمت فرما دے اور سلف صالحین کے نقش قدم پر چلنے کا عزم نصیب فرما دے۔

یا اللہ ہمیں اپنی ذات عالی پر اعتماد اور توکل عطا فرما دے اور اپنی قدرت کاملہ پر یقین کامل نصیب فرما دے تاکہ ہم پھر مجاہدین اسلام بن کر کھڑے ہوں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِيْ

اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور ہم نے اُس کو بنی اسرائیل کیلئے ہدایت بنایا کہ تم میرے سوا کوئی کارساز مت قرار دو۔

وَكِيْلًا ۝۲ ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا ۝۳

اے اُن لوگوں کی نسل جن کو ہم نے نوحؑ کے ساتھ سوار کیا تھا وہ نوحؑ بڑے شکر گذار بندہ تھے

وَ اور	اٰتَيْنَا ہم نے دی	مُوْسٰى موسیٰ	الْكِتٰبَ کتاب	وَجَعَلْنٰهُ اور ہم نے بنایا اسے	هُدًى ہدایت	لِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ بنی اسرائیل کے لئے
اَلَّا تَتَّخِذُوْا کہ نہ ٹھہراؤ تم	مِنْ دُوْنِيْ میرے سوا	وَكِيْلًا کار	ذُرِّيَّةَ اولاد	مَنْ جو	حَمَلْنَا ہم نے سوار کیا	مَعَ نُوْحٍ نوح کے ساتھ
اِنَّهٗ بیشک وہ	كَانَ تھا	عَبْدًا بندہ	شَكُوْرًا شکر گزار			

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیت میں ''اسرا'' یعنی معراج کا مجملاً ذکر فرمایا گیا تھا۔

معراج کے ذکر کے بعد یکا یک حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کا جو ذکر شروع کر دیا گیا اس کی مفسرین کرام نے چند وجوہ بیان کی ہیں جو مختصراً حسب ذیل ہیں۔

(۱) معراج کے دوران میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت موسیٰؑ کی ملاقات کو خاص دخل تھا۔ آپ ہی کی استدعا سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چند بار تعداد نماز میں تخفیف کی درخواست بارگاہ الٰہی میں کی تھی۔ اس کے علاوہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا تھا کہ بنی اسرائیل کو مصر سے لے کر ارض شام یعنی بیت المقدس میں جاؤ۔ ادھر شب اسرا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بیت المقدس کی سیاحت فرمائی۔

(۲) چونکہ ''اسرا'' کے ذیل میں مسجد اقصیٰ یعنی بیت المقدس تک جانا مذکور ہوا تھا۔ آگے مسجد اقصیٰ اور اس کے قدیم متولیوں یعنی بنی اسرائیل پر جو مختلف دور گزرے منکرین کی عبرت اور خود بنی اسرائیل کی نصیحت کے لئے ان کا بیان کیا جاتا ہے۔ واضح رہے کہ مسجد اقصیٰ جس کو اہل اسلام بیت المقدس کہتے ہیں اور جس کو اہل کتاب ہیکل سلیمانی کہتے ہیں۔ ہزار ہا انبیاء سابقین کا قبلہ رہا ہے۔ جس کو فلسطین کے مشہور شہر یروشلم میں حضرت سلیمان علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تقریباً ۵۰۰ برس بعد تعمیر کیا تھا۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل اسلام کا قبلہ اولین جب تک کہ مسجد الحرام یعنی خانہ کعبہ قبلہ مقرر نہ ہوا تھا۔ یہی بیت المقدس قبلہ رہا۔ جو آج ہماری شامت اعمال اور بداعمالی و بداحوالی کی بدولت یہودیوں کے قبضہ میں آ گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ پھر وہ دن دیکھنا نصیب فرمائیں کہ ہم اپنے قبلہ اول کو اہل اسلام کے قبضہ میں دیکھیں۔

(۳) تیسری وجہ یہ لکھی ہے کہ معراج میں بیت المقدس کا ذکر تھا۔ اس کے بعد جو کچھ نابکار یہود کی حرکات وافعال سے اس متبرک مقام یعنی بیت المقدس پر مصائب آئے ان کا ذکر بھی مناسب ہوا۔ تا کہ قریش کے کان کھل جائیں کہ کعبہ کی بدولت جو تم امن سے رہ کر روزی کھاتے ہو اور شرارت کرتے ہو اور اللہ کے رسول جو ابھی ابھی اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان نشانیاں دیکھ کر آئے ہیں ان کی تکذیب کرتے ہو تو بنی اسرائیل کے حال سن لو اور اس سے عبرت حاصل کرو کہ اللہ کی طرف سے کتاب پانے والے جب اللہ اور اس کے رسول کے مقابلہ میں سر اٹھاتے ہیں تو پھر ان کو کیسی دردناک سزا دی جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کی قوم بنی اسرائیل کا ذکر فرمایا گیا۔

(۴) چوتھی وجہ یہ لکھی ہے کہ معراج کے واقعہ کو سن کر منکرین جو انکار اور تمسخر کرتے تھے اور جس کی صداقت میں گذشتہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی پاکی اور بڑائی اور ہر نقص و عجز سے پاک ہونا بیان فرمایا تھا اور منکرین کو جتلایا گیا تھا کہ وہ خدا جو اپنی کمال قدرت سے اپنے خاص بندہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک شب میں مسجد حرام سے بیت المقدس لے گیا تو وہ خدا ہرگز ایسے تصرفات سے عاجز نہیں جیسا کہ ان منکرین کا خیال ہے۔ اور منکرین کو واضح کیا گیا تھا کہ خدا سمیع اور بصیر ہے۔ اس لئے وہ ہر چیز کو سنتا اور دیکھتا ہے اس لئے منکرین کے اقوال و افعال اس سے مخفی نہیں ہیں اور وہ انہیں سزا دے گا جیسا کہ اس قسم کے معاندین کو سزا دی بھی گئی ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم بنی اسرائیل کا ذکر فرمایا جاتا ہے اور بنی اسرائیل کو جو سزائیں دی گئیں ان کو اگلی آیات میں بیان فرمایا گیا ہے۔

(۵) پانچویں وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ گذشتہ آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کرامت اسراء و شرف معراج کا ذکر تھا۔ اس آیت میں موسیٰ علیہ السلام کے ایک شرف' عزت اور کرامت کا ذکر فرمایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کوہ طور پر بلا کر ان سے کلام فرمایا۔ گویا کہ موسیٰ علیہ السلام کا کوہ طور پر جانا اور کلام خداوندی سے مشرف ہونا یہ موسیٰ علیہ السلام کی معراج تھی۔ معراج محمدی کے ساتھ معراج موسوی کا ذکر نہایت لطیف ہے۔

الغرض یہ ہیں مختلف وجوہ کہ جو مفسرین نے بیان کی ہیں۔ انہی مناسبات سے معراج کے تذکرہ کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کی قوم بنی اسرائیل کا ذکر اگلی چند آیات میں بیان فرمایا گیا ہے۔

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں اگرچہ دوسرے مومنین بھی تھے مگر طوفان اترنے کے بعد جب کشتی سے اترے تو کچھ ہی مدت میں سب مر گئے ان کی نسل بھی باقی نہ رہی۔ البتہ حضرت نوح علیہ السلام کے تین بیٹے حام' سام اور یافث باقی رہے۔ اور انہی کی نسل عالم میں پھیلی۔ اس لئے آیت مذکورہ میں حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد ہی مراد ہے واللہ اعلم بالصواب حضرت نوح علیہ السلام کے چار بیٹے تھے ایک بیٹا جس کا نام یام تھا وہ طوفان میں غرق ہوا۔ باقی تین سے مختلف نسلیں دنیا میں پھیلیں۔ اقوام ایشیا' سام کی اولاد بتلائے جاتے ہیں۔

اقوام افریقہ حام کی اولاد اور اقوام یورپ و امریکہ یافث کی اولاد بتلائے جاتے ہیں۔ الغرض حضرت نوح کی تکذیب اور نافرمانی کرنے والے غرقاب کر دیئے گئے تھے۔ اور جو آپ کے متبعین تھے وہی باقی رہے۔ پھر نجات یافتہ لوگوں میں بھی حضرت نوحؑ کا درجہ سب میں ممتاز تھا اور آپ کی ایک خصوصی صفت یہ تھی کہ خدا تعالیٰ کی دوسری نعمتوں کا شکریہ ادا کرنے کے علاوہ طوفان سے نجات پانے کا بہت زیادہ شکریہ ادا کرتے تھے۔ اس لئے یہاں آپ کی صفت عَبْدًا شَكُوْرًا فرمائی گئی۔

حاصل ارشاد یہ ہے کہ بنی اسرائیل کو ہمراہیان نوحؑ کی اولاد قرار دیتے ہوئے یاد دلایا جا رہا ہے کہ تم ان کی اولاد ہو جو نوحؑ کے ساتھ کشتی پر سوار ہو کر عذاب الٰہی سے بچے تھے۔ جو احسان تمہارے بڑوں پر کیا گیا اسے فراموش مت کرو اور جب انبیاء تمہارے بڑے شکر کرتے رہے تو تم کیسے اس کے تارک ہو سکتے ہو۔ گویا یہاں ترغیب اتباع ہدایت اور اطاعت احکام الٰہیہ کی دی گئی۔ آگے بنی اسرئیل کی مخالفت احکام اور اس کی وجہ سے ان کو جو سزا ملی اس کا ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: اللہ تبارک و تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونا نصیب فرمایا اور ہم کو قرآن جیسی کتاب اور ایمان و اسلام جیسی نعمتیں عطا فرمائیں۔ یا اللہ ہمارے عقیدۂ توحید کو اتنا مضبوط بنا دے کہ ہم کسی حال میں آپ کی کارسازی کے خلاف وسوسہ تک دل میں نہ لاویں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ فِى الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِى الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا

اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب میں یہ بات (بطور پیشین گوئی) بتلادی تھی کہ تم سرزمین میں دوبار خرابی کرو گے اور بڑا زور چلانے لگو گے۔

كَبِيْرًا ﴿٤﴾ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ

پھر جب اُن دوبار میں سے پہلی بار کی میعاد آوے گی ہم تم پر اپنے ایسے بندوں کو مسلط کریں گے جو بڑے جنگ جو ہوں گے پھر وہ تمہارے گھروں میں گھس گئے

الدِّيَارِ ۭ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا ﴿٥﴾ ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَاَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ

اور یہ ایک وعدہ ہے جو ضرور ہو کر رہے گا۔ پھر ہم اُن پر تمہارا غلبہ پھر کردیں اور مال اور بیٹوں سے ہم تمہاری مدد کریں گے'

وَّبَنِيْنَ وَجَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِيْرًا ﴿٦﴾ اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ ۣ وَاِنْ اَسَاْتُمْ

اور ہم تمہاری جماعت کو بڑھا دیں گے۔ اگر اچھے کام کرتے رہو گے تو اپنے ہی نفع کے لئے اچھے کام کرو گے' اور اگر تم بُرے کام

فَلَهَا ۭ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِيَسُوْۗءٗا وُجُوْهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ

کرو گے تو بھی اپنے ہی لئے پھر جب پچھلی بار کی میعاد آوے گی ہم پھر دوسرں کو مسلط کریں گے تاکہ (مار مار کر) تمہارے منہ بگاڑ دیں اور جس طرح وہ لوگ مسجد میں گھسے تھے

مَرَّةٍ وَّلِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِيْرًا ﴿٧﴾ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ ۚ وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا ۘ وَجَعَلْنَا

یہ (پچھلے) لوگ بھی اس میں گھس پڑیں اور جس جس پر ان کا زور چلے سب کو برباد کر ڈالیں۔ عجب نہیں کہ تمہارا رب تم پر رحم فرماوے اور اگر پھر وہی (شرارت) کرو گے تو ہم بھی پھر وہی کریں گے

جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا ﴿٨﴾

اور ہم نے جہنم کو کافروں کا جیل خانہ بنا (ہی) رکھا ہے

وَقَضَيْنَا اور صاف کہہ دیا ہم نے	اِلٰى طرف	بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ بنی اسرائیل	فِى الْكِتٰبِ کتاب	لَتُفْسِدُنَّ البتہ تم فساد کرو گے ضرور	فِى میں		
الْاَرْضِ زمین	مَرَّتَيْنِ دو مرتبہ	وَلَتَعْلُنَّ اور تم ضرور زور پکڑو گے	عُلُوًّا كَبِيْرًا بڑا زور	فَاِذَا پس جب	جَآءَ آیا	وَعْدُ وعدہ	اُوْلٰىهُمَا دو میں سے پہلا
بَعَثْنَا ہم نے بھیجے	عَلَيْكُمْ تم پر	عِبَادًا لَّنَآ اپنے بندے	اُولِىْ بَاْسٍ لڑائی والے	شَدِيْدٍ سخت	فَجَاسُوْا تو وہ گھس پڑے	خِلٰلَ الدِّيَارِ شہروں کے اندر	
وَكَانَ اور تھا	وَعْدًا ایک وعدہ	مَّفْعُوْلًا پورا ہونے والا	ثُمَّ پھر	رَدَدْنَا ہم نے پھیر دی	لَكُمُ تمہارے لئے	الْكَرَّةَ باری	عَلَيْهِمْ ان پر
وَاَمْدَدْنٰكُمْ اور ہم نے تمہیں مدد دی	بِاَمْوَالٍ مالوں سے	وَّبَنِيْنَ اور بیٹے	وَجَعَلْنٰكُمْ اور ہم نے تمہیں کر دیا	اَكْثَرَ زیادہ	نَفِيْرًا جتھا۔لشکر		
اِنْ اگر	اَحْسَنْتُمْ تم نے بھلائی کی	اَحْسَنْتُمْ تم نے بھلائی کی	لِاَنْفُسِكُمْ اپنی جانوں کے لئے	وَاِنْ اور اگر	اَسَاْتُمْ تم نے برائی کی		
فَلَهَا تو انکے سامنے	فَاِذَا پھر جب	جَآءَ آیا	وَعْدُ الْاٰخِرَةِ دوسرا وعدہ	لِيَسُوْۗءٗا کہ وہ بگاڑ دیں	وُجُوْهَكُمْ تمہارے چہرے	وَلِيَدْخُلُوا اور وہ گھس جائیں	
الْمَسْجِدَ مسجد	كَمَا دَخَلُوْهُ جیسے وہ گھسے اس میں	اَوَّلَ مَرَّةٍ پہلی بار	وَلِيُتَبِّرُوْا اور برباد کر ڈالیں	مَا عَلَوْا جہاں غلبہ پائیں وہ	تَتْبِيْرًا پوری طرح برباد		

عَسٰی امید ہے	رَبُّكُمْ تمہارا رب	اَنْ کہ	يَرْحَمَكُمْ وہ تم پر رحم کرے	وَاِنْ اور اگر	عُدْتُّمْ تم پھر وہی کروگے	عُدْنَا ہم وہی کرینگے
	وَ اور	جَعَلْنَا ہم نے بنایا	جَهَنَّمَ جہنم	لِلْكٰفِرِيْنَ کافروں کے لئے	حَصِيْرًا قید خانے	

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کی قوم بنی اسرائیل کا ذکر فرمایا گیا تھا جس سے مقصود مخاطبین قرآن کو اتباع ہدایت اور اطاعت احکام الٰہیہ کی ترغیب تھی۔ اب آگے ان آیات میں بنی اسرائیل کی مخالفت احکام اور اسکے نتائج بیان فرما کر مخاطبین قرآن کو تنبیہ وعبرت حاصل کرنے کا مضمون بیان فرمایا جارہا ہے۔

ان آیات میں اجمالاً دو واقعات کا بیان ہے کہ بنی اسرائیل نے ایک بار معاصی میں انہماک کیا تو ان پر اس کے دشمن مسلط ہوئے اور ان کو تباہ کیا۔ پھر شرارت کم ہوئی تو پھر سنبھل گئے مگر بعد چندے پھر ویسی ہی شرارت کی اور پھر اسی طرح تباہ ہوئے۔ تاریخ سے اس قوم پر متعدد حوادث کا پڑنا ثابت ہے اور ان کی تباہیوں اور بربادیوں کی ایک مسلسل سرگذشت ہے۔ جس کا اجمال اور خلاصہ یہ ہے۔

واقعہ اول

سلیمان علیہ السلام کی وفات کے تھوڑے دنوں بعد حاکم بیت المقدس نے بے دینی اختیار کی اس پر شاہ مصر چڑھ آیا اور بیت المقدس سے بہت سا اسباب چاندی وسونے کا لوٹ کرلے گیا مگر شہر اور مسجد یعنی ہیکل سلیمانی کو منہدم نہیں کیا۔

واقعہ دوم

سلیمان علیہ السلام کے تخمیناً چار سو سال کے بعد بنی اسرائیل میں بت پرستی اور نا اتفاقی پیدا ہوئی نحوست سے ایک اور بادشاہ مصر کا چڑھ آیا اور کسی قدر شہر کی عمارتوں اور ہیکل سلیمانی کو بھی نقصان پہنچایا۔

واقعہ سوم

چند سال بعد بخت نصر شاہ بابل نے چڑھائی کی اور شہر یروشلم کو فتح کر کے اپنے ساتھ بہت سے بنی اسرائیلیوں کو قیدی بنا کرلے گیا اور مال و دولت لوٹا اور ایک شخص کو پہلے بادشاہ کے خاندان میں سے اپنا نائب مقرر کر کے چلا گیا۔

واقعہ چہارم

اس نئے بادشاہ نے جو کہ بت پرست اور بدکار تھا اور حضرت ارمیا علیہ السلام کی نصیحت نہ سنتا تھا بخت نصر سے بغاوت کی وہ پھر یروشلم پر چڑھ آیا اور اس قدر کشت وخون اور قتل وغارت کیا جس کی حد نہیں اور شہر اور ہیکل سلیمانی میں آگ لگادی اور بالکل میدان کردیا اور یہ حادثہ عظیم تخمیناً ۴۱۵ سال بعد تعمیر ہیکل سلیمانی کے گزرا ہے اور اس کے بعد یہود جلاوطن ہو کر ۷۰ سال تک بابل میں نہایت ذلت و خواری سے رہے۔ پھر شاہ بابل کا شاہ ایران کے ہاتھوں استیصال ہوا تو شاہ ایران نے پھر یہود پر رحم کر کے ان کے ملک شام میں پہنچادیا اور سامان بھی واپس کردیا۔ پھر یہود نے شاہان ایران کی مدد سے پھر ہیکل سلیمانی کو نمونہ سابق پر تیار کیا اور شہر پناہ وغیرہ کو بھی ازسرنو بنایا اور اب تک یہود اپنے افعال قبیحہ پر نادم اور تائب تھے۔

واقعہ پنجم

مگر اس کے بعد یہود کو پھر وہی پرانی شرارتیں سوجھیں تو ایسے اسباب جمع ہوئے کہ ایک بادشاہ بیت المقدس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ۱۷۰ برس پیشتر چڑھ آیا۔ ۴۰ ہزار یہود کو قید اور ۴۰ ہزار کو قتل کیا۔ بیت المقدس کی بڑی بے عزتی کی۔ پھر اس بادشاہ کے جانشینوں میں سے ایک بادشاہ نے شہر اور بیت المقدس کو ویران کردیا پھر بعد چندے سلاطین روم کی اس جگہ حکومت ہوگئی۔ انہوں نے بیت المقدس کی عبادت گاہ کو درست کیا اور اس کے آٹھ سال بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔

واقعہ ششم

پھر یہود نے سلاطین روم سے بغاوت اختیار کی آخر رومیوں نے پھر شہر اور بیت المقدس کی وہی حالت بنائی اور اس وقت کا

رومی بادشاہ نہ یہودی تھا نہ نصرانی اور یہ حادثہ عیسیٰ علیہ السلام کے صعود یعنی آسمان پر اٹھالئے جانے سے چالیس برس بعد ہوا اور اس کے بعد بیت المقدس عرصہ تک ویران رہا حتیٰ کہ حضرت عمرؓ کے خلافت کے زمانہ میں بیت المقدس عیسائیوں نے اہل اسلام کے قبضہ میں دے دیا اور حضرت عمرؓ کے حکم سے مسجد اقصیٰ تعمیر کرائی گئی اور اسی مسجد اقصیٰ کا ذکر اس سورۃ کی ابتدائی آیت میں فرمایا گیا ہے۔ جس کو بیت المقدس بھی کہتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں یہود مدینہ نے آپ کی مخالفت کی تو پھر قتل قید ذلیل اور جلاوطن ہوئے۔ نیز مستند احادیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ ان یہود کو اور ایسی سزا ملنے والی ہے کہ روئے زمین سے ان کا بیج بھی مٹ جائے گا اور یہ اس وقت ہوگا جب کہ دجال جو قوم یہود میں سے ہوگا ظاہر ہوگا اور عوام میں اس کا لقب مسیح ہوگا۔ ابن ماجہ کی حدیث ہے۔ حضرت ابو امامہ باہلی ایک طویل حدیث میں دجال کا ذکر کرتے ہوئے روایت کرتے ہیں کہ عین اس وقت جب مسلمانوں کا امام صبح کی نماز پڑھانے کے لئے آگے بڑھ چکا ہوگا۔ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام ان پر اتر آئیں گے۔ دوسری احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ دمشق کی جامع مسجد میں اتریں گے۔ تو امام پیچھے پلٹے گا تا کہ عیسیٰ علیہ السلام آگے بڑھیں مگر عیسیٰ علیہ السلام اس کے شانوں کے درمیان ہاتھ رکھ کر کہیں گے کہ نہیں تم ہی نماز پڑھاؤ۔ کیونکہ یہ تمہارے لئے ہی کھڑی ہوئی ہے۔ چنانچہ وہی امام نماز پڑھائے گا۔ سلام پھیرنے کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے کہ دروازہ کھولو۔ چنانچہ وہ کھولا جائے گا باہر دجال ۷۰ ہزار مسلح یہودیوں کے ساتھ موجود ہوگا۔ جونہی کہ عیسیٰ علیہ السلام کی اس پر نظر پڑے گی وہ اس طرح گھلنے لگے گا جیسے نمک پانی میں گھلتا ہے۔ اور وہ بھاگ نکلے گا۔ عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے کہ میرے پاس تیرے لئے ایک ایسی ضرب ہے جس سے تو بچ کر نہ جا سکے گا۔ پھر وہ اسے لد کے مشرقی دروازہ پر جالیں گے اور اللہ یہودیوں کو ہزیمت نصیب کرے گا۔ اور زمین مسلمانوں سے اس طرح بھر جائے گی جیسے برتن پانی سے بھر جائے سب دنیا کا کلمہ ایک ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ ہوگی۔

واضح رہے کہ مقام لد جہاں دجال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں قتل ہوگا یہ موجودہ اسرائیلی حکومت میں تل ابیب سے چند میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ جہاں اس وقت یہودیوں نے بہت بڑا ہوائی اڈہ بنا رکھا ہے۔ بخاری ومسلم وغیرہ کی صحیح حدیث ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ضرور اتریں گے تمہارے درمیان ابن مریم حاکم عادل بن کر پھر وہ صلیب کو توڑ ڈالیں گے اور خنزیر کو ہلاک کر دیں گے اور جنگ کا خاتمہ کر دیں گے اور مال کی وہ کثرت ہوگی کہ اس کا قبول کرنے والا کوئی نہ رہے گا اور حالت یہ ہو جائے گی کہ ایک سجدہ کر لینا دنیا و مافیہا سے بہتر ہوگا۔ اور بھی دوسری احادیث ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام عیسائیت اور یہودیت کو بالکل ختم کر دیں گے۔

الغرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح احادیث میں پیشگوئیوں کے مطابق وہ وقت آنے والا ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہو کر دجال کو قتل کریں گے اور یہودیوں کو جو دجال کے لشکر میں ہوں گے کوئی چیز پناہ نہ دے گی۔ یہاں تک کہ بوقت شب کسی پتھر یا درخت کی آڑ میں بھی کوئی یہودی پناہ گزیں ہوگا تو وہ بھی آواز دے گا کہ اے مومن آ یہ کافر میرے پیچھے چھپا ہوا ہے اسے قتل کر۔

ان آیات کے تحت مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے:۔

"بنی اسرائیل کے یہ واقعات قرآن کریم میں بیان کرنے اور مسلمانوں کو سنانے سے بظاہر مقصد یہی ہے کہ مسلمان بھی ضابطہ الٰہیہ سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔ دنیا اور دین میں ان کی عزت اور شوکت اور مال و دولت اطاعت خداوندی کے ساتھ وابستہ ہے۔ جب وہ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے انحراف کریں گے تو ان کے دشمنوں اور کافروں کو ان پر غالب اور مسلط کر دیا جائے گا جن

کے ہاتھوں ان کے معابد و مساجد کی بے حرمتی بھی ہوگی۔ آج کل جو حادثہ فاجعہ بیت المقدس پر یہودیوں کے قبضہ کا اور پھر اس کو آگ لگانے کا سارے عالم اسلام کو پریشان کئے ہوئے ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ اسی قرآنی ارشاد کی تصدیق ہو رہی ہے۔ مسلمانوں نے خدا اور رسول کو بھلایا۔ آخرت سے غافل ہو کر دنیا کی شان و شوکت میں لگ گئے اور قرآن و سنت کے احکام سے بیگانہ ہو گئے تو وہی ضابطہ قدرت الٰہیہ سامنے آیا کہ کروڑوں عربوں پر چند لاکھ یہودی غالب آ گئے۔ انہوں نے ان کی جان و مال کو بھی نقصان پہنچایا اور شریعت اسلام کی رو سے دنیا کی تین عظیم الشان مسجدوں میں سے ایک جو تمام انبیاء کا قبلہ رہا ہے وہ ان سے چھین لیا گیا اور ایک ایسی قوم غالب آ گئی جو دنیا میں سب سے زیادہ ذلیل و خوار سمجھی جاتی رہی ہے۔ یعنی یہود۔ اس پر مزید یہ مشاہدہ ہے کہ وہ قوم نہ تعداد میں مسلمانوں کے مقابلہ میں کوئی حیثیت رکھتی ہے اور نہ مسلمانوں کی مجموعی موجودہ سامان حرب کے مقابلہ میں اس کی کوئی حیثیت ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ واقعہ یہود کو کوئی عزت کا مقام نہیں دیتا البتہ مسلمانوں کے ان کی سرکشی کی سزا ضرور ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ جو کچھ ہوا ہماری بداعمالیوں کی سزا کے طور پر ہوا اور اس کا علاج بجز اس کے کچھ نہیں کہ ہم پھر اپنی بداعمالیوں پر نادم ہو کر سچی توبہ کریں۔ احکام الٰہیہ کی اطاعت میں لگ جائیں۔ سچے مسلمان بنیں۔ غیروں کی نقالی اور غیروں پر اعتماد کے گناہ عظیم سے باز آ جائیں تو حسب وعدہ ربانی انشاء اللہ تعالیٰ بیت المقدس اور فلسطین پھر ہمارے قبضہ میں آئے گا۔ مگر افسوس یہ ہے کہ آج کل کے عرب حکمران اور وہاں کے عام مسلمان اب تک بھی اس حقیقت پر متنبہ نہیں ہوئے اور اب بھی غیروں کی امداد پر سہارا لگائے ہوئے بیت المقدس کی واپسی کے پلان اور نقشے بنا رہے ہیں جس کا بظاہر کوئی امکان نظر نہیں آتا۔

وہ اسلحہ اور سامان جس سے بیت المقدس اور فلسطین پھر مسلمانوں کو واپس مل سکتا ہے صرف اللہ تعالیٰ کی طرف انابت و رجوع، آخرت پر یقین، احکام شرعیہ کا اتباع، اپنی معاشرت اور سیاست میں غیروں پر اعتماد اور ان کی نقالی سے اجتناب اور پھر اللہ پر بھروسہ کر کے خالص اسلامی اور شرعی جہاد ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے عرب حکمرانوں اور دوسرے مسلمانوں کو اس کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

ایک عجیب معاملہ

اللہ تعالیٰ نے اس زمین میں اپنی عبادت کے لئے دو جگہوں کو عبادت کرنے والوں کا قبلہ بنایا ہے۔ ایک بیت المقدس۔ دوسرا بیت اللہ، مگر قانون قدرت دونوں کے متعلق الگ الگ ہیں۔ بیت اللہ کی حفاظت اور کفار کا اس پر غالب نہ آنا یہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنے ذمہ لے لیا ہے۔ اس کا نتیجہ وہ واقعہ فیل ہے جو قرآن کریم کی سورۂ فیل میں ذکر کیا گیا ہے۔ کہ یمن کے نصرانی بادشاہ نے بیت اللہ پر چڑھائی کی تو اللہ تعالیٰ نے مع اس کی ہاتھیوں کی فوج کے بیت اللہ کے قریب تک جانے سے پہلے ہی پرندہ جانوروں کے ذریعہ ہلاک اور برباد کر دیا۔ لیکن بیت المقدس کے متعلق یہ قانون نہیں بلکہ آیات مذکورہ سے معلوم ہوا ہے کہ جب مسلمان گمراہی اور معاصی میں مبتلا ہوں گے تو ان کی سزا کے طور پر ان سے یہ قبلہ بھی چھین لیا جائے گا اور کفار اس پر غالب آ جائیں گے"۔ (معارف القرآن جلد پنجم صفحہ ۴۳۸-۴۳۹)

اب ان آیات میں جہاں منکرین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تنبیہ ہے وہیں اہل اسلام کو بھی در پردہ ہدایت کرنی مقصود ہے کہ نبی کی پیروی کرنی، شریعت الٰہیہ کو مضبوطی کے ساتھ پکڑنا احکام خداوندی کی تعمیل کرنا اور حدود شریعت پر قائم رہنا ہی کامرانی عزت اور سطوت کا سبب ہے جو مسلمان شریعت کو پس پشت ڈال کر، احکام خداوندی کی مخالفت کر کے عروج و ترقی حاصل کرنا چاہیں گے تو اس طرح انجام میں ان کو ترقی ہرگز میسر نہ ہوگی۔

اس عام ضابطۂ خداوندی کو بتلا کر آگے بیان فرمایا جاتا ہے کہ اگر راہ مستقیم کی تم کو تلاش ہے اور دین و دنیا کی فلاح پیش نظر ہے تو قرآن کی طرف آؤ یہ تم کو دنیا میں سیدھا راستہ اور مابعد زندگی میں نجات کا صحیح طریقہ بتائے گا جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ

بلا شبہ یہ قرآن ایسے طریقہ کی ہدایت کرتا ہے جو بالکل سیدھا ہے۔ اور ان ایمان والوں کو جو کہ نیک کام کرتے ہیں یہ خوشخبری دیتا ہے

الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا ۝٩ وَّاَنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا

کہ ان کو بڑا بھاری ثواب ملے گا۔ اور یہ بھی بتلاتا ہے کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہم نے ان کے لئے ایک دردناک سزا

اَلِيْمًا ۝١٠ وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَيْرِ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا ۝١١ وَجَعَلْنَا

تیار کر رکھی ہے۔ اور (بعضا) انسان برائی کی ایسی درخواست کرتا ہے جس طرح بھلائی کی درخواست۔ اور انسان جلد باز ہے۔

الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا

اور ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا سو رات کی نشانیاں کو ہم نے دھندلا بنایا اور دن کی نشانیاں کو ہم نے روشن بنایا تا کہ (دن کو)

مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ۭ وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا ۝١٢

اپنے رب کی روزی تلاش کرو اور تا کہ برسوں کا شمار اور حساب معلوم کرلو اور ہم نے ہر چیز کو خوب تفصیل کیساتھ بیان کیا ہے

اِنَّ بیشک	هٰذَا الْقُرْاٰنَ یہ قرآن	یَهْدِیْ رہنمائی کرتا ہے	لِلَّتِیْ اس کے لئے جو	هِیَ وہ	اَقْوَمُ سب سے سیدھی	وَیُبَشِّرُ اور بشارت دیتا ہے
الْمُؤْمِنِیْنَ مومن (جمع)	الَّذِیْنَ وہ لوگ جو	یَعْمَلُوْنَ عمل کرتے ہیں	الصّٰلِحٰتِ اچھے	اَنَّ لَهُمْ کہ ان کے لئے	اَجْرًا کَبِیْرًا بڑا اجر	
وَاَنَّ اور یہ کہ	الَّذِیْنَ جو لوگ	لَا یُؤْمِنُوْنَ ایمان لانے والے	بِالْاٰخِرَةِ آخرت پر	اَعْتَدْنَا ہم نے تیار کیا	لَهُمْ ان کیلئے	عَذَابًا عذاب
اَلِیْمًا دردناک	وَیَدْعُ اور دعا کرتا ہے	الْاِنْسَانُ انسان	بِالشَّرِّ برائی کے لئے	دُعَآءَهٗ اس کی دعا	بِالْخَیْرِ بھلائی کی	وَکَانَ اور ہے
الْاِنْسَانُ انسان	عَجُوْلًا جلد باز	وَجَعَلْنَا اور ہم نے بنایا	الَّیْلَ رات	وَالنَّهَارَ اور دن	اٰیَتَیْنِ دو نشانیاں	فَمَحَوْنَا پھر ہم نے مٹادیا
اٰیَةَ الَّیْلِ رات کی نشانیاں	وَجَعَلْنَا اور ہم نے بنایا	اٰیَةَ النَّهَارِ دن کی نشانیاں	مُبْصِرَةً دکھانے والی	لِتَبْتَغُوْا تا کہ تم تلاش کرو	فَضْلًا فضل	
مِنْ رَّبِّکُمْ اپنے رب سے (کا)	وَلِتَعْلَمُوْا اور تا کہ تم معلوم کرو	عَدَدَ گنتی	السِّنِیْنَ برس (جمع)	وَالْحِسَابَ اور حساب	وَ اور	
کُلَّ شَیْءٍ ہر چیز	فَصَّلْنٰهُ ہم نے بیان کیا ہے	تَفْصِیْلًا تفصیل کیساتھ				

تفسیر وتشریح: ان آیات میں ایک عام ضابطہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتلایا جاتا ہے کہ اگر راہ مستقیم اور درجۂ عدل کی تلاش ہے اور دنیا و دین کی فلاح پیش نظر ہے تو قرآن کی طرف آؤ۔ یہ ساری دنیا کو سب سے زیادہ اچھی۔ سیدھی اور مضبوط راہ بتلاتا ہے۔ لہذا اگر کامیابی اور نجات چاہتے ہو تو خاتم الانبیاء کی پیروی میں اسی سیدھی سڑک پر چلو۔ کہ قرآن تو لوگوں کو سب سے بڑی بھلائی کی طرف بلاتا ہے اجر کبیر کی بشارتیں سناتا اور بدی کے مہلک نتائج سے آگاہ کرتا ہے۔ جس سے کفار مکہ کو اس بات پر متنبہ کرنا مقصود تھا کہ بیوقوفو۔ خیر مانگنے کے بجائے عذاب مانگتے ہو۔ تمہیں پتہ نہیں کہ خدا کا عذاب جب کسی قوم پر آتا ہے تو اس کی کیا گت بنتی ہے پھر فرمایا گیا کہ انسان طبعاً کچھ جلد باز ہی واقع ہوا ہے کہ دیر میں نتیجہ نیک برآمد ہونے کی طرف متوجہ نہیں ہوتا اسی لئے آخرت کی

نعمتوں کی پروا نہ کر کے دنیا کی موجودہ لذات پر فریفتہ ہو جاتا ہے اور اپنی جلد بازی سے کسی چیز کی ظاہری ٹیپ ٹاپ کو دیکھ لیتا ہے لیکن انجام کے دور رس نتائج پر غور نہیں کرتا۔

اس میں ایک لطیف تنبیہ مسلمانوں کے لئے بھی تھی جو کفار کے ظلم وستم سے تنگ آ کر کبھی کبھی ان کے حق میں نزول عذاب کی دعاء کرنے لگتے تھے۔ حالانکہ ابھی انہیں کفار میں بہت سے وہ لوگ موجود تھے جو آگے چل کر ایمان لانے والے اور دنیا میں اسلام کا جھنڈا بلند کرنے والے تھے۔ اس پر نصیحت فرمائی گئی کہ انسان جلد باز واقع ہوا ہے۔ ہر وہ چیز مانگ بیٹھتا ہے جس کی بروقت ضرورت محسوس ہوئی حالانکہ بعد میں خود اسے تجربہ سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اگر اس وقت اس کی دعا قبول کر لی جاتی تو وہ اس کے حق میں خیر نہ ہوتی۔ آگے یہ سمجھانے کے لئے کہ گھبرانے اور جلدی مچانے سے کچھ فائدہ نہیں۔ خدائے تعالیٰ کے یہاں ہر چیز کا خیر ہو یا شر ایک وقت اور انداز مقرر ہے۔ اللہ تعالیٰ رات و دن اپنی دو نشانیوں کی طرف توجہ دلاتے ہیں کہ جیسے رات کسی کی جلد بازی سے کم نہیں ہو جاتی یا دن بڑھ نہیں جاتا اپنے وقت پر آپ صبح و شام ہوتی ہے۔ رات کے پیچھے دن اور دن کے پیچھے رات برابر لگی چلی آتی ہے۔ ایسے ہی دنیا کے تمام خیر وشر کا سلسلہ ایک معین ضابطہ اور نظام کے ماتحت ہے جس کا توڑ ڈالنا کسی کے امکان میں نہیں۔

پھر بتلایا گیا کہ رات کا اندھیرا اور دن کا اجالا دونوں خداوند قدوس کی قدرت کاملہ کے نمونہ ہیں جس کے ساتھ سینکڑوں فوائد و مصالح وابستہ ہیں۔ رات کا نمونہ تاریک اور دن کے وقت سورج کی روشنی جس میں ہر چیز صاف دکھائی دیتی ہے۔ لوگ تازہ دم ہو کر روزی کی تلاش میں نکلتے اور مختلف قسم کے کاروبار میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ پھر لیل ونہار کی آمد ورفت میں اور شمس وقمر کے طلوع وغروب میں مہینوں اور سالوں کی گنتی اور بہت طرح کے چھوٹے بڑے حساب متعلق ہیں۔

یہاں ان آیات میں بھی اور قرآن پاک میں متعدد دوسری آیات میں جہاں اہل ایمان کو اجر کبیر اور اجر عظیم کی بشارت دی گئی ہے وہاں ایمان کے ساتھ عمل صالح کی شرط بھی لگی ہوئی ہے۔ نیز انسان کی عجلت پسندی کی صراحت فرمائی گئی کہ انسان فوراً نتیجہ کا خواستگار ہوتا ہے وہ نہیں سمجھتا کہ تاخیر میں کیا حکمت ہے۔ کبھی شدت مرض، کثرت افکار اور فراوانی مصائب سے تنگ آ کر اپنے لئے بددعا کرنے لگتا ہے کہ الٰہی موت جلدی بھیج دے اور کہتا ہے کہ اگر میں مر جاتا تو اس سے بہتر ہوتا۔ اس کو مصائب اور تکالیف کی حکمت سے واقفیت نہیں ہوتی اس لئے اپنی کوتاہ اندیشی اور فطری جلد بازی سے موت کا طالب ہوتا ہے اور جو منہ پر آ جاتا ہے کہہ دیتا ہے اور اب تو بے دینی کی وجہ سے عجلت پسندی کا یہ حال ہے کہ آئے دن آپ اخباروں میں خودکشی کے واقعات پڑھتے رہتے ہیں۔ کسی مصیبت یا پریشانی سے گھبرا کر اپنی زندگی کا خاتمہ اپنے ہاتھوں کر لینا یہ شریعت اسلامیہ میں حرام موت مرنا ہے۔ الغرض قرآن کریم نے سب کو سیدھی راہ بتلا دی اور دکھلا دی ہے اب جو اس پر چلے یا نہ چلے۔ اپنے طریق عمل کا نفع ونقصان ہر شخص کو پہنچے گا اور اپنے ہر چھوٹے بڑے نیک وبد عمل کا نتیجہ قیامت میں وہ دیکھ لے گا۔ جیسا کہ اگلی آیات میں فرمایا گیا جن کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان کے ساتھ عمل صالحہ کی بھی توفیق عطا فرمائیں۔ اور قرآن پاک کی بتلائی ہوئی سیدھی راہ پر ہم کو چلنا نصیب فرمائیں۔ یا اللہ ہم کو ہر حال میں صراط مستقیم پر قائم رکھئے اور آخرت سے غفلت اور بے فکری کے مرض سے ہم کو بچایئے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ ۭ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا ﴿۱۳﴾

اور ہم نے ہر انسان کا عمل اس کے گلے کا ہار کر کے رکھا ہے' اور (پھر) قیامت کے دن ہم اس کا نامہ اعمال اس کے واسطے نکال کر سامنے کر دیں گے'

اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ۭ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ﴿۱۴﴾ ۭ مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ

جس کو وہ کھلا ہوا دیکھ لے گا۔ اپنا نامہ اعمال (خود) پڑھ لے آج تو خود اپنا آپ ہی محاسب کافی ہے۔ جو شخص (دنیا میں) راہ پر چلتا ہے وہ اپنے نفع کیلئے راہ پر چلتا ہے'

لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۭ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۭ وَمَا كُنَّا

اور جو شخص بے راہی کرتا ہے سو وہ بھی اپنے ہی نقصان کیلئے بے راہ ہوتا ہے' اور کوئی شخص کسی کا بوجھ نہ اٹھائے گا' اور ہم

مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴿۱۵﴾

سزا نہیں دیتے جب تک کسی رسول کو نہیں بھیج لیتے۔

وَ اور	كُلَّ اِنْسَانٍ ہر انسان	اَلْزَمْنٰهُ اسکو لگا دی	طٰٓئِرَهٗ اس کی قسمت	فِيْ عُنُقِهٖ اسکی گردن میں	وَنُخْرِجُ اور ہم نکالیں گے	لَهٗ اس کیلئے	
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ روز قیامت	كِتٰبًا ایک	يَّلْقٰىهُ اور اسے پائیگا	مَنْشُوْرًا کھلا ہوا	اِقْرَاْ پڑھ لے	كِتٰبَكَ اپنی کتاب	كَفٰى کافی ہے	بِنَفْسِكَ تو خود
الْيَوْمَ آج	عَلَيْكَ اپنے اوپر	حَسِيْبًا حساب لینے والا	مَنِ جس	اهْتَدٰى ہدایت پائی	فَاِنَّمَا تو صرف	يَهْتَدِيْ اس نے ہدایت پائی	لِنَفْسِهٖ اپنے لئے
وَمَنْ اور جو	ضَلَّ گمراہ ہوا	فَاِنَّمَا تو صرف	يَضِلُّ گمراہ ہوا	عَلَيْهَا اپنے اوپر	وَلَا تَزِرُ اور بوجھ نہیں اٹھاتا	وَازِرَةٌ کوئی اٹھانے والا	
وِزْرَ اُخْرٰى دوسرے کا بوجھ	وَ اور	مَا كُنَّا ہم نہیں	مُعَذِّبِيْنَ عذاب دینے والے	حَتّٰى جب تک	نَبْعَثَ ہم نہ بھیجیں	رَسُوْلًا کوئی رسول	

تفسیر و تشریح

گذشتہ آیات میں قرآن کریم کا سارے عالم کو سب سے زیادہ سیدھی اچھی اور مضبوط راہ کا دکھلانا بیان ہوا تھا۔

ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہر انسان کا عمل نیک ہو یا بد اس کے گلے کا ہار کر رکھا ہے۔ گلے کا ہار ہونا محاورۂ عرب میں کمال ربط کے اظہار کے لئے آتا ہے۔ یعنی ہر شخص کا عمل دنیا میں خواہ نیک ہو یا بد اس کے ساتھ لازم کر دیا گیا ہے کہ وہ اس سے چھوٹ نہیں سکتے۔ وہی اس کو قیامت میں نظر آئیں گے اور ہر شخص کا اعمال نامہ اس کے ہاتھ میں دے دیا جائے گا کہ خود پڑھ کر فیصلہ کر لے کہ جو کام عمر بھر میں کئے تھے کوئی لکھے جانے سے باقی تو نہیں رہا۔ یا کوئی کام زیادہ تو نہیں لکھا گیا۔ ہر انسان اس وقت یقین کر لے گا کہ ذرہ ذرہ عمل بلا کمی بیشی اعمال نامہ میں موجود ہے اس طرح ہر شخص اپنا برا بھلا خود سوچ لے کیونکہ اس کے اعمال کا نفع یا نقصان اسی کو پہنچے گا۔ ایک کے گناہوں کی گٹھڑی دوسرے کے سر پر نہیں رکھی جاوے گی۔ یعنی ہر انسان اپنی شخصی حیثیت میں اللہ تعالیٰ کے سامنے جوابدہ ہوگا۔ حضرت قتادہؓ سے منقول ہے کہ اس روز بے پڑھا آدمی بھی اپنا نامہ اعمال پڑھ لے گا۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ بلاشبہ برے عمل آفت لاتے ہیں مگر حق تعالیٰ بغیر سمجھائے نہیں پکڑتے۔ اسی واسطے دنیا میں انبیاء و رسل بھیجے کہ لوگوں کو بے خبر اور غافل نہ رہنے دیں۔ نیک و بد سے پوری طرح آگاہ کر دیں جن چیزوں کے ادراک میں محض عقل کافی نہ ہوا نہیں

وحی اور الہام کی روشنی میں پیش کر دیں۔ اسی لئے ابتدائے آفرینش سے حق تعالیٰ نے وحی اور رسالت کا سلسلہ جاری رکھا تا آنکہ انبیاء علیہم السلام کے انوار و فیوض و تعلیمات و ہدایات نے دنیا میں ایسی فضا پیدا کر دی کہ کوئی معذب قوم دنیا یا آخرت میں جہل اور بے خبری کا عذر پیش کر کے عذاب الٰہی سے چھٹکارا حاصل نہیں کر سکتی۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نظام عدالت میں انبیاء و رسل ایک بنیادی اہمیت رکھتے ہیں ہر پیغمبر اور اس کا لایا ہوا پیغام بندوں اور اس کی امت کے لئے خدا کی حجت ہے اگر یہ حجت قائم نہ ہو تو بندے اس صورت میں عذر پیش کر سکتے کہ ہمیں احکام خداوندی کا علم ہی نہیں پہنچا تھا۔ ہمیں آگاہ کئے بغیر یہ گرفت اور مواخذہ کیسا؟ مگر جب یہ حجت قائم ہو جائے تو اس کے بعد عدل و انصاف کا تقاضا یہی ہے کہ ان لوگوں کو سزا دی جائے جنہوں نے خدا کے بھیجے ہوئے پیغام سے منہ موڑا ہو یا اسے پا کر پھر اس سے انحراف کیا ہو۔

اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت، رسالت عامہ تا قیامت تمام عالم کے لئے ہے۔ صحابہؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ، ائمہ دین اور علمائے امت کے ذریعہ سے مشرق و مغرب اور شمال و جنوب دنیا کے ہر گوشہ میں آپ کی دعوت پہنچ چکی ہے اس لئے سب پر ایمان لانا فرض ہے۔ اب کسی منکر خدا اور کسی مشرک کے لئے عذر باقی نہیں رہا۔

اب جبکہ کسی بستی یا قوم کو پیغام خداوندی پہنچ چکتا ہے اور پھر وہ اس پیغام سے سرکشی برتتی ہے اور نافرمانی پر مصر رہتی ہے تو پھر وہ قوم سزا کی مستحق ہوتی ہے اور گزشتہ بہت سی امتوں کے ساتھ یہ معاملہ ہو چکا ہے جیسا کہ اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے۔ جن کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

ہم کو جو احکام قرآنی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات و تعلیمات پہنچ چکی ہیں ان پر اللہ تعالیٰ ہم کو دل و جان سے عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائیں۔

یا اللہ ہم اپنی بداعمالیوں کا جواب اس وقت کیا دے سکیں گے اس لئے ہمیں ان کے تدارک کا فکر و غم ابھی اس دنیا میں نصیب فرما دے۔ اپنی بداعمالیوں پر سچی ندامت اور حقیقی توبہ کی توفیق عطا فرما دے۔

یا اللہ آج ندامت کے آنسوؤں سے ہم کو اپنے اعمال ناموں سے اپنی بداعمالیوں کو دھو لینے کی توفیق عطا فرما دے تا کہ جب ہم تیرے حضور قیامت میں حاضر ہوں تو تیرے کرم و رحم سے ہماری مغفرت ہو جائے اور ہم عذاب اور گرفت سے بچ جائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ

اور جب ہم کس بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو اس کے خوش عیش لوگوں کو حکم دیتے ہیں پھر (جب) وہ لوگ وہاں شرارت مچاتے ہیں اُن پر حجت تمام ہو جاتی ہے۔

فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا ﴿١٦﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْۢ بَعْدِ نُوْحٍ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ

پھر ہم اس بستی کو تباہ اور غارت کر ڈالتے ہیں۔ اور ہم نے بہت سی اُمتوں کو نوحؑ کے بعد (کفر و معصیت کے سبب) ہلاک کیا ہے اور آپ کا رب اپنے بندوں کے گناہوں

عِبَادِهٖ خَبِيْرًاۢ بَصِيْرًا ﴿١٧﴾

کا جاننے والا دیکھنے والا کافی ہے

وَاِذَا اور جب	اَرَدْنَا ہم نے چاہا	اَنْ نُّهْلِكَ کہ ہم ہلاک کریں	قَرْيَةً کوئی بستی	اَمَرْنَا ہم نے حکم بھیجا	مُتْرَفِيْهَا اس کے خوشحال لوگ	
فَفَسَقُوْا تو انہوں نے نافرمانی کی	فِيْهَا اس میں	فَحَقَّ پھر پوری ہوگئی	عَلَيْهَا ان پر	الْقَوْلُ بات	فَدَمَّرْنٰهَا پھر ہم نے انہیں ہلاک کیا	
تَدْمِيْرًا پوری طرح ہلاک	وَكَمْ اور کتنی	اَهْلَكْنَا ہم نے ہلاک کردیں	مِنَ سے	الْقُرُوْنِ بستیاں	مِنْۢ بَعْدِ بعد سے	نُوْحٍ نوح / وَكَفٰى اور کافی
بِرَبِّكَ تیرا رب	بِذُنُوْبِ گناہوں کو	عِبَادِهٖ اپنے بندے	خَبِيْرًا خبر رکھنے والا	بَصِيْرًا دیکھنے والا		

تفسیر و تشریح

گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ بغیر رسول بھیجے کسی کو عذاب نہیں دیتے یعنی قانون اور معمول خداوندی ہے کہ جب تک اتمام حجت نہ کرلیں اور رسول بھیج کر اپنے احکام مخلوق کو نہ پہنچادیں اس وقت تک کسی کو سزا نہیں دیتے۔ ہاں اتمام حجت کے بعد اگر کوئی نہ مانے تو ہلاکت و عذاب کا مستحق ہوتا ہے۔ پھر یہ بھی ضروری نہیں کہ دنیا میں فوراً اپنا عذاب نازل ہی کردیں اکثر تو ڈھیل ہی دیئے جاتے ہیں تاکہ توبہ کی گنجائش باقی رہے لیکن اس پر بھی اگر کوئی باز نہیں آتا اور کفر و عصیان اس کی ہلاکت کا مقتضی ہوتا ہے تو پھر وہ صورت اختیار کی جاتی ہے جو یہاں ان آیات میں بتلائی گئی۔ یعنی جب کسی بستی کو بداعمالیوں کی بدولت تباہ کرنا منظور ہوتا ہے یونہی دفعۃً پکڑ کر ہلاک نہیں کردیا جاتا بلکہ اتمام حجت کے بعد سزا دی جاتی ہے۔ اول پیغمبر یا اس کے نائبین کی زبانی خدائی احکام ان کو پہنچائے جاتے ہیں۔ خصوصاً وہاں کے خوشحال امیر اور بارسوخ لوگوں کو آگاہ کیا جاتا ہے جن کے ماننے یا نہ ماننے کا اثر عوام پر پڑتا ہے۔ جب یہ بڑی ناک والے سمجھ بوجھ کر خدائی پیغام کو رد کردیتے ہیں اور کھلے بند نافرمانیاں کر کے تمام بستی کی فضا کو مسموم و مکدر بنا دیتے ہیں اس وقت وہ بستی اپنے کو علانیہ مجرم ثابت کر کے عذاب الٰہی کی مستحق ہو جاتی ہے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ قوموں کے ہلاک کئے جانے کا سلسلہ بعثت نوح علیہ السلام کے بعد سے شروع ہوا۔ حضرت آدم علیہ السلام و نوح علیہ السلام کے درمیانی زمانہ میں سب آدمی اسلام پر رہے پھر شرک و بت پرستی وغیرہ شروع ہوئی۔ نوح علیہ السلام ان کی اصلاح کے لئے بھیجے گئے اور سینکڑوں برس سمجھایا۔ جب نہ مانے آخر سب منکرین ہلاک کئے گئے۔ اس کے بعد پھر بہت سی قومیں عاد و ثمود وغیرہ تباہ ہوتی رہیں۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ حق تعالیٰ کسی کو بے قصور نہیں پکڑتے۔ نہ غیر مناسب سزا دیتے ہیں۔ بلکہ ہر ایک کے گناہوں کو دیکھ کر اور اس کے افعال و اطوار کو پوری طرح

جان کر موزوں اور مناسب برتاؤ کرتے ہیں۔

ان آیات میں اس حقیقت پر متنبہ کیا گیا ہے کہ جب کسی قوم کی شامت آنے کو ہوتی ہے تو اس قوم کے دولت مند امیر و رئیس فسق و فجور پر اتر آتے ہیں۔ شہوات و لذات میں مست ہو کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کرتے ہیں۔ ظلم و ستم اور بدکاریاں اور شرارتیں کرنے لگتے ہیں اور آخر یہی فتنہ پوری قوم کو لے کر ڈوبتا ہے۔

یہاں آیت میں خصوصیت سے خوش عیش، دولت مند اور مالداروں کا ذکر کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ فطری طور پر عوام اپنے بڑوں، رئیسوں اور مالداروں اور حاکموں کے اخلاق و اعمال سے متاثر ہوتے ہیں جب یہ بدعمل ہو جاتے ہیں تو پوری قوم پر اس کا اثر پڑتا ہے اور نتیجہ میں پوری قوم بدعمل ہو جاتی ہے اس لئے جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے مال و دولت دیا ہے اور ریاست حکومت و امارات بخشی ہے ان کو اس کی فکر بہت زیادہ ہونی چاہئے کہ وہ اپنے اعمال و اخلاق پر نظر رکھیں اور اپنی اصلاح کرتے رہیں۔ ایسا نہ ہو کہ بڑوں کی عیش پرستی، دنیا طلبی، آخرت سے بے فکری اور دین سے غفلت کے باعث پوری قوم غلط راستہ پر پڑ جائے اور اس طرح قوم کی بداعمالی اور بداحوالی کا وبال بھی ان پر پڑے۔

خلاصہ یہ کہ یہاں اقوام عالم کی تباہی کا تذکرہ فرما کر کافروں کو تو یہ تنبیہ کرنی مقصود ہے کہ اگر تم بھی محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سرکشی جاری رکھو گے تو مستحق عذاب ہو جاؤ گے اور دور حاضر کے مسلمانوں کے لئے بھی تازیانہ عبرت ہے۔ جن کے اکثر امراء رؤسا بادہ غفلت اور عیش پرستی میں سرشار ہیں اور جو شب و روز بس دنیا سمیٹنے کی دھن میں گرفتار ہیں۔ خود بھی اللہ و رسول کی نافرمانیاں کرتے ہیں اور دوسروں کے لئے بھی اس کی راہ ہموار کرتے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ

آگے بتلایا گیا ہے کہ نتائج عمل کے لحاظ سے دنیا میں انسانوں کے دو گروہ ہیں۔ ایک گروہ تو اپنے ہر عمل سے دنیا کا طالب ہے۔ دوسرا گروہ اپنے ہر عمل سے آخرت کا طالب ہے پھر ہر گروہ کا انجام ظاہر فرمایا گیا جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہمارے بڑوں اور چھوٹوں، امراء رؤسا حاکم اور محکوم سب کو اپنی ہدایت سے نوازیں اور ہم کو اپنے نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پکا اور سچا امتی بننا نصیب فرمائیں۔

یا اللہ ہماری نافرمانیوں اور معصیتوں سے درگزر فرما اور دین و دنیا دونوں جہان میں اپنے عذاب اور گرفت سے مامون و محفوظ فرما۔

اے اللہ گذشتہ مجرم امتوں کے واقعات سے ہم کو عبرت حاصل کرنے والا بنا دے اور بے دینی اور بدعملی کی فضائیں جو اس ملک میں چل گئی ہیں ان کا خاتمہ فرما دے اور ہم کو سچی توبہ کی توفیق عطا فرما دے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ج

جو شخص دنیا کی نیت رکھے گا، ہم ایسے شخص کو دنیا میں جتنا چاہیں گے جس کے واسطے چاہیں گے فی الحال ہی دیدیں گے پھر ہم اس کے لئے جہنم تجویز کریں گے

يَصْلٰهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿۱۸﴾ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ

وہ اس میں بدحال راندۂ (درگاہ) ہوکر داخل ہوگا۔ اور جو شخص آخرت کی نیت رکھے گا اور اس کے لئے جیسی سعی کرنا چاہیے ویسی ہی سعی بھی کرے گا

مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿۱۹﴾ كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ط

بشرطیکہ وہ شخص مومن بھی ہو سو ایسے لوگوں کی یہ سعی مقبول ہوگی۔ آپ کے رب کی عطا میں۔ سے تو ہم ان کی بھی امداد کرتے ہیں اور اُن کی بھی،

وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ﴿۲۰﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ط وَلَلْاٰخِرَةُ

اور آپ کے رب کی عطا بند نہیں۔ آپ دیکھ لیجئے ہم نے ایک کو دوسرے پر کس طرح فوقیت دی ہے، اور البتہ آخرت درجوں کے اعتبار سے

اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا ﴿۲۱﴾

بہت بڑی ہے اور فضیلت کے اعتبار سے بھی بہت بڑی ہے۔

مَنْ جو کوئی	كَانَ يُرِيْدُ چاہتا ہے	الْعَاجِلَةَ جلدی	عَجَّلْنَا ہم جلد دیدیں گے	لَهٗ فِيْهَا اسکو اِس دنیا میں	مَا نَشَآءُ جتنا ہم چاہیں	لِمَنْ جس کو	
نُرِيْدُ ہم چاہیں	ثُمَّ پھر	جَعَلْنَا ہم نے بنادیا	لَهٗ اس کیلئے	جَهَنَّمَ جہنم	يَصْلٰهَا وہ داخل ہوگا اس میں	مَذْمُوْمًا مذمت کیا ہوا	
مَدْحُوْرًا دُور کیا ہوا	وَمَنْ اور جو	اَرَادَ چاہے	الْاٰخِرَةَ آخرت	وَسَعٰى اور کوشش کی اس نے	لَهَا اس کیلئے	سَعْيَهَا اسکی سی کوشش	وَهُوَ اور وہ
مُؤْمِنٌ مومن	فَاُولٰٓئِكَ پس یہی لوگ	كَانَ ہے	سَعْيُهُمْ انکی کوشش	مَشْكُوْرًا قدر کی ہوئی	كُلًّا ہر ایک	نُمِدُّ ہم دیتے ہیں	هٰٓؤُلَآءِ ان کو بھی
وَ اور هٰٓؤُلَآءِ انکو بھی مِنْ سے عَطَآءِ بخشش رَبِّكَ تیرا رب وَ اور مَا كَانَ نہیں ہے عَطَآءُ بخشش رَبِّكَ تیرا رب مَحْظُوْرًا روکی جانیوالی							
اُنْظُرْ دیکھو	كَيْفَ کس طرح	فَضَّلْنَا ہم نے فضیلت دی	بَعْضَهُمْ انکے بعض	عَلٰى پر	بَعْضٍ بعض	وَلَلْاٰخِرَةُ اور البتہ آخرت	
اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ سب سے بڑے درجے	وَ اور	اَكْبَرُ تَفْضِيْلًا سب سے برتر فضیلت میں					

تفسیر وتشریح: ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ نتائج عمل کے لحاظ سے انسان کے دو گروہ ہو گئے ہیں۔ ایک گروہ وہ ہے جس کی ساری طلب دنیا کی چند روزہ زندگی ہی کے لئے ہے۔ اس کے پیش نظر صرف دنیا ہی اور دنیا ہی کے فوائد کا وہ طلبگار ہے اور اپنا مطمح نظر اسی عارضی اور فانی دنیا کو بنا رکھا ہے اور اپنے عمل سے مقصود بس یہ دنیا ہی ہے۔ دوسرا گروہ وہ ہے جس کا اصل مطمح نظر دار آخرت ہے۔ اور جو یہ یقین رکھتا ہے کہ اس زندگی کے بعد بھی ایک زندگی ہے اس لئے اس دوسری زندگی کی سعادت کا بھی طالب ہے۔ پھر ان دونوں گروہوں کے متعلق قانون خداوندی بیان فرمایا گیا۔

اول گروہ کے متعلق بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں جتنا چاہیں گے اور جس کے واسطے چاہیں گے فی الحال عطا کر دیں گے۔ غور کیجئے کہ یہاں مطلق وعدہ نہیں ہے کہ ہر طالب دنیا کو اس کی خاطر

خواہ دنیا ہی مل جائے گی بلکہ دو اہم قید بیان فرمائیں ایک یہ کہ صرف اسی کو ملے گی جس کے لئے حق تعالیٰ چاہیں اور دوسرے صرف اتنی ہی مقدار میں ملے گی جس حد تک مشیت الٰہی ہوگی۔ مگر اس گروہ کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہ ہوگا اور نتیجہ یہ ہوگا کہ آخرت میں بدحال اور راندۂ درگاہ ہو کر جہنم میں داخل کیا جائے گا۔

دوسرے گروہ کے متعلق یعنی جو اپنے اعمال سے آخرت کی نیت رکھے گا اس کے متعلق بتلایا گیا کہ اللہ کے ہاں ایسوں کو پورا اجر مل کر رہے گا اور نجات ابدی اور سعادت دائمی حاصل ہوگی مگر یہاں بھی تین شرائط کے ساتھ یہ وعدہ ہے۔

پہلی شرط وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ فرمائی یعنی جو اپنے عمل سے مقصود آخرت کو رکھے گویا قبولیت کی پہلی شرط تصحیح نیت ہوئی۔

دوسری شرط فرمائی وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا یعنی آخرت کے لئے جیسی سعی کرنی چاہئے ویسی سعی بھی کرے یعنی محض تمنا اور آرزو کافی نہیں بلکہ انسان جب نیکی حاصل کرنا چاہے تو لازم ہے کہ عملاً بھی اس کی طرف قدم بڑھائے اور وہ عمل بھی اپنے ظن و گمان اور ہوائے نفس کے ماتحت نہیں بلکہ قانون اور قواعد شرعیہ کے مطابق ہو گویا دوسری شرط تصحیح عمل ہوئی یعنی اعمال کا شریعت اور سنت کے سانچے میں ڈھلا ہوا ہونا۔ اپنے دل سے گھڑی ہوئی دینی رسوم اور بدعات گو وہ بظاہر دیکھنے میں کیسی ہی بھلی نظر آئیں ہرگز آخرت میں نافع نہ ہوسکیں گے۔ اگر معیار شریعت سے ہٹے ہوئے رہے۔

تیسری شرط فرمائی۔ وَهُوَ مُؤْمِنٌ یعنی وہ شخص مومن بھی ہو۔ یہ تیسری اور سب سے زبردست شرط تصحیح عقیدہ کی فرمائی۔ یعنی صحیح نیت اور صحیح عمل کے ساتھ صحیح ایمان بھی ضروری ہے۔ غلط ایمان مثل عدم ایمان کے ہے۔ اللہ کی ذات و صفات، رسالت، ملائکہ، انبیاء، آسمانی کتب، جنت دوزخ، حشر و نشر، حساب و کتاب وغیرہ وغیرہ پر صحیح ایمان مدار نجات ہے تو ایمان ثابت نیت صادق اور عمل صحیح یہ تینوں امور طلبگار آخرت کے لئے لازم ہیں اور ان شرائط کے ساتھ اعمال عنداللہ مقبول اور لائق اجر ہوں گے۔

آگے کارخانۂ دنیا میں فیضانِ ربوبیت کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ دنیا میں تو رزق اور سامان زندگی دنیا پرستوں کو بھی مل رہا ہے اور آخرت کے طلبگاروں کو بھی۔ یہاں دنیا میں تو نیک و بد سعید و شقی، مقبول و مردود، کافر و مشرک، متقی و پرہیزگار، خزانہ غیب سے سب ہی مدد پاتے رہتے ہیں چنانچہ یہ تو روز کا مشاہدہ ہے کہ ہوا اور پانی اور سورج کی گرمی اور چاند کی ٹھنڈک اور روشنی اور حیوانی اور نباتی موجودات سے جس طرح مومن نفع اٹھا سکتے ہیں اسی طرح شدید منکرین بھی نفع اٹھا رہے ہیں تو عطاء دنیوی میں تو مقبولین بھی حصہ پا رہے ہیں اور غیر مقبولین بھی بلکہ عطاء دنیوی میں تو اکثر کفار اکثر مومنین سے زیادہ تنعم رکھتے ہیں پس یہ چیزیں قابل وقعت نہیں البتہ آخرت جو مخصوص ہے مقبولین کے ساتھ اور جو درجوں کے اعتبار سے بھی بہت بڑی ہے اور فضیلت کے اعتبار سے بھی بہت بڑی ہے اس کا اہتمام کرنا چاہئے جس کے شرائط اوپر بیان فرمائے گئے۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو بھی اس گروہ میں شامل فرمالے۔ جن کو ہر عمل سے آخرت اور رضائے مولا مطلوب و مقصود ہوتی ہے۔
یا اللہ اس دنیائے فانی کو مطمح نظر بنا لینے سے ہمیں بچا لیجئے۔ اور ایمان کے ساتھ ہمیں تصحیح نیت و تصحیح عمل کی دولت عطا فرما دیجئے۔
اور دنیوی مال و دولت آخرت کے اجر و انعام کے مقابلہ میں ہماری نظروں میں ہیچ بنا دیجئے۔
یا اللہ ہمیں دنیا کا سودائی ہونے سے بچا لیجئے اور دین و آخرت کا شیدائی بن کر زندہ رہنے کی سعادت نصیب فرما دیجئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ﴿۲۲﴾ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا

اللہ کے ساتھ کوئی معبود مت تجویز کر ورنہ تو بدحال بے یارو مددگار ہو کر بیٹھ رہے گا۔ اور تیرے رب نے حکم کر دیا ہے کہ بجز اس کے کسی کی عبادت مت کرو

اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا

اور تم ماں باپ کیساتھ حسن سلوک کیا کرو اگر تیرے پاس ان میں سے ایک یا دونوں کے دونوں بڑھاپے کو پہنچ جاویں

تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ﴿۲۳﴾ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ

تو اُن کو کبھی ہوں بھی مت کہنا اور نہ ان کو جھڑکنا اور ان سے خوب ادب سے بات کرنا۔ اور ان کے سامنے شفقت سے انکساری کے ساتھ

الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ﴿۲۴﴾ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ ۭ

جھکے رہنا اور یوں دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار ان دونوں پر رحمت فرمائیے جیسا کہ انہوں نے مجھ کو بچپن میں پالا پرورش کیا ہے تمہارا رب تمہارے مافی الضمیر کو خوب جانتا ہے

اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا ﴿۲۵﴾

اگر تم سعادت مند ہو تو وہ توبہ کرنے والوں کی خطا معاف کر دیتا ہے۔

لَا تَجْعَلْ تو نہ ٹھہرا	مَعَ اللّٰهِ اللہ کے ساتھ	اِلٰهًا اٰخَرَ کوئی دوسرا معبود	فَتَقْعُدَ پس تو بیٹھ رہے گا	مَذْمُوْمًا مذمت کیا ہوا	مَخْذُوْلًا بے بس ہو کر		
وَقَضٰى اور حکم فرمادیا	رَبُّكَ تیرا رب	اَلَّا تَعْبُدُوْٓا کہ نہ عبادت کرو	اِلَّآ اِيَّاهُ اس کے سوا	وَبِالْوَالِدَيْنِ اور ماں باپ سے	اِحْسَانًا حُسنِ سلوک		
اِمَّا يَبْلُغَنَّ اگر وہ پہنچ جائیں	عِنْدَكَ تیرے سامنے	الْكِبَرَ بڑھاپا	اَحَدُهُمَآ ان میں سے ایک	اَوْ یا	كِلٰهُمَا وہ دونوں	فَلَا تَقُلْ تو نہ کہہ	
لَّهُمَآ انہیں	اُفٍّ اُف	وَّلَا تَنْهَرْهُمَا اور نہ جھڑکو انہیں	وَقُلْ اور کہو	لَّهُمَا ان دونوں سے	قَوْلًا بات	كَرِيْمًا ادب کیساتھ	وَاخْفِضْ اور جھکا دے
لَهُمَا ان دونوں کیلئے	جَنَاحَ بازو	الذُّلِّ عاجزی	مِنَ سے	الرَّحْمَةِ مہربانی	وَقُلْ اور کہو	رَّبِّ اے میرے رب	ارْحَمْهُمَا ان دونوں پر رحم فرما
كَمَا جیسے	رَبَّيٰنِيْ انہوں نے میری پرورش کی	صَغِيْرًا بچپن	رَبُّكُمْ تمہارا رب	اَعْلَمُ خوب جانتا ہے	بِمَا جو	فِيْ نُفُوْسِكُمْ تمہارے دلوں میں	
اِنْ اگر	تَكُوْنُوْا تم ہو گے	صٰلِحِيْنَ نیک	فَاِنَّهٗ تو بیشک وہ	كَانَ ہے	لِلْاَوَّابِيْنَ رجوع کرنیوالوں کیلئے	غَفُوْرًا بخشنے والا	

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیات میں آخرت کو مطمح نظر بنانے کی ترغیب دی گئی تھی اور دنیا پرستی کی مذمت فرمائی گئی تھی اور بتلایا گیا تھا کہ طالب آخرت کے لئے اور اعمال کی مقبولیت کے لئے تین شرائط لازمی ہیں۔ ایک تصحیح نیت، دوسرے تصحیح عمل، تیسرے تصحیح عقیدہ۔

اب یہاں سے عقائد واعمال کا وہ دستور العمل بیان فرمایا جاتا ہے کہ جن کو طالب آخرت اختیار کر کے اور ان پر کاربند ہو کر سعادت ابدی حاصل کر سکتا ہے۔ دستور زندگی کی مختلف دفعات ہیں۔ بعض کا تعلق عقائد سے ہے بعض کا افعال واقوال سے۔ بعض کا اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات سے۔ بعض کا بندگان خدا کے ساتھ اچھا برا سلوک کرنے سے۔ پھر مخلوق میں بھی کچھ اقارب ہیں کچھ غیر اقارب۔ بعض

قریب ترین تعلق رکھنے والے ہیں۔ بعض کا سلسلہ کسی قدر بعید ہے۔ غرض تفاوت درجہ کے اعتبار سے حقوق میں بھی تفاوت ہے۔ اس لئے ان آیات میں وہ احکامات بیان فرمائے گئے ہیں جن میں آخرت کی سعی کا طریقہ بتلایا گیا ہے جن پر چلنے سے انسان کو دار آخرت کی ابدی سعادت حاصل ہوتی ہے اور چونکہ اس کی بڑی شرط ایمان وتوحید ہے اس لئے ان احکام کو توحید سے شروع کیا ہے اور توحید ہی پر ختم کیا ہے۔

چنانچہ پہلا حکم یہ دیا جاتا ہے کہ اللہ برحق کے ساتھ کوئی اور معبود نہ ٹھہراؤ یعنی اللہ کی الوہیت اور ربوبیت میں کسی کو شریک نہ کیا جائے۔ اپنا حاجت روا، خالق، مربی، مختار کل سوائے خدائے تعالیٰ کے کسی کو نہ سمجھا جائے کیونکہ اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کی طرف دوڑنے سے سوائے ناکامی اور ذلت کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ شرک کی ایک نمایاں قباحت اس دنیا میں تو یہ نظر آتی ہے کہ انسان توحید سے کٹ کر بالکل بے سہارے اور بے یار ومددگار رہ جاتا ہے اور آخرت میں بھی بے بسی اور بے کسی سے مشرک کو دوچار ہونا پڑے گا۔ غرض اللہ تعالیٰ کا یہ قطعی حکم ہے کہ اس کے سوا کسی کی پرستش نہ کی جائے۔ توحید یعنی خدا تعالیٰ کے حقوق بندگی کے بعد والدین یعنی ماں باپ کے حقوق ذکر کئے گئے ہیں اور۔

دوسرا حکم یہ دیا گیا کہ ماں باپ کے ساتھ ہر قسم کا حسن سلوک اور بھلائی کی جائے۔ والدین کے ساتھ بھلائی کرنا یہ ہے جیسا کہ حدیث میں مضمون آیا ہے کہ زندگی میں ان کی جان و مال سے خدمت اور دل سے تعظیم ومحبت کرے۔ مرنے کے بعد ان کا جنازہ پڑھے۔ ان کے لئے دعاء واستغفار کرے۔ ان کے کئے ہوئے عہد تا مقدور پورے کرے ان کے دوستوں کے ساتھ تعظیم وحسن سلوک سے اور ان کے اقارب کے ساتھ صلہ رحمی سے پیش آئے۔ پھر بڑھاپے میں چونکہ خدمت کی احتیاج ماں باپ کو زیادہ ہوتی ہے جس سے بعض اوقات اہل وعیال بھی اکتانے لگتے ہیں اور زیادہ پیرانہ سالی میں تو ہوش وحواس بھی ٹھکانے نہیں رہتے۔ بڑی سعادت مند اولاد کا کام ہے کہ اس وقت بوڑھے والدین کی خدمت گزاری اور فرمانبرداری سے جی نہ ہارے اس لئے تنبیہ کی گئی کہ جھڑکنا اور ڈانٹنا تو کجا ان کے مقابلہ میں زبان سے "ہوں" بھی مت کہو۔ بلکہ بات کرنے کے وقت پورے ادب اور تعظیم کو ملحوظ رکھو۔ خدمت والدین کے سلسلہ میں آگے مزید احکامات دیئے جارہے ہیں کہ انسان یہ سوچے کہ جب میں بالکل کمزور و ناتواں تھا تو انہوں نے میری پرورش میں خون پسینہ ایک کر دیا۔ اپنے خیال کے موافق میرے لئے ہر ایک راحت وخوبی کی فکر کی۔ ہزارہا آفات وحوادث سے بچانے کی کوشش کرتے رہے۔ بارہا میری خاطر اپنی جان جوکھوں میں ڈالی۔ آج ان کی ضعیفی کا وقت آیا ہے اب جو کچھ میری قدرت میں ہے ان کی خدمت وتعظیم کرتا ہوں لیکن پورا حق ادا نہیں کرسکتا اس لئے اللہ تعالیٰ سے درخواست ودعا کرے کہ اے پروردگار ان پر رحمت فرما گویا انہیں دنیا اور آخرت کی ہر بھلائی سے بہرہ ور کر۔ پھر تعلیم دی گئی کہ والدین کی تعظیم اور ان کے سامنے تواضع وفروتنی صمیم قلب سے ہونی چاہئے۔ خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ کون کیسے دل سے ماں باپ کی خدمت کرتا ہے اگر فی الواقع تم دل سے نیک اور سعادت مند ہوگے اور خدا کی طرف رجوع ہوکر اخلاص اور حق شناسی کے ساتھ ان کی خدمت کروگے تو اللہ تعالیٰ تمہاری کوتاہیوں اور خطاؤں سے درگزر فرمائے گا۔ اگر کسی وقت باوجود نیک نیتی کے تنگ دلی یا تنگ مزاجی سے کوئی والدین کی خدمت میں فروگذاشت ہوگئی پھر توبہ اور رجوع کیا تو اللہ تعالیٰ بخشنے والے ہیں۔

یہاں حق تعالیٰ نے والدین کے ادب واحترام اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کو اپنی توحید اور عبادت کے ساتھ ملا کر واجب فرمایا ہے۔ اور اسی طرح سورۂ لقمان ۲۱ ویں پارہ میں

فرمایا اَنِ اشۡکُرۡ لِیۡ وَ لِوَالِدَیۡکَ یعنی میرا شکر ادا کرو اور اپنے والدین کا بھی تو یہاں بھی اپنے شکر کے ساتھ والدین کے شکر کو ملا کر لازم فرمایا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ جل شانہ کی عبادت کے بعد والدین کی اطاعت سب سے اہم اور اللہ تعالیٰ کے شکر کے ساتھ والدین کا شکر گزار ہونا لازمی ہے۔ ان آیات کے تحت فقہائے امت نے لکھا ہے کہ والدین اگر مشرک ہوں جب بھی ان کے ساتھ حسن سلوک و حسن معاشرت واجب ہے بجز اس کے کہ باب شرک میں ان کی اطاعت نہ کی جائے۔ اس کی تفصیل کہ والدین کی اطاعت و فرمانبرداری کن کن چیزوں میں ہے اور کن میں نہیں ۔ کتب فقہ میں ملتی ہے مختصراً اتنا سمجھ لیا جائے کہ والدین کی اطاعت اگرچہ واجب ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا حکم والدین کے حکم سے مقدم ہے۔ کسی ناجائز یا حرام کے ارتکاب یا ترک فرائض وواجبات کے متعلق والدین کا کوئی حکم لائق اطاعت نہیں۔ علاوہ قرآنی حکم کے احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی والدین کے ساتھ حسن سلوک اور نیک برتاؤ کرنے کے متعلق بڑی تاکید فرمائی گئی ہے۔

یہاں موقع کی مناسبت سے حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے ایک ملفوظ کا ذکر کرتا ہوں لکھا ہے کہ ایک موقع پر حضرت خواجہ صاحبؒ نے فرمایا کہ اہل سلوک کے طریقہ میں پانچ چیزوں کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔ ان پانچ چیزوں میں پہلی چیز ماں باپ کے چہرہ کی زیارت کرنا ہے۔ جو فرزند اپنے ماں باپ کی صورت خالص اللہ کے واسطے دیکھتا ہے تو مطابق حدیث شریف اللہ تعالیٰ اس کے نامۂ اعمال میں ایک حج مقبول کا ثواب لکھتا ہے۔ دوسری چیز قرآن شریف کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔ تیسری چیز علما کے چہرہ کی طرف محبت وعقیدت کے ساتھ دیکھنا عبادت ہے۔ چوتھی چیز خانہ کعبہ کو دیکھنا عبادت ہے اور پانچویں چیز پیرومرشد کی طرف دیکھنا عبادت ہے“۔

الغرض طالب آخرت کے اختیار کرنے کے لئے ان آیات میں دو حکم دیئے گئے۔ اول حکم توحید فی العبادت کا' دوسرا حکم والدین کے ساتھ حسن سلوک اوران کے حقوق کی ادائیگی کا۔

اب آگے دیگر اہل حقوق کے حق کی ادائیگی کا حکم دیا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو ہر طرح کے چھوٹے اور بڑے شرک سے بچا کر سچی توحید نصیب فرمائیں اور اپنی بندگی اور عبادت کی توفیق مرحمت فرمائیں۔

یا اللہ اپنی رحمت سے ہماری قوم اور ملک کے لئے رحمت وہدایت کے فیصلہ فرمادے اور اپنی اطاعت وفرمانبرداری ہمارے لئے آسان فرمادے۔

یا اللہ ہمیں اپنے والدین کی دعاؤں کی برکت سے دنیا میں بھی عزت' امن وعافیت نصیب فرمایئے اور آخرت میں بھی جنت میں بے حساب داخل ہونا نصیب فرمایئے۔

یا اللہ ان کی قبروں کو جنت کے باغات میں سے ایک باغ بنادیجئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ﴿۲۶﴾ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ

اور قرابت دار کو اس کا حق دیتے رہنا اور محتاج اور مسافر کو بھی دیتے رہنا اور (مال کو) بے موقع مت اُڑانا۔ بے شک بے موقع اڑانے والے

كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ﴿۲۷﴾ وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ

شیطانوں کے بھائی بند ہیں اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرا ہے۔ اور اگر اپنے رب کی طرف سے جس رزق کے آنے کی اُمید ہو

ابْتِغَاۗءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ﴿۲۸﴾ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً

اُسکے انتظار میں تجھ کو اُن سے پہلوتہی کرنا پڑے تو ان سے نرمی کی بات کہہ دینا۔ اور نہ تو اپنا ہاتھ گردن ہی سے باندھ لینا چاہیئے

اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ﴿۲۹﴾ اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ

اور نہ بالکل ہی کھول دینا چاہیے ورنہ الزام خوردہ تہی دست ہوکر بیٹھ رہے گا۔ بلا شبہ تیرا رب جس کو چاہتا ہے زیادہ رزق دیتا ہے

لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ﴿۳۰﴾ ع

اور وہی تنگی کردیتا ہے۔ بے شک وہ اپنے بندوں کو خوب جانتا ہے دیکھتا ہے۔

وَاٰتِ اور دو تم	ذَا الْقُرْبٰى قرابت دار	حَقَّهٗ اس کا حق	وَالْمِسْكِيْنَ اور مسکین	وَ اور	ابْنَ السَّبِيْلِ مسافر	وَلَا تُبَذِّرْ اور نہ فضول خرچی کرو
تَبْذِيْرًا اندھا دھند	اِنَّ بیشک	الْمُبَذِّرِيْنَ فضول خرچ	كَانُوْٓا ہیں	اِخْوَانَ بھائی	الشَّيٰطِيْنِ شیطان	وَكَانَ اور ہے	الشَّيْطٰنُ شیطان
لِرَبِّهٖ اپنے رب کا	كَفُوْرًا ناشکرا	وَاِمَّا اور اگر	تُعْرِضَنَّ تو منہ پھیر لے	عَنْهُمُ ان سے	ابْتِغَاۗءَ انتظار میں	رَحْمَةٍ رحمت	مِّنْ سے	رَّبِّكَ اپنا رب
تَرْجُوْهَا تو اس کیا امید رکھتا ہے	فَقُلْ تو کہہ	لَّهُمْ ان سے	قَوْلًا مَّيْسُوْرًا نرمی کی بات	وَ اور	لَا تَجْعَلْ تو نہ رکھ	يَدَكَ اپنا ہاتھ	مَغْلُوْلَةً بندھا ہوا
اِلٰى تک	عُنُقِكَ اپنی گردن	وَ اور	لَا تَبْسُطْهَا نہ اسے کھول	كُلَّ الْبَسْطِ پوری طرح کھولنا	فَتَقْعُدَ پھر تو بیٹھا رہ جائے	مَلُوْمًا ملامت زدہ	مَّحْسُوْرًا تھکا ہوا
اِنَّ بیشک	رَبَّكَ تیرا رب	يَبْسُطُ فراخ کردیتا ہے	الرِّزْقَ رزق	لِمَنْ يَّشَاۗءُ جس کا وہ چاہتا ہے	وَيَقْدِرُ اور تنگ کردیتا ہے	اِنَّهٗ بیشک وہ	كَانَ ہے
بِعِبَادِهٖ اپنے بندوں سے	خَبِيْرًا خبر رکھنے والا	بَصِيْرًا دیکھنے والا				

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیات سے سلسلہ بیان واوامر نواہی کا شروع ہوا تھا اور واضح کیا گیا تھا کہ طالبین آخرت کے اعمال کیسے ہونے چاہئیں اور سعادت اخروی حاصل کرنے کے لئے سعی کن امور کی کرنی چاہیے۔

پہلے گذشتہ آیات میں توحید فی العبادت کی تلقین کی گئی کہ اللہ کے سوا کسی اور کی بندگی و پرستش نہ کرو اور اسکے بعد والدین کے حقوق کی طرف توجہ دلائی اور ان کی خدمت واطاعت کے احکام بیان فرمائے۔

اب آگے قرابت داروں اور غیر قرابت داروں یعنی مسکین و محتاجوں کے حقوق بیان فرمائے جارہے ہیں۔ حق کا لفظ مالی اور غیر مالی ہر قسم کے حقوق پر شامل ہے لیکن یہاں ذکر حقوق مالی ہی کا ہو رہا ہے۔ اس لئے مال و دولت کے متعلق بھی احکام بتلائے گئے چنانچہ ان آیات میں حکم ہوتا ہے کہ اہل قرابت یعنی اپنے عزیز واقارب کے حقوق ادا کرو۔ اب اقربا میں بھی سب اہل قرابت ایک طرح نہیں ہیں۔ کسی کا حق مقدم ہے کسی کا موخر۔

جیسا جس سے رشتہ ہو ویسا ہی کم وبیش اس کے ساتھ مالی اور ہمدردی کا سلوک کیا جائے۔ ہمارے امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک مالدار پر محتاج رشتہ داروں کا نفقہ واجب ہے۔

آگے فرمایا کہ مال فضول اور بے موقع مت اڑاؤ۔ لغویات اور بیہودہ کاموں میں صرف نہ کیا جائے اور ضروری کاموں میں خرچ کرنے کے وقت بھی مقدار ضرورت اور اعتدال کو ملحوظ رکھا جائے۔ مال خدا کی بڑی نعمت ہے جس سے عبادت میں دلجمعی ہو اور بہت سی اسلامی خدمات اور نیکیاں کمانے کا موقع ملے اس کو بے جا اڑانا ناشکری ہے۔ اور آدمی ناشکری کر کے شیطان کے مشابہ ہو جاتا ہے۔ جس طرح شیطان نے خدا کی بخشی ہوئی قوتوں کو عصیان وضلالت میں خرچ کیا۔ اس نے بھی حق تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت کو نافرمانی میں اڑایا۔ اور انسان کی مذمت اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے کہ شیطان مردود سے تشبیہ دی جائے جو سرچشمہ ساری برائیوں کا ہے۔ آگے ارشاد ہوتا ہے کہ جب وہ لوگ جن کا حق دار ہونا ابھی اوپر گزر چکا ہے تم سے طالب اعانت ہوں اور عارضی طور پر تم خود اس وقت تہی دست ہو اور مالی امداد واعانت نہیں کر سکتے تو نرم اور میٹھے طریقہ سے معذرت کر دے۔ مثلاً یہ کہہ دیا جائے کہ جب خدا ہم کو دے گا۔ انشاء اللہ ہم تمہاری خدمت کریں گے۔ سختی اور بداخلاقی سے ہرگز جواب نہ دے ورنہ اندیشہ ہے کہ کہیں اگلی خیراتیں بھی برباد نہ ہو جائیں۔ پھر خرچ میں میانہ روی اور اعتدال کی ہدایت ہے کہ دینے کے وقت نہ اتنا ہاتھ روک لیا جائے کہ گویا گردن سے باندھا ہوا ہے۔ دینے کے لئے پھیلتا ہی نہیں اور نہ بالکل پھیلا دیا جائے یعنی اپنا تمام مال دے ڈالے اور طاقت سے بڑھ کر یا آمدنی سے زائد ایسی کشادہ دستی دکھلائے کہ پھر بھیک مانگنی پڑے اور اپنے آپ کو محتاج ہو جائے۔ غرض اس معاملہ میں توسط اور اعتدال مدنظر رکھنا چاہیے۔ آگے کل مال نہ دینے کی علت بیان فرمائی جاتی ہے کہ خدا تعالیٰ جس کو چاہتا ہے تنگدست بناتا ہے وہ اپنے بندوں کے حال ومصالح سے خوب واقف ہے۔ یعنی اگر تم اپنا مال سب کا سب بھی دے ڈالو تو کل ناداروں کی ناداری تو دور نہیں کر سکتے۔ فقیر محتاج بہرحال قائم رہیں گے اور تم خود محتاج اور دوسروں کے دست نگر بن کر تکلیف اٹھاؤ گے۔ اور مصیبت میں پڑ جاؤ گے۔ فقیر وغنی بنانا اور روزی کا کم وپیش کرنا محض خدا کے قبضہ میں ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی حالت کو خوب جانتا ہے۔ اور سب کو دیکھتا ہے کوئی اس سے پوشیدہ نہیں۔

اور اصل بات یہ ہے کہ اس آیت میں بدنظمی کیساتھ خرچ کرنے کو منع کیا گیا ہے آگے آنے والے حالات سے قطع نظر کر کے جو کچھ پاس ہے اسے اسی وقت خرچ کر ڈالے۔ کل کو دوسرے صاحب حاجت لوگ آئیں اور کوئی دینی اہم ضرورت پیش آ جائے تو اب اس کیلئے قدرت نہ رہے یا اہل وعیال جن کے حقوق اس کے ذمہ واجب ہیں انکے حق ادا کرنے سے عاجز ہو جائے (مظہری) (معارف القرآن جلد پنجم)

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اسلام مال و دولت کے کسب اور جمع کا مانع نہیں البتہ پہلے تو وہ کسب مال کے لئے شرائط یعنی پاکیزہ وحلال کی قید لگاتا ہے اور پھر صرف مال کے قاعدے مقرر کرتا ہے۔ کہ مال و دولت پر عزیزوں کے، مسکینوں کے ناداروں کے اور مسکینوں پ پردیسیوں اور مسافروں کے حق قائم ہیں۔ اسلام مالدار کو یہ حکم نہیں دیتا کہ وہ اپنے آسائش پر سرے سے کچھ خرچ ہی نہ کرے۔ جائز حدود کے اندر اس نے اس کی بھی پوری اجازت دی ہے البتہ اسراف وتبذیر سے قطعاً روکتا ہے کہ دونوں اسراف وتبذیر کا حاصل ایک ہی ہے کہ محل معصیت میں خرچ کرنا اور اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک معصیت بالذات مثلاً قمار، جوا، شراب نوشی، زنا، سینما بینی وغیرہ وغیرہ۔ اس میں کچھ بھی صرف کرنا ہر حال میں حرام ہے۔ دوسرے معصیت بالغیر یعنی عمل تو بجائے خود جائز ہو لیکن اس سے مقصود نام ونمود، شہرت، تفاخر، ریا وغیرہ ہو۔ اس میں بھی مال خرچ کرنا حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حفظ وامان میں رکھیں اور ہم کو ان آیات مبارکہ پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرماویں۔ آگے مزید احکامات طالب آخرت کے لئے اگلی آیات میں دیئے گئے ہیں جن کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہو گا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ؕ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً

اور اپنی اولاد کو ناداری کے اندیشہ سے قتل مت کرو ہم ان کو بھی رزق دیتے ہیں اور تم کو بھی بے شک اُن کا قتل کرنا بڑا بھاری

كَبِيْرًا ﴿۳۱﴾ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰىٓ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ﴿۳۲﴾

گناہ ہے۔اور زنا کے پاس بھی مت پھٹکو بلاشبہ وہ بڑی بے حیائی کی بات ہے اور بُری راہ ہے۔

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اور نہ قتل کرو تم	اَوْلَادَكُمْ اپنی اولاد	خَشْيَةَ ڈر	اِمْلَاقٍ مفلسی	نَحْنُ ہم	نَرْزُقُهُمْ ہم رزق دیتے ہیں انہیں	وَاِيَّاكُمْ اور تم کو	
اِنَّ بیشک	قَتْلَهُمْ ان کا قتل	كَانَ ہے	خِطْاً كَبِيْرًا گناہ بڑا	وَلَا تَقْرَبُوا اور نہ قریب جاؤ	الزِّنٰىٓ زنا	اِنَّهٗ بیشک وہ	كَانَ ہے	فَاحِشَةً بے حیائی
وَسَآءَ اور بُرا	سَبِيْلًا راستہ						

تفسیر و تشریح

گذشتہ آیات میں اقربیٰ و مساکین وغیرہ کے اَدائے حقوق اور اسراف و تبذیر کی ممانعت کے احکام بیان ہوئے تھے۔

اب آگے مزید احکام ان آیات میں بیان فرمائے گئے ہیں۔ ایام جاہلیت میں عرب کے بعض قبائل میں دستور تھا کہ اپنی لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی قتل کر دیتے تھے اور اس کا سبب ہمہ گیر افلاس تھا۔ عرب میں تجارت کے ذرائع محدود، زراعت کی کمی، صنعت کا فقدان تھا۔ اس لئے عموماً مواشی کی پرورش یا غارتگری اور رہزنی وجہ معاش تھی۔ اور ظاہر ہے کہ ان ذرائع معاش میں کیا وسعت ہو سکتی ہے اس لئے کھانے پینے کی عموماً تکلیف رہتی تھی۔ پیدائش اولاد میں بیٹوں سے چونکہ غارتگری اور کسب معاش میں اعانت ہو سکتی تھی اس لئے لڑکوں کی پرورش و کفالت تو عرب کے جاہل بخوشی گوارا کر لیتے تھے مگر لڑکیاں اس کام کی نہیں ہو سکتی تھیں وہ تو محض بار بنتی تھیں اس لئے ان کی کفالت و پرورش کو ناقابل برداشت جانتے تھے اور اس مصیبت کو دور کرنے کی انہوں نے یہ تدبیر نکالی تھی کہ پیدا ہوتے ہی لڑکی کو قتل کر دیتے تھے۔ قرآن پاک نے اس فعل شنیع کی ممانعت فرما دی اور حکم دیا کہ اپنی اولاد کو قتل نہ کرو۔ یعنی وہ تمہاری اولاد ہے تمہارا خون ہے۔ تمہارا پارۂ جگر ہے۔ ایسی سنگ دلی مت اختیار کرو۔ رہا افلاس کا خوف تو تم خود اپنے رزاق نہیں ہو۔ اولاد کے رزق کی کیوں فکر کرتے ہو۔ اللہ تمہاری روزی کا بھی کفیل ہے اور تمہاری اولاد کے رزق کا بھی۔ یہ فکر تو خدا کو ہونی چاہئے۔ رازق رسانی تمہارے ذمہ نہیں ہے۔ یاد رکھو قتل اولاد زبردست گناہ ہے۔ اس کا مواخذہ بہت سخت ہوگا۔ حدیث شریف میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی ایک روایت مذکور ہے فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ سب سے بڑا گناہ کونسا ہے؟ ارشاد فرمایا اللہ کا ہمسر قرار دینا باوجودیکہ اللہ ہی نے تجھے پیدا کیا ہے۔ میں نے عرض کیا اس کے بعد؟ فرمایا اولاد کو قتل کرنا اس خیال کے ماتحت کہ وہ تیرے ساتھ رزق میں شریک ہو جائے گی۔

آگے ایک دوسرا حکم دیا جاتا ہے کہ زنا کے پاس بھی نہ پھٹکو یعنی زنا کرنا تو بہت سخت چیز ہے اس کے پاس بھی مت جاؤ۔ گویا زنا کے مقدمات اور ان ابتدائی محرکات سے بھی دور رہو جو اس راستہ کی طرف لے جاتے ہیں۔ مثلاً اجنبی عورت کی طرف بغیر عذر شرعی نظر کرنا، نامحرم عورتوں سے تخلیہ کرنا، ان سے ہنسی مذاق کرنا، رسم ملاقات بڑھانا، ناچ رنگ گانے بجانے کے جلسوں میں شرکت کرنا وغیرہ وغیرہ۔ حاصل یہ کہ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰىٓ کی ممانعت کے ماتحت بے حیائی اور بے حجابی کے سارے قولی، فعلی،

تقریری، تحریری، تصویری، لباسی مظاہرے آ گئے۔ یہ شریعت اسلامی ہی ہے جس نے ہر غیر نکاحی ازدواجی تعلق کو ہر حال اور ہر صورت میں حرام قرار دے دیا ہے۔ ورنہ اکثر قدیم مذاہب اور جدید فرنگی جاہلی تہذیب اور قانون میں زنا بجائے خود تو گویا کوئی جرم ہی نہیں جب تک کہ جبر کی آمیزش یا حقوق شوہری میں دست اندازی وغیرہ شامل نہ ہو۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ بابل، مصر، ایران، ہند قدیم کے جاہلی مذہبوں نے تو خاص خاص حالات میں اس کو ایک عمل مقدس مان رکھا تھا۔ یہ تو اسلام ہی دنیا کے لئے رحمت بن کر آیا کہ جس نے افراد اور معاشرہ کی روحانی پاکیزگی، اخلاقی طہارت اور اجتماعی صالحیت پر کسی مفسدہ، مضرت اور خطرہ کا ایک داغ بھی گوارا نہیں کیا۔ مگر افسوس تو یہ ہے کہ غیروں کو کیا کہا جائے اب تو فرزندان توحید ہی کے افراد شرعی اور اسلامی لبادہ کو اوڑھنے سے بے نیاز ہوتے جا رہے ہیں اور مغربیت اور یورپین تہذیب و معاشرہ کے جال میں پھنستے جا رہے ہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

الغرض ان آیات میں دو حکم بیان فرمائے گئے ایک تو قتل اولاد کی ممانعت دوسرے زنا جیسی بے حیائی اور بری راہ سے بچنا۔

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے:۔

''کہ قرآن کریم کے ارشاد سے اس معاملے پر بھی روشنی پڑتی ہے جس میں آج کی دنیا گرفتار ہے کہ کثرت آبادی کے خوف سے ضبط تولید اور منصوبہ بندی کو رواج دے رہی ہے۔ اس کی بنیاد بھی اسی جاہلانہ فلسفہ پر ہے کہ رزق کا ذمہ دار اپنے آپ کو سمجھ لیا گیا ہے۔ یہ معاملہ قتل اولاد کے برابر گناہ نہ بھی مگر اس کے مذموم ہونے میں تو کوئی شبہ نہیں''۔

قرآن پاک کی یہ آیت بتلاتی ہے کہ انسان کی یہ خام خیالی ہے کہ وہ معاشی ذرائع کی تنگی کے وہمی اندیشہ سے افزائش نسل کا سلسلہ روک دینے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ یہ آیت انسانوں کو اس بات پر متنبہ کرتی ہے کہ رزق رسانی کا انتظام اے کوتاہ نظر انسان تیرے ہاتھ میں نہیں ہے بلکہ اس خدا کے ہاتھ میں ہے جس نے تجھے زمین میں بسایا ہے اور جس طرح وہ پہلے آنے والوں کو روزی دیتا رہا ہے بعد کے آنے والوں کو بھی دے گا اور تاریخ کا تجربہ بھی یہی بتاتا ہے کہ دنیا کے ملکوں میں کھانے والی آبادی جتنی بڑھتی گئی ہے۔ اتنے ہی بلکہ نسبتاً اس سے بہت زیادہ معاشی ذرائع وسیع ہوتے چلے گئے ہیں۔ لہٰذا خداوند رب العالمین کے تخلیقی انتظامات میں انسان کی بے جا دخل اندازیاں دین سے جہالت اور اعلیٰ درجہ کی حماقت کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو دین کی سمجھ اور قرآن کی فہم عطا فرمائیں۔ ابھی احکامات کا سلسلہ اگلی آیات میں جاری ہے۔ یہاں اپنی اولاد کو قتل کی ممانعت تھی آگے کسی غیر کو قتل کی ممانعت ہے۔ جس کا بیان ان شاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: یا اللہ آپ کے جو احکام اس قرآن پاک کے ذریعہ ہم تک پہنچے ہیں ہم کو اور تمام امت مسلمہ کو ان کی سمجھ عطا فرما اور ان پر ایمان اور یقین کامل کے ساتھ عمل بھی نصیب فرما۔ اے اللہ آپ ہی مخلوق کے رازق ہیں۔ بیشک آپ ہی سب کو رزق پہنچاتے ہیں ہم کو اس پر ایمان و یقین کامل عطا فرما دے۔ اور جو رزق ہم کو عطا فرمائیں اس میں برکت عطا فرما دے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِیِّهٖ

اور جس شخص (کے قتل) کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے اُس کو قتل مت کرو، ہاں مگر حق پر، اور جو شخص ناحق قتل کیا جاوے تو ہم نے اُس کے وارث کو

سُلْطٰنًا فَلَا یُسْرِفْ فِّی الْقَتْلِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ﴿۳۳﴾

اختیار دیا ہے سو اُس کو قتل کے بارہ میں حد (شرع) سے تجاوز نہ کرنا چاہیے وہ شخص طرفداری کے قابل ہے۔

وَ اور	لَا تَقْتُلُوْا نہ قتل کرو	النَّفْسَ جان	الَّتِیْ وہ جو کہ	حَرَّمَ اللّٰهُ اللہ نے حرام کیا	اِلَّا مگر	بِالْحَقِّ حق کے ساتھ	وَمَنْ اور جو	قُتِلَ مارا گیا
مَظْلُوْمًا مظلوم	فَقَدْ جَعَلْنَا تو تحقیق ہم نے کردیا	لِوَلِیِّهٖ اس کے وارث کے لئے	سُلْطٰنًا ایک اختیار	فَلَا یُسْرِفْ پس وہ حد سے نہ بڑھے				
فِی الْقَتْلِ قتل میں	اِنَّهٗ بیشک وہ	كَانَ ہے	مَنْصُوْرًا مدد دیا گیا					

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیات سے عقائد واعمال کا وہ دستور العمل بیان ہوتا چلا آ رہا ہے جس پر کاربند ہو کر انسان کو آخرت کی دوامی سعادت حاصل ہوسکتی ہے۔

اب آگے اس آیت میں مزید بعض احکام بیان فرمائے جارہے ہیں۔ ایام جاہلیت میں عرب میں قتل وغارت گری کا بھی عمومی رواج تھا۔ اس وقت اس کو اکثر لوگ نہ فقط مستحسن سمجھتے تھے بلکہ اس پر فخر کرتے تھے اور فخریہ قصیدے لکھتے تھے۔ ایام جاہلیت کی عرب کی شاعری کا بیشتر حصہ اسی جاہلانہ تفاخر سے بھرا پڑا ہے۔ پھر ایک کے عوض ایک ہی کو قتل نہ کرتے تھے بلکہ قاتل کے خاندان اور طرفداروں کی جڑ بنیاد کھود ڈالتے تھے۔ قرآن پاک نے ان ناشائستہ حرکتوں کی ممانعت فرمادی اور ناحق قتل کرنا حرام قرار دیا چنانچہ حکم دیا جاتا ہے کہ جس شخص کے قتل کرنے کو اللہ تعالیٰ نے قواعد شرعیہ کی رو سے حرام فرمایا ہے اس کو قتل مت کرو سوائے اس وقت کے جبکہ وجوب یا اباحت قتل کا کوئی شرعی سبب پایا جائے اس وقت قتل کرنا درست ہے۔ یہاں قتل سے صرف دھار دار آہنی آلہ سے جان لینا مراد نہیں ہے بلکہ قتل یہاں اپنے وسیع لغوی معنیٰ میں استعمال ہوا ہے اور جان لے لینے کی ہر صورت پر شامل ہے۔ مزید یہاں قتل نفس سے مراد صرف دوسرے انسان کا قتل ہی نہیں ہے بلکہ خود اپنے آپ کو قتل کرنا بھی اس حکم میں شامل ہے اس لئے کہ نفس جس کو اللہ نے ذی حرمت ٹھہرایا ہے اس میں دوسرے نفوس کی طرح انسان کا اپنا نفس بھی داخل ہے۔ لہٰذا جتنا بڑا جرم اور گناہ قتل انسان ہے اتنا ہی بڑا جرم اور گناہ خودکشی بھی ہے۔ یہ انسان کی بڑی غلط فہمی ہے کہ وہ اپنے آپ کو اپنی جان کا مالک اور اپنی اس ملکیت کو باختیار خود تلف و ضائع کردینے کا مجاز سمجھتا ہے۔ حالانکہ یہ جان اللہ کی ملکیت ہے اور ہم اس کو تلف کرنے کے تو کیا اس کے کسی بے جا استعمال کے بھی مجاز نہیں ہیں تو یہاں خواہ دوسرے کا قتل ہو یا اپنا صریح ممانعت فرمائی گئی۔

چونکہ قتل انسان بغیر کسی شرعی سبب کے بڑا شدید جرم ہے اس لئے احادیث میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر بڑی تنبیہ فرمائی ہے۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ جب دو مسلمان تلوار لے کر مقابلہ کرتے ہیں تو قاتل ومقتول دونوں جہنمی ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ قاتل کا جہنمی ہونا تو خیر تھا مقتول کا کیا قصور ہے؟ فرمایا وہ بھی اپنے مقابل کو قتل کرنے کا خواہشمند تھا۔

خلاصہ یہ کہ ناحق قتل کرنا حرام قرار دیا گیا اور اولیائے مقتول

کو قاتل سے انتقام لینے کی اجازت دی مگر زیادتی کرنے سے منع فرمایا پھر اولیائے مقتول کو یہ بھی اختیار ہے خواہ قصاص لیں یا خون بہا۔ اور دستوری قصاص سے بڑھ کر اس پر زیادتی کرنا یہ ناجائز ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری حج ۱۰ھ میں جو فرمایا اور جو حجۃ الوداع کے نام سے مشہور ہے اس موقع پر ۹ ذی الحجہ عرفات کے میدان میں جو خطبہ آپ نے دیا وہ بہت ہی اہم تعلیمات اور نصائح پر مبنی ہے۔

جس میں آپؐ نے فرمایا۔ آپس میں تمہاری جان اور تمہارا مال اور تمہاری آبروئیں ایک دوسرے کے لئے قیامت تک اتنا ہی مقدس ہیں جتنا آج کا دن۔ آج کا مہینہ اور یہ محترم سرزمین۔

اب آپ ایک طرف تو یہ قرآنی احکام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ ارشادات سامنے رکھئے اور دوسری طرف دور حاضر کے مسلمانوں کی حالت پر نظر ڈالئے کہ آپس میں قتل و خون ایک کھیت کی مانند ہو گیا ہے۔ اخبار بین دن رات دیکھتے ہیں کہ آپس میں اختلاف ہوا پھر نہ مقابل کی عزت کی پروا نہ آبرو کی پروا اور نہ جان و مال کی پروا۔ یہ تعلیمات قرآنی اور ہدایات نبوی اور شریعت اسلامی تو تمام عالم اور تمام انسانیت کے لئے رحمت بن کر آئی تھی۔ مگر جبھی تو کہ جب ہم اس کو اپنانے کے لئے تیار ہوں ورنہ جو انجام دنیا میں دیکھ رہے ہیں وہ آنکھوں کے سامنے ہے۔ آگے آخرت کا جو حال ہوگا وہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں۔

الغرض یہاں قتل ناحق کی ممانعت کا حکم دیا گیا۔ آگے یتامیٰ کے مال کی حفاظت اور اس سے متعلق احکام اور بعض معاشرتی احکام بیان فرمائے گئے ہیں۔ جن کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ دنیا تو جتنی اور جس کے لئے آپ نے مقدر فرما دی ہے اتنی ہی نصیب ہوگی۔ دنیا کی حرص و لالچ سے ہم کو بچایئے اور آخرت کا حریص بنا کر زندہ رکھئے۔

یا اللہ ہمیں جو کچھ بھی آپ اپنی رحمت سے دنیا عطا فرمائیں اسے آخرت کے بنانے اور سنوارنے کے لئے ذریعہ رحمت بنا دیجئے۔

یا اللہ اب دنیا طلبی کا مرض اس امت مسلمہ میں بھی گھس آیا ہے۔ اور دنیا کی بڑائی ہمارے لئے قابل فخر ہونے لگی ہے۔

حق تعالیٰ اس امت مسلمہ کی اصلاح کی صورت غیب سے فرماویں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت مطہرہ کی ظاہر اور باطن میں ہم کو اور تمام امت مسلمہ کو پابندی نصیب فرماویں۔ جملہ قرآنی احکام کی تابعداری ہم کو نصیب فرماویں اور ایک مسلمان کی جان، مال، عزت و آبرو کی حرمت ہمارے دلوں میں پیدا فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۖ وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ

اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر ایسے طریقے سے جو کہ مستحسن ہے یہاں تک کہ وہ اپنے سن بلوغ کو پہنچ جاوے اور عہد (شروع) کو پورا کیا کرو

اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا ﴿۳۴﴾ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ۭ

بیشک (ایسے) عہد کی (قیامت میں) باز پرس ہونے والی ہے۔ اور جب ناپ تول کر دو تو پورا ناپو اور صحیح ترازو سے تول کر دو

ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴿۳۵﴾

یہ اچھی بات ہے اور انجام بھی اس کا اچھا ہے۔

وَلَا تَقْرَبُوْا اور پاس نہ جاؤ	مَالَ الْيَتِيْمِ یتیم کا مال	اِلَّا مگر	بِالَّتِيْ اس طریقہ سے	هِيَ وہ	اَحْسَنُ سب سے بہتر	حَتّٰى یہاں تک کہ
يَبْلُغَ وہ پہنچ جائے	اَشُدَّهٗ اپنی جوانی	وَاَوْفُوْا اور پورا کرو	بِالْعَهْدِ عہد کو	اِنَّ بیشک	الْعَهْدَ عہد	كَانَ ہے
مَسْئُوْلًا پرسش کیا جانے والا						
وَاَوْفُوْا اور پورا کرو	الْكَيْلَ پیمانہ	اِذَا كِلْتُمْ جب تم ماپ کر دو	وَزِنُوْا اور وزن کرو تم	بِالْقِسْطَاسِ ترازو کے ساتھ	الْمُسْتَقِيْمِ سیدھی	
ذٰلِكَ یہ	خَيْرٌ بہتر	وَاَحْسَنُ اور سب سے اچھا	تَاْوِيْلًا انجام کے اعتبار سے			

تفسیر و تشریح

اس سورۂ بنی اسرائیل کے تیسرے رکوع کے شروع میں جو سلسلہ احکام طالبین آخرت کے لئے بیان فرمانا شروع ہوئے تھے وہی سلسلہ ان آیات اور اگلی آیات میں ابھی جاری ہے۔ گذشتہ آیت میں قتل ناحق کی ممانعت تھی اب ان آیات میں یتیم کے مال کی حفاظت اور اس میں ناحق تصرف کی ممانعت اپنے کئے ہوئے عہد و پیمان کو پورا کرنا اور ناپ تول میں کمی نہ کرنے کے احکام بیان فرمائے گئے ہیں۔

عرب میں ایام جاہلیت میں یتیموں کا مال اڑانے اور اس میں بے جا تصرف کرنے کا بھی رواج تھا۔ یتیم بچے جس کی زیر نگرانی رہتے وہ ان کے مال میں خوب خورد برد کرتا۔ قرآن پاک نے اس فعل کی پرزور ممانعت فرمادی لیکن یتیموں کی کفالت ان کے مال کی نگرانی اور درستی بھی لازم تھی اور اس کی تکمیل بغیر اس کے ہو نہیں سکتی تھی کہ یتیم کے مال میں کچھ حصہ جائز ضرورتوں میں بقدر ضرورت صرف کیا جائے اس لئے ممانعت کے ساتھ

اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فرمادیا جس کے تحت میں صرف مال یتیم کے وہ سارے طریقہ آگئے جن سے یتیم کی خدمت اور اس کے مال کا نفع مقصود ہو۔ تو جہاں تک یتیم کے مال کی نگہداشت، حفاظت، خیر خواہی مقصود ہو اسی حد تک اس کے مال میں سے ولی کو خرچ کرنے کی اجازت ہے۔ پھر جب یتیم پوری طرح سن شعور کو پہنچ جائے اور اپنے نفع و نقصان کو خوب سمجھنے لگے اس وقت اس کی جائیداد اور مال اس کے حوالہ کر دیا جائے۔

آگے دوسرا حکم اپنے کئے ہوئے عہد کی پابندی کرنا اور عہد شکنی اور وعدہ خلافی کی ممانعت میں فرمایا جاتا ہے اور حکم ثابت ہوتا ہے کہ شریعت کے موافق جو عہد و پیمان یا وعدہ کر لیا جائے اس کی پابندی اور ایفا لازم ہے۔ بصورت خلاف ورزی قیامت کے دن باز پرس ہوگی۔ یعنی جیسے قیامت میں اور فرائض و واجبات اور احکام الٰہیہ کے پورا کرنے یا نہ کرنے کا سوال ہوگا ایسے ہی باہمی معاہدات کے متعلق بھی سوال ہوگا۔ اب اس حکم کے تحت میں ہر قسم کے جائز وعدے اور معاہدے آگئے خواہ اللہ

سے کئے جائیں یا بندوں سے۔

تیسرا حکم لین دین میں ناپ تول میں کمی بیشی نہ کرنے اور ٹھیک ناپنے تولنے کے متعلق ہوتا ہے۔ کفار عرب اول تو تجارت پیشہ ہی بہت کم تھے اور تھے بھی تو بے ایمانی کرتے تھے۔ زیادہ لے لیتے اور کم دیتے۔ ترازو سے تولنے میں ڈنڈی مار دیتے۔ اس کی اہل اسلام کو ممانعت فرمائی گئی اور بتلایا گیا کہ صحیح ناپنے اور تولنے سے بہتری حاصل ہوتی ہے اور اس کا انجام بھی اچھا ہے۔ یعنی آدمی کو دنیا میں بھی نیک نامی اور تجارتی فروغ اور مالی برکت حاصل ہوتی ہے اور آخرت میں بھی روسیاہی سے بچ جائے گا۔ غرض کہ تجارتی و معاشرتی زندگی کے ہر شعبہ اور معاملات باہمی کی ہر شاخ میں پوری طرح دیانت، امانت و صداقت کے اصول پر کاربند رہنے کا حکم فرمایا گیا۔ جس کا حاصل یہی ہے کہ جس کا جتنا حق ہے اس سے کم دینا حرام ہے۔

ان قرآنی ہدایات سے معلوم ہوا کہ اسلام کچھ رسمی قسم کے اعمال کا نام نہیں بلکہ سارے نظام زندگی کو قانون الٰہی کے سانچہ میں ڈھال لینے کا نام "اسلام" ہے۔ کیونکہ جس طرح اسلام نے عقائد و عبادات کی تعلیم دی ہے ویسے ہی معاملات و معاشرات و اخلاقیات کی بھی تعلیم دی ہے۔ معاملات میں سچائی اور ایمانداری کی تعلیم بھی اسلام کی اصولی اور بنیادی تعلیمات میں سے ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم کو ایمان کامل اور مومن صادق بننا نصیب فرمائیں۔ آمین ابھی اسی سلسلہ میں مزید چند احکام اگلی آیات میں بیان فرمائے گئے ہیں۔ جن کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو جملہ قرآنی احکام پر دل و جان سے عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور معاشرات و معاملات میں قرآنی اور اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونا نصیب فرمائیں۔

یا اللہ عہد و پیمان کی پابندی اور وعدہ کا ایفا ہم کو پوری طرح نصیب فرما۔

یا اللہ لین دین، خرید و فروخت تجارت و کاروبار میں ہم کو قرآنی اور اسلامی احکام کے ماتحت اپنی زندگی گزارنا نصیب فرما۔

یا اللہ ہم نے جو کلمہ لآ الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر اور اس پر ایمان لا کر عہد اور اقرار کیا ہے ہم کو اس عہد میں سچا اور امانت دار بنا کر زندہ رکھئے اور اسی کلمہ طیبہ پر ہمارا خاتمہ فرمائیے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ

اور جس بات کی تجھ کو تحقیق نہ ہو اس پر عمل درآمد مت کیا کر کیونکہ کان اور آنکھ اور دل ہر شخص سے ان سب کی (قیامت کے دن) پوچھ ہوگی۔

مَسْئُوْلًا ﴿۳۶﴾ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ﴿۳۷﴾

اور زمین پر اتراتا ہوا مت چل (کیونکہ) تو نہ زمین کو پھاڑ سکتا ہے اور نہ (بدن کو تان کر) پہاڑوں کی لمبائی کو پہنچ سکتا ہے۔

كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا ﴿۳۸﴾ ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ؕ

یہ سارے برے کام تیرے رب کے نزدیک ناپسند ہیں۔ یہ باتیں اس حکمت میں کی ہیں جو خدائے تعالیٰ نے آپ پر وحی کے ذریعہ سے بھیجی ہیں

وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِيْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿۳۹﴾ اَفَاَصْفٰىكُمْ

اور اے مخاطب اللہ برحق کے ساتھ کوئی اور معبود تجویز مت کرنا ورنہ تو الزام خوردہ اور راندہ ہو کر جہنم میں پھینک دیا جاوے گا۔ (اے مشرکو)

رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا ؕ اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا ﴿۴۰﴾

تو کیا تمہارے رب نے تم کو بیٹوں کے ساتھ خاص کیا ہے اور خود فرشتوں کو (اپنی) بیٹیاں بنائی ہیں بے شک تم بڑی (سخت) بات کہتے ہو۔

وَلَا تَقْفُ اور پیچھے نہ پڑو	مَا لَيْسَ جس کا نہیں	لَكَ تیرے لئے	بِهٖ اس کا	عِلْمٌ علم	اِنَّ بیشک	السَّمْعَ کان	وَالْبَصَرَ اور آنکھ	وَ اور	الْفُؤَادَ دل
كُلُّ ہر ایک	اُولٰٓئِكَ یہ	كَانَ ہے	عَنْهُ اس سے	مَسْئُوْلًا پرسش کیا جانیوالا	وَلَا تَمْشِ اور نہ چل	فِي الْاَرْضِ زمین میں	مَرَحًا اکڑ کر	اِنَّكَ بیشک تو	
لَنْ تَخْرِقَ ہرگز نہ چیر ڈالے گا	الْاَرْضَ زمین	وَلَنْ تَبْلُغَ اور ہرگز نہ پہنچے گا	الْجِبَالَ پہاڑ	طُوْلًا بلندی	كُلُّ تمام	ذٰلِكَ یہ	كَانَ ہے	سَيِّئُهٗ اس کی برائی	
عِنْدَ نزدیک	رَبِّكَ تیرا رب	مَكْرُوْهًا ناپسندیدہ	ذٰلِكَ یہ	مِمَّآ اس سے جو	اَوْحٰى وحی کی	اِلَيْكَ تیری طرف	رَبُّكَ تیرا رب	مِنَ الْحِكْمَةِ حکمت سے	
وَلَا اور نہ	تَجْعَلْ بنا	مَعَ اللّٰهِ اللہ کے ساتھ	اِلٰهًا معبود	اٰخَرَ کوئی اور	فَتُلْقٰى پھر تو ڈالدیا جائے	فِيْ جَهَنَّمَ جہنم میں	مَلُوْمًا ملامت زدہ		
مَدْحُوْرًا دھکیلا ہوا	اَفَاَصْفٰىكُمْ کیا تمہیں چن لیا	رَبُّكُمْ تمہارا رب	بِالْبَنِيْنَ بیٹوں کیلئے	وَاتَّخَذَ اور بنا لیا	مِنَ سے	الْمَلٰٓئِكَةِ فرشتے			
اِنَاثًا بیٹیاں	اِنَّكُمْ بیشک تم	لَتَقُوْلُوْنَ البتہ کہتے ہو	قَوْلًا عَظِيْمًا بڑا بول						

تفسیر وتشریح: ان آیات میں مزید چند احکام بیان فرمائے جاتے ہیں اور حکم ہوتا ہے کہ بلاتحقیق ہر سنی سنائی بات کے پیچھے نہ ہو لیا کرو یعنی بے تحقیق بات نہ زبان سے نکالو۔ نہ اس کی اندھا دھند پیروی کرو۔ انسان کو چاہئے کہ کان' آنکھ دل و دماغ سے کام لے کر اور بقدر کفایت تحقیق کر کے کوئی بات منہ سے نکالے یا عمل میں لائے۔ سنی سنائی باتوں پر بے سوچے سمجھے یونہی اٹکل پچو کوئی قطعی حکم نہ لگائے یا عملدرآمد شروع نہ کردے۔ اس میں جھوٹی شہادت دینا غلط تہمتیں لگانا بے تحقیق باتیں سن کر کسی کے درپے آزار ہونا۔ یا بغض و عداوت قائم کر لینا۔ باپ دادا کی تقلید یا رسم ورواج کی پابندی میں خلاف شرع اور ناحق باتوں کی حمایت کرنا ان دیکھی یا ان سنی چیزوں کی دیکھی یا سنی بتلانا غیر معلوم کی نسبت دعویٰ کرنا کہ میں جانتا ہوں۔ یہ سب صورتیں اس آیت کے حکم کے تحت داخل ہیں

اور ممنوع ہیں۔ پھر بغرض تنبیہ کے بتلایا جاتا ہے کہ قیامت کے دن تمام قویٰ کی نسبت سوال ہوگا کہ ان کو کہاں کہاں استعمال کیا تھا؟ بے موقع تو خرچ نہیں کیا؟ ہر ہر شخص سے سوال اس کا ہوگا کہ کان سے سننے کا' آنکھ سے دیکھنے کا اور دل سے سوچنے سمجھنے اور یقین کرنے کا کام جائز اور صحیح موقعوں پر کتنا لیا اور ناجائز اور غلط موقعوں پر کتنا؟ اب غور کیجئے احساس ذمہ داری کی تعلیم ہر ہر فرد کو اس سے بہتر اور کہاں ملے گی۔

آگے دوسرا حکم دیا جاتا ہے کہ زمین پر اترا کر نہ چلا کرو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے عرب میں تعلیم و تہذیب کا فقدان تھا۔ جہالت اور بربریت کا دور تھا۔ اسی بناء پر جسمانی قوت' جتھے کی کثرت اور جاہلانہ شجاعت پر عموماً فخر کیا کرتے تھے اور اس فخر کا مظاہرہ صرف زبانی ہی نہ ہوتا تھا بلکہ طور طریق اور چال ڈھال میں بھی اس کے آثار نمایاں ہوتے تھے۔ اس خود پسندی اور اکڑفوں کو دور کرنے کا حکم دیا گیا اور بتلایا گیا کہ متکبروں کی چال چلنا' انسان کو زیب نہیں۔ نہ تو زور سے پاؤں مار کر زمین کو پھاڑ سکتا ہے نہ گردن ابھارنے اور سینہ تاننے سے اونچا ہو کر پہاڑوں کے برابر ہو سکتا ہے۔ پھر ایسے ضعف اور عجز اور اس بساط پر اکڑنے سے کیا فائدہ۔ تو یہاں جب متکبرین کی وضع و ہیئت کو اس قدر ممنوع و مذموم بتلایا تو نفس تکبر کس درجہ مذموم ہوگا۔ گویا مقصود ہر طرح کے فخر و تکبر کی روک تھام ہے۔

ان جملہ احکام کے اخیر میں فرمایا گیا کہ اوپر جو پر مغز اور بیش بہا نصیحتیں کی گئیں یہ وہ علم و حکمت اور تہذیب و اخلاق کی باتیں ہیں جنہیں عقل سلیم قبول کرتی ہے اور جو خدا تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھیجی ہیں گویا ان جملہ احکام پر عمل کرنے کی ترغیب کے واسطے ان کا عین علم و حکمت ہونا بیان فرمایا گیا اور اس مضمون کو اسی مضمون توحید پر ختم کیا جاتا ہے جس سے اس کا آغاز فرمایا گیا تھا تاکہ مخاطب سمجھ سکے کہ تمام حسنات کا آغاز و انجام خالص توحید کو ہونا چاہئے۔ اخیر میں مشرکین عرب سے خطاب ہے کہ جو ملائکہ کو خدا کی بیٹیاں مانتے تھے (نعوذ باللہ) کہ ایک تو خدا کے لئے اولاد تجویز کرنا اور اولاد بھی بیٹیاں جنہیں تم خود نہایت حقارت کی نظر سے دیکھتے ہو یہ بڑی بھاری گستاخی ہے یعنی جب شرک کا قبیح اور باطل ہونا سن لیا تو پھر بھی ایسی باتوں کے قائل ہوتے ہو جو توحید کے خلاف ہیں۔

مشرکین عرب کے معبودوں میں دیوتا کم تھے۔ دیویاں زیادہ تھیں اور ان دیویوں کے متعلق ان کا عقیدہ یہ تھا کہ نعوذ باللہ یہ خدا کی بیٹیاں ہیں۔ اسی طرح وہ فرشتوں کو بھی خدا کی بیٹیاں قرار دیتے تھے۔ تو انہیں یہاں تنبیہ کی گئی کہ جب شرک کا قبیح اور باطل ہونا سن لیا تو پھر ایسی باتوں کے کیوں قائل ہوتے ہو جو توحید کے خلاف ہیں۔

اب چونکہ یہاں توحید کی تقریر تھی اس لئے آگے بھی وہی مضمون ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: یا اللہ جو قرآنی احکام ہم کو معلوم ہو جائیں ان پر دل و جان سے ہم کو عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرما دے۔ ہم سے جو کوتاہیاں قرآن کے حقوق کی ادائیگی میں ہو رہی ہیں ان کو قرآن عظیم کے طفیل میں یا اللہ معاف فرما دے۔ اور اس سرچشمہ رحمت و ہدایت کی ہم کو حقیقی عظمت عطا فرما دے۔ ہمارا مرنا اور جینا اسی قرآن عظیم کے موافق بنا دے۔ یا اللہ ہمارے عقیدۂ توحید کو اتنا مضبوط بنا دے کہ ہم کسی حال میں آپ کی کارسازی کے خلاف وسوسہ تک دل میں نہ لاویں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِیَذَّكَّرُوْا ؕ وَمَا یَزِیْدُهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا ﴿۴۱﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗۤ

اور ہم نے اس قرآن میں طرح طرح سے بیان کیا ہے تاکہ (اس کو) اچھی طرح سے سمجھ لیں، اور اُن کی نفرت ہی بڑھتی جاتی ہے آپ فرمائیے کہ اگر اس کے

اٰلِهَةٌ كَمَا یَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰی ذِی الْعَرْشِ سَبِیْلًا ﴿۴۲﴾ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یَقُوْلُوْنَ

ساتھ اور معبود بھی ہوتے جیسا یہ لوگ کہتے ہیں تو اس حالت میں عرش والے تک انہوں نے راستہ ڈھونڈھ لیا ہوتا۔ یہ لوگ جو کچھ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ اُس سے پاک

عُلُوًّا كَبِیْرًا ﴿۴۳﴾ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِیْهِنَّ ؕ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا

اور بہت زیادہ برتر ہے۔ تمام ساتوں آسمان اور زمین اور جتنے ان میں ہیں اُس کی پاکی بیان کررہے ہیں، اور کوئی چیز ایسی نہیں

یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا ﴿۴۴﴾

جو تعریف کے ساتھ اُس کی پاکی بیان نہ کرتی ہو لیکن تم لوگ اُن کی پاکی بیان کرنے کو سمجھتے نہیں ہو وہ بڑا حلیم ہے بڑا غفور ہے۔

وَ اور	لَقَدْ صَرَّفْنَا البتہ ہم نے طرح طرح سے بیان کیا	فِیْ میں	هٰذَا الْقُرْاٰنِ اس قرآن	لِیَذَّكَّرُوْا تاکہ وہ نصیحت پکڑیں	وَمَا اور نہیں			
یَزِیْدُهُمْ بڑھتی ان کو	اِلَّا مگر	نُفُوْرًا نفرت	قُلْ کہدیں آپ	لَوْ كَانَ اگر ہوتے	مَعَهٗ اسکے ساتھ	اٰلِهَةٌ اور معبود	كَمَا جیسے	یَقُوْلُوْنَ وہ کہتے ہیں
اِذًا اس صورت میں	لَّابْتَغَوْا وہ ضرور ڈھونڈتے	اِلٰی طرف	ذِی الْعَرْشِ عرش والے	سَبِیْلًا کوئی راستہ	سُبْحٰنَهٗ وہ پاک ہے	وَتَعٰلٰی اور برتر		
عَمَّا اس سے جو	یَقُوْلُوْنَ وہ کہتے ہیں	عُلُوًّا برتر	كَبِیْرًا بہت بڑا	تُسَبِّحُ پاکیزگی بیان کرتے ہیں	لَهٗ اس کی	السَّمٰوٰتُ آسمان	السَّبْعُ سات	
وَالْاَرْضُ اور زمین	وَمَنْ اور جو	فِیْهِنَّ ان میں	وَاِنْ اور نہیں	مِّنْ شَیْءٍ کوئی چیز	اِلَّا مگر	یُسَبِّحُ پاکیزگی بیان کرتی ہے	بِحَمْدِهٖ اس کی حمد کیساتھ	
وَلٰكِنْ اور لیکن	لَا تَفْقَهُوْنَ تم نہیں سمجھتے	تَسْبِیْحَهُمْ ان کی تسبیح	اِنَّهٗ بیشک وہ	كَانَ ہے	حَلِیْمًا بردبار	غَفُوْرًا بخشنے والا		

تفسیر وتشریح

قرآن مجید کا اصلی، مرکزی و بنیادی موضوع تو توحید ہی ہے۔ مذمت شرک و مدح توحید کی تکرار اور تصریحات سے قرآن مجید اسی لئے لبریز ہے کہ یہ خوب دلوں میں گھر کر جائے۔ لیکن مشرکین کی ضد اور کج فہمی کا یہ عالم تھا کہ انہیں اور الٹی توحید سے نفرت و بیزاری ہی بڑھتی جاتی تھی۔ گذشتہ آیت میں شرک کی مذمت فرمائی گئی تھی اور توحید کی تعلیم دی گئی تھی۔ اسی سلسلہ کلام میں ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ قرآن کریم مختلف طریقوں اور طرح طرح کے دلائل وشواہد سے ان مشرکین کو فہمائش کرتا ہے لیکن بجائے نصیحت حاصل کرنے کے یہ بدبخت اور زیادہ بدکتے اور وحشت کھا کر بھاگتے ہیں۔

آگے پھر ایک دلیل توحید باری تعالیٰ۔ اس کی شان ربوبیت، شان الوہیت اور شان حاکمیت کی دی جاتی ہے کہ اگر ذات باری تعالیٰ خداوند قدوس معبود برحق کے ساتھ اور بھی خدا ہوتے جیسا کہ یہ مشرکین کہتے ہیں اور بتوں یا دیوی دیوتاؤں کو خدائی کا شریک اور الوہیت کا حصہ دار بتلاتے ہیں تو اس حالت میں عرش والے یعنی خدائے حقیقی تک مخالفانہ طور پر پہنچنے کا انہوں نے بھی کا راستہ ڈھونڈھ لیا ہوتا۔ یعنی مخالفت اور مقابلہ واقع ہوتا۔ پھر

عالم کا نظام موجودہ کیسے باقی رہتا۔ یہ نظام عالم کبھی کا درہم برہم ہو چکا ہوتا۔ جب یہ نظام عالم قائم ہے تو ثابت ہوا کہ حاکمیت کی شان اعلیٰ ایک معبود برحق ہی کی ہے جس میں کسی دوسرے کی شرکت کا گزر نہیں۔ ساتوں آسمان اور زمین اور ان میں بسنے والی کل مخلوق اس کی پاکی، بزرگی اور بڑائی۔ تعظیم جلالت اور تعریف بیان کرتی ہے۔ ہر ایک مخلوق اپنے خالق کی قدوسیت کا اعلان اپنے مرتبہ وجود کے مناسب اور مطابق برابر کرتی رہتی ہے اور موجودات عالم کا ذرہ ذرہ اپنے صانع حقیقی اور قادر مطلق کے نہ صرف وجود کی بلکہ یکتائی اور صناعی قدرت کی بھی شہادت برابر دے رہا ہے۔ آگے مشرکوں سے خطاب ہوتا ہے کہ تم نے جو اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ لی اور اپنی عقل کو اندھا کر لیا ہے تو تمہاری سمجھ میں یہ دلالت نہیں آتی جو ہر مخلوق ہر وقت اپنے خالق اور صناع عالم کی قدوسیت و توحید کے ثبوت میں پیش کر رہی ہے۔ بعض مفسرین نے یہاں لکھا ہے کہ جس طرح انسانوں میں اللہ تعالیٰ نے مختلف زبانیں بنائی ہیں۔ عربی، ترکی، فارسی اردو ہندی وغیرہ۔ جب تک ایک فرقہ دوسرے فرقہ کی زبان نہ سیکھے گا دوسری زبان کا ایک لفظ نہ سمجھے گا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے زمین، آسمان اور کائنات کی ہر شے سب کو علیحدہ علیحدہ ایک ایک خاص زبان دی ہے جو اپنی زبان میں اپنے پیدا کرنے والے کی تسبیح رات دن کرتے ہیں تو تمام مخلوق جس کی پاکی بیان کرے۔ اے مشرکین تم اس کے لئے شرکاء اولاد اور بیٹیاں تجویز کرو۔ یہ ایسی گستاخی تھی کہ تم کو تو فوراً ہلاک کر کے صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جاتا مگر اس کی ذات حلیم ہے اور یہ اس کی صفت حلم کا اثر ہے کہ جو مشرکانہ عقائد و اعمال پر فوراً گرفت نہیں ہوتی اور مہلت ملتی رہتی ہے اس لئے اگر اب بھی توبہ کر لو تو اس کی صفت مغفرت اب بھی سارے قصور معاف کر دے گی کیونکہ وہ بڑا بخشنے والا غفور ہے۔

خلاصہ یہ کہ یہاں پھر شرک کی پرزور تردید الزامی اور برہانی دلائل سے کی گئی نیز اس امر کی صراحت فرمائی گئی کہ ہر چیز اللہ کی پاکی اور حمد بیان کرتی ہے۔ مگر انسان اس کی تسبیح نہیں سمجھتا اب باوجود اس کے کہ قرآن میں مضمون توحید بار بار نہایت پر مغز دلائل سے بیان کیا گیا ہے۔ مگر کفار کی سمجھ میں نہیں آتا تو اس کی وجہ کیا ہے؟ یہ اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ متکبرین کی وضع و ہیئت اور فخر و تکبر سے ہمیں نفرت عطا فرما اور عجز و تواضع کی پسندیدہ خصلت عطا فرما۔

یا اللہ ہماری آنکھیں قرآن کریم کی طرف سے کھول دے۔ اس کی عظمت ہمارے دلوں میں بٹھا دے اس کے اتباع کی توفیق ہم کو عطا فرما دے۔

حق تعالیٰ ہم کو بھی اپنا تسبیح خواں بندہ بنا کر زندہ رکھیں۔ اور حقیقی توحید کی دولت عطا فرمائیں۔

یا اللہ کائنات کی ہر چیز آپ کی تسبیح خواں ہے ہم کو بھی آپ کی تسبیح و تحمید کی دائمی توفیق نصیب ہو۔

یا اللہ ہم کو قرآن پاک سے صحیح تعلق اور لگاؤ نصیب فرما اور اس کی ہدایات و تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ﴿۴۵﴾

اور جب آپ قرآن پڑھتے ہیں تو ہم آپ کے اور جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے درمیان میں ایک پردہ حائل کردیتے ہیں۔

وَّجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۭ وَاِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ

اور ہم ان کے دلوں پر حجاب ڈال دیتے ہیں اس سے کہ وہ (قرآن کے مقصود) کو سمجھیں اور ان کے کانوں میں ڈاٹ دے دیتے ہیں اور جب آپ

فِي الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰٓي اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا ﴿۴۶﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَسْتَمِعُوْنَ بِهٖٓ اِذْ

قرآن میں صرف اپنے رب کا ذکر کرتے ہیں تو وہ نفرت کرتے ہوئے پشت پھیر کر چل دیتے ہیں۔ جس وقت یہ لوگ آپ کی طرف کان لگاتے ہیں تو ہم

يَسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ وَاِذْ هُمْ نَجْوٰٓى اِذْ يَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ﴿۴۷﴾

خوب جانتے ہیں جس غرض سے یہ سنتے ہیں اور جس وقت یہ لوگ آپس میں سرگوشیاں کرتے ہیں جبکہ یہ ظالم یوں کہتے ہیں کہ تم لوگ محض ایسے شخص کا ساتھ دے رہے ہو

اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ﴿۴۸﴾

جس پر جادو کا اثر ہوگیا ہے۔ آپ دیکھئے تو یہ لوگ آپ کیلئے کیسے کیسے القاب تجویز کرتے ہیں سو یہ لوگ گمراہ ہوگئے تو راستہ نہیں پاسکتے۔

لفظ	معنی
وَاِذَا	اور جب
قَرَاْتَ	تم پڑھتے ہو
الْقُرْاٰنَ	قرآن
جَعَلْنَا	ہم کردیتے ہیں
بَيْنَكَ	تمہارے درمیان
وَ	اور
بَيْنَ	درمیان
الَّذِيْنَ	وہ لوگ جو
لَا يُؤْمِنُوْنَ	ایمان نہیں لاتے
بِالْاٰخِرَةِ	آخرت پر
حِجَابًا	ایک پردہ
مَّسْتُوْرًا	چھپا ہوا
وَجَعَلْنَا	اور ہم نے ڈال دیئے
عَلٰى	پر
قُلُوْبِهِمْ	ان کے دل
اَكِنَّةً	پردے
اَنْ	کہ
يَّفْقَهُوْهُ	وہ نہ سمجھیں اسے
وَ	اور
فِيْٓ	میں
اٰذَانِهِمْ	انکے کان
وَقْرًا	گرانی
وَاِذَا	اور جب
ذَكَرْتَ	تم ذکر کرتے ہو
رَبَّكَ	اپنا رب
فِي الْقُرْاٰنِ	قرآن میں
وَحْدَهٗ	یکتا
وَلَّوْا	وہ بھاگتے ہیں
عَلٰى	پر
اَدْبَارِهِمْ	اپنی پیٹھ
نُفُوْرًا	نفرت کرتے ہوئے
نَحْنُ	ہم
اَعْلَمُ	خوب جانتے ہیں
بِمَا	جس غرض سے
يَسْتَمِعُوْنَ	وہ سنتے ہیں
بِهٖ	اس کو
اِذْ يَسْتَمِعُوْنَ	جب وہ کان لگاتے ہیں
اِلَيْكَ	تیری طرف
وَاِذْ	اور جب
هُمْ	وہ
نَجْوٰٓى	سرگوشی کرتے ہیں
اِذْ يَقُوْلُ	جب کہتے ہیں
الظّٰلِمُوْنَ	ظالم
اِنْ	نہیں
تَتَّبِعُوْنَ	تم پیروی کرتے
اِلَّا	مگر
رَجُلًا	ایک آدمی
مَّسْحُوْرًا	سحرزدہ
اُنْظُرْ	تم دیکھو
كَيْفَ ضَرَبُوْا	کیسی انہوں نے چسپاں کیں
لَكَ	تمہارے لئے
الْاَمْثَالَ	مثالیں
فَضَلُّوْا	سو وہ گمراہ ہوگئے
فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ	پس وہ استطاعت نہیں پاتے
سَبِيْلًا	کسی اور راستے

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ آسمان زمین اور ان کے اندر کی ہر چیز خداوند قدوس کی تسبیح یعنی پاکی اور بڑائی بیان کرتی ہے مگر مشرکین جنہوں نے اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ لی اور اپنی عقل کو اندھا کرلیا ان کی سمجھ میں تو یہ قرآن بھی نہیں آتا کہ جو خاص ان کی زبان میں نازل ہوا ہے۔ اور اس کی وجہ بھی بتائی جاتی ہے کہ قرآن میں باوجود اتنی قوی تاثیر کے ان منکرین اور معاندین پر اثر کیوں نہیں ہوتا وجہ یہ ہے کہ جو شخص آخرت کو نہ ماننے اور اپنے بھلے برے انجام کی کچھ فکر نہ رکھے وہ نصیحت کی طرف کیوں دھیان کرنے لگا۔ جب اسے نجات ہی کی فکر نہیں تو نجات دلانے والے پیغمبر کے اقوال میں غور وفکر کی کیا ضرورت ہوگی۔ بس یہی عدم ایمان بالآخرت اور انجام کی طرف سے بے فکری وہ معنوی پردہ ہے جو منکر آخرت اور نبی کے درمیان حائل ہوجاتا ہے۔ معاندین کفار کے بظاہر آنکھیں بھی تھیں کان بھی تھے۔ دل ودماغ بھی وہ رکھتے

تھے۔آنکھوں سے دیکھتے اور کانوں سے سنتے۔مگران کی بصیرت کی آنکھیں اندھی تھیں اور ہوش وحواس والے کان بہرے تھے۔ حقیقت ان کونظر نہ آتی تھی۔حقانیت کی آواز ان کو سنائی نہ دیتی تھی۔صداقت کی بات سمجھنے اور غور وفکر کی قوت مردہ ہو چکی تھی۔ دلوں پر پردہ پڑ چکے تھے اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب قرآن پاک کی آیات تلاوت فرماتے تو کلام الٰہی کی صداقت کا ان کو یقین نہیں آتا۔مسائل شریعت کی حقانیت ان کی سمجھ میں نہ آتی اور توحید الٰہی کا اعلان سن کر پیٹھ پھیر کر بھاگتے اور نفرت کا اظہار کرتے۔آخرت پران کا پہلے سے ایمان نہ تھا اس لئے آخرت کا بیان ان کو مذاق معلوم ہوتا۔یہاں آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جوخطاب کر کے یہ فرمایا گیا کہ جب آپ تبلیغ کے لئے قرآن پڑھتے ہیں تو ہم آپ کے اور جو منکرین آخرت ہیں ان کے درمیان ایک پردہ حائل کر دیتے ہیں اور ہم ان کے دلوں پر حجاب ڈال دیتے ہیں اور ان کے کانوں میں ڈاٹ دے دیتے ہیں۔

سچ ہے انسان پر جب گمراہی اور بدبختی سوار ہو جاتی ہے تو اس کے حواس ماؤف ہو جاتے ہیں۔دل ودماغ درست نہیں رہتا۔عقل سے حق سمجھنے کی طاقت زائل ہو جاتی ہے اور کھلا ہوا پیام حق بھی وہ سمجھنے سے قاصر ہو جاتا ہے۔اس کی گمراہی اس کے حواس اور قلب کے لئے حجاب ہو جاتی ہے۔تو کفار مکہ اول تو آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن سنتے ہی نہ تھے اور جو کبھی کسی مجلس میں ٹھہر گئے یا چھپ کر قرآن سن لیا تو اس غرض سے کہ اس پر تمسخر اور ہنسی کریں اور پھر آپس میں جمع ہو کر مشورہ اور سرگوشیاں کرتے اور یہ کہتے کہ یہ لوگ حواس نبی کے تابع ہو رہے ہیں۔احمق ہیں (العیاذ باللہ) یہ تو خود جادو کے مارے ہوئے ہیں۔کسی نے ان پر سحر کر دیا ہے اس لئے ایسی نئی نئی باتیں کرتے ہیں۔یہ تو (نعوذ باللہ) دیوانہ ہو گئے ہیں۔اس پر حق تعالیٰ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی فرماتے ہیں کہ دیکھئے یہ بد نصیب آپ پر کیا بے اصل عیب لگاتے ہیں اور کیسے کیسے القاب تجویز کرتے ہیں۔کبھی شاعر کہتے ہیں کبھی جادوگر کبھی کاہن کبھی مسحور کبھی مجنوں۔ان کی یہ متضاد باتیں خود اس بات کا ثبوت ہیں کہ حقیقت ان کو معلوم نہیں ہے جو منہ میں آیا بک دیا۔غرض بہکی بہکی باتیں کرتے ہیں کسی ایک بات پر جماؤ نہیں کبھی ایک الزام رکھتے ہیں پھر آپ ہی محسوس کرتے ہیں کہ یہ چسپاں نہیں ہوتا تو دوسرا الزام لگا دیتے ہیں پھر اسے بھی لگتا ہوا نہ پا کر تیسرا الزام گھڑ دیتے ہیں۔اس سے صاف ظاہر ہے کہ صداقت سے انہیں کوئی واسطہ نہیں۔محض عداوت کی بناء پر ایک سے ایک بڑھ کر جھوٹ گھڑے جارہے ہیں۔تو انہیں ہدایت کا راستہ کہاں سے دکھائی دے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ جن کا نور بصیرت بوجہ عناد کے مردہ ہو جائے ان کو کوئی پیام صداقت وحقانیت فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ان کے دلوں پر گمراہی کے پوشیدہ پردے پڑ جاتے ہیں اور کانوں میں ضلالت کا بہرا پن پیدا ہو جاتا ہے۔آخری آیت یہ دلالت کر رہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تخفیف اور توہین کی نظر سے دیکھنے والے ہمیشہ ہدایت سے محروم رہتے ہیں۔یہاں تک تو کفار کے انکار توحید، رسالت اور قرآن کا ذکر تھا اب آگے ان کے انکار آخرت کے متعلق ذکر فرمایا جاتا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو آخرت پر حقیقی ایمان نصیب فرما دیں تا کہ ہم شب وروز وہاں کی تیاری میں لگے رہیں۔یا اللہ ہمیں حق کو دیکھنے والی آنکھیں اور حق کو سننے والے کان اور حق کو سمجھنے والا دل عطا فرما۔یا اللہ قرآن کا ہمیں ذوق وشوق اس کی عظمت و محبت اور اس کا اتباع نصیب فرما۔یا اللہ قرآن پاک کے مقصود کو سمجھنے کے لئے ہمارے دلوں میں نور ہدایت اور فہم سلیم عطا فرما۔

یا اللہ ہمارے ملک میں ہم کو قرآنی حکومت دیکھنا نصیب فرما اور قرآنی احکام کا یہاں نفاذ ہونا اور اس کے برکات وثمرات کا دیکھنا نصیب فرما۔آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَقَالُوٓا ءَاِذَا کُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبۡعُوۡثُوۡنَ خَلۡقًا جَدِیۡدًا ﴿۴۹﴾ قُلۡ کُوۡنُوۡا حِجَارَۃً اَوۡ

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ کیا جب ہم (مرکر) ہڈیاں اور چورا ہو جاویں گے تو کیا ہم از سرِنو پیدا اور زندہ کئے جاویں گے۔ آپ جواب میں فرما دیجئے کہ

حَدِیۡدًا ﴿۵۰﴾ اَوۡ خَلۡقًا مِّمَّا یَکۡبُرُ فِیۡ صُدُوۡرِکُمۡ ۚ فَسَیَقُوۡلُوۡنَ مَنۡ یُّعِیۡدُنَا ؕ قُلِ الَّذِیۡ

تم پتھر یا لوہا۔ یا اور کوئی مخلوق ہو کر دیکھ لو جو تمہارے ذہن میں بہت ہی بعید ہو اس پر پوچھیں گے کہ وہ کون ہے جو ہم کو دوبارہ زندہ کرے گا' آپ فرما دیجئے

فَطَرَکُمۡ اَوَّلَ مَرَّۃٍ ۚ فَسَیُنۡغِضُوۡنَ اِلَیۡکَ رُءُوۡسَہُمۡ وَیَقُوۡلُوۡنَ مَتٰی ہُوَ ؕ قُلۡ عَسٰۤی

کہ وہ وہ ہے جس نے تم کو اول بار پیدا کیا تھا اس پر آپ کے آگے سر ہلا ہلا کر کہیں گے کہ (اچھا بتلاؤ) یہ کب ہوگا' آپ فرما دیجئے کہ عجب نہیں

اَنۡ یَّکُوۡنَ قَرِیۡبًا ﴿۵۱﴾ یَوۡمَ یَدۡعُوۡکُمۡ فَتَسۡتَجِیۡبُوۡنَ بِحَمۡدِہٖ وَتَظُنُّوۡنَ اِنۡ لَّبِثۡتُمۡ اِلَّا قَلِیۡلًا ﴿۵۲﴾

یہ قریب ہی آپہنچا ہو۔ یہ اس روز ہوگا کہ اللہ تعالیٰ تم کو پکارے گا اور تم اس کی حمد کرتے ہوئے حکم کی تعمیل کرلو گے اور تم یہ خیال کرو گے کہ تم بہت ہی کم رہے تھے۔

وَقَالُوٓا اور وہ کہتے ہیں	ءَاِذَا کیا جب	کُنَّا ہم ہو گئے	عِظَامًا ہڈیاں	وَّرُفَاتًا اور ریزہ ریزہ	ءَاِنَّا کیا ہم یقیناً	لَمَبۡعُوۡثُوۡنَ پھر جی اٹھیں گے
خَلۡقًا پیدائش	جَدِیۡدًا نئی	قُلۡ کہہ دیں	کُوۡنُوۡا تم ہو جاؤ	حِجَارَۃً پتھر	اَوۡ یا	حَدِیۡدًا لوہا
اَوۡ یا	خَلۡقًا اور مخلوق	مِّمَّا اس سے جو	یَکۡبُرُ بڑی ہو	فِیۡ میں	صُدُوۡرِکُمۡ تمہارے سینے	فَسَیَقُوۡلُوۡنَ پھر اب کہیں گے
مَنۡ کون	یُّعِیۡدُنَا ہمیں لوٹائے گا	قُلِ فرما دیں	الَّذِیۡ وہ جس نے	فَطَرَکُمۡ تمہیں پیدا کیا	اَوَّلَ پہلی	مَرَّۃٍ بار
فَسَیُنۡغِضُوۡنَ تو وہ ہلائیں گے مٹکائیں گے	اِلَیۡکَ تمہاری طرف	رُءُوۡسَہُمۡ اپنے سر	وَیَقُوۡلُوۡنَ اور کہیں گے	مَتٰی کب	ہُوَ وہ یہ	قُلۡ آپ فرمادیں
عَسٰۤی شاید	اَنۡ کہ	یَّکُوۡنَ وہ ہو	قَرِیۡبًا قریب	یَوۡمَ جس دن	یَدۡعُوۡکُمۡ وہ پکارے گا تمہیں	فَتَسۡتَجِیۡبُوۡنَ تو تم جواب دو گے (تعمیل کرو گے)
بِحَمۡدِہٖ اسکی تعریف کیساتھ	وَتَظُنُّوۡنَ اور تم خیال کرو گے	اِنۡ کہ	لَّبِثۡتُمۡ تم رہے	اِلَّا صرف	قَلِیۡلًا تھوڑی دیر	

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیات میں بتایا گیا تھا کہ مشرکین مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق مختلف رائے ظاہر کرتے تھے۔

کفار کے ان اقوال کا جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمایا جاتا ہے کہ آپ ان کفار سے کہہ دیجئے کہ یہ ریزے اور ہڈیوں کا چورا تو بہرحال انسانی لاش کا ہے جس میں پیشتر زندگی رہ چکی ہے۔ اس سے بڑھ کر تم کو اجازت دی جاتی ہے کہ ہڈیوں کا چورا نہیں اگر ممکن ہو تو پتھر یا لوہا بن جاؤ جو آثار حیات کے قبول کرنے سے بالکل محروم نظر آتے ہیں بلکہ اس لوہے اور پتھر سے بھی کوئی سخت چیز بن کر تجربہ کرلو جس کا زندہ ہونا لوہے اور پتھر سے بھی زیادہ مشکل ہو پھر بھی اس قادر مطلق کو تمہارا دوبارہ زندہ کردینا بالکل آسان ہے۔ اور تم ضرور دوبارہ اٹھ کر رہو گے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ اس پر کفار پوچھیں گے کہ کون ہے وہ جو ہمیں پھر زندگی کی طرف پلٹا کر لائے گا؟ اس کا جواب تلقین فرمایا جاتا ہے کہ جواباً کہہ دیا جائے کہ تم کو دوبارہ وہی زندگی دے گا جس نے پہلی بار تم کو پیدا کیا تھا۔ یعنی جس نے پہلی بار تم کو مٹی یا نطفہ سے پیدا کیا اور بے جان سے جاندار بنایا تو کیا اب اس میں قدرت نہیں رہی کہ خاک کے ذرات اور مردہ لاش کے اجزاء کو جمع کر کے دوبارہ زندگی عنایت کر

دے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ اس پر کفار استہزاء اور تمسخر سے سر ہلا ہلا کر پوچھیں گے کہ ہاں صاحب بوسیدہ ہڈیوں کے ریزوں میں کب جان پڑے گی اور کب مردے قبروں سے دوبارہ زندہ کر کے حساب کے لئے اٹھائے جائیں گے؟ مطلب یہ کہ قیامت کب آئے گی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب تم عاجز ہو کر اللہ کی تسبیح و تحمید کرتے ہوئے بارگاہ الٰہی کی طرف دوڑو گے اور سمجھو گے کہ دنیا میں یا قبر میں ہم بہت ہی کم ٹھہرے تھے اس وقت قیامت ہوگی۔ مطلب یہ کہ اس وقت تو انسان خود مختار ہے مجبور نہیں یہ دار عمل ہے۔ دار جزا نہیں۔ جب خدا تعالیٰ انسانی اختیارات کو سلب کر لے گا اور ہر منکر و مقر۔ اقرار واعتراف پر مجبور ہو کر اپنا ملجا و ماویٰ اللہ تعالیٰ ہی کو سمجھے گا اور دنیوی زندگی اس کو بہت ہی قلیل نظر آئے گی وہ وقت قیامت کا ہوگا۔ یہ تو روز قیامت کی کیفیت کا بیان ہوا۔ رہا تعین کا سوال تو اس کا ٹھیک وقت خداوند قدوس نے کسی کو نہیں بتلایا۔ کیونکہ خداوند قدوس مختار مطلق ہے۔ مجبور نہیں جب وہ چاہے گا تم کو قبروں سے زندہ کر کے بلالے گا۔ اس کا اس کو اختیار ہے ہاں اتنا ضرور کہا جاسکتا ہے کہ قیامت قریب ہے۔

یہاں آیت میں جو یہ فرمایا گیا کہ جس دن اللہ تعالیٰ تم کو تمہاری قبروں سے زندہ کر کے نکالے گا اور میدان حشر کی طرف تم کو پکارے گا اور بلائے گا تو یہ بلانا بواسطہ فرشتہ اسرافیل علیہ السلام کے ہوگا جب وہ دوسرا صور پھونکیں گے تو سب مردے زندہ ہو کر میدان حشر کی طرف چل پڑیں گے۔ کسی کو سرتابی کی مجال نہ ہوگی اور میدان حشر میں آنے کے وقت سب کے سب اضطراری طور پر خدا کی حمد وثنا کرتے ہوئے حاضر ہوں گے۔ تو اس آیت کے ظاہر سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت مومن اور کافر سب کا یہی حال ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہوئے اٹھیں گے۔ مگر کافر کو اس وقت کی حمد وثنا کرنا ان کو کوئی نفع نہ دے گا کیونکہ اس کا یہ کہنا اضطراری طور پر جبراً وقہراً ہوگا کیونکہ یہ کافر جب مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہوں گے تو غیر اختیاری طور پر ان کی زبان سے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے الفاظ نکلیں گے۔ اس میں اس طرف بھی اشارہ ہو گیا کہ قیامت کے دن تو چار و ناچار اللہ کی الوہیت و وحدانیت کا قرار اور حمد الٰہی کا قول کہنا پڑے گا پھر کیا وجہ ہے کہ اس دنیا میں جہاں کی زندگی آخرت میں بہت ہی قلیل نظر آئے گی۔ دعوت الٰہیہ پر لبیک کہتے ہوئے اور حمد الٰہی کرتے ہوئے خدا کی طرف نہیں دوڑتے۔ پس عقلمند کو چاہئے کہ اس قلیل اور تھوڑی سی فانی زندگی کو اس ابدی اور دائمی زندگی کے لئے صرف کرے تا کہ اس دن حسرت اور ندامت کی ذلت میں مبتلا نہ ہو۔

الغرض کفار و مشرکین کی جاہلانہ باتیں اور ان کے طرح طرح کے بے جا الزامات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر لگانا اہل ایمان کو بڑا ناگوار اور گراں گزرتا تھا اور ہوسکتا تھا کہ اہل ایمان بھی جواباً سختی پر اتر آئیں اس لئے آگے مومنین کو نصیحت فرمائی جاتی ہے کہ منکرین اسلام سے وہ کیسا طرز گفتگو کریں جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیت میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ کا شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو کفر وشرک سے بچا کر اسلام وایمان کی دولت عطا کی۔ اللہ تعالیٰ اس دنیا میں آخرت کے لئے ہمارے بھی آنکھیں کھول دے۔ اور ہمہ وقت آخرت کی تیاری کی ہم کو توفیق عطا فرمادے۔ یا اللہ ہماری اس غفلت کو دور فرمادے اور ہمیں اپنی اس زندگی کے ہر لمحہ میں آخرت کو یاد رکھنے کی توفیق عطا فرمادے تا کہ ہم سے آپ کی نافرمانی کا کوئی کام سرزد نہ ہو اور آخرت میں ہمیں ندامت کا سامنا نہ ہو۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَقُلْ لِّعِبَادِيْ يَقُوْلُوا الَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ

اور آپ میرے (مسلمان) بندوں سے کہدیجئے کہ ایسی بات کہا کریں جو بہتر ہو شیطان لوگوں میں فساد ڈلوادیتا ہے واقعی شیطان

كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ۝ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ ؕ اِنْ يَّشَاْ يَرْحَمْكُمْ اَوْ اِنْ يَّشَاْ يُعَذِّبْكُمْ ؕ

انسان کا صریح دشمن ہے۔تم سب کا حال تمہارا پروردگار خوب جانتا ہے اگر وہ چاہے تم پر رحمت فرمادے یا اگر وہ چاہے تو تم کو عذاب دینے لگے

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ۝ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا

اور ہم نے آپ (تک) کو ان (کی ہدایت) کا ذمہ دار بنا کر نہیں بھیجا۔ اور آپ کا رب خوب جانتا ہے ان کو جو کہ آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں اور ہم نے

بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ وَّاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ۝

بعض نبیوں کو بعض پر فضیلت دی ہے اور ہم داؤدؑ کو زبور دے چکے ہیں۔

وَقُلْ اور فرمادیں	لِعِبَادِيْ میرے بندے کو	يَقُوْلُوا وہ کہیں	الَّتِيْ وہ جو	هِيَ وہ	اَحْسَنُ سب سے اچھی	اِنَّ بیشک	الشَّيْطٰنَ شیطان		
يَنْزَغُ فساد ڈالتا ہے	بَيْنَهُمْ ان کے درمیان	اِنَّ بیشک	الشَّيْطٰنَ شیطان	كَانَ ہے	لِلْاِنْسَانِ انسان کا	عَدُوًّا دشمن	مُّبِيْنًا کھلا		
رَبُّكُمْ تمہارا رب	اَعْلَمُ خوب جانتا ہے	بِكُمْ تمہیں	اِنْ اگر	يَّشَاْ وہ چاہے	يَرْحَمْكُمْ تم پر رحم کرے وہ	اَوْ یا	اِنْ اگر	يَّشَاْ وہ چاہے	
يُعَذِّبْكُمْ تمہیں عذاب دیں	وَمَا اور نہیں	اَرْسَلْنٰكَ ہم نے تمہیں بھیجا	عَلَيْهِمْ ان پر	وَكِيْلًا داروغہ	وَرَبُّكَ اور تمہارا رب	اَعْلَمُ خوب جانتا ہے			
بِمَنْ جو کوئی	فِي میں	السَّمٰوٰتِ آسمان (جمع)	وَالْاَرْضِ اور زمین	وَ اور	لَقَدْ فَضَّلْنَا تحقیق ہم نے فضیلت دی	بَعْضَ بعض	النَّبِيّٖنَ نبی (جمع)		
عَلٰى بَعْضٍ بعض پر	وَاٰتَيْنَا اور ہم نے دی	دَاوٗدَ داؤدؑ	زَبُوْرًا زبور						

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیات میں مشرکین کفار و منکرین کی جہالت اور طعن و تمسخر کا بیان تھا جو نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر طرح طرح کے الزامات لگاتے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی کبھی کفار کی زیادتیوں سے تنگ آ کر مسلمانوں کی زبان سے ایسے فقرہ نکل جاتے تھے کہ تم جہنمی ہو۔ تم دوزخ میں جاؤ گے۔ یا تم کو خدا عذاب دے گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور مسلمانوں کو اس بات سے نصیحت کی گئی۔ اس میں ایک تعلیم تو یہ ہے کہ تعین کے ساتھ کسی انسان یا جماعت کو یہ نہ کہا جائے کہ تم جہنمی ہو کیونکہ کوئی نہیں جانتا کہ کس آدمی کا خاتمہ کس حال پر ہونے والا ہے۔ بہت ممکن ہے جسے تم جہنمی کہہ رہے ہو اسے ہدایت کی توفیق ملنے والی ہو اور اس کی جگہ جنتیوں میں ہو۔

بعض مشائخ طریقت نے فرمایا ہے کہ جو شخص یہ خیال کرے کہ میرا نفس فرعون کے نفس سے بہتر ہے اس نے اپنا تکبر ظاہر کر دیا۔ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی عام فہم توجیہ اور تشریح یوں لکھی ہے کہ جب تک اس عالم سے گزر نہ جائے اس کا اطمینان نہیں ہوسکتا کہ وہ فرعون سے بہتر ہے کیونکہ انجام کا حال معلوم نہیں تو بلا دلیل اپنے کو فرعون سے بہتر سمجھنا تکبر ہے۔ مزید حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اہل حال حضرات اس امر کو وجدانا محسوس کرتے ہیں انہیں توجیہ کی حاجت نہیں باقی نفس کے بدتر ہونے سے افعال کا بدتر ہونا لازم نہیں۔ چنانچہ اس کے ساتھ ہی اپنے اعمال ایمانیہ کو فرعون کے اعمال کفری سے یقیناً بہتر سمجھا

جائے گا۔الغرض ایک تعلیم تو اہل ایمان کو یہاں یہ دی گئی کہ تعین کے ساتھ کسی کو یہ نہ کہا جائے کہ تم جہنمی ہو دوسرے یہ کہ اگر ایک انسان غلط راہ پر چل رہا ہے تو سختی، خشونت، اشتعال اور سب وشتم سے ممکن ہے کہ وہ اپنی غلطی میں اور زیادہ ضدی ہو جائے پس سختی سے کوئی فائدہ نہیں۔آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ ہم نے آپ تک کو ان کفار ومشرکین کی ہدایت کا ذمہ دار بنا کر نہیں بھیجا یعنی آپ کا کام صرف تبلیغ اور پیغام حق پہنچا دینا ہے اور جب آپ باوجود نبوت کے ذمہ دار نہیں بنائے گئے تو اور امتی تو کیونکر ذمہ دار ہو سکتے ہیں۔کہ مخالفین ہدایت پر آ ہی جائیں تو اس قدر درپے ہونا اور سختی سے کام لینے کی کیا ضرورت۔

مشرکین مکہ یہود کے بہکانے سکھانے سے انکار رسالت میں یہ بھی کہا کرتے تھے کہ کیا خدا نے ہدایت کے لئے انہیں غریب اور مفلس لوگوں کو پسند کر لیا ہے اور کیا نبوت ایک یتیم ہی پر اترنے کو تھی کہ جو انہیں نبی بنایا گیا۔

اس کے جواب میں فرمایا جاتا ہے کہ ہر بات کی مصلحت وحکمت خدا خوب جانتا ہے۔زمین اور آسمان کی کوئی بات اس سے مخفی نہیں وہ خوب واقف ہے کہ آسمان والوں اور زمین والوں یعنی ملائکہ جن و انس ان میں سے کس کو نبی بنانا مناسب ہے اور کس کو نہیں۔پس اگر آپ کو نبی بنا دیا تو کیا تعجب ہے اور اس طرح اگر آپ کو فضیلت دی تو کیا تعجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے پہلے بھی خود انبیاء میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور آپ کے قبل داؤد علیہ السلام کو زبور دے چکے ہیں تو اسی طرح اگر آپ کو قرآن دیا تو کیا تعجب ہے۔

اہل عرب تو آسمانی کتابوں کا علم رکھتے نہ تھے۔علمی باتیں یہودیوں سے پوچھ لیا کرتے تھے کیونکہ اہل کتاب میں ان ہی پر کافی اعتماد یہود ہمیشہ سے فتنہ انگیز واقع ہوئے ہیں۔کفار مکہ سے کہا کرتے کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد کوئی نبی نہیں آیا نہ آ سکتا ہے اور توریت کے بعد دوسری کتاب بھی نہیں آ سکتی۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت اور انجیل کے الہامی اور آسمانی کتاب ہونے کے بھی یہ قائل نہ تھے۔مگر داؤد علیہ السلام کو نبی مانتے اور زبور کو کتاب الہامی جانتے تھے اس لئے انہیں یہود کے مسلمہ عقیدے کو پیش کرتے ہوئے الزامی جواب دینے کے لئے حضرت داؤد علیہ السلام اور زبور کا تذکرہ فرمایا کہ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب ملک وسلطنت ہونے کی طرف بھی اشارہ فرما دیا گیا۔تو یہاں داؤد علیہ السلام اور زبور کے ذکر میں یہود کو جن کے مشورہ سے کفار مکہ اعتراضات کیا کرتے تھے یہ جتلانا مقصود ہے کہ یہ وہی نبی ہیں جن کی داؤد علیہ السلام نے خبر دی کہ جن کو شوکت وسلطنت بھی دی جاوے گی۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ کفار ومشرکین سے اور دین کے مخالفین سے گفتگو اور مکالمہ بدزبانی اور تیز کلامی اور کوئی ایسی بات کرنا جس سے اشتعال پیدا ہو کر فتنہ فساد کی نوبت آ جائے نہ کرنی چاہئے۔مخالفین خواہ کیسی ہی ناگوار باتیں کریں اہل ایمان کو بہر حال نہ تو کوئی بات خلاف حق زبان سے نکالنی چاہئے اور نہ غصہ میں آپے سے باہر ہو کر بیہودگی کا جواب بیہودگی سے دینا چاہئے شریعت میں اگر ضرورت ہو تو کفار کے ساتھ جہاد اور قتل وقتال کرنے کی اجازت ہے۔کیونکہ قتل وقتال کے ذریعہ کفر کی شوکت اور اسلام کی مخالفت کو دبایا جا سکتا ہے۔اس لئے اس کی اجازت ہے لیکن بدزبانی سخت کلامی اور سب وشتم گالی گلوچ سے نہ کوئی قلعہ فتح ہوتا ہے نہ کسی کو ہدایت ہوتی ہے اس لئے اس سے منع کیا گیا ہے اب غور کرنے کی بات ہے کہ جب کفار ومشرکین اور اعدائے دین سے یہ اخلاقی عمل برتنے کا حکم دیا جا رہا ہے تو مسلمانوں کو آپس میں ایسی کوئی بات کہنا کہ جس سے اشتعال اور فتنہ فساد پیدا ہو کب روا اور جائز ہو سکتا ہے جیسا کہ اس وقت کے بعض نام نہاد واعظین اور مقررین اور لیڈروں کا طرز عمل ہے۔اللہ تعالیٰ ہم کو دین کی سمجھ اور فہم عطا فرمائیں۔

اب آگے شرک کی ایک خاص صورت کا رد ہے اور کفار ومشرکین کو ہلاکت وعذاب کی تنبیہ سنائی جاتی ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قُلِ ادْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا یَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِیْلًا ﴿۵۶﴾

آپ فرمادیجئے کہ جن کو تم خدا کے سوا معبود قرار دے رہے ہو ذرا اُن کو پکارو تو سہی سو وہ نہ تم سے تکلیف کو دُور کرنے کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ اُسکے بدل ڈالنے کا۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلٰی رَبِّهِمُ الْوَسِیْلَةَ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ وَیَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ

یہ لوگ کہ جن کو مشرکین پکار رہے ہیں وہ خود ہی اپنے رب کی طرف ذریعہ ڈھونڈھ رہے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب بنتا ہے اور وہ اس کی رحمت

وَیَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ﴿۵۷﴾ وَاِنْ مِّنْ قَرْیَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا

کے امیدوار ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں واقعی آپ کے رب کا عذاب ہے بھی ڈرنے کے قابل۔ اور (کفار کی) ایسی کوئی بستی نہیں جسکو ہم قیامت

قَبْلَ یَوْمِ الْقِیٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِیْدًا كَانَ ذٰلِكَ فِی الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ﴿۵۸﴾

سے پہلے ہلاک نہ کریں یا (قیامت کے روز) اُس کو عذاب سخت نہ دیں یہ بات کتاب (یعنی لوح محفوظ) میں لکھی ہوئی ہے۔

قُلْ کہدیں	اُدْعُوا پکاروتم	الَّذِیْنَ وہ جن کا	زَعَمْتُمْ تم گمان کرتے ہو	مِنْ دُوْنِهٖ اس کے سوا	فَلَا یَمْلِكُوْنَ پس وہ اختیار نہیں کرتے	كَشْفَ دور کرنا		
الضُّرِّ تکلیف	عَنْكُمْ تم سے	وَ اور	لَا نہ	تَحْوِیْلًا بدلنا	اُولٰٓئِكَ وہ لوگ	الَّذِیْنَ جنہیں	یَدْعُوْنَ وہ پکارتے ہیں	یَبْتَغُوْنَ ڈھونڈتے ہیں
اِلٰی طرف	رَبِّهِمُ اپنا رب	الْوَسِیْلَةَ وسیلہ	اَیُّهُمْ ان میں سے کون	اَقْرَبُ زیادہ قریب	وَیَرْجُوْنَ اور وہ امید رکھتے ہیں	رَحْمَتَهٗ اسکی رحمت	وَ اور	
یَخَافُوْنَ وہ ڈرتے ہیں	عَذَابَهٗ اس کا عذاب	اِنَّ بیشک	عَذَابَ عذاب	رَبِّكَ تیرارب	كَانَ ہے	مَحْذُوْرًا ڈر کی بات	وَاِنْ اور نہیں	مِنْ قَرْیَةٍ کوئی بستی
اِلَّا مگر	نَحْنُ ہم	مُهْلِكُوْهَا اسے ہلاک کرنیوالے	قَبْلَ پہلے	یَوْمِ الْقِیٰمَةِ قیامت کا دن	اَوْ یا	مُعَذِّبُوْهَا اسے عذاب دینے والا	عَذَابًا عذاب	
شَدِیْدًا سخت	كَانَ ہے	ذٰلِكَ یہ	فِی الْكِتٰبِ کتاب میں	مَسْطُوْرًا لکھا ہوا				

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیات میں فرمایا گیا تھا کہ خدا تعالیٰ تو وہ ہے کہ جس کو چاہے عذاب دے اور جس پر چاہے رحم و مہربانی فرمائے۔ جس کو جس قدر چاہے دوسروں پر فضیلت عطا کرے اس کی قدرت کامل اور علم محیط ہے۔

اب اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں مشرکین نے جو اپنے معبود بنا رکھے ہیں۔ ان کی حقیقت کو ظاہر فرمایا جاتا ہے۔ بخاری شریف میں روایت ہے کہ کچھ لوگ جاہلیت میں جنات کی عبادت کرتے تھے۔ وہ جن مسلمان ہو گئے اور یہ پوجنے والے اپنی جہالت پر قائم رہے۔ ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ جنات، ملائکہ، حضرت مسیحؑ اور حضرت عزیرؑ کو الوہیت کا درجہ دینے والے سب مشرکین اس آیت کے تحت میں شامل ہیں اور یہاں ایسے ہی مشرکین کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ تم نے جن کو خدا بنا رکھا ہے اور تم جن کو پکارتے ہو کیا ان میں ایک بھی ایسا مستقل اختیار رکھتا ہے کہ ذرا سی تکلیف کو تم سے دور کر سکے یا ہلکی کر دے یا تم سے ہٹا کر کسی دوسرے پر ڈال دے۔ جن ہستیوں کو تم معبود و مستعان سمجھ کر پکارتے ہو وہ خود اپنے رب کا بیش از بیش قرب تلاش کرتے رہتے ہیں وہ بیچارے تو خود قرب الٰہی کے خواستگار ہیں اور اس کے لئے وسائل تلاش کرتے ہیں۔

خود معبود ہونا یا تمہاری سفارش و شفاعت کرنا تو درکنار رہا وہ خود اللہ کے عذاب سے ڈرتے اور اس کی رحمت کے امیدوار رہتے ہیں۔ کیونکہ عذاب الٰہی واقعی خوفناک اور واجب الاجتناب چیز ہے۔ پس جب تمہارے تجویز کئے ہوئے معبودوں کا خدا کے سامنے یہ حال ہے تو اپنے تئیں خود فیصلہ کرلو کہ خدا تعالیٰ کو خوش رکھنا کہاں تک ضروری ہے۔ غیر اللہ کی پرستش سے نہ خدا خوش ہوتا ہے نہ وہ جنہیں تم خوش رکھنا چاہتے ہو۔ پس اس طرح جب وہ خود مضرت یعنی عذاب سے بچنے میں اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں تو اوروں سے کیا مضرت کو کیا دفع کر سکتے ہیں؟ پھر ان کا معبود و معین بنانا محض باطل ہوگا۔ آگے کفار مکہ کو ڈرایا جاتا ہے اور ایک تنبیہ سنائی جاتی ہے کہ کفار کی ایسی کوئی بستی نہیں کہ قیامت سے پہلے اپنے سنگین جرائم کی پاداش میں تباہ و برباد نہ کر دی جائے یا کسی نہ کسی وقت خواہ قیامت سے پہلے یا بعد عذاب کے مزے نہ چکھے۔ یہ فیصلہ بالکل حتمی اور اٹل ہے جو علم الٰہی میں طے ہو چکا ہے۔ اور لوح محفوظ میں لکھا گیا ہے۔ کوئی طاقت اسے روک نہیں سکتی۔ لہٰذا اہل مکہ کو ہوشیار رہنا چاہئے کہ ان کو بالکل برباد نہ کر دیا جائے یا ہلاک نہ کیا گیا تو سخت مصائب نازل ہوں گے چنانچہ سخت ترین قحط وغیرہ میں اہل مکہ مبتلا ہوئے۔

ان آیات میں جہاں مصائب اور حوادث میں گرفتار ہونے کی تنبیہ کفار و مشرکین کو ہے وہیں مسلمانوں کو بھی سبق اس سے لینا چاہئے اس لئے کہ مصائب و حوادث جس کی مختلف شکلیں ہیں۔ مثلاً قحط' زلزلہ' جابر حکومت کا تسلط' فتنہ عامہ' آپس میں خون ریزی' سیلاب' طوفان جنگ وغیرہ وغیرہ ان کا ظہور عام ہو رہا ہے۔ جس کا منشا یہ ہے کہ لوگ ڈر کر اللہ کی طرف رجوع کریں اور اللہ اور رسول کی اطاعت و فرمانبرداری کو لازم سمجھیں۔

اب آگے کفار مکہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمائشی معجزات دکھلانے کا مطالبہ کرتے تھے تو ان کے فرمائشی معجزات واقع نہ ہونے کی حکمت ظاہر فرمائی گئی ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ اپنی مرضیات کے کام اس دار عمل میں ہم سے کرالیں اور اپنی ناخوشی اور ناراضگی کے کاموں سے ہم کو بچا لیں۔ ہم کو شب و روز اپنی حمد و ثنا کی اس زندگی میں توفیق عطا فرماویں۔ تاکہ ہم قیامت کے روز اس کے دربار میں حمد و ثنا ہی کرتے حاضر ہوں۔

یا اللہ ہم ایمان کے درجہ میں تو مانتے ہیں کہ ہم مر کر پھر دوبارہ زندہ کئے جائیں گے مگر اس پر جیسا یقین ہونا چاہئے وہ نہیں ہے اور ہم قیامت و آخرت کی طرف سے غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ حق تعالیٰ ہم کو توحید کی حقیقت نصیب فرمائیں۔ اور دنیا میں جو مصائب و حوادث آرہے ہیں ان سے ہمیں عبرت و نصیحت حاصل کرنے والا دل و دماغ عطا فرمائیں۔

یا اللہ اپنے احکام کی پابندی ہم کو نصیب فرما۔ اور خلاف شرع باتوں سے ہم کو بچنا نصیب فرما۔

یا اللہ ہر طرح کے ظاہری اور باطنی فتنوں سے ہماری حفاظت فرما اور دنیا و آخرت دونوں جہان میں اپنے عذاب سے مامون و محفوظ فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ۭ وَاٰتَيْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ

اور ہم کو خاص (فرمائشی) معجزات کے بھیجنے سے یہی امر مانع ہوا کہ پہلے لوگ ان کی تکذیب کر چکے ہیں' اور ہم نے قوم ثمود کو اونٹنی دی تھی

مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا ۭ وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا ﴿٥٩﴾ وَاِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ

جو بصیرت کا ذریعہ تھی' سو ان لوگوں نے اس کے ساتھ ظلم کیا' اور ہم ایسے معجزات کو صرف ڈرانے کیلئے بھیجا کرتے ہیں۔ اور آپ وہ وقت یاد کر لیجئے جبکہ ہم نے آپ سے کہا تھا

بِالنَّاسِ ۭ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِي الْقُرْاٰنِ ۭ

کہ آپ کا رب اپنے علم سے تمام لوگوں کو محیط ہو رہا ہے' اور ہم نے جو منظر آپ کو دکھلایا تھا' اور جس درخت کی قرآن میں مذمت کی گئی ہے ہم نے تو ان دونوں چیزوں کو ان لوگوں کیلئے موجب گمراہی کر دیا'

وَنُخَوِّفُهُمْ ۙ فَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا ﴿٦٠﴾

اور ہم ان کو ڈراتے رہتے ہیں لیکن ان کی بڑی سرکشی بڑھتی چلی جاتی ہے۔

وَمَا مَنَعَنَا اور نہیں ہمیں روکا	اَنْ کہ	نُرْسِلَ ہم بھیجیں	بِالْاٰيٰتِ نشانیاں	اِلَّا مگر	اَنْ یہ کہ	كَذَّبَ جھٹلایا	بِهَا ان کو	الْاَوَّلُوْنَ اگلے لوگ
وَاٰتَيْنَا اور ہم نے دی	ثَمُوْدَ ثمود	النَّاقَةَ اونٹنی	مُبْصِرَةً دکھانے کو	فَظَلَمُوْا بِهَا انہوں نے اس پر ظلم کیا	وَ اور	مَا نُرْسِلُ ہم نہیں بھیجتے	بِالْاٰيٰتِ نشانیاں	
اِلَّا مگر	تَخْوِيْفًا ڈرانے کو	وَاِذْ اور جب	قُلْنَا ہم نے کہا	لَكَ تم سے	اِنَّ بیشک	رَبَّكَ تمہارا رب	اَحَاطَ احاطہ کئے ہوئے	بِالنَّاسِ لوگوں کو
وَمَا جَعَلْنَا اور ہم نے نہیں کیا	الرُّءْيَا نمائش	الَّتِيْ وہ جو کہ	اَرَيْنٰكَ ہم نے تمہیں دکھائی	اِلَّا مگر	فِتْنَةً آزمائش	لِّلنَّاسِ لوگوں کیلئے	وَالشَّجَرَةَ اور درخت	
الْمَلْعُوْنَةَ جس پر لعنت کی گئی	فِي الْقُرْاٰنِ قرآن میں	وَنُخَوِّفُهُمْ اور ہم ڈراتے ہیں انہیں	فَمَا يَزِيْدُهُمْ تو نہیں بڑھتی انہیں	اِلَّا مگر	طُغْيَانًا سرکشی	كَبِيْرًا بڑی		

تفسیر وتشریح: کفار مکہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے چند نشانیاں طلب کیں۔ مثلاً یہ کہا کہ کوہ صفا کو سونے کا بنا دیا جائے۔ یا مکہ کے چاروں طرف جو پہاڑ ہیں وہ ہٹا دیئے جائیں تا کہ کھیتی کے لئے ہموار زمین مل جائے یا ہمارے مردوں کو زندہ کر دیجئے کہ ہم ان سے باتیں کریں اور وہ آپ کا نبی ہونا ہم کو بتا دیں۔ اگر یہ فرمائشی نشانات یا معجزات آپ پورا کر دیں تو ہم آپ کو مان لینگے۔ اسکے جواب میں یہ آیات نازل ہوئیں اور فرمایا گیا کہ ایسے فرمائشی نشان دکھانا خدا تعالیٰ کو کچھ دشوار نہیں لیکن انبیائے سابقین سے بھی انکی امت کے کافروں نے ایسے ہی فرمائشی معجزات طلب کئے تھے۔ لیکن جب انکی فرمائش کے مطابق نشان دکھلائے گئے تب بھی ایمان نہ لائے بلکہ سرکشی میں اور ترقی کر گئے۔ آخر سنت اللہ کے موافق اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بالکل نیست و نابود کر دیئے گئے۔

چنانچہ ان آیات میں ان ہی تاریخی نظائر کی طرف اجمالی اشارہ فرما دیا کہ اگر فرمائشی نشان دیکھنے کے بعد تکذیب کی اور یقیناً کرو گے تو جو حشر پہلوں کا ہوا وہی تمہارا ہوگا لیکن حکمت الٰہیہ مقتضی نہیں کہ تم کو اس طرح تباہ کیا جائے لہٰذا تمہارے طلب کردہ فرمائشی نشانات پورے نہیں کئے جاتے اور یہ سراسر اللہ کی رحمت ہے کہ وہ ایسا معجزہ نہیں بھیج رہا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ وہ تمہیں سمجھنے اور سنبھلنے کی مہلت دے رہا ہے مگر تم ایسے کم عقل ہو کہ فرمائشی معجزات کا مطالبہ کر کے قوم ثمود کے انجام سے دوچار ہونا چاہتے ہو۔ قوم ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام سے درخواست کی تھی کہ پہاڑ کی فلاں چٹان میں سے اونٹنی نکال دیجئے اور اونٹنی بھی ایسی کہ حاملہ ہو کہ فوراً بچہ دے۔ حضرت صالح علیہ السلام کی دعا پر خدا نے نکال دی۔ مگر بجائے اس کے کہ اپنا منہ مانگا فرمائشی معجزہ دیکھ کر آنکھیں کھلتیں قلبی بصیرت حاصل ہوتی اور اپنے پیغمبر پر ایمان لے

آتے۔ الٹے ظلم وعداوت پر کمر بستہ ہوگئے۔ چنانچہ اونٹنی کو مار ڈالا اور حضرت صالح علیہ السلام کے قتل کے منصوبے باندھنے لگے۔ آخر جو انجام ہوا وہ سب کو معلوم ہے کہ تمام قوم تباہ کی گئی۔

کفار و مشرکین سے اس مخاطبت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے اور آپ کی تسلی وتسکین فرمائی جاتی ہے کہ ممکن ہے آپ کو خیال ہوا ہو کہ فرمائشی نشان نہ دکھلانے پر کفار کو ہنسنے اور طعن کرنے کا موقع ملے گا کہ اگر سچے پیغمبر ہوتے تو ہماری طلب کے موافق نشان دکھلا دیتے اس لئے آپ کو مطمئن کیا کہ اللہ تعالیٰ کے علم وقدرت نے سب لوگوں کو اپنے گھیرے میں لے رکھا ہے۔ نہ کوئی اس کے علم سے باہر ہے اور نہ اس کی قدرت کے نیچے سے نکل کر کہیں جاسکتا ہے۔ سب اس کے قبضہ میں ہیں آپ ان کے طعن وتشنیع کی طرف قطعاً التفات نہ کریں۔ وہ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ آپ اپنی دعوت اور تبلیغ کا کام کئے جایئے اور ان کے فیصلوں کو بالکلیہ ہم پر چھوڑ دیجئے۔ ہم جانتے ہیں کہ فرمائشی نشان دیکھ کر بھی یہ معاندین آپ کی بات ماننے والے نہیں اور اس کے بعد ہماری سزا سے چھوٹ کر نکل بھاگنا بھی ممکن نہیں اور یہ بھی ہم جانتے ہیں کہ لوگوں میں سے کون فی الحال تباہ کر ڈالنے کے لائق ہیں اور کن لوگوں کا باقی رکھنا مصلحت ہے۔ لہٰذا آپ فکر وتردد میں نہ پڑیں۔ یہ سب ہمارے محاصرہ میں ہیں اور ان کے ایمان لانے نہ لانے کا بھی ہم کو علم ہے۔

جب مشرکین مکہ کی طلب اور خواہش کے موافق معجزات کے بھیجنے سے صاف جواب ہوگیا تو ان کو اور بھی دلیری ہوئی اور کہنے لگے کہ (نعوذ باللہ) آپ نبی نہیں اس کے بعد وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج پر جس کا ذکر اسی سورۃ کی ابتداء میں آچکا ہے اور بھی مضحکہ کرتے تھے کہ ہمارے کہنے سے معجزہ تو دکھایا نہیں گیا۔ آسمانوں پر چلے گئے اور شبا شب بیت المقدس پہنچ گئے جنت و دوزخ دیکھ آئے اور نیز قرآن پر ہنسی کرتے کہ عجیب کلام ہے جس میں دوزخیوں کے لئے آگ میں رہنا اور زقوم کا درخت کھانا مذکور ہے۔ اس زقوم کے درخت کو تلخ اور بدمزہ ہونے کی وجہ سے شجرہ ملعونہ کہا گیا اور قدیم عرب ایسی بری چیزوں کو ایسے ہی الفاظ سے تعبیر کیا کرتے تھے۔ تو کفار مذاق اڑاتے کہ کہیں درخت بھی آگ میں رہ سکتے ہیں؟ کہاں درخت کی سبزی اور کہاں آگ کی خشکی وگرمی؟ آگ سے تو درخت جل جاتا ہے نہ کہ اس میں پیدا ہو۔ تو ان دونوں امر کو سن کر کفار نے تکذیب کی۔ معراج کی تو اس لئے کہ ایک شب میں اتنی دور جانا اور پھر بالخصوص آسمان پر جانا کسی طرح ممکن نہیں اور شجرۂ زقوم کی اس لئے کہ وہ دوزخ میں بتلایا جاتا ہے جہاں کہ آگ کا ہونا کہا جاتا ہے۔ اور آگ میں درخت جل جاتا ہے نہ کہ اس میں پیدا ہو اور قائم رہے۔ کفار کے ان اقوال کا جواب دیا جاتا ہے کہ ہم نے اس رؤیا جس سے اکثر مفسرین نے شب معراج کا منظر دیکھنا مراد لیا ہے اور شجر ملعونہ جس سے مراد زقوم کا درخت ہے۔ ان دونوں چیزوں کو ان کفار کے لئے فتنہ یعنی آزمائش کی چیز کر دیا کہ کم عقل اور بداعتقاد اس پر اعتراض کرتے ہیں اس طرح یہ دونوں چیزیں ان کے لئے باعث گمراہی ہوگئیں۔ اور جب کہ ہم ان کو مختلف طریقوں سے ڈراتے بھی ہیں تو ان کو چاہئے تھا کہ اپنی سرکشی سے باز آجاتے مگر ان سب باتوں سے بھی ان کی سرکشی ہی بڑھتی ہے حالانکہ ان باتوں کا مقتضا یہ تھا کہ وہ سرکشی سے باز آتے اور اطاعت قبول کرتے پس جب دوا ان کے لئے زہر کا کام دیتی ہے تو ان کی صحت کی کیا امید ہوسکتی ہے۔ اور فرمائشی نشان دیکھنے پر قبول حق کی کیا امید کی جاسکتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ یہاں متنبہ کیا گیا کہ اللہ اور رسول کی باتوں کو بے چون و چرا ماننا چاہئے۔ ان پر اعتراض کرنا اور ان میں شبہات نکالنا شیطان کا کام ہے۔ تو یہ کافر بھی اسی کی چال چل رہے ہیں جو بات بات میں کج بحثیاں کرتے ہیں مگر یاد رہے کہ ان کا انجام بھی وہی ہونے والا ہے جو ان کے امام ابلیس لعین کا ہوگا۔ اسی مناسب سے اگلی آیات میں ابلیس لعین کا ذکر فرمایا گیا ہے جو اپنی کٹ حجتی اور کج بحثی کے باعث مردود اور راندہ درگاہ ہوا۔ اور اس کا اور اس کے متبعین کا انجام بتلایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ قَالَ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا ۝۶۱

اور جب کہ ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدمؑ کو سجدہ کرو سو اُن سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے۔ کہا کہ کیا میں ایسے شخص کو سجدہ کروں جسکو آپ نے مٹی سے بنایا ہے۔

قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ ؗ لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗٓ

کہنے لگا کہ اس شخص کو جو آپ نے مجھ پر فوقیت دی ہے تو بھلا بتایئے تو اس میں کیا فضیلت ہے خیر اگر آپ نے مجھ کو قیامت کے زمانہ تک مہلت دیدی تو میں (بھی) بجز قدرے

اِلَّا قَلِيْلًا ۝۶۲ قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا ۝۶۳

قلیل لوگوں کے اس کی تمام اولاد کو اپنے بس میں کرلوں گا۔ ارشاد ہوا جا جو شخص ان میں سے تیرے ساتھ ہولے گا سو تم سب کی سزا جہنم ہے سزا پوری۔

وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ

اور ان میں سے جس جس پر تیرا قابو چلے اپنی چیخ و پکار سے اس کا قدم اکھاڑ دینا اور ان پر اپنے سوار اور پیادے چڑھا لانا

فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ ؕ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ۝۶۴ اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ

اور ان کے مال اور اولاد میں اپنا ساجھا کرلینا اور اُن سے وعدے کرنا اور شیطان اُن لوگوں سے بالکل جھوٹے وعدے کرتا ہے۔ میرے خاص بندوں پر

لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا ۝۶۵

تیرا ذرا قابو نہ چلے گا اور آپ کا رب کافی کارساز ہے۔

وَاِذْ اور جب	قُلْنَا ہم نے کہا	لِلْمَلٰٓئِكَةِ فرشتوں سے	اسْجُدُوْا تم سجدہ کرو	لِاٰدَمَ آدمؑ کو	فَسَجَدُوْٓا تو انہوں نے سجدہ کیا	اِلَّآ سوائے	اِبْلِيْسَ ابلیس	
قَالَ اس نے کہا	ءَاَسْجُدُ کیا میں سجدہ کروں	لِمَنْ اس کو جسے	خَلَقْتَ تو نے پیدا کیا	طِيْنًا مٹی سے	قَالَ اس نے کہا	اَرَءَيْتَكَ بھلا تو دیکھ	هٰذَا یہ	
الَّذِيْ وہ جسے	كَرَّمْتَ تو نے عزت دی	عَلَيَّ مجھ پر	لَئِنْ البتہ اگر	اَخَّرْتَنِ تو مجھے ڈھیل دے	اِلٰى تک	يَوْمِ الْقِيٰمَةِ روز قیامت		
لَاَحْتَنِكَنَّ جڑ سے اکھاڑوں گا ضرور	ذُرِّيَّتَهٗ اس کی اولاد	اِلَّا سوائے	قَلِيْلًا چند ایک	قَالَ اس نے فرمایا	اذْهَبْ تو جا	فَمَنْ پس جس	تَبِعَكَ تیری پیروی کی	
مِنْهُمْ ان میں سے	فَاِنَّ تو بیشک	جَهَنَّمَ جہنم	جَزَآؤُكُمْ تمہاری سزا	جَزَآءً سزا	مَّوْفُوْرًا بھرپور	وَاسْتَفْزِزْ ور پھسلالے	مَنِ جو	اسْتَطَعْتَ تیرا بس چلے
مِنْهُمْ ان میں سے	بِصَوْتِكَ اپنی آواز سے	وَاَجْلِبْ اور چڑھا لا	عَلَيْهِمْ اُن پر	بِخَيْلِكَ اپنے سوار	وَرَجِلِكَ اور پیادے	وَشَارِكْهُمْ اور ان سے ساجھا کرلے		
فِي میں	الْاَمْوَالِ مال	وَالْاَوْلَادِ اور اولاد	وَعِدْهُمْ اور وعدے کر اُن سے	وَمَا يَعِدُهُمُ اور نہیں اُن سے وعدہ کرتا	الشَّيْطٰنُ شیطان	اِلَّا مگر	غُرُوْرًا دھوکہ	
اِنَّ بیشک	عِبَادِيْ میرے بندے	لَيْسَ نہیں	لَكَ تیرا	عَلَيْهِمْ اُن پر	سُلْطٰنٌ زور	وَكَفٰى اور کافی	بِرَبِّكَ تیرا رب	وَكِيْلًا کارساز

تفسیر و تشریح: تخلیق آدم علیہ السلام کا قصہ دراصل یہ بات ذہن نشین کرنے کے لئے بیان کیا جارہا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے مقابلہ میں ان کافروں کی سرکشی اور تنبیہات سے ان کی یہ بے اعتنائی اور کجروی پر ان کا یہ اصرار جس کا ذکر گذشتہ آیات میں ہوا یہ سراسر اس شیطان ابلیس لعین کی پیروی ہے جو ازل سے انسان کا دشمن ہے اور اس روش کو اختیار کر کے درحقیقت یہ کفار و منکرین اس جال میں پھنس رہے

ہیں جس میں اولادِ آدم کو پھانس کر تباہ کر دینے کے لئے شیطان نے ابتداہی میں بیڑہ اٹھایا تھا نیز اس قصہ کے یہاں بیان کرنے میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ جس طرح ابلیس لعین آدم علیہ السلام کے مقابلہ میں مردود ہوا۔ اب اے اہل مکہ تم جو بنی آدم ہو کر شیطان کے بہکانے سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ کرتے ہو تو گویا اپنے جد اعلیٰ کی نسل سے نکل کر شیطانی لشکر میں داخل ہوتے ہو جو تمہارے مردود ہونے کا قوی سبب ہے۔ اس مناسبت سے یہاں اس قصہ کو ذکر کیا گیا اور ابلیس کی قدیمی عداوت سے انسان کو آگاہ کیا جا رہا ہے کہ وہ تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کا کھلا دشمن تھا۔ اس کی ذریت بھی سراسر اسی طرح تمہاری دشمن ہے۔

یہاں جو ان آیات میں شیطانی لشکر کے سوار اور پیادوں کا ذکر ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ واقع میں بھی شیطان کے کچھ افراد سوار ہوں اور کچھ پیادے بلکہ یہ محاور پورے لشکر اور پوری طاقت استعمال کرنے کے لئے بولا جاتا ہے۔ اور حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جتنے افراد بھی کفر و معصیت کی حمایت کے لئے لڑنے کو چلتے ہیں وہ سب شیطان ہی کا پیادہ و سوار لشکر ہے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ ابلیس انسانوں کا قوی ترین اور قدیم ترین دشمن ہے اور ہر وقت اپنی پوری طاقت کے ساتھ گھات میں لگا ہوا ہے مگر اس کے باوجود وہ بزور کسی کو گمراہ نہیں کرسکتا اس لئے اگر کوئی بچنا چاہے تو بچ سکتا ہے تو جہاں کفار و مشرکین کو اس واقعہ سنانے سے یہ تنبیہ کرنا مقصود ہے کہ شیطان پرستی چھوڑ دو اور حق پرستی اختیار کر و وہیں اس میں مسلمانوں کے لئے بھی سبق ہے کہ ابلیس کے داؤ پیچ سے ہمیشہ چوکنا رہنا چاہئے۔ شیطان اپنے کام سے کبھی غافل نہیں رہا اور ہر زمانہ میں نہایت سرگرمی سے اپنے کام کرتا ہے لیکن جس قدر زمانہ نبوت قریب رہا اسی قدر اس کو اپنے مقصد میں ناکامی ہوتی رہی اور جس قدر زمانہ نبوت سے بعد ہوتا گیا اس کی کامیابی بھی روز افزوں ترقی کرتی رہی اور اس کے راستہ پر چلنے کے لئے لوگ بکثرت آمادہ ہوتے گئے۔ حتیٰ کہ آج مکائد شیطانی کا بازار کھلا ہوا ہے اور ہر ہر قدم پر شیطانی جال بچھا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی ہماری دستگیری فرمائیں اور شیطانی جالوں سے ہم کو بچائیں کہ شیطان کا فتنہ بہت سخت ہے اور ہم ضعیف و ناتواں ہیں۔ بغیر اللہ تبارک وتعالیٰ کی حفاظت کے معصیت سے نہیں بچ سکتے اور بغیر اللہ تعالیٰ کی اعانت اور قوت کے اطاعت نہیں کر سکتے۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم ان آیات کے خاتمہ پر وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا میں اشارہ اسی طرف ہے کہ جو بندہ خدا پر توکل اور بھروسہ کرے اور اس کی امداد و اعانت و حفاظت کا طالب ہو شیطان مردود اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ الغرض اصل مضمون گذشتہ سے توحید خداوندی اور شرک کی مذمت اور برائی سے متعلق بیان ہوتا چلا آ رہا تھا۔ اب آگے پھر اسی اصل مضمون یعنی اثبات توحید باری تعالیٰ اور رد شرک کا بیان جاری ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ نفس و شیطان کے فریب سے ہماری حفاظت فرماویں۔ اور ہم کو اپنے ان بندوں میں شامل رکھیں جن کی حفاظت حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔ یا اللہ ہمیں ظاہر میں اور باطن میں شریعت مطہرہ کی پابندی اور اتباع سنت نصیب فرما اور اس کی برکت سے اس پرفتن وقت میں ہمیں صراط مستقیم پر قائم رکھئے۔ یا اللہ ہم ضعیف اور کمزور ہیں آپ کی حمایت و اعانت اور حفاظت و نصرت کے طالب ہیں ہم کو اپنا بندہ بنا کر زندہ رکھئے اور شیطان کے شر سے بچائیے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

رَبُّكُمُ الَّذِي يُزْجِي لَكُمُ الْفُلْكَ فِي الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ ۚ إِنَّهُ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا ﴿٦٦﴾

تمہارا رب ایسا ہے کہ تمہارے لئے کشتی کو دریا میں لے چلتا ہے تاکہ تم اس کے رزق کی تلاش کرو، بے شک وہ تمہارے حال پر بہت مہربان ہے۔

وَإِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُونَ إِلَّا إِيَّاهُ ۖ فَلَمَّا نَجَّاكُمْ إِلَى الْبَرِّ أَعْرَضْتُمْ ۚ

اور جب تم کو دریا میں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو بجز خدا کے اور جتنوں کی تم عبادت کرتے تھے سب غائب ہو جاتے ہیں، پھر جب تم کو خشکی کی طرف بچا لاتا ہے تو تم پھر پھر جاتے ہو

وَكَانَ الْإِنْسَانُ كَفُورًا ﴿٦٧﴾ أَفَأَمِنْتُمْ أَنْ يَخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ أَوْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ

اور (واقعی) انسان ہے بڑا ناشکرا۔ تو کیا تم اس بات سے بے فکر ہو بیٹھے ہو کہ تم کو خشکی کی جانب میں لا کر زمین میں دھنسا دیوے یا تم پر کوئی ایسی تند ہوا بھیج دیوے

حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوا لَكُمْ وَكِيلًا ﴿٦٨﴾ أَمْ أَمِنْتُمْ أَنْ يُعِيدَكُمْ فِيهِ تَارَةً أُخْرَىٰ فَيُرْسِلَ

جو کنکر پتھر برسانے لگے پھر تم کسی کو اپنا کارساز نہ پاؤ۔ یا تم اس سے بے فکر ہو گئے کہ خدائے تعالیٰ پھر تم کو دریا ہی میں دوبارہ لے جاوے پھر تم پر ہوا کا سخت طوفان

عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِنَ الرِّيحِ فَيُغْرِقَكُمْ بِمَا كَفَرْتُمْ ۙ ثُمَّ لَا تَجِدُوا لَكُمْ عَلَيْنَا بِهِ تَبِيعًا ﴿٦٩﴾

بھیج دے، پھر تم کو تمہارے کفر کے سبب غرق کردے، پھر اس بات پر کوئی ہمارا پیچھا کرنے والا تم کو نہ ملے۔

رَبُّكُمْ تمہارا رب	الَّذِي وہ جو کہ	يُزْجِي چلاتا ہے	لَكُمْ تمہارے لئے	الْفُلْكَ کشتی	فِي الْبَحْرِ دریا میں	لِتَبْتَغُوا تاکہ تم تلاش کرو	
مِنْ سے	فَضْلِهِ اس کا فضل	إِنَّهُ بیشک وہ	كَانَ ہے	بِكُمْ تم پر	رَحِيمًا نہایت مہربان	وَإِذَا اور جب	مَسَّكُمْ تمہیں چھوتی ہے
الضُّرُّ تکلیف	فِي الْبَحْرِ دریا میں	ضَلَّ گم ہو جاتے ہیں	مَنْ جو	تَدْعُونَ تم پکارتے تھے	إِلَّا إِيَّاهُ اس کے سوا	فَلَمَّا پھر جب	
نَجَّاكُمْ وہ تمہیں بچا لایا	إِلَى الْبَرِّ خشکی کی طرف	أَعْرَضْتُمْ تم پھر جاتے ہو	وَكَانَ اور ہے	الْإِنْسَانُ انسان	كَفُورًا بڑا ناشکرا		
أَفَأَمِنْتُمْ سو کیا تم نڈر ہو گئے ہو	أَنْ کہ	يَخْسِفَ دھنسا دے	بِكُمْ تمہیں	جَانِبَ الْبَرِّ خشکی کی طرف	أَوْ یا	يُرْسِلَ بھیجے	عَلَيْكُمْ تم پر
حَاصِبًا پتھر برسانے والی ہوا	ثُمَّ پھر	لَا تَجِدُوا تم نہ پاؤ	لَكُمْ اپنے لئے	وَكِيلًا کوئی کارساز	أَمْ یا	أَمِنْتُمْ تم بے فکر ہو گئے ہو	
أَنْ کہ	يُعِيدَكُمْ وہ تمہیں لے جائے	فِيهِ اس میں	تَارَةً أُخْرَىٰ دوبارہ	فَيُرْسِلَ پھر بھیج دے وہ	عَلَيْكُمْ تم پر	قَاصِفًا سخت جھونکا	
مِنَ سے۔کا	الرِّيحِ ہوا	فَيُغْرِقَكُمْ پھر تمہیں غرق کر دے	بِمَا بدلہ میں	كَفَرْتُمْ تم نے ناشکری کی	ثُمَّ پھر	لَا تَجِدُوا تم نہ پاؤ	
لَكُمْ اپنے لئے	عَلَيْنَا ہم پر ہمارا	بِهِ اس پر	تَبِيعًا پیچھا کرنے والا				

تفسیر وتشریح

عرب بھی اس زمانہ میں پانی میں سفر کرتے تھے یا خشکی میں اور بتلایا جاتا ہے کہ انسان طلب معاش، تجارت وسوداگری یا دوسرے کاروبار یا مختلف اغراض کے لئے بحر یعنی دریا یا سمندر میں کشتی میں سوار ہو کر سفر کرتا ہے اور حسب اتفاق اگر سمندر میں پہنچنے کے بعد طوفان آتا ہے اور ہوا مخالف چلتی ہے تو جب اس مصیبت کے وقت میں ظاہری اسباب جان بری کے نظر نہیں آتے اور کوئی تدبیر سوجھائی نہیں دیتی۔ ہر چہار طرف سے مایوسی ہی مایوسی نظر آتی ہے۔ ہلاکت آنکھوں کے سامنے پھرنے لگتی ہے اور نجات کا راستہ کوئی نظر نہیں آتا اس وقت انسان فطرۃً تمام باطل و فرضی معبودوں کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے گڑگڑاتا ہے عاجزی کرتا ہے اور اللہ ہی کو پکارتا ہے۔ مشرکین عرب ایسا ہی کرتے تھے کہ حالت اضطراب میں وہ اس وقت خاص اللہ کو پکارتے تھے۔ مگر جب

طوفان سے نجات دے دی جاتی اور کشتی ساحل پر لگتی اور خشکی پر آتے تو پھر اپنے باطل معبودوں کی طرف پھر جاتے۔ اس بات پر اللہ تعالیٰ الزام دیتے ہیں کہ انسان کیسا غافل اور ناشکرا ہے کہ اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کی طرف دوڑتا پھرتا ہے۔ جب خدا مصیبت دور کر دیتا ہے تو بجائے شکر گزاری کے ناشکری کرنے لگتا ہے آگے اللہ تعالیٰ اس غفلت و جہالت پر تنبیہ کرنے کے لئے فرماتے ہیں کہ سمندر یا دریا سے نجات پانے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ خدا کی گرفت سے بھی آزادی مل جاتی ہے۔ کیا خدا پانی سے نجات دینے کے بعد خشکی میں زمین کے اندر دھنسا سکتا یا ہوا کا زبردست طوفان بھیج کر آسمان سے پتھر برسا کر ہلاک نہیں کر سکتا یا سمندر میں دوبارہ لے جا کر ہوا کا طوفان بھیج کر ہلاک نہیں کر سکتا۔ خدا کے نزدیک ان میں سے کوئی بات دشوار یا محال ہے؟ اور پھر اس ہلاکت پر خدا سے کوئی باز پرس کرنے والا نہیں۔ ان آیات کے مضمون کی تائید و تصدیق میں مفسرین نے لکھا ہے کہ فتح مکہ کے روز ابو جہل کے لڑکے عکرمہ اپنی جان بچانے کے لئے مکہ سے بھاگے اور چونکہ یہ بھی اپنے باپ کی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شدید ترین دشمن تھے اس لئے فتح مکہ کے دن ان کے قتل کا بھی حکم دیا گیا تھا۔ انہوں نے کشتی میں سوار ہو کر حبشہ بھاگ کر جانا چاہا تو راستہ میں سمندر میں طوفان آیا۔ موجوں کا تلاطم، پانی کی طغیانی، رات کی تاریکی اور ہوا کا زور کشتی کو ڈگمگانے لگا۔ جب نجات کی کوئی سبیل نہ رہی تو کشتیبانوں نے مسافروں سے کہا کہ اب یہ وقت محض دعا کا ہے۔ مدد کے لئے ایک خدا کو پکارو۔ سب اللہ کے سامنے سربسجود ہو کر گڑگڑاؤ۔ مسافروں نے انتہائی عاجزی سے بارگاہ الٰہی میں دعا کی بحکم خدا طوفان تھما اور کشتی صحیح سالم کنارے لگ گئی۔ عکرمہ جو اس وقت تک کفر پر قائم تھے اور بعد میں مسلمان بن کر حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہے جانے لگے کہتے ہیں کہ میں نے اپنے دل میں غور کیا کہ اگر سمندر میں سوائے اللہ کے اور کوئی مدد نہیں کر سکتا تو سمندر سے باہر خشکی پر بھی وہی کارساز ہے۔ اس کے سوا کوئی حامی و مددگار نہیں۔ اس لئے اب اگر میں عافیت کے ساتھ مکہ پہنچ گیا تو اپنا ہاتھ رسول خدا کے ہاتھ میں دے دوں گا۔ ان کی بیوی ام حکیم بنت حارث مکہ ہی میں رہیں اور اسلام لے آئیں اور بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر اپنے شوہر کے لئے جان بخشی اور امن کے لئے درخواست کی۔ رحمت عالم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عکرمہ کے لئے امان کی درخواست کو فوراً منظور فرمالیا۔ امان مل جانے پر ام حکیم عکرمہ کے پاس پہنچیں اور کہا کہ میں سب سے بہتر اور سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے اور سب سے زیادہ نیکوکار شخص کے پاس سے آئی ہوں اور تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے امان حاصل کر لیا ہے۔ تم اپنے آپ کو اب ہلاکت میں مت ڈالو۔ یہ سن کر عکرمہ نے ام حکیم کے ساتھ مکہ واپس آنے کا قصد کیا۔ ادھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عکرمہ کے پہنچنے سے پہلے ہی صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا عکرمہ مومن ہو کر آ رہا ہے لہٰذا اس کے باپ کو برا نہ کہنا۔ مردہ کو برا کہنے سے زندہ کو تکلیف ہوتی ہے۔ اللہ اکبر! یہ تھا اخلاق نبویؐ۔ الغرض عکرمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے اور آپ کے سامنے کھڑے ہو گئے اور بیوی ساتھ تھیں جو نقاب ڈالے ایک طرف کھڑی ہو گئیں۔ عکرمہ نے عرض کیا کہ یہ میری بیوی حاضر ہے۔ اس نے مجھ کو خبر دی ہے کہ آپ نے مجھ کو امان دیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس نے سچ کہا۔ تجھ کو امان ہے۔ الغرض عکرمہ نے کلمہ شہادت پڑھ کر اسلام قبول کیا اور کہا کہ میں اللہ کو اور تمام حاضرین کو گواہ بناتا ہوں کہ میں مسلمان اور مجاہد ہوں اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ آپ سے میری یہ درخواست ہے کہ آپ میرے لئے استغفار فرمائیں۔ آپؐ نے عکرمہ کے لئے دعاء مغفرت فرمائی۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ سخت مصیبت اور تکلیف کے وقت انسان اپنی فطرت اول پر آ جاتا ہے اور اضطراری طور پر خدا کو پکارتا ہے لیکن جب اضطرار دور ہو جاتا ہے اور ہوش و حواس ٹھکانے لگتے ہیں تو پھر شیطانی جال میں پھنس کر خدا کو بھول جاتا ہے اور عقل پر غفلت کے پردہ پڑ جاتے ہیں۔ گویا ان آیات میں اثبات توحید اور ابطال شرک کے علاوہ یہ تعلیم بھی دینی مقصود ہے کہ دانشمند انسان وہ ہے جو دکھ و سکھ دونوں میں خدا کو یاد کرے۔ دکھ میں یاد کرنا اور سکھ میں بھول جانا یہ خلاف عقل اور خلاف انسانیت ہے۔ ابھی آگے بعض مزید انعامات یاد دلا کر توحید اور فکر آخرت کی دعوت دی گئی ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ

اور ہم نے آدمؑ کی اولاد کو عزت دی اور ہم نے ان کو خشکی اور دریا میں سوار کیا' اور نفیس نفیس چیزیں ان کو عطا فرمائیں اور ہم نے ان کو اپنی بہت سی مخلوق

عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ﴿٧٠﴾ يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ ۚ فَمَنْ اُوْتِيَ

پر فوقیت دی۔ جس روز ہم تمام آدمیوں کو ان کے نامۂ اعمال سمیت بلاویں گے پھر جس کا نامۂ اعمال اس کے

كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَاُولٰٓئِكَ يَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿٧١﴾ وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ

داہنے ہاتھ میں دیا جاوے گا تو ایسے لوگ اپنا نامۂ اعمال پڑھیں گے اور ان کا ذرا نقصان نہ کیا جاوے گا۔ اور جو شخص دنیا میں اندھا رہے گا

اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿٧٢﴾

سو وہ آخرت میں بھی اندھا رہے گا اور زیادہ راہ گم کردہ ہوگا۔

وَلَقَدْ اور تحقیق	كَرَّمْنَا ہم نے عزت بخشی	بَنِيٓ اٰدَمَ اولاد آدم	وَحَمَلْنٰهُمْ اور ہم نے انہیں سواری دی	فِي الْبَرِّ خشکی میں	وَالْبَحْرِ اور دریا	
وَرَزَقْنٰهُمْ اور ہم نے انہیں رزق دیا	مِّنَ سے	الطَّيِّبٰتِ پاکیزہ چیزیں	وَفَضَّلْنٰهُمْ اور ہم نے انہیں فضیلت دی	عَلٰى پر	كَثِيْرٍ بہت سی	مِّمَّنْ اس سے جو
خَلَقْنَا ہم نے پیدا کیا	تَفْضِيْلًا بڑائی دیکر	يَوْمَ جس دن ہم	نَدْعُوْا بلائیں گے	كُلَّ اُنَاسٍ تمام لوگ	بِاِمَامِهِمْ ان کے پیشواؤں کے ساتھ	
فَمَنْ پس جو	اُوْتِيَ دیا گیا	كِتٰبَهٗ اسکی کتاب	بِيَمِيْنِهٖ اسکے دائیں ہاتھ میں	فَاُولٰٓئِكَ تو وہ لوگ	يَقْرَءُوْنَ پڑھیں گے	كِتٰبَهُمْ اپنا اعمال نامہ
وَلَا اور نہ	يُظْلَمُوْنَ وہ ظلم کئے جائیں گے	فَتِيْلًا ایک دھاگے برابر	وَمَنْ اور جو	كَانَ رہا	فِيْ هٰذِهٖٓ اس (دنیا) میں	اَعْمٰى اندھا
فَهُوَ پس وہ	فِي الْاٰخِرَةِ آخرت میں	اَعْمٰى اندھا	وَاَضَلُّ اور بہت بھٹکا ہوا	سَبِيْلًا راستہ		

تفسیر و تشریح

گذشتہ آیات میں انسانوں پر بعض انعامات الٰہیہ کا ذکر فرمایا گیا تھا۔ ساتھ ہی قدرت خداوندی اور اس کی گرفت سے ڈرایا گیا تھا۔

چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ حق تعالیٰ نے آدم کی اولاد کو بعض صفات خاصہ عطا فرمانے سے عزت دی۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے آدمی کو حسن صورت علم و عقل فہم و سمجھ ہوش و حواس عنایت فرمائے جن سے دنیا اور آخرت کے نفع و نقصان کو سمجھتا اور اچھے برے میں تفریق کرتا ہے۔ ہر طرف ترقی کی راہیں اس کے لئے کھلی ہوئی ہیں۔ دوسری مخلوقات کو قابو میں لا کر اپنے کام میں لگاتا ہے۔ خشکی میں جانوروں کی پیٹھ یا دوسری طرح کی سواریوں میں سفر کرتا ہے اور سمندروں کو کشتیوں اور جہازوں کے ذریعہ بے تکلف طے کرتا چلا جاتا ہے۔ قسم قسم کے عمدہ کھانے کپڑے مکانات' اور دنیوی آسائش اور رہائش کے سامانوں سے نفع اٹھاتا ہے۔ ان ہی انسانوں کے سب سے پہلے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے مسجود ملائکہ اور ان کے آخری پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کل مخلوقات کا سردار بنایا۔ غرض نوع انسانی کو حق تعالیٰ نے کئی حیثیت سے عزت اور شرافت دے کر اپنی بہت بڑی مخلوق پر فضیلت دی۔ پس انسانوں کو چاہئے کہ اس نعمت کی قدر کریں اور اس کا حق ادا کریں۔ یعنی توحید کو اختیار کریں اور ایک پروردگار عالم کی طاعت بجالاویں۔

آگے انسانوں کو قیامت کے دن کی یاددلائی جاتی ہے جہاں دیکھا جائے گا کہ دنیا میں فطری حیثیت سے انسانوں کو جو عزت و فضیلت بخشی تھی اس نے کہاں تک قائم رکھی اور کتنے ہیں جنہوں نے انسانی عزوشرف کو خاک میں ملادیا۔ جب کہ میدان حشر میں سب اولین وآخرین انسان حاضر کئے جائیں گے اور ان کے نامہ اعمال اڑادیئے جائیں گے۔ کسی کا اعمال نامہ سامنے سے داہنے ہاتھ میں اور کسی کا پیچھے سے بائیں ہاتھ میں پہنچ جائے گا۔ گویا یہ ایک حسی علامت ان کے مقبول یا مردود ہونے کی سمجھی جائے گی۔ اصحاب یمین یعنی داہنے ہاتھ میں اعمال نامہ پکڑنے والے وہ ہوں گے جنہوں نے دنیا میں حق کو قبول کر کے اپنی فطری شرافت اور انسانی کرامت کو باقی رکھا اور جس طرح دنیا میں انہوں نے دیکھ بھال کر اور سوچ سمجھ کر کام کئے آخرت میں ان کی وہ احتیاط کام آئی۔ اس دن وہ بڑی خوشی سرور اور انبساط سے اپنا اعمال نامہ پڑھیں گے۔ اور دوسروں کو کہیں گے۔ لوآؤ میری کتاب پڑھ لو۔

یوں تو اپنا نامہ اعمال تمام آدمی پڑھیں گے۔ داہنے ہاتھ میں لینے والے بھی اور بائیں ہاتھ میں لینے والے بھی۔ مگر بائیں ہاتھ میں لینے والوں کا نامہ اعمال چونکہ بدکاریوں سے پر ہوگا اس لئے وہ بادل ناخواستہ پڑھیں گے اور داہنے ہاتھ میں لینے والے خوشی خوشی پڑھیں گے اور خوشی سے پڑھنا ہی درحقیقت پڑھنا ہے۔ اس لئے یہاں پڑھنے کے لئے داہنے ہاتھ میں لینے والوں کا خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمایا۔ باقی دوسرے لوگ یعنی اصحاب شمال جن کو اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں ملے گا ان کا کچھ حال آگے بتلایا جاتا ہے کہ جو شخص دنیا میں راہ نجات دیکھنے سے اندھا رہے گا وہ آخرت میں بھی منزل تک یعنی بہشت تک پہنچنے سے اندھا رہے گا۔

جو شخص اللہ کی الوہیت وتوحید پر استدلال نہیں کرسکتا اور کھلی ہوئی راہ حق کو چھوڑ کر اندھا دھند گمراہی کے غاروں میں گرتا ہے اور اس طرح انسانی شرف وعزت جو اسے دیا گیا تھا خاک میں ملا دیتا ہے اس کو آخرت میں راہ جنت نہ دکھائی دے گی۔ خوشی اور راحت ابدی کا منہ نہ دیکھ سکے گا۔ سو ایسے شخص کا بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال دیا جائے گا۔

قرآن مجید کی دیگر آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال کفار کو دیا جائے گا اور داہنے ہاتھ میں اہل ایمان کو دیا جاوے گا خواہ عاصی ہوں یا غیر عاصی پھر خوش ہو کر جو نامہ اعمال پڑھے گا بلکہ اوروں کو بھی بلا کر پڑھوائے گا یہ خوشی ایمان کی ہوگی۔ گو بعض اعمال پر سزا بھی ہو جائے۔ قرآن پاک میں تو داہنے اور بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال کے دیئے جانے کی کیفیت مذکور نہیں لیکن بعض احادیث میں آیا ہے کہ سب نامۂ اعمال عرش کے نیچے جمع ہوں گے۔ اس وقت ایک ہوا آوے گی کہ اڑا کر کسی کے داہنے ہاتھ میں اور کسی کے بائیں ہاتھ میں اعمال نامہ پہنچا دے گی۔ تو اس دنیا میں اور اس زندگی میں آج موقع ہے کہ راہ حق اور راہ نجات کی تلاش وسعی کر لی جائے اور اللہ نے ہم کو انسان بنا کر جو اشرف المخلوقات ہونے کی فضیلت بخشی ہے اس کی قدردانی کرلی جائے ورنہ یہ دنیا میں راہ حق سے اندھا پن آخرت کے اندھے پن کا باعث ہوگا۔

اب آگے دنیا میں راہ حق سے اندھے یعنی کفار ومشرکین کی بعض عداوت کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ جو وہ اللہ کے رسول اور راہ حق کے ہادی سے برتتے تھے۔ جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل وکرم سے ہم کو اشرف المخلوقات انسان بنایا اور پھر انسان بنا کر اسلام وایمان نصیب فرمایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونا نصیب فرمایا۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاِنۡ كَادُوۡا لَيَفۡتِنُوۡنَكَ عَنِ الَّذِىۡۤ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ لِتَفۡتَرِىَ عَلَيۡنَا غَيۡرَهٗ ‌ۖ وَاِذًا لَّا

اور یہ (کافر) آپ کو اس چیز سے بچلانے ہی لگے تھے۔ جو ہم نے آپ پر وحی کے ذریعہ سے بھیجی ہے تاکہ آپ اس کے سوا ہماری طرف غلط بات کی نسبت کر دیں'

تَّخَذُوۡكَ خَلِيۡلًا ﴿۷۳﴾ وَلَوۡلَاۤ اَنۡ ثَبَّتۡنٰكَ لَقَدۡ كِدْتَّ تَرۡكَنُ اِلَيۡهِمۡ شَيۡـًٔـا قَلِيۡلًا ﴿۷۴﴾ اِذًا لَّاَذَقۡنٰكَ

اور ایسی حالت میں آپ کو گاڑھا دوست بنا لیتے۔ اور اگر ہم نے آپ کو ثابت قدم نہ بنایا ہوتا تو آپ ان کی طرف کچھ کچھ جھکنے کے قریب جا پہنچتے۔ اگر ایسا ہوتا

ضِعۡفَ الۡحَيٰوةِ وَضِعۡفَ الۡمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيۡنَا نَصِيۡرًا ﴿۷۵﴾

تو ہم آپ کو حالت حیات میں اور بعد موت کے دوہرا عذاب چکھاتے' پھر آپ ہمارے مقابلہ میں کوئی مددگار بھی نہ پاتے۔

وَاِنۡ اور تحقیق	كَادُوۡا وہ قریب تھا	لَيَفۡتِنُوۡنَكَ کہ تمہیں بچلا دیں	عَنِ سے	الَّذِىۡ وہ لوگ جو	اَوۡحَيۡنَاۤ ہم نے وحی کی	اِلَيۡكَ تمہاری طرف
لِتَفۡتَرِىَ تاکہ تم جھوٹ باندھو	عَلَيۡنَا ہم پر	غَيۡرَهٗ اس کے سوا	وَاِذًا اور اس صورت میں		لَّاتَّخَذُوۡكَ البتہ وہ تمہیں بنا لیتے	خَلِيۡلًا دوست
وَلَوۡلَاۤ اور اگر نہ	اَنۡ یہ کہ	ثَبَّتۡنٰكَ ہم تمہیں ثابت قدم رکھتے	لَقَدۡ كِدْتَّ تَرۡكَنُ البتہ تم جھکنے لگتے	اِلَيۡهِمۡ ان کی طرف	شَيۡـًٔـا کچھ	قَلِيۡلًا تھوڑا
اِذًا اس صورت میں	لَّاَذَقۡنٰكَ ہم تمہیں چکھاتے	ضِعۡفَ دوگنی	الۡحَيٰوةِ زندگی	وَضِعۡفَ اور دوگنی	الۡمَمَاتِ موت	ثُمَّ پھر / لَا تَجِدُ تم نہ پاتے
	لَكَ اپنے لئے	عَلَيۡنَا ہم پر	نَصِيۡرًا کوئی مددگار			

تفسیر و تشریح

ان آیات کے شان نزول کے سلسلہ میں بعض مخصوص روایات بھی نقل کی گئی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ مشرکین مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حجر اسود کو ہاتھ لگاتے ہوئے دیکھ کر آپ سے کہا کہ جس طرح ایک پتھر حجر اسود ہے۔ ایسے ہی ہمارے بت بھی ہیں۔ اگر ایک دفعہ آپ ہمارے بتوں کو ہاتھ لگا لیں تو آئندہ ہم حجر اسود کو چھونے کی اجازت دیں گے ورنہ نہیں۔ یہ بات سن کر آپ کے دل میں ایک طرح کا پس و پیش تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کا پس و پیش رفع کرنے اور مشرکوں کے بہکاوے سے محفوظ رکھنے کی غرض سے یہ آیات نازل فرمائیں۔ ایک روایت میں ہے کہ قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر آپ کو ہمارے لئے رسول بنا کر بھیجا گیا ہے تو ان رذیل غلاموں اور شکستہ حال غریب لوگوں کو اپنے پاس سے الگ کر دو تاکہ ہم لوگ آپ کے پاس آسکیں۔ کیونکہ ان کے ساتھ بیٹھنا ہم اپنی توہین سمجھتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مشورہ کے بعد کچھ مائل ہوئے تھے کہ آیات مذکورہ کا نزول ہوا۔ اور بھی مختلف واقعات ان آیات کے نزول کے اسباب میں لکھے ہیں۔ چونکہ نبی کا کوئی دینی فعل وحی کے بغیر نہیں ہوتا اس لئے اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کفار کی خواہش پوری کر دیتے تو لوگ اس کو وحی کی اجازت پر منحصر کرتے اور واقع میں یہ غلط انتساب ہوتا جس کو قرآنی الفاظ میں افترا کہا گیا ہے۔ تو اگر آپ العیاذ باللہ بفرض محال ایسا کر گزرتے تو بیشک یہ کفار و مشرکین آپ کو گاڑھا دوست بنا لیتے مگر آپ پیغمبر معصوم ہیں کفار کی چالوں سے اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت فرماتا رہا۔ اور آپ کی تائید و نصرت برابر کرتا رہا۔

آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل و شرف کا نہایت لطیف پیرایہ میں اظہار فرمایا جا رہا ہے۔ مقربین کے لئے جیسے انعامات بہت بڑے ہیں ایسے ہی ان کی چھوٹی سے چھوٹی غلطی یا

کوتاہی پر گرفت بھی سخت ہوتی ہے ۔ جیسے ازواج مطہرات امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو سورۂ احزاب ۲۱ ویں پارہ کے ختم پر فرمایا گیا کہ اگر بالفرض تم سے کوئی بداخلاقی کا کام ہو جائے تو جو سزا اوروں کو اس کام پر ملتی ہے اس سے دگنی سزا ملے گی۔تو یہاں بتلایا گیا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا مرتبہ معمولی نہیں۔اگر ادنیٰ سے ادنیٰ غلطی ہو تو دنیا میں اور آخرت میں دوگنا مزہ چکھنا پڑے۔مفسرین نے لکھا ہے کہ مومنین کو چاہئے کہ ان آیات کو تلاوت کرتے وقت دوزانوں بیٹھ کر انتہائی خوف وخشیت کے ساتھ حق تعالیٰ کی شان جلال و جبروت میں غور کریں۔اور وہی کہیں جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے نزول پر فرمایا تھا۔ ”اللھم لاتکلنی الیٰ نفسی طرفة عین“ خداوندا! چشم زدن یعنی ایک لحہ کے لئے بھی مجھے میرے نفس کے حوالہ نہ کیجئے۔یعنی ہمیشہ اپنی ہی حفاظت وکفالت میں رکھے۔

یہاں یہ سمجھ لیجئے۔کہ یہ ارشاد الٰہی بطور الزام نہیں بلکہ آپ کے کمال ایمانی کا مظہر ہے۔اور یہ عتاب نہیں بلکہ اظہار محبوبیت ہے کہ آپ ایسے محبوب ہیں کہ کفار کی طرف کچھ قدرے قلیل رحجان اور میلان سے بھی بچالیا۔ محققین علمائے مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیات اس باب میں نص ہیں کہ حضرات انبیاء کا محافظ بھی حق تعالیٰ ہی ہے۔ محض ان کی قدرت قدسیہ کافی نہیں تو کسی دوسرے کو اپنے تقدس اور نسبت باطنی پر ناز اور بھروسہ کرنے کا کیا حق ہے؟ یہیں سے فقہا نے یہ مسئلہ استنباط کیا ہے کہ علماء اور خواص پر جاہل عوام سے سخت تر گرفت ہوگی۔

یہاں کفار کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جس عداوت کا ذکر ہوا یہ تو تھی دین کے اعتبار سے آگے ان کی عداوت کا جو دنیا کے اعتبار سے تھی ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہم کو دین پر ثابت قدمی عطا فرماویں اور ظاہر میں اور باطن میں ہم کو شریعت مطہرہ کی پابندی نصیب فرماویں اور ہر طرح کی چھوٹی بڑی نافرمانی سے ہم کو بچاویں۔اور ہماری کوتاہیوں کو معاف فرمائیں اور دنیا وآخرت میں اپنی مغفرت ورحمت سے نوازیں۔

یا اللہ ہم کو ایک لحہ کے لئے بھی ہمارے نفس کے حوالہ نہ کیجئے اور نفس وشیطان کی شرارتوں سے ہر حال میں ہماری حفاظت فرمایئے۔

یا اللہ اب امت میں یہ فتنہ بھی پھیل چلا ہے کہ دنیا کے مفاد کے خاطر دین وآخرت کو نظر انداز کردیتے ہیں۔

یا اللہ! اس خصلت سے ہم کو ہر حال میں بچایئے۔اور دین کو مقدم رکھنے کی سعادت عطا فرمایئے۔

یا اللہ ہمارے قدم صراط مستقیم سے کسی حال میں ڈگمگانے نہ پاویں۔

یا اللہ ہم کو وہ عزم وہمت عطا فرما کہ ہم دین اور آپ کی خوشنودی کے مقابلہ میں دنیا کے کسی نقصان اور خسارہ کا خیال بھی دل میں نہ آنے دیں۔

یا اللہ ہم کو مضبوطی کے ساتھ دین پر جمے رہنے کی توفیق وہمت عطا فرما اور دشمنان دین کی دوستی اور رفاقت سے ہم کو دور رکھیئے۔آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَاِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا

اور یہ لوگ اس سرزمین سے آپ کے قدم ہی اکھاڑنے لگے تھے تا کہ آپ کو اس سے نکال دیں اور اگر ایسا ہو جاتا تو آپ کے بعد یہ بھی بہت کم ٹھہرنے پاتے۔

قَلِيْلًا ﴿۷۶﴾ سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيْلًا ﴿۷۷﴾ اَقِمِ

جیسا کہ اُن صاحبوں کے باب میں (ہمارا) قاعدہ رہا ہے جن کو آپ سے پہلے ہم نے رسول بنا کر بھیجا تھا۔ اور آپ ہمارے (اُس) قاعدے میں تغیر نہ پاویں گے۔

الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ﴿۷۸﴾

آفتاب ڈھلنے کے بعد سے رات کے اندھیرے ہونے تک نمازیں ادا کیا کیجئے اور صبح کی نماز بھی' بیشک صبح کی نماز (فرشتوں کے) حاضر ہونے کا وقت ہے۔

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴿۷۹﴾

اور کسی قدر رات کے حصہ میں سو اس میں تہجد پڑھا کیجئے' جو کہ آپ کیلئے زائد چیز ہے' امید ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقام محمود میں جگہ دے گا۔

وَاِنْ اور تحقیق	كَادُوْا قریب تھا	لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ کہ تمہیں پھسلا ہی دیں	مِنَ سے	الْاَرْضِ زمین (مکہ)	لِيُخْرِجُوْكَ تا کہ وہ تمہیں نکال دیں		
مِنْهَا یہاں سے	وَاِذًا اور اس صورت میں	لَا يَلْبَثُوْنَ وہ نہ ٹھہر پاتے	خِلٰفَكَ تمہارے پیچھے	اِلَّا مگر	قَلِيْلًا تھوڑا	سُنَّةَ سنت	مَنْ جو
قَدْ اَرْسَلْنَا ہم نے بھیجا	قَبْلَكَ آپ سے پہلے	مِنْ سے	رُسُلِنَا اپنے رسول (جمع)	وَلَا تَجِدُ اور تم نہ پاؤ گے	لِسُنَّتِنَا ہماری سنت میں		
تَحْوِيْلًا کوئی تبدیلی	اَقِمِ قائم کریں آپ	الصَّلٰوةَ نماز	لِدُلُوْكِ ڈھلنے سے	الشَّمْسِ سورج	اِلٰى تک	غَسَقِ اندھیرا	الَّيْلِ رات
وَقُرْاٰنَ اور قرآن	الْفَجْرِ فجر (صبح)	اِنَّ بیشک	قُرْاٰنَ الْفَجْرِ صبح کا قرآن	كَانَ ہے	مَشْهُوْدًا حاضر کیا گیا (فرشتوں کو)	وَمِنَ اور کچھ حصہ	
الَّيْلِ رات	فَتَهَجَّدْ سو بیدار رہیں	بِهٖ اس (قرآن کے) ساتھ	نَافِلَةً نفل (زائد)	لَكَ تمہارے لئے	عَسٰى قریب	اَنْ يَّبْعَثَكَ کہ تمہیں کھڑا کرے	
رَبُّكَ تمہارا رب	مَقَامًا مَّحْمُوْدًا مقام محمود						

تفسیر وتشریح

یہاں یہ بتلایا جاتا ہے کہ یہ کفار و مشرکین چاہتے ہیں کہ آپ کو تنگ کر کے اور گھبرا کر مکہ سے نکال دیں لیکن یہ یاد رکھیں کہ ایسا کیا تو وہ خود زیادہ دنوں تک یہاں نہ رہ سکیں گے۔ چنانچہ اسی طرح واقع ہوا۔ مشرکین کے ظلم و ستم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کا سبب بنے۔ آپ کا مکہ سے تشریف لے جانا تھا کہ تقریباً ڈیڑھ سال بعد بدر کی جنگ واقع ہوئی جس میں مکہ کے بڑے بڑے نامور سردار گھروں سے نکل کر میدان بدر میں آئے اور نہایت ذلت کے ساتھ ہلاک ہوئے۔ کفر کا دھڑ ٹوٹ گیا۔ وہی سرداران قریش جو ندوہ میں جمع ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے جبراً نکالنے کے منصوبہ کرتے تھے میدان بدر میں تہ تیغ ہوئے اور ان کی سب شان و شوکت خاک میں مل گئی۔ اور اس کے ۵-۶ سال بعد مکہ پر اسلام کا قبضہ ہو گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فاتح کی حیثیت سے مکہ معظمہ میں داخل ہوئے۔ کفار کی حکومت و شوکت تباہ ہو گئی اور پھر قریب ۲ سال کے اندر اندر سرزمین عرب مشرکین کے وجود سے پاک کر دی گئی اور پورے جزیرۃ العرب میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک مخالف بھی باقی نہ رہا۔ جو بھی اس

ملک میں رہا مسلمان بن کر رہا۔ مشرک بن کر وہاں نہ ٹھہر سکا۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ سارے انبیاء کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا یہی معاملہ رہا ہے کہ جب کسی بستی میں پیغمبر خدا کو نہ رہنے دیا تو بستی والے خود نہ رہے۔ یا تو خدا کے عذاب نے انہیں ہلاک کیا یا کسی دشمن قوم کو اس پر مسلط کیا گیا یا خود اسی نبی کے پیروؤں سے ان کو مغلوب کرا دیا گیا۔ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جاتی ہے کہ آپ ان کفار ومشرکین کی منصوبہ بندیوں کی فکر نہ کیجئے آپ اپنے مالک کی طرف متوجہ رہیں اور نمازوں کو ٹھیک ٹھاک قائم رکھیں۔ تعلق مع اللہ وہ چیز ہے جو انسان کو تمام مشکلات ومصائب پر غالب کر دیتی ہے۔

اس لئے آگے آیت میں مجملاً یہ بتایا گیا کہ پنج وقتہ نماز جو معراج کے موقع پر فرض کی گئی تھی اس کے اوقات کس طرح مقرر کئے جائیں حکم ہوا کہ ایک نماز تو طلوع آفتاب سے پہلے پڑھ لی جائے یعنی فجر کی اور باقی چار نمازیں زوال آفتاب کے بعد سے ظلمت شب تک پڑھی جائیں گویا ظہر عصر مغرب عشاء کی احادیث میں آتا ہے کہ اس حکم کی تشریح کے لئے جو یہاں فرمایا گیا۔ جبرئیل علیہ السلام بھیجے گئے جنھوں نے نماز کے ٹھیک ٹھیک اوقات کی تعلیم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دی چنانچہ ترمذی اور ابوداؤد میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جبرئیلؑ نے دو مرتبہ مجھ کو بیت اللہ کے قریب جا کر نماز پڑھائی۔ پہلے دن ظہر کی نماز ایسے وقت پڑھائی جبکہ سورج ابھی ڈھلا ہی تھا اور سایہ ایک جوتی کے تسمہ سے زیادہ دراز نہ تھا۔ پھر عصر کے نماز ایسے وقت پڑھائی جب کہ ہر چیز کا سایہ اس کے قد کے برابر تھا پھر مغرب کی نماز ٹھیک اس وقت پڑھائی جبکہ روزہ دار روزہ افطار کرتا ہے۔ پھر عشاء کی نماز شفق غائب ہوتے ہی پڑھا دی۔ اور فجر کی نماز اس وقت پڑھائی جبکہ روزہ دار پر کھانا پینا حرام ہو جاتا ہے۔ دوسرے دن انہوں نے مجھے ظہر کی نماز اس وقت پڑھائی جبکہ ہر چیز کا سایہ اس کے قد کے برابر تھا اور عصر کی نماز اس وقت جبکہ ہر چیز کا سایہ اس کے قد سے دوگنا ہو گیا اور مغرب کی نماز اس وقت جبکہ روزہ دار روزہ افطار کرتا ہے اور عشاء کی نماز ایک تہائی رات گزر جانے پر اور فجر کی نماز اچھی طرح روشنی پھیل جانے پر۔ پھر جبرئیلؑ نے پلٹ کر مجھ سے کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہی اوقات انبیاء کے نماز پڑھنے کے ہیں اور نمازوں کے اوقات ان دونوں وقتوں کے درمیان ہیں۔ یعنی پہلے دن ہر وقت کے نماز کی ابتدا اور دوسرے دن ہر وقت کی انتہا بتائی گئی کہ جن کے درمیان نماز ادا ہونا چاہئے۔ قرآن مجید میں خود بھی مختلف مواقع پر نماز کے ان پانچوں اوقات کی طرف اشارے کئے گئے ہیں۔ حدیث میں یہ بھی آتا ہے کہ فجر اور عصر کے وقت دن رات کے فرشتوں کی بدلی ہوتی ہے لہٰذا ان دو وقتوں میں رات اور دن کے فرشتوں کا اجتماع ہوتا ہے تو فجر اور عصر کی نماز ان کے روبرو ہوئی جو مزید برکت کا موجب ہے اور اس وقت اوپر آسمان پر جانے والے فرشتے جب صعود کرتے ہیں تو خدا تعالیٰ باوجود عالم الغیب ہونے کے فرشتوں سے دریافت فرماتے ہیں کہ میرے بندوں کو تم نے کس حال پر چھوڑا۔ وہ عرض کرتے ہیں پروردگار جب ہم ان کے پاس گئے تھے اس وقت بھی نماز پڑھ رہے تھے اور جب ہم نے ان کو چھوڑا اس وقت بھی وہ نماز میں تھے۔ تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز فجر میں شب وروز کے ملائکہ جمع ہوتے ہیں جو بارگاہ الٰہی میں حاضرین صلوٰۃ فجر کے متعلق شہادت دیتے ہیں یہاں آیت میں اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا یعنی بیشک صبح کی نماز حاضر ہونے کا وقت ہے۔ یہی فرشتوں کی حاضری مراد ہے۔ ان پانچ وقتوں کی فرض نمازوں کے علاوہ رات میں تہجد کی نماز بھی

پڑھنے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا گیا کہ کسی قدر رات کے حصہ میں نماز تہجد ادا کیا کیجئے۔ جو آپ کے لئے پنج گانہ نمازوں کے علاوہ ایک زائد نماز ہے۔ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بالخصوص نماز تہجد کا حکم دینے کی وجہ بیان فرمائی جاتی ہے۔ عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا امید ہے یعنی وعدہ ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقام محمود میں جگہ دے گا۔

اس آیت میں مقام محمود سے جہاں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑا کرنے کا وعدہ فرمایا جاتا ہے باتفاق تمام مفسرین وہ مقام مراد ہے کہ جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے روز مخلوق کی شفاعت کرنے کو کھڑے ہوں گے۔ جبکہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک سب انبیاء نفسی نفسی کہیں گے اور کسی کی مجال نہ ہوگی کہ بارگاہ الٰہی میں مخلوق کے لئے شفاعت اور میدان حشر کی تکالیف سے نجات دیئے جانے کے لئے عرض معروض کر سکیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے عرض کر کے خلقت کو میدان حشر کی تکالیف سے چھڑائیں گے اس وقت ہر شخص کی زبان پر آپ کی حمد و تعریف ہوگی اور حق تعالیٰ بھی آپ کی تعریف فرمائیں گے گویا شان محمدی علیہ الصلوٰۃ کا پورا ظہور اس وقت ہوگا۔

آیت کے آخری حصہ عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا میں شفاعت کبریٰ اور مقام محمود کا ذکر جو آیا ہے اس کی تفصیل احادیث میں ذکر فرمائی گئی ہے۔ موقع کی مناسبت سے جس کا ذکر ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ قیامت میں ہمارے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مقام محمود پر فائز کر کے بلند درجات عطا فرماویں۔ حق تعالیٰ ہم کو نمازوں کا قائم کرنے والا بنائیں۔ اور پنجگانہ نمازوں کو جماعت کی پابندی سے ان کے آداب وحقوق کی رعایت کے ساتھ ادا کرنے کی ہمت وتوفیق عطا فرماویں اور اپنے فضل وکرم سے تہجد کی نماز کے ادا کرنے کی دولت بھی ہم سب کو عطا فرماویں۔

یا اللہ آپ کے فرشتوں کی شہادت آپ کی بارگاہ میں ہمارے حق میں قبول ہو کر ہماری مغفرت کا ذریعہ ہو۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ

اور آپ یوں دعا کیجئے اے رب مجھ کو خوبی کے ساتھ پہنچائیو۔ اور مجھ کو خوبی کے ساتھ لے جائیو اور مجھ کو اپنے پاس سے ایسا غلبہ دیجیو جس کے ساتھ

سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا ﴿۸۰﴾ وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴿۸۱﴾

نصرت ہو۔ اور کہہ دیجئے کہ حق آیا اور باطل گیا گذرا ہوا واقعی باطل تو مٹنے ہی والا ہے۔

وَقُلْ اور کہیں	رَبِّ اے میرے رب	اَدْخِلْنِیْ مجھے داخل کر	مُدْخَلَ داخل کرنا	صِدْقٍ سچا	وَاَخْرِجْنِیْ اور مجھے نکال	مُخْرَجَ نکالنا	صِدْقٍ سچا
وَاجْعَلْ اور عطا کر	لِّیْ میرے لئے	مِنْ لَّدُنْكَ اپنی طرف سے	سُلْطٰنًا غلبہ	نَّصِیْرًا مدد دینے والا	وَقُلْ اور کہہ دیں آپ	جَآءَ آیا	الْحَقُّ حق
	وَزَهَقَ اور نابود ہو گیا	الْبَاطِلُ باطل	اِنَّ بیشک	الْبَاطِلَ باطل	كَانَ ہے ہی	زَهُوْقًا مٹنے والا	

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی تھی اور سکون روحانی اور اطمینان قلبی کے لئے اقامت الصلوٰۃ کا حکم دیا گیا تھا اور ساتھ ہی مقام محمود پر فائز کرنے کی بشارت سنائی گئی تھی۔ جس میں یہ اشارہ بھی موجود تھا کہ آج آپ کے مخالفین آپ کے کذب وعداوت میں کمربستہ ہیں مگر ایک وقت وہ آنے والا ہے جب کہ آپ ساری خلقت کے ممدوح بنیں گے اور اولین وآخرین تمام کے تمام آپ کی تعریف وتوصیف کریں گے۔

اب آگے اس امر مقدر کے متعلق دعا کرنے کی تلقین فرمائی جارہی ہے کہ جو کفار کی قوت سے نہیں بلکہ اسلامی مصالح کے پیش نظر ہونا ضروری تھا یعنی بہ مشیت الٰہی مکہ کو چھوڑنا اور مدینہ میں سکونت اختیار کرنا۔ اس دعاء کی تلقین سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہجرت کا وقت اب قریب آ لگا تھا چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دعا تلقین فرمائی گئی۔

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا ﴿۸۰﴾ اے میرے رب جہاں مجھے پہنچانا ہے (یعنی مدینہ میں) نہایت آبروٗ خوبی خوش اسلوبی سے پہنچا کہ حق کا بول بالا رہے اور جہاں سے نکالنا یعنی علیحدہ کرنا ہو (یعنی مکہ سے) تو وہ بھی آبروٗ خوبی اور خوش اسلوبی سے ہو کہ دشمن ذلیل و خوار اور دوست شاداں وفرحاں ہو بہرصورت صداقت کا دامن کسی حال میں نہ چھوٹے اور سچائی کی فتح اور جھوٹ کا سر نیچا ہو اور مجھے ایسا غلبہ اور تسلط عنایت فرما جس کے ساتھ آپ کی مدد اور نصرت ہوتا کہ حق کا بول بالا رہے اور معاندین ذلیل وپست ہوں۔

اب غور کیجئے کہ یہ اعلان اور عظیم الشان پیشین گوئی مکہ میں اس وقت کی گئی تھی جبکہ بظاہر وہاں کوئی سامان غلبہ حق کا نہ تھا۔ کفار کے ظلم وستم سے تنگ آ کر مسلمانوں کی ایک جماعت مکہ چھوڑ کر حبش میں پناہ گزین تھی۔ اور جو مسلمان مکہ یا اطراف مکہ میں تھے وہ بھی سخت بے کسی اور مظلومی کی حالت میں زندگی بسر کر رہے تھے اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک کو کفار کی طرف سے ہر وقت خطرہ تھا اس وقت بظاہر باطل ہی کو غلبہ تھا اور غلبہ حق کے بظاہر کوئی آثار نظر نہ آتے تھے۔ مگر اسی حالت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا جاتا ہے کہ آپ صاف صاف ان باطل پرستوں کو سنا دیں کہ حق آ گیا اور باطل مٹ گیا۔ ایسے وقت میں یہ عجیب اعلان باطل پرستوں اور معاندین کو محض زبانی دعویٰ محسوس ہوا اور انہوں نے تمسخر اور

ٹھوں میں اڑادیا۔ مگر تاریخ گواہ ہے کہ اس اعلان کے چند ہی سال بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ اسی شہر مکہ میں فاتح کی حیثیت سے داخل ہوئے اور کعبے میں جا کر اس باطل کو مٹا دیا جو ۳۶۰ بتوں کی صورت میں وہاں سجا رکھا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت سے نقل کیا گیا ہے کہ ۲۰ رمضان یوم جمعہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹنی پر سوار تھے اور اس پر بیٹھے بیٹھے آپ نے طواف کیا۔ اس وقت تک بیت اللہ کے چاروں طرف سیسے سے جمے ہوئے ۳۶۰ بت نصب تھے۔ آپ کے دست مبارک میں ایک لکڑی تھی۔ بتوں کی طرف اشارہ فرماتے جاتے تھے اور یہ آیت تلاوت فرماتے جاتے تھے۔

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا حق آ گیا اور باطل گیا گزرا ہوا۔ بیشک باطل تھا ہی مٹنے والا۔ چنانچہ ہر بت جس کے چہرہ کی طرف اشارہ فرماتے وہ گدی کے بل اور جس کی گدی کی طرف اشارہ فرماتے وہ چہرے کے بل خود بخود گرتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ کوئی بھی بت باقی نہ رہا جو گر نہ گیا ہو۔ اس طرح قرآن کی یہ پیشین گوئی بحمد اللہ تعالیٰ پوری ہوئی۔ یہ دعا

رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا۝

ایک شہر یا بستی سے دوسری بستی یا شہر جانے اور پہنچنے کی حالت میں تو ضرور ورد ہونی ہی چاہئے۔ مگر علمائے محققین اور بعض مشائخ طریقت نے لکھا ہے کہ یہ دعا ہر دینی یا دنیوی مشاغل اور حالت کے آغاز و انجام کے بخوبی مکمل ہونے کے لئے نہایت مؤثر دعا ہے۔ اس لئے ایک حال سے دوسرے حال کی طرف یا ایک کام سے دوسرے کام کی طرف جب کوئی جانا چاہے تو اس بابرکت دعا کو ورد کرنا چاہئے۔ مثلاً صبح آپ گھر سے مسجد نماز کے لئے آنا چاہیں تو گھر سے نکلتے وقت یہ دعا پڑھئے۔ جب مسجد میں داخل ہونے کے قریب ہوں تو پھر اس دعا کو پڑھئے۔ جب مسجد سے نکل کر گھر جانا چاہیں تو پھر اس دعاء کو پڑھئے۔ اسی طرح جب گھر سے دفتر یا کسی کام کو جانا ہو تو اس کو پڑھئے اور جب دفتر یا جائے کار پر پہنچنا ہو تو وہاں داخل ہونے سے پہلے پھر پڑھئے اور مطلب سمجھ کر پڑھیے کہ کیا دعا کر رہا ہوں۔ کس سے دعا کر رہا ہوں اور کس بات کی دعا کر رہا ہوں۔ ان شاء اللہ آپ اس کی برکات سے ضرور مستفیض ہوں گے۔

الغرض یہاں حق و باطل کا ذکر فرما کر حق یعنی توحید اور دین اسلام کے غالب آنے اور باطل یعنی کفر و شرک و بت پرستی کے مٹنے کی پیشین گوئی فرمائی جاتی ہے اور اب آگے قرآن کریم کی طرف متوجہ کیا ہے کہ جس نے حق و باطل کو کھول کر رکھ دیا ہے۔ لہذا جو اس کو حق سمجھ کر اس پر ایمان لائیں گے اور اس پر عمل کریں گے ان کے لئے یہ سراسر رحمت ثابت ہوگا اور جو اس سے انکار، ضد اور مخالفت برتیں گے وہ سراسر نقصان اور خسارہ میں پڑیں گے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو ہر حال میں حق پر قائم رہنے کی اور باطل سے علیحدہ رہنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ حق تعالیٰ نے جیسے اس دین حق کو ابتدا میں غالب کیا اور باطل کو مغلوب فرمایا اسی طرح اب بھی حق کو غالب فرمائیں اور باطل کو مغلوب فرمائیں اپنی نصرت و تائید سے اہل اسلام کو غلبہ نصیب فرمائیں اور اعدائے دین کو ذلت و خواری نصیب فرمائیں۔

یا اللہ اس ملک میں اسلام کے چمکنے کی صورتیں ظاہر فرما اور جو دشمنان دین نفاذ نظام اسلام میں رکاوٹیں پیدا کر رہے ہیں یا اللہ ان کے عزائم کو ملیامیٹ فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ﴿۸۲﴾

اور ہم قرآن میں ایسی چیزیں نازل کرتے ہیں کہ وہ ایمان والوں کے حق میں تو شفا اور رحمت ہے اور ناانصافوں کو اس سے اور الٹا نقصان بڑھتا ہے۔

وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَئُوْسًا ﴿۸۳﴾ قُلْ

اور آدمی کو جب ہم نعمت عطا کرتے ہیں تو منہ موڑ لیتا ہے اور کروٹ پھیر لیتا ہے اور جب اس کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ناامید ہوجاتا ہے۔ آپ فرما دیجئے

كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ۗ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا ﴿۸۴﴾

کہ ہر شخص اپنے طریقے پر کام کر رہا ہے سو تمہارا رب خوب جانتا ہے جو زیادہ ٹھیک راستہ پر ہو۔

وَ اور	نُنَزِّلُ ہم نازل کرتے ہیں	مِنَ سے	الْقُرْاٰنِ قرآن	مَا هُوَ شِفَآءٌ جو وہ شفا	وَّرَحْمَةٌ اور رحمت	لِّلْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں کیلئے	وَلَا يَزِيْدُ اور نہیں زیادہ ہوتا	
الظّٰلِمِيْنَ ظالم (جمع)	اِلَّا سوائے	خَسَارًا گھاٹا	وَاِذَآ اور جب	اَنْعَمْنَا ہم نعمت بخشتے ہیں	عَلَى پر۔ جو	الْاِنْسَانِ انسان	اَعْرَضَ وہ روگردان ہوجاتا ہے	
وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ اور پہلو پھیر لیتا ہے	وَاِذَا اور جب	مَسَّهُ اسے پہنچتی ہے	الشَّرُّ برائی	كَانَ وہ ہوجاتا ہے	يَئُوْسًا مایوس	قُلْ کہدیں	كُلٌّ ہر ایک	
يَعْمَلُ کام کرتا ہے	عَلٰى پر	شَاكِلَتِهٖ اپنا طریقہ	فَرَبُّكُمْ سو تمہارا پروردگار	اَعْلَمُ خوب جانتا ہے	بِمَنْ کہ وہ	هُوَ کون	اَهْدٰى زیادہ صحیح	سَبِيْلًا راستہ

تفسیر وتشریح

قرآن جو سب سے بڑی نعمت الٰہی ہے کفار اس کی قدر نہیں پہچانتے اور اس کے ماننے سے اعراض اور پہلو تہی کرتے ہیں پھر جب اس کفران نعمت اور اعراض وانکار کا برا نتیجہ سامنے آئے گا اس وقت قطعاً مایوسی ہوگی کسی طرف امید کی جھلک نظر نہ پڑے گی۔

یہاں اب یہ بھی کہنا پڑتا ہے کہ بیشک کفار نے تو قرآن جیسی نعمت الٰہی کی قدر نہ پہچانی اور اس سے بیگانہ اور اسکی تعلیمات کے منکر اور منحرف ہی رہے لیکن یہ کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ اب کچھ ایسے بدطینت مار آستین بھی موجود ہیں کہ جنہوں نے ایک طرف تو اسلام کا لیبل لگا رکھا ہے اور دوسری طرف قرآن حکیم کو نعوذ باللہ نعوذ باللہ فرسودہ کتاب سمجھ کر اور اسکی تعلیمات کو نامکمل جان کر سوشلزم جیسی لعنت کے دلدادہ اور علمبردار بنے ہوئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اے اللہ تجھی سے فریاد ہے یہ اسلام تیرا پسندیدہ دین ہے۔ یہ قرآن تیرا کلام اور تیرا قانون ہے تو ہی اس کا محافظ اور نگران ہے۔ تو نے بڑے بڑے سرکش اور جابر مخالفین اسلام وقرآن کی گردنیں توڑ دی ہیں۔ اے اللہ تو ہی اب بھی اسلام اور قرآن کے مار آستینوں کو سمجھ لے اور تیری قہاری وجباری ان سے نبٹ لے۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ ہر ایک کافر یا مومن اپنے اپنے طریقے اور مذہب پر چلتا اور اسی میں مگن رہتا ہے لیکن یاد رہے خدا کے علم محیط سے کسی شخص کا کوئی عمل باہر نہیں ہوسکتا وہ ہر ایک کے طریق عمل اور حرکات وسکنات کو برابر دیکھ رہا ہے اور بخوبی جانتا ہے کہ کون کتنا سیدھا چلتا ہے اور کس میں کس قدر کجروی اور کج راہی ہے ہر ایک کے ساتھ اسی کے موافق برتاؤ کریگا اور اسی کے موافق جزا دے گا۔ یہاں انسان جس سے مراد کافر اور ناشکر گزار انسان ہے اس کی اس کمزوری کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ جب اسے خوش حالی ملتی ہے تو غافل ہوجاتا ہے اور جب رنج وغم پہنچتا ہے تو مایوس ہوجاتا ہے اور ان دونوں حالتوں میں اس کے لئے نامرادی ہے۔ معلوم ہوا کہ سعادت کی راہ یہ ہے کہ خوش حالی میں غافل نہ ہو۔ کیونکہ غفلت کا نتیجہ محرومی ہے اور بدحالی میں مایوس ہوکر بیٹھ نہ رہے کیونکہ مایوسی کا نتیجہ ہلاکت ہے۔ تو غفلت اور مایوسی یہ دونوں مومنین کی شان نہیں بلکہ کفار اور ناشکر گزار انسانوں کی خصلتیں ہیں۔ جن سے اللہ تعالیٰ ہم سب کو محفوظ رکھیں۔ اوپر سے کفار کا معاملہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا اس کا بیان ہوتا چلا آرہا ہے آگے بھی رسالت کے امتحان کے لئے جو آپؐ سے کفار نے سوال کیا تھا اس کا جواب ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ؕ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَاۤ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ۝۸۵

اور یہ لوگ آپ سے روح کو پوچھتے ہیں، آپ فرمادیجئے کہ روح میرے رب کے حکم سے بنی ہے اور تم کو بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ اور آپؐ سے پوچھتے ہیں	عَنِ سے۔متعلق	الرُّوْحِ روح	قُلِ کہدیں	الرُّوْحُ روح	مِنْ اَمْرِ حکم سے	رَبِّيْ میرا رب	وَ اور		
مَاۤ اُوْتِيْتُمْ تمہیں نہیں دیا گیا	مِّنَ الْعِلْمِ علم سے	اِلَّا مگر	قَلِيْلًا تھوڑا سا						

تفسیر و تشریح

بروایت حضرت ابن عباسؓ اس آیت کے سبب نزول کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ ایک بار مکہ میں چند اہل قریش نے جمع ہو، کر کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم لوگوں میں پیدا ہوئے اور یہیں جوان ہوئے۔ ہمیشہ صادق اور امین رہے۔ ہم نے دروغ وخیانت کا الزام کبھی ان پر نہیں لگایا۔ لیکن یہ جو دعویٰ نبوت و رسالت کا انہوں نے کیا ہے اس کے متعلق کچھ لوگوں کو یہود مدینہ کے پاس بھیج کر دریافت کرنا چاہئے۔ وہ اہل علم واہل کتاب ہیں شاید کچھ بتا سکیں چنانچہ باتفاق رائے کچھ لوگ مدینہ گئے اور یہود سے کیفیت واقعہ دریافت کی۔ یہود جو توریت کے حامل تھے انہوں نے مشورہ دیا کہ ان سے تین باتیں دریافت کرو۔ اگر تینوں کا جواب دے دیں تو سمجھ لو کہ نبی نہیں ہیں اور اگر کسی کا جواب نہ دیں تب بھی نبی نہ ماننا۔ ہاں دو باتیں بتا دیں تو نبی ہو سکتے ہیں۔ اول یہ پوچھو کہ گذشتہ زمانہ میں چند جوان گم ہو گئے تھے اور ان کا واقعہ بڑا عظیم الشان ہوا وہ کون لوگ تھے؟ دوسری بات یہ ہے کہ وہ کون تھا جو سرحد مشرق و مغرب تک پہنچا تھا؟ تیسری بات یہ ہے کہ روح کیا ہے۔ یعنی اس کی حقیقت و ماہیت کیا ہے؟ یہودیوں کے مشورہ کے موافق قریش نے آکر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے تینوں سوال کئے جس سے مقصود آپ کی آزمائش تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل جواب دوں گا اس بھروسہ پر کہ جبرئیل آئیں گے تو دریافت کروں گا جبرئیل علیہ السلام پندرہ دن تک نہ آئے چونکہ انشاء اللہ نہ فرمایا تھا اس لئے وحی میں تاخیر ہوگئی اہل مکہ کا تقاضا ہوا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غمگین ہوئے تب جبرئیل امین آیت وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَايْءٍ اِنِّيْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ لائے جس کا ترجمہ ہے اور آپ کسی کام کی نسبت یوں نہ کہا کیجئے کہ میں اس کو کل کر دوں گا مگر خدا کے چاہنے کو ملا دیا کیجئے۔ یہ آیت اگلی سورۂ کہف میں آئی ہے اس کے بعد تینوں سوالات کا جواب دیا گیا دو سوالات کے جواب اگلی سورۂ کہف میں ہیں جو اصحاب کہف اور ذوالقرنین کے بارے میں تھے اور تیسرے سوال کا جواب اس آیت میں دیا گیا جس میں یہود نے روح کی حقیقت اور ماہیت دریافت کی تھی۔

الغرض دو سوالات کے جوابات جو اصحاب کہف اور ذوالقرنین سے متعلق تھے۔ ان کے جوابات انشاء اللہ سورۂ کہف جو اگلی سورۃ ہے اس میں آویں گے یہاں اس آیت میں تیسرے سوال کا جواب ہے کہ جو کفار نے مکہ میں یہود کے مشورہ سے کیا تھا کہ روح انسانی کیا چیز ہے یعنی اس کی ماہیت و حقیقت کیا ہے؟ یہاں اس سوال کے لانے سے غالباً یہ مقصود ہوگا کہ جن چیزوں کے سمجھنے کی ان لوگوں کو ضرورت ہے ادھر سے تو اعراض کرتے ہیں اور غیر ضروری مسائل ہیں از راہ عناد جھگڑتے رہتے ہیں۔ ضرورت اس کی تھی کہ وحی قرآنی سے باطنی زندگی حاصل کرتے اور اس نسخہ شفا سے فائدہ اٹھاتے مگر انہیں معاندان بحثوں سے فرصت کہاں حالانکہ ایسے مسائل کے سمجھنے پر نہ نجات موقوف ہے نہ یہ بحثیں انبیاء کے فرائض تبلیغ سے تعلق رکھتی ہیں۔

گویا تین سوالات میں دو کا تفصیلی جواب دیا گیا ایک کا نہیں دیا گیا اور یہود نے قریش مکہ سے یہی کہا تھا کہ اگر تینوں کا جواب دے دیں تو سمجھ لینا کہ نبی نہیں ہیں اور تینوں میں سے کسی کا جواب نہ دیں تب بھی سمجھ لینا کہ نبی نہیں ہیں۔ اگر دو کا جواب دیں تو نبی ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ دو ہی سوالات کا تفصیلی جواب دیا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی سورۂ کہف میں آئے گا۔ باقی روح کے متعلق تیسرے سوال کا جواب تفصیلاً نہیں دیا گیا اور اس کی وجہ ظاہر فرما دی گئی کہ اس کی حقیقت کا ادراک انسان کی سمجھ سے باہر ہے کیونکہ انسان کو حقائق اشیاء کے ادراک کا بہت ہی کم حصہ ملا ہے۔ اس وقت کے جہلائے عرب سے ان کے اس سوال کے جواب میں بجز اس قدر جواب کے اور کیا کہا جا سکتا تھا۔ ویسے روح کی حقیقت میں قدیم سے لے کر آج تک مختلف طبقے اور مذاہب کے پیشواؤں نے روح پر روشنی ڈالی ہے اور ہر ایک نے اپنا اپنا راگ الاپا ہے۔ مگر سب بے سود اور سب بے معنیٰ قیاس آرائیاں ہیں۔ اسلام نے قرآن وحدیث میں روح کے متعلق دوسرے عالم میں ثواب وعذاب کی بہت کچھ تصریح فرمائی اور اصل حالات سے آگاہ کیا ہے۔

آگے قرآن کی حقانیت اور اس کا بے نظیر اور بے مثال کلام ہونا ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ ان نعمتوں کی حقیقی شکر گزاری کی توفیق ہم کو عطا فرما۔

یا اللہ اس دنیا کی زندگی میں ہمیں ان اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرما دے۔ کہ جن کو ہم اپنے اعمال نامہ میں دیکھ کر قیامت میں خوش ہوں۔

یا اللہ ہمارے اعمال نامہ میدان حشر میں ہم کو ہمارے داہنے ہاتھ میں ملنا نصیب فرما۔ اور یا اللہ ہماری آخری منزل اور ابدی ٹھکانا اپنی جنت میں مقدر فرما۔

یا اللہ جب ہم میدان حشر میں بلائے جائیں تو ہم کو اپنے مومنین ومخلصین بندوں کی صف میں کھڑا ہونا نصیب فرما اور میدان محشر میں سرخروئی نصیب فرما۔

حق تعالیٰ ہمارے قلوب کو کتاب وسنت کی روشنی سے منور فرما دے اور قرآن وحدیث سے جو باتیں ہم کو پہنچیں ان پر ہم کو ایمان کامل اور یقین صادق عطا فرمائیں۔ اور ہماری زندگی کا ہر لمحہ شریعت مطہرہ کی ظاہری اور باطنی پابندی کے ساتھ گزرے جس سے ہماری روحیں عالم برزخ اور عالم آخرت میں سرسبز شاداب ہوں اور جنت کے پر بہار باغوں میں لذتوں اور نعمتوں سے سرشار ہوں آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا ﴿۸۶﴾ اِلَّا رَحْمَةً

اور اگر ہم چاہیں تو جس قدر ہم نے آپ پر وحی بھیجی ہے سب سلب کرلیں پھر اس کے (واپس لانے کے) لئے آپ کو ہمارے مقابلہ میں کوئی حمایتی نہ ملے مگر (یہ)

مِّنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا ﴿۸۷﴾ قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓي اَنْ

آپ کے رب کی رحمت ہے بے شک آپ پر اُس کا بڑا فضل ہے۔آپ فرما دیجئے کہ اگر تمام انسان اور جنات اس بات کیلئے جمع ہوجاویں

يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ﴿۸۸﴾ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا

کہ ایسا قرآن بنالاویں تب بھی ایسا نہ لاسکیں گے اور اگرچہ ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جاوے۔اور ہم نے لوگوں کے لئے

لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۡ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۸۹﴾

اس قرآن میں ہر قسم کا عمدہ مضمون طرح طرح سے بیان کیا ہے پھر بھی اکثر لوگ بے انکار کیے ہوئے نہ رہے۔

وَلَئِنْ اور اگر	شِئْنَا ہم چاہیں	لَنَذْهَبَنَّ تو البتہ ہم لے جائیں	بِالَّذِيْٓ وہ جو کہ	اَوْحَيْنَآ ہم نے وحی کی	اِلَيْكَ تمہاری طرف	ثُمَّ لَا تَجِدُ پھر تم نہ پاؤ	
لَكَ اپنے واسطے	بِهٖ اس کے لئے	عَلَيْنَا ہمارے (مقابلہ) پر	وَكِيْلًا کوئی مدد	اِلَّا مگر	رَحْمَةً رحمت	مِّنْ رَّبِّكَ تمہاری رب سے	اِنَّ بیشک
فَضْلَهٗ اس کا فضل	كَانَ ہے	عَلَيْكَ تم پر	كَبِيْرًا بڑا	قُلْ کہدیں	لَّئِنِ اگر	اجْتَمَعَتِ جمع ہوجائیں	الْاِنْسُ تمام انسان	وَالْجِنُّ اور جن	عَلٰٓي پر
اَنْ کہ	يَّاْتُوْا وہ لائیں	بِمِثْلِ مانند	هٰذَا الْقُرْاٰنِ اس قرآن	لَا يَاْتُوْنَ نہ لاسکیں گے آپ	بِمِثْلِهٖ اس کے مانند	وَلَوْ كَانَ اور اگرچہ ہوجائیں	
بَعْضُهُمْ ان کے بعض	لِبَعْضٍ بعض کے لئے	ظَهِيْرًا مددگار	وَلَقَدْ صَرَّفْنَا اور ہم نے طرح طرح سے بیان کیا	لِلنَّاسِ لوگوں کیلئے			
فِيْ میں	هٰذَا الْقُرْاٰنِ اس قرآن	مِنْ سے	كُلِّ مَثَلٍ ہر مثال	فَاَبٰٓى پس قبول نہ کیا	اَكْثَرُ النَّاسِ اکثر لوگ	اِلَّا سوائے	كُفُوْرًا ناشکری

تفسیر وتشریح

گذشتہ سے اصل مضمون وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ سے یہ چل رہا تھا کہ یہ قرآن پاک جس کو اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمارہے ہیں یہ روحانی امراض کے لئے شفا ہے مگر ایمان واعتقاد شرط ہے۔

یہاں ان آیات میں خطاب اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے لیکن مقصود لوگوں کو سنانا ہے۔کہ اے لوگو! قرآن کو اللہ کی ایک بڑی زبردست نعمت سمجھو۔اس پر ایمان کے ساتھ عمل کرو اور اس نعمت کی ناقدری نہ کرو۔ورنہ خوب سمجھ لو کہ حق تعالیٰ اس پر بھی قادر ہیں کہ اس نعمت کو واپس لے لیں۔چنانچہ ایک وقت جب دنیا میں گمراہی عام ہوجائے گی تو قیامت سے پہلے اس قرآن کو دنیا سے اٹھالیا جائے گا چنانچہ حضرت ابن مسعودؓ سے ایک روایت ہے کہ بالکل اخیر زمانہ میں قیامت کے قریب شام کی طرف سے ایک سرخ ہوا چلے گی اس وقت قرآن کے ورقوں میں سے اور حافظوں کے دلوں میں سے قرآن سلب ہو جائے گا ایک حرف بھی باقی نہ رہے گا پھر آپ نے اسی آیت وَلَئِنْ شِئْنَا کی تلاوت کی۔تو یہاں پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ اپنا فضل وکرم اور احسان بیان فرماتے ہیں کہ قرآن کا جو علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی دیا ہے خدا چاہے تو ذرا

سی دیر میں چھین لے اور پھر کوئی واپس نہ لا سکے لیکن یہ تو اللہ تعالیٰ کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت بڑی مہربانی اور عنایت ہے کہ جو ایسا نہیں کرتا پھر قرآن کا ایک اعجاز اور بیان فرمایا جاتا ہے کہ تمام مخلوق اس کے مقابلہ سے عاجز ہے۔ کسی کے بس میں اس جیسا کلام بنانا ممکن نہیں۔ جس طرح اللہ بے مثل بے نظیر اور بے شریک ہے اسی طرح اس کا یہ کلام بھی بے نظیر اور بے مثال ہے۔ اگر تمام روئے زمین کے انسان و جنات یا دونوں جمع ہو کر چاہیں کہ ایسا قرآن بنا لاویں تب بھی یہ ہرگز ایسا نہ لا سکیں گے یہ چیلنج اس سے پہلے بھی قرآن مجید میں گزر چکا ہے۔

قرآن کے کلام الٰہی ہونے پر ان تمام آیات میں استدلال کیا گیا کہ یہ قرآن اپنی زبان۔ اسلوب بیان طرز استدلال۔ مضامین۔ مباحث۔ تعلیمات اور اخبار غیب وغیرہ وغیرہ کے لحاظ سے ایک معجزہ ہے جس کا نظیر لانا انسانی قدرت سے باہر ہے۔ اخیر میں پھر قرآن پاک کی بزرگی بیان فرمائی جاتی ہے کہ حق تعالیٰ نے اس پاک کتاب میں ہر قسم کی دلیلیں بیان فرما کر حق کو واضح کر دیا ہے اور ہر قسم کا مضمون طرح طرح سے بیان کیا ہے باوجود اس کے بھی لوگ حق کی مخالفت کر رہے ہیں اور حق کو دھکے دے رہے ہیں اور خدا کی ناشکری میں لگے ہوئے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ یہ آیات بتا رہی ہیں کہ خدا تعالیٰ کا جو فضل و کرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شامل حال تھا وہ خصوصی فضل تھا انسانوں کی سرکشی اور کفران نعمت تو اسی کی مقتضی تھی کہ ان کو قرآن جیسا پیام ہدایت نہ دیا جاتا مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی وامی کے تصدق میں یہ کلام ہدایت آفرین ہم کو مل گیا جس کی مثل دنیا کی کوئی طاقت نہیں بنا سکتی۔

مگر یہ کفار مکہ اور مشرکین عرب طرح طرح کی الٹی باتیں کرتے ہیں اور خرافات بکتے ہیں اور ایمان لانے کے لئے کیسی کیسی شرطیں لگاتے ہیں جن کا اظہار اگلی آیات میں فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے جب ہم کو قرآن جیسی نعمت عظمیٰ سے نوازا ہے تو اس نعمت کی قدر دانی اور شکر گزاری کی توفیق بھی عطا فرمائیں اس قرآن پاک کی سچی عظمت و وقعت ہم کو نصیب فرمائیں اور اس کا علم اس پر عمل اور اس کا ذوق وشوق اس کے احکام کا اتباع اور تعلیمات کی پیروی نصیب فرمائیں اور اس نعمت کی ناشکری اور ناقدری کے وبال سے ہم کو بچائیں۔

یا اللہ یہ ملک جو اسلام کے نام پر وجود میں آیا تھا اس میں اب تک قرآنی احکام سے جو اعراض برتا گیا ہمارے اس جرم عظیم کو معاف فرما دے اور ہمارے حکمرانوں کی آنکھیں قرآن اور اسلام کی طرف سے کھول دے اور ہمیں قرآنی تعلیمات کو اپنانے کی توفیق مرحمت فرما دے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ﴿۹۰﴾ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم آپ پر ہرگز ایمان نہ لاویں گے جب تک آپ ہمارے لئے (مکہ کی) زمین سے کوئی چشمہ نہ جاری کردیں۔ یا خاص آپ کیلئے

نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ﴿۹۱﴾ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَاۗءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا

کھجور اور انگوروں کا کوئی باغ نہ ہو پھر اس باغ کے بیچ بیچ میں جگہ جگہ بہت سی نہریں آپ جاری کردیں۔ یا جیسا کہ آپ کہا کرتے ہیں آپ آسمان کے ٹکڑے ہم پر نہ گرادیں

كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰۗىِٕكَةِ قَبِيْلًا ﴿۹۲﴾ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي

یا آپ اللہ کو اور فرشتوں کو (ہمارے) سامنے نہ لاکھڑا کردیں۔ یا آپ کے پاس کوئی سونے کا بنا ہوا گھر نہ ہو یا آپ آسمان پر نہ چڑھ جاویں'

السَّمَاۗءِ ۭ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ۭ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا

اور ہم تو آپ کے (آسمان پر) چڑھنے کا بھی کبھی باور نہ کریں جب تک کہ (وہاں سے) آپ ہمارے پاس ایک نوشتہ نہ لاویں' جسکو ہم پڑھ بھی لیں' آپ فرمادیجئے کہ سبحان اللہ

بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۳﴾

میں بجز اُس کے کہ انسان ہوں (مگر) پیغمبر ہوں اور کیا ہوں۔

وَقَالُوْا اور وہ بولے	لَنْ نُّؤْمِنَ ہم ہرگز ایمان نہیں لائینگے	لَكَ تجھ پر	حَتّٰى یہانتک کہ	تَفْجُرَ تو رواں کردے	لَنَا مِنَ الْاَرْضِ ہمارے لئے زمین سے				
يَنْۢبُوْعًا کوئی چشمہ	اَوْ تَكُوْنَ یا ہوجائے	لَكَ تیرے لئے	جَنَّةٌ ایک باغ	مِّنْ سے۔کا	نَّخِيْلٍ کھجور	وَّعِنَبٍ اور انگور	فَتُفَجِّرَ پس تو رواں کردے		
الْاَنْهٰرَ نہریں	خِلٰلَهَا اسکے درمیان	تَفْجِيْرًا بہتی ہوئی	اَوْ یا	تُسْقِطَ تو گرادے	السَّمَاۗءَ آسمان	كَمَا جیسا کہ	زَعَمْتَ تو کہا کرتا ہے	عَلَيْنَا ہم پر	
كِسَفًا ٹکڑے	اَوْ تَاْتِيَ یا تو آوے	بِاللّٰهِ اللہ کو	وَالْمَلٰۗىِٕكَةِ اور فرشتے	قَبِيْلًا روبرو	اَوْ یا	يَكُوْنَ ہو	لَكَ تیرے لئے	بَيْتٌ ایک گھر	مِّنْ سے۔کا
زُخْرُفٍ سونا	اَوْ یا	تَرْقٰى تو چڑھ جائے	فِي السَّمَاۗءِ آسمان میں	وَلَنْ نُّؤْمِنَ اور ہم ہرگز نہ مانیں گے	لِرُقِيِّكَ تیرے چڑھنے کو	حَتّٰى یہاں تک کہ			
تُنَزِّلَ تو اتارے	عَلَيْنَا ہم پر	كِتٰبًا ایک کتاب	نَّقْرَؤُهٗ ہم پڑھ لیں جسے	قُلْ آپ کہدیں	سُبْحَانَ پاک ہے	رَبِّيْ میرا رب	هَلْ كُنْتُ نہیں ہوں میں		
اِلَّا مگر۔صرف	بَشَرًا ایک بشر	رَّسُوْلًا رسول							

تفسیر وتشریح

ان آیات میں ان کفار و مشرکین کی سرکشی کی بعض باتیں نقل فرمائی جاتی ہیں۔ ان آیات کے سبب نزول کے متعلق بروایت حضرت ابن عباسؓ نقل کیا گیا ہے کہ ایک روز مغرب کے بعد خانہ کعبہ کے پیچھے بڑے بڑے سرداران قریش جمع ہوئے۔ جیسے ابوجہل' امیہ بن خلف' ولید بن مغیرہ' ابوسفیان وغیرہ سب نے جمع ہو کر مشورہ کیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بلاؤ اور مباحثہ و مکالمہ کر کے اپنی طرف سے ایسی باتیں پیش کرو تا کہ مقابلہ قرآن کی دعوت سے جو مجبوری ہماری قوم میں ظاہر ہوگئی ہے وہ اس بہانہ سے دور ہو جائے اور کمزوری کا دھبہ دھل جائے۔ چنانچہ باتفاق رائے ایک قاصد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور خبر دی کہ آپ کی قوم کے اشراف و سردار جمع ہوئے ہیں اور آپ کو یاد کیا ہے۔ حضور

صلی اللہ علیہ وسلم تو قوم کی ہدایت کے شیفتہ ہی تھے۔آپ کے جی میں آیا کہ بہت ممکن ہے خدا نے انہیں سمجھ دے دی ہو اور یہ راہ راست پر آجائیں اس لئے آپ فوراً ہی تشریف لے آئے۔سردار ان قریش نے گفتگو شروع کی اور کہنے لگے کہ سنئے۔آج ہم آپ پر حجت پوری کر دیتے ہیں تا کہ پھر ہم پر کسی قسم کا الزام نہ آئے۔اسی لئے ہم نے آپ کو بلوایا ہے۔واللہ! کسی نے اپنی قوم کو اس مصیبت میں نہ ڈالا ہوگا جو مصیبت تم نے ہم پر کھڑی کر رکھی ہے۔تم ہمارے دین کو برا کہتے ہو۔ ہمارے باپ داداؤں پر عیب لگاتے ہو۔ ہمارے دیوتاؤں اور معبودوں کو برا کہتے ہو۔تم نے ہم میں تفریق ڈال دی۔لڑائیاں کھڑی کر دیں واللہ تم نے ہمیں کسی برائی کے پہنچانے میں کسر نہیں اٹھا رکھی۔ (العیاذ باللہ) اب صاف صاف سن لیجئے اور سوچ سمجھ کر جواب دیجئے۔اگر آپ کا ارادہ ان تمام باتوں سے جو آپ کہتے ہیں مال جمع کرنے کا ہے تو ہم موجود ہیں۔ ہم خود آپ کو اس قدر مال جمع کر دیتے ہیں کہ آپ کے برابر ہم میں سے کوئی مالدار نہ ہو اور اگر آپ کا ارادہ اس سے یہ ہے کہ آپ ہم پر سرداری کریں تو ہم اس کے لئے بھی تیار ہیں۔ہم آپ کی سرداری کو تسلیم کرتے ہیں اور آپ کی تابعداری کو منظور کرتے ہیں۔اگر آپ بادشاہت کے طالب ہیں تو بخدا ہم آج آپ کی بادشاہت کا اعلان کرتے ہیں۔اگر آپ کے دماغ میں کوئی فتور ہے (نعوذ باللہ) کوئی جن آپ کو ستا رہا ہے تو ہم موجود ہیں۔دل کھول کر رقمیں خرچ کر کے آپ کا معالجہ کریں گے۔ یہاں تک کہ آپ کو شفا ہو جائے۔ یہ سب سن کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سنو! بحمد اللہ مجھے کوئی دماغی عارضہ یا خلل آسیب وغیرہ نہیں۔نہ ہی اپنی اس رسالت کی وجہ سے مالدار بننا چاہتا ہوں نہ کسی سرداری کی طمع ہے۔نہ بادشاہ بننا چاہتا ہوں۔ بلکہ مجھے اللہ

تعالیٰ نے تم سب کی طرف اپنا رسول برحق بنا کر بھیجا ہے اور مجھ پر اپنی کتاب نازل فرمائی ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں خوشخبریاں سنادوں اور وعیدیں بھی بتلادوں۔ میں نے اپنے رب کے پیغامات تمہیں پہنچا دیئے۔تمہاری سچی خیر خواہی کی۔تم اگر قبول کر لو گے تو دونوں جہاں میں نصیب دار بن جاؤ گے اور اگر نا منظور کرو گے تو میں صبر کروں گا۔ یہاں تک کہ جناب باری تعالیٰ شانہٗ مجھ میں اور تم میں سچا فیصلہ فرما دے۔اب سرداران قوم نے کہا کہ اگر آپ کو ہماری ان باتوں میں سے ایک بھی منظور نہیں تو اب اور سنو۔ یہ تو خود تمہیں بھی معلوم ہے کہ ہم سے زیادہ تنگ شہر کسی اور کا نہیں۔ہم سے زیادہ کم مال کوئی قوم نہیں۔ ہم سے زیادہ کم روزی حاصل کرنے والی بھی کوئی قوم نہیں تو آپ اپنے رب سے جس نے آپ کو اپنی رسالت دے کر بھیجا ہے یہ کرادو کہ یہ سامنے کے پہاڑ ہٹ جائیں اس میں نہریں، دریا چشمے جاری ہو جائیں جیسے کہ شام اور عراق میں ہیں اور یہ بھی کیجئے کہ ہمارے باپ دادا جو مر چکے ہیں زندہ ہو جائیں اور ہم ان سے پوچھ لیں وہ آپ کی بابت جو کہہ دیں گے ہمیں اطمینان ہو جائے گا۔اگر آپ نے یہ کر دیا تو ہمیں آپ کی رسالت پر ایمان آجائے گا اور ہم آپ کی دل سے تصدیق کرنے لگیں گے اور آپ کی بزرگی کے قائل ہو جائیں گے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اس لئے نہیں بھیجا گیا ہے نہ میں ایسا کر سکتا ہوں میں تو خدا کی باتیں تمہیں پہنچانے کے لئے آیا ہوں۔ مان لو گے تو تمہیں دین و دنیا میں اجر ملے گا اور دونوں جہاں میں خوش رہو گے۔ نہ قبول کرو گے تو میں صبر کروں گا اور اللہ کے حکم پر منتظر رہوں گا یہاں تک کہ پروردگار عالم مجھ میں اور تم میں فیصلہ فرما دے۔قریش نے پھر اس پر کہا کہ اچھا یہ بھی نہ سہی تو آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ کوئی فرشتہ آپ کے پاس بھیج دے جو آپ کی

باتوں کی سچائی کی تصدیق کر دے اور آپ کی طرف سے ہمیں جواب دے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جواب بھی پہلے کی طرح دیا۔ قریش پھر بولے کہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپ ہماری طرح بازاروں میں طلب معاش میں چلتے پھرتے ہیں اللہ سے اتنا ہی کرالو کہ تمہارے لئے باغات ہوں جن کے اندر نہریں جاری ہوں اور کوئی خزانہ اور سونے کے مکان ہوں۔ اگر ایسا ہو جائے گا تو ہم پہچان لیں گے کہ اللہ کے نزدیک آپ کو ہم پر فضیلت حاصل ہے اور اس لئے آپ کو رسول بنایا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جواب بھی گذشتہ کی طرح دیا۔ پھر قریش نے کہا کہ تم کہا کرتے ہو کہ اگر اللہ چاہے تو دم بھر میں آسمانوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے تو آسمان کا کوئی ٹکڑا ہی ہم پر گرا دو۔ بغیر اس کے ہم ایمان نہیں لائیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اللہ کے اختیار میں ہے اگر وہ چاہے تو ایسا کر سکتا ہے۔ پھر مشرکین نے کہا کہ کیا آپ کے رب کو یہ معلوم نہ تھا کہ ہم تم سے ایسے سوالات کریں گے پھر اس نے تم کو پہلے سے ان کے جوابات کیوں نہ بتا دیئے اور جب ہم تمہاری نہ مانیں تو وہ ہمارے ساتھ کیا کرے گا۔ ہم نے تو سنا ہے کہ آپ کو یہ سب کچھ یمامہ کا ایک شخص ہے وہ سکھا جاتا ہے۔ واللہ ہم تو اس کی بابت کبھی نہیں مانیں گے ان میں سے ایک شخص بولا کہ ہم تو ملائکہ کی پرستش کرتے ہیں جو خدا کی بیٹیاں ہیں۔ دوسرا بولا ہم کو تمہاری بات کا اس وقت تک یقین نہیں جب تک فرشتوں کو اور خدا کو ہمارے روبرو نہ لا کر کھڑا کر دو گے۔

غرض حضور اقدسؐ یہ بیہودہ باتیں سن کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی عاتکہ کا ایک بیٹا عبداللہ بن ابی امیہ ساتھ ہولیا اور راستہ میں کہنے لگا کہ یہ تو بڑے ناانصافی کی بات ہے کہ قوم نے جو کہا وہ بھی آپ نے منظور نہ کیا۔ پھر جو طلب کیا وہ بھی آپ نے پورا نہ کیا۔ پھر جس چیز سے آپ ڈراتے تھے وہ مانگا وہ بھی آپ نے نہ کیا۔ اب جس وقت تک میرے سامنے آسمان تک سیڑھی بنا کر اس پر نہ چڑھو گے اور وہاں سے چار فرشتے اپنے ساتھ ایک گواہ اور ایک کتاب جس میں تمہاری تصدیق ہو نہ لاؤ گے میں تمہاری بات کو نہیں مانوں گا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان تمام باتوں سے رنجیدہ ہو کر گھر تشریف لائے اور ان آیات کا نزول ہوا۔

معلوم ہوا کہ رسالت کے لئے نہ فرمائشی معجزات کی تکمیل لازم ہے نہ رسول اور پیغمبر کے قبضہ میں غیبی طاقت اور قدرت کے خزانہ ہیں۔ وہ تو مشیت الٰہی کے سراسر تابع ہیں۔ اس صراحت سے عبرت حاصل کرنا چاہئے اس کور بصیرت طبقہ کو جو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو فوق البشریت ہستی خیال کرتا ہے اور کل الٰہی طاقتوں اور خزانوں کا خود مختار کہتا ہے جو قرآنی صراحت کے بالکل خلاف ہے۔ اللہ پاک ہم کو دین کی سمجھ اور قرآن کا فہم عطا فرمائیں۔ تو یہاں کفار کے بعض شبہات متعلقہ رسالت کا جواب تھا۔ آگے بھی ان کے اس شبہ کا جواب ہے کہ رسول بشر نہ ہونا چاہئے فرشتہ ہونا چاہئے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو ایمان اور اسلام کی نعمت عطا فرمائی۔ اور قرآن جیسی کتاب اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسے نبی عطا فرمائے۔ اللہ پاک ہم کو ان انعامات کی قدر اور حقیقی شکر گزاری کی توفیق عطا فرمائیں اور ہم کو اپنے رسول پاک کا سچا متبع بنا دیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۴﴾

اور جس وقت ان لوگوں کے پاس ہدایت پہنچ چکی اس وقت ان کو ایمان لانے سے بجز اس کے اور کوئی بات مانع نہیں ہوئی کہ انہوں نے کہا کیا اللہ تعالیٰ نے بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔

قُلْ لَّوْ كَانَ فِى الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا

آپ فرما دیجئے کہ اگر زمین پر فرشتے (رہتے) ہوتے کہ اس میں چلتے بستے تو البتہ ہم ان پر آسمان سے فرشتے کو رسول بنا کر بھیجتے۔

رَّسُوْلًا ﴿۹۵﴾ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِىْ وَبَيْنَكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًا بَصِيْرًا ﴿۹۶﴾ وَمَنْ

آپ (اخیر بات) کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ میرے اور تمہارے درمیان کافی گواہ ہے وہ اپنے بندوں کو خوب جانتا ہے خوب دیکھتا ہے۔ اور اللہ جس کو راہ

يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِهٖ ۭ وَنَحْشُرُهُمْ

پر لاوے وہی راہ پر آتا ہے اور جس کو وہ بے راہ کر دے تو خدا کے سوا آپ کسی کو بھی ایسوں کا مددگار نہ پاویں گے اور ہم قیامت کے روز

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ۭ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا ﴿۹۷﴾

ان کو اندھا گونگا بہرا کر کے منہ کے بل چلاویں گے ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے وہ جب ذرا دھیمی ہونے لگے گی تب ہی ان کیلئے اور زیادہ بھڑکا دیں گے۔

ذٰلِكَ جَزَاۗؤُهُمْ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ

یہ ہے ان کی سزا اس سبب سے کہ انہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا تھا اور یوں کہا تھا کہ کیا جب ہم ہڈیاں اور بالکل ریزہ ریزہ ہو جاویں گے تو کیا ہم ازسرنو پیدا کر کے

خَلْقًا جَدِيْدًا ﴿۹۸﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰٓي اَنْ يَّخْلُقَ

اٹھائے جاویں گے۔ کیا ان لوگوں کو اتنا معلوم نہیں کہ جس اللہ نے آسمان اور زمین پیدا کئے وہ اس بات پر قادر ہے کہ ان جیسے آدمی دوبارہ پیدا کر دے

مِثْلَهُمْ وَجَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۭ فَاَبَى الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۹۹﴾

اور ان کیلئے ایک میعاد معین کر رکھی ہے اس میں ذرا بھی شک نہیں اس پر بھی بے انصاف لوگ بے انکار کئے نہ رہے۔

وَمَا اور نہیں	مَنَعَ روکا	النَّاسَ لوگ (جمع)	اَنْ يُّؤْمِنُوْا کہ وہ ایمان لائیں	اِذْ جَآءَهُمْ جب انکے پاس آگئی	الْهُدٰٓى ہدایت	اِلَّا مگر	اَنْ یہ کہ	قَالُوْٓا انہوں نے کہا
اَبَعَثَ کیا بھیجا	اللّٰهُ اللہ	بَشَرًا ایک بشر	رَّسُوْلًا رسول	قُلْ کہہ دیں	لَوْ كَانَ اگر ہوتے	فِى الْاَرْضِ زمین میں	مَلٰٓئِكَةٌ فرشتے	يَّمْشُوْنَ چلتے پھرتے
مُطْمَئِنِّيْنَ اطمینان سے رہتے	لَنَزَّلْنَا ہم ضرور اتارتے	عَلَيْهِمْ ان پر	مِنَ السَّمَآءِ آسمان سے	مَلَكًا فرشتہ	رَسُوْلًا رسول	قُلْ کہہ دیں	كَفٰى کافی ہے	
بِاللّٰهِ اللہ کی	شَهِيْدًا گواہ	بَيْنِىْ میرے درمیان	وَبَيْنَكُمْ اور تمہارے درمیان	اِنَّهٗ بیشک وہ	كَانَ ہے	بِعِبَادِهٖ اپنے بندوں کا	خَبِيْرًا خبر رکھنے والا	
بَصِيْرًا دیکھنے والا	وَمَنْ اور جسے	يَّهْدِ ہدایت دے	اللّٰهُ اللہ	فَهُوَ پس وہی	الْمُهْتَدِ ہدایت پانیوالا	وَمَنْ اور جسے	يُّضْلِلْ گمراہ کرے	
فَلَنْ تَجِدَ پس تو ہرگز نہ پائے گا	لَهُمْ انکے لئے	اَوْلِيَآءَ مددگار	مِنْ دُوْنِهٖ اس کے سوا	وَنَحْشُرُهُمْ اور ہم اٹھائیں گےنہیں	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن			

عَلٰی پر-بل	وُجُوْهِهِمْ انکے چہرے	عُمْيًا اندھے	وَّبُكْمًا اور گونگے	وَّصُمًّا اور بہرے	مَاْوٰهُمْ انکا ٹھکانا	جَهَنَّمُ جہنم	كُلَّمَا جب بھی	خَبَتْ بجھنے لگے گی
زِدْنٰهُمْ ہم ان کیلئے زیادہ کردیں گے	سَعِيْرًا بھڑکانا	ذٰلِكَ یہ	جَزَآؤُهُمْ انکی سزا	بِاَنَّهُمْ کیونکہ وہ	كَفَرُوْا انہوں نے انکار کیا	بِاٰيٰتِنَا ہماری آیتوں کا		
وَقَالُوْا اور انہوں نے کہا	ءَاِذَا کیا جب	كُنَّا ہو جائینگے ہم	عِظَامًا ہڈیاں	وَّرُفَاتًا اور ریزہ ریزہ	ءَاِنَّا کیا ہم	لَمَبْعُوْثُوْنَ ضرور اٹھائے جائینگے		
خَلْقًا پیدا کرکے	جَدِيْدًا ازسرنو	اَوَ کیا	لَمْ يَرَوْا انہوں نے نہیں دیکھا	اَنَّ کہ	اللّٰهَ اللہ	الَّذِيْ جس نے	خَلَقَ پیدا کیا	السَّمٰوٰتِ آسمان
وَالْاَرْضَ اور زمین	قَادِرٌ قادر	عَلٰی پر	اَنْ يَّخْلُقَ کہ وہ پیدا کرے	مِثْلَهُمْ ان جیسے	وَجَعَلَ اس نے مقرر کیا	لَهُمْ ان کے لئے		
	اَجَلًا ایک وقت	لَا رَيْبَ نہیں شک	فِيْهِ اس میں	فَاَبٰی تو قبول نہ کیا	الظّٰلِمُوْنَ ظالم (جمع)	اِلَّا كُفُوْرًا ناشکری کے سوا		

تفسیر وتشریح

یہاں کفار ومشرکین کے بیہودہ سوالات کے جواب میں جو حق تعالیٰ کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمایا گیا نہ کفار و مشرکین کی بیوقوفی کا اظہار کیا گیا نہ ان کی معاندانہ شرارت کا ذکر کیا گیا بلکہ نہایت سادہ الفاظ میں اصل حقیقت کو واضح کر دیا گیا کہ تم لوگ شاید یہ سمجھتے ہو کہ جو شخص خدا کا رسول ہو کر آئے وہ سارے خدائی اختیارات کا مالک اور ہر چیز پر قادر ہونا چاہئے اور اس کو ہر بات کرنے کی قدرت اور اختیار ہونا چاہئے تو یہ خیال ہی بالکل غلط اور فاسد ہے۔ اللہ کے رسول کا کام اللہ کے پیغام کا پہنچانا ہے۔ اللہ تعالیٰ انکی رسالت ونبوت کو ثابت کرنے کے لئے ان کو مناسب حال معجزات عطا فرماتے ہیں اور ان معجزات کا ظہور اللہ کی قدرت اور مشیت سے ہوتا ہے نہ کہ رسولوں کے اختیار اور مشیت سے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مجھ کو رسول بنا کر بھیجا اور میری تصدیق کے لئے بہت سے معجزات دیئے جو تمہارے ان فرمائشی معجزات سے ہرگز کم نہیں۔ الغرض اول تو کفار مکہ ضرورت نبوت ہی کے قائل نہ تھے لیکن جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے براہین قاطعہ سے رسالت کی ضرورت ثابت فرمائی اور کفار لاجواب ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی نبوت پر اعتراض کرنے لگے ان کا عقیدہ تھا کہ اگر نبی کا ہونا ہی ضروری ہے تو انسان کیسے نبی ہوسکتا ہے۔ یہ کھاتا پیتا ہے چلتا پھرتا ہے نکاح کرتا ہے بیوی بچے رکھتا ہے۔ دکھ سکھ اسے پہنچتا ہے۔ انسانیت اور بشریت کے لوازم جس میں موجود ہوں اس کا خدا سے تعلق کیسے پیدا ہوسکتا ہے۔ اگر بنی نوع انسان کو ہدایت کرنی ضروری تھی تو کسی فرشتہ کو رسول بنا کر بھیجا جاتا جو کثافت مادہ سے پاک ہوتا جسمانی لوازم کی آلائش اس میں نہ ہوتی۔ خالص نور ہوتا وہ شمع ہدایت بنتا۔

ہر زمانہ کے جاہل اور پیغمبروں کے مخالفین ومنکرین اسی غلط فہمی میں مبتلا رہے ہیں کہ بشر کبھی پیغمبر نہیں ہوسکتا اسلیئے جب کوئی رسول آیا تو انہوں نے یہ دیکھ کر یہ کھاتا ہے پیتا ہے بیوی بچے رکھتا ہے۔ گوشت پوست کا بنا ہوا ہے فیصلہ کردیا کہ یہ پیغمبر نہیں ہے کیونکہ بشر ہے چنانچہ کفار مکہ نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر یہی اعتراض کیا کہ آپ بشر ہیں اور بشر رسول ہو نہیں سکتا۔ حق تعالیٰ نے اسکے جواب میں آیات مذکورہ نازل فرمائیں اور بتلایا گیا کہ نور ہدایت پہنچنے کے بعد بھی ان منکرین اور معاندین کی آنکھیں نہ کھلیں اور یہی کہتے رہے کہ آدمی ہو کر رسول کیسے ہوسکتا ہے۔ اگر خدا کو پیغمبر بھیجنا تھا تو آسمان سے کوئی فرشتہ اتارتا۔ اس لئے آگے انسانوں میں انسان کو رسول بنا کر بھیجنے کی حکمت بتلائی جاتی ہے۔ کہ اگر یہ زمین آدمیوں کے بجائے فرشتوں کی بستی ہوتی تو بیشک موزوں ہوتا کہ ہم فرشتہ کو پیغمبر بنا کر بھیجتے۔ آدمیوں کی طرف اگر فرشتہ اس کی اصلی صورت میں بھیجا جائے تو آنکھیں اور دل تحمل بھی نہ کرسکیں۔ فائدہ اٹھانا تو الگ رہا اور انسان کی صورت میں آئے تو شبہ میں پڑے رہیں۔ زمین پر انسان کی بستی ہے ان کی اصلاح کے لئے بھی انسان کا ہی ہونا ضروری ہے تا کہ ہادی ہم نوع ہوتے ہوئے نمونہ عمل بن کر قولی اور عملی ہدایت کر سکے۔ چونکہ معاندین اس پر بھی نہ مانے اس لئے آگے آخری خطاب اور اس کے ساتھ قیامت کے روز وعید عذاب اور اس کے ضمن میں

قیامت کے متعلق شبہ کا جواب ارشاد ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمایا جاتا ہے کہ جب یہ لوگ باوجود دلائل واضحہ اور دفع شبہات کے بھی نہیں مانتے تو آپ اخیر بات کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ میرے اور تمہارے درمیان کے اختلافات میں کافی گواہ ہے یعنی خدا جانتا ہے کہ میں واقع میں رسول ہوں۔ تم نہیں مانتے مت مانو ایک روز نتیجہ بھگتو گے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے احوال کو خوب جانتا اور خوب دیکھتا ہے۔ تمہارے عناد کو بھی دیکھتا اور جانتا ہے تم کو اس کی سزا دے گا۔ آگے پھر اس حقیقت کا اظہار کیا جاتا ہے کہ واقعی بات یہ ہے کہ خدا کی توفیق اور دستگیری ہی سے آدمی راہ حق پر چل کر منزل مقصود تک پہنچ سکتا ہے۔ جس کی بدبختی، ہٹ دھرمی اور عناد حق کی وجہ سے خدا دستگیری نہ فرمائے اسے کون ہے جو ٹھیک راستہ پر لگا سکے۔ پھر اس کی کج راہی اور بے راہ روی کا نتیجہ قیامت کے دن یہ نکلے گا کہ جس طرح دنیا میں ٹیڑھی چال اختیار کی تھی اسی طرح آخرت میں الٹی چال سے یعنی منہ کے بل دوزخ کی طرف جانا ہوگا۔ اور قبروں سے اٹھنے کے وقت تو ایسی حیرت طاری ہوگی کہ ظاہری حواس بھی گم ہو جائیں گے۔ نہ آنکھوں سے کچھ دیکھے گا نہ کانوں سے کچھ سنائی دے گا اور نہ زبان میں گویائی کی طاقت ہوگی یہ قیامت کے بعض موقع پر ہوگا کہ کافر منہ کے بل اندھے گونگے کر کے چلائے جائیں گے۔ ترمذی کی ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قیامت کے دن لوگ تین طرح سے چلیں گے پاپیادہ۔ سوار ہو کر اور اوندھے منہ کے بل۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منہ کے بل کس طرح چلیں گے؟ ارشاد فرمایا جس نے آدمی کو پاؤں پر چلایا وہ قادر ہے کہ سر سے چلا دے۔ باقی جہنمیوں کو منہ کے بل گھسیٹنا وہ دوزخ میں داخل ہونے کے بعد ہوگا۔ پھر عذاب جہنم کی کیفیت بتلائی جاتی ہے کہ عذاب معین اندازے سے کم نہیں ہونے دیں گے اگر بدن جل کر تکلیف میں کمی ہونے لگے گی تو پھر نئے چمڑے چڑھا دیئے جائیں گے۔ اور وہاں کے شدت عذاب کی یہ کیفیت ہوگی کہ جہنم کی آگ جب ذرا دھیمی ہونے لگے گی تب ہی اس کو اور بھڑکایا جائے گا اور یہ سزا ان کو اس وجہ سے ملے گی کہ انہوں نے حشر نشر اور قیامت کا انکار کیا تھا اور یوں کہا تھا کہ جب ہم مر کر ہڈیاں اور گل سڑ کر بالکل ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا ہم پھر از سر نو پیدا کر کے قبروں سے اٹھائے جائیں گے؟ اس کا جواب دیا جاتا ہے کہ کیا ان لوگوں کو اتنا معلوم نہیں کہ جس اللہ نے آسمان و زمین جیسے بڑے اجسام پیدا کئے اسے تم جیسے آدمی چھوٹی سی چیز کا پیدا کر دینا کیا مشکل ہے۔ بیشک وہ تم کو اور تمہارے جیسے سب آدمیوں کو بے تکلف پیدا کر سکتا ہے اور منکرین کو شاید یہ وسوسہ ہو کہ آخر اتنے مر چکے ہیں وہ اب تک کیوں نہیں اٹھائے گئے تو فرما دیا کہ سب کے واسطے قبروں سے اٹھنے اور دوبارہ زندہ ہونے کا ایک وقت مقرر ہے وہ ضرور آ کر رہے گا۔ تاخیر دیکھ کر انکار کرنا حماقت ہے اور ایسے واضح مضامین و دلائل سن کر بھی ناانصافوں کے کفر و ضلال اور ناشکری میں ترقی ہی ہوتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ یہاں ان آیات میں کفار کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ پر یہ اعتراض کہ کیا اللہ نے بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔ رسول تو کوئی فرشتہ نوری ہونا چاہئے تھا اس کا جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دلوایا گیا کہ اگر زمین پر فرشتے رہتے ہوتے اور اس میں وہ چلتے بستے تو بیشک اللہ تعالیٰ آسمان سے فرشتہ کو رسول بنا کر بھیجتے مگر چونکہ زمین پر انسان بستے ہیں اس لئے انسان اور بشر ہی کو رسول بنا کر بھیجا گیا۔ تو یہ آیت قابل غور اور یاد رکھنے کے لائق ہے کہ ایسی کھلی ہوئی قرآنی تصریحات کے باوجود بھی بعض یہی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشر نہ تھے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت بخشیں اور قرآن کے مطابق ہم کو عقیدہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

اب آگے کفار مکہ اور مشرکین عرب کی مذمت کی جاتی ہے اور ان کو فرعون اور موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ یاد دلایا جاتا ہے جب کہ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو سرزمین مصر سے اکھاڑ پھینکنے کی تدبیر کی لیکن اللہ تعالیٰ نے فرعونیوں ہی کو غرق سمندر کر کے انہیں مٹا دیا جس کا بیان اگلی آیات میں انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّيْٓ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ ۭ وَكَانَ

آپ فرمادیجئے کہ اگر تم لوگ میرے رب کی رحمت کے خزانے کے مختار ہوتے تو اس صورت میں تم (اُس کے) خرچ کرنے کے اندیشہ سے ضرور ہاتھ روک لیتے اور آدمی

الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا ۝۱۰۰ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ فَسْـَٔلْ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اِذْ جَاۗءَهُمْ

ہے بڑا تنگ دل۔اور ہم نے موسیٰ کو کھلے ہوئے نو معجزے دیئے جب کہ وہ بنی اسرائیل کے پاس آئے تھے۔سو آپ بنی اسرائیل سے پوچھ دیکھئے

فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّىْ لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا ۝۱۰۱ قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَاۗءِ اِلَّا

تو فرعون نے ان سے کہا کہ اے موسیٰ میرے خیال میں تو ضرور تم پر کسی نے جادو کردیا ہے۔موسیٰ نے فرمایا تو (دل میں) خوب جانتا ہے کہ یہ عجائبات خاص

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَاۗىِٕرَ ۚ وَاِنِّىْ لَاَظُنُّكَ يٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا ۝۱۰۲ فَاَرَادَ اَنْ يَّسْتَفِزَّهُمْ

آسمان اور زمین کے پروردگار نے بھیجے ہیں جو کہ بصیرت کیلئے ذرائع ہیں اور میرے خیال میں ضرور تیری کمبختی کے دن آگئے ہیں۔پھر اس نے چاہا کہ بنی اسرائیل کا

مِّنَ الْاَرْضِ فَاَغْرَقْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ جَمِيْعًا ۝۱۰۳ وَّقُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ

اس سرزمین سے قدم اکھاڑ دے سو ہم نے اُس کو اور جو اس کے ساتھ تھے سب کو غرق کردیا۔اور اس کے بعد ہم نے بنی اسرائیل کو کہہ دیا کہ اب تم اس

اسْكُنُوا الْاَرْضَ فَاِذَا جَاۗءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيْفًا ۝۱۰۴ۭ

سرزمین میں رہو سہو پھر جب آخرت کا وعدہ آجاوے گا تو ہم سب کو جمع کرکے حاضر لاکریں گے۔

قُلْ آپ کہدیں | لَوْ اگر | اَنْتُمْ تم | تَمْلِكُوْنَ مالک ہوتے | خَزَآئِنَ خزانے | رَحْمَةِ رحمت | رَبِّيْٓ میرا رب | اِذًا جب | لَّاَمْسَكْتُمْ تم ضرور بند رکھتے

خَشْيَةَ ڈر سے | الْاِنْفَاقِ خرچ ہوجانا | وَكَانَ اور ہے | الْاِنْسَانُ انسان | قَتُوْرًا تنگ دل | وَ اور | لَقَدْ اٰتَيْنَا البتہ ہم نے دی | مُوْسٰى موسیٰ | تِسْعَ نو

اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ کھلی نشانیاں | فَسْـَٔلْ پس پوچھ تو | بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ بنی اسرائیل | اِذْ جب | جَاۗءَهُمْ ان کے پاس آیا | فَقَالَ تو کہا | لَهٗ اس کو | فِرْعَوْنُ فرعون

اِنِّىْ بیشک میں | لَاَظُنُّكَ تجھ پر گمان کرتا ہوں | يٰمُوْسٰى اے موسیٰ | مَسْحُوْرًا جادو کیا گیا | قَالَ اس نے کہا | لَقَدْ البتہ | عَلِمْتَ تو نے جان لیا

مَآ اَنْزَلَ نہیں نازل کیا | هٰٓؤُلَاۗءِ اس کو | اِلَّا مگر | رَبُّ پروردگار | السَّمٰوٰتِ آسمان | وَالْاَرْضِ اور زمین | بَصَاۗىِٕرَ بصیرت | وَاِنِّىْ اور بیشک میں

لَاَظُنُّكَ تجھ پر گمان کرتا ہوں | يٰفِرْعَوْنُ اے فرعون | مَثْبُوْرًا ہلاک شدہ | فَاَرَادَ پس اس نے ارادہ کیا | اَنْ کہ | يَّسْتَفِزَّهُمْ انہیں نکال دے

مِّنَ سے | الْاَرْضِ زمین | فَاَغْرَقْنٰهُ تو ہم نے اسے غرق کردیا | وَمَنْ اور جو | مَّعَهٗ اسکے ساتھ | جَمِيْعًا سب | وَّقُلْنَا اور ہم نے کہا

مِنْۢ بَعْدِهٖ اسکے بعد | لِبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ بنی اسرائیل کو | اسْكُنُوْا تم رہو | الْاَرْضَ زمین | فَاِذَا پھر جب | جَاۗءَ آئے گا | وَعْدُ الْاٰخِرَةِ آخرت کا وعدہ

جِئْنَا ہم لے آئینگے | بِكُمْ تم کو | لَفِيْفًا جمع کرکے

تفسیر وتشریح: گذشتہ رکوع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا گیا تھا۔ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا یعنی خدا تعالیٰ نے اپنی رحمت سے آپ پر بہت بڑا فضل کیا ہے کہ قرآن جیسی بے مثال دولت عطا فرمائی۔ مشرکین مکہ جن وجوہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کی نبوت کا انکار کرتے تھے ان میں سے ایک اہم وجہ یہ بھی تھی کہ اس طرح انہیں آپ کا فضل وشرف ماننا پڑتا تھا اور اپنے کسی معاصر اور ہم چشم کا فضل ماننے کے لئے انسان مشکل ہی سے آمادہ ہوا کرتا ہے اسی پر فرمایا جارہا ہے کہ جن لوگوں کی بخیلی کا حال یہ ہے کہ کسی کے واقعی مرتبہ کا اقرار اور اعتراف کرتے ہوئے بھی ان کا دل دکھتا ہے انہیں اگر کہیں خدا نے اپنے خزانہائے رحمت کی کنجیاں حوالہ کر دی ہوتیں تو وہ کسی کو پھوٹی کوڑی بھی نہ دیتے تو یہ مشرکین کہاں گوارا کر سکتے تھے کہ مکہ وطائف کے بڑے بڑے متکبر دولت مند اور سرداران کو چھوڑ کر وحی و نبوت کی یہ بیش بہا دولت بنی ہاشم کے ایک "در یتیم" کو مل جائے۔ یہ حق تعالیٰ کا فیض ہے کہ جس میں جیسی قابلیت واستعداد دیکھی اس کے مناسب کمالات وانعامات کے خزانے انڈیل دیئے۔

جیسا کہ گذشتہ آیات میں بیان ہوا کفار مکہ کہتے تھے کہ ہم آپ پر ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ یہ یہ کام نہ کر کے دکھائیں جواب میں ان سے کہا جارہا ہے کہ جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل ورحمت سے قرآن مجید دیا اور بہت کچھ مہربانیاں آپ پر فرمائیں اسی طرح پہلے موسیٰ علیہ السلام کو صداقت کے نو کھلے ہوئے نشانات ان کے مناسب حال عطا فرما چکے ہیں جب کہ وہ بنی اسرائیل کے پاس فرعون کے مظالم سے نجات دلانے کے لئے تشریف لائے تھے۔

چونکہ مشرکین مکہ یہود کے مشورہ اور کہنے پر سوال کرتے تھے اس لئے حضرت موسیٰ اور آپ کے معجزات کے متعلق مشرکین سے کہا جارہا ہے کہ ان باتوں کی تصدیق کے لئے اگر چاہو تو بنی اسرائیل کے باخبر اور منصف مزاج علماء سے پوچھ دیکھو کہ فرعون اور موسیٰ علیہ السلام کے واقعات کہاں تک صحیح ہیں۔

تو یہاں موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے قصہ کا ایک بار پھر ذکر کرنے کا موقع آیا۔ جس سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ جیسے مشرکین مکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مسحور یعنی سحر زدہ کا خطاب دیا کرتے تھے ٹھیک اسی خطاب سے فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو نوازا تھا اور کہا تھا کہ اے موسیٰ میرے خیال میں تو ضرور تم پر کسی نے جادو کر دیا ہے

جس کا جواب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو یہ دیا تھا کہ گو تو زبان سے انکار کرتا ہے مگر تیرا دل خوب جانتا ہے کہ یہ عظیم الشان نشان تیری آنکھیں کھولنے کے لئے اسی خدائے قادر مطلق نے دکھلائے ہیں جو آسمان اور زمین کا سچا مالک ہے۔ اب جو شخص جان بوجھ کر محض ظلم وتکبر کی راہ سے حق کا انکار کرے تو اس کی نسبت بجز اس کے کیا خیال کیا جاسکتا ہے کہ تباہی کی گھڑی اس کے سر پر آ پہنچی۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ جب فرعون نے دیکھا کہ موسیٰ کا اثر بڑھتا جاتا ہے تو اس خیال سے کہ کہیں بنی اسرائیل زور نہ پکڑ جائیں اس لئے ان کو اور زیادہ ستانا شروع کیا۔ مگر آخر اللہ تعالیٰ نے ظالموں کی جڑ کاٹ دی اور بنی اسرائیل کو غلامی سے نجات دی اور مصر وشام میں جہاں چاہیں آزادی سے رہنے کا موقع عطا فرمایا۔

اصل غرض اس قصہ کو یہاں بیان کرنے کی یہی ہے کہ مشرکین مکہ اس فکر میں تھے کہ مسلمانوں کو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سرزمین عرب سے ناپید کر دیں اس پر انہیں یہ سنایا جا رہا ہے کہ یہی کچھ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے ساتھ کرنا چاہا تھا مگر ہوا یہ کہ فرعون اور اس کے ساتھی ناپید کر دیئے گئے اور زمین پر موسیٰ علیہ السلام اور ان کے پیروان ہی بسائے گئے۔

اب اگر اس روش پر تم چلو گے تو تمہارا انجام بھی یہی ہونا ہے۔ اخیر میں بتلایا گیا کہ جب قیامت آئے گی تو پھر ایک مرتبہ تم سب کو اکٹھا کر کے سعید وشقی ہالک وناجی کا دائمی فیصلہ کر دیا جائے گا۔

خلاصہ یہ کہ یہاں کفار ومشرکین کو تنبیہ کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے غلبہ اور مسلمانوں کی کامیابی کی درپردہ بشارت دینی مقصود ہے اور فتح مکہ کی طرف لطیف اشارہ ہے چنانچہ بحمد اللہ تعالیٰ ایسا ہی ثابت ہوا فرعونیوں کی طرح کفار مکہ مٹ گئے اور اہل اسلام کو ان کی بستیوں کی حکومت دے دی گئی۔

اب آگے پھر اصل مضمون یعنی قرآن کی حقانیت کا ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ ۭ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿۱۰۵﴾ وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ

اور ہم نے اس قرآن کو راستی ہی کے ساتھ نازل کیا اور وہ راستی ہی کے ساتھ نازل ہو گیا اور ہم نے آپ کو صرف خوشی سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اور قرآن میں ہم نے

لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰي مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا ﴿۱۰۶﴾ قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖٓ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا

جا بجا فصل رکھا تا کہ آپ اس کو لوگوں کے سامنے ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں اور ہم نے اس کو اتارنے میں بھی تدریجاً اتارا۔ کہہ دیجئے کہ تم اس قرآن پر خواہ ایمان لاؤ خواہ ایمان نہ لاؤ،

الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ﴿۱۰۷﴾ وَّيَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ

جن لوگوں کو قرآن سے پہلے (دین کا) علم دیا گیا تھا یہ قرآن جب ان کے سامنے پڑھا جاتا ہے تو ٹھوڑیوں کے بل سجدے میں گر پڑتے ہیں۔ اور کہتے ہیں ہمارا رب (وعدہ خلافی سے) پاک ہے۔

اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ﴿۱۰۸﴾ وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ﴿۱۰۹﴾ (السجدۃ)

بیشک ہمارے رب کا وعدہ ضرور پورا ہی ہوتا ہے اور ٹھوڑیوں کے بل گرتے ہیں روتے ہوئے اور یہ قرآن ان کا خشوع بڑھا دیتا ہے۔

وَبِالْحَقِّ اور حق کیساتھ	اَنْزَلْنٰهُ ہم نے اسے نازل کیا	وَبِالْحَقِّ اور سچائی کے ساتھ	نَزَلَ نازل ہوا	وَمَا اور نہیں	اَرْسَلْنٰكَ ہم نے آپ کو بھیجا		
اِلَّا مگر	مُبَشِّرًا خوشخبری دینے والا	وَنَذِيْرًا اور ڈر سنانے والا	وَقُرْاٰنًا اور قرآن	فَرَقْنٰهُ ہم نے جدا جدا کیا	لِتَقْرَاَهٗ تا کہ تم اسے پڑھو	عَلٰي پر	
النَّاسِ لوگ	عَلٰي مُكْثٍ ٹھہر ٹھہر کر	وَنَزَّلْنٰهُ اور ہم نے اسے نازل کیا	تَنْزِيْلًا آہستہ آہستہ	قُلْ آپ کہہ دیں	اٰمِنُوْا تم ایمان لاؤ	بِهٖٓ اس پر	
اَوْ یا	لَا تُؤْمِنُوْا تم ایمان نہ لاؤ	اِنَّ بیشک	الَّذِيْنَ وہ لوگ جنہیں	اُوْتُوا الْعِلْمَ علم دیا گیا	مِنْ قَبْلِهٖٓ اس سے قبل	اِذَا جب	يُتْلٰى وہ پڑھا جاتا ہے
عَلَيْهِمْ انکے سامنے	يَخِرُّوْنَ وہ گر پڑتے ہیں	لِلْاَذْقَانِ ٹھوڑیوں کے بل	سُجَّدًا سجدہ کرتے ہوئے	وَ اور	يَقُوْلُوْنَ وہ کہتے ہیں	سُبْحٰنَ پاک ہے	
رَبِّنَا ہمارا رب	اِنْ بیشک	كَانَ ہے	وَعْدُ وعدہ	رَبِّنَا ہمارا رب	لَمَفْعُوْلًا ضرور پورا ہو کر رہنے والا	وَيَخِرُّوْنَ اور وہ گر پڑتے ہیں	
لِلْاَذْقَانِ ٹھوڑیوں کے بل	يَبْكُوْنَ روتے ہوئے	وَيَزِيْدُهُمْ اور ان میں زیادہ کرتا ہے	خُشُوْعًا عاجزی				

تفسیر وتشریح

گزشتہ آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا ذکر فرمایا گیا تھا۔ اب روئے سخن پھر قرآن کریم کی طرف پھیر دیا گیا۔ یعنی موسیٰ علیہ السلام کے معجزات تو تھے ہی لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جو معجزات عطا ہوئے ان میں سب سے بڑا علمی معجزہ یہ قرآن کریم ہے۔ آگے پھر اس کی حقانیت وغیرہ کو بیان فرمایا جاتا ہے۔

مفسرین نے ان آیات کے سبب نزول کے متعلق لکھا ہے کہ ان آیات میں کفار مکہ کو جواب دیا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے قرآن کو حق کے ساتھ نازل کیا۔ یعنی اس میں نہ کسی شیطان یا جن کو دخل ہے نہ کسی انسان کی ساخت کو پھر جو کچھ اللہ تعالیٰ نے نازل کیا وہ عین حکمت کے موافق اور اپنے علم عظیم اور اعلیٰ درجہ کی سچائی پر مشتمل کر کے اتارا ہے۔ اور ٹھیک اسی سچائی کے ساتھ وہ آپ تک پہنچ گیا۔ درمیان میں ادنیٰ ترین تغیر یا تبدل بھی نہیں ہوا۔ یعنی ایسے فرشتہ کی معرفت نازل کیا جو غلطی نسیان یا خودسازی سے پاک ہے۔ مجسم حق ہے اور جن پر نازل ہوا وہ بھی رسول امین ہیں جو دروغ بافی۔ غلط بیانی اور خودسازی سے بالکل پاک ہیں۔ پھر قرآن جن عقائد احکام واقعات، قصص اور پیشین گوئیوں کو لے کر نازل ہوا وہ سب حق ہیں۔ ایسی صورت میں کسی شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ آپ کا کام صرف تبلیغ ہے خواہ بصورت

ترغیب ہو یا بشکل ترہیب رسول کو اسی لئے بھیجا ہے کہ ماننے والوں کو خوشخبری اور نہ ماننے والوں کو عذاب الٰہی کی دھمکی سنا دیں نیکوکار اور باعمل بندوں کو نجات ابدی و سعادت اخروی کی بشارت دیں اور نافرمان بدکردار کافروں کو ابدی ہلاکت سے ڈرائیں۔

قرآن پاک کی صداقت میں کفار مکہ کو ایک شبہ اور بھی تھا جس کو اب بھی مخالفین اسلام بڑے زوروشور کے ساتھ پیش کرتے ہیں اور وہ یہ کہ قرآن مجموعی طور پر یک دم کیوں نہ نازل ہوا۔ تھوڑا تھوڑا کیوں اترا اس سے معاندین اور مخالفین یہ الزام لگاتے ہیں کہ (معاذ اللہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسا وقت دیکھا اور جو واقعہ پیش آیا اسی کے مطابق چند آیتیں اپنی طرف سے بنالیں۔ اس کے جواب میں فرمایا گیا کہ تدریجاً نزول قرآن کی وجہ مصلحت تبلیغ ہے کیونکہ انزال قرآن سے مقصود اصلی مطلب سمجھ کر اس پر عمل کرنا ہے۔ اگر یکدم نازل ہوتا تو اصل فائدہ یعنی سمجھنا اور عمل کرنا دشوار ہوتا۔ عرب کے صحرائی نہ پڑھے نہ لکھے اہل دانش اور ارباب علم کی صحبت سے محروم ہمیشہ سے قدامت پرستی اور آبائی رسم ورواج کے شیدائی وہ پوری کتاب کو یک دم کیسے سمجھتے اور کیسے عمل کرتے۔ ایک حکم کے نازل کرنے میں سمجھنا اور عمل کرنا سہل ہوگیا۔ رفتہ رفتہ بری عادتیں چھوٹ گئیں۔ غلط عقائد زائل ہوگئے۔ یکدم نزول سے ایک ہیجان برپا ہو جاتا اور اس پر عمل کے لئے کوئی آمادہ نہ ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کی یہی مصلحت وحکمت اور شفقت علی العباد تھی جو تدریجاً نزول کی باعث ہوئی۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمایا جاتا ہے کہ منکرین قرآن سے فرمادیں کہ اب تم قرآن کو سچا مانو یا نہ مانو تم کو اختیار ہے اللہ اور اس کے رسول کی کوئی غرض نہیں ہے کہ تم ایمان لاؤ گے تو خدا اور رسول کو فائدہ پہنچے گا انکار کرو گے تو ان کا نقصان ہو جائے گا۔ یہ تو اللہ کی اپنے بندوں پر شفقت تھی کہ اپنا ہدایت نامہ آہستہ آہستہ انسانی حالات کے مطابق نازل فرمایا۔ رسول کا کام تھا ہدایت نامہ پہنچانا۔ پڑھ کر سنانا مطلب سمجھانا اور خود احکام الٰہیہ پر عمل کر کے دکھلا دینا۔ فرمانبرداروں کو خوشخبری دینا اور نافرمانوں کو ڈرانا۔ سو یہ کام بھی پورا ہوگیا اب ماننا نہ ماننا تمہارا کام ہے۔ نفع نقصان تمہارا ہے مانو یا نہ مانو تمہیں اختیار ہے۔

اس کے آگے عمومی ترغیب اسلام کے لئے ان اہل کتاب کی تعریف فرمائی جاتی ہے جو قرآنی آیات سن کر اللہ کے وعدوں کی تصدیق کرتے اور انتہائی خشوع وخضوع کے ساتھ سجدہ میں گر پڑتے۔ مفسرین نے صراحت کی ہے کہ آیت میں حضرت نجاشی شاہ حبش اور ان کے بعض مومن ساتھیوں کی حالت کا اظہار فرمایا ہے جن کو حضرت جعفرؓ نے جب سورۂ مریم کی کچھ آیات سنائیں تو ان کے دل نرم پڑ گئے۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور بے اختیار سجدہ میں گر پڑے۔ بعض علمائے تفسیر کا خیال ہے کہ آیت کا نزول حضرت سلمان فارسیؓ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے متعلق ہوا جو کتب سابقہ کی تصریحات کے سبب نبی آخر الزمان کے منتظر تھے اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کی خبر ان کو ملی تو بے اختیار کھچ کر آ گئے اور کلام الٰہی کو سن کر رونے لگے۔ مطلب یہ کہ جو اہل علم قبل نزول سے موجود تھے وہ تو اس کتاب اور نبی آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منتظر ہی تھے وہ اس کلام کو سن کر اپنی اگلی کتابوں کی پیشینگوئیوں اور خوشخبریوں کی تصدیق پاتے ہیں اور قرآن کو پا کر سجدۂ شکر ادا کرتے ہیں کہ جس آخری کتاب کا آخری نبی پر نازل کرنے کا وعدہ کتب سابقہ میں کیا تھا اللہ تعالیٰ نے اس کو پورا فرمادیا۔

تنبیہ:- یہ آخری آیت سجدہ کی آیت ہے اس لئے سب پڑھنے اور سننے والوں پر سجدہ کرنا واجب ہے اس لئے سب حضرات دعا کے بعد ایک سجدۂ تلاوت کرلیں اور یہ بھی مسئلہ سمجھ لیں کہ ایک مجلس میں اگر آیت سجدہ کئی بار بھی پڑھی یا سنی جائے تو ایک ہی سجدہ واجب ہوگا۔

معلوم ہوا کہ اللہ کے خوف سے یا جذبۂ شکر سے سجدہ میں چلے جانا اور گریہ وزاری کرنا اور اللہ کی پاکی بیان کرنا قابل مدح عمل ہے اور جو لوگ روز ازل سے خوش نصیب ہیں ان کا عجز و انکسار اور تضرع وخشوع اور تعلق مع اللہ آیات قرآنی کو سن کر بڑھتا ہے اور جو کم نصیب ہیں ان کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ اب آگے سورۃ کے خاتمہ پر توحید کی تحقیق وتعلیم ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۚ وَلَا تَجْهَرْ

آپ فرما دیجئے کہ خواہ اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر پکارو جس نام سے بھی پکارو گے سو اس کے بہت سے اچھے اچھے نام ہیں اور اپنی نماز میں نہ تو بہت پکار کر

بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ﴿۱۱۰﴾ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ لَمْ

پڑھیئے اور نہ بالکل چپکے چپکے ہی پڑھیئے اور دونوں کے درمیان ایک طریقہ اختیار کر لیجئے۔ اور کہہ دیجئے کہ تمام خوبیاں اُسی اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں

يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهُ شَرِيْكٌ فِى الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ وَلِىٌّ مِّنَ الذُّلِّ

جو نہ اولاد رکھتا ہے اور نہ اس کا کوئی سلطنت میں شریک ہے اور نہ کمزوری کی وجہ سے اس کا کوئی مددگار ہے

وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا ﴿۱۱۱﴾

اور اس کی خوب بڑائیاں بیان کیا کیجئے۔

قُلْ آپ کہدیں	اُدْعُوا تم پکارو	اللّٰهَ اللہ	اَوِادْعُوا یا تم پکارو	الرَّحْمٰنَ رحمٰن	اَيًّامَّا جو کچھ بھی	تَدْعُوْا تم پکارو گے	فَلَهٗ سو اسی کیلئے
الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى سب سے اچھے نام	وَلَا تَجْهَرْ اور نہ بلند کرو تم	بِصَلَاتِكَ اپنی نماز میں	وَلَا تُخَافِتْ اور نہ بالکل پست کرو تم	بِهَا اس میں			
وَابْتَغِ اور ڈھونڈو	بَيْنَ ذٰلِكَ اس کے درمیان	سَبِيْلًا راستہ	وَقُلِ اور کہدیں	الْحَمْدُ تمام تعریفیں	لِلّٰهِ اللہ کیلئے	الَّذِىْ وہ جس نے	
لَمْ يَتَّخِذْ نہیں بنائی	وَلَدًا کوئی اولاد	وَ اور	لَمْ يَكُنْ نہیں ہے	لَهٗ اس کیلئے	شَرِيْكٌ کوئی شریک	فِى الْمُلْكِ سلطنت میں	
وَلَمْ يَكُنْ اور نہیں ہے	لَهٗ اس کا	وَلِىٌّ کوئی مددگار	مِنَ سبب	الذُّلِّ ناتوانی	وَكَبِّرْهُ اور اس کی بڑائی کرو	تَكْبِيْرًا خوب بڑائی	

تفسیر و تشریح

ان آیات کے اسباب نزول کے متعلق لکھا ہے کہ ایک روز دعاء میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یا اللہ یا رحمٰن فرمایا مشرکین نے سنا تو اعتراض کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو تو دو معبودوں کے پکارنے سے منع کرتے ہیں اور خود دو معبودوں کو پکارتے ہیں اس پر آیت کا پہلا ٹکڑا قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ نازل ہوا اور آیت کا دوسرا حصہ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ کے سبب نزول کی یہ روایت ہے کہ مکہ میں جب آپ نماز میں بلند آواز سے قرآن پڑھتے تو مشرکین جنہیں قرآن کے سننے سے نفرت تھی قرآن اور حق تعالیٰ اور جبرئیل علیہ السلام کی شان میں گستاخی کرتے اس پر آیت کا دوسرا جزو وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ نازل ہوا اور سورۃ کے اخیر آیت میں وحدانیت کاملہ کے اظہار کے لئے یہودیوں عیسائیوں عرب کے مشرکوں اور مجوسیوں کے عقائد باطلہ کی تردید فرمائی گئی تاکہ اسلامی توحید اور غیر اسلامی توحید میں فرق نمایاں ہو جائے۔ یہودی اور عیسائی بھی زبان سے اللہ کو ایک کہتے تھے مگر یہود حضرت عزیر اور نصاریٰ حضرت مسیح علیہما السلام کو نعوذ باللہ اللہ کا بیٹا قرار دے کر شرک میں گرفتار تھے اسی طرح عرب کے بعض قبائل زبان سے مدعی توحید تھے مگر ملائکہ کو اللہ کی بیٹیاں کہتے تھے۔ فرقہ صابیہ اور فرقہ مجوس کا عقیدہ تھا کہ اگر اللہ کے مددگار نہ ہوتے تو وہ عاجز ہو جاتا۔ چونکہ یہ تمام عقائد شرک آمیز تھے اس لئے آخری آیت میں ان سب کی تردید فرما دی۔ یہ تو سبب نزول تھے ان آیات کے رہا مشرکین کا اعتراض کہ ہم کو دو معبودوں کے نام لینے سے منع کیا جاتا ہے اور خود اللہ کے سوا دوسرے خدا رحمٰن کو پکارتے ہیں اس کے جواب میں فرمایا گیا کہ اللہ اور رحمٰن ایک ہی ذات کے دو نام ہیں۔ تم اس کو اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر بات ایک ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی متعدد صفات ہیں اور ہر ایک صفت کے لحاظ سے اس کا ایک علیحدہ نام ہے تو اللہ تعالیٰ کی متعدد صفات ہیں اور ہر ایک صفت کے

لحاظ سے اس کا ایک علیحدہ نام ہے تو اللہ تعالیٰ کے جس قدر اسمائے حسنیٰ ہیں ان میں سے کوئی نام لے کر پکارو مقصود ایک ہی ہے۔ اس میں شرک سے کوئی علاقہ نہیں کیونکہ مسمیٰ تو ایک ہی ہے ہاں اسماء متعدد ہیں۔ شرک تو جب ہوتا جب مسمیٰ دوسرا ہوتا چنانچہ ایک حدیث میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ۹۹ نام ہیں یعنی ایک کم ۱۰۰ جو شخص یاد کرے ان کو داخل ہوگا جنت میں۔ نیز ان کو ورد کر کے ان کے توسل سے دعا مانگنا موجب قبولیت ہے۔

آگے مشرکین جو بلند آواز سے قرآن پڑھنے پر گستاخی کرتے تھے اسکے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم کو ہدایت دی جاتی ہے کہ آپ اپنی جہری نمازوں میں نہ تو قرآن بہت پکار کر پڑھیے کہ جسے سن سن کر مشرکین خرافات بکیں اور قلب نماز میں مشوش ہو اور نہ بالکل آہستہ پڑھیے جو نمازیوں کو بھی نہ سنائی دے بلکہ دونوں کے درمیان ایک متوسط طریقہ اختیار کر لیجئے۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ حکم صرف مکہ میں انہی حالات کیلئے تھا۔ مدینہ میں جب حالات بدل گئے تو یہ حکم باقی نہ رہا۔

آخری اور خاتمہ آیت میں کفار پر رد کرنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت دی جارہی ہے کہ آپ علی الاعلان کہہ دیجئے کہ ساری خوبیاں اور تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو اپنی ہر صفت وکمال میں یگانہ ہے اور ہر قسم کے عیب وقصور اور نقص وفتور سے بالکل پاک ومنزہ ہے۔ اس کی ذات میں کسی طرح کی کمزوری نہیں جس کی تلافی کے لئے دوسرے کی حاجت پڑے۔ دوسرے سے مدد لینے میں تین صورتیں ہوسکتی ہیں چھوٹے سے مدد لی جائے جیسے باپ اولاد سے لیتا ہے یا برابر والے سے جیسے کہ ایک شریک کو دوسرے شریک سے مدد پہنچتی ہے یا بڑے سے جس طرح کمزور وضعیف ذلت ومصیبت کے وقت بڑے آدمیوں سے مدد لیتے ہیں تو یہاں تینوں صورتوں کی نفی فرمادی گئی جس میں یہود ونصاریٰ اور مشرکین سب کے عقائد کا رد ہوگیا اور توحید خالص کا اعلان فرمایا گیا۔

خلاصہ یہ کہ اس سورۃ کی ابتداء سبحان اللہ سے ہوئی اور آخری آیت الحمد للہ سے شروع ہوئی اور اللہ اکبر کے مفہوم پر ختم ہوئی اور بیچ کا مضمون صاف لا الٰہ الا اللہ پر دلالت کرتا ہے۔ اس طرح یہ سورۃ اللہ کی توحید ومعرفت سے متعلق ہے۔ جس کے مفہوم کا خلاصہ یہ کلمات ہوئے سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر۔

اس سورۃ کی آخری آیت کے متعلق علامہ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر کے تمام چھوٹے بڑے لوگوں کو یہ آیت سکھایا کرتے تھے اور آپ نے اس آیت کا نام آیت العز یعنی عزت والی آیت رکھا تھا۔ بعض آثار میں ہے کہ جس گھر میں رات کو یہ آیت پڑھی جائے اس گھر میں کوئی آفت یا چوری نہیں ہوسکتی۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ بنی عبدالمطلب میں جب کوئی بچہ زبان کھولنے کے قابل ہوجاتا تو اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ آیت

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّ لَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِیْرًا

اس کو سکھا دیتے تھے (مظہری) اور حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ باہر نکلا اس طرح کہ میرا ہاتھ آپکے دست مبارک میں تھا۔ آپ کا گزر ایک ایسے صاحب پر ہوا جو بہت شکستہ حال اور پریشان تھے۔ آپ نے پوچھا کہ تمہارا یہ حال کیسے ہوگیا؟ اس شخص نے عرض کیا کہ بیماری اور تنگدستی نے یہ حال کر دیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں تمہیں چند کلمات بتلاتا ہوں۔ وہ پڑھو گے تو تمہاری بیماری اور تنگدستی جاتی رہے گی۔ وہ کلمات یہ تھے۔ توکلت علی الحی الذی لایموت. الحمد لله الذی لم یتخذ ولداً ولم یکن له شریک فی الملک ولم یکن له ولی من الذل و کبره تکبیراً اسکے کچھ عرصہ بعد پھر آپؐ اس طرف تشریف لے گئے تو اس کو اچھے حال میں پایا۔ آپ نے خوشی کا اظہار فرمایا۔ اس نے عرض کیا کہ جب سے آپ نے مجھے یہ کلمات بتلائے تھے میں پابندی سے انکو پڑھتا ہوں۔ (مظہری)

الحمد للہ اس درس پر سورۂ بنی اسرائیل کا بیان ختم ہوا جس میں ۱۲ رکوع تھے۔ اس کے بعد ان شاء اللہ الرحمٰن سورۂ کہف کا بیان شروع ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ الْكَهْفِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّعَشْرُ اٰيَاتٍ وَّاثْنَا عَشَرَ رُكُوْعًا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ۝

تمام خوبیاں اس اللہ کیلئے ثابت ہیں جس نے اپنے (خاص) بندہ پر یہ کتاب نازل فرمائی اور اس میں ذرا بھی کجی نہیں رکھی۔

اَلْحَمْدُ تمام تعریفیں	لِلّٰهِ اللہ کیلئے	الَّذِيْٓ وہ جس نے	اَنْزَلَ نازل کی	عَلٰى عَبْدِهِ اپنے بندہ پر	الْكِتٰبَ کتاب	وَلَمْ يَجْعَلْ اور نہ رکھی
	لَّهٗ اس میں	عِوَجًا کوئی کجی				

تفسیر وتشریح

الحمدللہ اب پندرھویں پارہ کی سورۂ کہف کا بیان شروع ہو رہا ہے اس وقت صرف ایک ابتدائی آیت تلاوت کی گئی ہے اس کی تشریح سے پہلے اس سورۃ کی فضیلت، سبب نزول، مقام اور زمانہ نزول، وجہ تسمیہ، موضوع ومباحث تعداد آیات ورکوعات وغیرہ بیان کئے جاتے ہیں۔

اس سورۃ کے پہلے ہی رکوع میں کہف کا لفظ آیا ہے اس لئے علامت کے طور پر اسی کو سورۃ کا نام دے دیا گیا۔ کہف کے معنی ہیں وسیع پہاڑی غار اس طرح اصحاب کہف کے معنی ہوئے غار والے۔ یہ سورۃ بھی مکی ہے جب کہ مخالفین کی طرف سے ظلم وستم اور مزاحمت نے شدت اختیار کرلی تھی۔ اس وقت جو مسلمان ستائے جا رہے تھے ان کو اصحاب کہف کا قصہ سنایا گیا تا کہ ان کی ہمت بندھے اور انہیں معلوم ہو کہ اہل ایمان اپنا ایمان بچانے کے لئے پہلے کیا کچھ کر چکے ہیں۔

یہ سورۃ مشرکین مکہ کے تین سوالات کے جوابات میں نازل ہوئی تھی جو انہوں نے یہود مدینہ کے مشورہ اور سکھلانے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کئے تھے۔ مشرکین مکہ نے یہود سے جا کر کہا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نبی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ کچھ ایسے سوال بتاؤ کہ جو امتحان کی غرض سے پوچھے جائیں۔ چنانچہ یہود مدینہ نے تین سوال سکھلائے کہ یہ جا کر پوچھو۔ اب یہاں دو روایات ہیں کہ یہود کے تین سوالات کیا تھے۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ تین سوال یہ تھے۔

۱- ایک سوال روح کے متعلق تھا۔

۲- دوسرا سوال اصحاب کہف کے متعلق تھا اور تیسرا سوال ذوالقرنین کے متعلق تھا جس میں سے روح کے متعلق جواب گذشتہ سورۃ بنی اسرائیل میں دیا گیا اور باقی دو سوالوں کے جواب میں یہ سورۂ کہف نازل ہوئی اور بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ ان کے تین سوالات یہ تھے۔

۱- اصحاب کہف کون تھے؟

۲- قصہ خضر اور موسیٰؑ کی کیا حقیقت ہے؟

۳- ذوالقرنین کا کیا قصہ ہے؟

یہ تینوں قصے عیسائیوں اور یہودیوں کی تاریخ سے متعلق تھے۔ حجاز میں اہل عرب میں ان کا کوئی چرچا نہ تھا اس لئے یہود نے امتحان کی غرض سے ان سوالات کا انتخاب کیا تھا تا کہ یہ بات کھل جائے کہ واقعی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی غیبی ذریعہ علم ہے یا نہیں۔ چنانچہ ان کے پوچھے ہوئے سوالات کے جوابات دیئے بلکہ ان تینوں قصوں کو پوری طرح اس صورتحال پر چسپاں بھی کر دیا جو اس وقت مکہ میں کفر و اسلام کے درمیان درپیش تھی۔ اصحاب کہف کے قصہ سے اہل ایمان کو یہ سبق دیا گیا کہ اگر کفار کا کہیں

غلبہ بے پناہ ہو اور ایک مومن کو ظالم معاشرے میں دین و ایمان پر قائم رہنا مشکل ہو تب بھی اس کو باطل کے آگے سر نہ جھکانا چاہئے۔ جس طرح خدائے قادر مطلق نے اصحاب کہف کو ایک مدت دراز یعنی کچھ اوپر تین سو سال تک مدت کی نیند سلا کر پھر جلا اٹھایا اسی طرح اس کی قدرت سے دوبارہ قیامت میں تمام انسانوں کو زندہ کر کے اٹھانا کچھ بعید نہیں۔ جس سے کفار انکار کرتے تھے۔

گویا اصحاب کہف کا واقعہ قیامت کی دلیل اس اعتبار سے ہے کہ جو خدا کئی سو سال سلانے کے بعد بیدار کر سکتا ہے وہ صدہا اور ہزارہا سال کی مدت کے بعد بھی زندہ کر سکتا ہے کیونکہ نیند اور خواب موت کا بھائی ہے۔ پس دونوں بھائیوں کا حکم یکساں ہے۔

اس کے بعد قصہ ذوالقرنین سنایا گیا۔

ایک روایت میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے دن سورۂ کہف پڑھ لے وہ آٹھ روز تک (یعنی اگلے جمعہ تک) ہر فتنہ سے محفوظ رہے گا۔ اور اگر دجال نکل آئے تو یہ اس کے فتنہ سے بھی محفوظ رہے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ جو شخص سورۂ کہف جمعہ کے دن تلاوت کرے اس کے قدم سے لے کر آسمان کی بلندی تک نور ہو جائے گا جو قیامت کے دن روشنی دے گا اور پچھلے جمعہ سے اس دن تک اس کے سب گناہ معاف ہو جائیں گے۔

حضرت ابو درداءؓ سے ایک روایت ہے کہ جس شخص نے سورۂ کہف کی پہلی دس آیتیں حفظ کر لیں وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ رہے گا اور ایک دوسری روایت میں یہی مضمون سورۂ کہف کی آخری دس آیتیں یاد کرنے کے متعلق ہے۔

اور حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورۂ کہف پوری کی پوری ایک وقت میں نازل ہوئی۔ اور ۷۰ ہزار فرشتے اس کے ساتھ آئے جس سے اس کی عظمت شان ظاہر ہوتی ہے۔

اس تمہیدی بیان کے بعد اب ابتدائی آیت کی تشریح سنئے۔ سورۃ کی ابتداء اللہ عزوجل اپنی حمد و تعریف سے فرماتے ہیں یعنی اعلیٰ سے اعلیٰ تعریف اور حمد و ثنا اور شکر کا مستحق اللہ تعالیٰ ہی کی ذات پاک ہے۔

سورۃ کے شروع میں نزول قرآن کا ذکر اس لئے فرمایا کہ قرآن عظیم آپ کی نبوت و رسالت کی برہان عظیم ہے اس لئے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کی دلیل کو ذکر فرمایا اس کے بعد اصحاب کہف کا قصہ منکرین نبوت کے شبہ کے جواب میں ذکر فرمایا۔ اور اس قرآن کریم کی صفت یہ بتلائی وَلَمْ يَجْعَل لَّهُ عِوَجًا یعنی اس کتاب یعنی قرآن مجید فرقان حمید میں ذرہ برابر کسی قسم کی کجی نہیں رکھی یعنی اس میں کوئی ٹیڑھی ترچھی بات نہیں۔ نہ عبارت میں کہیں سے تناقص نہ عقائد میں کوئی اینچ پینچ۔ ہر بیان مدلل ہر حکم واضح تعلیم نہایت متوسط اور معتدل افراط و تفریط سے پاک ہر زمانہ اور طبیعت کے مناسب اور عقل سلیم کے بالکل مطابق ہے۔

آگے قرآن پاک کی مزید صفات اور اس کے نازل کرنے کی غرض کو بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل و کرم سے قرآن پاک جیسی کتاب ہم کو عطا فرمائی۔

یا اللہ قیامت کے دن قرآن پاک کے متبعین کے ساتھ ہمارا حشر و نشر فرمایئے یا اللہ یہ ملک جو اسلام کے نام پر قائم ہوا تھا یہاں قرآنی حکومت ہم کو دیکھنا نصیب فرما۔ اور قرآن کریم کے احکام کا یہاں نفاذ ہونے کی صورتیں غیب سے ظاہر فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَيِّمًا لِّيُنْذِرَ بَأْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ

(اس کتاب کو) بالکل استقامت کے ساتھ موصوف بنایا تاکہ وہ ایک سخت عذاب سے جو کہ منجانب اللہ ہوگا ڈرائے اور ان اہل ایمان کو جو نیک کام کرتے ہیں یہ خوشخبری دے

أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا حَسَنًا ۝٢ مَّاكِثِيْنَ فِيْهِ أَبَدًا ۝٣ وَّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۝٤ مَا لَهُمْ

کہ ان کو اچھا اجر ملے گا۔ جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اور تاکہ ان لوگوں کو ڈرائے جو یوں کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ اولاد رکھتا ہے۔ نہ تو اسکی

بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ ۭ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ ۭ إِنْ يَّقُوْلُوْنَ إِلَّا

کوئی دلیل ان کے پاس ہے اور نہ ان کے باپ دادوں کے پاس تھی بڑی بھاری بات ہے جو ان کے منہ سے نکلتی ہے وہ لوگ بالکل ہی جھوٹ بکتے ہیں۔

كَذِبًا ۝٥ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ إِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ أَسَفًا ۝٦ إِنَّا

سو شاید آپ ان کے پیچھے اگر یہ لوگ اس مضمون (قرآنی) پر ایمان نہ لائے تو غم سے اپنی جان دیدیں گے (یعنی اتنا غم نہ کریں کہ قریب بہ ہلاکت کردے) ہم نے

جَعَلْنَا مَا عَلَى الْأَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ۝٧ وَإِنَّا لَجٰعِلُوْنَ

زمین پر کی چیزوں کو اس زمین کیلئے باعث رونق بنایا تاکہ ہم لوگوں کی آزمائش کریں کہ ان میں زیادہ اچھا عمل کون کرتا ہے۔ اور ہم زمین پر کی

مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا ۝٨

تمام چیزوں کو ایک صاف میدان (یعنی فنا) کردیں گے۔

قَيِّمًا ٹھیک سیدھی	لِيُنْذِرَ تاکہ ڈر سنائے	بَأْسًا عذاب	شَدِيْدًا سخت	مِنْ لَدُنْهُ اس کی طرف سے	وَيُبَشِّرَ اور خوشخبری دے	الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں		
الَّذِيْنَ وہ جو	يَعْمَلُوْنَ عمل کرتے ہیں	الصّٰلِحٰتِ اچھے	أَنَّ لَهُمْ کہ ان کیلئے	أَجْرًا حَسَنًا اچھا اجر	مَاكِثِيْنَ وہ رہیں گے	فِيْهِ اس میں	أَبَدًا ہمیشہ	
وَيُنْذِرَ اور وہ ڈرائے	الَّذِيْنَ قَالُوا وہ جن لوگوں نے کہا	اتَّخَذَ اللّٰهُ اللہ نے بنالیا ہے	وَلَدًا بیٹا	مَا نہیں	لَهُمْ بِهٖ ان کو اس کا	مِنْ عِلْمٍ کوئی علم		
وَلَا اور نہ	لِاٰبَآئِهِمْ ان کے باپ دادا کو	كَبُرَتْ بڑی ہے	كَلِمَةً بات	تَخْرُجُ نکلتی ہے	مِنْ سے	أَفْوَاهِهِمْ ان کے منہ	إِنْ نہیں	
يَقُوْلُوْنَ وہ کہتے ہیں	إِلَّا مگر	كَذِبًا جھوٹ	فَلَعَلَّكَ تو شاید آپ	بَاخِعٌ ہلاک کرنیوالا	نَفْسَكَ اپنی جان	عَلٰى پر	اٰثَارِهِمْ ان کے پیچھے	إِنْ اگر
لَمْ يُؤْمِنُوْا وہ ایمان نہ لائے	بِهٰذَا اس	الْحَدِيْثِ بات	أَسَفًا غم کے مارے	إِنَّا بیشک ہم	جَعَلْنَا ہم نے بنایا	مَا جو	عَلَى الْأَرْضِ زمین پر	
زِيْنَةً زینت	لَهَا اس کیلئے	لِنَبْلُوَهُمْ تاکہ ہم انہیں آزمائش	أَيُّهُمْ کون ان میں سے	أَحْسَنُ بہتر	عَمَلًا عمل میں	وَإِنَّا اور بیشک ہم		
لَجٰعِلُوْنَ البتہ کرنے والے	مَا عَلَيْهَا جو اس پر	صَعِيْدًا صاف میدان	جُرُزًا بنجر					

تفسیر وتشریح: گذشتہ ابتدائی آیت میں بیان ہوا تھا کہ حمد وستائش اور تمام خوبیاں اللہ تبارک وتعالیٰ ہی کے لئے ہیں کہ جس نے اپنے خاص بندے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ کتاب یعنی قرآن مجید نازل فرمایا اور اس کتاب کے دو وصف بیان فرمائے گئے۔ ایک وصف تو گذشتہ آیت میں بیان ہوا تھا۔ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا یعنی اس کتاب میں ذرا بھی کسی قسم کی کجی نہیں رکھی گئی۔ یہ تو

اس کتاب کے کمال ذاتی کی طرف اشارہ تھا۔ دوسرا وصف ان آیات میں فرمایا قَیِّمًا یعنی یہ کتاب قیم بھی ہے۔ یعنی بنی آدم کی سعادت دارین کی کسوٹی اور راہ راست اور ان کے تمام دنیوی و اخروی مصالح کی متکلف ہے۔ قیم اس شخص کو بھی کہتے ہیں جو کسی کی مصالح کا متکلف ہو۔ اس قیم کے لئے دو باتیں ضروری ہیں۔ اول یہ کہ جس کا یہ قیم ہو اس کو پیش آنے والی ہلاکتوں سے مطلع کرے اور خوف دلا دے دوسرے یہ کہ تدابیر حسنہ اور اعمال صالحہ کا مژدہ وخوشخبری بھی دے۔ تاکہ بری باتوں سے نفرت اور اعمال صالحہ کی طرف رغبت ہو اسی طرح قرآن پاک کی صفت قیم فرمائی یعنی قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کے برے اعمال پر جو ہلاکتیں اور عذاب پیش آتے ہیں خواہ دنیا میں خواہ مرنے کے بعد دوسری زندگی میں ان سب سے بندوں کو متنبہ کرتا ہے اور مومنین کو دائمی خوشی اور ابدی راحت کی خوشخبری دیتا ہے۔ پھر مومنین کا وصف ذکر فرمایا گیا کہ مومنین کون ہیں؟ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ جو عمل صالح کرتے ہیں تو ظاہر ہوا کہ قرآن پاک ان مومنین کو خوشخبری دیتا ہے جو کہ نیک کام کرنے والے ہیں۔ معلوم ہوا کہ سعادت اخروی کے لئے محض ایمان لانا کافی نہیں بلکہ ایمان کے ساتھ عمل صالح بھی ضروری ہے تو سعادت اخروی کے لئے دو چیزیں لازم ہوئیں۔ ایمان اور عمل صالح پھر ان دو چیزوں پر دو ہی وعدہ فرمائے جاتے ہیں۔ ایک اَجْرًا حَسَنًا یعنی ان کے لئے اچھا بدلہ ملے گا یعنی حیات ابدی اور نعمائے جنت۔ دوسرے مَّاكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا کہ وہ اس اجر یعنی بہشت میں ہمیشہ رہا کریں گے یہ نہیں کہ وہ چند روزہ ہو پھر خوف دلانا ایک تو عام لوگوں کو عام باتوں پر ہوتا ہے جیسا کہ اوپر ذکر ہوا اور ایک خاص امر پر خوف دلانا ہوتا ہے تو عرب کے مشرکین فرشتوں کو نعوذ باللہ خدا

کی بیٹیاں سمجھ کر ان کی پرستش کیا کرتے تھے۔ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے تھے بلکہ اب تک کہتے ہیں اور بعض یہود حضرت عزیر علیہ السلام کی نسبت بھی یہی اعتقاد رکھتے تھے۔ تو بالخصوص ان لوگوں کو قرآن پاک عذاب الٰہی سے ڈراتا ہے جو نعوذ باللہ یوں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اولاد رکھتا ہے۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ اس اعتقاد باطل پر ان کے پاس تو کیا ان کے باپ دادا کے پاس بھی کوئی یقین دلانے والی سند نہیں۔ محض وہم فاسد ہے کوئی تحقیق اور اصول نہ ان کے ہاتھ میں ہے نہ ان کے باپ دادا کے ہاتھ میں تھا جن کی اندھی تقلید میں ایسی بھاری بات یہ زبان سے نکال رہے ہیں۔ گویا خداوند تعالیٰ کی شان قدوسیت وسبوحیت کی ان لوگوں کو کچھ خبر نہیں جو اس کی جناب میں ایسی گستاخیاں کرتے ہوئے ذرا نہیں شرماتے اور بالکل جھوٹ بکتے ہیں۔

آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے چونکہ آپ تمام دنیا کی اصلاح کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔

اگر یہ کافر آپ کی اور قرآن کی باتوں کو نہ مانیں تو آپ ان کے غم میں اپنے کو نہ گھلایئے۔ آپ کو اس قدر غمگین ہونے کی ضرورت نہیں۔ آپ تبلیغ ودعوت کا فرض ادا کر چکے اور کر رہے ہیں۔ آپ تو بہر حال کامیاب ہیں۔ اشقیا اگر قبول نہ کریں تو ان ہی کا نقصان ہے۔ لہٰذا آپ ان کے کفر کے نتیجہ کی فکر میں نہ پڑیئے۔ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی فرمائی گئی اسی طرح آپ کے متبعین مومنین صادقین کی تسلی فرمائی جاتی ہے کہ یہ جو کچھ دنیا کی زینت اور سامان بہار ہم نے پیدا کیا ہے یہ اس لئے ہے کہ اس میں اچھے اور بروں کا امتحان ہو جائے کہ کون اس کی رونق اور چند روزہ بہار اور دلفریبی پر دوڑتا ہے اور کون اسے چھوڑ کر آخرت کو پکڑتا ہے اور حلال حرام جائز وناجائز کی تمیز

کر کے خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری کی طرف جھپٹتا ہے۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ دنیا تو آزمائش کی جگہ ہے اس عالم کو اللہ نے اسی لئے زینت دے رکھی ہے کہ جانچ لیں کون اس پر جھک کر آخرت سے غافل ہوتا ہے اور کون اس میں رہ کر سامان آخرت فراہم کرتا ہے۔ آخر کار ایک دن اللہ تعالیٰ سب کو نیست و نابود کر کے اس زمین کو چٹیل میدان بنا دیں گے جس میں گھاس پھونس اور درخت کا ایک پتہ تک نہ رہے گا۔ جو لوگ اس کے بناؤ سنگھار پر ریجھ رہے ہیں وہ خوب سمجھ لیں کہ یہ زرق برق کوئی باقی رہنے والی چیز نہیں۔ دنیا کے زمینی سامان خواہ کتنے ہی جمع کر لو اور مادی ترقی سے کیسا ہی ساری زمین کو لالہ و گلزار بنا لو جب تک آسمانی ہدایت اور روحانی دولت سے تہی دست رہو گے ابدی نجات اور فلاح سے ہم آغوش نہیں ہو سکتے۔ آخری اور دائمی کامیابی صرف انہی کے لئے ہے جو مولائے حقیقی کی خوشنودی پر دنیا کی ہر ایک زائل اور فانی خوشی کو قربان کرتے ہیں اور راہ حق پر چلنے سے کسی صعوبت سے نہیں گھبراتے۔

اسی سلسلہ میں آگے اصحاب کہف کا قصہ بیان فرمایا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے متبعین کی تسلی بھی کر دی کہ جس دنیا کی زندگی اور عیش و بہار پر مغرور ہو کر یہ منکرین حق کو ٹھکراتے ہیں وہ سب ایک دن کاٹ چھانٹ کر برابر کر دی جائے گی۔ اور آخر کار سب کو خدا ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہوگا اس وقت سارے جھگڑے چکا دیئے جائیں گے۔

الغرض اصحاب کہف کے واقعہ حیرت خیز کا ذکر اگلی آیات سے شروع فرمایا جا رہا ہے جس کو قریش مکہ نے پوچھا تھا جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس سے شروع ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ اس دنیا میں جو آزمائش گاہ ہے مجھ کو اور آپ کو اور تمام امت مسلمہ کو حق پر قائم رہنے اور دین پر جمے رہنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت اور اللہ پاک کی نازل کی ہوئی اس کتاب کا ہم کو متبع بنا دیں اور اس طرح ہمارے وجود کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کی ٹھنڈک بننا نصیب ہو۔ اللہ پاک نے جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے عرب کے کفار و مشرکین کو اپنی رحمت و ہدایت سے نوازا اور ان کو دنیا اور آخرت کی کامیابیاں نصیب فرمائیں اسی رحمت اور اسی رحمۃ للعالمین کے طفیل سے آج بگڑی ہوئی امت مسلمہ کو ہدایت و سنورنے کی غیب سے صورتیں ظاہر فرماویں۔ اور جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت پر قائم رہنے والے کفار و مشرکین کو سرزمین عرب سے نیست و نابود فرمایا اسی طرح آج بھی اعدائے دین اور مخالفین اسلام کی ہلاکت کی غیب سے صورتیں ظاہر فرماویں۔ اور اسلام کو غلبہ اور دشمنان دین کو مغلوب فرماویں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ أَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ﴿٩﴾ إِذْ أَوَى الْفِتْيَةُ

کیا آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ غار والے اور پہاڑ والے ہماری عجائبات میں سے کچھ تعجب کی چیز ہے۔وہ وقت قابل ذکر ہے

إِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَدًا ﴿١٠﴾ فَضَرَبْنَا عَلٰٓى

جب کہ ان نوجوانوں نے اس غار میں جا کر پناہ لی پھر کہا کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو اپنے پاس سے رحمت کا سامان عطا فرمایئے اور ہمارے لئے کام میں درستی کا سامان مہیا کر دیجئے۔

اٰذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا ﴿١١﴾ ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ أَيُّ الْحِزْبَيْنِ أَحْصٰى لِمَا

سو ہم نے اس غار میں ان کے کانوں پر سالہا سال تک نیند کا پردہ ڈال دیا۔ پھر ہم نے اُن کو اُٹھایا تا کہ ہم معلوم کر لیں کہ ان دونوں گروہ میں سے کونسا گروہ

لَبِثُوْٓا أَمَدًا ﴿١٢﴾

ان کے رہنے کی مدت سے زیادہ واقف تھا۔

أَمْ حَسِبْتَ کیا تم نے گمان کیا؟	أَنَّ کہ	أَصْحٰبَ الْكَهْفِ اصحاب کہف	وَ اور	الرَّقِيْمِ رقیم	كَانُوْا وہ تھے	مِنْ سے	
اٰيٰتِنَا عَجَبًا ہماری نشانیاں عجیب	إِذْ جب	أَوَى پناہ لی	الْفِتْيَةُ جوان	إِلَى طرف	الْكَهْفِ غار	فَقَالُوْا تو انہوں نے کہا	رَبَّنَا اے ہمارے رب
اٰتِنَا ہمیں دے	مِنْ لَّدُنْكَ اپنی طرف سے	رَحْمَةً رحمت	وَهَيِّئْ اور مہیا کر	لَنَا ہمارے لئے	مِنْ أَمْرِنَا ہمارے کام میں	رَشَدًا درستی	
فَضَرَبْنَا پس ہم نے مارا	عَلٰى پر	اٰذَانِهِمْ ان کے کان	فِي الْكَهْفِ غار میں	سِنِيْنَ عَدَدًا کئی سال	ثُمَّ پھر	بَعَثْنٰهُمْ ہم نے انہیں اٹھایا	
لِنَعْلَمَ تا کہ ہم دیکھیں	أَيُّ کون	الْحِزْبَيْنِ دونوں گروہ	أَحْصٰى خوب یاد رکھا	لِمَا لَبِثُوْا کتنی دیر رہے	أَمَدًا مدت		

تفسیر وتشریح

یہ گذشتہ درسوں میں بتلایا جا چکا ہے کہ قریش مکہ نے یہود کے سکھلانے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو سوالات کئے تھے ان میں سے ایک سوال یہ تھا کہ اصحاب کہف کون تھے؟ اصحاب کہف کے قصہ کو عجیب ہونے کی حیثیت سے انہوں نے خاص اہمیت دی تھی اس لئے اصحاب کہف کا قصہ بیان فرمایا جاتا ہے۔ ان آیات میں اجمالاً أَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ کے نام سے ان کا ذکر فرمایا گیا۔

اکثر مفسرین کے نزدیک اصحاب کہف اور اصحاب رقیم ایک ہی جماعت کے دو لقب ہیں اور ان کو ایک ہی قرار دیا ہے۔ یہ لوگ کون اور کس زمانہ کے تھے اس کی جزم و وثوق کے ساتھ قرآن پاک یا احادیث صحیحہ میں تفصیل نہیں۔ قرآن مجید کو بحث و سروکار چونکہ صرف عبرتوں' بصیرتوں اور اخلاقی اسباق و نتائج سے رہتی ہے اس لئے وہ تاریخی اور جغرافی تفصیلات کو اکثر نظر انداز کر دیتا ہے۔ بہرحال مفسرین قدیم وجدید کی اکثریت نے اسے مسیحی دور کی حکایت قرار دیا ہے۔ رومی شہنشاہ دقیانوس جس کا سن وفات ۲۵۱ء مورخین نے بیان کیا ہے اپنے مذہب بت پرستی میں بڑا سخت تھا۔ اس وقت چند نوجوانوں کے دلوں میں جن کا تعلق عمائد سلطنت اور شاہی خاندان سے تھا اور خیال آیا کہ ایک مخلوق کی خاطر خالق کو ناراض کرنا ٹھیک نہیں ان کے دل خشیت الٰہی اور نور سے بھرپور تھے۔

بادشاہ کے روبرو جا کر بھی انہوں نے ایمانی جرأت اور استقلال کا مظاہرہ کر کے دیکھنے والوں کو حیرت زدہ کر دیا۔ بادشاہ کو کچھ ان کی نوجوانی کا خیال آیا کچھ اور دوسرے مصالح مانع آئے کہ فوراً انہیں قتل نہ کیا۔ چند روز کی مہلت دی کہ وہ اپنے معاملہ میں غور اور نظر ثانی کر لیں۔ انہوں نے آپس میں مشورہ کر کے یہ طے کیا کہ ایسے فتنہ کے وقت جب کہ جبر وتشدد سے عاجز ہو کر قدم ڈگمگا جانے کا بہر حال خطرہ ہے مناسب ہو گا کہ شہر کے قریب کسی پہاڑ میں روپوش ہو جائیں اور واپسی کے لئے مناسب موقع کا انتظار کریں۔ آخر ان نوجوانوں نے شہر سے خاموشی سے نکل کر کسی قریب پہاڑی غار میں پناہ لی اور اپنے میں سے ایک کو مامور کیا کہ بھیس بدل کر کسی وقت شہر میں جایا کرے تاکہ ضروریات خرید کر لا سکے اور شہر کے احوال سے بقیہ سب ساتھیوں کو مطلع کرتا رہا کرے۔ ان میں سے ایک جو اس کام پر معمور تھا اس نے ایک روز اطلاع دی کہ شہر میں سرکاری طور پر ہماری تلاش ہے اور ہمارے اقارب واعزہ کو مجبور کیا جارہا ہے کہ ہمارا پتہ بتلائیں۔ غار کے اندر یہ مذاکرہ ہو رہا تھا کہ ان سبھوں نے حق تعالیٰ سے فریاد اور دعاء کی۔ حق تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور ان کی تشویش اور بے چینی دفع کرنے کے لئے ان پر دفعۃً نیند طاری کر دی۔ لکھا ہے کہ سرکاری آدمیوں نے بہت تلاش کیا پتہ نہ لگا اور وہ کچھ اوپر تین سو سال تک سوتے رہے۔ ان کے ساتھ غار میں جاتے وقت ایک کتا بھی ساتھ ہو لیا تھا اور وہ غار کی دہلیز پر بیٹھ گیا اور خواب و بیداری میں اس کا بھی انہیں جیسا حال ہوا۔ تین صدیاں یونہی گزر گئیں۔ تخت روم پر کئی بادشاہ بدلے۔ آخر تین صدی بعد ایسا بادشاہ آیا کہ جو بت پرستی چھوڑ کر عیسائی مذہب پر تھا مگر اس کے عہد میں مر کر زندہ ہونے پر باہم بحث تھی۔ ایک فریق منکر تھا اور ایک فریق قائل۔ خود

بادشاہ کو تردد تھا۔ اور خدا تعالیٰ سے التجا کرتا تھا کہ اس امر میں اس کو کوئی شافی دلیل دکھا دے۔ خدا کی قدرت کہ ۳۰۹ برس بعد اصحاب کہف کی آنکھ کھلی۔ اللہ تعالیٰ نے اتنے عرصہ تک اپنی قدرت سے انہیں محفوظ رکھا۔ اب جب جاگے اور از سر نو زندگی عطا ہوئی تو انگڑائیاں لیتے ہوئے اور آنکھیں ملتے ہوئے اٹھے اور باہم ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ ہم کس قدر سوئے۔ جس وقت اصحاب کہف غار میں سوئے تھے تو غروب آفتاب کا وقت تھا اور بیداری کا بھی قریب وہی وقت تھا۔ اس لئے ان میں سے کچھ کہنے لگے کہ تقریباً پورے دن ہم سوئے ہوں گے مگر جب اپنے سر کے بال اور ناخن بڑھے ہوئے دیکھے تو سمجھے کہ ہم عرصہ دراز تک سوئے ہیں اس لئے کچھ کہنے لگے کہ خدا ہی کو معلوم ہے کہ ہم کتنی دیر سوئے۔ اب بھوک و پیاس بھی معلوم ہوئی۔ پھر یہ بھی فکر تھا کہ خدا جانے ہمارے بھاگنے کے بعد کیا فیصلہ ہوا اس لئے اپنے میں سے ایک کو شہر کی طرف روپیہ دے کر بھیجا کہ سرکاری آدمیوں سے بچتے بچاتے خوش تدبیری کے ساتھ شہر میں جائے اور چپکے سے کچھ کھانا خرید کر لائے۔ اور یہ ہدایت کی کہ اس طرح چھپ کر جائے کہ کسی کو معلوم نہ ہو کیونکہ یہ سمجھ رہے تھے کہ بادشاہ دقیانوس موجود ہے اور اسی کا زمانہ ہے اگر وہ قابو پا جاوے گا تو یا قتل کر ڈالے گا یا اپنے مذہب بت پرستی پر مجبور کرے گا۔ پس ایک شخص ان میں سے غار سے نکلا اور لوگوں سے بچتے ہوئے شہر کے دروازہ پر آیا تو اس کی ہیئت بدلی ہوئی پائی۔ حیرت ہوئی کہ یہ شہر کیا ہو گیا۔ اسی طرح دوسرے دروازہ پر گیا تو اس کا نقشہ بھی بدلا ہوا پایا۔ اندر داخل ہوا تو دیکھا کہ نہ وہ بازار ہے نہ وہ آدمی ہیں نہ وہ قدیم عمارتیں ہیں۔ نہ وہ طرز معاشرت ہے۔ یا تو کوئی عیسیٰ علیہ السلام کا نام لیوا نہ تھا یا اب بہتیرے آدمی دین دار اور شکل وشباہت سے نیکوکار نظر آتے

ہیں۔غرض اسی حیرانی میں ایک دوکاندار سے کچھ کھانے کا سامان خریدنے کے لئے سکہ نکالا۔ دوکاندار پرانا سکہ دیکھ کر حیران اور متعجب ہوا اور شبہ ہوا کہ اس کو کہیں گڑا ہوا خزانہ ملا ہے۔ بازار میں بھیڑ لگ گئی۔لوگ پوچھنے لگے کہ سچ بتاؤ تم کون ہو اور یہ روپیہ تم کو کہاں سے ملا؟ ضرور کوئی پرانا دفینہ تم نے پایا۔ آخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ بادشاہ وقت کے روبرو پیش ہوئے۔ اس نے پوچھا کہ بتاؤ تم کون ہو؟ کہاں کے ہو؟ اور یہ روپیہ کہاں سے لائے ہو؟ آخرالامر انہوں نے سب سرگذشت بیان کی۔

اس بادشاہ نے تسلی دی کہ دقیانوس کے زمانہ کو کئی سو برس گزر گئے۔اب میں بادشاہ عیسائی مذہب رکھتا ہوں۔ ارکان دولت اور بادشاہ نے دیگر قرائن اور تحقیقات سے معلوم کرلیا کہ یہ وہی لوگ ہیں۔ اس طرح سب کو مرکر دوبارہ زندہ ہونے پر یقین آ گیا۔ پھر بادشاہ مع ارکان دولت ان کو ساتھ لے کر غار پر پہنچا جہاں ان کے دوسرے ساتھی چھپے ہوئے تھے۔اور انتظار کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ پہلے غار کے اندر مجھے جانے دو تا کہ میرے ساتھی بھیڑ دیکھ کر نہ گھبرائیں۔ وہ غار میں گئے اور پھر باہر نہ آئے۔ بادشاہ نے بہت کوشش کی کہ اندر جا کر تلاش کرے مگر قضاوقدر نے راستہ نہ دیا۔خدا جانے وہ دوبارہ سو گئے۔ یا وفات پا گئے بادشاہ نے پتھر یا سیسہ کی تختی کا کتبہ غار کے دہانہ پر اصحاب کہف کے متعلق لکھوا دیا اور وہاں بطور یادگار ایک عبادت گاہ بنوا دی۔ انہی کے قصہ کی طرف اجمالاً ان آیات میں اشارہ فرمایا گیا۔

یہاں جو اصحاب کہف کی دعاء نقل فرمائی

رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا اس سے یہ تعلیم دینی مقصود ہے کہ جو شخص دنیوی جور وستم اور کفر وشرک سے بھاگ کر خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرے۔ اس کو سب سے پہلے اللہ سے نزول رحمت کی دعاء اور انجام بخیر ہونے کی التجا کرنی ضروری ہے۔

پھر یہ بھی ظاہر فرما دیا کہ جو قوم اللہ کی ہو جاتی ہے اور تضرع و زاری کے ساتھ اللہ سے دعاء کرتی ہے تو خداوند تعالیٰ اس کی بہبودی اور عافیت کے سامان خود فراہم کر دیتا ہے اور کوئی قہار جابر حکومت بھی اس کا بال بیکا نہیں کر سکتی۔

الغرض ان آیات میں تو اصحاب کہف کا قصہ اجمالاً ذکر فرمایا گیا۔ اگلی آیات سے تفصیلاً یہ قصہ ذکر فرمایا گیا ہے۔جس کا بیان ان شاءاللہ آئندہ درس سے شروع ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہم کو بھی نوازے اور ہمارے ہر کام میں کامیابی اور درستی عطا فرمائے۔ اور ہمیں ہر حال میں اپنے طرف رجوع کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

یا اللہ ہماری بہبودی اور صلاح وفلاح دارین کے اسباب ظاہر فرما دے اور ہم سب کو انجام کی خیر خوبی نصیب فرما دے۔

یا اللہ ہم کو بھی دین حق پر سختی اور مضبوطی سے ہر حال میں جمے رہنے کی توفیق عطا فرما اور ہر طرح کے ظاہری و باطنی فتنہ سے ہماری حفاظت فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ ۭ اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى ﴿۱۳﴾ وَّرَبَطْنَا

ہم اُن کا واقعہ آپ سے ٹھیک ٹھیک بیان کرتے ہیں وہ لوگ چند نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے تھے اور ہم نے ان کی ہدایت میں اور ترقی کردی تھی۔ اور ہم نے

عَلٰي قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَا مِنْ دُوْنِهٖٓ

اُن کے دل مضبوط کردیئے۔ جبکہ وہ (دین میں) پختہ ہو کر کہنے لگے کہ ہمارا رب تو وہ ہے) جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے ہم تو اُس کو چھوڑ کر کسی معبود کی

اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَآ اِذًا شَطَطًا ﴿۱۴﴾ هٰٓؤُلَاۗءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ۭ لَوْلَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ

عبادت نہ کریں گے کیونکہ اس صورت میں ہم نے یقیناً بڑی ہی بیجا بات کہی۔ یہ جو ہماری قوم ہے انہوں نے خدا کو چھوڑ کر اور معبود قرار دے رکھے ہیں یہ لوگ ان معبودوں پر

بِسُلْطٰنٍۢ بَيِّنٍ ۭ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَي اللّٰهِ كَذِبًا ﴿۱۵﴾ وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ

کوئی کھلی دلیل کیوں نہیں لاتے تو اس شخص سے زیادہ کون غضب ڈھانے والا ہوگا جو اللہ پر جھوٹ تہمت لگاوے۔ اور جب تم ان لوگوں سے الگ ہو گئے ہو اور اُن کے معبودوں سے بھی

اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗٓا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا ﴿۱۶﴾

مگر اللہ سے (الگ نہیں ہوئے) تو تم (فلاں) غار میں چل کر پناہ لو تم پر تمہارا رب اپنی رحمت پھیلا دے گا اور تمہارے لئے تمہارے اس کام میں کامیابی کا سامان درست کردیگا۔

نَحْنُ ہم	نَقُصُّ بیان کرتے ہیں	عَلَيْكَ تجھ سے	نَبَاَهُمْ ان کا حال	بِالْحَقِّ ٹھیک ٹھیک	اِنَّهُمْ بیشک وہ	فِتْيَةٌ چند نوجوان	اٰمَنُوْا وہ ایمان لائے	
بِرَبِّهِمْ اپنے رب پر	وَزِدْنٰهُمْ هُدًى اور ہم نے اور زیادہ دی انہیں۔ ہدایت	وَرَبَطْنَا اور ہم نے گرہ لگادی	عَلٰى پر	قُلُوْبِهِمْ ان کے دل	اِذْ جب			
قَامُوْا وہ کھڑے ہوئے	فَقَالُوْا تو انہوں نے کہا	رَبُّنَا ہمارا رب	رَبُّ پروردگار	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضِ اور زمین	لَنْ نَّدْعُوَا ہم ہرگز نہ پکاریں گے		
مِنْ دُوْنِهٖٓ اس کے سوائے	اِلٰهًا کوئی معبود	لَقَدْ قُلْنَآ البتہ ہم نے کہی	اِذًا اس وقت	شَطَطًا بے جا بات	هٰٓؤُلَاۗءِ یہ ہے	قَوْمُنَا ہماری قوم		
اتَّخَذُوْا انہوں نے بنالئے	مِنْ دُوْنِهٖٓ اس کے سوا	اٰلِهَةً اور معبود	لَوْ کیوں	لَا يَاْتُوْنَ وہ نہیں لاتے	عَلَيْهِمْ ان پر	بِسُلْطٰنٍ کوئی دلیل		
بَيِّنٍ واضح	فَمَنْ پس کون	اَظْلَمُ بڑا ظالم	مِمَّنِ اس سے جو	افْتَرٰى افترا کرے	عَلَى پر	اللّٰهِ اللہ	كَذِبًا جھوٹ	وَاِذِ اور جب
اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ تم نے ان سے کنارہ کرلیا	وَ اور	مَا يَعْبُدُوْنَ جو وہ پوجتے ہیں	اِلَّا اللّٰهَ اللہ کے سوا	فَاْوٗٓا تو پناہ لو	اِلَى طرف	الْكَهْفِ غار		
يَنْشُرْ لَكُمْ پھیلا دے گا تمہیں	رَبُّكُمْ تمہارا رب	مِنْ سے	رَّحْمَتِهٖ اپنی رحمت	وَيُهَيِّئْ مہیا کرے گا	لَكُمْ تمہارے لئے	مِنْ سے		
اَمْرِكُمْ تمہارے کام	مِرْفَقًا سہولت							

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں اصحاب کہف کا تذکرہ اجمالاً فرمایا گیا تھا۔ اب یہاں سے اس قصہ کی تفصیلات شروع ہوتی ہیں اور بتلایا جاتا ہے کہ ان نوجوانوں نے یعنی اصحاب کہف نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا تھا اور اپنے پروردگار پر ان سب کا ایمان تھا۔ چونکہ وہ دل سے مومن ہو چکے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو مزید ہدایت اور ایمان پر استقلال عطا فرمایا اور ان کے دلوں میں ہمت و جرأت پیدا کردی۔ انہوں نے اپنے ظالم بت پرست بادشاہ کے سامنے کھڑے ہو کر صاف صاف کہہ دیا تھا کہ ہم تیری دھمکیوں میں آ کر شرک کرنے والے نہیں۔ ہمارا رب تو وہی ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے ہم سے یہ ہرگز نہ ہوگا کہ اسے چھوڑ کر ان بتوں کو اپنا رب کہیں جنہیں تم نادانی سے پوجتے ہو۔ یہ ہماری عقل

کے خلاف ہے۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ سوائے اس تمام کائنات کے بنانے والے کے ہمارا رب کوئی اور بھی ہوسکتا ہے۔ معاذ اللہ اگر ہم ایسی بات منہ سے نکالیں۔ یعنی معبود حقیقی کو چھوڑ کر اور کسی کو اپنا رب کہیں تو یہ پرلے درجے کی حماقت ہوگی جسے عقل کو دور کا بھی واسطہ نہیں۔ اس کے بعد ان صاحب ایمان جوانوں نے کہا کہ معلوم نہیں ہماری قوم کی عقل پر کیا پتھر پڑ گئے ہیں کہ ایسے قدرت والے اللہ کو جو سب کو پال رہا ہے اور ہر ایک کی ضرورت کی ساری چیزیں اپنی رحمت سے عطا کر رہا ہے۔ جس کی بخشش کی کوئی انتہا نہیں اور جس کا رحم و کرم بے حد وحساب ہے۔ اسے چھوڑ کر بے جان بتوں کی پوجا کرتے ہیں۔ ان کے پاس کفر و شرک کی کوئی دلیل نہیں۔ اللہ عزوجل کے ماننے والوں کے پاس تو فقط ایک اللہ کو ماننے کی بڑی دلیل یہ ہے کہ جس چیز کو دیکھتے ہیں بے بس نظر آتی ہے نہ کسی کے اپنے بس میں جینا ہے نہ مرنا۔ پھر ان بے بس مخلوقات سے جنہیں اپنے ہلنے جلنے تک کی بھی قدرت نہیں یہ توقع رکھنا کہ یہ کسی کی مدد کریں گے۔ عقل سلیم کے بالکل خلاف ہے۔ بات یہ ہے کہ ان کی اوچھی نظر اور بے بنیاد خیالات نے ان کی عقل کو دبا دیا ہے اور بے ہودہ توہمات میں پھنسا دیا ہے یہ ایک بالکل بے بنیاد بات کو واقعی بات سمجھ بیٹھے ہیں حالانکہ خود ان کی عقل اگر اسے ان توہمات کی الجھنوں سے نکلنا نصیب ہو جائے تو صاف گواہی دے گی کہ اللہ عزوجل کے سوا کسی اور کو معبود بنانا جھوٹی بات ہے جس کا کوئی سر پیر نہیں پھر ان سے بڑھ کر ظالم اور کون ہوسکتا ہے۔ یہ اہل ایمان نوجوان بادشاہ کے ملازم بھی تھے۔ ان کی اس تقریر پر بادشاہ جابر بہت برہم ہوا اور حکم دیا کہ یا تو بتوں کو سجدہ کرو ورنہ قتل کیے جاؤ گے یا روئی میں لپیٹ کر جلائے جاؤ گے۔ تب ان نوجوانوں نے کچھ مہلت طلب کی یا خود کسی مصلحت کی بناء پر بادشاہ نے ان کو مہلت دی۔ تو انہوں نے اپنے مقام پر واپس آ کر مشورہ کیا اور آپس میں کہنے لگے کہ جب تم اپنی مشرک قوم اور ان کے بتوں سے کھلم کھلا الگ ہو گئے اور ان سے کنارہ کشی کر لی تو اب پہاڑوں کے بیچ میں جو غار ہے چلو اس غار میں جا چھپو اور وہاں اپنا ٹھکانا بناؤ۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت تم پر نازل فرمائے گا اور ایسے حالات پیدا کر دے گا کہ تمہیں آرام وچین نصیب ہوگا اور اس بادشاہ کی تم تک پہنچ نہ ہوگی۔

اس قصہ کی ان آیات سے کئی باتیں معلوم ہوئیں (۱) ایک یہ کہ جو لوگ راہ خدا کو تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور پروردگار پر ایمان صادق رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو مزید ہدایت عطا فرماتا ہے اور ہدایت پر ثابت قدم رکھتا ہے (۲) دوسرے یہ کہ اہل ایمان کو اظہار حقانیت و اعلان صداقت میں بے باک اور نڈر ہونا چاہئے۔ کسی پر جبروت طاقت سے مرعوب نہ ہونا چاہئے (۳) تیسرے یہ کہ شرک اور غیر اللہ کی پرستش کا کوئی واضح ثبوت ممکن نہیں اور جس بات کا ثبوت نہ ہو وہ واجب الترک ہے۔ (۴) چوتھے یہ کہ اپنی طرف سے شرعی مسائل یا عقائد کا فیصلہ کرنا اور اس فیصلہ کو بغیر کسی ثبوت کے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا بڑا ظلم اور حق تعالیٰ پر بہتان تراشی اور افترا بندی ہے۔

(۵) پانچویں یہ کہ جو مادی وسائل و ذرائع سے نظر اٹھا کر اللہ عزوجل کی طرف دل و جان سے متوجہ ہوتے ہیں۔ اسی کی عبادت کرتے ہیں اور اسی سے مدد مانگتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ یقیناً ان کی مدد فرماتا ہے۔

یہاں یہ بھی قابل غور ہے کہ قصہ اصحاب کہف ٹھیک اس صورت حال پر چسپاں ہوتا ہے جو اس سورۃ اور ان آیات کے نزول کے وقت مکہ میں کفر واسلام کے درمیان درپیش تھی۔ ان مومنین صادقین کو استقامت اور دین پر ثابت قدم رکھنے اور کفار مکہ کے ظلم و ستم کے مقابلہ میں بلند ہمت بنانے اور وہاں سے ہجرت کی ترغیب دینے میں کس درجہ مؤثر تعلیم و تلقین اس قصہ میں دی گئی ہے۔

مقصود قرآن یعنی توحید کی دعوت و تبلیغ اور شرک کا رد و ابطال کس معنیٰ خیز پیرایہ میں فرمایا گیا ہے۔ نیز اس قصہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سابق اہل کتاب میں سے بھی پکے موحدین گزرے ہیں یہ نہیں کہ موجودہ عیسائیوں کی طرح ابتدا ہی سے عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق نعوذ باللہ خدا کا بیٹا ہونے کا عقیدہ موجود تھا۔ یہ باطل اور شرک آمیز عقیدہ تو بعد کے گمراہ نصاریٰ کی پیداوار ہے۔

ابھی اصحاب کہف کا قصہ اگلی آیات میں جاری ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَت تَّزَاوَرُ عَن كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَإِذَا غَرَبَت تَّقْرِضُهُمْ

اور اے مخاطب جب دُھوپ نکلتی ہے تو تو اس کو دیکھے گا کہ وہ غار سے داہنی جانب کو بچی رہتی ہے اور جب وہ چھپتی ہے تو (غار کے) بائیں طرف

ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِي فَجْوَةٍ مِّنْهُ ذَٰلِكَ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ مَن يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ

ہٹی رہتی ہے اور وہ لوگ اُس غار کے ایک فراخ موقع میں تھے' یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے' جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے وہی ہدایت پاتا ہے

وَمَن يُضْلِلْ فَلَن تَجِدَ لَهُ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ﴿١٧﴾ وَتَحْسَبُهُمْ أَيْقَاظًا وَهُمْ رُقُودٌ

اور جس کو وہ بے راہ کر دیں تو آپ اُس کیلئے کوئی مددگار راہ بتلانے والا نہ پاویں گے۔ اور اے مخاطب تو ان کو جاگتا ہوا خیال کرتا حالانکہ وہ سوتے تھے

وَنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَذَاتَ الشِّمَالِ وَكَلْبُهُم بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ لَوِ اطَّلَعْتَ

اور ہم انکو (کبھی) داہنی طرف اور (کبھی) بائیں طرف کروٹ دے دیتے تھے اور ان کا کتا دہلیز پر اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے ہوئے تھا' اگر (اے مخاطب) تو

عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ﴿١٨﴾

ان کو جھانک کر دیکھتا تو ان سے پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑا ہوتا' اور تیرے اندر اُن کی دہشت سما جاتی۔

وَتَرَى اور تم دیکھو گے	الشَّمْسَ سورج	إِذَا جب	طَلَعَت وہ نکلتی ہے	تَّزَاوَرُ بچ کر جاتی ہے	عَن سے	كَهْفِهِمْ انکا غار	ذَاتَ الْيَمِينِ دائیں طرف
وَإِذَا اور جب	غَرَبَت وہ ڈھل جاتی ہے	تَّقْرِضُهُمْ اُن سے کترا جاتی ہے	ذَاتَ الشِّمَالِ بائیں طرف	وَهُمْ اور وہ	فِي میں	فَجْوَةٍ کھلی جگہ	مِّنْهُ اس کی
ذَٰلِكَ یہ	مِنْ سے	آيَاتِ اللَّهِ اللہ کی نشانیاں	مَن جو	يَهْدِ ہدایت دے	اللَّهُ اللہ	فَهُوَ الْمُهْتَدِ پس وہ ہدایت یافتہ	وَمَن اور جو / يُضْلِلْ وہ گمراہ کرے
فَلَن تَجِدَ پس تو ہرگز نہ پائے گا	لَهُ اس کیلئے	وَلِيًّا کوئی رفیق	مُّرْشِدًا سیدھی راہ دکھانے والا	وَتَحْسَبُهُمْ اور تو انہیں سمجھے	أَيْقَاظًا بیدار		
وَهُمْ حالانکہ وہ	رُقُودٌ سوئے ہوئے	وَنُقَلِّبُهُمْ اور ہم بدلواتے ہیں انہیں	ذَاتَ الْيَمِينِ دائیں طرف	وَ اور	ذَاتَ الشِّمَالِ بائیں طرف	وَكَلْبُهُم اور انکا کتا	
بَاسِطٌ پھیلائے ہوئے	ذِرَاعَيْهِ دونوں ہاتھ	بِالْوَصِيدِ دہلیز پر	لَوِ اطَّلَعْتَ اگر تو جھانکتا	عَلَيْهِمْ ان پر	لَوَلَّيْتَ تو پیٹھ پھیرتا	مِنْهُمْ ان سے	
فِرَارًا بھاگتا ہوا	وَلَمُلِئْتَ اور تو بھر جاتا	مِنْهُمْ ان سے	رُعْبًا دہشت میں				

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں اصحاب کہف کا قصہ یہاں تک بیان فرمایا گیا تھا کہ وہ آپس میں مشورہ کر کے ایک پہاڑی غار میں چھپ کر چلے گئے اور حق تعالیٰ سے دعا کی رَبَّنَا آتِنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً وَهَيِّئْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَدًا جس پر حق تعالیٰ نے ان پر ایک نیند غار میں طاری کر دی اور لیٹ کر سو گئے۔ اسی قصہ میں آگے یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ وہ ۳۰۹ برس تک اسی غار میں سوتے رہے۔

اب ان آیات میں اس کیفیت کو بیان کیا جا رہا ہے جو اصحاب کہف پر نیند طاری ہونے کی حالت میں گزری۔ یعنی اس غار کی اندر سے کیا حالت تھی۔ دھوپ یا تازہ ہوا پہنچنے یا نہ پہنچنے کی کیا کیفیت تھی؟

ایک طویل مدت تک خواب کی حالت میں رہنے کی کیا شکل تھی؟ کیا ایک ہی کروٹ پر سویا کئے؟ یا زندہ انسانوں کی طرح کروٹیں

بدلتے رہتے تھے؟ ان کے ساتھ جو کتا ہولیا تھا وہ کس طرح وفاداری کا حق ادا کر رہا تھا۔ اس مجموعی کیفیت کا اثر باہر سے جھانک کر دیکھنے والے انسان پر کیسا پڑتا تھا؟ چنانچہ بتلایا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے انہیں ایسے ٹھکانے کی طرف رہنمائی کی جہاں مامون اور مطمئن ہو کر آرام کرتے رہے۔ غار ایسی وضع اور ہیئت پر واقع ہوا تھا کہ جس میں دھوپ بقدر ضرورت پہنچتی اور بدوں ایذا دیئے نکل جاتی یعنی دھوپ نہ ان پر چڑھتے وقت پڑتی تھی اور نہ ڈھلتے وقت۔ کوہستانی غار اکثر ایسے ہوتے ہیں کہ اندر ہی اندر بہت دور تک چلے جاتے ہیں کہیں تنگ اور کہیں کشادہ یہ جگہ جہاں یہ اصحاب کہف اہل توحید مقیم تھے تنگ نہ تھی خوب کشادہ تھی۔ بیچ میں فرمایا جاتا ہے کہ یہ قصہ جو اوپر بیان ہوا یہ حق تعالیٰ کی قدرت حکمت اور ربوبیت کی نشانیوں میں سے ہے۔ اور ظاہری و باطنی رہنمائی سب اسی کے قبضہ میں ہے۔ دیکھو جب دنیا بچل رہی تھی کس طرح اصحاب کہف کو راہ ہدایت پر ثابت قدم رکھا اور ظاہری طور پر بھی کیسے عجیب غار کی راہ بتلائی کہ جس کا دہانہ اگرچہ تنگ ہے مگر اس کے اندر بہت کافی وسعت ہے کہ وہاں برسوں تک خدا کے نیک بندے دنیا کے علائق سے جدا ہو کر بحالت خواب بسر کر سکے جب کہ سامان خورد و نوش اور دیگر وسائل دنیوی سے قطعاً محروم تھے یہ ایسے امور ہیں جو خدا تعالیٰ کی کھلی نشانیاں کہی جا سکتی ہیں۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ اس طرح کے خدائی نشانات کو دیکھ کر اور سن کر سب ہی توحید کے قائل ہو جاتے لیکن ہدایت پاتا وہی ہے جس کے شامل حال توفیق الٰہی ہوتی ہے اور جسے وہ ان کے پاداش عمل میں گمراہی میں پڑا رہنے دے ان کی ہدایت یابی کی کوئی صورت نہیں۔

آگے پھر اصحاب کہف کی حالت کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ اگرچہ ان پر اعجازی رنگ میں نیند مسلط کردی گئی تھی مگر ان کے نورانی چہروں کی رونق و تازگی اور ان کی آنکھوں کا سوتے میں کھلا ہوا دیکھ کر انہیں جاگتا ہوا ہی سمجھے جو دیکھے۔ حق تعالیٰ نے ان لوگوں میں شان ہیبت و جلال اور اس مکان میں دہشت ایسی رکھی تاکہ لوگ تماشہ نہ بنائیں کہ وہ بے آرام ہوں اور وہ سوتے ہی میں کبھی داہنی اور کبھی بائیں طرف کروٹ لیتے۔ پھر ان کے کتے کا ذکر فرمایا کہ جو ان کے ساتھ غار نشین ہو گیا تھا کہ وہ غار کی دہلیز پر اپنے دونوں بازو پھیلائے بیٹھا تھا جیسا کہ اس جانور کی عام عادت ہے تو یہ سب امور ان کے اسباب حفاظت تھے کہ ان کو اس حالت میں کوئی دور سے جھانک کر بھی دیکھتا تو ان سے بوجہ دہشت کے وہاں سے بھاگ کھڑا ہوتا۔

یہاں ان آیات میں جو یہ فرمایا گیا وَكَلْبُهُم بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ اور ان کا کتا دونوں ہاتھ پھیلائے غار کے دہانہ پر موجود تھا۔ تو اس جملہ کی تفسیر کے سلسلہ میں علامہ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے ''سچ ہے بھلے لوگوں کی صحبت بھی بھلائی پیدا کرتی ہے دیکھئے اس کتے کی کتنی شان ہوگئی اور اس کو کیسی عزت بخشی گئی کہ کلام اللہ میں اس کا ذکر خیر کیا گیا۔ پھر علامہ لکھتے ہیں کہ ان اصحاب کہف میں سے کسی کا یہ شکاری کتا تھا اور ایک قول یہ بھی ہے کہ بادشاہ کے باورچی کا یہ کتا تھا چونکہ وہ باورچی بھی اصحاب کہف میں شامل تھا ان کا کتا ان کے پیچھے لگ لیا تھا۔ واللہ اعلم مگر علامہ ابن کثیرؒ نے اس موقع پر ایک نکتہ یہ خوب لکھا ہے کہ کتا بطور پہرہ دار کے غار کے باہر دہلیز پر بیٹھا تھا اور باہر اس لئے بیٹھا تھا کہ جس گھر کے اندر کتا تصویر یا جنبی یعنی نہانے کی حاجت والا آدمی ہو اس گھر میں رحمت کے فرشتے نہیں جاتے''۔

یہاں اس موقع پر اصحاب کے کتے کا حال سن کر ہمارے اس زمانہ کے بعض فرنگی تہذیب کے دلدادہ کہیں اپنی سگ پروری کی

شوقینی کی وقعت اپنے ذہن میں نہ لے آویں اس لئے یہ بتا دینا بھی ضروری ہے کہ شریعت اسلامیہ میں باوجود اس جانور کی عام عادت وفاداری اور آقا پرستی کے اس کو خبیث اور نجس قرار دیا گیا ہے۔ اور بلا ضرورت کتا پالنا ناجائز اور ممنوع ہے اور احادیث صحیحہ میں اس کی ممانعت فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ (۱) ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ فرشتے یعنی رحمت کے فرشتے ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصویر ہو۔

(۲) ایک حدیث میں حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (رحمت کے) فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر ہو (یعنی جاندار کی تصویر) یا جنبی یعنی نہانے کی حاجت والا آدمی ہو یا کتا موجود ہو۔ (ابوداؤد نسائی ابن ماجہ)

غرض حکم شرعی کو بلا نزاع مان لینا واجب ہے ہاں ماننے کے بعد تحقیق حکمت کے لئے بطور استفادہ کے اگر غور کیا جاوے تو وجہ بھی نکل آتی ہے۔ چنانچہ حضرت تھانویؒ نے خود اپنا ایک واقعہ آگے لکھا ہے کہ میں ایک بار ریل میں سفر کرتا تھا ایک نوجوان کتا لئے ہوئے سوار تھے اور انہوں نے کتے کے کمالات بیان کر کے یہی سوال کیا۔ میں نے عرض کیا کہ جناب بیشک کتے میں یہ کمالات ہیں مگر اس میں ایک عیب ایسا سخت ہے جس نے تمام کمالات پر خاک ڈال دی کہ اس میں قومی ہمدردی نہیں ہے۔ اپنے ہم جنس کو دیکھ کر اس کی جو کیفیت ہوتی ہے سب کو معلوم ہے۔ چونکہ جواب صحیح تھا اور سائل کے مذاق کے موافق بھی تھا بس دم بخود ہو گئے۔ بلکہ خوش ہو کر موافقت کر لی۔ آگے حضرتؒ لکھتے ہیں کہ بعض لوگ زبردستی کی ضرورتیں تراش لیتے ہیں کہ ہم نے حفاظت مکان کے لئے پالا ہے۔ صاحبو اللہ تعالیٰ ارادہ اور نیت کو دیکھتے اور جانتے ہیں۔ جب خاص مقصد تفریح سے پالتے ہیں تو ایسی تصنیفی ضرورت سے اجازت نہیں ہو سکتی"۔

یہاں اس درس میں کتے اور ضمناً تصویر کے متعلق درمیان میں یہ مضمون اصحاب کہف کے کتے کے سلسلہ میں آ گیا تھا جو ضروری سمجھ کر عرض کیا گیا۔ ابھی اصحاب کہف کا قصہ اور حالات اگلی آیات میں جاری ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہو گا۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہدایت آپ ہی کے قبضہ قدرت میں ہے جس کو آپ ہدایت بخشیں وہی ہدایت پاتا ہے اور جس کو آپ ہدایت نہ دیں اس کے لئے ہدایت پانے کی کوئی صورت نہیں۔ یا اللہ ہم آپ ہی سے ہدایت کے طالب ہیں اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے واسطے سے درخواست کرتے ہیں کہ اس پرفتن دور میں ہمیں صراط مستقیم پر قائم رکھئے اپنا کرم و رحم ہمارے شامل حال رکھئے۔ اپنے احکام کی اطاعت اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع نصیب فرمایئے اور اصحاب کہف کی دعا رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنۡ لَّدُنۡكَ رَحۡمَةً وَّهَيِّئۡ لَنَا مِنۡ اَمۡرِنَا رَشَدًا ہمارے حق میں قبول فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ ۭ قَالَ قَاۗىِٕلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ۭ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا

اور اسی طرح ہم نے اُن کو جگا دیا تا کہ وہ آپس میں پوچھ پاچھ کریں' اُن میں سے ایک کہنے والے نے کہا کہ تم (حالتِ نوم میں) کس قدر رہے ہو گے؟ بعضوں نے کہا

اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۭ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ۭ فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى

کہ (غالباً) ایک دن یا ایک دن سے بھی کچھ کم رہے ہوں گے دوسرے بعضوں نے کہا کہ یہ تو تمہارے خدا ہی کو خبر ہے کہ تم کس قدر رہے اب اپنے میں سے کسی کو یہ روپیہ دے کر شہر کی طرف بھیجو

الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ

پھر وہ شخص تحقیق کرے کہ کونسا کھانا حلال ہے سو اس میں سے تمہارے پاس کچھ کھانا لے آوے اور (سب) کام خوش تدبیری سے کرے' اور کسی کو تمہاری خبر

اَحَدًا ۝۱۹ اِنَّهُمْ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوْكُمْ اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ فِيْ مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوْٓا

نہ ہونے دے (کیونکہ) اگر وہ لوگ کہیں تمہاری خبر پا جاویں گے تو تم کو یا تو پتھروں سے مار ڈالیں گے یا تم کو (جبراً) اپنے طریقہ میں پھر کر لیں گے اور ایسا ہوا تو تمکو

اِذًا اَبَدًا ۝۲۰ وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا

کبھی فلاح نہ ہوگی۔ اور اسی طرح ہم نے لوگوں کو ان پر مطلع کر دیا تا کہ وہ لوگ اس بات کا یقین کر لیں کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور یہ کہ قیامت میں کوئی شک نہیں

رَيْبَ فِيْهَا ڱ اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا ۭ رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ ۭ

وقت بھی قابلِ ذکر ہے جبکہ اُس زمانہ کے لوگ ان کے معاملہ میں باہم جھگڑ رہے تھے سو ان لوگوں نے کہا کہ ان کے پاس کوئی عمارت بنوا دو ان کا رب انکو خوب جانتا تھا

قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓي اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا ۝۲۱

جو لوگ اپنے کام پر غالب تھے انہوں نے کہا' کہ ہم تو ان کے پاس ایک عبادت خانہ بنا دیں گے۔

وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح	بَعَثْنٰهُمْ ہم نے انہیں اٹھایا	لِيَتَسَآءَلُوْا تا کہ وہ ایک دوسرے سے سوال کریں	بَيْنَهُمْ آپس میں	قَالَ کہا	قَاۗىِٕلٌ ایک کہنے والا		
مِّنْهُمْ ان میں سے	كَمْ لَبِثْتُمْ تم کتنی دیر رہے	قَالُوْا انہوں نے کہا	لَبِثْنَا ہم رہے	يَوْمًا ایک دن	اَوْ یا	بَعْضَ يَوْمٍ ایک دن کا کچھ حصہ	
قَالُوْا انہوں نے کہا	رَبُّكُمْ تمہارا رب	اَعْلَمُ خوب جانتا ہے	بِمَا لَبِثْتُمْ جتنی مدت تم رہے	فَابْعَثُوْٓا پس بھیجو تم	اَحَدَكُمْ اپنے میں سے ایک		
بِوَرِقِكُمْ اپنا روپیہ دے کر	هٰذِهٖٓ یہ	اِلَى طرف	الْمَدِيْنَةِ شہر	فَلْيَنْظُرْ پس وہ دیکھے	اَيُّهَآ کونسا	اَزْكٰى پاکیزہ تر	طَعَامًا کھانا
فَلْيَاْتِكُمْ تو وہ تمہارے لئے لے آئے	بِرِزْقٍ کھانا	مِّنْهُ اس سے	وَلْيَتَلَطَّفْ اور نرمی کرے	وَ اور	لَا يُشْعِرَنَّ اور وہ خبر نہ دے بیٹھے		
بِكُمْ تمہاری	اَحَدًا کسی کو	اِنَّهُمْ بیشک وہ	اِنْ يَّظْهَرُوْا اگر وہ خبر پالیں گے	عَلَيْكُمْ تمہاری	يَرْجُمُوْكُمْ تمہیں سنگسار کردیں گے	اَوْ یا	
يُعِيْدُوْكُمْ تمہیں لوٹا لیں گے	فِيْ میں	مِلَّتِهِمْ اپنی ملت	وَ اور	لَنْ تُفْلِحُوْٓا تم ہرگز فلاح نہ پاؤ گے	اِذًا اس صورت میں	اَبَدًا کبھی	
وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح	اَعْثَرْنَا ہم نے خبردار کردیا	عَلَيْهِمْ ان پر	لِيَعْلَمُوْٓا تا کہ وہ جان لیں	اَنَّ کہ	وَعْدَ اللّٰهِ اللہ کا وعدہ	حَقٌّ سچا	وَاَنَّ اور یہ کہ
السَّاعَةَ قیامت	لَا رَيْبَ کوئی شک نہیں	فِيْهَا اس میں	اِذْ جب	يَتَنَازَعُوْنَ وہ جھگڑتے تھے	بَيْنَهُمْ آپس میں	اَمْرَهُمْ ان کا معاملہ	

فَقَالُوا تو انہوں نے کہا	ابْنُوا بناؤ	عَلَيْهِمْ ان پر	بُنْيَانًا ایک عمارت	رَبُّهُمْ ان کا رب	أَعْلَمُ بِهِمْ خوب جانتا ہے انہیں	قَالَ کہا
الَّذِينَ غَلَبُوا وہ لوگ جو غالب تھے	عَلَىٰ پر	أَمْرِهِمْ اپنے کام	لَنَتَّخِذَنَّ ہم ضرور بنائیں گے	عَلَيْهِم ان پر	مَسْجِدًا ایک مسجد	

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیات میں اصحاب کہف کی اس کیفیت کو بیان فرمایا گیا تھا جو ان پر غار میں نیند طاری ہونے کے بعد گزری تھی اور حق تعالیٰ نے ان کی حفاظت کے وہاں جو اسباب جمع فرما دیئے تھے اس کے بعد آگے ان آیات میں یہ بتلایا جاتا ہے کہ جس طرح خدا تعالیٰ نے اپنی قدرت سے اصحاب کہف کو مدت دراز تک بغیر کسی تغیر کے محفوظ رکھا اور اتنی لمبی نیند سلایا اسی طرح کمال قدرت کے اظہار کے لئے ان کو بیدار کیا اور ان کو اس لمبی نیند سے جگایا۔ اب جب اصحاب کہف بیدار ہوئے تو اٹھے اور آپس میں مذاکرہ کرنے لگے اور باہم ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ ہم کتنی دیر سوئے ہوں گے؟ ان میں سے بعض نے جواب دیا کہ غالباً ایک دن یا ایک دن سے بھی کچھ کم سوئے ہوں گے۔ ان میں سے بعض نے کہا کہ اس تفتیش کی اب کیا ضرورت ہے۔ یہ تو ٹھیک ٹھیک تمہارے خداوند تعالیٰ ہی کو خبر ہے کہ تم یہاں کتنا سوئے۔ اس وقت تک سینکڑوں برس سونے کا انہیں علم نہ تھا اور یہی سمجھ رہے تھے کہ وہی جابر ظالم بت پرست بادشاہ دقیانوس موجود ہوگا۔ اور ہماری تلاش میں سرکاری آدمی گھوم رہے ہوں گے۔ سو کر اٹھنے کے بعد بھوک و پیاس بھی معلوم ہو رہی تھی اور کھانے کا کچھ سامان موجود نہ تھا اس لئے اپنوں میں سے ایک کو دقیانوسی سکہ دیکر شہر جانے کو کہا اور ہدایت اور تاکید کی کہ خوش تدبیری سے چھپتے چھپاتے جانا اور دانشمندی کے ساتھ کھانے کا حلال سامان خرید کرنا۔ کیونکہ ان کے غار میں پوشیدہ ہونے کے وقت بتوں کا ذبیحہ بکثرت بکتا تھا۔ اس لئے جانے والے کو بتاکید سب کام خوش تدبیری سے کرنے کی ہدایت کی تاکہ کسی شہر والے کو پتہ نہ چل سکے۔ ایسا نہ ہو کہ شہر والوں کو پتہ لگ جائے اور پھر شاہی آدمی ہمیں پکڑ لیں۔ کیونکہ گرفتار کرنے کے بعد یا تو ہم کو سنگسار کر کے مار ڈالا جائے گا یا بجبر واکراہ دین حق سے ہٹایا جائے گا۔ ایسا ہوا تو جو اعلیٰ کامیابی اور فلاح کی صورت ہم چاہتے ہیں وہ کبھی حاصل نہ ہوگی۔

الغرض ایک ان میں سے روپیہ لے کر شہر میں داخل ہوا۔ اب اس کے بعد کا قصہ یعنی ان کا شہر میں جانا شہر کی عمارت، بازار طرز معاشرت، اور مذہبی کیفیت کا متغیر پانا ایک دوکان پر پہنچ کر سکہ دینا۔ پرانا سکہ دیکھ کر لوگوں کا تعجب کرنا، شدہ شدہ بادشاہ وقت تک اطلاع پہنچنا۔ پھر ان کا حاضر دربار ہونا اور دریافت کئے جانے پر اور بادشاہ وقت کی تسلی دینے پر کہ دقیانوس ظالم و بت پرست بادشاہ کا زمانہ نہیں بلکہ دین عیسوی کا وہاں پھیل جانا پھر ان کا اپنا سارا واقعہ بیان کرنا اور پھر تحقیق سے یہ ثابت ہو جانا کہ یہ وہی مفقود الخبر جماعت ہے۔ پھر بادشاہ وقت کا مع اپنے ارکان حکومت کے غار پر دوسرے اصحاب کہف کی زیارت اور ملاقات کے لئے آنا۔ یہ تمام واقعات یہاں آیات میں مذکور نہیں ہیں۔ کتب تفسیر میں مفصلاً مذکور ہیں۔ قرآن پاک قصص اور روایات کی کتاب نہیں اس کا مقصد تاریخی افسانے بیان کرنا نہیں ہے۔ جتنے قصص قرآن پاک میں مذکور ہوئے ہیں۔ سب کی غرض عبرت و نصیحت و اصلاح ہے۔ کہیں عقائد کی راستی کہیں اعمال کی درستگی مقصود ہوتی ہے چنانچہ اصحاب کہف کو تین سو نو برس تک نیند کی حالت میں رکھنا اور پھر بیدار کرنا اور ان کا قصہ بیان کر کے اس سے بھی یہی مقصود ہے۔ الغرض جب اصحاب کہف غار میں پوشیدہ ہوئے تھے تو اس وقت شہر میں حکومت ایک ظالم و جابر بت پرست بادشاہ کی تھی اور جب ان میں سے ایک شہر میں دوبارہ آئے تو بت پرست بادشاہ کے بجائے دین عیسوی کے پیرو کار اور

ایک نیک خصلت بادشاہ کی حکومت تھی اور اس وقت شہر میں "بعث بعد الموت" یعنی قیامت میں دوبارہ زندہ ہو کر کھڑا ہونا اس کے متعلق بڑا جھگڑا اور قتل وقتال ہو رہا تھا۔ کوئی کہتا تھا کہ مرنے کے بعد جینا نہیں کوئی کہتا تھا کہ محض روحانی بعث ہے جسمانی نہیں کوئی روحانی وجسمانی دونوں کا قائل تھا۔ بادشاہ وقت حق پرست اور منصف تھا۔ چاہتا تھا کہ ایک طرف کی کوئی ایسی نظیر ہاتھ لگے جس سے سمجھانے میں آسانی رہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نظیر بھیج دی۔ آخر منکرین آخرت بھی یہ حیرت انگیز ماجرا دیکھنے اور سننے کے بعد آخرت پر یقین لائے۔ یہ نظارہ خاص طور پر ان کی طبائع پر اثر انداز ہوا اور سمجھے کہ حق تعالیٰ نے ہم کو تنبیہ کی ہے۔

حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں یہ تحقیق لکھی ہے کہ یہ صحیح پتہ نہیں کہ دوبارہ ظاہر ہونے کے بعد اصحاب کہف زندہ رہے یا انتقال کر گئے۔ انتقال ہوا تو کب ہوا۔ زندہ رہے تو کب تک رہے یا کب تک رہیں گے۔ بہر حال اہل شہر نے ان کے عجیب وغریب احوال پر مطلع ہو کر فرط وعقیدت سے چاہا کہ اس غار کے پاس کوئی مکان بطور یادگار تعمیر کر دیں جس سے زائرین کو سہولت ہو اس میں اختلاف رائے ہوا ہوگا کہ کس قسم کا مکان بنایا جائے اس اختلاف کی تفاصیل تو خدا کو معلوم ہیں اور یہ بھی اسی کے علم میں ہے کہ یہ تجویز ان کی موت کے بعد ہوئی یا اس سے قبل دوبارہ نیند طاری ہونے کی حالت میں اور لوگوں کو غار تک پہنچ کر ان کی ملاقات میسر ہو سکی یا نہیں تاہم جو بارسوخ اور ذی اقتدار لوگ تھے ان کی رائے یہ قرار پائی کہ غار کے پاس عبادت گاہ تعمیر کر دی جائے۔

یہاں ایک امر قابل ذکر یہ بھی ہے کہ قرآن پاک کی ہر طرح کی خدمت کرنے والے اللہ تعالیٰ نے اس امت مسلمہ میں پیدا فرمائے ہیں یہ خدمت اس مقدس کلام الٰہی کی قرأت، تجوید، تفسیر، معانی ومطالب وترجمہ وغیرہ سے صرف نہیں کی گئی بلکہ اس کے حروف اور کلمات اور حتیٰ کہ زیر زبر پیش مد تشدید اور نقطے تک کے اعداد وشمار کی خدمات انجام دی ہیں۔ ہر ہر حرف یعنی الف سے لے کری تک جتنی مرتبہ قرآن پاک میں ایک ایک حرف آیا ہے ان کی تعداد وشمار تک قلمبند کر دی گئی ہے۔ چنانچہ ان آیات میں لفظ ولیتلطف آیا ہے جس میں حروف کے اعداد کے اعتبار سے قرآن پاک کا نصف حرف تاء پر ہوتا ہے۔ یعنی لفظ ولیتلطف میں نصف اول ی پر ختم ہوا۔ باعتبار حروف کے اور آخر نصف ت کے بعد جو لام ہے اس سے شروع ہوا۔ اس طرح بحمد للہ تعالیٰ قرآن پاک کے نصف اول کا بیان باعتبار حروف کے پورا ہوا۔ اور دوسرا نصف شروع ہو گیا۔ اصحاب کہف کے متعلق بقیہ بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ اپنے اس کلام اعجاز سے ہمارے قلوب کو بھی منور فرمائیں اور اس کی لائی ہوئی ہدایات پر ہم کو عمل پیرا ہونے کی توفیق کاملہ عطا فرماویں اور اس کا ذوق وشوق اور انس ومحبت نصیب فرماویں اور اس کی شب وروز کی تلاوت سے ہمارے ایمان و یقین میں ترقی پر ترقی عطا فرماویں۔ یا اللہ اس وقت اس پر فتن ماحول میں دین کا سنبھالنا بڑا مشکل ہو رہا ہے آپ ہی اپنی رحمت سے ہماری مدد فرمائیں اور مرتے دم تک دین اسلام پر استقامت نصیب فرمائیں اور ایمان کے ساتھ اس دنیا سے کوچ کرنا نصیب فرمائیں آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سَيَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًۢا بِالْغَيْبِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ

بعضے لوگ تو کہیں گے کہ وہ تین ہیں چوتھا اُن کا کتا ہے اور بعضے کہیں گے کہ پانچ ہیں چھٹا ان کا کتا ہے۔(اور) یہ لوگ بے تحقیق بات کو ہانک رہے ہیں اور بعضے کہیں گے کہ

سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ مَّا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِيْلٌ ۟ فَلَا تُمَارِ فِيْهِمْ

وہ سات آٹھواں ان کا کتا ہے آپ کہہ دیجئے کہ میرا رب اُن کا شمار خوب (صحیح صحیح) جانتا ہے اُن (کے شمار) کو بہت قلیل لوگ جانتے ہیں سو آپ ان کے بارے

اِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا ۠ وَّلَا تَسْتَفْتِ فِيْهِمْ مِّنْهُمْ اَحَدًا ۝۲۲ وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَايْءٍ اِنِّيْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ۝۲۳

میں بجز سرسری بحث کے زیادہ بحث نہ کیجئے اور آپ ان کے بارے میں ان لوگوں میں سے کسی سے بھی کچھ نہ پوچھئے۔ اور آپ کسی کام کی نسبت یوں نہ کہا کیجئے کہ میں اس کو کل کر دوں گا۔

اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۡ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ وَقُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّهْدِيَنِ رَبِّيْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا ۝۲۴

مگر خدا کے چاہنے کو ملا دیا کیجئے اور جب آپ بھول جاویں تو اپنے رب کا ذکر کیجئے اور کہہ دیجئے کہ مجھ کو امید ہے کہ میرا رب مجھ کو (نبوت کی) دلیل بننے کے اعتبار سے اس سے بھی نزدیک تر بات بتلا دے۔

سَيَقُوْلُوْنَ اب وہ کہیں گے	ثَلٰثَةٌ تین	رَّابِعُهُمْ ان کا چوتھا	كَلْبُهُمْ ان کا کتا	وَيَقُوْلُوْنَ اور وہ کہیں گے	خَمْسَةٌ پانچ	سَادِسُهُمْ ان کا چھٹا			
كَلْبُهُمْ ان کا کتا	رَجْمًا بات پھینکنا	بِالْغَيْبِ بن دیکھے	وَيَقُوْلُوْنَ اور کہیں گے وہ	سَبْعَةٌ سات	وَثَامِنُهُمْ اور ان کا آٹھواں	كَلْبُهُمْ ان کا کتا			
قُلْ کہدیں آپ	رَبِّيْٓ میرا رب	اَعْلَمُ خوب جانتا ہے	بِعِدَّتِهِمْ انکی گنتی	مَا يَعْلَمُهُمْ انہیں نہیں جانتے ہیں	اِلَّا مگر صرف	قَلِيْلٌ تھوڑے			
فَلَا تُمَارِ پس نہ جھگڑو	فِيْهِمْ ان میں	اِلَّا سوائے	مِرَآءً بحث	ظَاهِرًا ظاہری	وَ اور	لَا تَسْتَفْتِ نہ پوچھ	فِيْهِمْ انکے بارہ میں		
مِنْهُمْ ان میں سے	اَحَدًا کسی	وَلَا تَقُوْلَنَّ اور ہرگز نہ کہنا تم	لِشَايْءٍ کسی کام کو	اِنِّيْ کہ میں	فَاعِلٌ کرنیوالا ہوں	ذٰلِكَ یہ	غَدًا کل		
اِلَّا مگر	اَنْ یہ کہ	يَّشَآءَ چاہے	اللّٰهُ اللہ	وَاذْكُرْ اور تو یاد کر	رَّبَّكَ اپنا رب	اِذَا جب	نَسِيْتَ تو بھول جائے	وَقُلْ اور کہہ	عَسٰٓى امید ہے
اَنْ يَّهْدِيَنِ کہ مجھے ہدایت دے	رَبِّيْ میرا رب	لِاَقْرَبَ بہت زیادہ قریب کی	مِنْ هٰذَا اس سے	رَشَدًا بھلائی					

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں اصحاب کہف کا ضروری قصہ بیان فرمایا گیا تھا۔ چونکہ اس قصہ میں پہلے سے اہل کتاب میں اختلاف چلا آتا تھا۔ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ آپ جس وقت یہ صحیح قصہ بیان کریں گے تو سامعین یہ اصحاب کہف کا قصہ سن کر جیسا کہ لوگوں کی عادت ہے اٹکل کے تیر چلائیں گے اور ان کی تعداد میں اختلاف کریں گے۔ کچھ لوگ کہیں گے کہ وہ تین تھے چوتھا ان کا کتا تھا۔ اور بعضے کہیں گے کہ وہ پانچ تھے چھٹا ان کا کتا تھا۔ لیکن یہ سب اقوال ایسے ہیں جیسے کوئی بے نشانہ دیکھے تیر چلاتا رہے۔ اور بعضے کہیں گے کہ اصحاب کہف تعداد میں سات تھے اور آٹھواں ان کا کتا تھا۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرما کر ہدایت کی جاتی ہے کہ آپ ان اہل اختلاف سے کہہ دیجئے کہ اس قسم کی غیر معتدبہ باتوں میں جھگڑنا لاحاصل ہے۔ عدد کے معلوم ہونے سے کوئی اہم مقصد متعلق نہیں۔ جتنی بات خدا نے بتلا دی اس سے زیادہ تحقیق کے درپے ہونا یا جس قدر تردید خدا تعالیٰ کر چکا اس سے زیادہ جھگڑنا اور تردید کرنا فضول ہے۔ حق تعالیٰ ان کی تعداد صحیح جانتے ہیں دوسرے لوگ ان کو صحیح نہیں جانتے بجز تھوڑے لوگوں کے یعنی یہ مستثنیٰ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ان کو دیکھا تھا اور یا وہ لوگ جن کو کسی ذریعہ سے صحیح خبر پہنچی چنانچہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ میں ان قلیل

لوگوں میں سے ہوں جنہوں نے معلوم کر لیا کہ اصحاب کہف سات ہی تھے کیونکہ حق تعالیٰ نے پہلے دو قول کو رجماً بالغیب فرمایا یعنی بے تحقیق بات ہانک رہے ہیں اور تیسرے قول کے ساتھ یہ نہیں فرمایا۔ غرض ہدایت یہ فرمائی گئی کہ آپ وحی کے موافق ان کے روبرو قصہ بیان کر دیجئے اور زیادہ سوال و جواب نہ کیجئے اور نہ ان سے کچھ پوچھ گچھ کیجئے کیونکہ وحی میں ضروری تعلیم ہو چکی اور غیر ضروری غیر ضروری ہے۔

آگے ایک دوسری ہدایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دی جاتی ہے جس کا تعلق اس سورۃ کے سبب نزول سے بتلایا جاتا ہے۔ مشرکین نے یہود کے سکھانے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تین سوالات کئے تھے جس سے مقصود آپ کی نبوت کی آزمائش تھی۔ جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وعدہ فرمایا تھا کہ ان کے جوابات کل بتاؤں گا اور یہ اس بھروسہ پر کہ جبرئیل امین آئیں گے تو دریافت کروں گا لیکن جبرئیل امین ۱۵ دن تک نہ آئے جس پر مشرکین نے ہنسنا شروع کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غمگین ہوئے تو یہ سورت نازل ہوئی اور ساتھ ہی یہ ہدایت بھی آئی کہ آئندہ کی بات کے متعلق بغیر انشاء اللہ کے وعدہ نہ کرنا چاہئے چنانچہ فرمایا گیا کہ اگر یہ لوگ آپ سے کوئی بات قابل جواب دریافت کریں اور آپ جواب کا وعدہ کریں تو اس کے ساتھ ان شاء اللہ تعالیٰ یا اس کے ہم معنی کوئی کلمہ ضرور ملا لیا کریں۔

آگے تیسری ہدایت دی جاتی ہے کہ آپ ان لوگوں سے جنہوں نے امتحان نبوت کے لئے اصحاب کہف کا قصہ دریافت کیا تھا کہہ دیجئے کہ تم نے جو اصحاب کہف کے متعلق امتحاناً پوچھا تھا جس کا جواب میری نبوت کے دلائل میں سے ہے تو یہ نہ سمجھا جاوے کہ اس سوال کا جواب دیدینا میرے نبوت کے لئے کوئی اعظم دلیل اور سرمایہ ناز و افتخار ہے جیسا تم نے اس قصہ کو عجیب تر سمجھ کر پوچھا ہے۔ مطلب یہ کہ میری نبوت ایسا امر محقق اور یقینی ہے کہ اس پر استدلال کرنے کے لئے جس دلیل کو تم اعظم سمجھتے ہو میں اس سے بھی اعظم دلیلیں اس پر رکھتا ہوں۔

الغرض ان آیات میں اصحاب کہف کی تعداد کے بارہ میں بیان فرمایا گیا۔ آگے ان کی مدت نوم اور اس میں لوگوں کے اختلاف کے متعلق مضمون فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

ہم کو جو باتیں دین کی قرآن و حدیث سے معلوم ہو جائیں۔ حق تعالیٰ ہم کو ان پر ایمان کامل اور یقین صادق نصیب فرمائیں۔ اور دین کی باتوں میں ناحق اختلاف سے ہم کو بچائیں۔ یا اللہ جب آپ نے اپنے فضل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے اشرف وسید الانبیاء والمرسلین کا امتی ہونا ہم کو نصیب فرمایا اور آپ کو ہمارے لئے کامل نمونہ دنیا میں بنا کر بھیجا تو ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت وعظمت کے ساتھ آپ کی پوری اطاعت اور کامل فرمانبرداری بھی نصیب فرما اور ہر حال میں آپ کے اتباع کی توفیق عطا فرما۔ یا اللہ بے تحقیق کسی بات کو کہنا جو آپ کو پسند نہیں اس سے ہمیں بچنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ یا اللہ ہم کو ہر حال میں اور ہر آن میں اپنی ذات پاک پر بھروسہ رکھنے کی دولت عطا فرمائیے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلَاثَ مِائَةٍ سِنِينَ وَازْدَادُوا تِسْعًا ﴿٢٥﴾ قُلِ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوا لَهُ غَيْبُ

اور وہ لوگ اپنے غار میں (حالت خواب میں) تین سو برس تک رہے اور نو برس اوپر اور رہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ خدا تعالیٰ ان کے رہنے کی مدت کو زیادہ جانتا ہے

السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ أَبْصِرْ بِهِ وَأَسْمِعْ مَا لَهُمْ مِنْ دُونِهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا يُشْرِكُ فِي حُكْمِهِ أَحَدًا ﴿٢٦﴾

تمام آسمانوں اور زمین کا علم غیب اسی کو ہے۔ وہ کیسا کچھ دیکھنے والا اور کیسا کچھ سننے والا ہے ان کا خدا کے سوا کوئی بھی مددگار نہیں اور نہ اللہ تعالیٰ کسی کو اپنے حکم میں شریک کرتا ہے۔

وَاتْلُ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهِ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُونِهِ مُلْتَحَدًا ﴿٢٧﴾

اور آپ کے پاس جو آپ کے رب کی کتاب وحی کے ذریعے سے آئی ہے وہ (لوگوں کے سامنے) پڑھ دیا کیجئے اس کی باتوں کو کوئی بدل نہیں سکتا اور آپ خدا کے سوا اور کوئی جائے پناہ نہ پاویں گے۔

وَلَبِثُوا اور وہ رہے	فِي كَهْفِهِمْ اپنے غار میں	ثَلٰثَ مِائَةٍ تین سو	سِنِينَ سال	وَازْدَادُوا اور ان کے اوپر	تِسْعًا نو	قُلِ آپ کہہ دیں	اللّٰهُ اللہ
أَعْلَمُ خوب جانتا ہے	بِمَا لَبِثُوا کتنی مدت وہ ٹھہرے	لَهُ غَيْبُ اسی کو غیب	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْأَرْضِ اور زمین	أَبْصِرْ بِهِ کیا وہ دیکھتا ہے		
وَأَسْمِعْ اور کیا وہ سنتا ہے	مَا لَهُمْ ان کیلئے نہیں	مِنْ دُونِهِ اس کے سوا	مِنْ وَلِيٍّ کوئی مددگار	وَلَا يُشْرِكُ اور وہ شریک نہیں کرتا	فِي حُكْمِهِ اپنے حکم میں		
أَحَدًا کسی کو	وَاتْلُ اور آپ پڑھیں	مَا أُوحِيَ جو وحی کی گئی	إِلَيْكَ آپ کی طرف	مِنْ سے	كِتَابِ کتاب	رَبِّكَ آپکا رب	
لَا مُبَدِّلَ نہیں کوئی بدلنے والا	لِكَلِمٰتِهِ اس کی باتوں کو	وَ اور	لَنْ تَجِدَ تم ہرگز نہ پاؤ گے	مِنْ دُونِهِ اس کے سوا	مُلْتَحَدًا کوئی پناہ گاہ		

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلایا گیا تھا کہ آپ جس وقت یہ صحیح صحیح قصہ اصحاب کہف کا جو وحی کے ذریعہ آپؐ پر نازل کیا گیا بیان کریں گے تو جیسا کہ لوگوں کی عادت ہے سامعین رائے زنی کر کے اٹکل کے تیر چلائیں گے۔

اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت فرمائی گئی تھی کہ آپ اصحاب کہف کی تعداد وغیرہ کے متعلق ان کے ساتھ بحث و مباحثہ میں نہ پڑیں۔ وحی الٰہی کے ذریعہ سے قصۂ اصحاب کہف کے متعلق جتنی معلومات آپ کو دے دی گئی ہیں وہ بالکل کافی ہے۔

گذشتہ آیات میں اصحاب کہف کی تعداد کے بارہ میں مضمون تھا اور جیسا کہ اصحاب کہف کی تعداد میں اختلاف تھا اسی طرح ان کی مدت نوم میں بھی اختلاف تھا کہ وہ پہاڑی غار میں کتنا عرصہ سوئے۔ اس لئے ان آیات میں اس معاملہ میں امر واقعی بتلایا جاتا ہے کہ وہ لوگ یعنی اصحاب کہف اپنے غار میں حالت خواب میں ۳۰۹ برس رہے۔

آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ اہل اختلاف اگر اس کو سن کر بھی اختلاف کریں تو آپ فرما دیجئے کہ خدا تعالیٰ ان کے غار میں رہنے کی مدت کو تم سے تو زیادہ جانتا ہے پس حق تعالیٰ نے جو بتلایا وہی صحیح ہے۔ اور اسی واقعہ مدت خواب اصحاب کہف پر کیا موقوف ہے۔ اللہ تعالیٰ پر تو ہر چھوٹا بڑا واقعہ روشن ہے۔ اس کی تو یہ شان ہے کہ تمام آسمانوں اور زمین کا علم غیب اسی کو ہے۔ وہ کیسا کچھ دیکھنے والا اور کیسا کچھ سننے والا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ صحیح علم اللہ ہی کو ہے اور جب اس نے یہ مدت قطعی طور پر بتادی تو اب کسی چون وچرا کی گنجائش ہی نہیں۔

پس اہل اختلاف کو چاہئے کہ ایسے صاحب علم محیط کے ساتھ دعویٰ معلومات میں معارضہ نہ کریں ورنہ مستحق سزا ہوں گے اور سزا کے وقت ان کا خدا کے سوا جتنے ہیں ان میں سے کوئی بھی مددگار نہیں

ہوگا اور جس طرح حق تعالیٰ کا علم محیط ہے اس کی قدرت اور اختیار بھی سب پر حاوی ہے۔ جیسے اس کے علم غیب میں کوئی شریک نہیں اختیارات اور قدرت میں بھی کوئی شریک اور سہیم نہیں ہوسکتا۔ اور اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کا کام صرف اس قدر ہے کہ آپ اپنے فرض منصبی کے انجام دہی میں مشغول رہئے۔ جو جامع و مانع کافی وشافی کتاب آپ کے رب نے آپ کو مرحمت فرمائی اسے پڑھ کر سناتے رہئے۔ خدا نے جو باتیں اس میں سنائیں اور جو وعدے کئے کوئی طاقت نہیں جو انہیں بدل یا ٹال سکے یا غلط ثابت کر سکے اگر کوئی ان باتوں کے بدلنے کے درپے ہوگا یا اس کتاب سے اعراض کرے گا تو وہ خوب سمجھ لے کہ خدا کے مجرم کے لئے کہیں پناہ نہیں۔ ہاں وفاداروں کو پناہ دینے کے لئے اس کی رحمت وسیع ہے۔ چنانچہ دیکھ لو اصحاب کہف کو جو خدا کی باتوں پر جمے رہے کیسے جگہ ان کو مرحمت فرمائی۔

اصحاب کہف کا قصہ تو گذشتہ آیات میں ختم ہو گیا تھا اس پر ضروری تبصرہ بھی ان آیات میں ختم ہوا۔ اب وہ خاص سبق واہم نصیحتیں جو اس قصہ اصحاب کہف سے ملتی ہیں مختصراً حسب ذیل ہیں:۔

۱:۔ ایک سچے مومن کو کسی حال میں حق میں منہ موڑنے اور باطل کے آگے سر جھکانے کے لئے ہرگز تیار نہ ہونا چاہئے۔

۲: مومن کا اعتماد اسباب دنیا پر نہیں بلکہ اللہ کی ذات پاک پر ہونا چاہئے اور پھر جب اللہ پر بھروسہ کیا جاتا ہے تو وہ غیب سے امداد فرماتے ہیں۔

۳: جو عادت جاریہ یا قانون فطرت دنیا میں جاری ہیں۔ اللہ تعالیٰ جب اور جہاں چاہیں اور جس طرح چاہیں اس عادت کو بدل کر غیر معمولی کام لے سکتے ہیں۔

۴: نوع انسانی کی تمام اگلی پچھلی نسلوں کو بیک وقت زندہ کر کے اٹھا دینا جس کی خبر انبیاء اور کتب آسمانی نے دی ہے اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کچھ مشکل نہیں اور ایک دن ایسا ہونا ہے۔

۵: آئندہ زمانے میں کسی کام کے کرنے کا وعدہ یا اقرار کرنا ہو تو اس کے ساتھ انشاء اللہ کا کلمہ ضرور ملا لینا چاہئے۔

۶: اہل ایمان کو اپنی توجہ بس کام کی بات پر رکھنا چاہئے۔ غیر ضروری باتوں میں نہ الجھنا چاہئے۔

یہ تو چند خاص اور اہم امور ہیں ورنہ علمائے حق نے تو اس قصہ کی ایک ایک آیت سے مسائل ونتائج اخذ کئے ہیں اور قرآن پاک میں قصص بیان کرنے کی جو غرض وغایت ہے ان کو خوب نمایاں کیا ہے جن کے بیان کی اس مختصر درس میں گنجائش نہیں۔ شروع سورۃ میں رسالت کے متعلق مضمون بیان ہوا تھا اور اسی کی تائید میں یہ قصہ اصحاب کہف کا بیان کیا گیا۔ آگے بھی منصب رسالت کے بعض حقوق وآداب مذکور ہیں جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو بھی توفیق عطا فرمائیں کہ جو قرآنی احکام وہدایات ہم پڑھتے اور سنتے جائیں ان پر غور وفکر کر کے ان پر عمل پیرا ہو جائیں۔ یا اللہ آپ کی قدرت کامل ہے کہ آپ اسباب دنیا کی عادت جاریہ کو جب اور جس طرح چاہیں بدل سکتے ہیں جس کی مثال اصحاب کہف کے اس قصہ میں دکھلا دی گئی اور آپ کی مشیت اور حکم کو نہ کوئی ٹال سکتا ہے نہ بدل سکتا ہے۔

یا اللہ آپ کے مجرم کے لئے کہیں پناہ نہیں سوائے آپ ہی کی ذات کے لاملجا ولا منجا من اللہ الا الیہ

یا اللہ ہماری ہر حال میں اپنی طرف رجوع ہونے کی توفیق عطا فرمائیے اور ہماری دستگیری فرمائیے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ

اور آپ اپنے کو ان لوگوں کے ساتھ مقید رکھا کیجئے جو صبح و شام (یعنی علی الدوام) اپنے رب کی عبادت محض اُس کی رضا جوئی کیلئے کرتے ہیں اور دنیوی زندگی

عَيْنٰكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ

کی رونق کے خیال سے آپ کی آنکھیں اُن سے ہٹنے نہ پائیں۔ اور ایسے شخص کا کہنا نہ مانئے جس کے قلب کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر رکھا ہے اور وہ اپنی نفسانی خواہش پر چلتا ہے

وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ﴿۲۸﴾ وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ اِنَّآ

اور اس کا حال حد سے گزر گیا ہے اور آپ کہدیجئے کہ (دین) حق تمہارے رب کی طرف سے ہے سو جس کا جی چاہے ایمان لے آوے اور جس کا جی چاہے کافر رہے۔ بے شک

اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ

ہم نے ایسے ظالموں کیلئے آگ تیار کر رکھی ہے کہ اس آگ کی قناتیں اس کو گھیرے ہوں گی اور اگر (پیاس سے) فریاد کریں گے تو ایسے پانی سے انکی فریاد رسی

يَشْوِى الْوُجُوْهَ بِئْسَ الشَّرَابُ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا ﴿۲۹﴾

کی جاوے گی جو تیل کی تلچھٹ کی طرح ہوگا' مونہوں کو بھون ڈالے گا' کیا ہی برا پانی ہوگا اور دوزخ بھی کیا ہی بری جگہ ہے۔

وَاصْبِرْ اور روکے رکھو	نَفْسَكَ اپنا نفس	مَعَ ساتھ	الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ وہ لوگ جو پکارتے ہیں	رَبَّهُمْ اپنا رب	بِالْغَدٰوةِ صبح	وَالْعَشِيِّ اور شام		
يُرِيْدُوْنَ وہ چاہتے ہیں	وَجْهَهٗ اس کا چہرہ	وَلَا تَعْدُ نہ دوڑیں	عَيْنٰكَ تمہاری آنکھیں	عَنْهُمْ ان سے	تُرِيْدُ تم طلبگار ہو جاؤ	زِيْنَةَ آرائش	الْحَيٰوةِ زندگی	
الدُّنْيَا دنیا	وَلَا تُطِعْ اور کہنا مانو	مَنْ جس	اَغْفَلْنَا ہم نے غافل کردیا	قَلْبَهٗ اسکا دل	عَنْ سے	ذِكْرِنَا اپنا ذکر	وَاتَّبَعَ اور پیچھے پڑ گیا	هَوٰىهُ اپنی خواہش
وَكَانَ اور ہے	اَمْرُهٗ اسکا کام	فُرُطًا حد سے بڑھا ہوا	وَقُلِ اور کہدیں	الْحَقُّ حق	مِنْ سے	رَّبِّكُمْ تمہارا رب	فَمَنْ پس جو	شَآءَ چاہے
فَلْيُؤْمِنْ سو ایمان لائے	وَّمَنْ اور جو	شَآءَ چاہے	فَلْيَكْفُرْ سو کفر کرے	اِنَّآ بیشک ہم	اَعْتَدْنَا ہم نے تیار کیا	لِلظّٰلِمِيْنَ ظالموں کیلئے	نَارًا آگ	
اَحَاطَ گھیر لیں گے	بِهِمْ انہیں	سُرَادِقُهَا اسکی قناتیں	وَاِنْ اور اگر	يَّسْتَغِيْثُوْا وہ فریاد کریں گے	يُغَاثُوْا وہ دادرسی کیے جائینگے	بِمَآءٍ پانی سے		
كَالْمُهْلِ پگھلے ہوئے تانبے کی مانند	يَشْوِى وہ بھون ڈالے گا	الْوُجُوْهَ منہ	بِئْسَ الشَّرَابُ برا ہے پینا	وَسَآءَتْ اور بری ہے	مُرْتَفَقًا آرام گاہ			

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں اصحاب کہف کا قصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تائید و تصدیق کے سلسلہ میں بیان فرمایا گیا تھا۔ اس قصہ کو ختم کرنے کے بعد اب پھر منصب رسالت کے بعض حقوق و آداب مذکور ہیں۔

ان آیات کے شان نزول کے سلسلہ میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ قریش کے دولتمند سردار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے تھے کہ یہ بلال اور صہیب اور عمار اور خباب اور ابن مسعود وغیرہ جیسے غریب و مفلس لوگ جو تمہاری صحبت میں بیٹھا کرتے ہیں۔ ان کے ساتھ ہم نہیں بیٹھ سکتے۔ انہیں ہٹا دیا جائے تو ہم تمہاری مجلس میں آ سکتے ہیں اور معلوم کر سکتے ہیں کہ تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا کہ جو لوگ رضائے الٰہی کی خاطر آپ کے گرد جمع ہوئے ہیں اور شب و روز اپنے رب کو یاد کرتے ہیں اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے شوق میں نہایت اخلاص کے ساتھ دائماً عبادت میں مشغول رہتے ہیں مثلاً ذکر کرتے ہیں۔ قرآن پڑھتے ہیں۔ نمازوں پر مداومت رکھتے ہیں۔ حلال و حرام میں تمیز کرتے ہیں۔ خالق و مخلوق دونوں کے حقوق

پہچانتے ہیں۔ آپ ایسے مومنین و مخلصین کو گو دنیوی حیثیت سے وہ کیسے ہی غریب و مفلس ہوں اپنی صحبت و مجالست سے مستفید کرتے رہئے اور کسی کے کہنے سننے پر ان کو اپنی مجلس سے علیحدہ نہ کیجئے۔

چنانچہ اصحاب کہف کے واقعہ میں خدا کو یاد کرنے والوں اور اس سے صحیح تعلق رکھنے والوں کا حال معلوم ہو چکا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جوش وانہماک تبلیغ میں قدرۃً اس کی فکر رہا کرتی تھی کہ سرداران اور روسائے قریش ایمان لے آئیں تو امت کے جمال و کمال میں نمایاں اضافہ ہو جائے تو یہاں اشارہ اس جانب فرمایا گیا کہ اسلام کا جمال و کمال ظاہری ساز و سامان دنیوی اور مال و جاہ مادی سے نہیں بلکہ وہ اخلاص اور اطاعت کاملہ سے ہے گو فقراء اور غربا ہی سے ہو۔ چنانچہ آگے خطاب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا جاتا ہے کہ وہ لوگ جن کے دل دنیا کے نشہ میں مست ہو کر خدا کی یاد سے غافل اور ہر وقت نفس کی خوشی اور خواہشات کی پیروی میں مشغول رہتے ہیں۔ خدا کی اطاعت میں ہٹنے اور ہوا پرستی میں آگے رہنا ان کا شیوہ ہے۔ ایسے بدمست غافلوں کی بات پر آپ کان نہ دھریں خواہ وہ بظاہر کیسے ہی دولت مند اور جاہ و ثروت والے ہوں۔ یہ اشارہ ان سرداران قریش کی طرف ہے جنہوں نے یہ بیہودہ فرمائش کی تھی کہ آپ غریب مسلمانوں کو اپنے پاس سے ہٹا دیں تاکہ سردار اور روسا آپ کے پاس بیٹھ سکیں تو ممکن ہے کہ آپ کے قلب مبارک میں یہ خیال گزرا ہو کہ ان غرباء کو تھوڑی دیر علیحدہ کر دینے میں کیا مضائقہ ہے۔ وہ تو پکے اور سچے مسلمان ہیں۔ مصلحت پر نظر کر کے رنجیدہ نہ ہوں گے اور یہ دولتمند ممکن ہے اس صورت میں اسلام قبول کر لیں۔ اس پر حق تعالیٰ کی طرف سے ہدایت فرمائی گئی کہ آپ ہرگز ان متکبرین کا کہنا نہ مانئے کیونکہ یہ بیہودہ فرمائش ظاہر کرتی ہے کہ ان میں حقیقی ایمان کا رنگ قبول کرنے کی استعداد نہیں۔ پھر محض موہوم فائدہ کی خاطر مخلصین کا احترام و اکرام کیوں نظر انداز کیا جائے۔ اللہ اللہ کیا قدر تھی حق تعالیٰ کے ہاں ان غریب مفلس اور شکستہ حال صحابہ کرام کی جیسے حضرت بلالؓ حضرت صہیبؓ حضرت خبابؓ حضرت عمارؓ حضرت ابن مسعودؓ وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہ جن کے اکرام کی خاطر یہاں آیت میں صاف ممانعت فرما دی گئی کہ ان کفار قریش کی فرمائش ہرگز پوری نہ کی جائے۔ متعدد روایات میں وارد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ جل جلالہ کا اس پر شکر ادا فرمایا کرتے تھے کہ میری امت میں ایسے لوگ شامل فرمائے جن کی مجلس میں اور جن کے ساتھ میں اپنے آپ کو روکے رکھنے کا مامور ہوں۔ اور اسی آیت میں دوسری جماعت کا حکم بھی ارشاد فرمایا کہ جن کے قلوب اللہ کی یاد سے غافل ہیں جو اپنی خواہشات کا اتباع کرتے اور حدود سے بڑھ جاتے ہیں ان کا کہنا بالکل نہ مانا جائے۔

آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پھر خطاب کر کے مزید ہدایت دی جاتی ہے کہ آپ ان روسا کفار سے صاف کہہ دیجئے کہ یہ دین حق تمہارے رب کی طرف سے آیا ہے اور خدا کی طرف سے سچی باتیں سنا دی گئیں اب جس کا جی چاہے ایمان لے آوے۔ جس کا جی چاہے کافر رہے۔ کسی کے ماننے نہ ماننے کی اسے کچھ پروا نہیں جو کچھ نفع و نقصان ہوگا صرف تمہارا ہوگا ماننے اور نہ ماننے والے دونوں اپنا اپنا انجام سن لیں۔ ایمان نہ لانے والوں کا تو یہ انجام ہونا ہے کہ ایسے ظالموں کے لئے تو جہنم کی آگ تیار رکھی گئی ہے کہ جس کی چار دیواری کے جیل خانہ میں یہ بے بس ہوں گے۔ اور اس کی چار دیواری اور قناتیں بھی آگ کی ہونگی اور جب گرمی کی شدت سے پیاس لگے گی اور فریاد کرینگے تو تیل کی تلچھٹ یا پیپ کی طرح کا پانی دیا جائے گا جو سخت حرارت اور تیزی کی وجہ سے منہ کو بھون ڈالے گا حتیٰ کہ چہرہ کی کھال اتر کر گر پڑیگی، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے تو منکرین سن لیں کہ کیا ہی وہ برا پانی ہوگا جو انہیں پینا پڑے گا اور کیا ہی وہ بری دوزخ ہوگی جہاں انہیں رہنا پڑیگا۔

الغرض یہاں تو انجام بیان ہوا ان کا جو اس قرآن اور دین حق اور برحق رسول کا دنیا میں انکار کریں گے۔ آگے ان کے مقابل ان لوگوں کا انجام بتلایا گیا ہے جو دنیا میں خدا اور رسول کے ماننے والے اور اس کی کتاب اور پیغمبر پر ایمان رکھنے والے اور نیک عمل کرنے والے ہوں گے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِیۡعُ اَجۡرَ مَنۡ اَحۡسَنَ عَمَلًا ﴿۳۰﴾ اُولٰٓئِکَ لَہُمۡ جَنّٰتُ

بے شک جولوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے تو ہم ایسوں کا اجر ضائع نہ کریں گے جو اچھی طرح کام کو کرے۔ (پس) ایسے لوگوں کیلئے ہمیشہ

عَدۡنٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہِمُ الۡاَنۡہٰرُ یُحَلَّوۡنَ فِیۡہَا مِنۡ اَسَاوِرَ مِنۡ ذَہَبٍ وَّ یَلۡبَسُوۡنَ ثِیَابًا

رہنے کے باغ ہیں انکے (مساکن کے) نیچے نہریں بہتی ہوں گی ان کو وہاں سونے کے کنگن پہنائے جاویں گے اور سبز رنگ کے کپڑے باریک اور دبیز

خُضۡرًا مِّنۡ سُنۡدُسٍ وَّ اِسۡتَبۡرَقٍ مُّتَّکِـِٕیۡنَ فِیۡہَا عَلَی الۡاَرَآئِکِ ؕ نِعۡمَ الثَّوَابُ ؕ وَ حَسُنَتۡ مُرۡتَفَقًا ﴿۳۱﴾

ریشم کے پہنیں گے اور وہاں مسہریوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے کیا ہی اچھا صلہ ہے اور (بہشت) کیا ہی اچھی جگہ ہے۔

اِنَّ بیشک	الَّذِیۡنَ جولوگ	اٰمَنُوۡا ایمان لائے	وَعَمِلُوۡا اور انہوں نے عمل کئے	الصّٰلِحٰتِ نیک	اِنَّا یقیناً ہم	لَا نُضِیۡعُ ہم ضائع نہیں کریں گے
اَجۡرَ اجر	مَنۡ جس	اَحۡسَنَ اچھا کیا	عَمَلًا عمل	اُولٰٓئِکَ یہی لوگ	لَہُمۡ ان کیلئے	جَنّٰتُ باغات
عَدۡنٍ ہمیشگی	تَجۡرِیۡ بہتی ہیں	مِنۡ تَحۡتِہِمُ ان کے نیچے	الۡاَنۡہٰرُ نہریں	یُحَلَّوۡنَ پہنائے جائیں گے	فِیۡہَا اس میں	مِنۡ سے
اَسَاوِرَ کنگن	مِنۡ سے	ذَہَبٍ سونا	وَیَلۡبَسُوۡنَ اور وہ پہنیں گے	ثِیَابًا کپڑے	خُضۡرًا سبز رنگ	مِنۡ سے
سُنۡدُسٍ باریک ریشم	وَاِسۡتَبۡرَقٍ اور دبیز ریشم	مُّتَّکِـِٕیۡنَ تکیہ لگائے ہوئے	فِیۡہَا اس میں	عَلَی الۡاَرَآئِکِ تختوں پر	نِعۡمَ اچھا	الثَّوَابُ بدلہ
وَحَسُنَتۡ اور خوب ہے	مُرۡتَفَقًا آرام گاہ					

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیات میں دنیا میں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی کتاب پر ایمان نہ لانے والوں کا انجام بیان فرمایا گیا تھا۔ ان آیات میں بیان فرمایا جاتا ہے کہ وہ لوگ جو دنیا میں خدا اور اس کے رسول اور اس کی کتاب پر ایمان لائے اور نیک عمل کئے تو ان کی ادنیٰ سے ادنیٰ کی ہوئی نیکی بھی ضائع اور گم نہ ہوگی اور ان کو اس کا پورا پور بدلہ دیا جائے گا اور وہ بدلہ یہ ہوگا کہ ان کے لئے جنت کی دائمی نعمتیں ہوں گی جہاں ان کے رہنے سہنے کے لئے عالیشان محلات اور بالا خانے ہوں گے اور جہاں سرسبز شاداب باغات ہوں گے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ ان کے شاہانہ اعلیٰ درجہ کے ریشمی لباس ہوں گے اور انہیں زیورات خصوصاً سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور وہ شاہانہ شان و شوکت سے مسہریوں پر تکیہ لگائے نہایت عزت و آرام سے بیٹھیں گے اور یہ ان کے دنیا میں ایمان اور عمل صالح کا بدلہ ہوگا کہ وہ جنت جیسی اچھی اور آرام دہ جگہ میں ہوں گے۔

قدیم زمانہ میں بادشاہ سونے کے کنگن پہنتے تھے تو اہل جنت کے لباس اور زیب و زینت میں اس چیز کا ذکر کرنے سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ وہاں ان کو شاہانہ لباس پہنائے جائیں گے اور شاہانہ زیب و زینت حاصل ہوگی۔ دنیا کا بڑے سے بڑا کافر بادشاہ وہاں ذلیل و خوار ہوگا اور عذاب جہنم کی ذلت و خواری میں گرفتار ہوگا۔ اور ایک غریب سے غریب اور مفلس سے مفلس مومن صالح وہاں بادشاہوں کی سی شان و شوکت سے جنت کی نعمتوں میں رہے گا۔

حضرت شاہ عبدالقادر صاحب محدث و مفسر دہلویؒ اپنی تفسیر موضح القرآن میں ان آیات کے تحت لکھتے ہیں کہ ''سونا اور ریشمی کپڑا مردوں کو جنت میں ملنا ہے جو یہ چیزیں یہاں پہنے گا۔ تو وہاں نہ پہنے گا'' شریعت اسلامیہ میں ریشمی کپڑا جس کا تانا بانا خالص ریشم کا ہو مردوں کو پہننا حرام ہے۔ عورت کو ہر قسم کا ریشمی

کپڑا جائز ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لباس حریر اور سونا میری امت کے مردوں پر حرام ہے اور ان کی عورتوں پر حلال ہے۔(نسائی)

قرآن و حدیث کے الفاظ سے بھی جنت و دوزخ کی چیزوں کی اصل کیفیت اور اصل حقیقت کو ہم یہاں پورے طور پر نہیں سمجھ سکتے اور دراصل قرآن یا احادیث میں جنت اور دوزخ کا جو ذکر فرمایا گیا ہے اس کا یہ مقصد ہی نہیں ہے کہ لوگوں کے سامنے وہاں کا مکمل جغرافیہ اور وہاں کے احوال کا پورا نقشہ آ جائے بلکہ اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ لوگوں میں دوزخ اور اس کے عذاب کا خوف پیدا ہو اور وہ ان برائیوں سے بچیں جو دوزخ میں لے جانے والی ہیں اور جنت اور اس کی نعمتوں کا شوق پیدا ہو تا کہ وہ اچھے اعمال اختیار کریں جو جنت میں پہنچانے والے ہیں اور وہاں کی نعمتوں کا مستحق بنانے والے ہیں۔ پس ان آیات کا جن میں کہ جنت اور دوزخ کا تذکرہ فرمایا گیا ہے اصل حق یہی ہے کہ ان کے پڑھنے اور سننے سے شوق اور خوف کی مطلوبہ کیفیتیں پیدا ہوں جس کے نتیجہ میں اللہ کی رضا والی زندگی پر دنیا میں چلنے کی آمادگی ہو۔

یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ''اعمال صالحہ'' کے لئے شریعت مطہرہ کے متعلقہ ظاہری و باطنی احکام کا علم ہونا بھی ضروری ہے۔ کیونکہ جب علم نہ ہوگا تو عمل اس کے موافق کیسے کرے گا۔ اب یہ علم دین حاصل کرنا جو لازمی اور ضروری ٹھہرا یہ خواہ کتابیں پڑھ کر یا سن کر یا صحبت سے جس طرح ممکن ہو حاصل کرنا ضروری ہے۔ اور اسی نقطہ نظر کی تائید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ **طلب العلم فریضة علیٰ کل مسلم** یعنی علم دین کا طلب کرنا فرض ہے ہر مسلمان پر خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی علم دین کے حاصل کرنے کا ذوق وشوق عطا فرمائیں۔

الغرض گذشتہ آیات میں ایمان نہ لانے پر جہنم کی وعید اور ان آیات میں ایمان اور عمل صالح پر جنت کی بشارت سنائی گئی۔ اب آگے اسی مضمون کی تائید میں ایک قصہ بیان فرمایا جاتا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو بھی شریعت کا علم حاصل کرنے کا ذوق وشوق نصیب فرمائیں اور اس علم پر عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔

یا اللہ ہم سب کو حقیقی ایمان کی دولت عطا فرمادے۔ اور ایمان کے ساتھ حقیقی ''اعمال صالحہ'' کی بھی توفیق عطا فرمادے۔ اور اپنے فضل وکرم سے جنت کی ابدی ودائمی نعمتوں سے ہم سب کو آخرت میں نواز دے۔

یا اللہ ہمارے اعمال تو اس لائق نہیں کہ جن کی بدولت ہم جنت میں پہنچ سکیں۔ مگر آپ کے فضل وکرم اور انعام واحسان کے امیدوار ہیں۔

یا اللہ محض اپنے فضل وکرم سے ہماری مغفرت فرما کر اپنی دائمی اور ابدی جنت میں داخلہ نصیب فرمایئے اور عذاب جہنم سے کامل طور پر بچا لیجئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِأَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ أَعْنَابٍ وَّحَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ

اور آپ ان لوگوں سے دو شخصوں کا حال بیان کیجئے ان دو شخصوں میں سے ایک کو ہم نے دو باغ انگور کے دے رکھے تھے اور ان دونوں (باغوں) کا کھجور کے درختوں

وَّجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا ﴿۳۲﴾ كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ أُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْئًا وَّفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا

سے احاطہ بنا رکھا تھا اور ان دونوں کے درمیان کھیتی بھی لگا رکھی تھی (اور) دونوں اپنا پورا پھل دیتے تھے۔ اور کسی کے پھل میں ذرا بھی کمی نہ رہتی تھی اور ان دونوں

نَهَرًا ﴿۳۳﴾ وَّكَانَ لَهُ ثَمَرٌ فَقَالَ لِصَاحِبِهِ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ أَنَا أَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّأَعَزُّ نَفَرًا ﴿۳۴﴾ وَدَخَلَ

کے درمیان میں نہر چلا رکھی تھی۔ اور اس شخص کے پاس اور بھی تمول کا سامان تھا سو (ایک بار) اپنے اس (دوسرے) ملاقاتی سے ادھر اُدھر کی باتیں کرتے کرتے کہنے لگا کہ میں تجھ سے مال میں زیادہ ہوں

جَنَّتَهُ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ قَالَ مَا أَظُنُّ أَنْ تَبِيدَ هٰذِهِ أَبَدًا ﴿۳۵﴾ وَّمَا أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً وَّ

اور مجمع بھی میرا زبردست ہے۔ اور وہ اپنی جان پر ظلم کر رہا تھا اپنے باغ میں پہنچا (اور) کہنے لگا کہ میرا خیال نہیں ہے کہ یہ باغ (میری حیات میں) کبھی بھی برباد ہو۔ اور میں قیامت کو نہیں خیال کرتا کہ آوے گی

لَئِنْ رُّدِدْتُّ إِلٰى رَبِّيْ لَأَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ﴿۳۶﴾

اور اگر میں اپنے رب کے پاس پہنچایا گیا تو ضرور اس باغ سے بہت زیادہ اچھی جگہ مجھ کو ملے گی۔

وَاضْرِبْ اور بیان کریں آپ	لَهُمْ ان کیلئے	مَثَلًا مثال	رَّجُلَيْنِ دو آدمی	جَعَلْنَا ہم نے بنائے	لِأَحَدِهِمَا ان میں ایک کیلئے	جَنَّتَيْنِ دو باغ		
مِنْ سے	أَعْنَابٍ انگور	وَّحَفَفْنٰهُمَا اور ہم نے انہیں گھیر لیا	بِنَخْلٍ کھجوروں کے درخت	وَّجَعَلْنَا اور بنا دی	بَيْنَهُمَا ان کے درمیان	زَرْعًا کھیتی		
كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ دونوں باغ	اٰتَتْ لائے	أُكُلَهَا اپنے پھل	وَلَمْ تَظْلِمْ اور کم نہ کرتے تھے	مِّنْهُ اس سے	شَيْئًا کچھ	وَّفَجَّرْنَا اور ہم نے جاری کردی		
خِلٰلَهُمَا دونوں کے درمیان	نَهَرًا ایک نہر	وَّكَانَ اور تھا	لَهُ اس کیلئے	ثَمَرٌ پھل	فَقَالَ تو وہ بولا	لِصَاحِبِهِ اپنے ساتھی سے	وَهُوَ اور وہ	
يُحَاوِرُهُ اس سے باتیں کرتے ہوئے	أَنَا أَكْثَرُ میں زیادہ تر	مِنْكَ تجھ سے	مَالًا مال میں	وَّأَعَزُّ اور زیادہ باعزت	نَفَرًا آدمیوں کے لحاظ سے			
وَدَخَلَ اور وہ داخل ہوا	جَنَّتَهُ اپنا باغ	وَهُوَ اور ہو	ظَالِمٌ ظلم کر رہا تھا	لِّنَفْسِهِ اپنی جان پر	قَالَ وہ بولا	مَا أَظُنُّ میں گمان نہیں کرتا		
أَنْ کہ	تَبِيدَ برباد ہوگا	هٰذِهِ یہ	أَبَدًا کبھی	وَ اور	مَا أَظُنُّ میں گمان نہیں کرتا	السَّاعَةَ قیامت	قَائِمَةً قائم	وَلَئِنْ اور اگر
رُّدِدْتُّ میں لوٹایا گیا	إِلٰى طرف	رَبِّيْ اپنا رب	لَأَجِدَنَّ میں ضرور پاؤں گا	خَيْرًا بہتر	مِّنْهَا اس سے	مُنْقَلَبًا لوٹنے کی جگہ		

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں ان سرداران قریش مشرکین مکہ کا ذکر ہوا تھا جو مال کی وسعت اولاد کی کثرت اور دنیوی عزت وشوکت پر نازاں تھے اور فقرائے صحابہ افلاس کے سبب ان کی نظروں میں (معاذ اللہ) حقیر اور قابل نفرت تھے اور کم مایہ مخلص مومنین ان کے نزدیک ذلیل تھے جس بناء پر انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ ان غریب اور مفلس لوگوں کو اپنے پاس سے ہٹا دیجئے تو ہم آپ کے پاس آ کر بیٹھ سکتے ہیں لیکن انجام کار وہ مغرور اور متکبر طبقہ تباہ ہوا۔ ان کا سب عیش وآرام اور دولت وثروت سب خاک میں مل گئی۔ دنیا بھی برباد ہوئی اور دین میں روسیاہی نصیب ہوئی اور وہ طبقہ جو مالدار کافروں کی نظر میں ذلیل وحقیر تھا اس کو خدا تعالیٰ نے دنیوی عروج اور دینی فلاح عطا فرمائی۔ دنیا میں بھی عزت، شوکت، حکومت اور دولت مرحمت کی اور اجر آخرت بھی

عنایت کیا۔ تو دنیا کی بے ثباتی اور اس کے اسباب اور تجمل پر غرور کر کے خدا تعالیٰ کی نافرمانی اور راہ حق سے گمراہی کا نتیجہ جو کبھی دنیا ہی میں ظاہر ہو جاتا ہے۔ ان آیات میں دو شخصوں کی تمثیل سے بیان فرمایا جارہا ہے۔

یہ قصہ قرآن پاک میں بہت مجمل آیا ہے جس میں اہل قصہ کا نام ونشان نہیں بتلایا اس لئے بعض مفسرین نے اس کو فرضی قصہ کہا ہے جو محض تمثیل وتشبیہ کے لئے لایا گیا ہے بعض مفسرین کا قول ہے کہ جن دو بھائی یا ساتھیوں کی تشبیہ دی ہے وہ واقعی موجود تھے۔

علماء کے اس میں مختلف قول ہیں۔ مثال کا فائدہ بہر حال حاصل ہے جس میں کافر غنی اور مومن فقیر کی مثال دے کر دنیا کی بے ثباتی۔ کفر وتکبر کی بدانجامی اور ایمان وتقویٰ کی مقبولیت پر متنبہ کرنا ہے۔ اس مثال سے دین دار مسلمانوں کو تسلی دینی مقصود ہے کہ ناداری کا غم نہ کریں اور حصول دولت عقبیٰ پر شکر کریں اور کفار کو تنبیہ ہے کہ دنیوی جاہ وحشم اور عیش ونعم پر مغرور نہ ہوں۔ یہ ناپائیدار چیزیں ہیں۔

مثال یہاں یہ بیان کی گئی کہ دو شخص تھے جن میں ایک مالدار تھا۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے دو باغ عطا فرمائے تھے جن میں انگوروں کی بیلیں بکثرت پھیلی ہوئی تھیں اور ان کے اردگرد کھجوروں کے درخت لگے ہوئے تھے۔ دونوں باغوں کے درمیان کھیتی لگی ہوئی تھی۔ پھل پھول بھرپور آرہے تھے۔ کسی قسم کا نقصان نہیں۔ ادھر ادھر نہریں جاری۔ اس کے پاس طرح طرح کی ہروقت پیداوار موجود۔ دولت چاروں طرف سے اس کے پاس اُمڈی آرہی تھی۔ الغرض اس مالدار نے ایک دن اپنے ایک ملاقاتی سے جو ایماندار اور غریب آدمی تھا فخر وغرور کرتے ہوئے کہا کہ میں مالداری میں عزت واولاد میں جاہ وحشم میں نوکر چاکر میں تجھ سے زیادہ حیثیت والا ہوں۔ میرے پاس کس قدر ساز وسامان ہے۔ میرے گرد میرے کنبے رشتہ والے جمع ہیں۔ مجھے ان کی وجہ سے کتنی عزت حاصل ہے۔ تو مفلس وقلاش ہے کوئی تجھے منہ نہیں لگاتا۔ پھر تجھے ایمانداری اور پرہیز گاری سے کیا حاصل ہوا؟ پھر یہ مالدار اس ملاقاتی کو لے کر اپنے ایک باغ میں پہنچا اس کے دل میں کبر وغرور بھرا ہوا تھا اور اسے یہ نہیں معلوم تھا کہ وہ اللہ عزوجل کی قدرت کا انکار کر کے اپنی جان پر ظلم کر رہا ہے۔ اپنے پاؤں میں کلہاڑی مار رہا ہے۔ چنانچہ اپنے ظاہری سامان پر ایسا مست تھا کہ اپنے ملاقاتی سے کہنے لگا کہ میری لہلہاتی کھیتیاں یہ پھل دار درخت۔ یہ لبریز نہریں یہ شاداب سبزہ ناممکن ہے کہ کبھی فنا ہو جائیں۔ میرے پاس تمام سامان موجود ہیں اب اس کو برباد کرنے والا کون۔ ایک تم ہو کہ خدا کا نام لے کر برباد ہوئے اور آخرت کی موہومی پر آس لگائے بیٹھے ہو۔ کیسی قیامت اور کیسا حشر؟ مجھے تو قیامت آنے کا گمان بھی نہیں۔ اور اگر بالفرض تمہارے خیال کے مطابق آئی بھی تو ظاہر ہے کہ خدا کا میں پیارا ہوں ورنہ وہ مجھے اس قدر مال ومتاع کیسے دے دیتا تو وہاں بھی مجھے اس سے بہتر مال ومتاع دے گا۔ تمہاری حالت آخرت میں بھی خستہ ہوگی۔ جب خدا نے دنیا میں تمہیں کچھ نہیں دیا تو آخرت میں کیا دے گا اور میں جس طرح دنیا میں فارغ البال خوشحال ہوں آخرت میں بھی چین وآرام سے رہوں گا۔ (استغفر اللہ)

اس قصہ میں یہ تقریر اس مالدار کافر کی نقل فرمائی گئی کہ جو اس دنیا ہی کو اپنی جنت سمجھ رہا تھا۔ آج بھی کفار اور وہ کم ظرف بد دین جنہیں دنیا میں کچھ شان وشوکت اور مال ودولت حاصل ہو جاتا ہے اسی غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ انہیں دنیا ہی میں جنت نصیب ہو چکی ہے اب اور کونسی جنت ہے جسے وہ حاصل کرنے کی فکر کریں۔ اس مغرور مالدار کی تقریر کا جواب جو غریب دین دار ملاقاتی نے دیا اور پھر جو انجام دنیا ہی میں اس مغرور مالدار کا ہوا یہ اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَكَفَرْتَ بِالَّذِيْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ

اُس نے اُس کے ملاقاتی نے (جو کہ دیندار اور غریب تھا) جواب کے طور پر کہا کہ کیا تو کفر کرتا ہے اُس ذات (پاک) کے ساتھ جس نے تجھ کو (اول) مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے پھر تجھکو

رَجُلًا ﴿۳۷﴾ لٰكِنَّا۠ هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ﴿۳۸﴾ وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ ۙ

صحیح وسالم آدمی بنایا۔ لیکن میں تو یہ عقیدہ رکھتا ہوں کہ وہ یعنی اللہ تعالیٰ میرا رب (حقیقی) ہے اور میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھیراتا۔ اور تو جس وقت اپنے باغ میں پہنچا تھا تو تو نے یوں کیوں نہ کہا

لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۚ اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّوَلَدًا ﴿۳۹﴾ ۚ فَعَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يُّؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّنْ

کہ جو اللہ کو منظور ہوتا ہے وہی ہوتا ہے (اور) بدوں خدا کی مدد کے (کسی میں) کوئی قوت نہیں۔ اگر تو مجھ کو مال اور اولاد میں کمتر دیکھتا ہے۔ تو مجھ کو وہ وقت نزدیک معلوم ہوتا ہے

جَنَّتِكَ وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا زَلَقًا ﴿۴۰﴾ ۙ اَوْ يُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا

کہ میرا رب مجھ کو تیرے باغ سے اچھا باغ دیدے اور اس (تیرے باغ) پر کوئی تقدیری آفت آسمان سے بھیج دے جس سے وہ باغ دفعۃً ایک صاف میدان ہو کر رہ جاوے

فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ لَهٗ طَلَبًا ﴿۴۱﴾ وَاُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ فَاَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلٰى مَآ اَنْفَقَ فِيْهَا وَهِيَ خَاوِيَةٌ

یا اُس سے اس کا پانی اندر (زمین میں) اتر (کر خشک) ہو جاوے پھر تو (اس کے لانے اور نکالنے) کی کوشش بھی نہ کر سکے۔ اور اس شخص کے سامان تمول کو آفت نے آگھیرا پھر اس نے جو کچھ

عَلٰى عُرُوْشِهَا وَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ﴿۴۲﴾ وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ

اس باغ پر خرچ کیا تھا اس پر ہاتھ ملتا رہ گیا اور وہ باغ اپنی ٹٹیوں پر گرا ہوا پڑا تھا اور کہنے لگا کیا خوب ہوتا کہ میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھیراتا۔ اور اُس کے پاس کوئی ایسا مجمع نہ ہوا کہ

دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا ﴿۴۳﴾ ؕ هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ ؕ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ عُقْبًا ﴿۴۴﴾ ع

خدا کے سوا اس کی مدد کرتا اور نہ وہ خود (ہم سے) بدلا لے سکا۔ ایسے موقع پر مدد کرنا اللہ برحق ہی کا کام ہے اُسی کا ثواب سب سے اچھا اور اُسی کا نتیجہ سب سے اچھا ہے۔

قَالَ کہا | لَهٗ اس سے | صَاحِبُهٗ اس کا ساتھی | وَهُوَ اور وہ | يُحَاوِرُهٗٓ اس سے باتیں کر رہا تھا | اَكَفَرْتَ کیا تو کفر کرتا ہے | بِالَّذِيْ اسکے ساتھ جس نے

خَلَقَكَ تجھے پیدا کیا | مِنْ تُرَابٍ مٹی سے | ثُمَّ پھر | مِنْ نُّطْفَةٍ نطفہ سے | ثُمَّ پھر | سَوّٰىكَ تجھے پورا بنایا | رَجُلًا مرد | لٰكِنَّا لیکن میں | هُوَ وہ | اللّٰهُ اللہ

رَبِّيْ میرا رب | وَلَآ اُشْرِكُ اور میں شریک نہیں کرتا | بِرَبِّيْٓ اپنے رب کیساتھ | اَحَدًا کسی کو | وَلَوْلَآ اور کیوں نہ | اِذْ دَخَلْتَ جب تو داخل ہوا | جَنَّتَكَ اپنا باغ

قُلْتَ تو نے کہا | مَا شَآءَ اللّٰهُ جو چاہے اللہ | لَا قُوَّةَ نہیں قوت | اِلَّا مگر | بِاللّٰهِ اللہ کی | اِنْ تَرَنِ اگر تو مجھے دیکھتا ہے | اَنَا مجھے | اَقَلَّ کم تر

مِنْكَ اپنے سے | مَالًا مال میں | وَّوَلَدًا اور اولاد میں | فَعَسٰى تو قریب | رَبِّيْٓ میرا رب | اَنْ کہ | يُّؤْتِيَنِ مجھے دے | خَيْرًا بہتر | مِّنْ سے

جَنَّتِكَ تیرا باغ | وَيُرْسِلَ اور بھیجے | عَلَيْهَا اس پر | حُسْبَانًا آفت | مِّنَ سے | السَّمَآءِ آسمان | فَتُصْبِحَ پھر وہ ہو کر رہ جائے | صَعِيْدًا مٹی کا میدان

زَلَقًا چٹیل | اَوْ یا | يُصْبِحَ ہو جائے | مَآؤُهَا اس کا پانی | غَوْرًا خشک | فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ پھر تو ہرگز نہ کر سکے | لَهٗ اس کو | طَلَبًا طلب | وَاُحِيْطَ اور گھیر لیا گیا

بِثَمَرِهٖ اس کے پھل | فَاَصْبَحَ پس وہ رہ گیا | يُقَلِّبُ وہ ملنے لگا | كَفَّيْهِ اپنے ہاتھ | عَلٰى پر | مَآ اَنْفَقَ جو اس نے خرچ کیا | فِيْهَا اس میں | وَهِيَ اور وہ

خَاوِيَةٌ گرا ہوا | عَلٰى پر | عُرُوْشِهَا اپنی چھتریاں | وَيَقُوْلُ اور وہ کہنے لگا | يٰلَيْتَنِيْ اے کاش | لَمْ اُشْرِكْ میں شریک نہ کرتا | بِرَبِّيْٓ اپنے رب کے ساتھ

اَحَدًا کسی کو	وَلَمْ تَكُنْ اور نہ ہوتی	لَهُ اس کیلئے	فِئَةٌ کوئی جماعت	يَنْصُرُوْنَهُ اس کی مدد کرتی وہ	مِنْ سے	دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا	وَمَا اور نہ	
كَانَ وہ تھا	مُنْتَصِرًا بدلہ لینے کے قابل	هُنَالِكَ یہاں	الْوَلَايَةُ اختیار	لِلّٰهِ اللہ کیلئے	الْحَقِّ برحق	هُوَ وہ	خَيْرٌ بہتر	ثَوَابًا ثواب دینے میں
وَخَيْرٌ اور بہتر	عُقْبًا بدلہ دینے میں							

تفسیر وتشریح

دنیا کی بے ثباتی اور عقبیٰ کی ثبات ظاہر کرنے اور اہل ایمان کو تسلی اور کافروں کو تنبیہ کے لئے گذشتہ آیات میں ایک مالدار کافر اور غریب مومن کا قصہ شروع فرمایا گیا تھا اور اس مغرور و متکبر مالدار کے اقوال نقل فرمائے گئے تھے۔ اس مالدار کافر کی ملحدانہ تقریر کا جو جواب اس کے غریب مومن ملاقاتی نے دیا اور اس مالدار متکبر کے باغات جن پر اس کو بڑا ناز تھا ان کا جو حشر ہوا وہ ان آیات میں بیان فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ اس غریب مومن نے جوابی گفتگو کرتے ہوئے مالدار متکبر سے کہا کہ تو نے جو اپنے باغ کو غیر فانی کہا تو کیا اس قادر مطلق کا منکر ہو گیا جس نے تیری اصل یعنی آدم علیہ السلام کو بے جان مٹی سے پیدا کیا اور تجھ کو ایک قطرۂ ناچیز سے پیدا کر کے زندگی بخشی اور ہٹا کٹا مرد بنا دیا۔ تو ذرا اپنی ابتدا تو دیکھ۔ تجھے کس بات پر غرور ہے۔ تیری پیدائش کیسے ذلیل نطفہ سے ہوئی پھر جس طرح خدا نے تجھے پہلی بار پیدا کیا وہی دوبارہ پیدا کر سکتا ہے۔ اور اپنی دی ہوئی نعمت چھین بھی سکتا ہے اور قیامت میں مردے زندہ بھی کر سکتا ہے تو انکار کرے تو کر میں تو ایسی جرأت نہیں کر سکتا۔ میں تو یہی کہوں گا اور میں تو یہی عقیدہ رکھتا ہوں کہ اس کی خدائی میں کوئی حصہ دار نہیں اس کے حکم و اختیار کے سامنے کون دم مار سکتا ہے میں تیری اس گفتگو کو پسند نہیں کرتا جو تو نے باغ میں داخل ہو کر کی تھی۔ تو خدا کو کیوں بھول گیا کیا تجھے نہیں معلوم کہ تمام قوت کا مالک صرف اللہ ہے وہی جو چاہے ہوتا ہے اس کی مشیت کے خلاف کچھ نہیں ہو سکتا۔ ان ظاہری اسباب میں کچھ بھی تاثیر نہیں سب حکم الٰہی کے تابع ہیں۔ خدا جو چاہے عطا فرمائے اور وہ چاہے تو ایک دم میں دیا ہوا سب سلب کر لے۔ جب تو اپنے باغ میں گیا تھا تو تو نے یوں کیوں نہ کہا تھا کہ جو اللہ کو منظور ہوتا ہے وہی ہوتا ہے اور بدوں خدا کی مدد کے کسی میں کوئی قوت نہیں چنانچہ یہ باغ اللہ جب تک چاہے گا قائم رکھے گا اور اگر وہ چاہے گا ویران ہو جائے گا۔ اس کی مشیت کے روبرو سب اسباب معطل ہیں۔ اور تو جو میری ناداری اور اولاد کی کمی پر طعن کرتا ہے اور اپنے مال و اولاد کی کثرت پر ناز کرتا ہے اور اس بنا پر تو مجھے حقیر اور اپنے کو بڑا سمجھتا ہے تو یہ بھی تیری غلطی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ خدا مجھے تیرے باغ سے بہتر عطا فرما دے۔ اور تیرے باغ پر کوئی غیبی طوفان اور برق لرزاں بھیج کر ایک دم میں برباد کر دے۔ یا پانی بالکل سوکھ جائے اور یہ شادابی جاتی رہے اور تیرا باغ ایک چٹیل میدان ہو کر رہ جائے۔ غرض کہ آسمان و زمین کے تمام اسباب و حوادث اللہ کے قبضہ میں ہیں وہ جس طرح چاہے ان میں تصرف کر سکتا ہے اس گفتگو کے بعد آخر وہی ہوا جو اس مرد مومن کے منہ سے نکلا تھا رات کو یہ متکبر مالدار نہ جانے کیا کیا خیالی پلاؤ پکاتا ہوا سویا ہو گا۔ صبح اٹھا تو نہ وہ باغ تھے نہ کھیت باغ پر بجلی گری اور ساری کھیتی اور پھل پھلاری سب جل جلا کر خاک سیاہ ہو گئی اور پانی کو خشک کر دیا۔ اب یہ متکبر ہاتھ مل مل کر کہنے لگا کہ افسوس اس پر کتنی لاگت لگائی تھی ساری کی ساری اکارت گئی۔ اب ہوش آیا کہ یہ اللہ کی ناشکری اور کفران نعمت کا بدلہ ہے اور کہنے لگا کہ اے کاش میں اللہ ہی کو اپنا رب مانتا اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراتا۔ اب اس کا نہ کوئی یار تھا نہ مددگار اور وہ مجمع جس پر اسے ناز تھا اس کی کچھ مدد نہ کر سکا اور نہ خود اس کے اپنے بس کا کچھ تھا بجز پچھتانے کے اور کچھ نہیں کر سکتا تھا سچ ہے جس کو اللہ ہی چھوڑ بیٹھے اس کا مددگار کون ہو سکتا ہے اللہ سے بڑھ کر نہ کوئی انعام دے سکتا ہے۔ نہ کام کا بدلہ اور مصیبت کے وقت وہی سچا معبود آفتوں سے بچانے والا ہے۔

قرآن کریم یہ مختصر سا قصہ سنا کر متعدد عبرتیں اور نصیحتیں دینا چاہتا ہے۔

ایک تو یہ کہ انسان کو یہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ دنیا میں اسے جو نعمتیں مل رہی ہیں وہ اللہ عزوجل کی طرف سے مل رہی ہیں۔ اس لئے ان سے فائدہ اٹھاتے وقت حق تعالیٰ سے غافل نہ ہونا چاہیئے اور ہر وقت اس کا شکر گزار رہنا چاہیئے اور ان نعمتوں کو اللہ کی نافرمانی میں نہ خرچ کرنا چاہیئے۔

۲: دوسرے اپنے مال و دولت ساز و سامان پر اترانا اور فخر و تکبر کرنا یہ خالص کافرانہ خصلت ہے لہٰذا مومن کی یہ شان ہی نہیں ہو سکتی۔

۳: تیسرے اہل ایمان کو اس سے یہ تعلیم و تلقین ملتی ہے کہ اپنی ناداری اور محتاجی کا غم نہ کریں اور کافروں کی دولت مندی و راحت کی تمنا نہ کریں۔

۴: چوتھے غرور اور تکبر سے اکثر و بیشتر مال و دولت برباد ہو جاتا ہے۔ مادی اسباب کو کارساز سمجھنا اور ان پر بھروسہ کرنا نہ چاہیئے۔ زمین اور آسمان کے کل معمولی اور غیر معمولی حوادث اور تمام غیبی اسباب سب اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔

۵: پانچویں دولت کی فراوانی۔ اولاد کی کثرت و طاقت دیکھ کر مَاشَآءَ اللّٰہُ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کہنے اور اس کے مفہوم کا یقین رکھنے کی ضمناً ہدایت ہے۔ انہیں آیات کو سامنے رکھ کر بعض سلف کا مقولہ ہے کہ جسے اپنی اولاد یا مال یا حال پسند آئے اسے یہ کلمہ مَاشَآءَ اللّٰہُ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ پڑھ لینا چاہیئے۔ روایات میں ہے کہ جب آدمی کو اپنے گھر بار میں آسودگی نظر آئے تو یہی کلمہ مَاشَآءَ اللّٰہُ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ پڑھ لینا چاہیئے۔ شعب الایمان میں حضرت انس کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کوئی چیز دیکھے اور وہ اس کو پسند آئے تو اگر اس نے یہ کلمہ کہہ لیا مَاشَآءَ اللّٰہُ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ تو اس کو کوئی چیز نقصان نہ پہنچائے گی یعنی وہ پسندیدہ چیز محفوظ رہے گی اور بعض روایات میں ہے کہ جس نے کسی محبوب اور پسندیدہ چیز کو دیکھ کر یہ کلمہ پڑھ لیا تو اس کو نظر بد نہ لگے گی۔ حضرت امام مالک بن انسؒ نے اپنے مکان کے دروازہ پر یہ لکھ رکھا تھا کہ مَاشَآءَ اللّٰہُ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ کسی نے پوچھا کہ آپ نے یہ کیوں لکھا تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَاشَآءَ اللّٰہُ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ

۶: چھٹے جیسا کہ یہاں اس مثال میں اس کافر متکبر نے اخیر میں اظہار حسرت کی یہی حال تمام کفار و مشرکین کا ہوگا جب کہ عالم فانی تباہ ہوگا اور وہ اپنی اس عمر رفتہ پر افسوس کریں گے جو وہ اس میں کھو چکے ہیں اور پچھتائیں گے کہ ناحق ہم نے کفر و شرک کیا مگر اس وقت پچھتانے اور افسوس کرنے کے سوا اور کچھ نہیں ہوسکتا۔

۷: ساتویں اس پورے قصہ سے قیامت کی حقانیت بھی ثابت کرنا مقصود ہے کہ جس طرح ایک دم میں خدا تعالیٰ روزمرہ عالم میں انقلاب کرتا ہے۔ کائنات ارضی میں تغیرات ہوتے رہتے ہیں اسی طرح ایک دن کل عالم کو برباد کر کے از سر نو پیدا کر دے گا۔

آگے دنیوی زندگی کی بے ثباتی کی ایک اور مثال دی جاتی ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی نعمتوں کا ہم کو حقیقی شکر گزار بندہ بنا کر رکھیں اور دنیا کی ہر ایک نعمت جو ہم کو عطا فرمائی ہے اس کو آخرت اور اپنی رضا حاصل کرنے کا ذریعہ بنائیں۔

یا اللہ کفران نعمت اور کبر و غرور جیسی کافرانہ خصلتوں سے ہمارے قلوب کو پاک صاف رکھئے اور ہر حال میں ہم کو آخرت پیش نظر رکھنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ

اور آپ ان لوگوں سے دنیوی زندگی کی حالت بیان فرمایئے کہ وہ ایسی ہے جیسے آسمان سے ہم نے پانی برسایا ہو پھر اس کے ذریعہ سے زمین کی نباتات

الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ مُّقْتَدِرًا ۝ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ

خوب گنجان ہوگئی ہوں، پھر وہ ریزہ ریزہ ہوجاوے کہ اس کو ہوا اُڑائے لئے پھرتی ہو اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں۔ مال و اولاد حیاتِ دنیا

زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا ۝

کی ایک رونق ہے اور جو اعمال صالحہ باقی رہنے والے ہیں وہ آپ کے رب کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے بھی ہزار درجہ بہتر ہیں اور امید کے اعتبار سے بھی ہزار درجہ بہتر ہیں۔

وَاضْرِبْ اور بیان کردیں	لَهُمْ ان کیلئے	مَّثَلَ مثال	الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی	كَمَآءٍ جیسے پانی	اَنْزَلْنٰهُ ہم نے اسکو اتارا	مِنَ سے	السَّمَآءِ آسمان
فَاخْتَلَطَ پس مل جل گیا	بِهٖ اس سے	نَبَاتُ الْاَرْضِ زمین کی نباتات	فَاَصْبَحَ وہ پھر ہوگیا	هَشِيْمًا چورا چورا	تَذْرُوْهُ اڑاتی ہے اسکو	الرِّيٰحُ ہوا	
وَكَانَ اور ہے	اللّٰهُ اللہ	عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ ہر شے پر	مُّقْتَدِرًا بڑی قدرت رکھنے والا	اَلْمَالُ مال	وَالْبَنُوْنَ اور بیٹے	زِيْنَةُ زینت	الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی
وَالْبٰقِيٰتُ اور باقی رہنے والی	الصّٰلِحٰتُ نیکیاں	خَيْرٌ بہتر	عِنْدَ رَبِّكَ تیرے رب کے نزدیک	ثَوَابًا ثواب میں	وَّخَيْرٌ اور بہتر	اَمَلًا آرزو میں	

تفسیر و تشریح

گذشتہ آیات میں ایک مثال کے ذریعہ سے مال و جاہ اور دنیا کا فانی اور حقیر ہونا اور اعمال عقبیٰ کا باقی ہونا ذکر فرمایا گیا تھا اسی طرح ان آیات میں بھی دنیوی زندگی کی ایک اور مثال دی جارہی ہے جس سے دنیا کا سریع الزوال ہونا اور اعمال صالحہ کا باقی رہنا اور آخرت کا قابل اہتمام ہونا بیان فرمایا جارہا ہے۔ قرآن مجید انسان کی توجہ دنیا کی بے ثباتی کی طرف بار بار دلاتا ہے۔ توحید و رسالت کے بعد یہ اس کا خاص موضوع ہے اور اس حقیقت کو متعدد جگہ عبارتیں بدل بدل کر انسان کے ذہن نشین کیا گیا ہے کہ دنیا کی زندگی سے دل لگانے کا نتیجہ اور انجام برا ہوتا ہے۔ ان آیات میں بھی دنیا کی زندگی کی حقیقت کو ایک مثال کے ذریعہ سمجھایا جارہا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ دنیا کی عارضی بہار فانی اور ایک دن ختم ہوجانے والی ہے اور اس کی مثال ایسی سمجھو کہ خشک اور مردہ زمین پر بارش کا پانی پڑا وہ یک بیک جی اٹھی۔ ہر طرف سبزہ لہلہانے لگا۔ طرح طرح کے پودے اور پھل و پھول نظر آنے لگے۔ ہری بھری کھیتیاں آنکھوں کو بھلی معلوم ہونے لگیں مگر تھوڑے ہی دنوں بعد وہ لہلہاتی کھیتی زرد ہو کر سوکھنا شروع ہوجاتی ہے آخر ایک وقت آتا ہے کہ کاٹ چھانٹ کر برابر کردی جاتی ہے اور چورہ چورہ ہو کر ہوا میں اڑائی جاتی ہے۔ اور ہوا اُسے تتر بتر کردیتی ہے۔ نہ اس میں گذشتہ شادابی رہتی ہے۔ نہ وہ سبزی۔ نہ پھل نہ پھول۔ اسی طرح انسان کی حالت ہے۔ غیبی فیضان سے رحم مادر کی زمین میں اس کا تخم بویا جاتا ہے۔ وقت خاص پر پیدا ہوتا ہے۔ رفتہ رفتہ بڑھتا۔ ترقی کرتا اور جوان ہوتا ہے۔ جوانی۔ رعنائی حسن۔ طاقت۔ صحت سب ہی کچھ حاصل ہوتا ہے لیکن کچھ ہی عرصہ بعد بڑھاپا آتا ہے اور وہ حسن و جمال اور قوت و طاقت سب معدوم ہوجاتی ہے اور بالآخر مر کر خاک کے ساتھ خاک ہوجاتا ہے۔

ہاں اگر کوئی چیز باقی رہنے والی اور آخرت میں کام آنے والی ہے تو وہ اعمال صالحہ ہیں۔ انہیں کی وجہ سے فرحت دائمی کا سامان حاصل ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر وہاں کی کامیابی اور آسائش کوئی چاہتا ہے تو دنیا میں ایسے نیک کام کرے۔ جو ہمیشہ ہمیشہ کو باقی رہنے

والے ہیں۔ اللہ عزوجل ایسے کاموں کا اچھا بدلہ عنایت فرمائے گا۔ تو یہ باقیات صالحات دنیا کے ساز و سامان کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک جزا کے لحاظ سے بھی اچھے ہیں اور امید کے لحاظ سے بھی یعنی اعمال صالحہ پر جو اُمیدیں وابستہ ہوتی ہیں وہ آخرت میں پوری ہوں گی اور اُس سے بھی زیادہ اجر و ثواب ملے گا بخلاف متاع دنیا کے کہ اُس سے خود دنیا ہی میں امیدیں پوری نہیں ہوتیں اور آخرت میں تو احتمال ہی نہیں۔

یہاں آیات میں باقیات الصالحات کے الفاظ فرمائے گئے ہیں یعنی باقی رہنے والی نیکیاں یا اعمال صالحہ ان کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ وغیرہ سے منقول ہے کہ باقی رہنے والی نیکیاں سبحان اللہ۔ والحمدللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ یہ کلمات ماثورہ ہیں۔ اور اس کی تائید احادیث سے بھی ہوتی ہے۔ مسند احمد وغیرہ میں بروایت حضرت ابو سعید خدریؓ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ وسلم نے فرمایا کہ باقیات صالحات کو زیادہ سے زیادہ جمع کیا کرو۔ صحابہ نے عرض کیا باقیات صالحات کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ سبحان اللہ۔ لا الہ الا اللہ۔ الحمدللہ۔ اللہ اکبر۔ ولا حول ولاقوۃ الا باللہ۔ اور ایک دوسری حدیث میں فرمایا گیا کہ سبحان اللہ لا الہ الا اللہ و الحمدللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر یہی باقیات صالحات ہیں۔ اور ایک حدیث میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت سے نقل کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کلمے یعنی سبحان اللہ۔ والحمدللہ۔ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر۔ میرے نزدیک ان تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہیں جن پر آفتاب کی روشنی پڑتی ہے یعنی سارے جہان سے۔ اس لئے آیت میں باقیات صالحات کی تفسیر حضرت ابن عباسؓ نے یہی کی ہے کہ مراد اس سے یہی کلمات پڑھنا ہیں۔

اکثر مفسرین نے فرمایا کہ باقیات صالحات سے وہ تمام اعمال صالحہ مراد ہیں جن کے ثمرات ہمیشہ باقی رہنے والے ہیں جیسے کسی کو دین کا علم سکھایا جائے جو جاری رہے۔ یا کوئی نیک رسم جاری کرے۔ یا مسجد یا کنواں یا مسافر خانہ یا باغ و کھیت وغیرہ اللہ کے واسطے وقف کر دیا جائے یا اولاد کو تربیت کر کے صالح یا عالم باعمل چھوڑ جائے تو یہ سب صدقات جاریہ ہیں جن کا ثواب مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے۔ اور یہی قول اکثر مفسرین کے نزدیک راجح اور صحیح ہے کہ جس میں نماز۔ روزہ۔ اعمال حج۔ اور کلمات ماثورہ یعنی سبحان اللہ۔ والحمدللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولاحول ولاقوۃ الا باللہ وغیرہ اور تمام پاکیزہ اقوال و افعال جن کا ثمرہ آخرت کے لئے باقی رہے وہ سب باقیات صالحات میں داخل ہیں۔ حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا ہے کہ باقیات صالحات انسان کی نیت اور ارادہ ہیں کہ اعمال صالحہ کی قبولیت اسی پر موقوف ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ یہاں آیات میں یہ سمجھانا مقصود ہے کہ دنیا سے ضرورت سے زائد دلچسپی لینا اور اس کے ساز و سامان پر فخر و ناز نہ کرنا چاہئے بلکہ آخرت اور اعمال صالحہ کا اہتمام اور قیامت کے لئے تیاری کرنا چاہئے۔ اسی سلسلہ میں آگے بعض واقعات و حالات قیامت ذکر فرمائے جاتے ہیں کہ جس سے آخرت کا قابل اہتمام ہونا سمجھایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ اس چندروزہ دنیا کی حقیقت کو ہمارے دلوں پر بھی کھول دیں اور اس عارضی اور فانی دنیا کی زندگی کو آخرت کی دائمی اور باقی رہنے والی زندگی کے حصول کا ذریعہ بنا دیں۔ یا اللہ دنیا اور اس کے ساز و سامان سے قلبی تعلق اور دلی لگاؤ سے ہمکو محفوظ فرما اور ہر آن و ہر حال میں ہم کو آخرت کی اور اپنی خوشنودی حاصل کرنے کی فکر مرحمت فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْأَرْضَ بَارِزَةً وَحَشَرْنَاهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ أَحَدًا ﴿٤٧﴾

اور اُس دن کو یاد کرنا چاہئے جس دن ہم پہاڑوں کو ہٹادیں گے اور زمین کو دیکھیں گے کہ کھلا میدان پڑا ہے اور ہم ان سب کو جمع کر دیں گے اور ان میں سے کسی کو بھی نہ چھوڑیں گے۔

وَعُرِضُوا عَلَىٰ رَبِّكَ صَفًّا لَّقَدْ جِئْتُمُونَا كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ بَلْ زَعَمْتُمْ أَلَّن نَّجْعَلَ

اور سب کے سب آپ کے رب کے روبرو برابر برابر کھڑے کر کے پیش کیے جائیں گے دیکھو آخر تم ہمارے پاس آئے بھی جیسا ہم نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تھا بلکہ

لَكُم مَّوْعِدًا ﴿٤٨﴾ وَوُضِعَ الْكِتَابُ فَتَرَى الْمُجْرِمِينَ مُشْفِقِينَ مِمَّا فِيهِ وَيَقُولُونَ يَا وَيْلَتَنَا

تم یہی سمجھتے رہے کہ ہم تمہارے لئے کوئی وقت موعود نہ لائیں گے۔ اور نامہ اعمال رکھ دیا جاوے گا تو آپ مجرموں کو دیکھیں گے کہ اس میں جو کچھ (لکھا) ہوگا اس سے ڈرتے ہوں گے اور کہتے ہوں گے

مَالِ هَٰذَا الْكِتَابِ لَا يُغَادِرُ صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً إِلَّا أَحْصَاهَا ۚ وَوَجَدُوا مَا عَمِلُوا حَاضِرًا ۗ

کہ ہائے ہماری کم بختی اس نامۂ اعمال کی عجیب حالت ہے کہ قلمبند کیے ہوئے نہ کوئی چھوٹا گناہ چھوڑا نہ بڑا گناہ (چھوڑا) اور جو کچھ انہوں نے کیا وہ سب (لکھا ہوا) موجود پائیں گے

وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ أَحَدًا ﴿٤٩﴾

اور آپ کا رب کسی پر ظلم نہ کرے گا۔

وَ یَوْمَ اور جس دن	نُسَیِّرُ ہم چلائیں گے	الْجِبَالَ پہاڑ	وَتَرَی اور تو دیکھے گا	الْاَرْضَ زمین	بَارِزَۃً کھلی ہوئی	وَحَشَرْنٰھُمْ اور ہم انہیں جمع کریں گے
فَلَمْ نُغَادِرْ پھر نہ چھوڑیں گے ہم	مِنْھُمْ ان سے	اَحَدًا کسی کو	وَعُرِضُوْا اور وہ پیش کیے جائیں گے	عَلٰی سامنے	رَبِّکَ تیرا رب	صَفًّا صف بستہ
لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا البتہ تم ہمارے سامنے آگئے	کَمَا جیسے	خَلَقْنٰکُمْ ہم نے تمہیں پیدا کیا تھا	اَوَّلَ مَرَّۃٍ پہلی بار	بَلْ زَعَمْتُمْ بلکہ تم سمجھتے تھے		
اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَکُمْ کہ ہم ہرگز نہ ٹھہرائیں گے تمہارے لئے	مَّوْعِدًا کوئی وقت موعود	وَوُضِعَ اور رکھی جائے گی	الْکِتٰبُ کتاب	فَتَرَی سو تم دیکھو گے		
الْمُجْرِمِیْنَ مجرم	مُشْفِقِیْنَ ڈرتے ہوئے	مِمَّا اس سے جو	فِیْہِ اس میں	وَیَقُوْلُوْنَ اور وہ کہیں گے	یٰوَیْلَتَنَا ہائے ہماری شامت اعمال	مَالِ کیسی ہے
ھٰذَا الْکِتٰبِ یہ کتاب	لَا یُغَادِرُ یہ نہیں چھوڑتی	صَغِیْرَۃً چھوٹی بات	وَّلَا اور نہ	کَبِیْرَۃً بڑی بات	اِلَّا اَحْصٰھَا مگر وہ اسے گھیرے ہوئے	
وَ اور	وَجَدُوْا وہ پالیں گے	مَا عَمِلُوْا جو انہوں نے کیا	حَاضِرًا سامنے	وَلَا یَظْلِمُ اور ظلم نہیں کرے گا	رَبُّکَ تمہارا رب	اَحَدًا کسی پر

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیات میں مثال کے ذریعہ دنیا کا فانی اور اعمال صالحہ کا باقی ہونا بتلایا گیا تھا جس سے مقصود یہ سمجھانا تھا کہ یہ دنیا دل لگانے اور مقصود بنانے کی جگہ نہیں ہے اور نہ اس کے ساز وسامان پر فخر کرنا چاہئے بلکہ آخرت اور اعمال صالحہ کا اہتمام کرنا چاہئے اور اسی کی ترغیب کے لئے بعض واقعات قیامت ذکر کئے جاتے ہیں اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جب قیامت آئے گی پہاڑ جیسی مضبوط اور سخت مخلوق بھی اپنی جگہ سے چلائی جائے گی اور اس کی بھاری بھاری چٹانیں دھنی ہوئی اون کی طرح فضا میں اڑتی پھریں گی۔ زمین کے سارے ابھار مٹ مٹا کر سطح ہموار رہ جائے گی۔ زمین پر کوئی درخت‘ کوئی مکان کہ کوئی چھت کوئی سایہ کوئی بلندی و پستی نہ ہوگی۔ صاف چٹیل میدان ہوگا اور تمام انسان قبروں سے اٹھ کر صف بستہ ہو کر خدا کے سامنے لائے جائیں گے۔ جس طرح آدمی دنیا میں بے بس و بے کس نادار خالی

ہاتھ ننگے بدن' غیر مختون آئے تھے ایسے ہی قیامت کے دن نہتے' برہنہ اور محتاج ہوکر میدان حشر میں جمع ہوں گے۔ نہ وہاں دولت و مال ساتھ ہوگا نہ حشمت وجاہ' نہ نوکر چاکر' تن وتنہا بے یار ومددگار ہر شخص اپنی دھن میں سرشار ہوگا اور کوئی شخص خدائی عدالت سے غیر حاضر نہ ہوسکے گا اور منکرین حشر کو توبیخ کے طور پر یہ کہا جائے گا کہ تم تو قیامت وغیرہ کو جھٹلاتے تھے اور اس کو محض ڈھکوسلہ سمجھتے تھے۔ آج سب اپنا جتھا اور اثاثہ چھوڑ کر ننگ دھڑنگ خالی ہاتھ کہاں آ پہنچے۔ اب تو تم نے آنکھوں سے دیکھ لیا اور تم کو یقین آ گیا کہ خدا تعالیٰ کس طرح دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے۔

بخاری ومسلم میں بروایت حضرت ابن عباسؓ منقول ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا جس میں ارشاد فرمایا کہ اے لوگو تم قیامت میں اپنے رب کے سامنے ننگے پاؤں ننگے بدن پیدل چلتے ہوئے آؤ گے اور سب سے پہلے جس کو لباس پہنایا جائے گا وہ ابراہیم علیہ السلام ہوں گے۔ یہ سن کر حضرت عائشہؓ نے سوال کیا یا رسول اللہ کیا سب مرد وعورت ننگے ہوں گے اور ایک دوسرے کو دیکھتے ہوں گے؟ آپؐ نے فرمایا کہ اس روز ہر ایک کو ایسا شغل اور ایسی فکر گھیرے رہے گی کہ کسی کو کسی کی طرف دیکھنے کا موقع ہی نہ ملے گا۔ سب کی نظریں اوپر اٹھی ہوئی ہوں گی۔ پھر اعمال نامہ ہر ایک کو دیا جائے گا۔ غرض ہر چھوٹی بڑی حرکت اس میں مندرج نظر آئے گی۔ حیرت سے کہیں گے ارے یہ کیا ہوا یہ تو ہماری زندگی کا پورا فوٹو ہے کوئی نقل وحرکت ایسی نہیں جو اس میں مذکور نہ ہو۔ لیکن یہ تمام روئداد انسانی زندگی کی ہوگی۔ جیسا کوئی بوئے گا ویسا ہی کاٹے گا۔ ایسا ہرگز نہ ہوگا کہ کسی نے کوئی جرم نہ کیا ہو اور وہ اس کے نامۂ اعمال میں لکھ دیا جائے اور نہ یہی ہوگا کہ کسی بے گناہ کو پکڑ کر سزا دے ڈالی جائے۔ اللہ تعالیٰ ذرہ برابر کسی کی حق تلفی نہ فرمائیں گے۔

یہاں کس مؤثر طریقہ سے منکرین حشر کو قیامت کا منظر دکھلا کر سمجھایا گیا کہ قیامت ضرور آئے گی۔ حشر نشر یقینی ہوگا اور انسان کے سارے اعمال جو اس نے دنیا کے اندر نڈر ہوکر کئے تھے اور سمجھ بیٹھا تھا کہ کوئی پوچھنے والا نہیں ایک ایک کر کے اس کی آنکھوں کے سامنے آجائیں گے اور ہر ایک کو اس کے کام کا بدلہ جس کا وہ مستحق ہے مل کر رہے گا۔

حاصل مقصود یہ کہ جب ایسا ہونا ہے تو آخرت نہایت درجہ فکر واہتمام کے لائق ہے۔ نہ کہ اس کی تکذیب اور انکار اور اس سے تغافل اور بے فکری۔ اب دنیا سے دلی لگاؤ اور آخرت سے بے فکری یہ ہوتا ہے شیطان ابلیس کے اغوا اور اس کے بہکانے سکھانے سے اس لئے اگلی آیات میں پھر ابلیس کی شیطنت اور اس کی خباثت اور دشمنی کو ظاہر کیا گیا ہے تاکہ انسان اس دشمن سے متنبہ رہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو بھی آخرت کا خاطر خواہ فکر ہمہ وقت رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں اور قیامت سے ہمارے قلوب کو غافل نہ فرمائیں۔

یا اللہ قیامت اور میدان حشر کی حاضری سے اور وہاں کے حساب کتاب سے اب امت مسلمہ میں بھی غفلت آ گئی ہے جس کی وجہ سے فسق وعصیان دن بدن بڑھتا جا رہا ہے۔ یا اللہ میدان حشر کی حاضری کا خوف دلوں میں ایسا ڈال دے کہ جو ہم ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے رک جائیں اور جو تقصیرات وکوتاہیاں ہم سے اب تک ہو چکی ہیں اس کا توبہ سے تدارک کر لیں تاکہ میدان حشر میں ندامت اور شرمندگی سے بچ جائیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ

اور جب کہ ملائکہ کو ہم نے حکم دیا کہ آدم (علیہ السلام) کے سامنے سجدہ کرو۔ سو سب نے سجدہ کیا بجز ابلیس کے وہ جنات میں سے تھا سو اس نے اپنے رب کے حکم سے عدول کیا

رَبِّهٖ ۭ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَاۗءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ۭ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ۝ مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ

سو کیا پھر بھی تم اُس کو اور اُس کے چیلے چانٹوں کو دوست بناتے ہو مجھ کو چھوڑ کر حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں، یہ ظالموں کیلئے بہت برا بدل ہے۔ میں نے اُنکو نہ تو

خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ ۠ وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا ۝ وَيَوْمَ

آسمان اور زمین پیدا کرنے کے وقت بلایا اور نہ خود ان کے پیدا کرنے کے وقت (بلایا) اور میں ایسا (عاجز) نہ تھا کہ (کسی کو خصوص) گمراہ کرنیوالوں کو اپنا (دست و) بازو بناتا۔

يَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَاۗءِيَ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَّوْبِقًا ۝

اور اس دن کو یاد کرو کہ حق تعالیٰ فرماوے گا کہ جن کو تم ہمارا شریک سمجھا کرتے تھے ان کو پکارو پس وہ ان کو پکاریں گے سو وہ ان کو جواب ہی نہ دیں گے اور ہم اُن کے درمیان میں ایک آڑ کر دیں گے۔

وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا ۝

اور (اس وقت) مجرم لوگ دوزخ کو دیکھیں گے پھر یقین کریں گے وہ اس میں گرنے والے ہیں اور اس سے کوئی بچنے کی راہ نہ پاویں گے۔

وَاِذْ اور جب	قُلْنَا ہم نے کہا	لِلْمَلٰٓئِكَةِ فرشتوں سے	اسْجُدُوْا تم سجدہ کرو	لِاٰدَمَ آدمؑ کو	فَسَجَدُوْٓا تو انہوں نے سجدہ کیا	اِلَّآ سوائے	اِبْلِيْسَ ابلیس	
كَانَ وہ تھا	مِنَ سے	الْجِنِّ جن	فَفَسَقَ وہ نکل گیا	عَنْ سے	اَمْرِ رَبِّهٖ اپنے رب کا حکم	اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ سو تم کیا اسکو بناتے ہو	وَذُرِّيَّتَهٗٓ اور اسکی اولاد	
اَوْلِيَاۗءَ دوست	مِنْ دُوْنِيْ میرے سوائے	وَهُمْ اور وہ	لَكُمْ تمہارے لئے	عَدُوٌّ دشمن	بِئْسَ برا ہے	لِلظّٰلِمِيْنَ ظالموں کیلئے	بَدَلًا بدل	مَآ نہیں
اَشْهَدْتُّهُمْ حاضر کیا میں نے انہیں	خَلْقَ پیدا کرنا	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضِ اور زمین	وَلَا خَلْقَ اور نہ پیدا کرنا	اَنْفُسِهِمْ انکی جانیں			
وَمَا كُنْتُ اور میں نہیں	مُتَّخِذَ بنانیوالا	الْمُضِلِّيْنَ گمراہ کرنے والے	عَضُدًا بازو	وَيَوْمَ اور جس دن	يَقُوْلُ وہ فرمائے گا	نَادُوْا بلاؤ		
شُرَكَاۗءِيَ میرے شریک	الَّذِيْنَ اور وہ جنہیں	زَعَمْتُمْ تم نے گمان کیا	فَدَعَوْهُمْ پس وہ انہیں پکاریں گے	فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا تو وہ جواب نہ دینگے				
لَهُمْ انہیں	وَجَعَلْنَا اور ہم بنادینگے	بَيْنَهُمْ ان کے درمیان	مَّوْبِقًا ہلاکت کی جگہ	وَرَاَ اور دیکھیں گے	الْمُجْرِمُوْنَ مجرم	النَّارَ آگ		
فَظَنُّوْٓا تو وہ سمجھ جائیں گے	اَنَّهُمْ کہ وہ	مُّوَاقِعُوْهَا گرنے والے ہیں اسمیں	وَلَمْ يَجِدُوْا اور وہ نہ پائیں گے	عَنْهَا اس سے	مَصْرِفًا کوئی راہ			

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیات میں منکرین قیامت کو بعض واقعات قیامت سنا کر جتلایا گیا تھا کہ ایک دن قیامت ضرور آئے گی اور آخرت میں ہر انسان سے جو دنیا میں آیا ہے اس سے اس کی دنیوی زندگی کا حساب کتاب ہوگا اور ہر ایک کے عمل اس کے سامنے آجائیں گے پھر جو جس جزا یا سزا کا مستحق ہوگا وہ اسے ملے گی اس طرح انسانوں کو عالم آخرت کی طرف متوجہ کیا گیا تھا۔

اب انسان کو عالم آخرت سے غافل کرنے والی دو ہی چیزیں ہیں۔ ایک تو دنیوی مال دولت کہ جس کے نشہ میں یہ ایسا سرشار ہوتا ہے کہ اس کو اس عالم سے جانے کی نہ فکر نہ عالم آخرت کے لئے زادراہ حاصل کرنے کی فرصت۔ دوسری چیز شیطان ابلیس اور اس کی ذریت کا دام وفریب ہے جو انسان کو عالم آخرت سے

غافل اور دنیوی زندگی اور اس کے سازوسامان اور مال و دولت کے چکر میں پھنسائے رکھتا ہے اور آدمی اس دشمن کو نہیں پہچانتا اس لئے انسانوں کے باپ حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس لعین کی عداوت کا قصہ بار بار یاد دلایا جاتا ہے۔ چنانچہ یہاں بھی موقع کی مناسبت سے پھر انسانوں کی توجہ قصہ آدم علیہ السلام اور ابلیس لعین کی طرف دلائی گئی جس سے مقصود گمراہ انسانوں کو ان کی اس حماقت پر متنبہ کرنا ہے کہ وہ قادر مطلق۔ پروردگار عالم اور بندوں پر شفیق ورحیم وکریم کارساز کی ذات عالی کو چھوڑ کر اپنے ازلی دشمن کے پھندے میں پھنس رہے ہیں۔ جو اول روز سے بنی نوع انسان کے خلاف حسد رکھتا ہے اور ان کو گمراہی میں مبتلا رکھنے کا بیڑہ اٹھا چکا ہے چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ کیا انسانوں کو یاد نہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام جب پیدا ہو چکے تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ ان کے سامنے سجدہ میں گر پڑو۔ فرشتے حکم الٰہی پاتے ہی فوراً سجدہ میں چلے گئے لیکن ابلیس نے جو جنات میں سے تھا اور فرشتوں میں اپنی عبادت کی بدولت شامل کر لیا گیا تھا۔ انکار کر دیا اور اپنے رب کا حکم نہ مانا۔ کھلم کھلا سرکشی کر بیٹھا اور چونکہ اللہ عزوجل نے اسے آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے ملعون قرار دے دیا تھا اس لئے وہ آدم علیہ السلام اور بنی نوع انسان کا جانی دشمن ہو گیا اور چونکہ اس پر یہ لعنت آدم علیہ السلام کی وجہ سے پڑی تھی اس لئے ان کو اور ان کی اولاد کو ستانے اور گمراہ کرنے پر کمر باندھ لی اب اس کا کام ہر وقت یہی ہے کہ اولاد آدم کو اللہ عزوجل کے مقرر کئے ہوئے سیدھے راستہ سے ہٹاتا رہے اور انسانوں کو دنیا کی ناپائیدار چیزوں ہی میں پھنسائے رکھے۔ تو تمام انسانوں کو متنبہ کیا جا رہا ہے کہ شیطان ابلیس کے یہ سارے حالات جاننے کے بعد کیا تم اس کو اور اس کے چیلے چانٹوں کو اپنا دوست اور رفیق بناؤ گے اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر انہیں کے بہکانے اور پھسلانے پر چلو گے۔

آگے اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کے اظہار میں فرماتے ہیں کہ یہ زمین و آسمان پیدا کرتے وقت ہم نے ان شیاطین کو مدد یا مشورہ کے لئے تو بلایا نہ تھا کہ ذرا آ کر دیکھ جائیں کہ ٹھیک بنا ہے یا کچھ اونچ نیچ رہ گئی۔ غرض نہ ان سے ایجاد عالم میں کچھ مشورہ لیا گیا نہ مدد طلب کی گئی۔ بلکہ زمین و آسمان کی پیدائش کے وقت سرے سے یہ شیاطین موجود ہی نہ تھے۔ خود ان کو پیدا کرتے وقت بھی نہیں پوچھا گیا کہ تمہیں کیا بنایا جائے یا تمہارے دوسرے ہم جنسوں کو کس طرح پیدا کیا جائے اور بفرض محال مدد بھی اللہ تعالیٰ لیتے اور قوت بازو بناتے تو کیا ان بدبخت اشقیا کو؟ جنہیں حق تعالیٰ جانتے ہوں کہ یہ لوگوں کو میری راہ سے بہکانے والے ہیں۔ پھر خدا جانے انسانوں نے انہیں خدائی کا درجہ کیسے دیدیا اور اپنے رب کو چھوڑ کر انہیں کیوں رفیق و مددگار بنانے لگے۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ قیامت کے دن ان مشرکین سے کہا جائے گا کہ تم نے جن کو اللہ کا شریک بنا رکھا تھا اب ان کو بلاؤ تا کہ اس مصیبت کے وقت تمہاری مدد کریں تو اس وقت ان مشرکین پر غیر اللہ کی رفاقت اور دوستی کی ساری قلعی کھل جائے گی ایک دوسرے کے پاس بھی نہ جا سکیں گے اور کام آنا تو درکنار دونوں کے بیچ میں ایک عظیم و وسیع خندق آگ کی حائل ہوگی اور شروع شروع میں تو شاید ان مشرکین کو معافی کی کچھ امید بھی ہو لیکن جہنم کو دیکھتے ہی یقین ہو جائے گا کہ اب اس میں گرنا ہے اور فرار کا کوئی راستہ نہیں۔

اب آگے کفار و منکرین کو پھر قرآن کی حقانیت اور توحید و رسالت کے مضمون کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: یا اللہ عذاب نار سے ہم کو ہمارے ماں باپ اور تمام مومنین و مومنات کو بچا کر اپنی رحمت میں داخل فرمایئے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا ﴿۵۴﴾ وَمَا

اور ہم نے اس قرآن میں لوگوں کی ہدایت کے واسطے ہر قسم کے (ضروری) عمدہ مضامین طرح طرح سے بیان فرمائے ہیں اور (اس پر بھی منکر) آدمی جھگڑے میں سب سے بڑھ کر ہے۔ اور

مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَاۗءَهُمُ الْهُدٰى وَيَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ اَوْ

لوگوں کو بعد اس کے کہ اُن کو ہدایت پہنچ چکی ایمان لانے سے اور اپنے پروردگار سے (کفر وغیرہ کی) مغفرت مانگنے سے اور کوئی امر مانع نہیں رہا بجز اسکے کہ انکو اسکا انتظار ہو

يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا ﴿۵۵﴾ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ وَيُجَادِلُ الَّذِيْنَ

کہ اگلے لوگوں کا سا معاملہ ان کو بھی پیش آئے یا یہ کہ عذاب (الٰہی) رُو در رُو ان کے سامنے آ کھڑا ہو۔ اور رسولوں کو تو ہم صرف بشارت دینے والے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجا کرتے ہیں

كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَمَآ اُنْذِرُوْا هُزُوًا ﴿۵۶﴾

اور کافر لوگ ناحق کی باتیں پکڑ پکڑ کر جھگڑے نکالتے ہیں تاکہ اس کے ذریعہ سے حق بات کو بچلا دیویں اور انہوں نے میری آیتوں کو اور جس (عذاب) سے انکو ڈرایا گیا تھا اس کو دل لگی بنا رکھا ہے۔

وَ اور	لَقَدْ صَرَّفْنَا البتہ ہم نے پھیر پھیر کر بیان کیا	فِيْ میں	هٰذَا الْقُرْاٰنِ اس قرآن	لِلنَّاسِ لوگوں کیلئے	مِنْ سے	كُلِّ مَثَلٍ ہر مثالیں	وَكَانَ اور ہے		
الْاِنْسَانُ انسان	اَكْثَرَ شَيْءٍ ہر شے سے زیادہ	جَدَلًا جھگڑالو	وَمَا مَنَعَ اور نہیں روکا	النَّاسَ لوگ	اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا کہ وہ ایمان لائیں	اِذْ جَاۗءَهُمُ جب آگئی ان کے پاس			
الْهُدٰى ہدایت	وَيَسْتَغْفِرُوْا اور وہ بخشش مانگیں	رَبَّهُمْ اپنا رب	اِلَّآ بجز	اَنْ یہ کہ	تَاْتِيَهُمْ انکے پاس آئے	سُنَّةُ روش	الْاَوَّلِيْنَ پہلوں کی	اَوْ یا	يَاْتِيَهُمُ آئے انکے پاس
الْعَذَابُ عذاب	قُبُلًا سامنے کا	وَمَا نُرْسِلُ اور ہم نہیں بھیجتے	الْمُرْسَلِيْنَ رسول	اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ مگر خوشخبری دینے والے	وَمُنْذِرِيْنَ اور ڈر سنانے والے				
وَيُجَادِلُ اور جھگڑا کرتے ہیں	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وہ جنہوں نے کفر کیا	بِالْبَاطِلِ ناحق سے	لِيُدْحِضُوْا تاکہ وہ پھسلادیں	بِهٖ اس سے	الْحَقَّ حق				
وَاتَّخَذُوْٓا اور انہوں نے بنایا	اٰيٰتِيْ میری آیات	وَمَآ اور جس	اُنْذِرُوْا وہ ڈرائے گئے	هُزُوًا مذاق					

تفسیر و تشریح

دنیا کی بے ثباتی' دنیوی زندگی کی حقیقت' یہاں کے مال و دولت کا فانی ہونا اور اعمال صالحہ کا باقی رہنا۔ قیامت کا لازمی آنا اور وہاں اعمال کی جزاو سزا کا ملنا شیطان کے دام فریب میں پھنس کر آخرت سے غافل نہ ہونا۔ یہ سب مضامین گذشتہ آیات میں نہایت مؤثر طریقہ سے بیان فرمائے گئے تھے۔ اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ قرآن کریم کس طرح مختلف عنوانات اور قسم قسم کے دلائل اور مثالوں سے سچی باتیں سمجھاتا ہے مگر انسان کچھ ایسا جھگڑالو واقع ہوا ہے کہ صاف اور سیدھی باتوں میں بھی کٹ حجتی کے بغیر نہیں رہتا۔ جب دلائل کا جواب بن نہیں پڑتا تو

مہمل اور دور از کار فرمائشیں اور مطالبات شروع کر دیتا ہے منکرین کے اس ضد و عناد کی حالت کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ ان منکرین کے ضد و عناد کو دیکھتے ہوئے یہی کہا جاسکتا ہے کہ قرآن جیسی عظیم الشان ہدایت پہنچ جانے کے بعد ایمان نہ لانے اور توبہ نہ کرنے کا کوئی معقول عذر ان کے پاس باقی نہیں۔ آخر قبول حق میں اب کیا دیر ہے اور کا ہے کا انتظار ہے۔ جہاں تک دلیل و حجت کا تعلق ہے قرآن نے حق واضح کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی ہے۔ اب کیا یہ منکرین یہی راہ دیکھ رہے ہیں کہ پہلی قوموں کی طرح خدا تعالیٰ ان کو بھی بکلی تباہ کر ڈالے یا اگر تباہ نہ کئے جائیں تو کم از کم مختلف صورتوں میں عذاب الٰہی آنکھوں کے سامنے آکھڑا ہو۔ وبائیں

آ ئیں یا طوفان میں گھریں یا زلزلوں سے ہلاک ہوں یا قحط اور خشک سالی سے دوچار ہوں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سمجھانے کا جو حق تھا وہ تو پورا ادا کر دیا اب فقط یہی بات رہ گئی ہے کہ عذاب ہی سر پر آ پڑے۔ ان کو تو یہ چاہئے تھا کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی مہلت کو غنیمت سمجھتے اور اپنی عاقبت درست کرنے کی فکر میں لگتے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ اللہ کے رسول کا کام یہ ہے کہ انسان کے برے بھلے کو کھول کر بتلا دیں اور اللہ کے احکام ان کے سامنے پیش کر دیں جس میں بتا دیا گیا ہے کہ برے کاموں کی سزا جہنم ہے جو بڑی دکھ اور آزار کی جگہ ہے اور اچھے کاموں کی جزا جنت ہے جو بڑے آرام و راحت کا مقام ہے۔ اس سے زیادہ اللہ کے رسول سے کچھ اور طلب کرنا ضد اور ہٹ دھرمی کی نشانی ہے۔ یہ منکرین غلط اور جھوٹی باتیں پیش کر کے اپنے آپ کو جھگڑالو ثابت کر رہے ہیں ان کی غرض سوا اس کے کچھ نہیں کہ حقیقت پر پردہ ڈال دیں اور جھوٹی باتیں بنا کر سچی بات کو ٹال دیں۔ یہ کلام اللہ سے استہزا اور مذاق کرتے ہیں اور جس عذاب سے ڈرایا جاتا ہے اس کی ہنسی اڑاتے ہیں۔

یہاں یہ بات انتہائی قابل غور وفکر ہے کہ ان آیات میں جو مذمت کفار کی فرمائی گئی اور تنبیہ منکرین کو کی گئی ہے وہ اسی بناء پر ہے کہ وہ قرآن کو حق ماننے سے مجادلہ اور انکار کرتے تھے مگر جو اس کو مان کر اس کے خلاف کریں۔ اس کے حلال کو حلال اور اس کے حرام کو حرام نہ جانیں اس کے احکام کی خلاف ورزی کریں بلکہ اس سے بغاوت و سرکشی اختیار کریں اور اس اللہ کی عظیم الشان نعمت کی ناقدری اور کفران نعمت کریں تو یہ جرم کس درجہ ان منکرین کے جرم سے ہلکا اور کمتر ہوگا؟ حق تعالیٰ تو منکرین و مشرکین سے یہ مطالبہ فرما رہے ہیں کہ جب قرآنی ہدایت وتعلیم پہنچ چکی تو کوئی عذر اب نہیں کہ اس پر ایمان نہ لایا جائے اور اس کا اتباع نہ کیا جائے۔ اب جو بھی یہ کافر ایمان نہیں لاتے تو گویا یہ اسی کا انتظار کر رہے ہیں کہ یہ بھی وہی اگلے جھگڑالو انسانوں کی طرح ہلاک کئے جائیں یا یہ کہ زندہ تو رہیں لیکن عذاب در عذاب کے چکر میں ڈال دیئے جائیں تو جب یہ تنبیہ و وعید کفار و منکرین کو سنائی گئی ہے اور ان کا کوئی عذر قابل سماعت نہیں تو جو اس کو مان کر نہ ماننے کی برابر کر دیں ان کے پاس اس کا کیا عذر ہوسکتا ہے اور ان کا کون سا عذر قابل سماعت ہوسکتا ہے؟ تو پھر اس ناقدری اور حق ناشناسی پر جس سزا کے یہ مستحق قرار دیئے جائیں وہ تھوڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی سمجھ عطا فرمائیں ابھی منکرین کے متعلق مضمون اگلی آیات میں جاری ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ امت مسلمہ کو دین کی سمجھ عطا فرمائیں اور مسلمانوں کو قرآن جیسی نعمت عظمیٰ کی قدر دانی کی توفیق نصیب فرمائیں۔ بیشک قرآن پاک نے تو سمجھانے کا حق پورا ادا کر دیا اب جو کوتاہی ہے ہماری ہی ہے۔ اللہ پاک ہمیں دنیا میں قرآن کریم کا حقیقی اتباع نصیب فرماویں۔ اور اس کی نافرمانی سے کامل طور پر بچاویں۔ قرآن پاک کے حقوق کی ادائیگی میں ہم سے جو قصور سرزد ہو چکے ہیں ان کو اپنی رحمت سے معاف فرما دیں اور آئندہ کے لئے اس کے احکام پر دل و جان سے عمل پیرا ہونے کا عزم صادق ہمارے قلوب میں عطا فرماویں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنۡ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ فَاَعۡرَضَ عَنۡهَا وَنَسِىَ مَا قَدَّمَتۡ يَدٰهُ ؕ اِنَّا جَعَلۡنَا عَلٰى

اور اس سے زیادہ کون ظالم ہوگا جس کو اس کے رب کی آیتوں سے نصیحت کی جاوے پھر وہ اس سے روگردانی کرے اور جو کچھ اپنے ہاتھوں (گناہ) سمیٹ رہا ہے اس (کے نتیجہ) کو بھول جائے

قُلُوۡبِهِمۡ اَكِنَّةً اَنۡ يَّفۡقَهُوۡهُ وَفِىۡۤ اٰذَانِهِمۡ وَقۡرًا ؕ وَاِنۡ تَدۡعُهُمۡ اِلَى الۡهُدٰى فَلَنۡ يَّهۡتَدُوۡۤا

ہم نے اس (حق بات) کے سمجھنے سے ان کے دلوں پر پردے ڈال رکھے ہیں اور (اس کے سننے سے) ان کے کانوں میں ڈاٹ دے رکھی ہے اور (اسی وجہ سے) اگر آپ ان کو راہ راست کی طرف بلاویں

اِذًا اَبَدًا ﴿۵۷﴾ وَرَبُّكَ الۡغَفُوۡرُ ذُو الرَّحۡمَةِ ؕ لَوۡ يُؤَاخِذُهُمۡ بِمَا كَسَبُوۡا لَعَجَّلَ لَهُمُ الۡعَذَابَ ؕ بَلۡ

تو ایسی حالت میں ہرگز کبھی راہ پر نہ آویں۔ اور آپ کا رب بڑا مغفرت کرنیوالا (اور) بڑا رحمت والا ہے اگر ان سے ان کے اعمال پر دارو گیر کرنے لگتا تو ان پر فوراً ہی عذاب واقع کر دیتا

لَّهُمۡ مَّوۡعِدٌ لَّنۡ يَّجِدُوۡا مِنۡ دُوۡنِهٖ مَوۡئِلًا ﴿۵۸﴾ وَتِلۡكَ الۡقُرٰٓى اَهۡلَكۡنٰهُمۡ لَمَّا ظَلَمُوۡا وَجَعَلۡنَا

(مگر ایسا نہیں کرتا) بلکہ ان کے واسطے ایک معین وقت ہے (یعنی یوم قیامت) کہ اس سے اس طرف (یعنی پہلے) کوئی پناہ کی جگہ نہیں پا سکتے۔ اور یہ بستیاں جب انہوں نے شرارت کی تو ہم نے ان کو ہلاک

لِمَهۡلِكِهِمۡ مَّوۡعِدًا ﴿۵۹﴾

کر دیا، اور ہم نے ان کے ہلاک ہونے کے لئے وقت معین کیا تھا۔

عَنۡهَا اس سے	فَاَعۡرَضَ تو اس نے منہ پھیر لیا	رَبِّهٖ اس کا رب	بِاٰيٰتِ آیتوں سے	ذُكِّرَ سمجھایا گیا	مِمَّنۡ اس سے جو	اَظۡلَمُ بڑا ظالم	وَمَنۡ اور کون
اَنۡ کہ	اَكِنَّةً پردے	عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ انکے دلوں پر	اِنَّا جَعَلۡنَا بیشک ہم نے ڈال دیئے	يَدٰهُ اسکے دونوں ہاتھ	مَا قَدَّمَتۡ جو آگے بھیجا	نَسِىَ وہ بھول گیا	وَ اور
فَلَنۡ تو وہ ہرگز	الۡهُدٰى ہدایت	اِلَى طرف	تَدۡعُهُمۡ تم انہیں بلاؤ	وَاِنۡ اور اگر	وَقۡرًا گرانی	اٰذَانِهِمۡ ان کے کان	فِىۡ میں	وَ اور	يَّفۡقَهُوۡهُ وہ اسے سمجھ سکیں
يُؤَاخِذُهُمۡ انکا مواخذہ کرے	لَوۡ اگر	ذُو الرَّحۡمَةِ رحمت والا	الۡغَفُوۡرُ بخشنے والا	وَرَبُّكَ اور تمہارا رب	اَبَدًا کبھی بھی	اِذًا جب بھی	يَّهۡتَدُوۡۤا نہ پائیں ہدایت
مَّوۡعِدٌ ایک وقت مقرر	لَّهُمۡ ان کیلئے	بَلۡ بلکہ	الۡعَذَابَ عذاب	لَهُمُ ان کیلئے	لَعَجَّلَ تو وہ جلد بھیج دے	بِمَا كَسَبُوۡا اس پر جو انہوں نے کیا
اَهۡلَكۡنٰهُمۡ ہم نے انہیں ہلاک کر دیا	الۡقُرٰٓى بستیاں	تِلۡكَ یہ	وَ اور	مَوۡئِلًا پناہ کی جگہ	مِنۡ دُوۡنِهٖ اس سے ورے	لَّنۡ يَّجِدُوۡا وہ ہرگز نہ پائیں گے
مَّوۡعِدًا ایک مقررہ وقت	لِمَهۡلِكِهِمۡ انکی تباہی کیلئے	وَجَعَلۡنَا اور ہم نے مقرر کیا	ظَلَمُوۡا انہوں نے ظلم کیا	لَمَّا جب

تفسیر و تشریح

گذشتہ آیات میں منکرین حق کے متعلق بتلایا گیا تھا کہ قرآن نے تو طریق فہمائش میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ ہر مناسب طرز سے پیام ہدایت سنایا مگر منکرین کی طبعی کٹ حجتی قبول حق سے مانع رہی۔ اب آگے ان آیات میں بھی منکرین حق کے متعلق مضمون جاری ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ فی الحقیقت اس سے بڑھ کر ظالم کون ہو سکتا ہے جس کے سامنے اس کے پالنے والے کا کلام پڑھا جائے اور وہ اس کی طرف التفات تک نہ کرے۔ اس سے مانوس نہ ہو بلکہ منہ پھیر کر انکار کر جائے اور جو بدعملیاں اور سیاہ کاریاں یا تکذیب حق اور استہزاء و تمسخر کا جو ذخیرہ آگے بھیج رہا ہے اس کا کبھی بھول کر بھی خیال نہ لائے کہ اس کی سزا کیا ہے۔ ان منکرین کے جدال اور استہزاء بالحق کی وجہ سے ان کے دلوں پر پردے پڑ جاتے ہیں اور کانوں میں ڈاٹ ٹھک جاتی ہے۔ اب یہ نہ حق کو سنتے ہیں اور نہ سمجھتے ہیں۔ پھر یہ حق کی طرف متوجہ ہوں تو

کیسے ہوں اور انجام کا خیال کریں تو کیسے کریں۔ ایسے بدبختوں کے راہ پر آنے کی کبھی توقع نہیں۔ کرتوت تو ان کے ایسے ہیں کہ عذاب پہنچنے میں ذرا تاخیر نہ ہو مگر حق تعالیٰ کا حلم و کرم فوراً تباہ کر ڈالنے سے مانع ہے۔ اپنی رحمت عامہ سے خاص حد تک اللہ تعالیٰ درگزر فرماتے ہیں اور سخت سے سخت مجرم کو موقع دیتے ہیں کہ چاہے تو اب بھی توبہ کر کے پچھلی خطائیں بخشوالے اور ایمان لا کر رحمت عظیمہ کا مستحق بن جائے۔ اگر وہ گنہ گاروں کو سزا فوراً ہی دے دیا کرتا تو پھر زمین پر کوئی باقی نہ بچتا۔ وہ لوگوں کے ظلم سے درگزر کرتا ہے لیکن اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ وہ پکڑے گا ہی نہیں۔ یہ تاخیر عذاب ایک وقت معین تک ہے جب وقت آجائے گا سب بندھے چلے آئیں گے۔ مجال نہیں کوئی روپوش ہو سکے یا ادھر ادھر کہیں کھسک جائے۔ عاد و ثمود گذشتہ قوموں کی بستیاں جن کے واقعات مشہور و معروف ہیں۔ دیکھ لو جب ظلم پر ڈٹے رہے تو کس طرح اپنے وقت معین پر تباہ و برباد کر دی گئیں۔

اسی طرح اے منکرین تم کو ڈرتے رہنا چاہئے کہ وقت آنے پر عذاب الٰہی سے کہیں پناہ نہ ملے گی۔ پس جو تاخیر وقت کے نہ آنے کے سبب ہو رہی ہے اس سے ان کو دھوکہ نہ کھانا چاہئے۔

مفسرین نے یہاں صراحت کی ہے کہ ان آیات میں کفار مکہ کو نزول عذاب کی دھمکی ہے اور اس بات پر تنبیہ کی ہے کہ تمہاری سرکشی ایک دن رنگ لائے گی۔ تمہاری بربادی کا وقت مقرر ہے۔ تاخیر سے دھوکہ نہ کھانا اور یہ نہ سمجھنا کہ اگر عذاب آنے والا ہوتا تو اب تک کیوں نہ آیا۔ اگر تاخیر عذاب کے متعلق کسی کو وسوسہ ہو تو یہ سمجھ لے کہ اللہ تعالیٰ کے افعال ایسے پراسرار اور غامض ہوتے ہیں جن کی حکمت تک عوام تو عوام خواص کے فہم کی بھی رسائی نہیں ہوتی چنانچہ اس کے ثبوت کے لئے ایک قصہ موسیٰ کا بیان کیا جاتا ہے۔ جس سے معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی معمولی باتوں میں وہ اسرار اور راز ہوتے ہیں کہ جن کے سمجھنے سے موسیٰ علیہ السلام جیسے اولوالعزم پیغمبر کی فہم بھی عاجز ہوتی ہے (حل القرآن) چنانچہ اگلی آیات سے موسیٰ علیہ السلام کے اس قصہ کی تفصیل شروع ہوتی ہے۔ جس کا بیان مسلسل دو رکوع میں ہوتا چلا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس سے شروع ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ اپنی رحمت عامہ و خاصہ کے طفیل سے ہمارے گذشتہ گناہوں اور خطاؤں سے درگزر فرماویں اور ہر حال میں ہم کو اپنی حالت پر توبہ واستغفار کی توفیق عطا فرماویں اور ہماری تقصیرات پر ہماری گرفت نہ فرماویں۔

یا اللہ آپ کے جو احکام اور نصیحتیں ہم تک پہنچیں ان پر ہم کو دل و جان سے عمل پیرا ہونے کی توفیق نصیب فرمایئے۔ یا اللہ آپ کے احکام سے روگردانی جو خالص کافرانہ خصلت ہے اس سے امت مسلمہ کے ایک ایک فرد کو بچالیجئے اور گذشتہ زندگی میں جو اس میں کوتاہی ہوئی ہے اس پر توبہ کی توفیق عطا فرما دیجئے اور اپنی شان مغفرت و رحمت سے ہماری تقصیرات سے درگزر فرمایئے آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا ﴿۶۰﴾

اور وہ وقت یاد کرو جب کہ موسیٰ نے اپنے خادم سے فرمایا کہ میں (اس سفر میں) برابر چلا جاؤں گا یہاں تک کہ اس موقع پر پہنچ جاؤں جہاں دو دریا آپس میں ملتے ہیں یا یوں ہی زمانہ دراز تک چلتا رہوں گا

وَاِذْ اور جب	قَالَ کہا	مُوْسٰى موسیٰ	لِفَتٰىهُ اپنے جوان سے	لَآ اَبْرَحُ میں نہ ہٹوں گا	حَتّٰٓى یہاں تک	اَبْلُغَ میں پہنچ جاؤں
	مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ		اَوْ یا	اَمْضِيَ چلتا رہوں گا	حُقُبًا مدتِ دراز	

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیات میں منکرین ومشرکین مکہ کو تنبیہ کی گئی تھی کہ تمہاری سرکشی ایک دن ضرور رنگ لائے گی۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت عامہ کے سبب عذاب کو ٹال رہا ہے مگر جب وقت آ جائے گا تو پھر بچ نہیں سکتے۔ تاخیر عذاب کی حکمت تو وہ حق تعالیٰ ہی خوب جانتے ہیں۔ ان کا ہر فعل حکمت پر مبنی ہے اور ان کے ہر کام میں ایسے راز اور اسرار پوشیدہ ہیں کہ جن کی حکمت تک عوام کی تو کیا خواص کے فہم کی بھی رسائی نہیں ہوتی۔ چنانچہ اس امر کی تائید میں ایک قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بیان کیا جاتا ہے جس میں بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے کاموں میں وہ اسرار ہوتے ہیں جن کے سمجھنے سے حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے اولوالعزم پیغمبر کی فہم بھی عاجز رہی۔ تفصیل اس قصہ کی احادیث میں اس طرح آئی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو نہایت موثر اور بیش بہا نصیحتیں فرما رہے تھے۔ کسی نے پوچھا کہ اس وقت آدمیوں میں سب سے بڑا عالم کون ہے جواب میں آپ کے منہ سے نکلا کہ میں سب سے زیادہ علم والا ہوں۔ یہ جواب واقع میں صحیح بھی تھا کیونکہ موسیٰ علیہ السلام اپنے وقت کے اولوالعزم پیغمبر تھے۔ ظاہر ہے کہ ان کے زمانہ میں علوم شرعیہ کا علم ان سے زیادہ کس کو ہوسکتا تھا لیکن حق تعالیٰ کو ان کے یہ الفاظ پسند نہ آئے۔ گو مراد صحیح تھی تاہم عنوان جواب کے عموم سے ظاہر ہوتا ہے کہ روئے زمین پر آپ اپنے کو اعلم الناس خیال کرتے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا کہ آپ کو احتیاط فی الکلام کی تعلیم دیجائے کہ اس سوال کے جواب کو علم الٰہی کے سپرد کرنا چاہئے تھا۔ غرض کہ ارشاد الٰہی ہوا کہ ہمارا ایک بندہ مجمع البحرین میں بعض امور میں تم سے بھی زیادہ علم رکھتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے درخواست کی کہ مجھے ان کا پورا پتہ ونشان بتایا جائے تاکہ میں وہاں جا کر کچھ علمی استفادہ کروں۔ حکم ہوا کہ اس بندہ کی تلاش میں نکلو تو ایک مچھلی تل کر ساتھ رکھ لو۔ جہاں وہ مچھلی گم ہو جائے اور تم سے چھوٹ کر علیحدہ ہو جائے اسی جگہ کے قریب سمجھنا کہ وہ بندہ موجود ہے۔ گویا مجمع البحرین سے جو ایک وسیع قطعہ مراد ہوسکتا تھا اس کی پوری تعیین کے لئے یہ علامت مقرر فرما دی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسی ہدایت کے موافق ایک نمکین تلی ہوئی مچھلی توشہ دان میں رکھ کر اپنے خادم خاص حضرت یوشع کو ہمراہ لے کر سفر شروع کرنے کا ارادہ کیا اور اپنے خادم خاص اور رفیق حضرت یوشع سے فرمایا کہ مجھ کو مجمع البحرین پر جانا ہے جب تک وہاں نہ پہنچ جاؤں سفر ختم نہ کروں گا چاہے وہاں پہنچنے میں کتنی ہی مدت لگ جائے۔

محقق مفسرین لکھتے ہیں کہ اس آیت سے سفر کے بعض آداب اور پیغمبرانہ عزم کا ایک نمونہ ظاہر ہوتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے خادم ورفیق سفر سے اپنے سفر کا رخ اور منزل مقصود بتلایا جس سے معلوم ہوا کہ سفر کی ضروری باتوں سے اپنے رفیق اور خادم کو بھی باخبر کر دینا چاہئے۔ متکبرین کی تو یہ عادت ہوتی ہے کہ اپنے خادموں اور نوکروں کو نہ قابل خطاب سمجھتے ہیں نہ اپنے سفر کے متعلق ان کو کچھ بتاتے ہیں اور پیغمبرانہ عزم کا اظہار اس طرح ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رفیق کو یہ

بتلا کر کہ مجھے مجمع البحرین کی اس جگہ پر پہنچنا ہے جہاں کے لئے اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا ہے یہ عزم ظاہر فرمایا کہ کتنا ہی زمانہ کیوں نہ سفر میں گزر جائے جب تک اس منزل مقصود پر نہ پہنچوں گا سفر برابر جاری رہے گا (معارف القرآن از حضرت مفتی صاحبؒ)

نیز اس قصہ کی تفصیل جو احادیث سے معلوم ہوتی ہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی کے لئے یہ شرط نہیں کہ اس کو سب چیزیں معلوم ہوں اور وہ تمام اخبار وقصص کا عالم ہو۔ بلکہ نبوت کے لئے وحی اور علوم ہدایت کی معرفت ضروری ہے چنانچہ موسیٰ علیہ السلام باوجود کلیم اللہ ہونے کے ان بعض علوم سے واقف نہ تھے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر علیہ السلام کو عطا کئے تھے اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خضر علیہ السلام کی ملاقات کے لئے سفر کیا تا کہ ان سے وہ علوم حاصل کریں جو اللہ تعالیٰ نے خاص حضرت خضر علیہ السلام کو عطا کئے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ نبی اور رسول کے لئے تمام علوم کا عالم ہونا اور تمام واقعات وحالات اور قصص سے باخبر ہونا اور ہر قسم کے علم سے واقف ہونا ضروری نہیں البتہ نبی کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان علوم ہدایت سے پورا باخبر ہو جن کو رضائے خداوندی اور قرب خداوندی اور امت کی اصلاح اور تربیت میں دخل ہو اور اللہ تعالیٰ نے خضر علیہ السلام کو جو علم دیا تھا وہ اس قسم کا نہ تھا۔ بلکہ وہ دوسری قسم کا تھا۔ اس قسم کے علوم میں خضر علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام سے بڑھ کر تھے مگر عنداللہ افضلیت اور تقرب کا دارومدار علوم ہدایت اور علوم شریعت پر ہے۔ ان علوم میں موسیٰ علیہ السلام اپنے وقت میں بے شک سب سے اعلیٰ اور افضل تھے اور سب سے بالا و برتر تھے۔ (معارف القرآن از حضرت کاندھلویؒ)

یہاں آیت میں مجمع البحرین یعنی دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ جس کو اردو زبان میں سنگم کہتے ہیں یا دو سمندروں کے ملاپ کی جگہ سے کونسی جگہ مراد ہے تو اس مقام کا تعین جزم و یقین کے ساتھ مشکل ہے۔ اسی لئے مفسرین اور ارباب سیرت سے مختلف اقوال منقول ہیں۔ یہ سفر اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دوران قیام مصر میں پیش آیا تھا تو دریائے نیل کی دونوں شاخوں کی جگہ مراد ہو سکتی ہے اور اگر یہ سفر مصر سے نکلنے کے بعد جزیرہ نما سینا کے دوران قیام میں پیش آیا تو عجب نہیں کہ بحر قلزم کے دو شاخہ کے اتصال کی جگہ مراد ہو یعنی خلیج عقبہ یا خلیج سوئز۔ حضرت علامہ سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ مقام وہ ہے جو آج کل عقبہ کے نام سے مشہور ہے۔ بہر حال کوئی قول قول فیصل کی حیثیت نہیں رکھتا۔ قرآن کریم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جن بزرگ عالم سے مجمع البحرین پر ملاقات کا ذکر ہے ان کا نام نہیں بتایا گیا۔ احادیث کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خضر علیہ السلام تھے اور جملہ محققین کا یہی قول ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کی تھی۔ حضرت خضر علیہ السلام کا سلسلہ نسب اور آپ نبی تھے یا ولی اور آیا آپ اب زندہ ہیں یا وفات پا گئے اس کے متعلق ان شاء اللہ اگلی آیات کے سلسلہ میں تفصیلی بیان ہوگا۔

دعا کیجئے: ان قرآنی قصص سے جو حقیقی مقصود ومطلوب ہے اللہ تعالیٰ اس کو ہمارے دلوں میں جانشین فرمائیں اور ہم کو قرآن پاک کی جملہ نصیحتوں اور احکامات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائیں اور اللہ تعالیٰ اپنے مقبول ومحبوب اولیاء اللہ کی ملاقات وزیارت کا ہم کو بھی ذوق وشوق نصیب فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو توفیق عطا فرمائیں کہ ہم اپنی زبان سے وہی الفاظ وکلمات نکالیں کہ جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس معاملہ میں ہماری مدد فرمائیں۔ یا اللہ آپ کے راز اور اسرار اور آپ کی حکمتیں کس کی سمجھ میں آ سکتی ہیں ہم کو ہر حال میں آپ کے ساتھ حسن ظن رکھنا نصیب ہو اور آپ کی حکمتوں پر دل وجان سے راضی رہنا نصیب ہو۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا ﴿۶۱﴾ فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ

پس جب (چلتے چلتے) دونوں دریاؤں کے جمع ہونے کے موقع پر پہنچے اُس اپنی مچھلی کو بھول گئے۔اور مچھلی نے اپنی راہ لی اور چل دی۔پھر جب دونوں (وہاں سے)

لِفَتَاهُ آتِنَا غَدَاءَنَا لَقَدْ لَقِينَا مِنْ سَفَرِنَا هَٰذَا نَصَبًا ﴿۶۲﴾ قَالَ أَرَأَيْتَ إِذْ أَوَيْنَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّي

آگے بڑھ گئے تو موسیٰؑ نے اپنے خادم سے فرمایا کہ ہمارا ناشتہ تو لاؤ ہم کو تو اس سفر میں بڑی تکلیف پہنچی۔خادم نے کہا کہ لیجئے دیکھئے جب ہم اُس پتھر کے قریب ٹھیرے تھے

نَسِيتُ الْحُوتَ وَمَا أَنْسَانِيهُ إِلَّا الشَّيْطَانُ أَنْ أَذْكُرَهُ ۚ وَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ ۖ عَجَبًا ﴿۶۳﴾ قَالَ

سو میں اُس مچھلی (کے تذکرہ) کو بھول گیا اور مجھ کو شیطان ہی نے بھلا دیا کہ میں اس کو ذکر کرتا اور (وہ قصہ یہ ہوا کہ) اُس مچھلی نے (زندہ ہونے کے بعد) دریا میں عجیب طور

ذَٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ ۚ فَارْتَدَّا عَلَىٰ آثَارِهِمَا قَصَصًا ﴿۶۴﴾ فَوَجَدَا عَبْدًا مِنْ عِبَادِنَا آتَيْنَاهُ رَحْمَةً

پر اپنی راہ لی۔موسیٰؑ نے (یہ سُن کر) فرمایا یہی وہ موقع ہے جس کی ہم کو تلاش تھی سو دونوں اپنے قدموں کے نشان دیکھتے ہوئے اُلٹے لوٹے۔سو (وہاں پہنچ کر انہوں نے ہمارے بندوں

مِنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا عِلْمًا ﴿۶۵﴾

میں سے ایک بندہ کو پایا جن کو ہم نے اپنی خالص رحمت دی تھی اور ہم نے ان کو اپنے پاس سے ایک خاص طور کا علم سکھایا تھا۔

فَلَمَّا پھر جب	بَلَغَا وہ دونوں پہنچے	مَجْمَعَ ملنے کا مقام	بَيْنِهِمَا دونوں کے درمیان	نَسِيَا وہ بھول گئے	حُوتَهُمَا اپنی مچھلی	فَاتَّخَذَ تو اس نے بنالیا		
سَبِيلَهُ اپنا راستہ	فِي الْبَحْرِ دریا میں	سَرَبًا سرنگ کی طرح	فَلَمَّا پھر جب	جَاوَزَا وہ آگے چلے	قَالَ اس نے کہا	لِفَتَاهُ اپنے شاگرد کو		
آتِنَا ہمارے پاس لاؤ	غَدَاءَنَا ہمارا صبح کا کھانا	لَقَدْ لَقِينَا البتہ ہم نے پائی	مِنْ سے	سَفَرِنَا اپنا سفر	هَٰذَا اس	نَصَبًا تکلیف	قَالَ اس نے کہا	
أَرَأَيْتَ کیا آپ نے دیکھا؟	إِذْ جب	أَوَيْنَا ہم ٹھہرے	إِلَى طرف	الصَّخْرَةِ پتھر	فَإِنِّي تو بیشک میں	نَسِيتُ بھول گیا	الْحُوتَ مچھلی	وَ اور
مَا أَنْسَانِيهُ نہیں بھلایا مجھے	إِلَّا مگر	الشَّيْطَانُ شیطان	أَنْ أَذْكُرَهُ کہ میں اسکا ذکر کروں	وَاتَّخَذَ اور اس نے بنالیا	سَبِيلَهُ اپنا راستہ			
فِي الْبَحْرِ دریا میں	عَجَبًا عجیب طرح	قَالَ اس نے کہا	ذَٰلِكَ یہ	مَا كُنَّا نَبْغِ جو ہم چاہتے تھے	فَارْتَدَّا پھر وہ دونوں لوٹے	عَلَىٰ پر		
آثَارِهِمَا اپنے نشانات	قَصَصًا دیکھتے ہوئے	فَوَجَدَا پھر دونوں نے پایا	عَبْدًا ایک بندہ	مِنْ سے	عِبَادِنَا ہمارے بندے	آتَيْنَاهُ ہم نے دی اسے		
رَحْمَةً رحمت	مِنْ سے	عِنْدِنَا اپنے پاس	وَ اور	عَلَّمْنَاهُ ہم نے علم دیا اسے	مِنْ لَدُنَّا اپنے پاس سے	عِلْمًا علم		

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے قصہ کی ابتدا اس طرح فرمائی گئی تھی کہ موسیٰ علیہ السلام نے جب اپنا شوق حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کا بارگاہ خداوندی میں ظاہر فرمایا تو مجمع البحرین کا پتہ بتایا گیا اور اس خاص جگہ کی نشان جہاں حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہونی تھی۔ یہ بتلائی گئی کہ ایک تلی ہوئی مچھلی ناشتہ میں ساتھ لے لو جہاں یہ مچھلی زندہ ہو کر غائب ہو جائے وہیں ان سے (یعنی حضرت خضرؑ سے) ملاقات ہو گی چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت یوشع کو ہمراہ لے کر اس سفر پر روانہ ہو گئے۔اب آگے واقعہ یہ ہوا کہ یہ دونوں حضرات دن رات چلتے رہے اور آخیر رات میں مجمع البحرین پر پہنچ گئے اور ایک بڑے پتھر کے پاس دونوں حضرات سو گئے۔تھوڑی دیر کے بعد حضرت یوشع جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ

تھے بیدار ہوگئے اور انہوں نے دیکھا کہ تلی ہوئی مچھلی باذن اللہ زندہ ہوکر جھولی سے نکل پڑی اور عجیب طریقہ سے پاس پانی میں ایک سرنگ سی بناتی ہوئی چلی گئی۔ حضرت یوشع کو دیکھ کر تعجب ہوا اور چاہا کہ موسیٰ علیہ السلام بیدار ہوں تو ان سے کہوں۔ جب موسیٰ علیہ السلام بیدار ہوئے تو دونوں حضرات آگے چل کھڑے ہوئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے رفیق سفر حضرت یوشع نہ معلوم کن خیالات میں پڑ کر مچھلی کا زندہ ہوکر پانی میں چلا جانا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہنا بھول گئے اور نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کہ مچھلی ہے یا نہیں اور جلدی سے آگے چل دیئے۔ موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جو مجمع البحرین کا پتہ بتلا دیا تھا اور حضرت خضر کے ملنے کی خاص جگہ کی نشانی بھی بتلا دی تھی کہ مچھلی جس جگہ گم ہو جائے وہیں ملیں گے۔ تو جب تک یہاں پہنچے تو موسیٰ علیہ السلام کو سفر کی تکان اور ماندگی کچھ بھی معلوم نہیں ہوئی تھی لیکن یہاں سے آگے کو چلتے چلتے جب دوپہر ہوگئی تو موسیٰ علیہ السلام تھک گئے اور حضرت یوشع سے کہا کہ لاؤ کسی جگہ بیٹھ کر کھانا کھالیں۔ ہم کو تو سفر سے بہت تکان ہوگئی۔ اس وقت رفیق سفر حضرت یوشع کو یاد آیا اور کہنے لگے کہ مچھلی تو وہیں زندہ ہوکر پانی میں کود گئی تھی جس جگہ آپ ٹھہر کر سو گئے تھے لیکن آپ سے خبر کرنا بھول گیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا یہ تو بڑی غلطی ہوئی۔ ہمیں تو اسی جگہ جانا مقصود تھا۔ فضول اتنی دور آگے آکر حیران ہوئے۔ چونکہ ایسے ویران بیابان میں سفر کر رہے تھے جس میں نہ کوئی راستہ تھا اور نہ کوئی علامت ونشان اس لئے جس طرف سے آئے تھے اپنے پاؤں کے نشان دیکھتے ہوئے اسی طرف کو لوٹے۔ اب یہاں اصل مضمون سے ہٹ کر ایک بات یہ غور کیجئے کہ اگر انبیاء علیہم السلام غیب داں ہوتے جیسا کہ ایک فرقہ کا دعویٰ ہے تو موسیٰ علیہ السلام کو معلوم ہوتا کہ مچھلی زندہ ہوکر پانی میں جا چکی ہے اور آپ خادم سے اس کے سامنے لانے کو نہ کہتے اور نہ ہی بے خبری کی حالت میں اپنی منزل مقصود سے آگے نکل جاتے۔ تو معلوم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام جو تمام انبیائے بنی اسرائیل سے افضل تھے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے کلیم اللہ کے لقب سے سرفراز ہوئے عالم الغیب وہ بھی نہ تھے یہ صفت یعنی کلی وتفصیلی غیب وشہادت کا علم خاصہ خداوندی ہی ہے۔ غرض جب اسی جگہ پر واپس پہنچے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سوکر آرام فرمایا تھا تو حضرت یوشع نے موسیٰ علیہ السلام کو وہ جگہ دکھلائی جہاں مچھلی پانی میں زندہ ہوکر کود گئی تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھ کو یہی جگہ ملاقات کے لئے بتلائی گئی ہے۔ یہاں آس پاس کہیں نہ کہیں وہ یعنی حضرت خضر ضرور ہوں گے۔ یہ کہہ کر موسیٰ علیہ السلام نے ادھر ادھر تلاش کرنا شروع کیا اور ایک بلند پتھر پر کھڑے ہوکر چاروں طرف نظر دوڑائی تو ایک شخص کو لیٹا ہوا دیکھا۔ موسیٰ علیہ السلام ان کے پاس پہنچے تو دیکھتے ہیں کہ خضر علیہ السلام زمین پر چھوٹا سا سبز بچھونا بچھائے ہوئے ایک کمبل اوڑھے ہوئے لیٹے ہیں۔ اور پاس ہی ایک عصا یعنی لاٹھی ہے۔ قریب کھڑے ہوکر موسیٰ علیہ السلام نے کہا "السلام علیکم" خضر علیہ السلام نے کمبل سے منہ کھول کر سلام کا جواب دیا اور تعجب سے کہا کہ اس سرزمین پر سلام کرنے والا کون آ گیا۔ اس کے بعد خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ آپ کون؟ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں موسیٰ ہوں۔ خضر علیہ السلام نے کہا کہ کون سے موسیٰ۔ کیا بنی اسرائیل والے موسیٰ یعنی بنی اسرائیل کے مشہور نبی۔ موسیٰؑ نے فرمایا کہ ہاں وہی موسیٰ ہوں۔ اور بعض روایات میں ہے کہ خضر علیہ السلام نے سلام کے جواب میں کہا وعلیکم السلام یا موسیٰ۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ کو کس طرح معلوم ہوا کہ میں موسیٰ ہوں۔ خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ جس نے تم کو میرا پتہ ونشان بتلایا اسی نے مجھ کو یہ بتلا دیا کہ تم موسیٰ ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام چونکہ حضرت خضر علیہ السلام کے اعلیٰ قدر ومنزلت سے واقف تھے اس لئے باوجود اپنی عظمت وفضیلت کے نہایت ہی

ادب اور تعظیم سے ان سے معاملہ فرماتے ہیں۔

یہاں آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جن بزرگ عالم سے ملاقات کا ذکر ہے ان کا نام نہیں بتایا گیا ہے۔ احادیث کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خضر علیہ السلام تھے۔ قرآن کریم میں یہاں ان کا تذکرہ عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا کہہ کر فرمایا کہ انہوں نے یعنی موسیٰ علیہ السلام اور ان کے رفیق سفر نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ کو پایا جن کو ہم نے اپنی خاص رحمت دی تھی اور ہم نے ان کو اپنے پاس سے ایک خاص طور پر کا علم سکھلایا تھا۔ اس جگہ اللہ تعالیٰ نے اس خاص بندہ (جن سے مراد حضرت خضر علیہ السلام ہیں) کے دو وصف بیان کئے ہیں۔ اول اٰتَیْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا یعنی ہم نے ان کو اپنی خاص رحمت اور خاص عنایت سے سرفراز کیا تھا۔ دوسرا وصف فرمایا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا اور ہم نے ان کو اپنے پاس سے ایک خاص علم عطا کیا تھا یعنی ہم نے ان کو پاس سے ایک باطنی علم سکھایا تھا۔ وہ علم ہمارے ساتھ خاص ہے جو ہمارے بغیر سکھائے و بتائے کوئی اس علم کو نہیں جان سکتا۔ صوفیائے کرام کی اصطلاح میں ایسے علم کو علم لدنی کہتے ہیں جس میں اسباب ظاہری کا دخل اور واسطہ نہ ہو اور عالم غیب سے براہ راست علم اس کے قلب میں داخل ہو اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر علیہ السلام کو اسرار غیبی اور باطنی حکمتوں اور مصلحتوں کا علم عطا فرمایا تھا اور موسیٰ علیہ السلام کو احکام شریعت و ہدایت کا علم عطا فرمایا تھا۔ بہرحال اس میں تو کوئی شک نہیں کہ حضرت خضر خداوند تعالیٰ کے ایک نہایت برگزیدہ اور مقبول بندے اور مخصوص عباد صالحین میں سے ہیں۔ اختلاف صرف اس میں ہے کہ آپ صرف ولی تھے یا نبی۔

اس سلسلہ میں بہترین قول حضرت ابن عباسؓ کا ہے کہ جس طرح قرآن کریم نے ان کی نبوت یا ولایت کے معاملہ کو مبہم رکھا ہے اسی طرح ہم کو خاموش رہنا چاہئے۔ خضر آپ کا نام نہیں لقب ہے۔ خضر کے معنیٰ سبز کے ہیں اور اس لقب کی وجہ جو عام مفسرین نے بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ آپ جس جگہ بیٹھ جاتے تو کیسی ہی زمین ہو وہاں گھاس اگ جاتی تھی۔

بزرگان دین و صلحائے امت کی حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات و زیارت کرنے کے قصے اور روایات نہایت کثرت سے منقول ہیں اور عام بندگان خدا پر ظاہر ہونے اور مصائب میں امداد کرنے کی حکایتیں بھی بے شمار ہیں۔ حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب رحمہ اللہ نے اپنی کتاب خضر حیات میں وہ روایات بیان کی ہیں جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ و تابعین کے زمانہ میں حضرت خضرؑ کا موجود ہونا یا ان سے ملاقات ہونا ثابت ہے۔ کتاب کے اخیر میں مولانا لکھتے ہیں کہ باوجود اس طویل عمر اور طول بقا کے ایک روز حضرت خضر بھی جام فنا اور شربت مرگ نوش کر کے تمام دنیا کی طرح فنا ہو جائیں گے۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ

غرض کہ موسیٰ علیہ السلام نے سلام کے بعد حضرت خضر علیہ السلام سے گفتگو اپنے مقصد سفر کے متعلق شروع کی اور اس کا کیا جواب خضرؑ نے دیا اور ان دونوں حضرات میں کیا گفتگو ہوئی یہ ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں بیان ہوگا۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے مقبولین سے وابستگی نصیب فرمائیں اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ یا اللہ آپ نے جو زندگی ہمیں عطا فرمائی ہے اس میں اپنی مرضیات کے عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور ہم کو ظاہراً و باطناً شریعت مطہرہ کی کامل پابندی نصیب فرمائیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَالَ لَهٗ مُوْسٰی هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰۤی اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ﴿۶۶﴾ قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ

موسیٰ نے اُن سے فرمایا کیا میں آپ کے ساتھ رہ سکتا ہوں اس شرط سے کہ جو علم مفید آپکو (منجانب اللہ) سکھلایا گیا ہے اسمیں سے آپ مجھکو بھی سکھلا دیں۔ ان بزرگ نے جواب دیا

مَعِیَ صَبْرًا ﴿۶۷﴾ وَكَیْفَ تَصْبِرُ عَلٰی مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ﴿۶۸﴾ قَالَ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا

آپ سے میرے ساتھ رہ کر (میرے افعال پر) صبر نہ ہو سکے گا۔ اور ایسے امور پر آپ کیسے صبر کریں گے جو آپ کے احاطۂ واقفیت سے باہر ہیں۔ موسیٰ نے فرمایا ان شاءاللہ آپ مجھ کو صابر پاویں گے

وَّلَاۤ اَعْصِیْ لَكَ اَمْرًا ﴿۶۹﴾ قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِیْ فَلَا تَسْئَلْنِیْ عَنْ شَیْءٍ حَتّٰۤی اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ﴿۷۰﴾

اور میں کسی بات میں آپ کے خلاف حکم نہ کروں گا۔ ان بزرگ نے فرمایا کہ اگر آپ میرے ساتھ رہنا چاہتے ہیں تو اتنا خیال رہے کہ مجھ سے کسی بات کی نسبت کچھ پوچھنا نہیں جب تک کہ اسکے متعلق

فَانْطَلَقَا حَتّٰۤی اِذَا رَكِبَا فِی السَّفِیْنَةِ خَرَقَهَا قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ

میں خود ہی ابتداءً ذکر نہ کردوں۔ پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب دونوں کشتی میں سوار ہوئے تو ان بزرگ نے اس کشتی میں چھید کردیا۔ موسیٰ نے فرمایا کہ کیا آپ نے اس کشتی میں اسلئے

شَیْـًٔا اِمْرًا ﴿۷۱﴾ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا ﴿۷۲﴾ قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِیْ بِمَا نَسِیْتُ وَ

چھید کیا ہوگا کہ اس کے بیٹھنے والوں کو غرق کردیں آپ نے بڑی بھاری بات کی۔ ان بزرگ نے کہا کہ کیا میں نے کہا نہیں تھا کہ آپ سے میرے ساتھ صبر نہ ہو سکےگا۔ موسیٰ نے فرمایا کہ آپ میری بھول چوک پر گرفت نہ کیجئے

لَا تُرْهِقْنِیْ مِنْ اَمْرِیْ عُسْرًا ﴿۷۳﴾ فَانْطَلَقَا حَتّٰۤی اِذَا لَقِیَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا

اور میرے اس معاملہ میں مجھ پر زیادہ تنگی نہ ڈالئے۔ پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب ایک (کمسن) لڑکے سے ملے تو ان بزرگ نے اس کو مار ڈالا موسیٰ علیہ السلام کہنے لگے آپ نے

زَكِیَّةًۢ بِغَیْرِ نَفْسٍ لَقَدْ جِئْتَ شَیْـًٔا نُّكْرًا ﴿۷۴﴾

ایک بے گناہ جان کو مار ڈالا بے بدلے کسی جان کے۔ بیشک آپ نے بڑی بے جا حرکت کی۔

لفظی ترجمہ: قَالَ (کہا) لَهٗ (اسکو) مُوْسٰی (موسیٰ) هَلْ (کیا)
اَتَّبِعُكَ (میں تمہارے ساتھ چلوں) عَلٰی (پر) اَنْ (کہ) تُعَلِّمَنِ (تم سکھادو مجھے)
مِمَّا (اس سے جو) عُلِّمْتَ (تمہیں سکھایا گیا ہے) رُشْدًا (بھلی راہ) قَالَ
(اس نے کہا) اِنَّكَ (بیشک تو) لَنْ تَسْتَطِیْعَ (ہرگز نہ کرسکے گا تو) مَعِیَ
(میرے ساتھ) صَبْرًا (صبر) وَكَیْفَ (اور کیسے) تَصْبِرُ (تو صبر کرے گا)
عَلٰی (اس پر) مَا (جو) لَمْ تُحِطْ بِهٖ (تو نے احاطہ نہیں کیا اسکا) خُبْرًا (واقفیت سے)
قَالَ (اس نے کہا) سَتَجِدُنِیْ (تم مجھے پاؤ گے جلد) اِنْ شَآءَ اللّٰهُ (اگر چاہا اللہ نے)
صَابِرًا (صبر کرنیوالا) وَلَاۤ اَعْصِیْ (اور میں نافرمانی نہ کروں گا) لَكَ (تمہارے)
اَمْرًا (کسی بات) قَالَ (اس نے کہا) فَاِنِ (پس اگر) اتَّبَعْتَنِیْ

(تجھے میرے ساتھ چلنا ہے) فَلَا تَسْئَلْنِیْ (تو مجھ سے نہ پوچھنا) عَنْ (سے)
شَیْءٍ (کسی چیز) حَتّٰی (یہانتک کہ) اُحْدِثَ (میں بیان کروں) لَكَ (تجھ سے)
مِنْهُ (اس کا) ذِكْرًا (ذکر) فَانْطَلَقَا (پھر وہ دونوں چلے) حَتّٰی (یہاں تک کہ)
اِذَا (جب) رَكِبَا (وہ دونوں سوار ہوئے) فِی السَّفِیْنَةِ (کشتی میں) خَرَقَهَا
(اس نے سوراخ کردیا اس میں) قَالَ (اس نے کہا) اَخَرَقْتَهَا
(تم نے اس میں سوراخ کردیا) لِتُغْرِقَ (کہ تم غرق کردو) اَهْلَهَا (اس کے سوار)
لَقَدْ جِئْتَ (البتہ تو لایا) شَیْـًٔا (ایک بات) اِمْرًا (بھاری) قَالَ (اس نے کہا)
اَلَمْ اَقُلْ (کیا میں نے نہیں کہا) اِنَّكَ (بیشک تو) لَنْ تَسْتَطِیْعَ (ہرگز نہ کرسکے گا تو)
مَعِیَ (میرے ساتھ) صَبْرًا (صبر) قَالَ (اس نے کہا) لَا تُؤَاخِذْنِیْ

(آپ میرا مواخذہ نہ کریں) بِمَا (اس پر جو) نَسِيْتُ (میں بھول گیا)

وَلَا تُرْهِقْنِي (اور مجھ پر نہ ڈالیں) مِنْ (سے) أَمْرِي (میرا معاملہ)

عُسْرًا (مشکل) فَانْطَلَقَا (پھر وہ دونوں چلے) حَتّٰى (یہاں تک کہ) إِذَا

(جب) لَقِيَا (وہ ملے) غُلٰمًا (ایک لڑکا) فَقَتَلَهٗ (تو اس نے اس کو قتل کردیا)

قَالَ (اس نے کہا) أَقَتَلْتَ (کیا تم نے قتل کردیا) نَفْسًا (ایک جان)

زَكِيَّةً (پاک) بِغَيْرِ (بغیر) نَفْسٍ (جان) لَقَدْ جِئْتَ (البتہ تم آئے)

(تم نے کہا) شَيْئًا (ایک کام) نُكْرًا (ناپسندیدہ)

تفسیر و تشریح

گذشتہ آیات میں یہاں تک بیان ہوا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کی خضر علیہ السلام سے ملاقات اور سلام دعا ہوئی۔ اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے کہا کہ کیا میں چند روز آپ کے ساتھ رہ سکتا ہوں تا کہ آپ مجھ کو علم و حکمت کی وہ پوشیدہ باتیں تعلیم فرمائیں جو آپ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے تعلیم کی گئی ہیں۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے مجھ کو تکوینی رموز و اسرار کا وہ علم عطا کیا ہے جو آپ کو نہیں دیا گیا اور اس نے آپ کو تشریعی علوم کا جو علم عطا فرمایا ہے وہ مجھ کو عطا نہیں ہوا۔ حضرت خضر علیہ السلام چونکہ اپنے علم و کمال کی وجہ سے یہ جانتے تھے کہ موسیٰ علیہ السلام کا کام شریعت خداوندی کی پابندی کرانا اور ظاہر شریعت اور احکام خداوندی کے خلاف کرنے والوں کو سختی سے روکنا ہے۔ اگر کوئی ذرا سی بات ظاہری احکام شریعت کے خلاف دیکھ پاویں گے تو برداشت نہ کرسکیں گے اور حقیقت حال معلوم ہونے سے پہلے رنجیدہ خاطر ہوں گے اس لئے پہلے ہی اشارۃً مطلع کردیا کہ بعض امور خلاف طبع اور ناگوار خاطر پیش آئیں گے اور فرمایا کہ ساتھ رہنے اور علم حاصل کرنے میں تو کوئی مضائقہ نہیں لیکن آپ میرے ان افعال کو دیکھ کر جو مخفی حکمتوں پر مبنی ہوں گے اپنے قواعد اور احکام ظاہری کے خلاف سمجھ کو بتقاضائے شان نبوت صبر نہ کرسکیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ چونکہ آپ سے علوم کو حاصل کرنا مقصود ہے اور امر خداوندی یہی ہے اس لئے میں ایسے امور پر صبر کروں گا خضر علیہ السلام نے جواب دیا کہ جن باتوں کا علم آپ کو عطا نہیں کیا گیا اور ان کی حقیقت آپ پر منکشف نہیں کی گئی آپ ان پر صبر کر ہی نہیں سکتے۔ چونکہ انبیاء علیہم السلام تمام امور میں ارادہ و تقدیر خداوندی کے دخل کو پوری طرح سمجھتے ہیں اور اپنے اختیار اور ارادہ کو بہت ہی ہیچ اور بے اعتبار جانتے ہیں اس لئے اپنے اوپر کوئی اعتماد و بھروسہ نہ کر کے ہر ایک کام کو اسی مالک الملک کے حوالہ کرتے ہیں اس لئے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر خدا نے چاہا تو میں ضرور صبر کروں گا اور آپ کی رائے کے خلاف کوئی کام نہ کروں گا۔ خضر علیہ السلام نے جب سمجھ لیا کہ موسیٰ علیہ السلام کسی طرح چھوڑنے والے نہیں ضرور ساتھ ہوں گے اور موسیٰ علیہ السلام نے وعدہ بھی کرلیا کہ ہر کام میں آپ کی اطاعت کریں گے تب فرمایا کہ اچھا آپ میرے ساتھ چلیں لیکن شرط یہ ہے کہ اس سفر میں میرے بعض قول و فعل اگر آپ کو ناگوار اور عجیب معلوم ہوں اور ان کی حقیقت آپ نہ سمجھ سکیں تو آپ اس کے متعلق کچھ دریافت نہ کریں اور نہ کوئی اعتراض کریں۔ جب تک کہ میں خود ہی اس کی تشریح نہ کردوں اور سبب و حکمت نہ بتلادوں۔ موسیٰ علیہ السلام کو چونکہ وہ خاص پوشیدہ علوم حاصل کرنے کا نہایت ہی شوق تھا جو ان کو معلوم نہ تھے اور ان کی تحصیل کو خدا تعالیٰ کا حکم سمجھتے تھے اور علاوہ خضر علیہ السلام کی نبوت و فضیلت بہ لحاظ استاذی بھی ان کا ادب فرماتے تھے لہٰذا یہ شرط بھی قبول کی اور حضرت یوشع کو ہمراہ لے کر سفر حضرت خضر علیہ السلام کی ہمراہی میں شروع کیا۔ دریا یا سمندر کے کنارے

کنارے جارہے تھے کہ ایک کشتی نظر پڑی جو کنارے سے دور نکل گئی تھی۔ خضر علیہ السلام نے کشتی والوں کو آواز دی۔ یہ کشتی چلانے والے چند غریب ملاح تھے جو کشتی کے کرایہ پر گزر کر کے نہایت عسرت سے بسر کرتے تھے۔ آواز سن کر ملاح کشتی کنارہ پر لائے۔ خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم تینوں کو سوار کرلو جو کرایہ فی آدمی پہلے مسافروں سے لیا ہے، ہم تینوں اس کا دگنا کرایہ ادا کردیں گے۔ کشتی والے مسافروں نے کہا کہ یہ بالکل اجنبی آدمی ہیں اور ایک غیر آباد خوفناک جگہ سے سوار ہوتے ہیں۔ نہ کچھ اسباب ساتھ ہے نہ توشہ ایسا نہ ہو کہ چور قزاق ہوں اور کچھ نہ کچھ فریب کر کے ہم کو کسی مصیبت میں مبتلا کریں۔ لیکن ملاح نے ان کی بات نہ مانی اور کہا کہ ان کی مقدس صورتوں پر تو نور برستا ہے۔ کسی فساد کا اندیشہ نہیں ہوسکتا ان کو ضرور سوار کروں گا اور تینوں کو سوار کرلیا بعد میں ملاح اور مسافروں میں سے بعض آدمیوں نے حضرت خضر علیہ السلام کو پہچان لیا اور لوگوں سے بھی کہہ دیا کہ یہ تو خضر ہیں۔ تمام لوگ ان کا نام سن کر خوش ہو گئے کہ سبحان اللہ! خدا کے ایک مقبول بندے ہمارے ساتھ ہو گئے۔ ملاحوں نے ان کو قابل تعظیم اور متبرک سمجھ کر کرایہ بھی نہ لیا اور تینوں حضرات کو مفت سوار رکھا۔ کشتی کے بادبان پر ایک چڑیا آ بیٹھی اور نیچے اتر کر دریا یا سمندر میں سے ایک دو قطرے پانی پی لیا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ اے موسیٰ باوجودیکہ خدا تعالیٰ نے اپنی عنایت سے تم کو اور مجھ کو بہت سے قابل قدر اور عظیم الشان علم عطا فرمائے ہیں لیکن ہمارے علم کی حقیقت خدا تعالیٰ کے علم کے سامنے اتنی ہی ہے جیسے اس جانور کی چونچ میں لگے ہوئے پانی کو سمندر سے نسبت ہے۔ کشتی چلتے چلتے ایک بادشاہ کی سلطنت کے سرحد کے قریب پہنچی تو خضر علیہ السلام نے بسولہ لے کر کشتی والوں سے نظر بچا کر کشتی میں سے ایک تختہ توڑ ڈالا۔ خضر علیہ

السلام نے یہ کام ایسی جلدی سے کیا کہ کسی نے دیکھا بھی نہیں ورنہ خضر علیہ السلام کو ضرور روکتے۔ موسیٰ علیہ السلام نے یہ کارروائی دیکھی تو للّٰہی جوش بھڑک اٹھا جوان کے اندر خدا تعالیٰ کی طرف سے امانت رکھا گیا تھا اور وہ بالکل بھول گئے کہ خضر علیہ السلام سے کیا وعدہ کیا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضرؑ سے کہا کہ آپ نے یہ کیا غضب کردیا۔ کیا اتنے لوگوں کے غرق کرنے کا ارادہ ہے۔ اگر آپ ان کو ڈبوتے ہیں تو خود ان سے پہلے ہلاک ہوں گے۔ ان غریب ملاحوں نے آپ کے ساتھ یہ احسان کیا کہ اجرت بھی نہ لی اور بڑی تعظیم سے مفت سوار کرلیا۔ آپ نے ان سے یہ سلوک کیا کہ ان کی کشتی جو ان کے معاش اور گزارہ کی صورت تھی توڑ کر ان کو ہلاک کرنے اور ڈبونے کا بھی سامان کردیا۔ حضرت یوشع رفیق سفر نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے آہستہ سے کہا کہ آپ کو اپنا عہد و پیمان یاد نہیں رہا۔ اور خضر علیہ السلام نے پاس آ کر فرمایا کہ میں نے پہلے ہی نہیں کہہ دیا تھا کہ آپ میرے ہمراہ رہ کر صبر نہ کرسکیں گے۔ اب موسیٰ علیہ السلام کا جوش ٹھنڈا ہوا اور وعدے کو یاد کر کے اور خضر علیہ السلام کی شکایت کو سن کر خاموش ہوئے اور حضرت خضر علیہ السلام سے عذر کیا کہ مجھ سے بھول کر یہ غلطی ہو گئی۔ معاف کیجئے۔ چونکہ اول ہی مرتبہ کا اعتراض تھا اور خضر علیہ السلام بھی واقف تھے کہ نسیان سے ایسا ہوا ہے۔ لہٰذا خضر علیہ السلام نے درگزر کیا اور موسیٰ علیہ السلام کو ساتھ رکھا۔

جب موسیٰ علیہ السلام نے معذرت فرمائی کہ مجھ سے بھول سے غلطی ہوگئی معاف کیجئے اور چونکہ اول ہی مرتبہ کا اعتراض تھا اور خضر علیہ السلام بھی واقف تھے کہ بھول سے ایسا ہوا ہے اس لئے خضر علیہ السلام نے درگذر کیا اور موسیٰ علیہ السلام کی ہمراہی میں سفر جاری رہا۔ لکھا ہے کہ کشتی نے ابھی تھوڑی ہی مسافت آگے کو طے کی تھی کہ

ملک رُوم کے بادشاہ کی ایک بندرگاہ آ گئی۔ یہ ظالم بادشاہ یہاں سے گذرنے والی کشتیوں کو جبراً پکڑ کر چھین لیتا تھا جس سے کشتی کے مالک اور مسافر ناگہاں مصیبت میں مبتلا ہو کر پریشان ہوتے تھے بندرگاہ پر کشتی پہنچتے ہی بادشاہ کے ملازم اور سپاہی آ چڑھے کہ مسافروں کو اتار دیں اور کشتی پر قبضہ کر لیں۔ لیکن ٹوٹی ہوئی دیکھ کر اور بیکار سمجھ کر چھوڑ گئے۔ خضر علیہ السلام نے ملاح سے کہدیا کہ ہم نے تمہاری کشتی اسی ظالم کے ہاتھ سے بچانے کیلئے توڑ کر عیب دار کر دی تھی اب ہم اس کو درست کر دیں گے۔ کشتی والوں نے حضرت خضر علیہ السلام کا بہت شکر ادا کیا اور بڑی دعائیں دیں کہ آپ نے بڑی مصیبت اور نقصان سے بچایا وہاں سے تھوڑی دور آگے چلنے کے بعد خضر علیہ السلام نے اُسی تختہ کو اپنی جگہ پر لگا کر درست کر دیا اور اہل کشتی دعائیں دیتے ہوئے اور خضر علیہ السلام کی جدائی پر افسوس کرتے ہوئے چھوڑ کر اُن سے رخصت ہو گئے، کشتی سے اترنے کے بعد دو واقعات اِن آیات زیرِ تفسیر میں بیان فرمائے گئے ہیں۔ یہ حضرات کشتی سے اترنے کے بعد پیادہ چلتے ہوئے ایک بستی کے قریب پہنچے وہاں ایک جگہ چند لڑکے کھیل رہے تھے۔ خضر علیہ السلام نے اُن میں سے ایک خوبصورت ہنستے کھیلتے ہوئے نوعمر نابالغ لڑکے کو پکڑ کر بلا تامل زمین پر لٹادیا اور چاقو سے ذبح کر کے سر کو گردن سے جدا کر کے ڈال دیا۔ موسیٰ علیہ السلام میں شان نبوت اور نہی عن المنکر کا ظہور اور غلبہ تھا وہ اس واقعہ کو دیکھ کر جو بظاہر کشتی کے واقعہ سے بھی سخت ظلم تھا کیسے خاموش رہ سکتے تھے۔ فوراً گھبرا کر حضرت خضر علیہ السلام سے کہنے لگے کہ آپ نے یہ کیا ظلم کیا۔ بلا قصور ایک ایسی جان کا خون کر دیا جس نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ یہ تو آپ نے بڑی بے جا حرکت کی۔ اِس وعدہ خلافی کو دیکھ کر خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے آپ سے اُسی وقت کہدیا تھا کہ آپ سے میرے ہمراہ رہ کر خاموش نہ رہا جائے گا۔ موسیٰ علیہ السلام کو اس مرتبہ وعدہ یاد تھا لیکن فرض منصبی ادا کرنے کا جو جوش اللہ تعالیٰ نے طبیعت میں رکھا تھا اُس نے مجبور کر دیا اور خاموش نہ رہ سکے اس لئے اب کی دفعہ بھولنے کا عذر اور معافی کی درخواست نہیں کی بلکہ فرمایا کہ خیر اب تو غلطی ہو گئی۔ آپ پچھلی مرتبہ درگذر کر چکے ہیں کہ آئندہ معذور سمجھنے اور درگذر کرنے کی گنجائش نہیں۔ آئندہ اس قسم کا اعتراض کروں تو آپ اپنے سے مجھ کو جُدا کر دیں۔ ایک حدیث میں جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خضر و موسیٰ علیہما السلام کا قصہ بیان فرماتے ہوئے فرمایا کہ کیا خوب ہوتا کہ موسیٰ علیہ السلام کسی قدر اور صبر کرتے تا کہ اِن دونوں کے پرحکمت حالات قرآن مجید میں ہم کو اس سے زیادہ سنائے جاتے لیکن بار بار خلاف وعدہ ہو جانے اور عذر کرنے سے اُن کو شرم آ گئی اس لئے جدائی کو تجویز کر لیا۔ بہر حال حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کہنے کو قبول کیا اور اب بھی اپنی ہمراہی میں رکھا۔

دعا کیجئے

یا اللہ آپ کی حکمت اور اسرار کے راز اور بھید اسی کی سمجھ میں آ سکتے ہیں جس کو آپ یہ علم عطا فرمائیں۔

یا اللہ ہم کو آپ نے احکام شرعیہ کا مکلف بنایا ہے ہم کو ہر حال میں ظاہراً و باطناً شریعت مطہرہ کا پابند رکھئے اور ان کی خلاف ورزی سے بچایئے۔ ہماری سعادت اسی میں ہے کہ ہم شریعت کے ظاہری احکام کی پابندی لازم جانیں اور اوامر و نواہی شرعیہ کے مطابق اپنی زندگی گزاریں یا اللہ ہم کو اس کی توفیق کاملہ عطا فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ